فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (القرآن)

ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے (الاحزاب)

فراق یاراں

تالیف

مناظر ختم نبوت
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ــــــ فراق یاراں

مصنف ــــــ مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

صفحات ــــــ 304

قیمت ــــــ -/100 روپے

طبع اول ــــــ فروری 2006ء

سرورق ــــــ محمد طاہر حجازی 042-7574180

مطبع ــــــ اصغر پریس، لاہور

ناشر ــــــ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ ملتان۔ فون: 4514122

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

انتساب!

اس کتاب کو خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی المرتضیٰ حیدرکرار کرّمہ اللہ وجہہ کےان آنسوؤں کے نام منسوب کرتا ہوں جو انہوں نے رحمت دوعالم ﷺ اور خلفائے ثلاثہؓ کی جدائی پر ۞......اور وہ آنسو جوان کی اہلیہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ نے اپنے والد گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی پر ۞......اور وہ آنسو جوامت نے آپ کے صاحبزادہ گرامی شہزادۂ جنت حضرت سیدنا حسینؓ کی مظلومیت پر بہائے یا قیامت تک بہائے جائیں گے۔

اللہ کرے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ خلیفہ رابع سے انتساب کی یہ نسبت دنیا وآخرت میں میری سرخروئی کا باعث بن جائے۔آمین!

فقیر: اللہ وسایا!

یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۳۱ جنوری ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

فہرست

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی ۰ امابعد!

ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن مبارک سے آنحضرت ﷺ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ بچپن میں ان کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی گود نبوت میں اٹھایا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؓ کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کی تو آپ ﷺ کے آنسو مبارک رواں ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا انا بفراقک یاابراھیم لمحزونون !ابراہیمؓ آپ کی جدائی نے ہمیں غم زدہ کر دیا۔

کسی عزیز کی جدائی پر دل صدمہ کرے اور آنکھ آنسو بہائے۔ جہاں یہ فطری تقاضہ ہے وہاں ترجمان فطرت حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ بھی ہے۔ اس دنیا سے جانے والے اکابر' معاصر' اساتذہ' مشائخ اور جماعتی دوستوں کے جدائی کے لمحوں پر اپنے دل کی تسلی کے لئے فقیر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔ تقریباً ۳۵ سال کے داستان غم کی یہ دستاویز ہے جو آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت ہو رہی ہے۔ آپ انہیں تعزیتی مضامین' سوانحی خاکے' یا نثری مرثیے قرار دیں آپ کو اس کا حق حاصل ہے۔ لیکن مجھ سے پوچھیں تو یہ مضامین میرے دل کے ٹکڑے ہیں جو ان جانے والے حضرات کی جدائی پر قلم سے کاغذ پر منتقل ہوتے رہے ہیں۔ یہ ایام رفتہ کے آنسو ہیں جو گرتے رہے اور میں انہیں کاغذ پر جمع کرتا رہا۔

۱۹۷۱ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور ابھی تک جاری ہے نہ معلوم کہ کب خود کی باری آجائے کہ غم فراق سہنے کی بجائے دل ہار جائے اور بجائے رونے کے روٹھ جائے۔ نوحہ' مرثیہ' رونا' غم' سوگ' سب کچھ کا آپ اس میں پرتو دیکھیں گے۔ لیکن مجھ مسکین سے پوچھیں کہ جس پر ان حضرات کے غم جدائی کے پہاڑ ٹوٹے۔ ان صدمات سے دل ٹوٹا' کمر جھکی' آنکھیں بھیگیں' جگر پارہ پارہ ہوا۔ لیکن کتنا ڈھیٹ ہوں کہ ابھی تک زندہ ہوں۔ بعض حضرات کی جدائی۔ نے دل و جان پر

گہرے نقوش چھوڑے۔ لیکن سوائے صبر کے انسان بے چارہ اور کر ہی کیا سکتا ہے۔

ہر وہ شخص جس کی جدائی پر قلم اٹھایا یا کوشش کی کہ جو قلب کی واردات ہے اسے من وعن کاغذ پر منتقل کر دوں اور ایسے ہی کیا۔ اس پر میرا ضمیر مطمئن ہے۔ اس پر رب کریم کو گواہ بناتا ہوں جو دل کے راز جاننے والی ذات ہے۔

برادران طریقت و یاران مجلس! کیسا قحط ہے کہ جو بزم سے اٹھا اس کی جگہ لینے والا کوئی نہ آیا۔ اس قحط و کساد بازاری میں جانے والوں کی جگہ پر نہ ہو سکی۔ چلو! ان کا تذکرہ ہی سہی۔ شاید کہ درد کا کچھ درماں ہو جائے۔ اس توقع پر دوستوں کا خیال ہوا کہ تعزیتی مضامین جمع ہو جائیں۔ لیکن جمع کرنے سے پہلے ہی جی میں فیصلہ کر لیا تھا کہ مختصر تعزیتی نوٹ یا شذرے شامل نہیں ہونے چاہئیں صرف منتخب مضامین ہوں۔ اس خیال سے ہفت روزہ لولاک اور ماہنامہ لولاک سے مضامین کی تلاش شروع ہوئی تو ان کی تعداد ستانوے تک جا پہنچی۔ لولاک میں ہی شائع شدہ شذرے یا بعض مختصر مضامین جان کر نظر انداز کر دیئے۔ دیگر رسائل کے نمبروں میں اکابر پر جو مضامین شائع ہوتے رہے ان کو شامل کیا جاتا تو کئی اور جلدیں تیار ہو جاتیں۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور دیگر اکابر پر مضامین یا مشاہدات و تاثرات دیگر رسائل کے نمبروں یا ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ وہاں سے کوئی مواد لے کر اس میں شامل کرنے سے اجتناب برتا ہے۔ تکرار لاحاصل کے علاوہ ضخامت کا خوف مانع رہا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ پر فقیر کے کئی مضامین ملے۔ ایک ایک لے لیا اور باقی ترک دیئے۔ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ تمام مضامین کا مجموعہ مرتب کرنا پیش نظر نہیں ہے۔ صرف مضامین کا انتخاب مقصود تھا جو اس سے حاصل ہو رہا ہے۔

نمبر ایک سے نمبر ۹۷ تک سن وفات کو سامنے رکھ کر ترتیب قائم کی ہے۔ اس کے بعد

تین مضامین (حضرت مولانا عبدالرؤفؒ حضرت مولانا حافظ محمد حنیف سہارنپوریؒ حضرت مولانا سید محمد علی شاہؒ) ہفت روزہ ختم نبوت کراچی سے لے کر بغیر سن وفات کا خیال کئے آخر میں لگا کر سو کی تعداد پوری کردی ہے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد' حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' حضرت مولانا فقیر اللہ اختر' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی' حضرت مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری جام پوری' حضرت مولانا عبدالستار حیدری اور جناب قاری عمر حیات ایسے بزرگوں دودستوں نے اس کی اشاعت' جمع وترتیب کے لئے مہمیز لگائی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کو کہ آپ نے اس کی اشاعت کی منظوری مرحمت فرمائی۔

۸ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ کو خانقاہ سید احمد شہید نزد یل سگیاں لاہور اپنے مرشد گرامی حضرت اقدس مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے تفصیل عرض کر کے کتاب کا نام تجویز کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے **''فراق یاراں''** اس کا نام تجویز فرمایا اور حضرت مولانا عراقی ملتانیؒ کا شعر اس کے ٹائٹل کے لئے عنایت فرمایا (مولانا عراقی ملتانیؒ حضرت خواجہ شاہ رکن عالم ملتانیؒ یا خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ ملتانی کے متوسلین اور ہمعصر تھے) کتاب کے لئے موضوع کے اعتبار سے کتنا مناسب ہے۔ سبحان اللہ!

از عراقی سلام برعشاق
آں جگر خستگان تیر فراق

یار! فارسی کا لفظ ہے۔ لغت میں اس کا معنی مددگار' دوست' محبت کرنے والا اور پیارا آیا ہے۔ ہمارے مشن کے مددگار' ہمارے دوستوں' ہماری محبتوں کے مرکز' ہمارے پیاروں کے برجستہ تذکروں سے قارئین کے لئے تسکین قلب اور مشن تحفظ ختم نبوت سے دلی لگاؤ کا خدا تعالیٰ کرے یہ کتاب باعث بن جائے۔ آمین!

فقیر راقم نے ہر دردمند بچے کی طرح اپنے والد مرحوم اور والدہ مرحومہ کی جدائی پر آنسو بہائے۔ لیکن ان آنسوؤں کو کبھی کاغذ پر جمع کرنے کی جرأت نہیں کر پایا۔ حالانکہ سب سے زیادہ مجھ پر والدین کا حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ لیکن لولاک اور ہفت روزہ ختم نبوت یا اس کتاب کے قارئین سے میرا اجماعی تعلق ہے۔ والدین پر مضامین اپنی ذات کی اس میں ملاوٹ کا واہمہ مجھ پر سوار رہا۔ نہ لکھ پایا۔ حق تعالیٰ ان کی قبروں پر موسلا دھار بارش نازل فرمائیں اور مجھے معاف فرمادیں کہ میں احساس کمتری کا شکار رہا اور ان کے ذکر خیر پر کچھ نہ لکھا۔ حالانکہ اب بھی دل پسیج رہا ہے۔ چلو کچھ درد اگلے جہاں ساتھ لے جانے کے لئے سہی۔ بس اتنی بات بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ میرے والد مرحوم اور والدہ مرحومہ کا بہت ہی مبارک اور حسن خاتمہ ہوا۔ والد مرحوم نے باوضو اور درود شریف پڑھتے اور والدہ مرحومہ نے آب زمزم نوش کر کے کلمہ کا ورد کرتے ہوئے انتقال فرمایا۔ فالحمدللہ!

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حسن خاتمہ کی سعادت نصیب فرمائیں۔ آمین!

فقیر اللہ وسایا!

یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۳۱ جنوری ۲۰۰۶ء

۱......مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری

وفات......۲۱اپریل ۱۹۷۱ء

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ۲۱اپریل ۱۹۷۱ء کو دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تغلق روڈ ملتان میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون!

حضرت مولانا محمد علی جالندھری ضلع جالندھر تحصیل نکودر کے گاؤں رائے پورارائیاں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے تلمیذ ارشد حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ سے حاصل کی۔ جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے ہاں آپ نے مزید تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے آپ نے پڑھا۔ تکمیل کے بعد اپنے استاذ گرامی قدر حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے ساتھ مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں استاذ مقرر ہوئے۔ کئی سال تک تدریس کی۔ اس دوران میں آپ کی تقریروں کے چرچے ہونے لگے۔ مدرسہ فیض محمدی کے سالانہ جلسہ پر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ اور دوسرے احرار راہنما تشریف لائے تو حضرت جالندھریؒ کو مجلس احرار اسلام میں کھینچ کر لے گئے۔

آپ نے محنت اور جذبہ دینی کے تحت مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے انگریز کو دیس نکالا دینے کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت امیر شریعتؒ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ ماسٹر تاج الدینؒ شیخ حسام الدینؒ اور دیگر احرار راہنماؤں کی رفاقت نے آپ کی صلاحیتوں کو جلا بخشی۔ آپ آل انڈیا مجلس احرار اسلام کی مرکزی ورکنگ کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے اور یوں مجلس احرار کے صف اول کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ مجلس احرار اسلام پنجاب کے آپ صدر منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل آپ نے ملتان کی مسجد سراجاں حسین آگاہی کی خطابت سنبھالی۔ یہاں مدرسہ محمدیہ قائم کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مفتی فقیر اللہؒ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے خاندان کے پاکستان میں آپ میزبان قرار پائے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کا قیام آپ کی مخلصانہ محنت کا شاہد عدل ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سب سے پہلے جنرل سیکرٹری آپ منتخب ہوئے۔ جبکہ

صدر مرکز یہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ کی قیادت باسعادت میں حضرت جالندھریؒ اور حضرت ہزارویؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی نیو اٹھائی۔ پوری دینی قیادت اور تمام مکاتب فکر کے زعماء کو گویا آگ پانی کو قادیانیت کے خلاف ایک سٹیج پر جمع کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حکومتی ظلم کی بھٹی میں پسی ہوئی قوم کو قادیانیت کے مقابلہ میں دوبارہ سہارا دیکر کھڑا کرنا حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا وہ کارنامہ ہے جس پر وہ امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام تر کام کو ایک منظم شکل میں پرونا حضرت جالندھریؒ کا سنہری کارنامہ ہے۔ حضرت تھانویؒ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ حضرت امیر شریعتؒ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ حضرت مفتی فقیر اللہؒ کی صحبتوں نے آپ کی شخصیت کو تابدار موتی کی طرح نکھار دیا تھا۔ آپ کی بیعت قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھی۔ آپ نے حضرت ہالیجویؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ اور خانقاہ دین پور سے بھی اصلاحی تعلق رکھا۔ جمعیت علمائے اسلام کے قیام میں آپ کی مخلصانہ کوششوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ جمعیت علمائے اسلام کا پہلا اجلاس جو مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں ہوا۔ اس میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اپنے صدارتی خطبہ میں حضرت جالندھریؒ کا نام لے کر فرمایا کہ میرے خیال میں صدر اجلاس حضرت جالندھریؒ کو ہونا چاہئے تھا۔ یہ مطبوعہ خطبہ آج بھی اکابر کا حضرت جالندھریؒ بھرپور اعتماد کا مظہر اتم ہے۔ حضرت جالندھریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مقرر ہوئے۔ تب آپ کے عہد امارت میں مولانا لال حسین اخترؒ نے یورپ اور فجی آئی لینڈ میں جا کر ختم نبوت کی اذانیں دیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کو ملک گیر بلکہ عالمگیر بنانے میں حضرت جالندھریؒ کی قیادت باسعادت کا ہی نتیجہ ہے۔ کراچی سے کلکتہ اور ڈھاکہ سے فجی ولندن تک آپ کی مخلصانہ جدوجہد نے قادیانیت کے ارتدادی سیلاب کے سامنے ناقابل تسخیر بند باندھ دیا۔ آپ کی ذات گرامی میں قدرت نے وہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں جن کے نکھرنے سے قادیانیت دم بخود ہوگئی۔ آپ کو دل کے عارضہ کی پہلی تکلیف سلانوالی کے جلسہ میں ہوئی۔ ملتان تشریف لائے۔ زیر علاج رہے اور ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ جامعہ خیر المدارس میں اپنے مربی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے پہلو میں استراحت فرما ہیں۔ (لولاک.........)

۲.....مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ

وفات.....۱۰جون ۱۹۷۳ء

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ کا وطن مالوف دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گوادر اسپور تھا۔ ککے زئی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم ہری پور ہزارہ میں حاصل کی بعد میں اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ ان دنوں علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ انگریز کی تعلیم گاہوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اورنٹیل کالج کو خیر باد کہہ کر خلافت کمیٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔ بٹالہ خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام نو ماہ آپ نے گورداسپور کے ضلع میں تبلیغی دورے کئے۔ خلافت کمیٹی کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کے لئے مولانا مظہر علی اظہر ؒ کے ہمراہ دھواں دھار خطاب کئے۔ عوام جاگ اٹھے۔ انتظامیہ نے انتقام لینے کا پروگرام بنا کر تین تقریروں کو قابل اعتراض قرار دیا عدالت میں کیس چلا۔ سرسری طور پر سماعت ہوئی۔ ایک سال قید بامشقت کی سزا کا آرڈر ملا۔ گورداسپور جیل چلے گئے۔

حضرت مولانا جیل میں تھے کہ سوامی شردھانند اور آریہ سماج نے فتنہ وفساد کو ہوا دی ہندوستان کے مسلمانوں کو چیلنج دیتے اور مناظروں کے لئے للکارتے۔ حضرت مولانا نے فیصلہ کیا کہ رہائی کے بعد آریہ سماج اور دیگر دشمنان اسلام کے تعاقب کے لئے اپنے آپ کو وقف کر کے خدمت دین متین کروں گا۔ آپ رہا ہوتے ہی ان کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ ان دنوں مرزائی بھی اسلام کی نام نہاد نمائندگی کا علم بلند کئے ہوئے تھے۔

مرزائیوں نے حضرت مولانا کو جھانسہ دیا کہ اگر آپ آریہ سماج کی تردید کرنا چاہتے ہیں تو ہماری جماعت کا پلیٹ فارم حاضر ہے۔ آپ کو تربیت دیں گے۔ کتابیں مہیا کریں گے۔ مسلمان علماء نے خواہ مخواہ مرزا قادیانی کو بدنام کر رکھا ہے۔ وہ صرف خادم اسلام تھے۔ ان کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا بددیانتی ہے۔ حضرت مولانا مرزائیت سے نابلد تھے۔ ان کے جھانسہ میں آ گئے لاہوری گروپ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ شمولیت کے فوراً بعد آپ کو احمدیہ انجمن کے تبلیغی کالج لاہور میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں آپ نے سنسکرت سیکھی اور ویدوں کا مطالعہ

کیا۔ ایک کامیاب مبلغ کی حیثیت سے آپ نے آریہ سماج کا تعاقب کیا۔ مناظرے ہوئے۔ تقریریں ہوئیں۔ نتیجتاً آپ کو بہت جلد مرزائیوں میں بلند مقام حاصل ہوگیا۔

چنانچہ شعبہ تبلیغ ومناظرہ کے علاوہ اخبار پیغام صلح کا آپ کو ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ اسی طرح احمدیہ ایسوسی ایشن کے سیکرٹری بھی منتخب ہوئے۔ مسلسل آپ نے آٹھ سال مرزائیت میں گزارے۔ قدرت کے کچھ اور پروگرام ہوا کرتے ہیں۔ فرعون کے گھر موسیٰ کی پرورش جس کی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا کو چند خواب آئے۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کو گھناؤنی شکل میں ظاہر کر کے جہنم میں دھکیلا جانا آپ کو دکھایا گیا۔ آپ نے ان خوابوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا نشان قرار دیا اور مسلسل چھ ماہ تک ایک دیانتدار محقق کی حیثیت سے مرزائیت کا لٹریچر پڑھا۔ دن رات ایک کر کے مطالعہ کرنے سے مرزائیت میں خوب درک حاصل ہوگیا۔

آپ جوں جوں مرزائیت کا مطالعہ کرتے گئے۔ توں توں مرزائیت کی حقیقت آپ پر واضح ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ آپ نے یکم جنوری ۱۹۳۱ء کو انجمن احمدیہ کی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ جسے لاہوری جماعت نے ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء کو بادل نخواستہ قبول کرلیا۔ آپ نے جماعت سے ایک تحریر لی جس میں واضح طور پر اقرار تھا کہ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے ذمہ جماعت کا کوئی فنڈ نہیں۔ اس تحریر کا فائدہ یہ ہوا کہ مرزائیت سے توبہ کے بعد آپ پر کوئی الزام نہ عائد کر سکے۔ حضرت مولانا نے ایک جلسہ عام میں اپنی توبہ کا اعلان کر کے دھجیاں بکھیر دیں۔ مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جبکہ مرزائیوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ مسلمانوں نے آپ کو آنکھوں پر بٹھایا۔ ملک بھر میں آپ کی توبہ کو سراہا گیا۔ آپ نے مرزائیت کی تردید کے لئے ملک کے تبلیغی سفر کئے۔ ان دنوں مجلس احرار اسلام کا شعبہ تبلیغ مرزائیت کے خلاف صف آراء تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی باضابطہ دعوت دی۔ جسے آپ نے قبول کرلیا اور اس وعدہ کو زندگی کی آخری ساعت تک نبھایا۔

مجلس احرار اسلام کا پلیٹ فارم اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی مجاہدانہ تقاریر نے ملک بھر میں مرزائیت کے لئے مشکل پیدا کردی۔

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

مرزائیوں نے مناظرے کا چیلنج دیا۔ آپ نے قبول کیا۔ مناظرے ہوئے۔ ہر جگہ مرزائی مناظرین کو جان چھڑانی مشکل ہوگئی۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کا تاریخی جملہ کہ مرزائی مناظرین کے لئے زہر کا پیالہ پی لینا آسان ہے مگر لال حسین اخترؒ کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کو شریف انسان ثابت کرنا مشکل ہے چار دانگ عالم میں مشہور ہوگیا تھا۔ مرزائی مناظر مولانا لال حسین اخترؒ کا نام سنتے ہی مناظرے سے بھاگ جاتے۔ بالآخر تنگ آ کر مرتا کیا نہ کرتا پر عمل کر کے اخبار الفضل میں اعلان کر دیا گیا کہ: ''مولانا لال حسین اخترؒ جہاں کہیں مناظر ہوں گے۔ ہم ان سے مناظرہ نہیں کریں گے۔'' مرزائیوں کی اس واضح شکست کے اعلان پر اخبار الفضل کا فائل گواہ ہے۔ والفضل ماشهدت به الاعداء!

تقسیم کے بعد: ملک تقسیم ہوا تو حضرت مولانا لال حسین اخترؒ ضلع سرگودھا کے قصبہ مڈھ رانجھا میں منتقل ہوگئے۔ آٹا پیسنے کی چکی لگالی۔ تبلیغی کام سرد پڑ گیا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے حالات سازگار ہوتے ہی حضرت مولانا کو بلایا۔ حضرت شاہ جیؒ کے حکم پر حضرت مولانا نے سب کچھ فروخت کر دیا اور پھر نئے ولولے سے کام شروع کر دیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہراول دستہ کے طور پر کام کیا۔

حضرت امیر شریعتؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ حضرت شاہ جیؒ امیر مرکزیہ منتخب ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ صدر المبلغین مقرر کئے گئے۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ صدر اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ مجلس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس دوران انگلستان کا کامیاب دورہ کیا۔ بیرونی دنیا میں کام ہوا۔ اللہ رب العزت نے بڑی کامیابی عنایت فرمائی۔ مرزائیت کی قلعی کھل گئی۔ ان دنوں قادیانی گرو مرزا ناصر احمد انگلستان کے دورے پر گئے۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مرزا ناصر احمد دورہ نا

مکمل چھوڑ کر واپس آ گئے۔ حضرت مولانا کا چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت مولانا نے فجی آئی لینڈ' سعودی عرب' ایران اور عراق کا بھی تبلیغی دورہ کیا۔ انگلستان میں مجلس تحفظ نبوت کا دفتر خریدا۔ اسی طرح فجی آئی لینڈ میں جماعت کا قائم کردہ مدرسہ تعلیم القران کام کر رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا لال حسین اخترؒ جماعت کے امیر منتخب ہوئے۔ چنیوٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس تھی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مہمان خصوصی کے استقبال کے لئے سٹیج سے اترے۔ سڑک پر اندھیرا تھا۔ گرے سخت چوٹ لگی۔

یہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے چنیوٹ سول ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ پھر میو ہسپتال جنرل ہسپتال لاہور رہے۔ ایک دن بیماری کی حالت میں حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے حوالہ پوچھا۔ فی الفور آپ نے کتاب صفحہ' سطر' عبارت تک سنا دی۔ حضرت مولانا محمد شریفؒ نے کہا کہ حضرت مولانا! اگر مرزائیوں سے مناظرہ کرنا پڑے تو آپ اسی حالت میں کر سکیں گے؟۔ آپ نے فرمایا کہ میری چارپائی لے جا کر مناظرہ گاہ میں رکھ دی جائے۔ پہلے تو میرا نام سن کر مرزائی مقابلہ میں نہیں آئیں گے۔ اگر جرأت کی تو منہ کی کھائیں گے۔

ایک دن حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ پشاور کے دورہ سے واپس آئے۔ ہائی کورٹ پشاور کے کیس کی تفصیلات بتائیں کہ عنقریب اس کی تاریخ نکلنے والی ہے۔ حضرت مولانا پر یہ سنتے ہی گریہ طاری ہو گیا۔ انہیں صدمہ تھا کہ میں نے بہاولپور' راولپنڈی اور کیمل پور کی عدالتوں میں مرزائیوں کا کفر ثابت کیا۔ مگر آج بیماری کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ پشاور نہیں جا سکتا۔ ورنہ وہاں بھی جا کر ہائی کورٹ میں حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کی نمائندگی کرتا اور مرزائیوں کے کفر کو ہائی کورٹ میں ثابت کر کے ہائی کورٹ سے ان کے کفر کا فیصلہ صادر کراتا۔

انہی دنوں کشمیر اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو خبر ہوئی تو اتنے خوش ہوئے جس کا بیان کرنا زبان قلم کے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بار بار فرماتے فزت و رب الکعبة! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوں۔ اپنی

زندگی مرزائیوں کی اقلیت کا فیصلہ سن کر جارہا ہوں۔ جس کے لئے میرے اکابر نے اپنی زندگیاں خرچ کر دی تھیں۔ مگر وہ حضرات یہ حسرت اپنے سینوں میں لے کر اس دنیا سے روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ ۶ ماہ تک زیر علاج رہے۔ چنانچہ ۱۰ جون ۱۹۷۳ء کو لاہور مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی یہ آخری خواہش بھی پوری ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ میرا انتقال مجلس کے دفتر میں کریں۔ لاہور میں آپ کے دو جنازے ہوئے جو حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ اور حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ نے پڑھائے۔ خیبر میل کے ذریعے آپ کے جنازہ کو دین پور شریف لایا گیا۔ لاہور سے مجلس کے علماء اور حضرت مولانا کے عقیدت مند ہزاروں ساتھیوں نے اشکبار آنکھوں سے آپ کو الوداع کیا۔ خانپور میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے استقبال کیا۔ دین پور شریف میں حضرت درخواستیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت قطب العالم مولانا عبدالہادی دین پوریؒ کے علاوہ سینکڑوں علماء اور ہزاروں عقیدت مند شریک ہوئے۔ حضرت درخواستیؒ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ حضرت مولانا غلام محمدؒ حاجی منظور الحق لائل پوری نے ہزاروں پرنم آنکھوں کی موجودگی میں آپ کو لحد میں اتارا۔ حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے قدموں اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ مرزائیت کا لٹریچر از بر تھا۔ سنسکرت' اردو' ہندی' پنجابی' عربی' انگلش اور فارسی کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اللہ رب العزت نے بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ طبیعت ملنسار تھی۔ بہترین مبلغ' کامیاب مناظر اور نامور عالم دین کی حیثیت سے دین کی خدمت کرتے رہے۔ کئی کتابیں لکھیں۔ مسیح علیہ السلام مرزا قادیانی کی نظر میں' حضرت خواجہ غلام فرید' ختم نبوت اور بزرگان امت' ترک مرزائیت۔ ان کے علاوہ کئی مضامین' مقالے لکھے۔ ترک مرزائیت کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب خوب مقبول ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی کتاب ختم نبوت میں اس کے حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کی تمام کتب ورسائل مجموعہ احتساب قادیانیت جلد اول میں آگئے ہیں۔ (لولاک ۱۸ جون ۱۹۷۵ء)

۴......پیر جی عبداللطیف صاحبؒ

وفات......۳ جولائی ۱۹۷۷ء

شیخ الطریقت پیر جی عبداللطیف صاحبؒ ۱۳۲۸ھ رائے پور گجراں بھارت میں حضرت مولانا حافظ صالح محمد صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ حافظ مولانا صالح محمد صاحبؒ گجر برادری سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے علاقے میں دینی و دنیاوی ہر قسم کی شہرت کے حامل تھے۔ موصوف امام الفقہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ قسام ازلی نے حضرت پیر جیؒ کے لئے عظیم دینی ماحول کا ابتداء ہی سے انتظام فرمادیا تھا۔ والد گرامی حضرت حافظ صالح محمدؒ نے آپ کی تربیت کی۔ بچپن میں آپ کو جامعہ رشیدیہ رائے پور گجراں میں داخل کرادیا گیا۔ جامعہ رشیدیہ کے بانی حضرت مفتی فقیر اللہؒ اور مولانا فضل محمد صاحبؒ سے آپ نے قرآن مجید' فارسی' عربی' صرف ونحو' فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

باطنی تربیت کے لئے آپ کو قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت کرادیا گیا۔ حضرت رائے پوریؒ مولانا حافظ صالح محمدؒ کا بے پناہ دلی احترام کرتے تھے۔ اس تعلق خاص کی وجہ سے حضرت اقدسؒ نے پیر جی عبداللطیفؒ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور آپ کو پیر جی کا خطاب دیا۔ حضرت شیخ صاحبؒ کا دیا ہوا یہ خطاب بعد میں آپ کا جزو نام بن گیا۔ پورے ملک میں آپ کو پیر جی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بیعت کے کچھ عرصہ بعد حضرت رائے پوریؒ نے پیر جی کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

تقسیم کے وقت آپ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں تشریف لائے۔ ایک جوہڑ نما کھڈہ کے کنارہ پر مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی۔ پہلے یہاں ایک برگد کا درخت تھا۔ جس کے نیچے بھنگی چرسی اور ملنگوں کا ڈیرہ تھا۔ ان لوگوں نے پیر جیؒ کی مخالفت میں طومار باندھے۔ مگر آپ یمین و یسار کی پرواہ کئے بغیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ بالآخر ایک ایک کر کے وہ لوگ چلے گئے اور آپ کو دین کی خدمت کرنے کے لئے اچھا خاصا صالح ماحول میسر آ گیا۔ آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ آپ کی درویشی' امانت و دیانت پر لوگوں کو بھرپور اعتماد تھا۔ بغیر اپیل چندہ کے وہ مسجد مکمل ہوگئی مدرسہ کی طرف توجہ دی تو دیکھتے ہی دیکھتے یکے بعد دیگرے کمرے تعمیر ہوتے

چلے گئے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالعلیمؒ کی روایت کے مطابق ایک ایسا وقت آیا کہ آپ کے پاس مدرسہ کے اخراجات کے لئے ایک پائی تک نہ تھی۔ شدید ضرورت اور رقم کے فقدان کے باوجود آپ پریشان ہونے کی بجائے۔ برگد کے درخت کے نیچے مصلے ڈال کر دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ خدا تعالیٰ نے غیب سے ایسا انتظام کر دیا کہ آپ کے پاس اتنے پیسے جمع ہونے شروع ہو گئے کہ تمام اخراجات پورے کرنے کے بعد بھی بچ گئے۔

اس واقعہ کے بعد آخری دم تک آپ کو خداوند کریم نے مدرسہ کے مالی سلسلہ میں پریشان نہیں ہونے دیا۔ مدرسہ کے یوم تاسیس سے لے کر آج تک کوئی اپیل نہیں کی گئی۔ کوئی سفیر نہیں رکھا گیا۔ توکل علی اللہ سارے اخراجات پورے ہو رہے ہیں۔ یہی مدرسہ تجوید القرآن جو ایک جوہڑ نما کھڈہ کے کنارے قائم کیا گیا تھا۔ آج عظیم جامع مسجد مدرسہ کی عظیم عمارت **اصلها ثابت و فرعها فی السما!** کی عملی تفسیر پیش کر رہی ہے۔ اس وقت مدرسہ میں سینکڑوں مسافر ومقامی طالب علم ہیں جو کتب حفظ و ناظرہ اور تجوید پڑھ رہے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے سات قابل اساتذہ مقرر ہیں۔ جو پیر جی مرحوم کی وفات کے بعد آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

اسی طرح جامع مسجد میں آپ کے صاحبزادے عبدالحفیظ خطبہ اور درس قرآن دیتے ہیں جس سے اہل علاقہ کے ہزاروں مسلمان فیض یاب ہوتے ہیں۔ جب پیر جیؒ یہاں تشریف لائے تھے تو ماحول اچھا نہیں تھا۔ آپ کے خلوص، محبت اور دلجوئی کی وجہ سے لوگ پروانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اس وقت آپ کے مرید عقیدت اور ارادت مندوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ جن کو آپ نے قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ تعلق کے اسرار سے واقف کیا۔ مگر آپ کے کمال احتیاط اور کمال کسر نفسی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ اکابرین علماء سے آپ کا خصوصی لگاؤ تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اور دیگر حضرات آپ کے مدرسہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لایا کرتے تھے۔ طبعاً ملک کی مروجہ جھوٹ ونفاق کی سیاست سے آپ کو نفرت تھی۔ تاہم ملک میں اسلامی نظام کے لئے مخلصانہ مساعی میں آپ پیش پیش تھے۔ جمعیت علمائے اسلام سے آپ کا گہرا ربط تھا۔ حضرت

مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا آپ دل سے احترام کرتے تھے۔ موجودہ تحریک نظام آپ نے دیوانہ وار محنت کی ہر جلسے جلوس میں بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود شرکت فرماتے رہے۔ وفات سے سے قبل راولپنڈی میں حضرت مفتی صاحبؒ سے دو دفعہ ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کی مخلصانہ کوشش اور دلی تواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو سرخرو فرمائے جو اسلامی نظام کے لئے کوشاں ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام سے تعلق کے باوجود ملک کی تمام دینی جماعتوں کے سربراہ آپ کا بے پناہ احترام کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ کے مدرسہ کے سالانہ اجلاس میں تمام حضرات شریک ہوتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ سے لے کر ۱۳۹۷ھ تک ۶۹ سال کی عظیم جدوجہد کے بعد یہ عظیم درویش منش' فرشتہ سیرت انسان حضرت پیر جی عبداللطیفؒ ۳ جولائی ۱۹۷۳ء کی رات ساڑھے بارہ بجے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

وفات کا واقعہ بھی ایمان پرور ہے۔ ساڑھے دس بجے رات دل کی تکلیف ہوئی۔ فوراً وضو کیا گھر تشریف لے گئے سب سے چھوٹی بچی کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا۔ گھر والوں کو نصیحت و وصیت فرمائی۔ مگر کسی کو محسوس نہ ہونے دیا کہ آپ کا آخری وقت ہے اور جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ اس کے بعد اپنے صاحبزادے مولانا عبدالحفیظ اور مدرسہ کے مدرس مولانا حافظ غلام یاسین کو بلا کر سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب انہوں نے باری باری تلاوت مکمل کی تو آپ نے ذکر شروع کر دیا ساڑھے بارہ بجے رات جس ذات گرامی کا ذکر کر رہے تھے۔ ان کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ آپ کے جنازہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اکثریت علماء و مشائخ کی تھی۔ جنازہ میں شریک لوگوں کا کہنا ہے کہ چیچہ وطنی کی تاریخ میں اتنا عظیم جنازہ کبھی نہیں ہوا۔ کلمہ شہادت' ذکر' سسکیوں اور آہوں کی فضاء میں آپ کو رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔ تدفین کے بعد حضرت پیر جی مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ نے دعا کرائی۔ رات کو تعزیتی جلسہ ہوا۔

بارہ مقررین نے تقریریں کیں۔ مگر جلسہ کی کارروائی دو گھنٹہ میں ختم ہوگئی۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ جو شخص تقریر کے لئے اٹھتا چند منٹ کے بعد اسی پر رقت طاری ہو جاتی۔ اور وہ معذرت کر کے بیٹھ جاتا۔ آپ کے صاحبزادہ پر تو کھڑے ہوتے ہی رقت طاری ہوگئی اور کچھ کہے بغیر معذرت کر کے بیٹھ گئے۔ (لولاک ۲۱ جولائی ۱۹۷۷ء)

۴..... جناب بلال زبیریؒ

وفات..... ۲۸ ستمبر ۱۹۷۷ء

۲۸ ستمبر ۱۹۷۷ء کو رات کے گیارہ بجے تحریک آزادی کے سرگرم اور مجاہد کارکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جانثار ساتھی جناب بلال زبیریؒ آف جھنگ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم نے نوعمری سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام ہند کے پلیٹ فارم سے کیا۔ درمیانہ قد، گٹھا ہوا جسم، سرخ کشمیری چہرہ، لال احراری وردی میں ملبوس یہ نوعمر مجاہد جب سٹیج پر انقلابی نظمیں پڑھتے تو اجتماع پر جادو کر دیتے۔ حضرت امیر شریعتؒ مفتی کفایت اللہؒ مولانا ابو الکلام آزادؒ حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ حضرت جالندھریؒ حضرت قاضی صاحبؒ مولانا مظہر علی اظہرؒ ماسٹر تاج الدینؒ چوہدری افضل حقؒ سر فضل حسینؒ اور دوسرے رہنماؤں کو دیکھنے اور ان سے تربیت حاصل کرنے کا خوب موقعہ ملا۔ ان حضرات کی ایمان پرور مجاہدانہ زندگی سے جناب بلال زبیریؒ کے ذہن کو جلا ملی۔ تقسیم کے بعد کی تمام دینی تحریکوں میں ضلع جنگ کی نمائندگی کرتے۔ مجلس احرار کے حلقوں میں جھنگ کا دوسرا نام بلال زبیریؒ تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پیش پیش رہے۔ جب حضرت امیر شریعتؒ نے سیاست سے الگ تھلگ ہو کر مذہبی تنظیم مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو بلال زبیریؒ اس میں شامل ہو گئے۔ آخری وقت میں مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے سیکرٹری تھے۔ جھنگ کے ضلع میں چناب نگر (ربوہ) واقع ہے۔ اسی زمانہ میں مرزا ناصر اور بلال زبیریؒ اکٹھے رہے تھے۔ مرزا ناصر کی عادات و روایات سے زبیری صاحبؒ بخوبی آگاہ تھے۔ ویسے بھی زبیری صاحبؒ ربوہ میں ہونے والی ہر قسم کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ جب کبھی ربوہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا۔ سب سے پہلے زبیری صاحبؒ کو اس کا علم ہوتا اور وہ آغا شورش کاشمیریؒ اور مولانا تاج محمودؒ کو فون پر باخبر کر دیتے اور پھر یہ حضرات ملک بھر کے مسلمانوں کو باخبر کر کے مرزائیوں کے اس واقعہ کا نوٹس لیتے۔

جھنگ میں شیعہ سنی فضا ابتداء سے قائم ہے۔ مرحوم نے شیعہ سنی اتحاد کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔ افسوس کہ آپ کی وفات کے بعد اس عنوان

سے ضلع جھنگ میں ملک وملت کی خدمت کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ مرحوم ربوہ کے مقابلہ میں منعقد ہونے والی سالانہ آل پاکستان چینوٹ ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوتے۔ نہایت ہی خاموشی سے بغیر کسی نمائش کے کانفرنس کی کارروائی قلم بند کر کے اخبارات کو بھیج دیتے۔ لکھنے کا اللہ رب العزت نے آپ کو شروع سے ذوق دیا تھا۔ کم وبیش درجن بھر ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مذہب' سیاست' تاریخ اور علاقائی طرز تمدن پر آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ ان کی تصانیف سے انشاء اللہ رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ وتابندہ رہے گا۔ عرصہ سے آپ روزنامہ غریب لائل پور (فیصل آباد) کے نمائندہ تھے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ مولانا قاضی احسان احمدؒ پر جان دیتے تھے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور مولانا تاج محمودؒ کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے تھے۔ جبکہ یہ حضرات بھی زبیریؒ کی عظیم مخلصانہ خدمات کے معترف تھے۔ ربوہ کی زیر تعمیر نوآباد مسلم کالونی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کو ۹ کنال اراضی برائے جامع مسجد ومدرسہ کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں آپ نے بڑی کوشش کی۔ پچھلے سال دسمبر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے موقعہ پر تقریر کرنے کے سلسلہ میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ گرفتار ہوگئے۔ ان کی ضمانت کے لئے مولانا تاج محمودؒ اور راقم جھنگ گئے۔ جھنگ سے چنیوٹ جانا پڑا۔ جناب بلال زبیریؒ یہاں سے ہمارے ساتھ ہوگئے۔ مولانا تاج محمودؒ اور زبیری صاحبؒ نے اپنے اکابر کے حالات وواقعات سنانا شروع کئے۔ زبیری صاحبؒ نے اپنی زندگی کے اہم واقعات' مختلف تحریکوں کے پس منظر' اکابر کی زندگی کے انمول مجاہدانہ کارناموں روشنی ڈالی تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ وہ تاریخ ہند کے صفحات پلٹتے جارہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا ذہن دیا تھا۔ معاملہ فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بذلہ سنجی' خوش خلقی' باغ وبہار' پر رونق' شادمان طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی وفات حسرت آیات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔

اپنی زندگی میں مرحوم جلسے جلوسوں کے روح رواں ہوتے تھے۔ جھنگ کے اجتماعات کا مرکزی نقطہ ہوتے تھے۔ جھنگ کی تاریخ میں آپ کا جنازہ عظیم جنازہ تھا۔ ہزاروں مذہبی سیاسی کارکن علماء وکلاء سرکاری حکام اور صحافی شریک تھے۔ نماز جنازہ کاروان بخاری کے جرنیل مولانا تاج محمودؒ نے پڑھائی۔ قبرستان میں ہزاروں افراد نے آپ کو رحمت خداوندی کے سپرد کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں۔ (لولاک ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۷ء)

۵......حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

وفات......۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء

عالم اسلام کے نامور عالم دین' دنیائے زہد وتقویٰ کے شہنشاہ' فقر واستغناء کے تاجدار' عصر حاضر کے عظیم رہنما ہفت اقلیم علم وعمل کے نامور سپوت' آقائے نامدار ﷺ کی عزت وناموس کے پاسبان' محدث عصر' محافظ ختم نبوت' مجاہد اسلام' غزالی زماں' رازی دوراں' یادگار انور شاہ کشمیریؒ دنیائے اسلام کے ممتاز عالم دین' سربراہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی' امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان' صدر مجلس عمل اور اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن رکین' شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء بروز پیر صبح نو بجے دل کا دورہ پڑنے سے ملٹری کمبائنڈ ہسپتال راولپنڈی میں انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

سیدنا فاروق اعظمؓ کی وفات پر کہا گیا تھا کہ مرنے والے پر اس کے بچے یتیم ہوتے ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ کی وفات سے محمد عربی ﷺ کا دین یتیم ہو گیا ہے۔ بجا طور پر آج حضرت بنوریؒ کی وفات پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات سے دنیائے علم وعمل یتیم ہو گئی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۶ء پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ سید آدم بنوریؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد گرامی مولانا محمد زکریا بنوریؒ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ تکمیل علوم کے لئے برصغیر کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں چلے گئے۔ جہاں آپ نے برصغیر کے نامور عالم دین محدث عصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے اکتساب فیض کیا۔ بعدہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں استاذ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان اعزاز سے پاس کیا۔ پھر پشاور آ گئے۔ ۱۹۳۵ء میں ڈابھیل کے علماء کی طرف سے علمی ودینی خدمات کے لئے ڈھاکہ گئے۔ ۱۹۳۷ء میں مصر تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ وہ مرد مجاہد تھے جنہوں نے سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے علماء کا مصر میں تعارف کرایا۔ مصر میں آپ کے علم کا سکہ مانا جاتا تھا۔ مصر کے

مشہور عالم دین علامہ طنطاویؒ نے تفسیر طنطاوی لکھی۔ آپ نے اس کی بعض جزئیات پر تعمیری علمی تنقید کی۔ علامہ طنطاویؒ نے ان تنقیدیات وتنقیحات کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد حضرت بنوریؒ کو ہمیشہ استاذی المکرّم فضیلۃ الشیخ بحر العلوم والفیوض سے یاد کیا کرتا تھا۔ آپ نے قیام مصر کے دوران حنفیت کی عظیم خدمت کی۔ مصر کے علماء آپ کو وکیل حنفیت کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے علم وفضل کا مصر میں ایسا چرچا ہوا کہ بعد میں شاید ہی مصر کے علماء کی سرکاری، غیر سرکاری کانفرنس ہو جس میں آپ کو دعوت نہ دی گئی ہو۔ آپ جامعہ از ہر مصر کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے ہر سال تشریف لے جاتے۔ اجلاس میں پر مغز ایمان پرور جہاد آفرین حقائق افروز مقالہ پڑھتے۔ جسے وہاں کی حکومت بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ شائع کرتی۔ آپ نے ترمذی شریف کی عربی مبسوط شرح معارف السنن چھ جلدوں میں کتاب الحج تک لکھی۔ جسے مصر میں خوبصورت گلیزر پیپر پر شائع کیا گیا۔ قیام مصر کے دوران ہی آپ نے فیض الباری نصب الرایہ سمت قبلہ اور دوسری عربی گراں قدر تصانیف اپنی نگرانی میں شائع کرائیں۔ ۱۹۵۱ء میں ٹنڈو الہ یار خاں کے مدرسہ میں آپ تشریف لائے۔ کچھ عرصہ بعد کراچی نیوٹاؤن میں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ جب آپ نے بنیاد رکھی تو یہ جگہ جوہڑ نما کھڈہ تھا۔ لیکن آج اصلها ثابت وفرعها فى السماء ! کا مصداق ہے۔ برصغیر کے عظیم دینی اداروں میں یہ مدرسہ شمار ہوتا ہے۔ اس وقت تک ہزاروں علماء اس مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ جس میں سینکڑوں حضرات ہوں گے۔ جن کا تعلق برما، انڈیا، انڈونیشیا، افریقہ، نائیجریا، ایران، کینیا، سینی گال، افغانستان، مصر، تھائی لینڈ، سنگاپور، ملائشیاء اور دوسرے ممالک سے ہے۔

اس وقت آپ کے مدرسہ میں ۲۵ ممالک کے طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ پچھلے ہفتہ فجی آئی لینڈ کے دس طلباء کرام فجی سے آئے ہیں۔ مارچ ۱۹۷۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر منتخب ہوئے۔ مجلس کی جنرل کونسل کا ملتان میں اجلاس تھا۔ حضرت مولانا نے امیر بننے سے معذوری ظاہر کی کہ اپنی مصروفیت اور کمزوری کا عذر کیا۔ حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آبدیدہ اور گلوگیر لہجے میں عرض کی۔ حضرت! یہ ختم نبوت کا مقدس مشن اور فریضہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے سپرد کیا تھا۔ حضرت شاہ جیؒ نے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت

مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو سونپا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ ان کا سایہ ہمارے سروں پر نہیں رہا۔ ہم یتیم ہو گئے۔ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں۔ آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علوم کے وارث ہیں تو ان کی یہ امانت بھی آپ قبول فرمائیں۔ اگر آپ مجلس کی امارت قبول نہیں فرماتے تو یہ دفتر کی چابیاں ہیں۔ دفتر کو اپنے ہاتھ سے بند کر دیں۔ ہم تمام مبلغین گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ کام کے بند ہو جانے کے بعد کل قیامت کے دن آپ ذمہ دار ہوں گے۔

حضرت مولانا بہاول پوریؒ نے جب حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا نام لیا تو حضرت بنوریؒ پر گریہ طاری ہو گیا۔ زار و قطار رونے لگے۔ آپ نے کمزوری بڑھاپے اور مصروفیات کے باوجود مجلس کی امارت قبول فرمائی۔ حسن اتفاق کہیے یا خدا کی دین کہ آپ کے امیر منتخب ہونے کے دو ماہ بعد ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ پیش آیا۔ پورے ملک میں تحریک چلی۔ آپ نے امیر کی حیثیت سے دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہل حدیث، تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور تمام سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں کا مشترکہ اجلاس ۶ جون ۱۹۷۴ء کو لاہور خدام الدین شیرانوالہ میں طلب کیا۔ نوابزادہ نصر اللہ خانؒ کی تجویز پر آپ مجلس عمل کے کنویز مقرر ہوئے۔ مجلس عمل کے باضابطہ انتخاب کے لئے فیصل آباد میں ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو اجلاس طلب کیا گیا۔ اجلاس میں تمام رہنمایان ملک و ملت جمع تھے۔ اجلاس کے شروع ہونے سے قبل آپ کمرہ میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے۔ کسی ساتھی کو کمرہ میں جانے کی وجہ کا علم نہ ہوا۔ آپ کی صدارت میں اجلاس شروع ہوا۔ جناب آغا شورش کاشمیریؒ کی تجویز پر آپ مجلس عمل کے سربراہ منتخب ہوئے۔ تحریک کامیاب ہونے کے بعد ملتان کی ایک مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فیصل آباد میں اجلاس شروع ہونے سے قبل میں نے کمرے میں علیحدہ جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مولائے کریم! میں مجلس عمل کی صدارت کے لائق نہیں۔ کسی اہل کو یہ امامت سونپ دے۔ لیکن خدا کی شان کہ میری دعا قبول نہ ہوئی۔ بلکہ میں منتخب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مولائے کریم! اس بار عظیم کو اٹھانے کی ہمت و قوت عنایت فرما۔

اللہ! اللہ! یہ آپ کی شان انکساری تھی کہ لوگ صدارتوں و وزارتوں کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ مگر حضرت مولانا مرحوم کو اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ

حضرت مولانا جیسا جلیل القدر دینی و مذہبی رہنما اور منکسر المزاج صدیوں تک پیدا نہیں ہو گا۔

آپ کی سربراہی میں ۱۹۷۴ء میں تحریک مقدس ختم نبوت کامیاب و کامران ہوئی۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک کے بعد افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سرکاری آرگن العالم الاسلامی کی رپورٹ کے مطابق تقریباً ایک لاکھ مرزائیوں نے اسلام قبول کیا۔ گویا یہ مقدس تحریک جس کی برصغیر میں باضابطہ طور پر بنیاد حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے رکھی تھی۔ اس کی تکمیل آپ کے شاگرد حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہاتھوں ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا بنوریؒ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے علوم کے امین اور وارث تھے۔ وہ خلوص، تقویٰ میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

آپ بیک وقت دارالعلوم دیو بند اور تھانہ بھون کے امین تھے۔ روحانی تعلق جہاں حضرت مدنیؒ سے تھا۔ آپ سے بیعت کی تھی۔ سند حدیث کی اجازت ملی تھی۔ وہاں خرقہ خلافت حضرت تھانویؒ نے آپ کو عنایت کیا تھا۔ آپ پچھلے دنوں اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ اس کے اجلاس کی وجہ سے قاہرہ میں ہونے والی کانفرنس میں شرکت سے معذوری کا اظہار کیا۔ صرف اکیلے حضرت مولانا مفتی محمودؒ روانہ ہوئے۔ قاہرہ روانگی سے قبل مفتی صاحبؒ حضرت بنوریؒ سے ہدایات لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ اسلامی مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد آئے۔

۱۵ اکتوبر ہفتہ کے روز صبح ساڑھے آٹھ بجے آپ کو دل کا دورہ پڑا۔ ڈاکٹروں نے آپ کا معائنہ کیا۔ پانچ گھنٹے بعد دوسرا دورہ پڑا۔ جو کافی شدید اور تکلیف دہ تھا۔ آپ نڈھال ہو گئے۔ مگر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ کو ملٹری کمبائنڈ ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ۱۷ اکتوبر بروز پیر تیسرا دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ راولپنڈی میں نماز جنازہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے پڑھائی اور اسی رات دس بجے مدرسہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں آپ کا دوسرا جنازہ مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ نے پڑھایا۔ ہزاروں علماء، مشائخ، عوام اور عقیدت مند حضرات نے آپ کو آہوں، سسکیوں اور کلمہ طیبہ کی گونجتی ہوئی فضا میں رحمت خداوندی کے سپرد کیا۔ (لولاک ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء)

۶......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ملتانیؒ

وفات......۲۰مئی ۱۹۷۸ء

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم وشیخ التفسیر حضرت مولانا محمد شفیع مرحوم کافی عرصہ سے بیمار رہنے کے بعد ۲۰مئی ۱۹۷۸ء کوملتان میں انتقال کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

موصوف جامع امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔حضرت علامہ مفتی کفایت اللہؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔تقسیم سے قبل حسین آگاہی کی سراجاں مسجد میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مدرسہ کی بنیاد رکھی تو مفتی صاحب مرحوم اس مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے۔کافی عرصہ تک بڑے اخلاص سے کام کرتے رہے۔بعد میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی سنگ بنیاد رکھی تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کے مہتمم مقرر ہوئے۔مولانا مفتی محمودؒ قائد جمعیت کوملتان لانے کا فریضہ بھی محمد شفیع مرحوم نے سرانجام دیا۔ پچھلے چند سالوں سے اپنی علالت و بڑھاپے کی بنیاد پر حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو مدرسہ کا مہتمم مقرر کر دیا۔مدرسہ قاسم العلوم میں ساری زندگی تفسیر قرآن پڑھاتے رہے۔طالب علموں میں ان کا جلالین شریف کا درس انتہائی مقبول تھا۔دور دور سے طالب علم جلالین پڑھنے کے لئے مفتی صاحبؒ کے پاس حاضر ہوتے۔املی والی مسجد میں سالہا سال تک آپ نے خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔انتہائی درویش منش انسان تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام سے آپ کی محبت عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ہمیشہ اپنے مدرسہ قاسم العلوم کا جلسہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے تاریخ طے کرنے کے بعد مقرر کرتے۔حضرت مولانا مرحوم کی وفات پر مفتی محمد شفیع مرحوم کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں خاندانی منصوبہ بندی کا چکر چلا۔مفتی محمد شفیع مرحوم کے درس قرآن اور خطبہ جمعہ میں جب اس کا ذکر آتا جذباتی حد تک چلے جاتے۔یہ ان کی ایمانی غیرت وحمیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اکابر کی جوتیاں سیدھی کرنے کے باعث عنایت فرمائی تھی۔ آپ کے باقیات الصالحات میں سے مدرسہ قاسم العلوم‘ جامع مسجد املی والی‘ ہزاروں شاگرد ملک کے کونہ کونہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (لولاک ۲۹مئی ۱۹۷۸ء)

۷......فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ

وفات......۱۱اگست۱۹۸۰ء

حضرت مولانا محمد حیاتؒ کوٹلہ مغلاں شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم سکول میں حاصل کی پھر کالج میں داخلہ لیا اور ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ قدرت نے غضب کا حافظہ دیا تھا۔ بلاء کے حاضر جواب تھے۔ علاقہ کے اہل نظر نے آپ کو مشورہ دیا اور آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد چراغؒ کے پاس گوجرانوالہ میں دینی تعلیم شروع کر دی۔ سکول و کالج کی تعلیم کے باعث عمر کافی ہوگئی تھی۔ حضرت مولانا محمد چراغؒ نے مختصر نصاب تجویز کر کے چند سالوں میں تمام دینی تعلیم مکمل کرا دی اور ساتھ ہی رد قادیانیت پر بھرپور تیاری کرا دی۔ حضرت مولانا نے تعلیم سے فراغت پاتے ہی ردقادیانیت کا کام شروع کر دیا تھا جو زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہا۔ قادیان میں محاذ ختم نبوت کے انچارج رہے۔ تاآنکہ ملک تقسیم ہوا۔ مرزا محمود کے قادیان سے فرار کے بعد قادیان کو چھوڑ کر پاکستان تشریف لائے۔ پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رکن اور سب سے پہلے مبلغ تھے۔ قادیان میں قیام کے دوران مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس طرح اکابرین امت کی طرف سے ''فاتح قادیان'' کا لقب حاصل کیا۔

(ربوہ) چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے مسلم کالونی میں پلاٹ حاصل ہوا تو آپ خبر سنتے ہی ملتان سے ربوہ منتقل ہونے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ کھانا چھوڑ دیا۔ چنے چبانے شروع کر دیئے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں ریہرسل کر رہا تھا کہ اگر ربوہ میں روٹی نہ ملے تو آیا چنے چبانے کے لائق دانت ہیں یا نہیں؟۔ اس جذبہ وایثار سے آپ مسلم کالونی ربوہ تشریف لائے۔ گرم سرد' دکھ سکھ' عسر و یسر میں ربوہ کے اس محاذ کو آخری وقت تک سنبھالے رکھا۔ امت محمدیہ کی طرف سے واحد شخص ہیں جنہوں نے قادیان سے لے کر ربوہ تک مرزائیت کا تعاقب ان کے گھر تک پہنچ کر کیا۔

آپ انتہائی سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ قادیان اور ربوہ میں قیام کے دوران آپ سے گفتگو کے لئے جو بھی قادیانی آتا منہ کی کھاتا۔ کچھ عرصہ بعد خلافت ربوہ کو اعلان کرنا پڑا کہ اس ''بابا'' کے پاس نہ جایا کرو۔ گفتگو میں دشمن کو گھیرے میں لے کر بند کرنا آپ کا وہ امتیاز تھا جس کی اس زمانہ میں مثال ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ایک دفعہ ایک مرزائی مناظر نے کہا کہ مولانا آپ نے قادیان چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مرزا بشیرالدین کے فرار کے بعد۔ مرزائی نے کہا کہ نہیں اس وقت بھی قادیان میں ہمارے ۳۱۳ افراد موجود ہیں۔ مولانا نے فرمایا میں نے تو سنا ہے کہ ان کی تعداد ۴۲۰ ہے۔ یہ سنتے ہی مرزائی نے غصہ سے لال پیلا ہو کر کہا۔ ہم آپ کے دیوبند پر پیشاب بھی نہیں کرتے۔ مولانا نے بڑے دھیمے انداز میں جواب دیا کہ میں تو جتنا عرصہ قادیان میں رہا کبھی بھی پیشاب کو نہیں روکا۔ اس پر مرزائی اول فول بکتا ہوا یہ جا وہ جا۔ ایک دفعہ مرزائیوں نے مناظرہ میں شرط رکھ دی کہ مناظر مولوی فاضل ہوگا۔ مولانا مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے تو مرزائی مناظر نے مولوی فاضل کی سند مانگی۔ مولانا نے فرمایا۔ افسوس کہ آج ہم سے وہ لوگ سند مانگتے ہیں جن کا نبی مختاری کے امتحان میں فیل ہوگیا تھا۔ مولانا نے کچھ اس انداز سے اسے بیان کیا کہ مرزائی مناظر مناظرہ کئے بغیر بھاگ گیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے جو کارہائے نمایاں وگرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس کا اندازہ منیر انکوائری رپورٹ سے ملتا ہے کہ جہاں کہیں مسٹر جسٹس منیر آپ کی کسی تقریر کا حوالہ دیتا ہے جل بھن کر دیتا ہے۔ گویا مولانا کے طرز عمل نے مرزائیت و مرزائی نواز طبقہ کے خواب وخور حرام کر دیئے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ملتان دفتر سے حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور جناب سائیں محمد حیاتؒ کے ساتھ گرفتار ہو کر سینٹرل جیل گئے۔ وہاں پر اکابر واصاغر کے ساتھ بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔ جیل میں بی کلاس کی سہولت حاصل ہوگئی تو مزاحاً حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے فرماتے تھے کہ حضرت دیکھ لیں جو یہاں مل رہا ہے۔ دفتر جا کر وہی دینا ہوگا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے کہ مولانا محمد

حیاتؒ جو کھانا ہے یہیں کھالو۔ دفتر میں تو وہی دال روٹی ملے گی۔ جیل کی سزا کاٹنے کے اتنے بہادر تھے کہ وہاں جا کر گویا باہر کی دنیا کو بالکل بھول جایا کرتے تھے۔ اتنا بہادر انسان کہ اس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔

ملتان جیل میں ایک دفعہ درویش منش ایک قیدی نے چنے منگوائے اور عصر کے بعد نمازیوں کے سامنے چادر پر بچھا کر پڑھوانے شروع کر دیئے۔ مولانا محمد حیاتؒ نے پوچھا تو جواب ملا اس لئے تاکہ مصیبت کم ہو۔ آپ نے فرمایا۔ آپ پڑھیں میں تو نہیں پڑھتا۔ جو لکھا ہے وہی ہوگا۔ جتنے دن جیل میں رہنا ہے بہر حال رہیں گے۔ رہے اور بڑے بہادری سے رہے۔ ملتان سے لاہور بورسٹل و سنٹرل جیل میں منتقل ہوئے۔ دس ماہ بعد رہا ہوئے۔ رہا ہوتے ہی پھر مرزائیت کی تردید میں جت گئے۔ غرضیکہ دھن کے پکے تھے۔

مطالعہ کتب کا اتنا شوق تھا کہ فرائض و سنن کے علاوہ باقی تمام تر وقت مطالعہ میں گزرتا۔ وظائف و نوافل کے زیادہ خوگر نہ تھے۔ وہ تسبیح و دانہ کے آدمی نہ تھے۔ کتابوں کے رسیا تھے۔ آخری عمر میں کمزوری و ناتوانی و ضعف بصر کے باوصف بھی یومیہ کئی سو صفحات تک مطالعہ کر جاتے تھے۔ ان کے سرہانے کتاب ضرور ہوتی تھی۔ خواب سے بیدار ہوئے مطالعہ میں لگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو حوالہ جات از بر تھے۔ آپ کو قدرت نے بلا کا حافظ دیا تھا۔ حافظہ و مطالعہ تقویٰ و اخلاص، جذبہ ایثار، جادو بیانی جیسی صفات و خوبیاں حضرت مولانا میں ایسی تھیں جن کا دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ دیگر اکابر کی طرح آپ کے بڑے قدر دان تھے۔ حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی طبیعت میں سخت گیری تھی۔ اپنے مزاج و دھن اور رائے کے پکے تھے۔ بنیادی طور پر مناظر تھے اور مناظر اپنی رائے جلدی سے تبدیل نہیں کرتا۔ اس لئے حضرت مولانا محمد حیاتؒ کبھی کبھار گفتگو و اختلاف رائے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے شدت اختلاف بھی اختیار کر جاتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ’’مجلس کو کیا کرنا چاہئے‘‘ حضرت مولانا

محمد علی جالندھریؒ کی رائے تھی کہ ہم لوگ غیر سیاسی ہیں۔اپنی پالیسی پر کاربند رہیں جس جماعت کو اسلام کا زیادہ خادم سمجھیں ان کو ووٹ دیں جبکہ حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی رائے تھی کہ اگر ہماری معاونت سے کچھ علماء اسمبلی میں چلے گئے تو ہمارے مسئلہ کو حل کرانے میں معاون ثابت ہوں گے۔ پالیسی کے لحاظ سے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی رائے وزنی تھی۔جبکہ مسئلہ کو حل کرانے کے نقطہ نظر سے حضرت مولانا محمد حیاتؒ کو اپنی رائے پر اصرار تھا۔دونوں حضرات نے ایک میٹنگ میں اس پر گھنٹوں دلائل دیئے۔ظہر کے وقت اجلاس کا وقفہ ہوا تو وہی محبت واخلاص۔حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے چائے پیالی میں ڈال کر پیش کی۔حضرت مولانا محمد حیاتؒ مسکرا اٹھے۔ اللہ رب العزت ان تمام حضرات پر اپنا کرم فرمائیں کہ اخلاص کے پیکر تھے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے اسی میٹنگ میں فرمایا کہ مارشل لاء حکومت نے ایک دفعہ کے تحت الیکشن میں مذہبی بنیادوں پر کسی کی مخالفت کو جرم قرار دیا ہے۔اگر مرزائی کھڑے ہوئے ہم تو ان کا نام لے کر ان کے مرزائی ہونے کے باعث ان کی مخالفت کریں گے تو اس دفعہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔گرفتاریاں ہوں گی تو جو حضرات گرفتاریوں کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہیں اپنے نام لکھوا دیں۔اب تمام مبلغین احترام میں خاموش کہ پہلے بزرگ نام لکھوائیں تو پھر ہم سب حاضر ہیں۔چھوٹے پہلے بولیں تو کہیں سوئے ادبی نہ ہو۔ورنہ ظاہر ہے کہ مشن کے لئے سب ہی گرفتار ہونے کو تیار تھے۔اتنے میں مولانا محمد حیاتؒ بولے کہ مولانا محمد علی صاحبؒ بھائی جان! دیکھیں جب شاہ جیؒ ہمیں گرفتاری کے لئے فرماتے تھے تو پہلے اپنا نام لکھواتے تھے۔آپ پہلے اپنا نام لکھوائیں۔پھر ہم سب کا لکھ لیں۔ہم سب تیار ہیں۔مولانا محمد علی جالندھریؒ بہت اچھا فرما کر مسکرائے اور مولانا محمد شریف جالندھریؒ کو حکم دیا کہ میرے نام سمیت سب حاضرین کے درجہ بدرجہ نام لکھ لو۔چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ راوی ہیں کہ تقسیم کے وقت مرزا محمود نے ایک دن قادیان میں اعلان کرایا کہ آج میں بلدیو سنگھ وزیر دفاع انڈیا سے مل آیا ہوں۔وہ ہیلی کاپٹر پر

قادیان کا معائنہ کریں گے۔ قادیان کے لوگ دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ تا کہ وہ اوپر سے دیکھ سکیں کہ واقعی لوگ تنگ ہیں۔ دشمن کے حملوں کا سخت خطرہ ہے۔ اس لئے گھروں میں نظر بند ہیں۔ تمام قادیانی گھروں میں نظر بند ہو گئے۔ مرزا محمود برقع پہن کر خفیہ طور پر قادیان سے لاہور آ گیا جب مرزائیوں کو پتہ چلا تو سخت سٹپٹائے اپنی قیادت پر کہ وہ بڑی بزدل و کمینی نکلی۔ مگر کیا کرتے مجبور تھے۔ دوسرے قادیانی افسروں نے کچھ دنوں بعد قادیان میں فوجی ٹرک بھجوائے کہ لوگوں کو وہاں سے نکالا جائے۔ ٹرک لوڈ ہو رہے تھے۔ مولانا محمد حیاتؒ وہاں قادیان میں موجود تھے۔ مرزائیوں نے کہا کہ ٹرک میں جگہ ہے آپ آ جائیں۔ آپ نے فرمایا آپ چلیں میرا انتظام ہے۔ جب تمام قادیان کے مرزائی قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے تو تب کہیں جا کر قریب کے کسی گاؤں کے کارکن غلام فرید کو آپ نے پیغام بھجوایا۔ وہ ایک بیل گاڑی لایا۔ اس پر کتابیں لادیں اور سفر کر کے کئی دنوں بعد لاہور دفتر میں آ گئے۔ آپ کے عزیز و اقارب خیر پور میرس سندھ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ان کی اطلاع پا کر آپ وہاں چلے گئے اور وہاں جا کر زراعت کا کام شروع کر دیا۔

ایک دن حضرت امیر شریعتؒ کو کسی کا خط ملا کہ آپ لوگ تقسیم سے قبل ردقادیانیت کا کام کرتے تھے۔ قادیانیت آپ کے احتساب سے سہمی ہوئی تھی۔ آپ لوگوں نے توجہ کم کر دی۔ مرزائی دن رات اپنی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ سرکاری عہدوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہی حال رہا تو پاکستان پر یہ لوگ چھا جائیں گے۔ حضرت شاہ جیؒ نے یہ خط پڑھا تو تڑپ گئے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کو بلا کر فرمایا کہ سندھ سے مولانا محمد حیاتؒ کو ملتان بلوائیں۔ مولانا محمد حیاتؒ کے بھائی آمادہ نہ ہوتے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ان کو ایک ملازم رکھ دیا جوان کے ساتھ کھیتی باڑی کے کام میں مولانا محمد حیاتؒ کی نیابت کرتا تھا اور یوں مولانا محمد حیاتؒ ملتان آ گئے۔ حضرت امیر شریعتؒ سے ملے دوسرے دن ہی کچہری روڈ ملتان ایک دکان کا چوبارہ کرایہ پر لیا اور کام شروع کر دیا۔ پہلی کلاس میں یہ علماء شامل تھے۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ، مولانا قائم الدین علی پوریؒ مولانا محمد لقمان علی پوریؒ ، مولانا غلام محمد علی پوریؒ قاضی عبدالطیف اختر شجاع آبادیؒ مولانا محمد عبداللہ سندھیؒ مولانا محمد یارؒ چیچہ وطنی ان حضرات نے ردمرزائیت کا کورس مکمل کیا۔کورس کے مکمل کرتے ہی ان حضرات کو اس ترتیب سے جماعت کا مبلغ مقرر کیا گیا۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فیصل آباد' مولانا محمد لقمان علی پوریؒ ننکانہ صاحب' مولانا یار محمدؒ چنیوٹ' قاضی عبدالطیفؒ چیچہ وطنی' مولانا غلام محمدؒ ملتان' مولانا محمد عبداللہؒ سندھ۔ان حضرات نے کام شروع کیا اور تقسیم کے بعد جماعت کے یہ حضرات پہلے مبلغین قرار پائے۔یوں عشق رسالت ماب ﷺ سے سرشار یہ کارواں ختم نبوت اپنی منزل کی طرف پھر رواں دواں ہو گیا۔

حضرت مولانا کے شاگردوں کی اندرون و بیرون ملک تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ متذکرہ بالا حضرات کے علاوہ چند معروف مبلغین کے نام یہ ہیں۔حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حضرت مولانا مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ' حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ لندن' حضرت مولانا عبدالمجید فجی آئی لینڈ' حضرت مولانا غلام محمد علی پوریؒ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ مولانا ڈاکٹر عبدالرحیمؒ شکر گڑھ' حضرت مولانا مفتی رشید احمدؒ پسرور' حضرت مولانا محمد حنیف گوجرانوالہ' حضرت مولانا عبدالوہابؒ حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن بہاولپوری' حضرت مولانا عبداللہ لودھیانویؒ ٹوبہ ٹیک سنگھ' حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی' حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ حضرت مولانا نذیر احمد بلوچ' حضرت مولانا بشیر احمد خاکیؒ شورکوٹ۔علاوہ ازیں عالم اسلام کے ممتاز سکالر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے قطب الاشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم سے قادیانیت نامی شہرہ آفاق کتاب ترتیب دی تو تمام حوالہ جات مولانا محمد حیاتؒ نے مہیا کئے۔انہوں نے کتاب کے عربی ایڈیشن میں آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ قرار دیا۔

حضرت مولانا محمد حیاتؒ ارادے کے پکے اور اعصاب کے مضبوط انسان تھے۔بڑے سے بڑے سانحہ کو وہ بڑی بہادری و جرات سے برداشت کر جاتے تھے۔لیکن جب مولانا محمد علی

جالندھریؒ کا انتقال ہوا تو اس وقت ملتان میں نہ تھے۔تبلیغ کے لئے سرگودھا کے سفر پر تھے۔فون پر اطلاع دی گئی۔پوری رات سفر کر کے علی الصبح دفتر پہنچے۔دفتر کے صحن میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کا جنازہ رکھا تھا۔دیکھتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔اتنے روئے کہ کہ انتہا کر دی۔صبر کا پیانہ لبریز ہو گیا۔اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھے۔ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی وفات پر اپنی جان گنوا بیٹھیں گے۔زار و قطار رو رہے تھے اور بار بار کہتے کہ میں بہت نکما ہوں (یہ ان کی کسر نفسی تھی۔ورنہ وہ تو بہت ہی کام کے آدمی تھے) ہم لوگ دفتر میں بیٹھے رہتے۔یہ شخص (مولانا جالندھریؒ) جفاکش و بہادر انسان تھا۔دن رات ایک کر کے جان جوکھوں میں ڈال کر دفتر بنایا۔فنڈ قائم کیا۔اپنے کلیجہ کو دھیمی آگ پر اپنے ہاتھوں بھون بھون کر ہمیں کھلایا۔اب ان جیسا بہادر و محنتی دوست و رہنما ہمیں کہاں سے میسر آئے گا۔ہماری تیز و ترش باتیں سن کر خوش دلی سے نہ صرف ہماری بلکہ پوری جماعت کی خدمت کی۔ہائے اب مجھے محمد علی جالندھریؒ کہاں سے ملے گا جو میری سن کر برداشت کرے گا۔زار و زار رو رو کر دکھے دل سے ایسا خراج تحسین پیش کیا کہ اس وقت دفتر میں موجود تمام ساتھیوں کے دل ہاتھ سے چھوٹ گئے۔دفتر میں کہرام مچ گیا۔اس وقت دونوں بزرگ دنیا میں موجود نہیں۔مگر ان کی باہمی وفاؤں کی یادوں سے ہمارے دل معمور ہیں۔اللہ رب العزت ان سب کی قبروں پر اپنی رحمت فرمائے۔

حضرت مولانا شعبان کے آخری دنوں میں معمولی بیمار ہوئے۔ربوہ چنیوٹ سے لاہور گئے۔وہاں سے اپنے گاؤں کوٹلہ مغلاں تحصیل شکر گڑھ تشریف لے گئے۔کچھ عرصہ معمولی بیمار رہ کر ۲۸ رمضان شریف ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۸۰ء میں اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے۔عاش غریبا و مات غریباً ! کا صحیح مصداق تھے۔اس دنیا میں فقر ابوذر غفاریؓ کے وارث و علمبردار تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کے گاؤں تعزیت کے لئے جانا ہوا۔قبرستان میں گئے۔ان کی قبر کو خود رو بوٹیوں و جھاڑیوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ایسے محسوس ہوا جیسے منوں مٹی کے نیچے ان کی میت کو رحمت پروردگار نے ڈھانپ رکھا ہو۔اللہ رب العزت ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔آمین!

(لولاک ربیع الاول ۱۴۱۸ھ)

۸...... جناب محمد بخش چشتیؒ

وفات...... ۲۷ دسمبر ۱۹۸۰ء

ملک عزیز کے نامور نعت خواں' مدارح رسول ﷺ جناب الحاج محمد بخشؒ چشتی نے ۲۷ دسمبر ۱۹۸۰ء دسمبر کو انتقال فرمایا۔ ان کی وفات سے پورا ملک بالعموم اور مسلک دیو بند کے احباب بالخصوص ایک اچھے قابل قدر مداح صحابہؓ و نعت خواں رسول ﷺ سے محروم ہو گئے۔

جھنگ سے ۲۵ میل دور خوشاب روڈ پر ماچھیوال اور کوٹ شاکر کے درمیان اڈہ علیانہ میں جناب چشتی صاحبؒ کی پیدائش ہوئی اور تدفین بھی اسی جگہ عمل میں آئی۔ مڈل تک تعلیم کوٹ شاکر ہائی سکول میں حاصل کی۔ ان دنوں جھنگ کے معروف مذہبی رہنما حضرت مولانا پیر مبارک شاہ بغدادیؒ کا طوطی بولتا تھا اور وہ خالصتاً مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنما جناب مولانا گل شیر مرحوم کی طرز پر دیہات میں زیادہ وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ ان کا حلقہ اثر بھی دیہاتوں میں تھا۔ پیر مبارک شاہ بغدادیؒ کوٹ شاکر تشریف لائے۔ جناب محمد بخشؒ ان دنوں ایک نو عمر طالب علم تھے۔ ابھی تک چہرہ پر سبزہ بھی نہیں آیا تھا۔ انہوں نے مدح مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل ایک نظم پڑھی۔ آپ کی سریلی مست آواز نے سامعین پر جادو کر دیا۔ پیر مبارک شاہ بغدادیؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ یہی واقعہ جناب محمد بخش چشتیؒ کو سکول سے پبلک جلسوں میں لایا۔ حضرت پیر بغدادیؒ کے فرمان پر ان کے ہمراہ آپ نے ملک کے طول و عرض کے دیہات میں جلسوں میں نظمیں پڑھنی شروع کر دیں۔ ان دنوں ملک کے جلسوں پر مجلس احرار کا بلا شرکت غیرے راج تھا۔ مدارس و مساجد و منار احرر رہنماؤں کے خطابات سے گونج رہے تھے۔ پیر مبارک شاہ بغدادیؒ کی معرفت کبھی کبھار شہروں کے جلسوں میں بھی آپ کو نعتیں کہنے کا موقع مل جاتا تھا۔ کسی جلسہ میں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے جناب چشتی صاحبؒ کی نظم سن لی اور چشتی صاحبؒ کو اپنا ہم سفر بنا لیا۔ اب چشتی صاحبؒ دیہاتوں سے نکل کر پورے ملک کے نعت خواں بن گئے۔ قدرت نے آپ کو بلا کا گلہ دیا تھا۔ عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوب کر جب نظم پڑھتے تو پورے اجتماع کو دم بخود کر دیتے۔

چشتی صاحبؒ کی آواز قدرت کا عطیہ تھی۔ وہ جب کبھی کسی مصرعہ پر زور لگاتے تو چلتے مسافروں کو نہیں فضا کو بھی ساکت وصامت کر دیا کرتے تھے۔ سپیکر پر ان کی آواز حاوی ہو جاتی۔ شجاع آباد بستی درکھانہ میں دس محرم کو ہر سال حضرت قاضی صاحبؒ کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ شیعہ حضرات کا جلسہ ہوتا۔ جلوس نکلتا۔ ادھر چشتی صاحبؒ کی نعت خوانی ہوتی۔ شیعہ جاگیردار حضرت قاضی صاحبؒ کا نیاز مند تھا۔ قاضی صاحبؒ کی خدمت میں ایک دن حاضر ہو کر اس نے درخواست کی کہ آپ اپنا دس محرم کو جلسہ ضرور کر لیا کریں۔ مگر چشتی صاحبؒ کو نہ بلایا کریں۔ کیونکہ یہ جب نظم پڑھتا ہے تو ہمارے ذاکرین حضرات اپنی تقریریں چھوڑ کر اس کی نعت خوانی سننے لگ جاتے ہیں۔ اور ہمارا پروگرام ناکام ہو جاتا ہے۔ ساری زندگی حضرت قاضی صاحبؒ کے ساتھ بھائیوں کی طرح نبھائی اور حضرت قاضی صاحبؒ نے بھی بڑی شفقت و محبت سے چشتی صاحبؒ کے ساتھ وقت گزارا۔ حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات کے بعد چشتی صاحبؒ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔

جس جلسہ میں جاتے احباب کو حضرت قاضی صاحبؒ کے واقعات سنا سنا کر تڑپا دیا کرتے تھے۔ چشتی صاحبؒ حضرت قاضی صاحبؒ کی روایات کے امین تھے۔ جلسہ کے احباب کو ہمیشہ نیک نصیحتوں سے نوازا کرتے تھے۔ نوجوان خطیب حضرات کو اکابر کے واقعات سنا کر خلوص وللّٰہیت کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی ہر بات الدین النصیحۃ کا مرقع ہوا کرتی تھی۔ آخری چند سال حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے ہمراہ جلسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ مولانا غلام اللہ خانؒ نے بڑی قدردانی فرمائی۔ چشتی صاحبؒ کو کراچی سے خیبر تک اپنے ساتھ جلسوں میں رکھا اور نعت خوانوں کی طرح نہیں۔ بلکہ اپنے قابل احترام بھائیوں کی طرح نبھاہ کیا۔ چشتی صاحبؒ نے ساری زندگی کچھ نہیں بنایا۔ مل گیا تو کھا لیا۔ نہ ملا تو صبر کر لیا۔ جب کبھی اللہ رب العزت وسعت فرماتے چشتی صاحبؒ اپنے عزیز و اقارب اور ضرورت مندگان کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ ملک بھر کی تمام دینی جماعتوں سے عشق کی حد تک پیار تھا اور تمام دینی جماعتوں کے سربراہ ان کو اپنے سر اور آنکھوں پر بٹھایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے مدرسہ شیرانوالہ میں ملک بھر کی اپنے مسلک کی جماعتوں کا نمائندہ اجلاس طلب کیا۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے ہمراہ راقم بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نمائندہ کی حیثیت سے اجلاس میں شریک تھا۔ ہال کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اتنے میں مولانا غلام اللہ خانؒ تشریف لائے۔ مصافحہ ومعانقہ کے بعد بیٹھ گئے تو مولانا غلام اللہ خانؒ نے کہا کہ قبلہ مفتی صاحبؒ میرے ساتھ چشتی صاحبؒ بھی ہیں۔ اگر حکم ہو تو ان کو بلالیں۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر وہ دیوبندی ہیں تو ضرور آ جائیں۔ اس پر اجلاس میں قہقہہ پڑا اور چشتی صاحبؒ کو بلالیا گیا۔ ان کی آمد پر میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھا کہ مفتی صاحبؒ سمیت تمام علماء کرام کھڑے ہوگئے۔ باری باری سب نے مصافحہ ومعانقہ کیا۔ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ جناب چشتی صاحبؒ کا ہمارے علماء کرام کتنا احترام کرتے ہیں۔ یہ سب احترام ان کے خلوص کی بناء پر تھا۔

جناب چشتی صاحبؒ نے تنظیم اہل سنت کے ساتھ بھی خوب دوستی نبھائی۔ اشاعت التوحید کے پلیٹ فارم پر ملک عزیز کے کونہ کونہ میں توحید وسنت کے ترانے گائے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ وفات سے چند روز قبل مجھے خط لکھا کہ اب میں تندرست ہوگیا ہوں۔ بس کچھ کمزوری ہے جب دور ہوگی آپ کو ختم نبوت کی نظم جلسہ میں سناؤں گا۔ مجھے ان کی صحت کا پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی۔ موت کے کوئی آثار نہ تھے۔ وفات سے چند دن قبل خیرات کی۔ رکشا میں چاول رکھ کر ایک ایک مدرسہ ومسجد میں خود جا کر تقسیم کئے۔

مولانا قاضی اللہ یارؒ اور مولانا خدابخش صاحبؒ ان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو چشتی صاحبؒ نے ان حضرات سے فرمایا کہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر کو چنیوٹ میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس میں میری صحت کی دعا فرمائیں۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی دیکھئے کہ جس اجلاس میں ان کی دعائے صحت ہونی طے پائی تھی۔ اس اجلاس میں ان کی دعائے مغفرت کی گئی۔ جمعرات رات کے چار بجے تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹر کو بلایا۔ ہنستے کھیلتے کلمہ کا ورد کرتے ہوئے آخرت کو سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

(لولاک ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء)

۹......حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

وفات......۴فروری ۱۹۸۱ء

۱...... حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چنیوٹ کانفرنس رکھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سمیت اپنے تمام ہم عصر احباب کو بلاتکلف کہہ دیا کہ کانفرنس میں بستر ہ ہمراہ لائیں۔ کانفرنس پنجاب میں تھی اور مولانا غلام غوثؒ نے سندھ سے تشریف لانا تھا۔ ان کا سندھ میں دس پندرہ روزہ تبلیغی دورہ تھا۔ پورے دورہ میں ایک کانفرنس کے لئے بستر ہمراہ رکھنا مشکل تھا۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ بغیر بستر کے تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ہمراہ کھانا کھایا۔ رات کو تقریر کی۔ صبح کی ٹرین سے واپس جانا تھا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ مطمئن کہ میرے کہنے کے مطابق مولانا ہزارویؒ بستر ضرور ہمراہ لائے ہوں گے۔ اس لئے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ حضرت ہزارویؒ نے دل میں خیال کیا کہ مولانا جالندھریؒ کا حکم تھا کہ بستر ساتھ لائیں۔ اب اگر بستر ہ ہمراہ نہیں لایا تو قصور میرا ہے۔ اس لئے مولانا جالندھریؒ کو تکلیف کیوں دوں؟۔ کانفرنس سے فارغ ہوئے۔ پنڈال کے قریب کسی مسجد میں جاکر ایک لوئی میں سردی کی رات گزار دی۔ صبح راز منکشف ہوا تو مولانا جالندھریؒ نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ بستر ہ ہمراہ نہیں لا سکا۔ حضرت ہزارویؒ نے کہا کہ حضرت آپ میرے بھائی بھی ہیں اور مخدوم بھی۔ اگر میں اس کام میں آپ کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا تو تکلیف کا سبب بھی نہیں بننا چاہتا۔ رات گزارنی تھی سو گزر گئی۔ (ہائے ایسی اعلیٰ سیرت کے انسان کہاں سے لائیں؟۔)

۲...... مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے جناب غلام نبی یا مجلس چنیوٹ کے چوہدری ظہور احمد میں سے کسی ایک نے بتایا کہ ہم لاہور دفتر گئے۔ مولانا ہزارویؒ دفتر میں اکیلے تھے۔ سردی کی رات تھی۔ ہم نے آرام کرنا تھا۔ حضرت نے ہمیں بستر ہ عنایت کیا۔ ہم سو گئے۔ صبح اٹھے تو معلوم ہوا کہ ایک بستر ہ تھا۔ جو حضرت نے ہمیں دے دیا۔ آپ نے

ساری رات دسمبر کی سردی ایک لوئی میں گزارا کیا۔ واقعہ سناتے وقت ان کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ اگر اکابر اپنے رضا کاروں پر اس طرح شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ تو رضا کار بھی ان کے چشم وابرو کے اشارے پر جان دینے کو فخر محسوس کرتے تھے۔

۳...... ۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت میں تمام رضا کار راہنما گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جماعت کے رہنماؤں ورضا کاروں کو جن کے گھر کے حالات معاشی طور پر نادرست تھے اور گھر کے افراد کی کفالت ان پر تھی ان کے نام وظیفہ قوت لایموت جاری کر دیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے گھر کا پتہ دفتری احباب کو معلوم نہ تھا۔ اس لئے حضرت مولانا ہزارویؒ کے گھر ایک پیسہ نہ جا سکا۔ تحریک کے ختم ہو جانے پر حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مولانا ہزارویؒ کو کچھ وظیفہ دینا چاہا۔ مولانا ہزارویؒ نے مسکرا کر اپنے روایتی انداز میں کہا کہ حضرت اگر ہر ماہ بماہ رقم پہنچتی رہتی تو بھی گزارہ ہوتا رہتا۔ اگر نہیں پہنچتی تو بھی گزر ہو گیا ہوگا۔ یہ رقم میری طرف سے جماعت کے خزانہ میں جمع کرادی جائے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ زندگی بھر اس واقعہ کا ذکر کر کے حضرت مولانا ہزارویؒ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ ان جیسے درویش منش انسان اس قحط الرجال کے دور میں خال خال نظر آتے ہیں۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے بھی ساری زندگی جماعت سے تنخواہ نہیں لی۔

۴...... حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ خطیب پاکستان، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر حالات سناتے ہوئے آبدیدہ ہو کر بتایا کہ حضرت مولانا مرحوم کو بدھ کے روز تہجد کے وقت دل کا دورہ پڑا۔ ذکر الٰہی کرتے رہے۔ جب تکلیف بڑھنے لگی تو گھر والی کو بلا کر فرمایا کہ آپ نے میرے ساتھ زندگی بسر کی۔ میری عسر ویسر کی آپ ساتھی ہیں۔ میری زندگی فقر وفاقہ اور جیل میں گزری۔ میں آپ کے حقوق کما حقہ ادا نہ کر سکا۔ میرا آخری وقت ہے۔ زندگی کا کہنا سنا معاف کر دیں۔ اپنی بچیوں

کو بلا کر فرمایا کہ میری وصیت یاد رکھیں۔ دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ وصیت و نصیحت کی۔ بچیوں نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ڈاکٹروں کو بلا لیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے بڑے حکیم ہیں۔ میں اپنے آپ کو اس ذات باری کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ بھی مجھے اس کے سپرد کر دیں۔ چھوٹے بھائی کو بلا کر فرمایا کہ میں فلاں آدمی کا چالیس روپے کا مقروض ہوں۔ میری طرف سے ادا کر دیں۔ یہ کہہ کر پہلو بدلا۔ ذکر الٰہی اور کلمہ کا ورد شروع کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

۵...... حضرت مولانا سیف اللہ خالد خطیب اسلام آباد بڑی کوشش کے باوجود جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ جب پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ بتی و روشنی کا انتظام نہ تھا۔ ایک ''ڈھارنے'' کے نیچے مولانا کا جنازہ رکھا تھا۔ حضرت مولانا سیف اللہ خالد نے منت سماجت کی مجھے چہرہ ضرور دکھایا جائے۔ احباب نے کہا کہ سارا دن لوگ زیارت کرتے رہے ہیں۔ اب جنازہ ہو گیا ہے۔ اندھیرا ہے۔ معاف کریں۔ مگر مولانا خالد کے مسلسل اصرار و محبت پر وہ مان گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا گیا۔ مولانا خالد کہتے ہیں کہ واللہ العظیم! اندھیرے میں حضرت مولانا مرحوم کا چہرہ روشن ستارے کی مانند چمک رہا تھا۔ مجھے روشنی کرانے کی ضرورت نہ رہی۔ میرے دل میں آیا کہ اللہ رب العزت قبر میں جانے سے پہلے حضرت مولانا مرحوم کی ولایت کو ہم پر ظاہر فرما رہے ہیں۔ جسے حضرت مولانا مرحوم زندگی بھر چھپائے رکھے تھے۔

۶...... حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ خطیب جھنگ حضرت مولانا مرحوم کی تعزیت کے لئے گئے۔ قبر پر دیر تک زار و قطار روتے رہے۔ احباب جمع ہوئے اور اپنے اپنے انداز میں حضرت مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ میرے نزدیک حضرت مرحوم کلیم ابوذرؓ کے اس دور میں صحیح وارث تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے بھی حضرت ابوذرؓ کو فرمایا کہ آپ اس دنیا سے اکیلے جائیں گے۔ حضرت مرحوم کے جنازہ پر بھی بارش نے

برس برس کرلوگوں کو بہت روکا کہ حضرت ابوذرؓ کا غلام جنازہ میں بھی اپنے آقا کی سنت کو پورا کر کے صحیح وارث کا حق ادا کر جائے۔ اس کے باوجود بھی ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

۷...... حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اس دور میں اکابر کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کے صحیح نمائندہ اور جانشین تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء کو ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسہ پر تشریف لائے مجلس کے کام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ دوران تقریر تحسین فرمائی۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ اور راقم کا نام لے کر مسند افتخار سے سرفراز فرمایا۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے وجود مسعود کو مجلس کے لئے نعمت خداوندی قرار دیا۔ بھرپور مسرت خوشی وانبساط کا مظاہرہ کیا۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ حضرت آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ بیماری کے باوجود ہماری سرپرستی فرمائی۔ پوری جماعت آپ کی شکرگزار ہے۔ جواباً حضرت مرحوم نے فرمایا نہیں مولانا! میرا فرض تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ ربوہ جاؤں گا اس شہر میں بیان ہو جائے گا۔ احباب سے علماء سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرالوں گا۔ اب اگلا سفر (سفر آخرت) ہونے والا ہے تو حضرات مرحومین اکابر کو جا کر آپ کے کام کی رپورٹ بھی پیش کروں گا کہ آپ نے اپنے جانشین مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کو جہاں چھوڑ آئے تھے۔ ان کا ہر قدم اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہے ہیں اور قابل فخر کارنامے سرانجام دے رہے ہیں جو انشاءاللہ قیامت کے دن رحمت عالم ﷺ کی خوشنودی کا سبب بنیں گے۔ ان تحسین کے کلمات کو سن کر حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت مرحوم نے فرمایا مولانا آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ختم نبوت کا کام بہت اونچا کام ہے۔ اتنا اونچا کام ہے جس کا اس دنیا والے نہ اندازہ لگا سکتے ہیں اور نہ تصور کر سکتے ہیں۔

۸...... ربوہ ختم نبوت کانفرنس مسجد محمدیہ سے فارغ ہو کر آپ مجلس تحفظ ختم

نبوت پاکستان کے دوسرے بڑے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ زیر تعمیر مسجد و مدرسہ کو دیکھا۔ مسرت کا اظہار فرما کر مولانا حافظ محمد حنیف ندیم پوری سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد حیاتؒ مرحوم کہاں بیٹھتے تھے۔ وہ جگہ دکھائی گئی۔ دیر تک دیکھتے رہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لے کر فرمایا کہ اچھا اب ان سے بھی عنقریب ملاقات ہونے والی ہے۔ (اشارہ تھا کہ اب میری بھی دار فانی کو تیاری ہے۔)

۹...... وفات سے قبل کا جمعہ راولپنڈی میں پڑھایا۔ فرمایا کہ خیال تھا کہ مولانا ریاض احمد اشرفی میری تعزیت کو تشریف لائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ میں ان کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں (ان کا بھی حال ہی میں انتقال ہوا وہ بھی بھوسہ منڈی راول پنڈی میں مولانا ہزارویؒ کی مسجد کے خطیب تھے) یہ میری زندگی کا آخری جمعہ ہے۔ کہا سنا معاف کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس جمعہ کے بعد پھر دوسرا جمعہ نہ آیا اور مولانا ہزارویؒ ہم سب کو یتیم چھوڑ کر چل دیئے۔ رہے نام اللہ کا!

۱۰...... جناب حافظ محمد حنیفؒ ہی کی روایت کے مطابق گزشتہ سال جب مولانا ہزارویؒ مولانا سید صادق حسین شاہؒ صاحب جھنگ کے مدرسے کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو انہوں نے حافظ صاحب سے مولانا تاج محمودؒ کی خیریت دریافت کی اور کہا کہ جب فیصل آباد جاؤ تو مولانا کو میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا کہ ہم نے ایک نیک مقصد کے لئے اکٹھا سفر کیا ہے۔ مجھے یاد تو نہیں کہ میں نے کچھ زیادتی کی ہو۔ تاہم مولانا کو کہنا کہ میرے ساتھ جس نے بھی کسی قسم کی زیادتی کی میں نے اسے معاف کر دیا۔ مولانا سے کہیں وہ بھی کہا سنا معاف کر دیں۔ یہی نہیں مولانا آخری دنوں میں عام جلسوں میں بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ میری کسی سے دوستی یا دشمنی اللہ کے لئے تھی۔ (لولاک ۱۳ فروری ۱۹۸۱ء)

۱۰......حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ

وفات......۴ جنوری ۱۹۸۴ء

تنظیم اہل سنت پاکستان کے بانی' امام اہل سنت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ ۴ جنوری ۱۹۸۴ء کی رات گیارہ بجے ملتان میں انتقال کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا مرحوم کی عمر ۷۴ برس تھی۔ ملک عزیز کے ہر دلعزیز مذہبی خطیب' بلند پایہ مصنف وادیب اور قومی راہنما تھے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے بے پناہ خوبیوں اور بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ڈیرہ غازی خان کے علاقہ راجن پور کے باشندہ تھے۔ سکول کی تعلیم کے بعد اپنے علاقہ میں سکول ٹیچر ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ سے ملاقات ہوئی۔ اپنے ہمراہ لائے اور دیوبند میں داخل کرا دیا۔ ڈابھیل میں حضرت سید بنوریؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایسے دیگر مشاہیر اسلام سے مختلف فنون کی دینی کتابیں پڑھیں اور پھر برصغیر کی معروف بلند پایہ یونیورسٹی دار العلوم دیوبند میں دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پاس پڑھا اور یوں تین سال میں ماسٹر سے مولانا ہو گئے۔

تکمیل علوم کے بعد تنظیم اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ تنظیم کے ترجمان تنظیم اہل سنت اور ہفتہ وار دعوت لاہور کے ایڈیٹر بنے۔ جو آپ کی ادارت میں مثالی دینی پرچے ثابت ہوئے۔ ان رسائل سے وابستگی کے باعث صحافتی زندگی کا آغاز کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ برصغیر کے معروف و بلند پایہ مصنف بن گئے۔ آپ کے قلم کی روانگی وپختگی پر اسلامیان برصغیر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ نے ایسی گراں قدر تصنیفات کا اپنے بعد ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جو ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ ہے۔ بلاشبہ برصغیر پاک وہند میں آپ مدح صحابہ وتحفظ ناموس یاران مصطفیٰ ﷺ کے علمبردار تھے۔ آپ اس محاذ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ کے جانشین اور ان کی روایات دمشن کے امین تھے۔ آپ کی گراں قدر تصنیفات میں حضرت امام ابن تیمیہؒ حضرت امام

ابن قیمؒ کی روح وجد اکرتی نظر آتی ہے۔ ۲۵ سے زائد تصنیفات ہوں گی۔ جو اپنے اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہیں۔ تحفظ ناموس صحابہؓ کے مشن پر کام کرنے والے حضرات علماء و خطیب ان کے خوشہ چین تھے۔

آپ نے تقسیم ملک کے بعد ہر دینی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۳۱ علماء کے بائیس نکات پر مشتمل اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے والوں میں شریک تھے۔ ۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت کی کراچی کی میٹنگ میں تنظیم کے مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ میٹنگ کے بعد ملتان روانہ ہوئے۔ باقی حضرات علماء کرام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا ابوالحسناتؒ مولانا فیض الحسنؒ سید مظفر علی شمسیؒ مولانا لال حسین اخترؒ کو دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی سے گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے ملتان پہنچ کر چوک بازار میں تاریخی جلسہ میں تاریخی خطاب کیا۔ ملتان کے درو دیوار کو ہلا دیا۔ اسی شام گرفتار کر کے حوالہ زندان کر دیئے گئے۔ ۱۹۶۸ء میں جمعیت علمائے اسلام کے سٹیج سے مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر کے کراچی پہنچا دیئے گئے۔ جہاں انہوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ تقریر مسئلہ ختم نبوت پر تھی اس لئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سربراہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور امام اہل سنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کے دستخطوں سے آغا مرحوم کی رہائی کے لئے مشترکہ جدوجہد کے آغاز کی اپیل پر مشتمل پوسٹر چھاپ کر ملک میں تقسیم کیا گیا۔ ملتان میں ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے دائیں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور بائیں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ تھے۔ تینوں علم و عمل، صورت و سیرت کے کوہ ہمالیہ۔ جب جلوس کی قیادت کر رہے تھے تو اس پر وقار احتجاجی جلوس کے قائدین کی جھلک دیکھنے کے لئے فرشتے بھی آسمان سے جھانکتے ہوں گے۔

آہ! موت کے ہاتھوں آغا شورش کاشمیریؒ مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ ہم سے جدا ہو گئے۔ اب ان کی نشانی اور ان کی روایات کے امین مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے جن بے شمار

خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے ایک ان کی خودداری تھی۔ بلا مبالغہ بڑے ہی خوددار واقع ہوئے۔ بڑی سے بڑی شخصیت سے اختلاف ہوا کوہ ہمالیہ کی طرح ڈٹ گئے اور پھر کمال یہ کہ کسی کی نہ غیبت کرتے تھے اور نہ ان کی مجلس میں کسی کو کسی کی غیبت کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ ان کے بعض عزیز شاگردوں نے آخری دور میں ان سے فرضی روایات کی بنیاد پر اختلاف کیا اور احترام کی حدوں کو پھلانگ گئے۔ مگر کیا مجال ہے کہ کسی کے متعلق آپ نے کوئی جملہ کہا ہو یا سنا ہو۔ انہوں نے غیروں کی سی روش اختیار کی۔ مگر آپ صبر ورضا کا پتلا بن گئے۔ تنظیمی احباب کی خواہش واصرار پر حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے چند ورقی پمفلٹ لکھ کر اس معاملہ کو اپنی طرف سے اس طرح ختم کر کے بیٹھ گئے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان کی خودداری اور غیبت سے اجتناب ہم سب کے لئے درس اور نمونہ ہے۔

۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء اپنی زندگی کا آخری جمعہ تنظیم اہل سنت نواں شہر ملتان کی مسجد میں پڑھایا اور کہا کہ زندگی کی آخری دو خواہشیں تھیں۔ حرمین شریف کی حاضری سو وہ اس سال پوری ہوگئی۔ دوسری خواہش تھی سیرت اصحاب مصطفیٰ ﷺ نامی کتاب کی تکمیل۔ وہ بھی اس ہفتہ مکمل کرلی ہے۔ اب فارغ ہوں اور سفر آخرت کے لئے تیار ہوں۔ کتنے عظیم انسان تھے کس طرح موت کا استقبال کرنے کو تیار بیٹھے تھے۔ بدھ کو عشاء کی نماز کی خود امامت کرائی۔ وظیفہ پڑھا پھر اس مسودہ کو لے کر نظر ثانی کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنی زندگی کی آخری خواہش و آخری تصنیف کو جھولی میں لئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

دوسرے دن پانچ جنوری ۱۹۸۴ء جمعرات کو باغ لانگے خان ملتان میں جنازہ ہوا۔ ان کی قائم کردہ جماعت کے سربراہ مولانا علامہ عبدالستار تونسوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس جنازہ کی خصوصیت یہ تھی کہ حاضرین کی اکثر وبیشتر تعداد علماء مشائخ پر مشتمل تھی۔ سچ ہے کہ:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

(لولاک ۱۱ جنوری ۱۹۸۴ء)

۱۱......حضرت مولانا تاج محمودؒ

وفات......۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء

۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء کو مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ عارضہ قلب سے سول ہسپتال فیصل آباد میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا تاج محمودؒ کے والد گرامی ہری پور ہزارہ کے گاؤں نیلم کے رہائشی تھے۔ چنیوٹ کے قریب چک نولاں میں آ کر رہائش اختیار کی۔ یہ پاکستان بننے سے بہت پہلے کی بات ہے۔ اس زمانہ میں چنیوٹ شاہی مسجد کے خطیب کے نام پر اپنے صاحبزادہ مولانا تاج محمودؒ کا نام تجویز کیا۔ آپ نے سکول اور ابتدائی تعلیم اس علاقہ میں حاصل کی۔ اس دوران ہری پور والد گرامی کے ہمراہ جانا ہوتا تو والد گرامی ہزارہ کے اکابر علماء کے پاس تعلیم کے لئے آپ کو متوجہ کرتے۔ لیکن آپ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ اس دوران میں ایک بار آپ کو پٹواری کا کورس کرنے کا بھی شوق اٹھا۔ لیکن اسے ادھورا چھوڑ دیا۔ اس زمانہ میں جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد کے خطیب اور مدرسہ دارالعلوم فتحیہ عبداللہ پور میں حضرت مولانا مفتی محمد یونسؒ کا چرچا تھا۔ مولانا مفتی محمد یونسؒ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ ان کے ہاں آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے دوران میں ریلوے کالونی فیصل آباد کے غریب ملازمین آپ کو ریلوے کالونی کی مسجد میں امامت کے لئے لائے۔ مسجد ایک تھڑا نما جگہ تھی۔ آپ نے چالیس سال جوانی میں اس مسجد کی امامت و خطابت' موذن و خادم کے فرائض انجام دیئے۔ جمعہ کے روز آپ خود صفائی کرتے اور نہا دھو کر خود جمعہ پڑھاتے۔ آپ کی اس ریاضت نے آپ کو رنگ لگا دیئے۔

اس زمانہ میں آزادی وطن کے لئے مجلس احرار الاسلام کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ کی ایک تقریر سنی اور مجلس احرار الاسلام میں شامل ہو گئے۔ ایک وقت آیا کہ حضرت امیر شریعتؒ کے گنے چنے رفقاء اور قابل اعتماد ساتھیوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ ریلوے کی اس مسجد کے عقب میں دو کمروں اور ایک بیٹھک پر مشتمل آپ کا مکان تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ جب فیصل آباد تشریف لاتے تو یہاں قیام فرماتے۔ پاکستان بننے کے بعد جب شہری جائیداد لوگوں میں تقسیم ہوئی۔ تو آپ ایسے خدا مست متوکل علی اللہ تھے کہ اس میں ذرہ برابر توجہ نہ فرمائی۔ پاکستان بننے

کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کی حضرت امیر شریعتؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے بنیا د رکھی ۔ اس قافلہ کے بھی آپ رکن رکین تھے ۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے فیصل آباد میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ لاہور شاہی قلعہ اور اٹک میں آپ نے کئی ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ۔فیصل آباد میں آپ نے نصرت الاسلام سکول قائم کیا۔ جو آج بھی قائم ہے۔

۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء کو آپ نے فیصل آباد سے ہفت روزہ لالوک جاری کیا جس نے عقیدہ ختم نبوتؐ کے تحفظ کیلئے گراں قدر سنہری خدمات انجام دیں ۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء آپ کی بیدار مغزی اور قائدانہ شان سے چلی ۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ صف اول کے رہنما تھے ۔ اس کے نتیجہ میں ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا گیا اور مسلم کالونی قائم ہوئی ۔تب حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور آپ نے جامع مسجد و مدرسہ کے لئے نو کنال پر مشتمل پلاٹ مجلس کے لئے حاصل کیا۔ ۱۹۷۵ء کے اوائل میں پہلے ربوہ کمیٹی کے تھڑا پر نمازوں کا آپ نے اہتمام کیا اور پھر ریلوے اسٹیشن چناب نگر پر جامع مسجد محمدیہ تعمیر کرائی ۔ پہلی اینٹ سے افتتاح کی تختی تک برابر آپ کی کوششوں کا اس میں قائدانہ حصہ ہے ۔حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور جناب آغا شورش کاشمیریؒ آپ کے جگری دوست تھے ۔ان حضرات کے بعد قادیانیت کا سیاسی احتساب آپ کے حصہ میں آیا ۔ پورے ملک میں احتساب قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی ذات گرامی بطور نشان منزل کے سمجھی جاتی تھی ۔ آپ نے سرکاری افسران میں قادیانیت کے مکروہ عزائم اور کفریہ عقائد کو طشت از بام کرنے میں مثالی کردار ادا کیا ۔عمر بھر آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور علمبردار رہے ۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں آپ کا وجود بنیادی کردار کا حامل رہا ۔تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کی داغ بیل آپ نے ڈالی ۔ وفات سے ایک روز قبل آخری میٹنگ آل پارٹنر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں آپ شریک تھے ۔ میٹنگ کے اگلے روز ۲۰ جنوری جمعہ کو آپ کو دل کی تکلیف ہوئی ۔سول ہسپتال لے گئے ۔ لیکن وقت موعود آن پہنچا ۔ دوسرے دن دھوبی گھاٹ کے گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی قیادت میں لاکھوں افراد نے نماز جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی ۔ اپنی قائم کردہ جامع مسجد ریلوے کالونی کے کونہ میں محو استراحت ہیں ۔

۱۲......حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ

وفات......۱۳۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء

مخدوم المشائخ حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ ۱۳۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء مطابق ۵ صفر الخیر ۱۴۰۵ھ بروز منگل فیصل آباد میں رحلت فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

آپ کی عمر شریف اسی نوے کے درمیان تھی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ صالح محمد صاحب مرحوم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم اسیر مالٹا سے تھا۔ خلافت قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے ملی تھی۔ حضرت گنگوہیؒ حضرت شیخ الہندؒ حضرت کشمیریؒ حضرت رائے پوریؒ کی نسبتوں کے آپ علمبردار تھے۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ سنت نبویہ علیہ السلام پر پوری طرح کار بند تھے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ برسوں آپ کی خدمت میں رہنے والے واقف راز احباب عینی گواہ ہیں کہ اتباع شریعت پر اس سختی سے کار بند تھے کہ وہ سنت نبویہ علیہ السلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ طبیعت میں سادگی وانکساری، عاجزی اور درویشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عالم دین اور مشائخ وقت آپ کے شاگرد اور حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ خانقاہی نظام جو اب پاکستان میں عنقا نظر آتا ہے آپ کے دم قدم سے قائم تھا۔ مدتوں کی اتباع شریعت و ریاضت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ بڑے صاحب الرائے ”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“ کے مصداق تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنی بے شمار دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ کا پیشہ زمیندارہ تھا۔ مگر اس کے باوصف زندگی بھر پکا مکان نہیں بنوایا۔ گیارہ چک چیچہ وطنی میں رہائشی مکان کے ساتھ ملحق قرآنی مدرسہ آپ کی یادگار ہے۔ مکان کی طرح مدرسہ بھی کچا ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں کہ سب سے برا مال وہ ہے جو تعمیر بے جا پر خرچ ہو۔ اس پر طرح سختی سے کار بند رہے کہ اب تک اپنا مکان کچا ہے۔ مدرسہ کے ساتھ چند ستون مٹی

کے کھڑے کر کے ان پر سرکنڈوں کا چھپر ڈال دیا۔ گرمی و سردی میں یہی آپ کا گیسٹ ہاؤس اور خانقاہ تھی۔ اسے ایک مرید کی خوش فہمی پر مبنی نہ سمجھا جائے کہ اس دور میں اس درویش منش فرشتہ سیرت انسان کے اجلے کردار اور سنت نبوی ﷺ پر عمل کو دیکھ کر مولائے کریم کے فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور پھر ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔ آپ کو ہر دو حضرات سے نسبت شاگردی و بیعت حاصل تھی۔ آپ نے بھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کی جس طرح سرپرستی فرمائی وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان آپ کی وفات سے اپنے ایک مربی و محسن اور سرپرست سے محروم ہوگئی۔

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی وفات کے بعد ملتان شہر مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس تھا۔ اس میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا انیس الرحمان لدھیانویؒ کی تحریک پر مجلس شوریٰ نے پاس کیا کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح کے لئے حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں چک گیارہ چیچہ وطنی سے رابطہ رکھیں۔ اس فیصلہ نے فقیر کو آپ کا غلام بے دام بنا دیا۔ پہلی بار حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا رقعہ لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے عظیم احسانات میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ایک ولی اللہ سے ملاقات کے لئے راہنمائی فرمائی۔ فقیر پہلی بار حاضر ہوا۔ واپسی پر مولانا محمد شریفؒ نے پوچھا کہ بیعت! میں نے عرض کی ہوگئی۔ فرمایا کوئی قلبی کیفیت! میں نے عرض کیا کہ جب تک حضرت شیخ کی مجلس میں رہا۔ دل میں اللہ رب العزت کی یاد کے علاوہ اور کچھ نہ رہا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی ایک کامل کی نشانی ہے کہ اس کی مجلس دل کی دنیا کو خداوند کریم کی یاد کا گہوارہ بنا دے۔ فقیر اس لحاظ سے بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ حضرت اقدس کی بے پناہ محبتوں کی نعمت اسے حاصل رہی اور اس لحاظ سے بڑا ہی بدنصیب ہے کہ ان کی محبتوں اور شفقت سے فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ ''ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں'' اپنی بدنصیبی کا جتنا

ماتم کروں کم ہے۔ کہ ان کے کرم سے کماحقہ فائدہ حاصل نہ کر سکا۔

آپ متواتر تین سال تک عید الفطر (چناب نگر ربوہ) کی مسجد محمدیہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ عید سے فراغت کے بعد مسلم کالونی کے مدرسہ و مسجد میں تشریف لاتے۔ ان کی عید کے روز تشریف آوری سے ہماری دو عیدیں جمع ہو جاتیں۔ جب کبھی حاضری کا اتفاق ہوتا تفصیل سے محاذ ختم نبوت کے حالات و واقعات سنتے۔ دعائیں دیتے۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین!

آپ کی وفات سے ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگ آپ کی مخلصانہ دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد انوریؒ کی وفات پر حضرت مولانا تاج محمودؒ بہت ہی زیادہ غمگین ہوئے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے سوال کے جواب پر حضرت مولانا تاج محمودؒ نے فرمایا کہ مولانا! آپ کو معلوم نہیں کہ جب ہم لوگ سو جاتے ہیں تو کتنے نیک دل لوگوں کی دعائیں ہمارا پہرہ دیتی ہیں۔ بلاشبہ حضرت اقدس کا وجود ان قدسی صفت لوگوں میں سے تھا جن کی دعاؤں اور وجود مسعود سے امت مسلمہ کی بے شمار نفع و سودمندی کی باتیں وابستہ تھیں۔

اس سال عید الفطر کی عید آپ نے حضرت مولانا تاج محمودؒ کی مسجد میں ادا فرمائی۔ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ پہلی عید تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے مخلص ورکروں اور حضرت مولانا مرحوم کی اولاد اور ارادت مندوں سے شفقت فرمائی کہ آپ کے تشریف لانے سے بہت ہی زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ طارق محمود نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ مولانا تاج محمودؒ کی بیٹھک میں تشریف لے چلیں۔ فرمایا نہیں۔ میں مولانا کے پاس ہی بیٹھوں گا۔ یہ فرما کر حضرت مولانا تاج محمودؒ کی قبر مبارک پر تشریف لائے۔ دیر تک کچھ پڑھتے رہے۔ مراقبہ کی حالت آپ پر طاری تھی مگر کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ محسوس ہو کہ آپ پر کیا کیفیت طاری ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ خانوادہ رائے پور دریا ہی نہیں سمندر پی جاتے ہیں مگر ڈکار تک نہیں لیتے۔ یعنی صاحب کرامت د کشف ہونے کے باوجود! خفاء اتنا ہوتا ہے کہ کیا مجال ہے

کہ کسی کو کچھ علم ہو کہ یہ بھی کچھ ہیں۔ دعا فرمائی اور چل دیئے۔

بعد میں فقیر اپنے گرامی قدر مخدوم چوہدری محمد اقبال کے ہمراہ حضرت کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ دست بوسی کے بعد بیٹھتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت سے پوچھوں کہ میرے محسن مولانا تاج محمودؒ کا کیا حال ہے۔ حضرت کا احترام اور مزاج مانع رہا۔ مگر دل میں یہ خیال بار آئے کہ پوچھ لینے میں کیا حرج ہے۔ میری اس قلبی کیفیت کو اللہ رب العزت نے آپ پر منکشف فرما دیا۔ فوراً میری طرف نظر شفقت فرمائی اور فرمایا کہ: ''گھر بنا بلبل کا باغ میں'' مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ایک حضرت مولانا تاج محمودؒ کی بابت یہ خوشخبری اور دوسری یہ کہ مجھے میرے سوال کا بن پوچھے جواب مل گیا۔

اس قسم کی بیسوں باتیں لکھی جاسکتی ہیں۔ مگر حضرت کا اتباع سنت نبوی پر کاربند رہنا اتنی بڑی ولایت ہے کہ اس کی اب نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ جناب رانا نصر اللہ خاں کے ہاں فیصل آباد میں آپ ہر سال رمضان شریف گزارتے تھے۔ رانا صاحب نے پچاس سالہ خدمت سے حضرت اقدس کو اتنا خوش کیا کہ اس پر جتنا بھی رانا صاحب کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ان کی خوش بختی کی انتہا ہے کہ آپ کا وصال بھی ان کے گھر ہوا۔ رمضان المبارک کے تذکرہ سے بات یاد آئی کہ ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے فیصل آباد میں رمضان شریف گزارا۔ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ ان سے ملنے کے لئے دو چار بار تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا مولانا آپ کے احترام و مقام کا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوا کروں۔ مگر میری بیماری کا آپ کو علم ہے کہ چل نہیں سکتا۔ اس لئے آپ بار بار تشریف لا کر مجھے زیر بار نہ کیا کریں۔

قدر زر زرگر بد اند قدر جوہر جوہری

آپ کی ایک نماز جنازہ فیصل آباد میں حضرت مفتی زین العابدینؒ نے پڑھائی اور چیچہ وطنی میں حضرت مولانا عبدالعلیمؒ نے پڑھائی۔ آپ کی حسب خواہش عام مقابر مسلمین میں دفن کیا گیا۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر مبارک بقعۂ نور بنائے۔ آمین! (لولاک ۳۰ نومبر ۱۹۸۴ء)

۱۳...... جناب حافظ حسام الدینؒ

وفات...... فروری ۱۹۸۵ء

لیجئے حضرت حافظ حسام الدینؒ عالم فانی کو سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حافظ صاحب مرحوم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے مرید تھے۔ زندگی بھر تواضع وانکساری کی مثال بنے رہے۔ کبھی عجب وتکبر نام کی کوئی چیز ان کے قریب نہیں پھٹکنے پائی۔ قرآن مجید کے مثالی حافظ تھے۔ جوانی میں جب اپنے ذوق میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو گردوپیش کے ماحول کو ساکت وجامد کردیتے تھے۔ تمام اکابرین امت سے ان کے مثالی تعلقات تھے۔ مدرسہ احیاء العلوم ماموں کانجن کے بانی ومہتمم تھے۔ خوش حالی وتنگی میں مدرسہ کے نظام کو بڑے احسن طریق پر چلاتے رہے۔ مدرسہ کے کئی کمرے' کتب خانہ' مہمان خانہ' درس گاہیں' دارالقران اور دارالاہتمام بڑی جانفشانی سے تعمیر کیں۔ عمر بھر مدرسہ کی مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں شہر سے باہر مدرسہ کی ایک دوسری شاخ قائم کی جس میں حفظ قرآن کا اہتمام کیا۔ بے شمار حفاظ ان کے مدرسہ سے فارغ ہوئے۔ موقوف علیہ تک کتب ان کے مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ جلسہ منعقد کرتے وقت بڑے بڑے بزرگ رہنما اپنے وقت کے جید علماء کرام کو مدعو کرتے۔ اس طرح علاقہ میں وعظ وتبلیغ وکلمہ حق کی بہترین خدمت سرانجام دیتے۔ سیاسی مسلک اعتدال پر ہمیشہ گامزن رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ دینی جماعتوں کے ساتھ محبت ومشفقانہ برتاؤ کرتے۔ ایسی اجلی سیرت کے لوگ اس مادی دور میں عنقاء ہیں۔ ان کا وجود غنیمت تھا۔ شکل وشباہت' وضع قطع اور عجز وانکساری کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوجاتا تھا۔ ان کا ہر اٹھنے والا قدم شریعت محمدی کی تابعداری میں ہوتا تھا۔ ان کی وفات سے ایک بڑے فقیر بزرگ اللہ والے کے سایہ سے ہم محروم ہوگئے۔

سب سے زیادہ باعث خوشی یہ امر ہے کہ حافظ صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کے شاگردوں وخدام نے ان کو مدرسہ میں دفن کرنا چاہا۔ مگر آپ کے صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین نے ان کو عامتہ المسلمین کے قبرستان میں دفن کرکے مرحوم کی ایک خواہش کو پورا کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین! (لولاک ۱۵ فروری ۱۹۸۵ء)

۱۴......حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

وفات......۱۴فروری۱۹۸۵ء

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں حافظ نور محمد صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔تعلیم کی تکمیل برصغیر کی معروف اسلامی یونیورسٹی قاہرۃ الہند دیوبند میں کی۔آپ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ادب حضرت مولانا اعزاز علی مرحوم سے پڑھا۔تفسیر میں ان کے استاد حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مقامی سیاسی ومعاشرتی زندگی میں قدم رکھا۔مجلس احرار الاسلام کے امیدوار اسمبلی حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی الیکشن مہم میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ کام کیا۔یہیں سے آپ کا تعلق مجلس احرار سے قائم ہوا۔

تقسیم کے بعد کبیر والا ضلع ملتان کے قریب آٹھ کسی گاؤں میں آباد ہوئے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے۔قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔جب حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالرحمان میانویؒ خطیب اہل سنت حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ ایسے قدوسی صفت مجاہدین نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بنیاد رکھی تو آپ ان میں نہ صرف شریک تھے۔بلکہ مجلس کی سب سے پہلی بنیادی واساسی کارروائی آپ نے لکھی۔ان کی خوش بختی کا اندازہ فرمائیے کہ سب سے پہلی تحریر مجلس کے قیام کے وقت آپ نے لکھی۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کامیاب ہوئی تو خیر مقدمی قرارداد کے مرتب ومحرر بھی آپ تھے۔

آپ نے مجلس کے قیام کے وقت جو اپنے بزرگوں سے عہد وفا قائم کیا تھا عمر بھر اسے نبھاتے رہے۔حضرت امیر شریعتؒ مولانا قاضی احسان احمدؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال

حسین اخترؒ کے عہد امارت میں آپ مجلس کے آفس سیکرٹری تھے۔ دفتر کی تمام تر ذمہ داری' امور عامہ' نگرانی' مقدمات' رابطہ' سب کچھ کے آپ ہی انچارج تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے عہد امارت میں آپ مجلس کے سیکرٹری جنرل بنے۔ ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے روح رواں تھے۔

اس تحریک میں آل پارٹیز مجلس عمل کے صدر مولانا محمد یوسف بنوریؒ جنرل سیکرٹری مولانا محمود رضویؒ بنے تو آغا شورش کاشمیریؒ کی تحریک پر آپ جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ نے جس بیداری مغزی اور بے جگری سے تحریک کو اعتدال کی راہ پر قائم رکھا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تحریک ختم نبوت ۷۴ء میں مرکزی مجلس عمل کے تمام تر اخراجات مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے محفوظ بیت المال سے ادا کئے گئے۔ آپ نے جس طرح امانت وکمال کفایت شعاری کا ثبوت دیا اس کی ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ تحریک کے سلسلہ میں مجلس عمل کے صدر حضرت شیخ بنوریؒ نے اسلام آباد میں حضرت مفتی محمود مرحوم کے مشورے سے فوری ہنگامی میٹنگ طلب کی۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کو لاہور دفتر میں فون پر میٹنگ میں شرکاء کے پہنچنے کا اہتمام کرنے کو کہا گیا۔ آپ نے تمام حضرات کے لئے عصر کے وقت ہوائی جہاز کی ٹکٹیں لیں۔ ان کو گھروں میں جا کر ٹکٹیں دیں۔ بقول سید مظفر علی شمسی مرحوم جب ہم دوسرے دن علی الصبح اسلام آباد ایئرپورٹ پر اترے تو مولانا محمد شریف جالندھریؒ سواری لئے ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ہم حیران ہوئے کہ رات کو تو کوئی پرواز نہ تھی۔ شام کو مولانا لاہور میں ہم سے چلے۔ ہم سے پہلے کس طرح اسلام آباد پہنچ گئے؟ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مرحوم تمام حضرات کو ٹکٹیں دے کر خود ان سے پہلے رات ہی رات بس کے ذریعے سفر کر کے اسلام آباد پہنچ گئے۔

ان کی کفایت شعاری کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو کہ ۲۸ دسمبر ۸۴ء کو بیمار ہو کر فیصل آباد کے ہسپتال میں داخل ہوئے۔ ۵ جنوری ۸۵ء کو ڈاکٹر صاحبان نے صحت یاب ہونے پر ہسپتال سے اجازت دے دی۔ آپ نے ملتان کے لئے سفر کرنا تھا۔ صاحبزادہ طارق محمود کے حکم پر فقیر نے چناب ایکسپریس سے ان کی اے سی میں سیٹیں بک کرا دیں۔ حضرت مولانا مرحوم کو جب ٹکٹ

پیش کیا سخت آزردہ خاطر ہوئے۔فرمایا کہ آج میری زندگی کا پہلا سفر ہے جو اے سی میں آپ لوگ کرا رہے ہیں۔ورنہ عمر بھر اے سی میں سفر نہیں کیا۔

اب آپ ان دو واقعات سے اندازہ لگالیں کہ کتنی اجلی سیرت کے یہ لوگ تھے۔آپ کو اللہ رب العزت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ملنسار‘ ہنس مکھ‘ ہر ایک کے دکھ سکھ میں شریک‘ ورکروں پر جان فدا کر دینے والے محسن‘ کسی ساتھی کارکن پر مشکل پڑے‘ اس کے خانگی امور کیوں نہ ہوں‘ اس کے کام کو اپنا کام سمجھ کر اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔عمر بھر غریبوں کا خیال رکھنے والے عجیب وغریب سماجی رہنما تھے۔

حلم‘ بردباری‘ تحمل مزاجی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہمیشہ دوسروں کی تیز وتند باتیں سنتے۔مگر کیا مجال کہ کبھی پیشانی پر بل آئے۔ جماعتی راہنما‘ کارکن اور مبلغین اپنے اپنے مزاج کے مطابق اختلاف رائے کرتے تھے۔کیا مجال کہ کبھی غصے ہوئے ہوں۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے اختلاف رائے کو برداشت کرتے۔فقیر نے بعض اوقات بدتمیزی کی حد تک ان سے اختلاف رائے کیا۔مگر کروڑوں رحمتیں ہوں اس مرد قلندر پر ہمیشہ بچوں بیٹوں کی طرح شفقت ومحبت وتربیت فرمائی۔

لکھنے کے دھنی تھے۔ پختہ تحریر‘ پختہ فکر میں بے نظیر تھے۔دریا کو کوزے میں بند کرنا آپ ہی کے قلم کے لئے شاید محاورہ واضع نے وضع کیا تھا۔ ہمیشہ مجلس کی سالانہ روئیداد کا مقدمہ لکھا کرتے تھے۔سال بھر کے واقعات وحالات‘ آئندہ کے لئے لائحہ عمل‘ مسئلہ کی عظمت۔غرضیکہ کوثر تسنیم سے دھلے ہوئے چند صفحات پر ایسا جامع مقدمہ لکھ دیتے کہ شاید دوسرا آدمی سینکڑوں صفحات لکھے تو بھی مولانا مرحوم کا مضمون اس پر بھاری ہو۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا وجود مرزائیت کے لئے درہ عمرؓ تھا اور مجلس کے لئے ریڑھ کی ہڈی۔آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد مجلس کے نظم ونسق کو سنبھالنا‘ تحریک کے درجہ حرارت میں کمی نہ آنے دینا‘ یہ بنیادی تقاضا تھا جسے مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے پورا کیا۔ان کے اکابر نے جو چراغ جلایا‘ مدھم نہ ہونے دیا۔فوراً اشتہارات کا سلسلہ شروع کر دیا جامع مانع مختصر

نقرے جاندار مضمون پر مشتمل ان کے مرتب کردہ اشتہارات جونہی ملک کے کونہ کونہ میں در و دیوار پر لگتے دشمنوں کے حوصلے پست ہوتے۔ تحریک کے کارکنوں کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ ان کی گرمجوشی کو قائم رکھنے میں مولانا مرحوم نے جتنا کام کیا اس پر جتنا بھی ان کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

تحریر کی طرح تقریر کے بھی بادشاہ تھے نام و نمود کو زندگی بھر قریب نہیں پھٹکنے دیا۔ کبھی سٹیج پر تقریر کے لئے آگے نہیں بڑھے۔ ہمیشہ دوسروں کو آگے کرتے خود پیچھے رہتے۔ بنیاد کی اینٹ کی طرح خود چھپ کر ساری عمارت کا بوجھ سر پر اٹھائے رکھا۔ مگر جب کبھی کسی نے مجبور کر دیا تقریر کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایسی تقریر کرتے کہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی یاد تازہ کر دیتے۔ اسی طرح محسوس ہوتا جس طرح ہوتا جس طرح مولانا محمد علی جالندھریؒ کی روح بول رہی ہے۔

محنت و کمال محنت میں ان کا ثانی کوئی نہیں تھا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے بعد اگر کسی نے سب سے زیادہ مجلس کے مشن اور نظم و نسق کے لئے محنت کی ہے اور بھاگ دوڑ کر صبح و شام کا دور دراز سفر کیا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات تھی۔

اخلاص و للّٰہیت کا پیکر تھے۔ حضرت قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ المعروف حضرت جی گیارہ والے سے بیعت تھے۔ خود فرماتے تھے کہ جس دن بیعت کی اور شیخ نے جو وظیفہ بتایا زندگی بھر ناغہ نہیں ہوا۔ ذکر و فکر تہجد نیم شبانہ بارگاہ ایزدی میں عجز و نیاز کی دعائیں عابد و زاہد شب بیدار تھے۔ مجلس کو ہر محاذ پر اللہ رب العزت نے جن بے شمار کامیابیوں سے نوازا اور دشمن پسپا ہوا۔ یہ جہاں آپ کی محنت تھی وہاں آپ کے اخلاص و للّٰہیت کو بھی دخل تھا۔

آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے آفس سیکرٹری سے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آل پارٹیز مجلس عمل کا آپ کو کنوینئر بنایا گیا۔ ۱۹۸۴ء کی آل پارٹیز مجلس عمل کے رابطہ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اندرون و بیرون ملک کے اکابر بزرگوں نے آپ کے اخلاص پر اعتماد کیا۔ آپ نے بھی خداداد صلاحیتوں سے ان

کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنے دی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں ایک ایسا موقعہ آیا کہ اسلام آباد میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحقؒ سے آپ کی ملاقات ترمیمی آرڈیننس کے سلسلہ میں ضروری ہوگئی۔ کمال دیانت ملاحظہ ہو کہ فون کر کے ملاقات کے لئے حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ سے اجازت طلب کی اور ملاقات کے بعد راتوں رات خانقاہ سراجیہ جا کر اس کی رپورٹ پیش کی۔ کبھی بھی اپنے اکابر کو اعتماد میں لئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ دوسرے میرے ایسے چھوٹے کارکن نے سینہ زوری کر کے کوئی کام کر دیا تو نہ صرف اس کی ذمہ داری قبول کرتے بلکہ چھوٹے کارکنوں کی طرف سے وکیل صفائی بن جاتے۔

چنیوٹ کانفرنس میں ایک دفعہ ایک صاحب کے باعث ہنگامہ آرائی میں فقیر نے عجلت میں چند فقیرے کہہ دیئے جس سے فریق ثانی خاصا برہم ہوا۔ ان کا وفد حضرت الامیر سے ملنے کے لئے تشریف لایا۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کوہ ہمالیہ کی طرح میری صفائی میں ڈٹ گئے۔ مجھے علم ہی نہیں ہوا اور انہوں نے میری صفائی میں تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔

حضرت مولانا تاج محمودؒ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ اکابر کی میراث کے وارث تھے۔ ان ہی کے وجود سے آبروئے اکابر کا بھرم قائم تھا۔ ان کی وفات نے دو عظیم محسنوں کو ہم سے چھین لیا جن کا بدل اب پوری کائنات میں باوجود تلاش و بسیار کے ملنا محال و مشکل ہے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی وفات نے کمر توڑ دی۔ حضرت مولانا مرحوم کی اولاد ہی نہیں بلکہ پوری مجلس تعزیت کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں۔ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنا دیں اور ان کا صدقہ جاریہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ہمیشہ تا ابدالاباد قائم و دائم رہے۔ اللہ رب العزت ایسے دشمنوں کے شر حاسدین کے حسد اور ہر بری نگاہ سے محفوظ و مامون رکھے۔ جملہ احباب کارکنوں مبلغین اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(لولاک ۲۱ مارچ ۱۹۸۵ء)

۱۵......حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ

وفات......۱۵جون ۱۹۸۵ء

۲۶ رمضان ۱۴۰۵ھ غروب سورج کے ساتھ علم وعمل دیانت وتقویٰ اخلاص وللٰہیت کا آفتاب بھی غروب ہو گیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا سانحہ ارتحال بھلانے سے بھی نہ بھلایا جا سکے گا۔ ان کی ذات گرامی اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مجموعہ تھی۔ وہ آیۃ من آیات اللہ تھے۔ ان سے خانقاہی آبرو قائم تھی۔ ان کو دیکھ کر عظمت اسلاف سمجھ میں آ جاتی تھی۔ ان کی وفات علم وعمل کی وفات ہے۔ زہد وتقویٰ کی وفات ہے۔ ان کے وجود سے جو خیر وبرکت وابستہ تھی۔ اس سے پورا ملک محروم ہو گیا۔ وہ ایک جہان کو سونا کر گئے۔

وہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کی شب کا آغاز ہوتے ہی انتقال کر گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ جو حضرت شیخ الہند کے تلمیذ اور مجاز تھے۔ ان کا بھی رمضان شریف کے آخری عشرہ ۲۱ رمضان المبارک جو یوم شہادت حضرت علیؓ ہے کو انتقال ہوا تھا۔ آپ نے حفظ قرآن وابتدائی کتب اپنے والد گرامی حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ سے پڑھیں تھیں۔ تکمیل وحدیث شریف میں آپ کے استاد حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ تھے۔ بعد میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ آپ کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمدؒ عثمانی کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں متواتر بیس سال کتب پڑھائیں۔ ایک سال رائے پور اور تقسیم کے وقت دو سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں بھی آپ نے پڑھایا۔ ۱۹۴۹ء میں جب جامعہ رشیدیہ ساہی وال میں تعلیم شروع ہوئی تو آپ بطور شیخ الجامعہ کے یہاں تشریف لائے اور پھر تادم زیست

اس مسند کو عزت بخشی۔ اس دوران میں ایک سال کے لئے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر آپ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے۔ مولانا خیر محمدؒ کی خواہش یہ تھی کہ آپ مشکوٰۃ شریف پڑھا دیں۔

۱...... ایک تو آپ کی مشکوٰۃ شریف کی تعلیم ضرب المثل تھی۔

۲...... آپ کا حدیث پڑھانے میں ہمیشہ مزاج یہ رہا کہ اپنی تحقیق کی بجائے سلف صالحین کی تحقیق پر انحصار فرمائے۔

۳...... طبیعت میں سادگی عاجزی انکساری تواضع نیکی اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

غرضیکہ ایک حدیث کے استاد میں جو صفحات محمودہ ہونی چاہئیں۔ وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اس لئے آپ کے حدیث پڑھانے کے اثرات طلباء کے قلب وجگر پر بھی وارد ہوتے۔ یہی وہ خصوصیات تھیں جن کے باعث آپ کے استاد محترم مولانا خیر محمد مرحوم آپ پر بہت زیادہ اعتماد کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا استاد حدیث کے متعلق یہی ذوق تھا اور یہ سب کچھ عطیہ خداوندی اور شیخ وقت حضرت تھانویؒ کی توجہات وتربیت کا نتیجہ تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ شیخ وقت حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے ذوق حدیث کے متعلق ایک واقعہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سیکرٹری جنرل مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے سنایا کہ استاد الحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ اسباق میں ہمیشہ طلباء کو خوش رکھا کرتے تھے۔ آپ علمی لطائف وحکایات سے دوران اسباق طلباء کو چاق وچوبند رکھتے۔ کیا مجال ہے کہ آپ کے اسباق کے دوران کسی طالب علم کو کوئی نیند یا اونگھ آئے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا کشمیریؒ نے درس بخاری کے دوران کوئی علمی لطیفہ سنایا جس سے طالب علموں کی ہنسی نکل گئی۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ دارالحدیث کے قریب سے گزرے۔ طلبہ کو ہنستا دیکھ کر ان کو ایک چوٹ سی لگی۔ حضرت مولانا کشمیریؒ کو بعد میں بلا کر فرمایا کہ مولانا حدیث شریف کے سبق کے دوران ایک لطیفہ چاہے وہ علمی کیوں نہ ہو جس سے طلبہ سبق

حدیث کے دوران قہقہے مارنے لگ جائیں یہ نہ مجھے پسند اور نہ برداشت۔ چنانچہ پھر کبھی ایسا نہ ہوا تو مولانا خیر محمد صاحبؒ کا یہ ذوق مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کو جامعہ رشیدیہ سے خیر المدارس لایا۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف پڑھائی۔

اسی طرح ایک دفعہ حج پر جاتے ہوئے مولانا خیر محمد صاحبؒ نے مولانا عبداللہ صاحبؒ کو جامعہ رشیدیہ سے خیر المدارس بلوا کر اپنی تمام تر تدریسی وانتظامی ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دیں۔ یوں شیخ واستاد نے اپنی حیات میں اپنی مسند کا ان کو وارث قرار دے کر اس پر براجمان کر دیا اور سب کچھ ان کے سپرد کر کے اعتماد کا لازوال سرٹیفکیٹ دے دیا۔ تمام مدرسہ کے مدرسین وعملہ کو بلا کر فرمایا کہ میری عدم موجودگی میں مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کو خیر محمد ہی سمجھا جائے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کو ویسے بھی قدرت نے حدیث وفقہ میں خصوصی مہارت نصیب فرمائی تھی۔ اس اعتبار سے بھی وہ بڑے بخت ور تھے کہ بہت سے حدیث وفقہ پڑھانے والے آپ کے شاگرد ہیں۔ خیر المدارس ملتان کے استاد حدیث مولانا محمد صدیق اور جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد حدیث شریف کی کئی کتابوں کے مترجم مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ مولانا عبدالکریم کلاچیؒ مولانا قاضی عبداللطیف کلاچیؒ خیر المدارس کے مفتی مولانا عبدالستار، علوم شرعیہ کے استاد حدیث مولانا عبدالمجید، تبلیغ ورشد میں مولانا سید عطاء المنعمؒ، مولانا مفتی زین العابدینؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا محمد سلیمان طارقؒ، مولانا عبداللطیف انور، مولانا حبیب اللہؒ، قاری لطف اللہؒ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا علامہ غلام رسولؒ مولانا میر زاہد جڑانوالہ۔ یہ تمام حضرات اور ان جیسے ہزاروں شاگرد رشید آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ نے پچپن سال درس وتدریس، قرآن وحدیث وفقہ کی تعلیم میں صرف فرمائے۔ گویا نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ آپ تشنگان علم کو حدیث نبوی ﷺ کے چشمہ صافی سے سیراب فرماتے رہے

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نو ماہ کے لئے جیل چلے گئے۔ منیر انکوائری رپورٹ گواہ ہے کہ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی کیا گراں قدر خدمات ہیں؟۔ واپسی پر مدرسہ نے ۹ ماہ کی تنخواہ آپ کو دی۔ آپ نے استاد محترم مولانا خیر محمد صاحبؒ کو خط لکھا کہ میں نے گرفتاری کے

دوران نیت کر لی تھی کہ اب میں مدرسہ کا مدرس نہیں رہا۔ نہ معلوم کب رہائی ہوگی۔ کیا حالات ہوں گے۔ مدرسہ کی کیا پوزیشن ہوگی۔ رہائی کے بعد آئندہ کے لئے نیا فیصلہ کیا جائے گا۔ اب ۹ ماہ کے بعد رہا ہو کر آیا تو مدرسہ والے سابقہ تدریس کی جگہ پر مجھے انہوں نے نہ صرف بحال کر دیا ہے۔ بلکہ ۹ مہینے کی سابقہ تنخواہ بھی دے دی۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ مولانا خیر محمد صاحبؒ نے لکھا کہ آپ نے جو نیت کی تھی اس پر عمل کریں۔ چنانچہ تمام کی تمام تنخواہ واپس مدرسہ کے بیت المال میں جمع کرادی۔

آپ کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر مدرسہ کے قلم کی سیاہی سے ذاتی خط نہیں لکھا۔ جب کوئی تعلق والا مدرسہ کے اوقات تعلیم کے دوران آ جاتا اور اس سے ملاقات ناگزیر ہوتی تو ملاقات کے ابتداء و اختتام کو نوٹ کر کے مہینہ کے آخر پر منٹوں' سیکنڈوں اور گھنٹوں تک کو شمار کر کے تنخواہ کٹوا دیتے۔ مدرسہ کا اگر کوئی معزز مہمان آ جاتا جس کے ساتھ مدرسہ میں کھانا اکٹھا کھانا ضروری ہو جاتا تو اس کھانے کے آپ پیسے جمع کرا دیتے۔ کسی تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تو مدرسہ سے ان ایام کی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ تبلیغی اسفار میں بھی صرف کرایہ پر اکتفا کرتے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ' مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان' حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کے (ابتدائی تین سال میں) آپ متواتر بیس سال مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نائب امیر رہے ہیں۔ اس اخلاص و دیانت کے پہاڑ کی وفات پر آج جتنا غم کیا جائے کم ہے۔ تحریک ختم نبوت کے لئے نیم شبانہ دعائیں کرنے والا ایک درویش منش' فرشتہ سیرت انسان جو آیت من آیات اللہ تھا کے انتقال سے ہم لوگ محروم ہو گئے۔ آپ تحریک کے محاذ پر اس طرح توجہ فرمایا کرتے تھے کہ ربوہ میں بار بار عید و کانفرنس' جمعہ کے موقع پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن و جامع مسجد و مدرسہ ختم و نبوت مسلم کالونی میں تشریف لاتے۔ جب کبھی ملنے کے لئے حاضری ہوئی مجلس کے کام کی جزئیات تک تفصیل سے پوچھتے۔ اپنی بزرگانہ محبتوں و شفقتوں سے سرفراز فرماتے تھے۔ ایک تنظیمی سفر کے دوران پچھلے دنوں مکرم و محترم مولانا عزیز الرحمن جالندھری کے ہمراہ ان کے مدرسہ میں ملنا ہوا۔ صاحب فراش تھے مگر زبان پر ذکر خداوندی جاری تھا۔

اخبار کے مطالعہ سے بوجہ فوٹو کے کنی کتراتے تھے۔ بقول مولانا حبیب اللہ صاحب

ساہیوال کے ہفت روزہ ''لولاک'' کے لئے پورا ہفتہ سراپا انتظار رہتے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی کارگزاری سن کر آپ کو بہت ہی اطمینان قلب حاصل ہوتا تھا۔ مولانا کے صاحبزادے مولانا مطیع اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ پر آخری تین دن استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ آخری وقت میں آنکھ کھولی۔ آسمان کی طرف دیکھا زور زور سے زبان پر جاری تھا اللہ! اللہ! اللہ! یہ کہتے ہوئے گردن کو جھٹکا دیا۔ بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ ایسی ایمان و سلامتی کی موت جسے حدیث شریف میں خاتمہ بالخیر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ پر کیوں نہ فخر کیا جائے۔ ۲۷ رمضان المبارک کی رات بوقت مغرب انتقال ۲۷ رمضان المبارک کی صبح ۸ بجے جنازہ جو مولانا ولی محمدؒ ہڑپہ والوں نے پڑھایا۔ علماء و مشائخ نے کثرت سے شرکت کی اور پھر اپنے والدین و بھائی قاری لطیف اللہ شہید کے سرہانے قبرستان میں ہمیشہ کے لئے رحمت خداوندی کے سپرد کردیئے گئے۔

پچھلے دنوں حضرت اقدس مولانا عبدالعزیز صاحب چک نمبر ۱۱ والوں کا انتقال ہوا۔ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائیں) ان کے جنازے سے فراغت کے بعد مجلس کی ایک میٹنگ کے سلسلہ میں ساہیوال جانا ہوا۔ آپ سے ملاقات کی۔ آپ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت جی گیارہ والے میرے آخری استاذ تھے جن کے سایۂ عاطفت سے بھی محروم ہوگیا۔ ان کو بچوں کی طرح آہ و زاری سے روتا دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کو اپنے اساتذہ سے کتنی محبت تھی۔ فقیر مجلس کے پروگراموں میں شرکت کے لئے بلوچستان کے سفر پر تھا۔ واپسی پر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے یہ جانکاہ خبر سنائی۔ زمین پاؤں سے نکل گئی۔ دوسرے روز مولانا کے ہمراہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے تعزیت کے لئے ساہیوال حاضری ہوئی۔ جامعہ رشیدیہ کے در و دیوار غم میں مرجھائے ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا مطیع اللہؒ غم سے خمیدہ کمر، آپ کے بھائی مولانا حبیب اللہؒ جو صدمات سہہ سہہ کر صدمات و غموں کا مجموعہ بن گئے ان سے ملاقات و تعزیت کی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کے جملہ صدقات جاریہ، اولاد صالحہ، شاگردان رشید، جامعہ رشیدیہ، خیر المدارس مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو ان کے نقش قدم پر چل کر دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں کا مستحق بنائے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو اور پروردگار عالم ان کی تربت پر رحمتوں کی موسلا دھار بارش فرمائے۔ (لولاک ۲۸ جون ۱۹۸۵ء)

۱۶......حضرت مولانا ابوعبیدہ نظام الدینؒ

وفات......۵ جولائی ۱۹۸۵ء

ہمارے ممدوح جناب ابوعبیدہ نظام الدین مرحوم ۱۸۹۶ء میں بھور چھ ضلع گجرات پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی کا نام بھاگ دین تھا۔آپ کا تعلق بٹ کشمیری قوم سے تھا۔ابتدائی تعلیم سے لے کر ایف اے تک اپنے آبائی گاؤں اور آبائی ضلع گجرات میں حاصل کی۔آپ نے پرائیویٹ طور پر بی اے کیا اور پھر ایس' اے' یو' کیا۔آپ کے بڑے بھائی فوج میں ملازم تھے اور کوہاٹ چھاؤنی میں تعینات تھے۔انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی نظام الدین کو کوہاٹ بلا بھیجا۔تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا نظام الدین مرحوم کوہاٹ اسلامیہ ہائی اسکول میں سائنس ٹیچر مقرر ہو گئے۔آپ نے اپنی بقیہ زندگی کا اکثر حصہ کوہاٹ میں گزارا۔رہائش گاہ اور زمین کی دیکھ بھال کے علاوہ عزیز و اقارب کی خوشی و غمی میں شرکت کے لئے سال میں ایک دو بار آپ بھور چھ تشریف لاتے تھے۔قدرت نے آپ کو سات بیٹے اور ایک بیٹی اولاد صالح نصیب فرمائی۔تمام اولاد کو آپ نے اعلیٰ تعلیم دلائی۔تمام اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہی۔اکثر بیٹے فوج میں ملازم ہوئے اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی پائی۔اس وقت مرحوم کی تمام اولاد بحمد اللہ حیات ہے اور پاکستان' کینیڈا اور برطانیہ میں مقیم ہے۔اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

۱...... میجر قاسم عبید اللہ۔یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۲...... عنایت اللہ برق۔آپ علیگڑھ کالج کے سند یافتہ ہیں۔واپڈا کے جنرل منیجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔

۳...... ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ۔آپ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔اپنا کلینک ہے۔میڈیکل کے کئی شعبوں میں اسپیشلسٹ ہیں۔یہ ۱۵ جولائی ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ان دنوں جناب ابوعبیدہ مولانا نظام الدین مرحوم فقیہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے ملاقات کے لئے دہلی گئے ہوئے تھے۔اس دوران بیٹے کی ولادت ہوئی تو اسی نسبت سے آپ نے بیٹے کا نام مفتی کفایت اللہ رکھا۔

۴...... بریگیڈیئر خالد سیف اللہ۔ یہ ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں۔ آج کل اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۵...... انور صبغۃ اللہ۔ یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۶...... عثمان حفیظ اللہ۔ یہ برطانیہ میں مقیم ہیں۔

۷...... میجر شبیر احمد ثانی۔ یہ ریٹائرڈ میجر ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۸...... بیٹی کا نام فوزیہ خانم ایم اے ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنے بڑے صاحبزادے عبیداللہ کے نام پر اپنی کنیت ابوعبیدہ اختیار کی اور یوں ابوعبیدہ نظام الدین بی اے کوہاٹی کے نام سے متعارف ہوئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ' جناب علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے تعلق ارادت تھا۔ ان اکابر کی صحبتوں نے آپ میں دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا۔ ہر وقت دینی کتب کا مطالعہ آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ ہندوستان بھر میں آپ نے اہل باطل سے مناظرے کئے۔ دلائل و براہین سے گفتگو آپ کی پہچان تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خانہ ساز نبوت' مہدویت' مجددیت اور مسیحیت کا تانا بانا تیار کیا تو دیگر مناظرین اسلام کی طرح آپ بھی قادیانیت شکن بن کر میدان میں اترے۔ تردید قادیانیت کے موضوع پر آپ کے تمام رشحات قلم کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''احتساب قادیانیت چودھویں جلد'' میں یکجا شائع کیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا چچا مرنے والا ہے۔ وہ قادیانی ہے۔ آپ ہمارے گاؤں چلیں اور اسے سمجھائیں کہ وہ قادیانیت سے توبہ کر لے۔ آپ فوری طور پر ان افراد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ان کے چچا کو تبلیغ کی۔ اس پر قادیانیت کے دجل وفریب کو واضح کیا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اللہ کے فضل اور آپ کی تبلیغ کی برکت سے وہ شخص اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ ابھی آپ اسے مسلمان کرنے کے بعد اس گھر سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس نومسلم کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح نہ معلوم کتنی مخلوق خدا کو آپ نے ارتداد وزندقہ سے توبہ کرا کر حلقہ بگوش اسلام کیا۔

بھور چھ میں موجود مولانا مرحوم کے ایک نواسہ کے مطابق مولانا مرحوم ہلکے پھلکے جسم کے انسان تھے۔ چہرے پر رب کریم کے کرم سے نورانیت موسلا دھار بارش کی طرح برستی نظر آتی تھی۔ بے پناہ جاذبیت سے ان کی مخلصانہ تبلیغ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن سے لگاؤ کی برکات جھلکتی نمایاں نظر آتی تھیں۔ آخر دم تک چلتے پھرتے رہے۔ کبھی معذور نہیں ہوئے۔ ۸۹ سال عمر پائی۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی گاؤں بھور چھ آ گئے۔ رات کو ہاٹ اٹیک ہوا۔ چند دن کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ۵ جولائی ۱۹۸۵ء یوم الجمعہ کو انتقال فرمایا۔ گاؤں کے خطیب حضرت مولانا محمد طارق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بھور چھ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ علاقہ میں ''کوہاٹی بابا'' کے نام سے مشہور تھے۔

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا نظام الدینؒ نے جس فتنہ خبیثہ قادیانیت کا تعاقب ہندوستان میں شروع کیا۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکات ختم نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نورالدین، مرزا محمود اور مرزا ناصر کو اپنے سامنے ایڑیاں رگڑتے دیکھا۔ قادیانیت کی ذلت، رسوائی اور پسپائی اور مجاہدین ختم نبوت کی کامیابیوں وکامرانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر، کامیاب زندگی گزار کر رب کریم کے حضور تشریف لے گئے۔

اخفا واخلاص اور ریاکاری سے دور بھاگنے والے ان بزرگ کے ان مقدس اعمال کو دیکھیں۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی مقدس تحریکات ختم نبوت ہم مسکین لوگوں نے اپنی جوانی میں لڑیں۔ چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے مجاہد 'بزرگ' کامیاب وفاتح قائد جناب ابوعبیدہ مولانا نظام الدین صاحب قریب ہی رہتے ہیں۔ ان کی اس مخلصانہ ریاضت پر اس سے بہتر کیا خراج تحسین پیش کیا جاسکتا ہے کہ: عاش غریبا ومات غریبا

شان بوذریؓ کا ایک عظیم نشان آں مرحوم کی ذات گرامی تھی۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ حضرت مولانا محمد حیاتؒ اور ابوعبیدہ حضرت مولانا نظام الدینؒ کا خمیر ایسا لگتا ہے کہ ایک مٹی سے گوندھا گیا تھا۔ ان چار مناظرین میں سے دو، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اور حضرت مولانا محمد حیاتؒ راقم الحروف کے استاذ اور دو، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور ابوعبیدہ حضرت مولانا نظام الدینؒ غائبانہ محبتوں کا محور ومرکز ہیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز!

(لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ)

۱۷......حضرت مولانا محمد رمضان علویؒ

وفات......۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس کا ایک وقت مقرر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ ۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء کو صبح دو بجے حضرت مولانا محمد رمضان علویؒ راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ایک روز قبل سڑک عبور کرتے ہوئے حادثہ کے باعث سر پر چوٹیں آئیں جوان کی موت کا باعث بن گئیں

مولانا محمد رمضان علویؒ ایک زیرک معاملہ فہم سیاسی بصیرت رکھنے والے مذہبی رہنما تھے۔ نام ونمود سے کوسوں دور تھے۔ عاجزی وانکساری ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ اللہ رب العزت نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ پہلو میں درد رکھنے والا دل رکھتے تھے۔ خدمت خلق ان کا شیوہ تھا۔ تقسیم سے قبل مجلس احرار سے وابستہ تھے۔ سرگودھا کا قدیمی قصبہ بھیرہ ان کا وطن تھا۔ احرار رہنماؤں سے برادرانہ تعلقات تھے۔ ان سے گہری دوستی تھی۔ ایک خاموش مگر پر جوش مستعد رہنما تھے۔ چھوٹوں کو بڑا بنانے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے۔ ان کی اصلاح حکیمانہ انداز سے کرتے۔ مگر کیا مجال ہے کہ کبھی آگے بڑھنے یا نام ونمود کا ان کے دل میں خیال آیا ہو۔ گفتگو کے دھنی تھے۔ دس منٹ کا وقت لے کر ملنے کے لئے جائیں تو رس بھری مربوط گفتگو گھنٹوں جاری رہتی۔ انہیں وقت گزرنے کا پتہ نہ چلتا۔ بزرگوں کی روایات کے امین تھے۔ تاریخی اور جماعتی معاملات کا خزانہ تھے۔ راولپنڈی کے قدیم محلہ اکال گڑھ (گلشن آباد) کی جامع مسجد میں خطیب کے فرائض آخری عمر تک سرانجام دیتے رہے۔ خود متجر عالم دین اور حافظ قرآن تھے۔ اولاد کو حافظ قرآن بنایا۔ بھیرہ کے محلہ گلاب شاہ میں آبائی گھر تھا۔ اس کی مسجد کے خاندانی طور پر متولی چلے آرہے تھے۔ والد گرامی، بھائی جان، اور خود جب تک ممکن تھا اس مسجد کو اپنی نیم شبانہ دعاؤں، سجدوں اور قرآن مجید کی تلاوت سے آباد رکھا۔ سینکڑوں قرآن مجید کے خود اور ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں سے فیض یافتہ ہیں۔ اولاد میں مولانا حافظ عزیز الرحمٰن خورشید، مولانا حافظ سعید الرحمٰن علویؒ قرآن مجید کے حافظ اور عالم ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنما مولانا

سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے گرامی قدر رفقاء کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو مولانا محمد رمضان علویؒ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اس کی آبیاری میں جت گئے۔ دن رات ایک کر کے اسے مثالی عالمی جماعت بنا دیا۔ مولانا سید عطا اللہ بخاریؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ مولانا محمد حیاتؒ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ یکے بعد دیگرے مجلس کے امیر رہے۔ مولانا محمد رمضان علویؒ نے یہ تمام دور اپنے بزرگوں کے ساتھ گزارا

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے اکابر حضرت مولانا احمد خانؒ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے تو ہمیشہ کی طرح مولانا محمد رمضان علویؒ بھی عالمی مجلس کی ورکنگ کمیٹی کے رکن بنے۔ جماعت سے عشق کی حد تک ان کو لگاؤ تھا۔ بہت کم دوستوں کو علم ہوگا کہ وہ راولپنڈی میں بیٹھ کر مجلس کے مرکزی دفتر ملتان کے معاملات کو کنٹرول کرتے تھے۔ کوئی معاملہ ہوتا فوراً پند و نصائح پر مشتمل گرامی نامہ ارسال کر کے عالمی مجلس کے رہنماؤں کی رہنمائی کرتے تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت چلی تو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی طرح اس کے ہراول دستے میں شامل تھے۔ ۱۹۷۴ء میں مرزائیت کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو راولپنڈی تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں کا مرکز بن گیا۔ مولانا محمد رمضان علویؒ ہر مشاورت میں شریک رہتے۔ جو کام مشکل ہوتا اپنے ذمہ لیتے اور اسے پھر اس طرح پورا کرتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔

طبیعت میں سادگی تھی۔ ہر کام وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ پان اور چائے کے رسیا تھے۔ ان کا دسترخوان عام و خاص کے لئے ہر وقت لگا رہتا۔ مہمانوں کی وخدمت اس طرح کرتے جس طرح وہ رحمت خداوندی کو اپنی جھولی میں اکٹھا کر رہے ہوں۔ مولانا موصوف چونکہ سیاسی بصیرت رکھنے والے انسان تھے۔ اس لئے جمعیت علماء اسلام کی آبیاری میں بھی کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔ جمعیت کی شیرازہ بندی میں آپ کی خاموش محنتوں کا بڑا دخل تھا۔ جمعیت میں گروپ بندی سے سخت ملول تھے۔ مگر اس کے باوجود تمام کارکنوں اور رہنماؤں سے ان کے مثالی

تعلقات تھے۔ایک دفعہ سیشن جج محمد اکبر راولپنڈی کی عدالت میں تنسیخ نکاح کا مرزائی مسلم کیس تھا۔ عالمی مجلس کی طرف سے مولانا لال حسین اخترؒ نے اس کی پیروی کی تو مولانا محمد رمضان صاحبؒ آپ کے معاون تھے۔اسی طرح یحییٰ خان کے دور میں اسلم قریشی نے ایم ایم احمد قادیانی پر قاتلانہ حملہ کیا۔مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد شریف جالندھریؒ کیس کی پیروی کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔راجہ ظفر الحق نے وکالت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مارشل لاء کی عدالت میں کیس چلا۔ پورے کیس کے دوران تمام معاملات کے مولانا محمد رمضان صاحبؒ جماعت کی طرف سے انچارج تھے۔قادیانی سابق جرنیل ملک عبدالعلی کے خلاف ایک عبادت گاہ کے سلسلہ میں عالمی مجلس نے کیس دائر کیا تو بھی مولانا محمد رمضان صاحب علویؒ اس کے انچارج رہے۔

وفاقی شرعی عدالت کی سپریم کورٹ اپیل بنچ میں قادیانیوں نے ایک کیس کیا۔ عالمی مجلس اس میں فریق بنی۔ اس کے بھی تمام معاملات کے انچارج مولانا محمد رمضان علویؒ تھے۔ مقدمات کی پیروی کے لئے بڑی صبر آزما محنت وکاوش درکار ہوتی تھی۔مولانا محمد رمضانؒ محنت کے خوگر تھے۔اس لئے تمام مقدمات میں وہ جماعت کی طرف سے انچارج ہوتے تھے۔ان کی زندگی محنت سے عبارت تھی۔ زندگی بھر عمدگی کے ساتھ جفاکشی سے محنت کے عمل کو جاری رکھا۔ کیا مجال ہے کہ وہ کسی وقت بھی فارغ بیٹھتے ہوں۔ کتابوں کے شوقین تھے۔مذہبی وسیاسی اور تاریخی کتابوں کا قابل قدر ذخیرہ ان کے پاس جمع تھا۔طبیعت کے سخی تھے۔مگر کتابوں کے مسئلہ میں بڑے ہی محتاط واقع ہوئے تھے۔کتابوں کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔زندگی قال اللہ قال الرسول! میں گزاردی۔

صبح دو بجے انتقال ہوا۔ پانچ بجے صبح راولپنڈی میں نماز جنازہ پڑھے بغیر جنازہ کو بھیرہ لایا گیا۔عصر کی نماز کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تو بھیرہ کے عوام کا سمندر امڈ آیا۔تمام مکاتب ومسالک کے لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔آپ کے جنازہ میں عوام کا اژدھام دیکھ کر آپ کی عنداللہ مقبولیت کا اندازہ کرنا مشکل نہ رہا۔ ہر آدمی اشک بار تھا۔ان کے سانحہ ارتحال کے غم کو اپنا غم سمجھ رہا تھا۔ بھیرہ کی تاریخ میں آپ کے جنازہ کا اجتماع عظیم ترین اور مثالی اجتماع تھا۔ بھیرہ کے تاریخی اور خاندانی عام قبرستان میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔(لولاک ۹ فروری ۱۹۹۰ء)

۱۸......حضرت مولانا زرین احمد خانؒ

وفات......۷ مئی ۱۹۹۳ء

حضرت مولانا زرین احمد خانؒ نے گاؤں چک نمبر ۱۰/۲۶ آر، کچا کھوہ ضلع خانیوال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا زرین احمد خانؒ چھمب ضلع اٹک کے رہنے والے تھے آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچراں سے حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا تو حضرت چوہدری افضل حقؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدینؒ، مولانا عبدالقیوم سرحدیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ سے آپ کے نیاز مندانہ مثالی تعلقات تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے آپ خادم خاص تھے۔ میاں غلام محمد کپتان چکڑالوی اور مولانا زرین احمد خانؒ کو یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے بیماری کے دوران میں حضرت امیر شریعتؒ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت امیر شریعتؒ سے آپ نے ایک عصا تبرک کے طور پر حاصل کیا۔ جسے وہ خاص مہمات میں اپنے ساتھ بطور تبرک رکھا کرتے تھے۔ قادیانیوں سے مناظرہ ہوتا تو وہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ ایک موقع پر ایک قادیانی سے گفتگو کے دوران میں قادیانی شاطر کی عیاریاں دیکھ کر جلال میں آگئے۔ عصا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ اس عصا کو معمولی نہ سمجھیں۔ یہ امیر شریعتؒ کا عصا ہے اور پٹھان کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل ہوا تو یہ سانپ بن کر تمہاری سپنیوں کو کھا جائے گا۔ آپ کی اس پٹھانی للکار کا قادیانی پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ دم دبا کر بھاگ گیا۔

حضرت امیر شریعتؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ ان دنوں پرانے بزرگوں کی طرز پر مولانا زرین احمد خانؒ مفت تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ گزر بسر کے لئے سائیکل پر مناری کا سامان رکھتے اور دیہاتوں میں تبلیغ کے لئے نکل جاتے۔ ظہر وعصر کے بعد

جہاں نماز پڑھی وہاں بیان کر دیا اور پھر پھیری لگائی۔ سامان بیچا۔ رزق حلال کمایا۔ گھر تشریف لائے۔ عرصے سے آپ کا یہ معمول جاری تھا اور سامان خریدنے کے لئے ملتان تشریف لاتے تو حضرت امیر شریعتؒ سے ملنے کے لئے ان کے در دولت پر ضرور حاضری دیتے۔ ایک دفعہ حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا خان! سامان یہاں رکھ دو۔ جو گھر ہے لے آؤ۔ فروخت کا انتظام کرتے ہیں تمہاری تبلیغی میدان میں ضرورت ہے۔ آپ کے کہنے پر مولانا زرین احمد خانؒ نے میناری کا بکس رکھا اور قادیانیت رد قادیانیت کی کتب کا بکس اٹھایا اور تبلیغ و تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف ہو گئے اور مجلس کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دینا شروع کیں۔

مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ کی طرح آپ جماعت کے مبلغین حضرات کی پہلی صف میں شریک تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا احمد سعید دہلویؒ مفتی کفایت اللہؒ اور دیگر اکابرین آزادی کے دل و جان سے فدا تھے۔ ان کی زیارت و مجالس میں حاضری اور بیانات کو سننے کے لئے میلوں پیدل یا سائیکل پر دشوار گزار سفر کر کے جانا اپنے لئے قابل فخر گردانتے تھے۔ ذکر و فکر کی مجلسوں کی آبرو تھے۔ عابد زاہد متقی بزرگ تھے۔ مطالعہ کا از حد شوق تھا۔ قیمتی کتب جمع کرنے کا محبوب مشغلہ آخری وقت تک جاری رہا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے اوائل سے لے کر اپنے دم واپسیں تک ۴۵ سال وابستہ رہے۔ گرمی سردی دکھ سکھ کی پروا کئے بغیر جماعت کے تبلیغی نظام کو مخلصانہ مساعی سے جاری و ساری رکھا۔ امانت و دیانت کا پیکر تھے۔ خلوص و ایثار سے قدرت نے آپ کو قابل رشک حصہ عطا فرمایا تھا۔ چک ۲۶/۱۰ آر کچا کھوہ میں منتقل ہوئے تو صبح بچوں کو پڑھاتے اور دن چڑھے تبلیغ کے لئے نکل جاتے۔ یوں تعلیم و تبلیغ کا ساری زندگی سلسلہ جاری رکھا۔ علاقہ میں آپ کے شاگردوں کی خاصی تعداد آباد ہے۔ پٹھان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ جوانی کے زمانہ سے آپ کی صحت و جوانی رنگ و وجود کو دیکھ کر ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ عالم دین ذاکر عابد پٹھان گورا چٹا محنتی جسم سبحان اللہ! قدرت نے کیا کیا خوبیاں ان میں جمع کر دی تھیں اور مولانا مرحوم کا کمال دیکھو کہ ان

تمام خوبیوں کو دین اسلام کی ترویج اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے لٹا دیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں خانیوال' دہاڑی' میاں چنوں اور چیچہ وطنی کے دیہاتوں وشہروں میں کام کیا۔ گرفتار ہوئے۔ جیل کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں کو آباد کیا۔ ۹ ماہ تک جیل میں رہے۔ آپ پر جو مقدمہ دائر کیا گیا اس کی ایف آئی آر میں درج تھا کہ آپ نے ایک تقریر کی۔ اس میں ایک خواب سنا کر مرزا غلام قادیانی کی اہانت کی۔ تحریک ختم ہوگئی۔ رفقاء رہا ہوگئے۔ آپ پر مقدمہ باقی تھا۔ ضمانت پر رہائی آپ کی عظمت کے خلاف تھا۔ مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ جج نے خواب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا پیر خورشید احمد گیلانی خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی مجلس میں خواب سنایا تھا اور اس کی تعبیر پوچھی تھی۔ جج نے خواب پوچھا۔ آپ نے کہا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی کے حصہ اسفل پیٹھ کی جانب جائے مخرج سے گندگی جاری ہے۔ اونٹ جس طرح اپنے پیشاب اور مینگنیوں پر دم مار کر اس کو اردگرد بدتمیزی سے بکھیرتا ہے اسی طرح مرزا قادیانی جائے مخرج پر پیٹھ کی جانب الٹا اپنا ہاتھ مار کر چاروں طرف لوگوں پر اپنا تعفن وغلاظت بکھیر رہا ہے۔ حضرت پیر خورشید احمد مرحوم نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ مرزا قادایانی سراپا غلاظت تھا۔ وہ اپنی زبان وبیان' قلم وہاتھ سے بے دینی کی غلاظت زندگی بھر پھیلاتا رہا۔ خواب اور تعبیر سن کر جج کھکھلا اٹھا اور لکھا کہ خواب اپنی طاقت سے نہیں آتا اور اس کی تعبیر پوچھنا کوئی جرم نہیں۔ لہذا آپ بری۔ چنانچہ آپ رہا ہوگئے اور پھر تبلیغی میدان کا سفر شروع کردیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ مولانا زرین احمد خانؒ اس لحاظ سے بڑے نصیب والے تھے کہ آپ نے عالمی مجلس کے پلیٹ فارم سے کام شروع کیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر دم لیا۔ جو پودا لگایا تھا اسے اپنے خون جگر سے سینچا اور اس کے ثمرات سے امت کو بہرہ ور ہوتے دیکھا۔ جوانی میں آپ کے خطاب میں زیادہ تر فرق باطلہ کی تردید ہوتی تھی۔ آخری عمر میں وعظ کہتے ہیں۔ وعظ کے دوران میں آپ پر رقت طاری ہوجاتی خود روتے اور سامعین کو رلاتے تھے۔ یہی انداز حضرت مولانا گل شیر مرحوم کا تھا۔ آخر کیوں نہ ہوتا کہ

مولانا زرین احمد خانؒ بھی مولانا گل شیر مرحوم پر دل و جان سے فدا تھے۔عالمی مجلس کے سالانہ اجتماع ربوہ میں تشریف لے جاتے تو نام ونمود سے کوسوں دور ایک کونے میں پڑے کاروائی دیکھتے رہتے۔جب ساری دنیا سو جاتی یہ اٹھ کر اللہ رب العزت کے حضور جھولی پھیلا دیتے۔سال میں ایک بار اپنے علاقہ چھمب تشریف لے جاتے تو اٹک' بھکر' میانوالی وغیرہ کے علاقوں کا بھی دورہ فرماتے۔بالکل پرانی طرز کے بزرگ تھے۔ایک دفعہ جو اپنے لئے کام کی لائن متعین کر لی پھر ساری زندگی اس پر گامزن رہے۔اس دور میں تمام مبلغین ختم نبوت کے مربی ومحسن اور مشفق کا ان کو درجہ حاصل تھا۔ملکی حالات کی شکست وریخت کا منظر دیکھتے تو دل پیچ کر رہ جاتے۔عراق نے امریکہ کو للکارا تو پھولے نہ سماتے تھے فرماتے تھے کم ازکم کوئی مسلم ملک تو ہے جو امریکہ کو چبھتا ہے۔امریکہ کے ازلی ابدی دشمن تھے۔کیوں نا ہوتے کہ اپنے بزرگوں سے یہی سبق پڑھا تھا۔

تقریباً ہر ماہ دفتر مرکزیہ ملتان تشریف لاتے۔ان کے آنے سے دفتر میں بہار آجاتی۔رفقاء کو ملتے۔کام کی رپورٹ سنتے اور باغ باغ ہو جاتے۔وفات سے ایک یوم پہلے دفتر میں رہ کر گئے تھے۔معمولی درجہ کی تھکاوٹ و درجہ حرارت محسوس کرتے تھے۔مگر وہ عمر کا تقاضا تھا۔گھر گئے۔دن گزارا۔عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کی۔نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے۔ہاتھ میں تسبیح' زبان پر ذکر اور دل میں یاد الٰہی۔اس حالت میں معمولی درد ہوا اور دل ہار گئے۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔حافظ عبدالرشید کچاکھوہ کا کہنا تھا کہ زندگی بھر پچاس سالہ دور خطابت میں مولانا کے چہرہ پر جتنی رونق علم وعمل کی بہار اور پٹھانی جلال دیکھا تھا اس سے کہیں زیادہ وفات کے بعد چہرہ پر رونق تھی۔رخسار اور پیشانی پر خوبصورتی اور سرخی جھلک رہی تھی۔لبوں پر مسکراہٹ وتبسم تھی۔ایسے محسوس ہوتا تھا کہ راہی ملک عدم بڑے سکون و وقار آرام واطمینان و یکسوئی کے ساتھ اپنی آخری منزل کی جانب بڑھنے کے لئے تیار ہے۔جنازہ میں علاقہ کے ہزار ہا لوگوں نے شرکت کی۔۷مئی ۱۹۹۳ء جمعہ کے روز قبل از جمعہ رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔حق تعالیٰ شانہ انؒ کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان جیسی محنت وایثار کی ہمیں بھی توفیق بخشیں۔آمین!

(لولاک ۲۸مئی ۱۹۹۳ء)

۱۹......حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ

وفات......۲۸ اگست ۱۹۹۴ء

پاکستان کے مقتدر عالم دین' بزرگ رہنما' شیخ وقت' جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ' حافظ القرآن و الحدیث' شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مرحوم خان پور ضلع رحیم یار خان کے ایک قریبی دیہات ''درخواست'' میں پیدا ہوئے۔اس علاقہ میں ''دین پور شریف'' پاک و ہند کی معروف خانقاہ ہے' شیخ وقت حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ اس خانقاہ کے بانی تھے۔دین پور شریف کو تحریک آزادی میں دیوبند کے بعد دوسرا مقام حاصل تھا۔حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تحریک ریشمی رومال میں دین پور کو مرکزیت حاصل تھی۔حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسی خانقاہ شریف کے چشم و چراغ تھے۔شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ نے اسی خانقاہ سے کسب فیض حاصل کیا۔قطب وقت حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ حضرت میاں غلام محمدؒ کے جانشین اور اس خانقاہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔حضرت درخواستیؒ کو سن شعور میں قدم رکھتے ہی قدرت حق کے کرم و فضل سے اس خانقاہ کا ماحول میسر آگیا۔حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ کے زیر سایہ آپ نے تمام تر دینی تعلیم یہاں سے حاصل فرمائی۔حضرت میاں صاحبؒ کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا۔

آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی سندھ و ریاست بہاولپور میں تبلیغی و تعلیمی خدمات انجام دینا شروع کیں۔دین پور شریف کے قریب بڑا شہر خان پور ہے جو ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے۔یہاں پر آپ نے مخزن العلوم والفیوض کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا۔جوانی کا عالم تھا۔قدرت حق نے آپ کو دردمند دل سے نوازا تھا۔آپ کی شبانہ روز محنت و جگر سوزی سے مدرسہ نے دنوں میں مثالی ترقی کی۔پوری ریاست بہاولپور میں اس مدرسہ کو مرکزیت حاصل ہوگئی۔حضرت درخواستیؒ کی تبلیغی سرگرمیاں تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی شروع ہوگئیں۔جو دیکھتے ہی دیکھتے عروج حاصل کرگئیں۔آپ مخصوص حجازی لحجہ میں قرآن و حدیث کی تلاوت

کرتے' لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بلا مبالغہ گھنٹوں کھڑے ہو کر ایسی پر تاثیر تقریر فرماتے کہ لوگوں کی آہ و بکا فضا میں ارتعاش پیدا کر دیتی۔ آپ اسباق کے بعد باقی وقت علاقہ میں دور دراز کا پیدل یا سائیکل پر سفر کر کے تقریروں کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کی مقبولیت عنداللہ کا جوانی میں یہ عالم تھا کہ آپ برصغیر کے تمام اکابر علماء و مشائخ کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ' حضرت امیر شریعتؒ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ ایسے نابغہ روزگار شخصیات کے معتمد خصوصی سمجھے جاتے تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ تو آپ کے اتنے قدردان تھے کہ اسٹیج اور نجی محفلوں میں حضرت درخواستیؒ کی بہت تعریف فرماتے۔ ان کے علمی مقام سے لوگوں کو باخبر کرتے اور حضرت مرحوم کی طرف لوگوں کو کسب فیض کے لئے متوجہ فرماتے تھے۔ جوانی ہی میں قدرت نے آپ کو یہ مقام نصیب فرمایا تھا کہ حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد آپ متفقہ طور پر جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر منتخب ہوئے اور وفات حسرت آیات تک (نصف صدی سے بھی اوپر کے زمانہ میں) آپ جمعیت علماء اسلام پاکستان ایسی دینی و سیاسی جماعت کے امیر رہے۔

حضرت مولانا پیر خورشید احمد خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ' حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ' حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھویؒ حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ میاں چنوں والے ایسے اکابر و بزرگان دین کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایسے ہزاروں علماء کرام نے آپ کی قیادت باسعادت میں جمعیت علماء اسلام کے اسٹیج پر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ کا ایک سنہری اور انمٹ حصہ ہیں۔ خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف' ایوب خان کے زمانے میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور منکرین حدیث کے فتنہ کے خلاف' اسلام کی سربلندی کی تمام تر جنگ علمائے حق نے آپ کی قیادت میں لڑی۔ اسلامی نظام کے لئے جمعیت علماء اسلام کی تمام تر مساعی آپ کی توجہات عالیہ کی مرہون منت تھیں۔ مشرقی و مغربی پاکستان کا شاید و باید کوئی قصبہ ہو جہاں آپ نے تبلیغی سفر نہ فرمایا ہو۔

جگہ جگہ مدارس و مساجد کا قیام آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہاں پر مدرسہ بن جاتا۔ پاکستان کی کوئی دینی جماعت' کوئی دینی ادارہ ایسا نہیں جس کے لئے حضرت درخواستیؒ نے اپنا خون جگر پیش نہ کیا ہو۔ پاکستان میں دینی مدرسوں کا جال پھیلانے کے لئے قدرت نے آپ سے تجدیدی کام لیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے پورے ملک میں کام کیا' قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت امیر شریعتؒ مولانا ابوالحسناتؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دیگر اکابر کی گرفتاری کے بعد آپ نے تحریک کے الاؤ کو جلا بخشی۔

آپ نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرمائی' تغلق روڈ ملتان پر واقع دفتر ختم نبوت کا آپ نے سنگ بنیاد رکھا۔ پورے ملک میں ختم نبوت کی کوئی ایسی کانفرنس نہ ہوتی تھی جس میں آپ شریک نہ ہوتے ہوں۔ ایک دفعہ بہاولپور کی عید گاہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ مگر اس کے باوجود ہزاروں کی حاضری تھی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی دعوت پر آپ آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کانفرنس کے کارکنوں کو سمجھا دیا کہ عشاء کے بعد میری پہلی تقریر ہوگی۔ حضرت درخواستیؒ کو آپ گیارہ بجے اسٹیج پر لے آئیں تاکہ ان کا آخری بیان ہو سکے۔ کارکنوں نے حضرت درخواستیؒ کو وقت نہ بتایا۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ آج صرف میری تقریر ہے۔ کانفرنس میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر کی ابتدا میں آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ کے آنے پر ہمیشہ ہر جلسہ کی طرح اجتماع زیارت کے لئے اُمڈ پڑا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کو تقریر روکنا پڑی۔ آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فرمایا کہ حضرت آپ کی تقریر گیارہ بجے ہوگی۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ مجھے بہت ضروری باتیں ردِ قادیانیت پر کہنی ہیں۔ آپ چاہیں تو تشریف رکھیں۔ چاہیں تو گیارہ بجے تک آرام فرمائیں۔ حضرت درخواستیؒ اتنے بڑے آدمی تھے۔ لیکن مجال ہے کہ طبیعت میں ذرہ برابر تکدر آیا ہو۔ فرمایا! ہاں! آپ تقریر کریں۔ میں آپ کی تقریر سنوں گا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر لمبی ہوگئی۔ آپ گھنٹوں اسٹیج پر بیٹھے رہے اور پھر آخری

خطاب فرمایا۔اس قسم کے ہزاروں واقعات ہوں گے کہ آپ نے جاں گسل محنت فرما کر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مولانا عبدالرؤف جتوئیؒ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا پیغام دے کر خان پور بھیجا۔ پیغام سنتے ہی آپ بیماری کے باوجود لاہور کے لئے عازم سفر ہوگئے اور پھر حضرت بنوریؒ کے دست دبازو بن کر تحریک کے لئے پورے ملک میں سرگرم عمل ہوگئے۔۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کو بھٹو حکومت نے گرفتار کیا۔غرضیکہ دینی مدارس سے لے کر دینی تحریکات تک' قدرت باری تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی ذات گرامی کو قائدانہ شان کے ساتھ کام کرنے کی توفیق سے نوازا۔

آپ کے ہزارہا شاگرد علماء کرام ہیں جو اس وقت بھی پاکستان' بنگلہ دیش' حجاز مقدس وغیرہ میں خدمت دین کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔آپ اپنے مدرسہ میں رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر کا اہتمام فرماتے تھے۔ایک زمانہ تھا آپ کا دورۂ تفسیر قرآن پورے ملک میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ پون صدی تک حضرت درخواستیؒ بلاشرکت غیرے علماء حق کے قافلہ کے سرخیل رہے۔ جہاں آپ کے قدم پڑے وہاں پر اللہ رب العزت کی رحمت سے دین کے کام کو وہ ترقی ہوئی کہ!سبحان اللہ!

حضرت درخواستیؒ کو قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔آپ حدیث شریف کے حافظ کے طور پر پورے ملک میں جانے پہچانے جاتے تھے۔محبت و ایثار کا مجسمہ تھے۔ جب بھی ملک میں تبلیغی سفر پر نکلتے تو ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔اس میں دن و رات' گرمی و سردی' صبح و شام' سفر و حضر' شہر و دیہات کی پابندی نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے جفاکش' ایثار پیشہ علماء کرام تھک جاتے تھے۔مگر آپ کو قدرت نے ایسی مٹی سے بنایا تھا جس میں تھکاوٹ و آرام کا نام تک نہ تھا۔ایک وقت تھا کہ ہر جلسہ میں آپ بنیادی خطیب ہوتے تھے۔قدرت نے آپ کو یہ مقام محبوبیت بخشا تھا کہ آپ کے سامنے کسی بھی خطیب کا چراغ نہ جلتا تھا۔سادہ عام فہم تقریر فرماتے۔مگر اس میں اتنا اثر ہوتا تھا کہ گھنٹوں خود بھی روتے تھے اور لوگوں کو بھی رلاتے تھے۔

آپ جہاں جاتے بغیر اشتہار و اعلان کے ہزاروں کا اجتماع ایک عام سی بات سمجھی جاتی تھی۔ خیر القرون کے زمانہ کی روایات کے امین و حافظ تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنا دیا تھا اور آپ کی تمام تر خوبیاں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے وقف تھیں۔

حضرت مفتی محمودؒ کے بعد جمعیت علماء اسلام پاکستان انحطاط کا شکار ہو گئی۔ مفکر اسلام مفتی محمودؒ آپ کے دست و بازو تھے۔ ان کی وفات کا صدمہ اور بڑھاپا۔ جمعیت علماء اسلام جس کے لئے آپ نے اپنی جوانی لٹا دی تھی۔ اس میں بعض ناگفتہ بہ حالات پیدا ہو گئے۔ جنرل ضیاء الحقؒ کے زمانہ میں بعض مدارس نے زکوٰۃ کے نام پر سرکاری گرانٹ لینا شروع کر دی۔ اس کے بداثرات نے جمعیت علماء اسلام پاکستان کی پرشکوہ عمارت کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ یہ صدمات حضرت درخواستیؒ کے لئے سوہان روح بن گئے' بڑھاپا' قابل اعتماد رفقاء کی رحلت' جمعیت کا اختلاف' یہ صدمات حضرت درخواستیؒ کے لئے مستقل روگ بن گئے۔ جن حضرات کے ساتھ آپ نے کام کیا تھا اور اب جن سے پالا پڑا۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مشرق و مغرب کا فرق تھا۔ اجالے اور اندھیرے کا فرق تھا۔ دن رات کا فرق تھا۔ محتاط اور غیر محتاط کا فرق تھا۔ آپ کی حساس طبیعت نے ان حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ کنارہ کش ہو گئے۔ بیماریوں نے آپ کو گھیر لیا۔ سرگرمیاں محدود ہو گئیں۔ مگر بعض ''شخصے غلط کار'' لوگوں نے اس اختلاف میں بھی آپ کے نام کو غلط طور پر اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا۔ اس سے آپ کی ذات کو متنازعہ بنا دیا گیا۔ نادان لوگوں کی نادانی نے حضرت درخواستیؒ کی زندگی کے ان برسوں کو کربناک بنا دیا۔ آپ کی طبیعت ایسی بگڑی کہ سنبھالے نہ سنبھل سکی۔ ورثاء و شاگرد' ڈاکٹروں سے جسمانی بیماریوں کا علاج کراتے رہے۔ مگر آپ کے دل کا کانٹا کوئی نہ نکال سکا۔ یا حسرتا!

اتنا عظیم شخص' ماحول' رفقاء اور شاگردوں سے ایسا روٹھا کہ آپ کو منانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔ آپ کس قافلہ کے شخص تھے؟۔ اور اب کن لوگوں سے واسطہ پڑ گیا تھا؟۔ آپ کی زندگی میں جمعیت کو متحد کرنے کی ایک کوشش بھی ہوئی۔ بظاہر اتحاد ہو بھی گیا۔ مگر بعض ایسے لوگوں کو یہ گھڑی قیامت معلوم ہوئی۔ وہ اپنی قیادت کے حصار سے باہر نکلنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس

کوشش کی پر انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ پھر وہی تھوکا فضیحتی۔ اس سے آپ کی طبیعت مزید نڈھال ہوگئی۔ اس انتشار کے بعد آپ نے عام اجتماعات میں جانا چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہئے کہ آپ کا دل بھر گیا۔ نہیں بلکہ یوں تعبیر زیادہ مناسب ہوگی کہ آپ کا دل بجھ گیا۔ بعض مخلص نیازمند کبھی کبھار اصرار کر کے بخاری شریف کے ختم کے موقع پر آپ کو لے جاتے۔ آپ بیان بھی فرماتے مگر آپ کا دل ماحول سے اتنا زیادہ دکھی تھا کہ طبیعت میں انشراح نہ ہوتا۔ آنسو بہاتے۔ صبر ایوب علیہ السلام کے وارث! تیری عظمت کو سلام۔ مجال ہے کہ کبھی اپنے دل کے زخم کا کسی کے سامنے اظہار کیا ہو۔ مگر بایں ہمہ آپ کے بے اختیار آنسو آپ کے درد دل کی چغلی ضرور کھاتے تھے۔

مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے جلسہ ختم بخاری میں آپ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی دعوت پر ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نئے مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ میں تشریف لائے۔ بیماری و کمزوری کے باوجود حضرت امیر شریعتؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا محمد حیاتؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ حضرت مولانا تاج محمودؒ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا کچھ ایسے انداز سے تذکرہ کیا کہ شبہ ہوتا تھا کہ کہیں آپ کو دل کی تکلیف نہ ہو جائے۔ ان کا تذکرہ کرتے کرتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے تذکرہ پر تو بہت ہی زیادہ طبیعت بے قابو ہوگئی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ دعائیں دیں۔ گھنٹہ بھر یہ روحانی ووجدانی کیفیت کی حامل مجلس جاری رہی۔ آپ نے ایک موقع پر اپنے صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن درخواستی کے ذریعہ اپنے درد دل کے علاج (علماء کے) اتحاد کے لئے حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کو خان پور بھی بلوایا۔ دونوں بزرگ گھنٹوں سوچ و بچار کرتے رہے۔ مگر مشکلات پر قابو پانے کی کوئی راہ نہ نکل سکی۔

اس کے بعد ایک دفعہ آپ انتہائی علالت کے باوجود رحیم یار خان کی ختم نبوت کانفرنس میں تشریف لائے۔ اپنے شاگرد مبلغین کی سرپرستی فرمائی۔ مجلس کے کام کی تعریف کی۔ حضرت

اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کو ڈھیروں دعائیں دیں۔ رمضان المبارک میں علاج کی غرض سے آپ کو بہاولپور لایا گیا۔ فقیر راقم عیادت کے لئے بہاولپور جماعت کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی کی معیت میں حاضر ہوا۔ آپ کو دیکھا تو دل دھک دھک کرنے لگا۔ عظمت رفتہ کی نشانی' یاد گار اسلاف' حافظ القرآن والحدیث کی نقاہت و کمزوری پر دل سے ہوک سی اٹھی کہ اے کاش! رفقاء اکٹھے ہو جائیں تو حضرت کے درد دل کا علاج ہو جائے۔ ان کی وفات کے بعد بھی اگر یہ حضرات متحد ہو جائیں تو قبر مبارک میں ان کے لئے تسکین روح کا مزید سامان ہو جائے۔ آپ کو ملتان لایا گیا۔ چند دن ملتان میں زیر علاج ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پابندی سے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ وہاں سے آپ کو کراچی لایا گیا۔ آپریشن بھی ہوا۔ غالباً یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ واپس گھر خان پور تشریف لائے تو طبیعت گرتی ہی چلی گئی۔

قارئین کرام! خدا گواہ ہے کہ فقیر راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خدمت حدیث کے باعث آخر وقت تک قدرت نے آپ کو حافظہ کی نعمت کا پورا پورا حصہ دیا تھا۔ بولنے میں گو تکلیف ہوتی تھی۔ مگر طبیعت پر جبر کر کے جب بولتے تو علم و فضل' حکمت و دانش کے موتی ایسے لٹاتے کہ مجال ہے کہ حافظہ پر بیماری کا ذرہ برابر اثر معلوم ہوتا ہو۔ خدمت حدیث کی زندہ کرامت کا یہ نظارہ میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔

نویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے فقیر راقم کا انگلینڈ جانا ہوا۔ وہاں سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں عمرہ کے بعد امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' حضرت صاحبزادہ طارق محمود' حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی اور صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ کے ہمراہ قیام تھا۔ حافظ صاحبؒ نے دفتر ختم نبوت ملتان فون کیا۔ جواں سال صاحبزادہ حضرت حافظ قاری محمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ جالندھری نے فون پر یہ افسوسناک اطلاع دی کہ حضرت درخواستیؒ کا وصال ہو گیا ہے اور کل آٹھ بجے ان کا جنازہ ہو گا۔ ظہر کی نماز کے بعد حرم مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے حاضرین سمیت چشم پرنم سے دعا کرائی۔

۲۸ اگست ۱۹۹۴ء کو صبح چھ بجے حضرت درخواستیؒ کا وصال ہوا۔ ۲۹ اگست کو آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دین پور شریف میں مدفون ہوئے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان' دینی جماعتیں' مدارس و ادارے اور علماء دیوبند کا ہر شخص اپنے محسن و مربی سے محروم ہو گیا۔

حضرت درخواستی نور اللہ مرقدہ نے ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک سو پانچ سال کی عمر پائی۔ آپ کی وفات علم و فضل کی وفات ہے۔ آپ کے ورثاء' شاگرد' جمعیت علماء اسلام پاکستان کی قیادت سمیت ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت اقدس میاں سراج احمد دین پوری مدظلہ مسلم لیگ سے اتنے دل برداشتہ ہیں کہ وہ اس کے مقابلہ میں نسبتاً بے نظیر بھٹو کو بہتر گردانتے ہیں۔ اور حضرت درخواستیؒ لیگ اور پی پی دونوں کو ایک سکہ کے دو رخ قرار دیتے تھے۔ اتنی سی بات کو میرے ایسے کوتاہ قامت لوگوں نے اتنے پر لگائے کہ دونوں بزرگوں میں بظاہر بعد پیدا ہو گیا۔ مگر حضرت درخواستیؒ کی عظمت کو سلام! کہ آپ اپنی بیماری کے آخری دنوں میں اپنی بیمار و کمزور جان کو خان پور سے دین پور شریف لے گئے۔ دین پور کے سجادہ نشین حضرت میاں سراج احمد دین پوری نے اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ دونوں بزرگوں کی رنجش دور ہوئی۔ دونوں بزرگوں پر گریہ کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ہر شخص آبدیدہ ہو گیا۔ حضرت درخواستیؒ دین پور شریف کے ایک ایک دروازہ پر گئے اور کہا سنا معاف کرایا۔ قبرستان میں حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ حضرت میاں عبدالہادی پوریؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے مزارات پر حاضری دی۔

حضرت درخواستیؒ کے اس اقدام اور حضرت میاں سراج احمد دین پوری صاحب کی اکابر شناسی کے باعث خان پور اور دین پور کا بعد دور ہوا اور ایسا دور ہوا کہ آج حضرت درخواستیؒ وفات کے بعد اپنے جنازہ کو رفقاء کے کندھوں پر لے جا کر دین پور شریف گئے اور ایسے گئے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں اپنے اکابر کے قدموں پر اپنے دل کا علاج تلاش کر لیا۔ اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میٹھی اور سکھ کی نیند سو رہے ہیں۔

(ہفت روزہ ختم نبوت ۱۹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

۲۰......حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحبؒ

وفات......۲۸ جولائی ۱۹۹۵ء

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ ایڈیٹر ہفت روزہ المنبر فیصل آباد ایک عبقری انسان تھے۔ قدرت نے ان کے پہلو میں حساس دل رکھا تھا۔ امت مسلمہ کی پریشانی پر وہ پریشان ہوجایا کرتے تھے۔ اس کے حل کے لئے وہ اس وقت تک بے چین رہتے جب تک وہ اسے حل نہ کرا لیتے۔ یا یہ کہ جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ نہ کر گزرتے۔ فقیر راقم الحروف کا ۱۹۶۷ء میں لائل پور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے طور پر تقرر ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمودؒ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ حضرت مولانا محمد صدیقؒ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ تحریکی اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ علمی میدان میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرگرم تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ نے تبلیغ کا محاذ سنبھال رکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد صدیقؒ تدریس' مناظرہ اور انتخابی سیاست کے شناور تھے۔ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ دونوں آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔

ان حضرات کا باہمی ربط' میل وجول قابل رشک تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دیوبندی' بریلوی جنگ کا سیز فائر ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک تلخی کی گرد نہ بیٹھی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمودؒ اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اتحاد بین المسلمین کے لئے مقامی اور قومی سطح پر کوشاں تھے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن دل و دماغ کے اعتبار سے بہت ہی وسیع المشرب تھے۔ زندگی بھر وہ جامع مسجد جناح کالونی میں دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا کی یہ خوبی تھی کہ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ صبح سے شام تک ان کا تمام وقت کمپیوٹرائز ہوتا تھا۔ نماز میں تکبیر تحریمہ اور صف اول کی پابندی کے خوگر تھے۔ گرمی' سردی' معمولی بیماری' بارش اور آندھی ان کے نزدیک کوئی عذرات نہ تھے۔ وہ مسجد میں قدم رکھتے۔ جماعت کھڑی ہو جاتی۔ گویا ان کا ایک ایک قدم بھی ضابطہ کا پابند تھا۔

حضرت مولانا نے اپنی زیر ادارت ہفت روزہ المنبر کا اجراء کیا۔ تمام تر اشاعتی مشکلات

کے باوجود اس کی اشاعت میں تسلسل کو قائم رکھا۔ان کے رسالہ کے زیادہ تر موضوعات' حالات حاضرہ پر قوم کی رہنمائی۔ ان پر بے لاگ تبصرہ وتجزیہ۔تعلیمی میدان میں امت کی رہنمائی۔ اتحاد بین المسلمین' مسئلہ ختم نبوت اور منکرین ختم نبوت کا علمی وواقعاتی تعاقب واحتساب تھے۔ یہ اس رسالہ کا طرہ امتیاز تھا۔حضرت مولانا موصوف دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' حنفی نزاعات پر باالکل نہ لکھتے تھے۔ ہاں کبھی ماحول کی تلخی دیکھ کر فریقین سے اصلاح احوال کے لئے ضرور خامہ فرسائی کرتے تھے۔

اسلامیان فیصل آباد پر مولانا کا یہ عظیم احسان ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کو آپ نے فیصل آباد میں بلایا۔ان کے علاوہ دیگر ملکی وغیر ملکی تعلیمی مذہبی شخصیات کو انہوں نے اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد میں بلا کر ان کے خیالات سے اسلامیان فیصل آباد کو بہرہ ور کیا۔ آپ ایک سچے دردمند عالم دین تھے۔آپ نے قادیانیوں کے خلاف صدائے حق بلند کی۔لیکن اس میں بھی شائستگی اور دعوت وانذار کے پہلو کو نمایاں رکھا۔آپ نے ''قادیانیوں سے پہلا خطاب'' کے نام پر ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔جو ان کی تقاریر کے نکات پر مشتمل تھا۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔تحریک کے یوم اول سے یوم فتح تک مسلسل تین ماہ انہوں نے اپنے اوپر خواب وخور حرام کر کے اس کے لئے کام کیا۔آپ کی خدمات وشخصیت کے پیش نظر آپ کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا رکن رکین بنایا گیا۔آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ آپ کی رائے کو بڑے احترام سے سنتے اور اسے دل میں جگہ دیتے تھے۔مولانا بہت زرخیز دماغ کے آدمی تھے۔مشکل اور آڑے وقت میں حالات کا تجزیہ کر کے ایسی تجاویز لاتے جو حاصل مجلس ہوا کرتی تھیں۔آپ تجاویز کے بادشاہ تھے۔جس موضوع پر گفتگو کرتے اس کی ایک ایک جزئی تک کی تفصیل سے پردہ اٹھاتے۔مثلاً اس بات کی تین قسمیں ہیں۔تیسری قسم چار صورتوں سے خالی نہیں۔چوتھی صورت کی پانچ وجہیں ہوسکتی ہیں۔پانچویں وجہ کو آپ گیارہ حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ظاہر ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی تقسیم در تقسیم سے جو آپ نتیجہ نکالتے گویا صورت حال کا عرق کشید دیتے تھے۔بایں ہمہ گفتگو اتنی مربوط ہوتی تھی

کہ اس سے کوئی اکتاہٹ نہ ہوتی تھی۔ ہر بات کو وہ اس طرح چھلنی میں چھان دیتے تھے یا اس کا ایسا الٹراساونڈ کر دیتے تھے کہ اس سے بہتر تشخیص و تجویز نہ ہوسکتی تھی۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ صحیح معنی میں مزاج شناس اور حکیم تھے۔ ان کی باتیں حکمتوں کے موتی اور ان کے مشورے جواہر پارے ہوتے تھے۔ حضرت مولانا نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جس قائدانہ شان سے ملک وقوم، عوام وحکمرانوں کی رہنمائی کی وہ آپ کی بالغ نظری کی دلیل ہے۔ آپ نے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے۔ عوام میں تحریک کی روح کو پھونکا۔ مرکزی ومقامی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان تمام تر کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک ایسی خدمت کی اللہ رب العزت نے آپ کو توفیق بخشی جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ نے قادیانی عقائد ونظریات کے اصل کتابوں سے حوالجات کی فائل (محضرنامہ) تیار کیا۔ قادیانی کتب کے فوٹو لے کر قومی اسمبلی کے تمام اراکین تک پہنچائے۔ گویا پوری امت کی طرف سے اس نوعیت کا فریضہ سرانجام دیا کہ تمام ممبران قومی اسمبلی تک قادیانی کتب کے مندرجات کو دیکھنے کی رسائی ہوگئی۔ یہ کام آپ کا بڑا وقیع بھی تھا اور منفرد بھی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحبؒ کے بعد جناب جنرل ضیاء الحق صاحبؒ تشریف لائے۔ آپ نے موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ ان تک رسائی حاصل کی اور اپنی اجلی سیرت وبلندی کردار کے باعث جنرل صاحب کے دل میں اتر گئے اور پھر قومی مسائل میں ان کی جس طرح آپ نے دینی رہنمائی کی وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے لئے جنرل محمد ضیاء الحق صاحبؒ کو قائل کرنے میں آپ نے بڑا موثر کردار ادا کیا۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کا قلب آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ جس صاف گوئی سے وہ کام لیتے وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ جس سے ناراض ہوں فوراً چہرہ بتادیتا تھا کہ اس سے قلب میں تکدر ہے۔ جس پر راضی ہوں اس پر مہربانی کی برسات برسا دیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ بڑے مردم شناس تھے۔ ان میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ وضع دار ضرور تھے۔ پوری زندگی وضع داری میں گزار دی۔ مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر آپ ضرور تشریف لاتے۔ ان کے خطاب کو بڑے احترام سے سنا جاتا۔ گھن گرج، جوش وخروش، ترنم وشاعری

سے ان کا خطاب خالی ہوتا تھا۔ سادہ بے تکلف گفتگو کرتے تھے اور دل موہ لیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کے رسالہ المنبر کے احتساب نے چناب نگر کے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ المنبر کا ہر شمارہ قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے زمین کو لوہے کے توے سے زیادہ گرم کر دیتا تھا۔ قادیانی تگنی کا ناچ ناچنے لگ جاتے اور اول فول پر اتر آتے تھے۔ لیکن حکیم صاحبؒ نے کبھی ان کے اول فول کی پرواہ نہ کی۔ اپنا فرض ادا کئے گئے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے بعد قلمی طور پر اہل حدیث مکتب فکر سے حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ حکیم صاحبؒ تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کے قدردان تھے۔ خود فقیر راقم الحروف چشم دید گواہ ہے کہ حضرت حکیم صاحبؒ نے جس طرح حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا دل و جان سے احترام کیا اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ ایک صاف دل و دماغ، اجلی سیرت اور بلند کردار انسان تھے۔ دھان پان جسم تھا۔ لکھنوی مزاج تھا۔ گفتگو میں احتیاط۔ ہر بول تول کر بولتے اور ہر قدم پھونک کر رکھتے اور سوچ کر اٹھاتے تھے۔ ان کی مربوط گفتگو دل لبھانے والی ہوتی تھی۔ شہد سے میٹھی رسیلی گفتگو کرتے تھے۔ تکلف سے کوسوں دور ہونے کے باوجود اجلا لباس آپ کی وضع داری کی علامت یا شخصیت کی پہچان تھا۔ قراقلی ٹوپی، سفید لمبی داڑھی، نورانی چہرہ، سفید لباس، چلتے تھے تو علم کا وقار قائم ہو جاتا تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ کیا خوبیوں کے مالک تھے۔

مجالس میں اختلاف رائے کے جلال کو بھی فقیر نے دیکھا۔ لیکن اس میں اپنے موقف کی حقانیت ضرور ہوتی تھی۔ کسی مسلمان کی دلآزاری نہ ہوتی تھی۔ آج مخاصمت و مجادلہ کے دور میں ان لوگوں کو تلاش کرنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی مشکلات آسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں آسانیاں اور راحتیں دی تھیں۔ انہوں نے محنت کر کے رزق حلال کمایا اور مخلوق خدا اور امت مصطفیٰ کی خدمت کی۔ وہ دین کے سپاہی اور ملک کے پہرہ دار تھے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فرائض سے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین! (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۵ھ)

۲۱...... جناب صوفی احمد بخش چشتیؒ

وفات...... ۲ اپریل ۱۹۹۷ء

پاکستان کے نامور نعت خواں جناب صوفی احمد بخش چشتیؒ ۲ اپریل کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

محترم جناب صوفی احمد بخش چشتیؒ ملک عزیز کے نامور نعت خواں تھے۔ قدرت نے ان کو بلا کا گلا دیا تھا۔ وہ لحن داؤدی سے مجمع پر سحر طاری کر دیتے تھے۔ وضع دار و خود دار طبیعت کے مالک تھے۔ دوستی نبھانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ قدرت نے ان کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ زندگی بھر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی مدح سرائی کرتے رہے۔ کراچی سے خیبر تک ان کی آواز کے جادو نے عوام اہل سنت کو عشق رسالت مآب ﷺ کے جذبہ سے سرشار کیا۔

چند سال ہوئے حج وعمرہ کی سعادت حاصل کی۔ گزشتہ دس سالوں سے ملہوآنہ موڑ ضلع جھنگ کے قریب رہائش اختیار کی۔ یہیں مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ ملک بھر میں آپ کا ایک حلقہ احباب تھا۔ اپنے بیٹوں میں سے دو کو قرآن مجید کا حافظ و قاری بنایا۔ ایک کو نعت گوئی کے فریضہ سے آشنا کیا۔

غرض مختلف جہتوں سے دین کی خدمت پر زندگی بھر قائم رہے۔ پہلے دو بار معمولی سا دل کا دورہ ہوا۔ مگر اس آخری دورہ نے جسد و جان کا رشتہ منقطع کر دیا۔ ہزاروں رفقاء کو سوگوار چھوڑ کر آخرت کو سدھار گئے۔

حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت کے مستحق ہوں۔ (لولاک صفر ۱۴۲۱ھ)

۲۲......حضرت مولانا عبدالوحیدؒ

وفات......مئی ۱۹۹۷ء

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز اور خانقاہ عالیہ ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ کا گزشتہ دنوں وصال ہوا۔

مرحوم خانقاہ رائے پور کی باقیات صالحات میں سے تھے۔ انتہائی منکسر المزاج بزرگ عالم دین تھے۔ دنیا کی قیل وقال سے کوسوں دور رہتے۔ ہر وقت یاد الٰہی سے دل کی دنیا کو آباد رکھنے والے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے رشتہ میں بھانجے اور تعلق میں خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت رائے پوریؒ کی صحبت ونظر شفقت نے آپ کو کندن بنادیا تھا۔

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے دور امارت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ سرگودھا سے فیصل آباد آتے جاتے جامع مسجد ومدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں ضرور قدم رنجہ فرماتے۔ ڈھیروں دعاؤں سے خدام کو نوازتے۔ بڑی مسکین طبیعت اور غنی دل کے مالک تھے۔ اکابر سے محبت۔ چھوٹوں سے شفقت کا معاملہ کرتے۔ ان کا وجود قدرت حق کا عطیہ تھا۔ ان کا وصال امت مسلمہ اور اسلامیان پاکستان بالعموم اور خانقاہ رائے پور کے متعلقین ومتوسلین کے لئے بالخصوص بہت بڑا سانحہ ہے۔

موت برحق ہے۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے؟ مگر بعض حضرات کی وفات سے خیر وبرکت کا جو ایک باب بند ہوجاتا ہے۔ وہ بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ ان کے جنازہ میں علاقہ کے عوام اور پنجاب بھر کے علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ، تبلیغی جماعت کے بزرگ بھائی عبدالوہاب اور کئی دیگر حضرات نے شرکت کی۔ جنازہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا نذیر احمدؒ نے پڑھایا اور حضرت مرحوم کو خانقاہ ڈھڈیاں میں رحمت حق کے سپرد کردیا گیا۔ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے صبر وشکر کی فراوانی کا سامان فرمائیں۔ آمین! (لولاک صفر الخیر ۱۴۱۸ھ)

۲۳......حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ

وفات......۱۳ مئی ۱۹۹۷ء

بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ ۱۳ مئی ۱۹۹۷ء بمطابق ۵ محرم ۱۴۱۸ھ کو واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

موصوف حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے مجاز تھے۔ زندگی بھر تبلیغ وترویج اسلام اور تردید فرق باطلہ میں مصروف عمل رہے۔ قران مجید کی تفسیر لکھی۔ تصوف پر کئی مفید کتابچے تحریر فرمائے۔ رحمت کائناتﷺ نامی کتاب سیرت النبیﷺ پر تحریر فرمائی۔ حضرت مدنیؒ کے سوانح پر کتاب لکھی۔ قرآن مجید کے ماہنامہ اور ہفتہ واری درس کے کئی حلقے قائم کئے۔ عرصہ تک الارشاد ماہنامہ اٹک سے شائع کرتے رہے۔ رد قادیانیت پر کئی مفید کتابچے آپ کے قلم حقیقت رقم سے منصۂ شہود پر آئے۔

محافل ذکر وفکر کی رونقوں کو دوبالا کیا۔ بلاشبہ ہزاروں خلق خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ اس وقت کرہ ارض پر اللہ رب العزت کے مقبول بندوں میں سے ایک تھے۔ عمر بھر مسلک حق مسلک اعتدال پر قائم رہے۔ افراط وتفریط سے مبرا تھے۔ ان کو دیکھ کر دل یاد الٰہی سے معمور ہو جاتا تھا۔ عمر بھر جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی نہ صرف تحسین فرماتے تھے۔ بلکہ دعاؤں اور سرپرستی سے نوازتے تھے۔ کئی بار چنیوٹ وچناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرمائی۔ ان کا وجود اس دھرتی پر رحمت حق کو متوجہ کرنے کا ذریعہ تھا۔ عاش سعید آ ومات سعیدا! کے مصداق تھے۔

جامع مدنیہ اٹک اور نیک اولاد' ہزاروں مرید' بیسیوں تصانیف ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں۔ آمین! (لولاک صفر الخیر ۱۴۱۸ھ)

۲۴......حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ

وفات......مئی ۱۹۹۷ء

نظام الدین دہلی کی آبرو' تبلیغی جماعت کے بزرگ رہنما' عالمی مبلغ و داعی' حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری گزشتہ دنوں وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !حضرت موصوف لاکھوں بندگان خدا کی ہدایت کا باعث بنے۔ عمر بھر تبلیغ اسلام کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف دہلویؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے بعد تبلیغی جماعت کے عالمی تبلیغی نظام کو جس خوبصورتی کے ساتھ آگے بڑھایا یہ ان کا حصہ تھا۔ بڑے ہی کامیاب مبلغ و داعی تھے۔ ان کی خطابت کے چرچے عرصہ تک رہیں گے۔ وہ کیا گئے ایک دنیا سونی ہوگئی۔ اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائیں اور آپ کے صدقہ جاریہ تبلیغی جماعت کو تا قیام قیامت قائم و دائم رکھیں۔ آمین! (لولاک صفر الخیر ۱۴۱۸ھ)

۲۵......حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ شہیدؒ

شہادت......۲۳ مئی ۱۹۹۷ء

شاہ کوٹ ضلع شیخ پورہ کے معروف عالم دین' متبع سنت' عالم باعمل حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ جمعہ ۲۳ مئی ۱۹۹۷ء فیصل آباد میں دہشت گردوں کے ہاتھوں مظلومانہ شہادت سے دو چار ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !بلاشبہ ان کی شہادت ایک صالح نوجوان عالم دین کی شہادت ہے۔ جامعہ رشیدیہ کے فاضل حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ کے شاگرد اور جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ کے صدر مدرس تھے۔ بہت ہی مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔ ان کی مظلومانہ شہادت' ظالم دہشت گردوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔ ان کا گزشتہ ماہ ماہنامہ صیانۃ المسلمین لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا۔ شیعہ' سُنی رہنماؤں سے اکرام مسلم کے نام پر امن کی اپیل کی۔ امن کے خواہاں کو تڑپا کر دہشت گردوں نے اپنا ارماں تو ضرور پورا کرلیا ہوگا۔ لیکن ان کا لہو رائیگاں نہیں جائے گا۔ ان کی شہادت نے کئی دکھ تازہ کر دیئے۔ اللہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین! (لولاک صفر الخیر ۱۴۱۸ھ)

۲۶..... حضرت مولانا عبدالہادی شیخوپوریؒ

وفات..... مئی ۱۹۹۷ء

حضرت امیر شریعتؒ کے فدائی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مبلغ حضرت مولانا محمد احمد ساکن میاں علی کے جواں سال صاحبزادے حضرت مولانا عبدالہادی کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالہادیؒ ایک حق گو نڈر و بے باک عالم دین تھے۔عمر بھر اسلامی نظام کے نفاذ اور کفر کی تردید میں کوشاں رہے۔جامعہ محمودیہ و جامعہ توحیدیہ شیخوپورہ کے پلیٹ فارموں سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے بیعت تھے۔جمیعت علمائے اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقاصد کے لئے عمر بھر' بھرپور محنت کی۔

آپ گزشتہ کچھ عرصہ سے شوگر کے مرض میں مبتلا ہوئے۔مگر بایں ہمہ اپنے معمولات کو جاری رکھا۔وفات کے دن بھی شیخوپورہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما کر اپنے گاؤں میاں علی آئے۔طبیعت ناساز ہوئی۔بلاوا آیا اور یہ کوچہ جاناں کو چل دیئے۔ (لولاک صفرالخیر ۱۴۱۸ھ)

۲۷..... حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

وفات..... ۴مئی ۱۹۹۷ء

لکھنؤ سے آمدہ اخباری اطلاعات کے مطابق عالم اسلام کے عظیم سکالر و راہنما حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مرحوم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مجاز صحبت تھے۔پون صدی سے زائد کے طویل عرصہ پر آپ کی گراں قدر خدمات دینیہ کی عظیم الشان و قابل فخر روشن و درخشندہ تاریخ پھیلی ہوئی ہے۔آپ ایک اعلیٰ پایہ کے عالم دین' مناظر و محدث اور صاحب قلم تھے۔مختلف موضوعات پر آپ کی بیسیوں عظیم الشان تصانیف ہیں۔

ردقادیانیت پر آپ کے تین مختصر مگر جامع رسائل ہیں۔ قادیانی غیر مسلم کیوں؟' قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ اور حیات ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ ان کے علاوہ فن حدیث پر آپ کی جامع منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جس کا نام ''معارف الحدیث'' ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن اور ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کے ایڈیٹر تھے۔ آپ کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ آپ کی ذات سے قدرت نے بڑی خیر وبرکت وابستہ فرمائی تھی۔ ان کا وصال موت العالم موت العالم ! کا صحیح مصداق ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی شایان شان ان کے ساتھ معاملہ فرمائیں۔

حضرت مولانا مرحوم کے تمام عزیز' شاگرد' دارالعلوم دیوبند کے وابستگان' بلکہ پورا عالم اسلام بجا طور پر تعزیت کا مستحق ہے۔ (لولاک محرم الحرام ۱۴۱۸ھ)

۲۸......حضرت مولانا قاری شہاب الدینؒ

وفات......۳۰ جولائی ۱۹۹۷ء

سلسلہ نقشبندیہ کے روحانی بزرگ' عالم دین' حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز' مدرسہ امینیہ سرگودھا کے بانی و مدیر اور ہزاروں دلوں کی دھڑکن حضرت مولانا قاری شہاب الدینؒ ۲۹ اور ۳۰ جولائی کی درمیانی شب رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت قاری صاحبؒ ایک عرصہ سے وجع قلب کے مریض چلے آرہے تھے اور اس سے پیشتر کئی باران پر اس مرض کا حملہ ہو چکا تھا۔ مگر اس بار کا حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ حضرت قاری صاحبؒ نہایت کم آمیز وکم گو اور خاموش طبع تھے۔ شہرت وناموری سے کوسوں دور تقویٰ وطہارت میں اپنے اسلاف واکابر کی روایات کے امین تھے۔

حضرت قاری صاحبؒ کا زمانہ طالب علمی سے سرگودھا سے تعلق شروع ہوا اور تادم واپسی قائم رہا۔ حضرت قاری صاحبؒ قریب قریب ۱۹۶۲ء میں جامع مسجد بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں واقع جامعہ سراج العلوم میں درجہ سابعہ یعنی مشکوٰۃ شریف کی تعلیم کے لئے داخل ہوئے تو

اسی اثناء میں سرگودھا کے بلاک ۱۶ کی جامع مسجد سے حضرت مولانا وفاء اللہ صاحب فاضل دیوبند نے امام و خطابت سے معذرت کر لی۔ ان کی جگہ حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحبؒ کو جو ابھی مشکوٰۃ کے طالب علم تھے بحیثیت امام و خطیب مقرر کیا گیا۔ حضرت قاری صاحبؒ نے نہ صرف اپنے اساتذہ کے اعتماد کو بحال رکھا۔ بلکہ علاقہ کی فضاء بدل دی اور رفتہ رفتہ قاری صاحبؒ کی طرف لوگوں کا رجوع بڑھنا شروع ہوا۔

اسی اثناء میں جامعہ سراج العلوم کے شیخ الحدیث اور جامعہ امینیہ دہلی کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا خدا بخش بھیرویؒ نے جامعہ سراج العلوم سے استعفیٰ دے کر از راہ شفقت اپنے لائق و فائق شاگرد کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے ان کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا اور مدرسہ امینیہ دہلی کے نام پر مدرسہ امینیہ سرگودھا کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم فرمائی۔ جس کے وہ خود مہتمم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی صاحب ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ان دو اکابر نے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۴ء تک مل کر گلشن نبوی کی خوب خوبی آبیاری کی اور تعلیم و تدریس کے میدان میں مدرسہ کو اپنے علاقہ کے معیاری مدارس کی صف میں لا کھڑا کیا۔

تا آنکہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر اسٹیشن پر قادیانی غنڈوں نے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے نہتے مسلمان طلباء پر حملہ کیا۔ ملکی حالات کا دھارا یکسر بدل گیا اور حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب نے مدرسہ کی تدریس و نظامت پر ناموس رسالت کے تحفظ کی خدمت کو ترجیح دی اور اپنی خدمات مکمل طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سپرد کر دیں۔ مدرسہ کے ساتھ باقاعدہ تدریس و نظامت کے تعلق کے بجائے تاحیات سرپرستی اور مشاورت کا تعلق برقرار رکھنے کے وعدہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور سرگودھا کے قادیانی جغادریوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ اب سرگودھا میں مدرسہ امینیہ کے ساتھ ساتھ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی تبلیغ اسلام و اشاعت دین میں ایک مضبوط قوت بن کر سامنے آ گئی۔ (لولاک جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ)

۲۹......حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ شہیدؒ

شہادت......۲ نومبر ۱۹۹۷ء

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے مہتمم، شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے جانشین، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ، عالم اسلام کے عظیم مفکر و محدث حضرۃ العلام مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار ۲ نومبر ۱۹۹۷ء بمطابق یکم رجب المرجب ۱۴۱۸ھ بروز اتوار دن کے ۱۲ بج کر پچاس منٹ پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلہ پر دہشت گردی کی واردات میں شہید ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

ان کے ساتھ شہید ہونے والوں میں جامعہ کے ناظم مفتی عبدالسمیع اور محمد طاہر ڈرائیور بھی شامل ہیں۔ جبکہ ان کے ایک اور ساتھی قاری بشیر احمد نقشبندی شدید زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ اچانک رونما ہوا۔ جس شخص نے خبر سنی سکتہ میں آ گیا۔ ملک بھر میں صف ماتم بچ گئی۔ ان کی شہادت ان کے لئے بلاشبہ نجات اخروی ہے۔ وہ سرخرو ہوگئے۔ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لیکن ان کے جانے کے بعد جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ مدتوں پر نہ ہو سکے گا۔

وفاق المدارس اور دیگر اسلامی تنظیموں نے اس افسوسناک بربریت پر شدید احتجاج کیا۔ ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ جگہ جگہ ملک بھر میں قرآن خوانی کر کے ان کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ دہلوی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ خداداد صلاحیتوں اور بے پناہ حافظہ۔ متانت و سنجیدگی اور دینی علوم میں گہری نظر کی خوبیوں کو دیکھ کر حضرت بنوریؒ ایسے محدث نے آپ کو اپنا داماد بنالیا۔ حضرت بنوریؒ کے زمانہ میں جامعہ کے شعبہ تحقیق و تصنیف کے انچارج تھے۔ ان کی وفات کے بعد جامعہ کے نائب مہتمم بنائے گئے اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کے بعد جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ اہتمام سنبھالتے ہی جامعہ کو وہ عروج بخشا کہ اکابر کی ارواح خوش ہوگئیں۔ جس طرح بلا کے ذہین تھے اسی طرح اعلیٰ درجہ کے منتظم ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنے وجود سے اکابر کے خلاء کو محسوس نہ ہونے

دیا۔انہوں نے اکابر کے خلاء کو پر کیا۔لیکن ان کا خلا شاید مدتوں پر نہ ہو سکے گا۔

دیگر خوبیوں کے علاوہ عربی زبان کے ماہر اور عربی سے اردو ترجمہ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔متعدد کتابوں اور کتابچوں کے ترجمے کئے۔اتنا سلیس بامحاورہ ترجمہ جس سے اصل کتاب کے اردو زبان میں ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ان کے دن رات، صبح وشام، سفر وحضر ان کے عربی سے اردو میں علوم کو منتقل کرنے میں گزرے۔بلاشبہ پچاسوں عربی کتابوں کو اردو کے قالب میں ڈھالا۔جس پر محدثین ومفسرین سے لے کر عوام تک سبھی نے خراج تحسین پیش کیا اور عقیدت کے پھول برسائے۔آپ کی ان خداداد صلاحیتوں اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا آپ کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی طرح وفاق المدارس کی بھی خون جگر سے آبیاری کی اور اس کا حق نظامت ادا کیا۔

آپ کی ان تمام ترگرانقدر خدمات کے علاوہ آپ کی منفرد خدمت حدیث شریف کی معروف کتاب ''ترمذی'' شریف کی تخریج احادیث ہے۔حضرت امام ترمذیؒ کی کتاب پڑھنے پڑھانے والے جانتے ہیں کہ حضرت امام ترمذیؒ ایک باب کے تحت چند احادیث درج فرماتے ہیں اور باقی جتنی احادیث اس باب کے متعلق ان کے حافظہ میں محفوظ ہوتی ہیں۔ان کے متعلق وفی الباب عن فلاں عن فلا عن فلاں کے تحت باقی احادیث مبارکہ کے راوی صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی ذکر کر دیتے ہیں۔جس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ہر محدث کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اسی مسئلہ سے متعلق اور بھی روایات فلاں فلاں صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ کی قبر کو اپنے نور رحمت سے بھر دیں۔آپ نے ترمذی شریف کی وفی الباب کی ذکر کردہ احادیث مبارک کو جمع کرنا شروع کیا۔سب سے پہلے انہوں نے کتاب الطہارت کی تخریج کی۔لب اللباب فیما یقوله الترمذی وفی الباب !اس کا نام تجویز کیا۔جیسا کہ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے یہ ۱۴۰۶ھ میں شائع ہوئی۔اس کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے ۱۶ سال صرف کئے۔

۱۶ سال کی محنت شاقہ سے یہ کتاب جب منصۂ شہود پر آئی تو اس کا نام ٹائٹل پر تحریر تھا ''الامام الترمذی و تخریج کتاب الطهارت من جامعه ''صرف کتاب الطہارت کی تخریج کے لئے ۱۸۶ کتب احادیث کی طرف مراجعت کرنی پڑی۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا مرحوم کو جزائے خیر دیں کہ وفی الباب کے تحت جتنی احادیث حضرت امام ترمذیؒ نے ذکر فرمائیں نہ صرف ان کی تخریج فرمائی۔ بلکہ اگر اسی باب میں مزید احادیث بھی تھیں جو حضرت امام ترمذیؒ کی نظر مبارک سے نہیں گزریں تھیں یا ان کا انہوں نے تذکرہ نہیں فرمایا تھا ان کو بھی باحوالہ نقل کر دیا۔ آپ نے وفی الباب کے تحت ترمذی شریف کی تخریج کیا فرمائی ایک ایسے احادیث کے انسائیکلو پیڈیا کی بنیاد فراہم کی کہ آپ کے منصۂ شہود پر آتے ہی دنیا بھر کے علم حدیث سے شغف رکھنے والے حضرات عش عش کر اٹھے۔ انہوں نے اس کی تکمیل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی اور حدیث شریف کی اس عظیم علمی خدمت پر بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

آپ نے اب کشف النقاب عما یعقول الترمذی وفی الباب ! جلد اول تحریر فرمائی۔ ۱۴۰۷ھ میں چھپی۔ اس کے چھ سو صفحات ہیں۔ جلد ثانی بھی ۱۴۰۷ھ میں شائع ہوئی۔ اس کے پانچ سو پچانوے صفحات ہیں۔ چوتھی جلد میں کتاب الصلوٰۃ تک پہنچے تھے۔ اس کے بعد اس کی اشاعت موقوف ہوگئی۔

عرصہ سے فقیر راقم کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے فارغ التحصیل علمائے کرام کی ردقادیانیت پر خدمت کا موقع ملتا ہے۔ ہر سال اپنی شائع شدہ کتابوں کے تین سیٹ عنایت فرماتے تھے۔ نمبر۱...... دفتر مرکزیہ ملتان کی لائبریری کے لئے۔ نمبر۲...... چناب نگر مسلم کالونی کی لائبریری کے لئے۔ نمبر۳...... فقیر کے لئے۔

گزشتہ سال فقیر راقم نے کشف النقاب کے بارہ میں معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس پر خاصہ کام ہوگیا ہے۔ اب عربی کمپیوٹر اپنا لے کر اس کی کمپوزنگ کرانی ہے۔ باہر سے

کمپوز کرانے پر زیادہ خرچہ آتا ہے۔اس کے بعد کیا ہوا معلوم نہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ نے تفسیر لکھنی شروع کی۔اس دوران آپ کی عالم آخرت کو روانگی ہوئی تو تکمیل حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کردی۔علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم شرح مسلم لکھنی شروع کی۔مکمل نہ ہو پائی کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا۔حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن لکھنی شروع فرمائی۔٦ جلدیں تحریر فرمائیں اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔آج تک کوئی معارف السنن کی تکمیل نہ کر سکا اور میرے خیال میں شائد کشف النقاب کی بھی کوئی تکمیل نہ کر سکے۔

حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ درس و تدریس کے آدمی تھے۔میٹنگوں اور جلسوں میں شریک ہونے کا مزاج نہیں رکھتے تھے۔حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے مجلس کی طرف سے اسلام آباد میں اکابر علماء کی میٹنگ بلائی تو اس کے لئے تیار ہو گئے۔اور فرمایا کہ میٹنگوں میں جانے کی عادت نہیں۔لیکن حضرت مدظلہ کے حکم کو مانے بغیر بھی چارہ کار نہیں۔اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ کریں کہ حضرات اکابر کا کتنا احترام ان کے دل میں تھا۔

حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ بہت ہی محنتی اور گہری نظر والے محدث تھے۔ان کی محنت کو دیکھ کر اکابر کی محنت کا رنگ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ہر آنے والے نے جانا ہے۔لیکن بعض حضرات کی وفات علم کی وفات ہوتی ہے۔ان کے فوت ہونے سے جو علمی خلاء واقع ہوتا ہے اس کا پر ہونا ممکن نہ دیکھ کر قلب و جگر مزید زخمی ہوتے ہیں۔مولانا حبیب اللہ مختارؒ کیا گئے علم کی محفل سونی ہو گئی۔ان کی قبر پر اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔اللہ رب العزت ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین!

(لولاک شعبان ۱۴۱۸ھ)

۳۰......حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ

وفات......۴ جنوری ۱۹۹۹

پیر طریقت، مخدوم العلماء، سرپرست جمعیت علمائے اسلام پاکستان، مدرسہ عربی سراج العلوم بیر شریف کے بانی و مہتمم، صوبہ سندھ کی ممتاز مذہبی شخصیت و اداروں کے مربی و محسن حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق ۴ جنوری ۱۹۹۹ء پونے سات بجے شام کراچی میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ صدیقی النسل تھے۔ چالیسویں پشت میں جاکر آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے مل جاتا ہے۔ آپ کے آباؤ واجداد فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسمؒ کے ہمراہ حجاز مقدس سے سندھ میں تشریف لائے تھے۔ گزشتہ دو سو سال سے آپ کے خاندان کے بزرگوں نے بیر شریف میں رہائش اختیار کی تھی۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ بیر شریف تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عالم قریشیؒ اور دادا کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عبداللہ قریشیؒ تھا۔ بیر شریف میں یہ خاندان کئی پشتوں سے علم و فضل کا نشان تھا۔

سندھ میں جب کبھی صدیوں قبل اسلامی احکام کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ ان دنوں سندھ کے قاضی القضاۃ مخدوم محمد عاقلؒ تھے۔ مولانا عبدالکریم قریشیؒ کے دادا مولانا محمد عبداللہؒ کے دادا مولانا مفتی محمد قریشیؒ ان دنوں بیر شریف کی مسند علم و فضل کے وارث تھے۔ مخدوم محمد عاقلؒ سالانہ تبلیغی و عدالتی دورہ پر تشریف آوری کے دوران میں بیر شریف بھی تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمد قریشیؒ کے متعلق بیر شریف کی رعایا نے بتایا کہ ہم نے مسجد کے لئے ایک مولانا صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ مخدوم محمد عاقل صاحبؒ نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مفتی مولانا محمد قریشیؒ تشریف لائے۔ رسمی تعارف کے بعد مخدوم محمد عاقلؒ نے ان سے یکے بعد دیگرے تین مسئلے دریافت فرمائے جس کے آپ نے صحیح جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اس پر مفتی محمد قریشی صاحبؒ نے اجازت طلب کر کے مخدوم محمد عاقل صاحبؒ سے تین

مسئلے دریافت کیئے ہر مسئلہ پر مخدوم محمد عاقل صاحبؒ کتاب طلب فرماتے اور مسئلہ نکال کر جواب ارشادفرماتے۔مفتی محمد قریشیؒ نے فرمایا کہ:

علم در جلد خویش ...... نہ آنکہ در جلد میش

مخدوم محمد عاقل صاحبؒ محمد قریشی صاحبؒ کےعلم وفضل سے نہ صرف متاثر ہوئے۔ بلکہ اس علاقہ میں ان کو قاضی مقرر کردیا۔اور آپ جامع مسجد (موجودہ) بیر شریف کے متصل ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھ کر لوگوں کے شرع محمدی کے مطابق فیصلے کرتے۔دوسرے سال جب مخدوم محمد عاقل صاحبؒ تشریف لائے تو استقبال کے لئے مفتی محمد قریشی صاحبؒ بھی لوگوں کے ہمراہ بستی سے باہر تشریف لائے۔مخدوم محمد عاقل صاحبؒ نے مفتی صاحبؒ کو دیکھتے ہی اونٹ سے نیچے چھلانگ لگادی اور مفتی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت اگر میری گردن تڑوانی ہو تو استقبال کے لئے تشریف لایا کریں اور اگر مجھے صحیح سلامت رکھنا پسند کرتے ہوں تو میرے استقبال کے لئے تشریف نہ لایا کریں۔

حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد عالمؒ ہٹی گاؤں کے مولانا محمد ایوبؒ، گوٹھ لاکھا کے مولانا تاج محمود مگسیؒ، گھوروپھوڑ کے میر بخش بھٹوؒ، سے حاصل کی۔پھر حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم کے وارث حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحبؒ سے پانچ سال میں تکمیل کی۔گھوٹکی اور دیگر مقامات پر جہاں جہاں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ تعلیم دیتے رہے آپ ان کے ہمراہ رہے۔

علوم اسلامیہ اور حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں مولانا محمد صادق صاحبؒ کے ہاں دو سال آپ نے پڑھایا۔اسی دوران میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی ان دنوں درخواستیں اور ویزا وغیرہ کی موجودہ مشکلات نہ تھیں۔نہ ہی تصویر کی پابندی تھی۔بحری جہاز کی ٹکٹ لیتے اور حج پر روانہ ہوجاتے۔چنانچہ آپ نے بھی ایسے ہی حج کیا۔ سات سال مدرسہ انوار العلوم کنڈیارو میں نے آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔بعد میں اپنے شیخ حضرت قبلہ مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ کے حکم پر ۱۹۵۸ میں اپنے

گاؤں بیر شریف میں مدرسہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری لمحے تک اس گلشن نبوی کی آبیاری کرتے اور خون جگر سے اسے نہال کرتے رہے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اس وقت بھی ایک سو سے زائد آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ، مولانا عبدالقادر خضدار، مولانا نور محمد، مولانا میر محمد، مولانا میر حسن، مولانا منظور، مولانا صلاح الدین اور کئی دیگر حضرات اس وقت اپنے اپنے علاقہ وحلقہ میں علم وآگہی کے دیپ جلائے ہوئے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح درس قرآن ارشاد فرماتے۔ ابتدائی فارسی وصرف کے درجہ کے طلباء سے لے کر منتہی طلباء تک سب اس میں شریک ہوتے۔ ۶ سال سے ۸ سال تک آپ تکمیل کرا دیتے تھے۔ دس کتابیں احادیث شریف کی آخری تین سال کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ آپ کی تعلیم اتنی سادہ مگر دل کش ودلنشیں ہوتی تھی کہ اس عرصہ میں پڑھنے والے آگے چل کر بہترین مدرس بن جاتے تھے۔ افہام وتفہیم کا قدرت نے آپ کو ایسا ملکہ نصیب فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آپ چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ آپ کے اخلاص وتقوای کی برکت اور اساتذہ ومشائخ کی نظر کرم سے حق تعالیٰ نے آپ کو ایسی شان محبوبیت نصیب فرمائی تھی کہ شاگرد آپ پر جان چھڑکتے تھے اور دل وجان سے آپ پر فدائی ہوتے تھے۔ یہ سب اخلاص وذکر الٰہی کا صدقہ تھا کہ آپ نے بہت جلد پورے صوبہ سندھ میں ایسا علمی مقام حاصل کر لیا کہ تمام ہمسر پیچھے رہ گئے۔

پیر طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ کے ہاتھ پر آپ نے ۱۹۴۸ء میں بیعت کی۔ حضرت ہالیجویؒ کی بیعت کا تعلق حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ اور ان کا حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ بھر چونڈی شریف والوں سے اور ان کا سوئی شریف کی خانقاہ سے تھا۔ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے آپ کو اجازت وخرقہ خلافت حاصل ہوا اور ان کے وصال کے بعد ایسی نسبت شیخ منتقل ہوئی کہ آپ دیکھتے ہی علاقہ بھر میں محبوب المشائخ بلکہ شیخ المشائخ ہو گئے۔ بلاشبہ لاکھوں فرزندان اسلام نے نے آپ سے بیعت کا تعلق قائم کیا ہوگا اور ذکر الٰہی کی نعمت سے اپنے قلوب وجگر کی دنیا کو آباد کرنے والے بن گئے ہوں گے۔

۱۹۵۶ء میں آپ نے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنے تحریکی دور کا آغاز کیا۔ایوب خان کے عائلی قوانین ،ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا فتنہ،تحریک نظام مصطفیٰ اور ایم ،آر،ڈی۔غرضیکہ تمام ملکی وقومی تحریکوں میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔جمعیت علماء اسلام کے صوبائی اور مرکزی عہدوں پر آپ فائز رہے۔جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کی امارت بھی آپ کے حصہ میں آئی ۔آج کل اہل حق کے قافلہ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے آپ سرپرست اعلیٰ تھے۔شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ قائد جمعیت مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ روح رواں جمعیت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ ،حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ ، حضرت مولانا گل بادشاہؒ اور دیگر جمعیت علماء اسلام کے راہنماؤں سے آپ کے نہ صرف مثالی تعلقات تھے۔ بلکہ وہ تمام حضرات آپ کی قدردانی کرتے تھے اور آپ کے علم وفضل کے نہ صرف معترف بلکہ مداح تھے۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے لئے اس وقت اپنے اکابر کے جانشین تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے شیخ حضرت ہالیجویؒ کے ہمراہ سکھر کی عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی ۔ہزاروں بندگان خدا کو دن رات ایک کرکے تحریک سے وابستہ کردیا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے مدرسہ میں آل پاٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں آپ نے مندوب کے طور پر شرکت فرمائی اور قادیانیوں کے ارتداد وزندقہ پر ایسی جامع ومانع علمی گفتگو فرمائی۔جس پر تحریک ختم نبوت کے قائد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے آپ کی گفتگو کو بہت سراہا۔شیعہ مکتب فکر کے رہنما اور مجلس عمل کے ممبر سید مظفر علی شمسی نے اٹھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ نے آپ کو گلے لگالیا اور بیساختہ کہا کہ حضرت آپ نے فتنہ قادیانیت کے ارتداد وزندقہ پر ایسی علمی گفتگو فرمائی ہے جس سے نہ صرف اس فتنہ کی سنگینی ہم پر واضح ہوگئی بلکہ اس کی شرعی سزا(سزائے ارتداد) پر بھی ہمیں انشراح ہوگیا۔اس وقت تحریک ایسے مرحلہ میں داخل ہوگئی ہے کہ جو مطالبہ ان کے غیرمسلم اقلیت کا ہم نے رکھا ہے اس کو لے کر

آگے چلنا ہوگا۔ ورنہ شرعاً قادیانی فتنہ کا علاج وہی ہے جو آپ نے واضح فرمایا یا جو قرن اول میں صدیق اکبرؓ نے اس پر عمل درآمد کیا۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف قدرت نے آپ کے دل میں ایسی تڑپ پیدا فرمادی تھی کہ آپ کی مساعی جمیلہ سے سندھ کی دھرتی کا ہر عالم دین قادیانیت کے خلاف ''سنت صدیقی'' کا علمبردار بن گیا۔

آپ نے بارہا چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں خطاب فرمایا۔ آپ کا خطاب اتنا دلنشیں ہوتا تھا کہ سامعین عش عش کر اٹھتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے اس دور میں متکلم اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مجاہد اسلام حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریفؒ کو سمجھانے کا خوب ملکہ نصیب فرمایا۔ اس دور میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ کو تصویر سے جتنی نفرت تھی۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ ایک دفعہ چنیوٹ تشریف لائے۔ کسی اخباری نمائندہ نے آپ کا فوٹو لے لیا۔ آپ سٹیج سے اتر کر قیام گاہ پر آگئے۔ جب تک کیمرہ مین سے کیمرہ کی فلم منگوا کر آپ کو نہیں دی گئی آپ سٹیج پر نہیں گئے۔ فلم لے کر پہلے ضائع کی پھر سٹیج پر تشریف لے گئے۔ ساری زندگی شناختی کارڈ نہیں بنوایا۔ حج کے لئے درخواست نہیں دی۔ پہلی بار بغیر تصویر کے حج پر گئے دوبارہ تصویر بنوانے کے خطرہ سے حج وعمرہ کو چھوڑ دیا۔ یہ آپ کا تقویٰ تھا۔ قدرت نے آپ میں ایسی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔ ان پر جتنا ان کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام اکابر سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ موجودہ امیر مرکزیہ حضرت اقدس قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے ملنے کے لئے میر صبح صادق کھوسہ کے ہمراہ لاڑکانہ سے خانقاہ سراجیہ کا طویل سفر کیا۔ خانقاہ شریف تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ صاحب مدظلہ چناب نگر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے خانقاہ شریف سے چناب نگر کا سفر کیا۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے ملاقات وزیارت کی۔ کچھ وقت ساتھ گذارا اور پھر واپس بیر شریف کے لئے سفر فرمایا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم بھی جب اندرون سندھ کا سفر فرماتے تو بیر شریف ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ بیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت مولانا

عبدالکریم صاحب قریشی ؒ نے تمام خدام کو کمرہ سے رخصت کر دیا۔خود حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے سامنے لیٹ گئے اور درخواست کی کہ میرے جسم پر دم فرما دیں۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم دیر تک دم کرتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت بیر شریف والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قلب پر رکھ دیا اور کہا کہ حضرت اس پر بھی دم کردیں اور توجہ دے دیں جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا معروف طریقہ سلوک ہے۔اس پر حضرت نے عمل کیا۔ایک بار کراچی علاج کے لئے تشریف لائے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری بھی کراچی آئے ہوئے تھے۔پتہ چلا تو ہسپتال عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔حضرت کو فالج کی تکلیف تھی۔مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے مصافحہ کیا تو اپنے ہاتھ سے مولانا کے ہاتھ کو دبا دیا اور مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آپ کا ہاتھ اس لئے دبایا تاکہ آپ کو تسلی ہو کہ میرے ہاتھ پر اب فالج کا اثر نہیں رہا۔بلکہ اس نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔یہ آپ کی ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والوں سے دلی تعلق اور شفقت کا بے نظیر نمونہ تھا۔

گذشتہ سے پیوستہ سال سندھ میں جگہ جگہ سے قادیانی شرارتوں کی رپورٹ آنے لگی۔حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے حضرت بیر شریف والوں کو والا نامہ تحریر فرمایا۔آپ نے سندھ کے علماء کرام کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی ڈیوٹی لگ گئی۔پنجاب وسندھ کے خطیب ایک ساتھ چلے۔ٹھٹھہ سے لے کر سکھر تک پورے سندھ کے ہر ضلعی صدر مقام پر کانفرنسوں وکنونشنوں کا ایسا مربوط سلسلہ قائم ہوا کہ پورا سندھ ایک ہی دورہ سے فتنہ قادیانیت کے خلاف جاگ اٹھا۔حق یہ ہے کہ قدرت نے بہت ساری خیر و برکت آپ کی ذات میں جمع کردی تھی اور وہ تمام کی تمام دین اسلام کی ترویج واشاعت اور فتن باطلہ کی بیخ کنی کے لئے آپ نے وقف کر دی تھی۔

طالبان کی جہادی تحریک کے آپ دل سے قدردان تھے۔بیماری کے باوجود تھوڑا سا افاقہ ہوتے ہی افغانستان تشریف لے گئے۔امیر المومنین ملا عمر سے ملاقات کی اور ہمیشہ ان کی مالی اعانت فرماتے رہے۔آپ نے اپنے متعلقین کو جہاد کی اس وقت ترغیب دی جب جہاد کا مسئلہ نسیا منسیا!ہو چکا تھا۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب بیر شریف تشریف لے گئے تو آپ
حضرت بیر شریف والوں نے اپنا خواب سنایا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مدینہ طیبہ میں ہوں
آپ ﷺ کمبل مبارک لے کر استراحت فرما رہے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے قدمین شریفین دبا
کی سعادت حاصل کی۔ میری اہلیہ پردہ میں میرے ساتھ تھیں۔ انہوں نے بھی پاؤں مبارک
دبانے کی اجازت کے لئے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے آپ ﷺ سے استدعا کی کہ آپ ﷺ کی خادم
بھی پاؤں مبارک کو دبانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ آپ ﷺ اس پر خاموش رہے
آپ ﷺ کی خاموشی سے میں عدم اجازت سمجھا۔ چنانچہ وہ باپردہ علیحدہ بیٹھی رہیں۔ حضرت بیر
شریفؒ والے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ قادیانی شرارتوں، قادیانی ارتداد
زندقہ سے آپ ﷺ کی امت بہت پریشان ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے امت کی تسلی کے لئے چند خیر
برکت کے کلمات ارشاد فرمائے۔ جنہیں سنتے ہی خواب میں میں (حضرت بیر شریفؒ) بہت خوش
ہوا اور سمجھا کہ قادیانی فتنہ آخر ختم ہونے والا ہے۔ فلحمد لله!

عمر بھر سفر و حضر میں نماز ہمیشہ با جماعت ادا فرمائی۔ زندگی بھر کی ایک نماز بھی وفات
کے وقت آپ کے ذمہ نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مجھے اسم ذات کا علم ہے۔ اس اسم ذات کو میں نے
فرائض کی پابندی در رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہمیشہ کا معمول بنایا ہوا ہے۔ اسمائے حسنیٰ، سور
یٰسین، درود، وظائف اور ذکر الٰہی آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ دین کی تعلیم و ترویج آپ کی زندگی
نصب العین تھا۔ ۱۶ رمضان المبارک کو شام پونے سات بجے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب اپنے معا
کے ہاں کراچی میں انتقال فرمایا۔ وفات سے چند ساعت پہلے فرمایا تکلیف ہے یہ بھی قدرت
عطیہ و نعمت ہے۔ اس پر بھی خوش ہوں۔ کلمہ شریف پڑھا۔ تین بار اللہ! اللہ! اللہ! کہا اور یہ کہتے
اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہو گئے۔ انا لله وانا الیه راجعون!

کراچی سے آپ کی میت مبارک کو بیر شریف لایا گیا۔ دوسرے دن ۱۷ رمضا
المبارک کو جنازہ ہوا۔ پورے سندھ و بلوچستان سے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہو گیا
بلا مبالغہ ایک لاکھ سے کم نہیں ہوگا۔ آپ کی مسجد شریف سے متصل پہلے موجودہ قبرستان میں آپ
سپرد رحمت باری کر دیا گیا۔ (لولاک شوال المکرم ۱۴۱۹ھ)

۳۱...... جناب صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ

وفات......۲فروری ۱۹۹۹ء

حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ ۱۵ شوال ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۹۹ء بروز منگل صبح دس بج کر چالیس منٹ پر ملتان میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ قطب دوران حضرت مولانا محمد عبداللہؒ (المعروف حضرت ثانیؒ) سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے لخت جگر اور نور نظر تھے۔ ۱۹۴۵ء میں سلیم پور ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم سے کچھ عرصہ پہلے قبل والدہ مرحومہ کے ساتھ حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں خانقاہ سراجیہ آ گئے۔ یہاں کے نوارنی ماحول میں آپ نے بچپن کا معصوم دور گزارا۔ سمجھ بوجھ پیدا ہوئی تو آپ کو حضرت ثانیؒ نے خانقاہ سراجیہ کے مدرس حافظ عبدالرشید کے ہاں تعلیم کے لئے بٹھا دیا۔ یوں ان سے آپ کے قاعدہ کی بسم اللہ ہوئی۔ مخدوم پور پہوڑاں کے مولانا عبدالغفور اور باگڑ سرگانہ کے مولانا امان اللہ صاحب بھی خانقاہ سراجیہ میں قرآن مجید کے مدرس تھے۔ ان اساتذہ سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ (بھوئی گارڈ میں کچھ عرصہ کے لئے پڑھتے رہے) قرآن مجید حفظ کر رہے تھے کہ حضرت ثانیؒ کا ۱۹۵۶ء میں وصال ہو گیا۔ تو خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین، شیخ المشائخ حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے زیر سایہ قرآن مجید حفظ کی تکمیل کی۔

اس زمانہ کا ایک واقعہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب کوٹلہ مغلاں حال برمنگھم نے سنایا کہ حضرت حافظ محمد عابد صاحبؒ قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو ایک دن والد صاحبؒ نے بلا کر بھری مجلس میں کہا کہ عابد بیٹا رکوع سناؤ۔ تو صاحبزادہ صاحبؒ نے اتفاق سے رکوع وہ تلاوت کر دیا جس میں سجدہ تلاوت تھا۔ تلاوت کے بعد حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ عابد بیٹا نے رکوع تو سنایا مگر سب کو سجدہ میں ڈال گیا۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت صاحبزادہ کے فرزند نسبتی اور بھانجے محمد آصف نے بتایا کہ ایک دن میں نے پوچھا ماموں آپ نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی بھی زیارت کی۔ تو فرمایا کہ ہاں! ایک دفعہ حضرت شاہ صاحبؒ قبلہ والد صاحبؒ

سے ملنے کے لئے خانقاہ سراجیہ تشریف لائے تھے۔ میں بالکل چھوٹا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے مجھے بلا کر گود میں لیا اور تھپکی دے کر فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ بہت اچھی تلاوت کرتے ہیں۔ تلاوت تو سناؤ۔ تو میں (صاحبزادہ محمد عابدؒ) نے بچپن میں سادگی سے کہا کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ آپ بہت اچھی تقریر کرتے ہیں۔ آپ تقریر سنائیں۔ میں تلاوت سنا دیتا ہوں۔ اس پر حضرت شاہ صاحبؒ بہت ہنسے۔ بس حضرت امیر شریعتؒ سے اتنی ملاقات یاد ہے۔

حضرت ثانیؒ کی بستی و برادری کے حضرات تقسیم کے بعد خانیوال کے قریب آ کر آباد ہوگئے۔ زمینیں الاٹ ہوئیں۔ مکانات بن گئے۔ بستی آباد ہوگئی تو حضرت ثانیؒ کے وصال کے بعد موجودہ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے بستی سراجیہ خانیوال میں حضرت صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کے لئے مکان بنوا دیا۔ اپنی ہمشیرہ اور والدہ کے ہمراہ مکان مکمل ہونے کے بعد یہاں منتقل ہوگئے۔ ایک دوست نے بتایا کہ حضرت ثانیؒ نے فرمایا کہ میں نے سیم و زر محمد عابدؒ کے لئے کوئی نہیں چھوڑا۔ اس میں اگر صلاحیت ہوئی تو دین و دنیا، دولت و عزت کی اسے کمی نہیں ہوگی۔ سلم پور لدھیانہ کی زمین کے بدلے بستی سراجیہ میں جو چند ایکڑ الاٹ ہوئے انہی پر گزر بسر تھا۔

درالعلوم کبیر والا کے بانی و مہتمم حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ خانقاہ سراجیہ کے بانی، اعلیٰ حضرت ابوالسعد احمد خانؒ سے بیعت اور حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اسی تعلق کی بنیاد پر حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مرشدزادہ صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کو دارالعلوم کبیر والا میں داخل کرا دیا۔ آپ نے اکابر اساتذہ کی زیرنگرانی و سرپرستی میں ابتدائی چند سال کی تعلیم مکمل فرمائی۔ اس کے بعد صحت و حالات نے بقیہ تعلیم کا موقع نہ دیا۔

حضرت صاحبزادہ محمد عابد صاحب نے اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خانقاہ سراجیہ سے اپنا دیرینہ تعلق نہ صرف بحال رکھا بلکہ اسے مزید مستحکم کیا۔ حضرت قبلہ خواجہ خان

محمد صاحب دامت برکاتہم نے شفقتوں اور محبتوں سے نوازا اور اپنے شیخ حضرت ثانی ؒ کے صاحبزادہ ہونے کے ناتے مکمل تربیت سے ان میں نکھار پیدا کیا۔ اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح مقام بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کے صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد، جناب صاحبزادہ رشید احمد، جناب صاحبزادہ سعید احمد اور جناب صاحبزادہ نجیب احمد صاحب سے نہ صرف مثالی بھائیوں جیسے تعلقات تھے۔ بلکہ جماعتی، ذاتی، گھریلو، برادری وخانقاہی تمام معاملات میں سب صاحبزادگان جناب صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے مشورہ کے بغیر قدم نہ اٹھاتے تھے۔ بلکہ اپنے والد گرامی قبلہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بھی بعض ہدایات و رہنمائی و اجازت کے لئے صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کو وسیلہ بناتے تھے اور صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کا بھی یہ کمال تھا کہ وہ حضرت دامت برکاتہم کے چشم و ابرو کے اشارہ پر جان چھڑکتے تھے۔ عشق کی حد تک اپنے شیخ سے تعلق تھا۔ دنیا و آخرت کی فلاح وہ اپنے شیخ کی خدمت و اطاعت میں سمجھتے ہیں۔ حضرت دامت برکاتہم کی نگاہ کرم اور صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کی نیازمندی وفرمانبرداری نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔

حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کے وصال کے بعد آگے چل کر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ اور حضرت مولانا منظور الحق ؒ میں دارالعلوم کبیروالا کے بعض انتظامی مسائل پر اختلاف رائے ہو گیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید مدظلہ اور حضرت ثانیؒ کا ہندوستان میں سلیم پور لدھیانہ گاؤں ایک تھا۔ برادری ایک تھی۔ حضرت مولانا عبدالمجید مدظلہ حضرت صاحبزادہ محمد عابدؒ کے استاد تھے۔ لیکن صاحبزادہ صاحبؒ کا جھکاؤ حضرت مولانا منظور الحق ؒ کی رائے مبارک کی طرف تھا۔ ایک دن حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ صاحبزادہ محمد عابدؒ دارالعلوم آئے۔ حضرت مولانا عبدالمجید مدظلہ سے ملے تو حضرت مولانا نے خوش طبعی میں صاحبزادہ صاحبؒ کو فرمایا کہ آیئے میرے بیت المقدس۔ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب چیچہ وطنی والوں نے کہا کہ نہیں حضرت بیت المقدس نہیں بلکہ قبلہ وکعبہ۔ تو حضرت مولانا عبدالمجید صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ بیت المقدس اس لئے کہا کہ کبھی اس پر دوسروں کا قبضہ

ہو جاتا ہے۔ یہ تو جملہ معترضہ ہوا۔ مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے اس اختلاف کے زمانہ میں فرمایا کہ مجھے حضرت مولانا عبدالمجید مدظلہ سے اس لئے محبت ہے کہ یہ میرے شیخ کے گاؤں اور برادری کے ہیں۔

اگر حضرت قبلہ اپنے شیخ سے نسبت والوں کا اتنا لحاظ فرماتے ہیں تو اپنے شیخ کے صاحبزادہ کا کتنا خیال فرماتے ہوں گے۔ راقم عرض گزار ہے کہ ۱۹۷۳ء سے میرا قبلہ حضرت اقدس دامت برکاتہم سے جماعتی طور پر غلامی و نیازمندی کا تعلق ہے۔ اس طویل عرصہ میں کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضرت قبلہ نے صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کو عابد صاحبؒ یا حافظ صاحبؒ کہہ کر مخاطب فرمایا ہو۔ بلکہ جب مخاطب کرنے کی ضرورت پڑتی صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کہہ کر مخاطب فرماتے اور جناب صاحبزادہ صاحبؒ نے بھی خدمت واحترام کی ایک مثال قائم کردی تھی۔ جنون کی حد تک اپنے شیخ سے عشق تھا اور حضرت دامت برکاتہم بھی اس طرح اعتماد فرماتے تھے کہ جب کہیں اندرون و بیرون ملک کے سفر پر جانا ہوتا۔ کوئی ساتھی وقت طلب کرتا یا پروگرام پوچھتا تو بارہا حضرت اقدس سے سنا۔ فرماتے کہ میرے امیر صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب ہیں۔ ان کو پتہ ہوگا جو وہ کہیں گے اسی پر عمل ہوگا۔

حضرت مولانا گل حبیب لورالائی نے بتایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے حرمین شریفین جانے کا بے حد شوق تھا۔ مگر سبیل نہ بنتی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے اپنی مشکل عرض کی۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ سورۃ حج کی روزانہ تلاوت کیا کریں۔ ولیطفوا ابا البیت! پر وقفہ کر کے دعا کیا کریں اور پھر سورۃ کو مکمل کیا کریں۔ ایک خوبصورت لفافہ دم کر کے دیا کہ اس میں حج کے لئے جو رقم میسر آئے ڈالتے جائیں۔ جب موسم حج قریب آیا تو دعا کی کہ یا اللہ جو میں کر سکتا تھا کر دیا۔ آگے کا کام میرے بس میں نہیں۔ صاحبزادہ فرماتے تھے کہ ایسا راستہ کھلا کہ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۸ء تک ناغہ نہیں ہوا۔ بلکہ ۱۹۸۵ء سے تو یہ کیفیت ہوگئی کہ سال میں حج کے علاوہ دو بار مزید عمرہ کے لئے حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی۔

محترم صاحبزادہ صاحبؒ نے خانقاہ سراجیہ کے متعلقین کے نوجوانوں میں حرمین شریفین کی حاضری کا جذبہ ایک تحریکی انداز میں بھر دیا تھا۔ بلاشبہ سینکڑوں نوجوانوں کو حج وعمرہ کے لئے بھجوایا۔ کئی نوجوانوں کو اپنے قافلہ میں ساتھ لے کر گئے۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب کی سرپرستی اور صاحبزادہؒ کی رفاقت نے ان نوجوانوں کو کندن بنادیا۔ چیچہ وطنی کے جناب حاجی محمد ایوب نے بتایا کہ ایک بار قبلہ حضرت صاحب کے ساتھ حج پر گیا۔ اگلے سال صاحبزادہ صاحبؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ اس سال بھی تیاری کرو۔ میں نے عرض کیا کہ رقم نہیں۔ فرمایا شناختی کارڈ تو ہے۔ میں نے عرض کی ہاں! وہ تو ہے۔ فرمایا لاؤ۔ میرے فوٹو اور شناختی کارڈ کی نقل لی اور میری رقم کا خود ہی اہتمام کر کے داخلہ بھجوادیا۔ جس دن میرے پاس رقم ہوگئی۔ میرے کہنے پر بتادیا کہ جا کر فلاں دوست کے پاس جمع کرادو۔ یوں قدرت نے صاحبزادہ صاحبؒ کو سبب بنا کر دوبارہ حج پر جانے کی سبیل پیدا فرمادی۔

مولانا گل حبیب نے بتایا کہ پچھلے سال ۱۹۹۸ء میں مجھے فرمایا کہ حج کی تیاری کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے جو وسائل ہیں ان کو سامنے رکھ کر تو میں حج کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ پردہ غیب سے اہتمام فرمادیں تو ان کے سامنے بعید نہیں۔ مولانا گل حبیب کہتے ہیں کہ حج کی درخواستوں کی تاریخ گزر جانے کے بعد ۲۴ شعبان کو صاحبزادہ صاحبؒ نے جناب احمد خان بزدار کو فون کیا کہ گل حبیب کو کہیں کہ اسلام آباد جا کر فلاں آدمی کو وزارت حج میں ملیں۔ سپیشل کوٹہ سے درخواست فارم لے کر جمع کرائیں۔ بزدار صاحب نے کہا کہ مولانا کے پاس تو رقم نہیں۔ تو فوراً فرمایا کہ پچاس ہزار تو اپنی طرف سے مولانا کی مدد کرو۔ مزید پچیس ہزار مولانا قرض لے کر جائیں اور درخواست جمع کرائیں۔ یوں مولانا کا حج کروایا۔ بعد میں قرض بھی آہستہ آہستہ کر کے اتر گیا۔

صاحبزادہ صاحبؒ کی عادت تھی کہ سفر حج وغیرہ کے لئے کسی کو خازن مقرر کر دیتے تھے۔ حاجی ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے سفر حج میں خازن مقرر کیا۔ فرمایا کہ جب رقم کی ضرورت ہو مجھ سے لے لیا کریں۔ جیب کی رقم گننا نہیں۔ ضرورت کے تحت نکالتے جائیں اور خرچ کرتے

جائیں۔حساب رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔جتنے حج کے ساتھی ہیں سب کی پسند کی تمام اشیاء فریج میں سٹاک ہوں۔جس کو جب جو چاہئے بغیر اجازت کے فریج کھول کر استعمال کر سکتا ہے۔کسی کی پسند کی چیز فریج میں کسی وقت نہ ہوئی تو تمہاری جواب طلبی ہو جائے گی۔حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ اتنا فیاض و دریا دل آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

چیچہ وطنی کے جناب عبداللطیف خالد چیمہ فرماتے ہیں کہ انڈیا کے سفر میں مجھے خازن بنایا۔چیمہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حج پر گیا۔میری جیب کٹ گئی۔پاسپورٹ کے علاوہ سب کاغذات و نقدی غائب ہو گئی۔بہت پریشان تھا۔اتنے میں صاحبزادہ صاحبؒ مل گئے۔علیک سلیک کے بعد پریشانی کی وجہ پوچھی۔میرے بتانے پر فرمایا۔طواف سے فارغ ہو کر سامنے فلاں جگہ پر آجائیں۔میں گیا تو اتنی رقم میری جیب میں ڈال دی کہ میری تمام پریشانی کافور ہو گئی۔

محترم صاحبزادہ صاحبؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا رکن نامزد کیا گیا۔نہ معلوم کیا خیال آیا کہ ایک دن فرمایا کہ ہمہ وقتی کام کرنے والے علماء کرام مبلغین حضرات میں سے کچھ حضرت ایسے ہیں جو حج کی استطاعت نہیں رکھتے۔یہ حضرات عمر بھر ختم نبوت کے مقدس مشن کے لئے کام بھی کریں اور صاحب ختم نبوت کی خدمت میں حاضری نہ ہو۔سمجھ نہیں آتا۔فکر مند ہوں کچھ کرنا چاہیے۔کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے منوالیا ہے کہ ہر سال دو ساتھیوں کے حج پر جانے کا وہ اہتمام فرمائیں گے۔شرط یہ ہے کہ تمام ساتھی باری باری قرعہ اندازی سے جائیں گے۔جس نے پہلے حج کیا ہوا ہے اور جس کی مدت ملازمت پانچ سال سے کم ہے وہ قرعہ اندازی میں شامل نہیں ہوں گے۔پہلے سال حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اور مرکزی دفتر سے جناب رانا محمد طفیل جاوید کو ساتھ لے کر گئے۔دوسرے سال بجائے دو کے تین حضرات کی منظوری کرائی۔حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ، حضرت مولانا جمال اللہؒ، حضرت مولانا فقیر اللہ اختر، گذشتہ حج پر گئے۔اس سال حضرت حافظ محمد ثاقب، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، اور مولانا راشد مدنی کا قرعہ فال نکلا ہے۔

حضرت حافظ صاحبؒ نے قبلہ حضرت اقدس کے ساتھ اپنی درخواست جمع کرائی تھی جو منظور ہوگئی تھی۔ رمضان شریف کے عمرہ کے لئے ویزا بھی لگ گیا تھا۔ عمرہ بیماری کے باعث اور حج سفر آخرت کے باعث اس سال کا نہ ہوسکا۔ ارادہ و تیاری تھی۔ جب تک حج ہوتا رہے گا ان کو ثواب ملتا رہے گا۔ جو ساتھی آپ کی مساعی سے گئے یا جائیں گے ثواب میں قبلہ حضرت صاحبزادہ بھی برابر کے شریک رہیں گے۔ وفات سے ایک دو رات قبل ڈاکٹر عنایت اللہ کو فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب علاج اس قدر کردو کہ میں حج پر جاسکوں۔ حج پر ضرور جانا ہے۔

راقم صاحبزادہ سے مذاقاً عرض کرتا تھا کہ جب عالم ارواح میں سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لئے پکارا تو آپ کی روح نے وقفہ وسکتہ کے بغیر لبیک لبیک کہنا شروع کردیا ہوگا۔ تبھی تو آپ اتنی بار حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ آبدیدہ ہوجاتے اور فرماتے اس ذات باری تعالیٰ کریم ورحیم کا فضل ہے ''ورنہ میں تو اس قابل نہ تھا'' یہ حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کی ایک نظم کا مصرعہ ہے۔ پھر وہ اس کے کئی اشعار سنادیتے۔

محترم صاحبزادہ صاحبؒ کو رحمت دو عالم ﷺ کی ذات اقدس سے اتنا عشق تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک آتے ہی فریفتہ ہوجاتے۔ ذکر مبارک آتے ہی وہ اس میں محو ہوجاتے۔ گم ہوجاتے۔ پھر وہی مبارک تذکرہ ہی موضوع سخن بن جاتا۔ اچھے شعراء کی نعتوں کو سننا ان کا معمول تھا۔ کسی اچھی آواز والے ساتھی کا پتہ چلتا تو اس سے فرمائش کرکے نعتیں سنتے اور سر دھنتے۔ مولانا فقیر اللہ اختر، حافظ محمد شریف کی آواز پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ نعتوں کی کیسٹ بھی ساتھ رکھتے تھے۔

ختم نبوت کے کاز سے محبت بھی عشق نبوی ﷺ کی دلیل ہے۔ مجلس تحفظ نبوت کے لئے دل وجان سے فدا تھے۔ مجلس کے کاموں کے لئے فکرمند رہتے تھے۔ قدرت نے ان کو فکر رسا ذہن نصیب فرمایا تھا۔ سکیمیں تیار کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ مرکزی دفتر میں عصر کی نماز مسجد کے برآمدہ میں پڑھی۔ گرمی کا موسم تھا۔ فراغت کے بعد کمرہ میں آئے تو فرمایا کہ مسجد کے صحن میں نماز کا اہتمام کریں۔ گرمی میں عصر، مغرب، عشاء، فجر چار نمازیں صحن میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ صحن میں

پنکھوں کا اہتمام میں کرتا ہوں۔ دو چار دوستوں کو متوجہ کر دیا۔ حاجی معراج دین صاحب کو حکم فرمایا۔ الیکٹریشن بلوایا۔ پائپ لگوائے' فٹنگ کرائی اور نمازیں صحن میں شروع کردائیں۔ اس طرح جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے صحن میں پنکھوں کا اہتمام کرنے کا فکر ہوا۔ میاں بابر عنایت فیصل آباد والوں کو پنکھوں کا حکم فرمایا۔ لاہور سے پائپ منگوائے مستری اور الیکٹریشن کا کام فقیر کے ذمہ لگایا۔ ہفتہ عشرہ میں پنکھے چالو ہو گئے۔ نماز کے علاوہ گرمی میں حفظ قرآن کلاسیں بھی وہاں لگتی ہیں اور رات کو مدرسہ کے بچوں کے آرام کا بھی سامان ہو گیا۔

ایک دفعہ سردی میں عشا کی نماز پڑھی تو خیال ہوا کہ مسجد میں صفوں پر دریوں کا اہتمام ہونا چاہیے۔ دفتر مرکزیہ چناب نگر مسلم کالونی اور مسجد محمدیہ کے لئے عام نمازوں میں جتنی صفیں ہوتی ہیں اتنی صفوں کے لئے دریوں کا ملتان کے خاکوانی اور دیگر دوستوں کو متوجہ کر کے اہتمام کر دیا۔

اس دفعہ چناب نگر میں کورس ہو رہا تھا۔ شرکاء کورس کے لئے دعوت کا اہتمام کیا۔ بیماری کے باعث ویگن میں لیٹ کر تشریف لائے۔ شرکاء کورس کو کھانا کھلایا۔ بہت خوش ہوئے۔ واپس لاہور گئے تو دوستوں کو بار بار کہتے کہ مہمانان رسول مقبول کی زیارت و خدمت کر کے بہت سکون پایا ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ کے دشمنوں کے شہر میں مہمانان رسول اور وہ بھی آپ ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی تیاری و فکر کے لیے جمع ہیں۔ ان کی خدمت و زیارت تو ایمان کا حصہ ہے۔ ایسی سحر انگیز گفتگو فرمائی کہ سننے والے آبدیدہ ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد پھر دعوت کا اہتمام کیا۔ راقم ان دنوں وہاں تھا۔ فرمایا کہ مرغ پلاؤ اور زردہ سے شرکاء کی دعوت کریں۔ تم (مجھے فرمایا) بخیل ہو۔ اس رقم کو دو دن کے کھانے کے لئے بچت کرو گے۔ ایسے نہیں ہوگا۔ آپ زردہ پلاؤ تیار کر کے نمونہ ٹفن میں ڈال کر بھائی محمد طفیل کو بھیجیں۔ مجھے لاہور میں آ کر چیک کروا جائے۔ اور رقم بھی لے جائے۔ فقیر نے ایسے کیا جب زردہ دیکھا کہ سادہ پکایا ہے' بادام' کشمش' گری نہیں ڈالی تو بہت ہنسے اور فرمایا کہ مولوی صاحب نے پھر ہاتھ دکھا دیا ہے۔ رقم بچالی ہے یہ کل کے کھانے پر خرچ کریں گے۔

جب چناب نگر تشریف لائے تو فیصل آباد کے ایک دوست کو حکم فرمایا کہ زنانہ کپڑا لا کر

مدرسہ میں پڑھنے والی بچیوں میں تقسیم کردو۔راقم نے عرض کیا کہ مسافر بچیاں تو ہمارے ہاں نہیں ہیں۔مقامی بچیاں پڑھتی ہیں اور وہ سب متمول ہیں۔ہاں! البتہ ہمارے ہاں مسافر طلباء پڑھتے ہیں۔چھ صد میٹران کے لئے کپڑا چاہیے۔مولانا غلام مصطفیٰ خطیب جامع مسجد وانچارج مدرسہ کو بلا کر فرمایا کہ یہ چند زنانہ سوٹ رکھ لو۔غریبوں میں تقسیم کر دینا۔مجھے فرمایا کہ طلباء کے لئے کپڑا خریدنا نہیں۔اس کا اہتمام بھی میں کروں گا۔ایک دن لاہور سے فون آیا کہ اہتمام ہو گیا ہے۔کپڑا بھجوا رہا ہوں۔خود پہنچوایا اور تقسیم کی تفصیل سن کر بہت خوش ہوئے۔جیسے کوئی اپنی اولاد کو عید کے کپڑے دے کر خوش ہوتا ہے۔بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔

اس سال طبیعت ٹھیک نہ تھی۔سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی تاریخ آ گئی۔آپ کے فرزند نسبتی آصف کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ آپ سفر کی پوزیشن میں نہیں۔فرمایا کہ ہمارے بزرگ مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے اپنے جواں سال اکلوتے صاحبزادے زین العابدینؒ کا جنازہ چھوڑ دیا تھا۔مگر ختم نبوت کے پروگرام کو نہیں چھوڑا تھا۔میں ہر حال میں جاؤں گا۔چاہے صحت کا کچھ بھی ہو جائے۔یہ آپ کا عزم جواں مرداں تھا۔نہ صرف تشریف لائے بلکہ اپنی صاحبزادی کے نکاح کی تقریب بھی کانفرنس کے موقعہ پر ادا کر ڈالی کہ اس مبارک اجتماع کے صدقے اللہ میاں اس کام میں بھی برکت ڈالیں گے۔اس کانفرنس کے لئے باگڑ سرگانہ اور خانیوال بستی سراجیہ کے دوستوں کو کہہ کر ان کی بسیں تیار کرواتے۔نوجوانوں کی میٹنگ کر کے ان کی ڈیوٹی لگاتے کہ آپ نام لکھیں کرایہ جمع کریں۔آپ بس کی بکنگ کرائیں۔آپ راشن خریدیں۔آپ پہلے جا کر ٹینٹ مخصوص کرائیں۔غرضیکہ سب کی علیحدہ علیحدہ ڈیوٹی لگاتے۔پھر جو ساتھی حاضر نہ ہو سکتا اس پر غصہ ہوتے اور فرماتے کہ میاں ہماری دوستی تو ختم نبوت کی وجہ سے ہے۔اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔جب تک وہ آئندہ کے لئے وعدہ نہ کر لیتا اسے معافی نہ ملتی۔

لاہور کے محترم ملک فیاض صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ ختم نبوت کے کیلنڈر شائع کیا کریں۔خود بھی دوستوں کو متوجہ کرتے اور ملک صاحب کی پشتبانی بھی کرتے۔خود ہر سال

خوبصورت عمدہ دیدہ زیب کیلنڈر شائع کر کے ملک بھر کے جماعتی حلقہ کو بھجواتے۔ مجلس کا نام ہوتا اور ایک پیسہ بھی مجلس کے فنڈ سے اس پر خرچ نہ ہونے دیتے۔ اس سال جیبی سائز کے خوبصورت کیلنڈر شائع کرائے۔ دعاؤں کے خوبصورت چارٹ پر سال کا کیلنڈر لگوا کر تقسیم کرانے کا اہتمام فرمایا۔

غرض ہمہ وقت وہ مجلس کے کام وکاز کو وسعت دینے کے لئے فکر مند رہتے۔ مجلس کے ایک ایک کام کی نگرانی و خدمت سرانجام دیتے۔ مگر کیا مجال ہے کہ کبھی چودھراہٹ کا یا کریڈٹ کا خیال آیا ہو۔ مخدوم ہو کر خدمت کرنا ان پر بس تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے۔ اتنے واقعات ذہن کی سکرین پر جمع ہو رہے ہیں کہ اگر ان کو لکھنا شروع کیا تو مضمون زیادہ طویل ہو جائے گا۔

آپ کے بہنوئی چوہدری محمد یوسف صاحب اور چچازاد بھائی جناب چوہدری محمد امین نے بتایا کہ لاہور میں جب آپ زیر علاج تھے تو ایک دفعہ بیماری کے حملہ سے آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ کافی دیر بعد جب ہوش آیا تو سب سے پہلے فرمایا کہ میرے سرہانے ختم نبوت کا کیلنڈر رکھ دو تاکہ دوست آئیں تو تقسیم کر سکوں۔ ہفت وار ختم نبوت کراچی کے لئے دوستوں کو ترغیب دینا، ماہنامہ لولاک کے خریدار بنانا۔ باگڑ میں مجلس کا ہر ماہ جمعہ مقرر کرنا۔ غرض کون کون سی کس کس بات کو لکھا جائے۔

ڈھونڈیں ہم نقوش سبک رفتگاں کہاں
اب گرد کارواں بھی نہیں کارواں کہاں
گراں گذرتا تھا جن سے جدا ہونا دو چار لمحے
ہائے افسوس کہ بغیر ان کے اب عمریں بسر ہوں گی

جناب محمد اسحٰق خانؒ خاکوانی کے حوالے سے ایک دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے ٹرین کے ذریعہ ملتان تشریف لانا تھا۔ پیشوائی کے لئے صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ رات کو ملتان آ گئے۔ رات کو میرے ہاں قیام فرمایا۔ صبح فرمایا کہ

ٹرین کا وقت ہوگیا ہے گاڑی نکالو۔ میں نے عرض کیا کہ عمرہ سے مہمان آرہے ہیں۔ قبلہ حضرت اقدس کو لینے والے بیسوں اسٹیشن پر ہوں گے۔ مگر ان مہمانوں کا نظم صرف مجھے کرنا ہے۔ مجھے اجازت ہو تو میں گاڑی لے کر ائیر پورٹ چلا جاؤں۔ آپ حضرت قبلہ کو لے آئیں۔ پھر مکان پر جمع ہو جائیں گے۔ فرمایا بہت اچھا میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ عزیز ہوٹل کے قریب فرمایا کہ مجھے رکشہ پر بٹھا دو۔ میں نے گاڑی روکی۔ رکشہ میں سوار ہوتے ہوئے فرمانے لگے کہ ائیر پورٹ ضرور جاؤ مگر تمہارے مہمان اتریں گے نہیں۔ میں اسے مذاق سمجھا۔ ائیر پورٹ پر چلا گیا۔ اعلان ہوگیا۔ سواریاں جانے والی اندر چلی گئیں ان کو بورڈنگ کارڈ مل گئے۔ جہاز آگیا رن وے پر گاڑیاں دوڑنے لگیں جہاز فضا میں چکر کاٹتا نظر آنے لگا۔ اترنے کے لئے اس کی سطح کم ہوتی گئی مگر یکدم اس نے اوپر کی طرف پرواز کی اور کراچی کے لئے واپس ہوگیا۔ ادھر اعلان ہوگیا کہ فنی خرابی سے جہاز واپس جا رہا ہے۔ میں نے گاڑی دوڑائی اسٹیشن پر گیا۔ ریل گاڑی آنے میں دیر تھی۔ صاحبزادہ نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا کہ مہمان لے آئے؟ میرے جواب سے پہلے موضوع تبدیل کر دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم، محترم صاحبزادہؒ کے پاسپورٹوں کی ضرورت پڑی۔ صاحبزادہ نے کہا کہ دفتر میں ہیں۔ دفتر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر نہ ملے۔ صاحبزادہ کا اصرار تھا کہ ریکارڈ روم، سیف، فائلیں تلاش کریں۔ دفتر میں میں نے رکھوائے تھے۔ تلاش بسیار کے بعد مایوسی ہوگئی۔ تو صاحبزادہ نے شام کو فون کر کے مجھے فرمایا کہ حضرت آپ خود تلاش کریں۔ رفقاء جلد بازی میں مکمل تفتیش نہیں کرتے۔ آپ خود چیک کریں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے حامی بھر لی۔ دوسرے روز نماز کے بعد خلاف معمول جلدی دفتر آگیا۔ چابیاں منگوائیں۔ اتنے میں صاحبزادہ صاحبؒ کا فون آگیا کہ آپ نے پاسپورٹ تلاش کئے۔ میں نے کہا کہ چابیاں میرے ہاتھ میں ہیں ابھی بسم اللہ کرتا ہوں۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ سیف کھولیں اس کے رجسٹروں میں پاسپورٹ پڑے ہیں۔ سیف کھولا رجسٹر اٹھائے تو نیچے کے رجسٹر کے اندر

گتہ کے درمیان پڑے ہوئے پاسپورٹ مل گئے۔ پانچ منٹ بعد صاحبزادہ صاحبؒ کا فون آیا کہ مل گئے ہیں۔ میں نے کہا مل گئے ہیں۔لیکن آپ بتائیں کہ آپ کو خانیوال بیٹھے بیٹھے کیسے پتہ چل گیا کہ سیف کے رجسٹروں کے درمیان میں پڑے ہیں۔تو فرمایا کہ ایک آدمی ہمارے ہاں استخارہ کرتا ہے اور اس کا کامیاب استخارہ ہوتا ہے۔اس سے استخارہ کرایا تھا۔مولانا فرماتے ہیں کہ میر اخیال ہے کہ یہ استخارہ خود حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا اپنا تھا۔

مولانا گل حبیب فرماتے ہیں کہ میں ۱۹۹۸ء میں صاحبزادہ صاحبؒ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھا۔گھر پر ہمارے عزیزوں میں چپقلش تھی۔جس سے میں پریشان تھا۔حج کے بعد ائیر پورٹ پر جب پھر گھر کا ماحول یاد آیا تو پھر پریشانی ہوئی۔صاحبزادہ صاحبؒ اٹھے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا مولانا! پریشان کیوں ہوتے ہیں۔آپ کے ان عزیزوں کی صلح ہو گئی ہے۔واپس گھر آکر معلوم ہوا کہ واقعی صلح ہو گئی تھی۔

چوہدری محمد امین نے بتایا کہ سفر عمرہ پر پیٹی خالی کر کے مجھے دی۔میں نے بیگ میں رکھ لی۔مدینہ طیبہ سے احرام کے لئے جب پیٹی کو کھولا تو پندرہ صد ریال نکلے۔امین صاحب کہتے ہیں میں نے کہا کہ پیٹی تو خالی تھی۔یہ رقم کہاں سے آگئی؟ مسکرا کر فرمایا کہ ہمارے تھوڑے ہیں؟۔غریبوں کے ہیں۔مکان سے باہر آتے ہی آٹھ صد ایک آدمی کو سات صد دوسرے کو دے کر فارغ ہو گئے۔صاحبزادہ صاحبؒ میں دیگر خوبیوں کے علاوہ ان پر رب کریم کا ایک یہ خاص کرم تھا کہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔موج میں آکر جو کہہ دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ویسے ہی ہو جاتا تھا۔اس پر سینکڑوں واقعات ہوں گے۔

صاحبزادہ صاحبؒ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ عبادت سے جنت ملتی ہے۔خدمت سے خدا تعالیٰ ملتے ہیں۔اپنے شیخ کی تو وہ مثالی خدمت کرتے تھے۔حضرت اقدس دامت برکاتہم کے جوتوں کو سینے سے لگایا ہوا راقم نے بارہا دیکھا۔حرمین شریفین میں حاضری کے لئے حضرت کی معیت کو ترجیح دیتے تھے۔بلکہ حضرت کے بغیر ان کے ہاں حاضری کا تصور نہیں تھا۔

ایک بار برطانیہ سے واپسی پر صبح کی نماز سے کچھ قبل مدینہ طیبہ حاضری ہوئی۔رہائش گاہ

پر پہنچ کر حضرت قبلہ کی طبیعت سفر کے باعث نڈھال تھی۔آپ نے فرمایا کہ میں رہائش گاہ پر نماز پڑھوں گا۔پھر آرام کر کے اشراق وناشتہ کے بعد مواجہہ شریف پر حاضری ہوگی۔محترم صاحبزادہ صاحب نے سنتے ہی فوراً فرمایا مولانا (راقم) آپ حرم نبوی ﷺ چلیں۔میں حضرت کے ساتھ یہاں نماز پڑھوں گا۔چنانچہ ایسے ہوا۔پھر حضرت کے ساتھ مواجہہ شریف پر تشریف لے گئے۔

غریب، مسکین، بیوہ، یتیم و لاوارث لوگوں کی برابر خفیہ مدد کرتے رہتے تھے۔گاؤں کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس طرح غریبوں کی خفیہ امداد سے وہ کئی گھرانوں کی کفالت کرتے تھے۔محترم مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب نے بتایا کہ ہمارے مدرس قاری صاحب کو عمرہ کا شوق تھا۔تنگدستی تھی تو چھ ماہ کی مدرسہ سے پیشگی تنخواہ لی۔قرضہ وغیرہ لیا عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔پہلا سفر اور بالکل سیدھے سادھے درویش منش۔خیال تھا کہ کیسے ان کا سفر ہوگا۔ان کو رخصت کرنے کے لئے ائیر پورٹ گئے تو اتفاق سے اسی فلائٹ سے صاحبزادہ صاحبؒ عمرہ کے لئے جا رہے تھے۔قاری صاحب کو ان کے ساتھ کر دیا۔ہر طرح کا خیال رکھا۔عمرہ کرایا۔قاری صاحب کے جاننے والے جب مل گئے ان کے سپرد کر کے مطمئن ہوئے۔اس طرح ان کی خدمت خلق کی بے شمار مثالیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائیں۔

محترم صاحبزادہ صاحبؒ کو تبرکات جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔غلاف کعبہ کا ٹکڑا ملا تو اس کے متعلق وصیت کی کہ میرے کفن کے ساتھ دل کے حصہ پر رکھ دیا جائے۔چنانچہ ایسے ہوا۔مختلف قطعات خوبصورت فریم کروا کر دفتر اور گھر میں لگوائے ہوئے تھے۔رحمت دو عالم ﷺ کی طرف منسوب موئے مبارک ان کے پاس تھا۔جسے بہت ہی احترام دیا کرتے تھے۔آخری دنوں میں مجھے فرمایا کہ مولانا مبارک ہو۔مجھے ایک اور جگہ سے اس دفعہ پچیس تیس سال کی محنت سے ایک اور موئے مبارک مل گیا ہے۔فقیر کو پہلے موئے مبارک کا بھی علم تھا۔اب دو ہو گئے تو فقیر نے عرض کیا کہ اب تو آپ صاحب نصاب ہو گئے۔میرے دل میں خیال تھا کہ ایک دفتر کی لائبریری میں تبرک کے طور پر مانگ لوں۔مگر آپ نے فوراً کہا کہ کیا مطلب صاحب نصاب

کا؟۔ان کی بیماری اور طبعیت کا اضمحلال اور موئے مبارک سے ان کی محبت کے باعث فقیر کا حوصلہ نہ پڑا۔فوراً عرض کیا صاحب نصاب کا معنی آپ کی بہت خوش نصیبی ہے۔ پہلے ایک موئے مبارک تھا۔اب دو ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔میری نیت تو سمجھ گئے تھے مسکرا کر ٹال دیا۔ایک بار قبلہ حضرت اقدس نے اپنا اوورکوٹ مجھے عنایت فرمایا۔صاحبزادہ صاحب نے عرصہ کے بعد فرمایا کہ اس اوورکوٹ کا کیا بنا؟۔میں نے کہا کہ تبرک کے طور پر محفوظ ہے۔وفات پر اس کے حصے کفن کے ساتھ شامل کرنے کی وصیت کروں گا۔فرمایا کہ حضرت اقدس کے احرام کی دو چادریں کفن کے لیے،مجھ سے لے لو اور وہ مجھے دے دو۔تو ایسے ہی ہوا۔

ایک دفعہ فقیر نے عرض کیا کہ گنبد خضریٰ کے اندرونی حصہ پر جدید پلستر کیا گیا ہے۔صدیوں مزار شریف پر موجود قدیم پلستر کو اکھیڑا گیا تو اس کا تولہ نصف تولہ،مولانا خدا بخشؒ اور مجھے ۱۴۰۱ھ کے پہلے سفر حجاز میں ایک کرم فرما نے عنایت فرمایا تھا۔وہ مولانا خدا بخش کے پاس ہے۔ابھی میں نے بھی ان سے اپنا حصہ نہیں لیا۔یہ غالباً سفر برطانیہ میں بر سبیل تذکرہ ذکر ہوا۔ واپس آ کر ایک دن دفتر تشریف لائے گاڑی منگوائی مجھے ساتھ لیا اور شجاع آباد روانہ ہو گئے۔بارش کا موسم تھا۔راستہ خراب۔گاڑی کو گارے سے ایک جگہ نکالنے کے لئے زحمت بھی اٹھائی۔آگے مولانا کے گھر تک راستہ خراب تھا۔گاڑی نہ جا سکتی تھی۔پیدل گئے۔مولانا سے وہ شیشی لی۔ملتان تشریف لا کر تین شیشیوں میں اسے برابر اپنے ہاتھ سے تقسیم کیا۔ایک مجھے عنایت فرمائی ایک مولانا خدا بخش کو دی اور ایک خود رکھ لی۔ہاتھ سے تقسیم کرتے ہوئے جو گرد ہاتھ کو لگی اسے چہرے پر مل لیا۔

غالباً ۱۹۹۷ء میں برطانیہ سے واپسی پر بیت اللہ شریف کی تعمیر ہو رہی تھی۔ایک دوست مل گئے۔انہوں نے کہا کہ بیت اللہ کے اندر آپ کو نفل پڑھوا دیتا ہوں۔فوراً دوڑے حرم شریف میں حضرت اقدس کو تلاش کیا۔حضرت اقدس رہائش گاہ پر تشریف لا چکے تھے۔فقیر حضرت کے ہمراہ تھا۔اب رہائش گاہ پر جا کر حضرت اقدس کو لانے کے لئے وقت نہیں تھا۔اتفاق سے حضرت حافظ محمد شریف برمنگھم والے مل گئے۔ان کو ساتھ لیا۔اس ساتھی کے ساتھ بیت اللہ شریف کے

اندر جا کر نوافل ادا کیۓ ۔اندر سے بیت اللہ شریف کی دیواروں کو ہاتھوں سے مسل کر باہر تشریف لائے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں کو بند کئے ہوئے رہائش گاہ پر تشریف لائے اور بڑے بھرپور جذبات سے خوشی خوشی دونوں ہاتھ فقیر کے منہ پر پھیرنے شروع کر دیئے۔ بہت حیرت ہوئی کہ کیا کر رہے ہیں۔ پوچھا تو چشم پرنم سے واقعہ بتایا۔ اب راقم نے منہ بنالیا کہ ہمیں اس سعادت سے کیوں محروم رکھا۔ بلایا کیوں نہیں؟۔ اتنا بخل تو جائز نہیں۔ فرمایا کہ بھائی وقت نہ تھا۔ اگر میں رہائش گاہ پر آتا تو بیت اللہ شریف کے معمار و مستری اندر چلے جاتے کام شروع ہو جاتا پھر تو کسی چڑیا کو بھی پر مارنے کی جرات نہ ہوتی۔ کل دوبارہ کوشش کریں گے۔ حضرت اقدس کو بتایا تو آپ مسکرا دیئے۔ دوسرے دن بہت کوشش کی مگر راقم کا مقدر قبلہ صاحبزادہ صاحبؒ کے مقدر کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔ اہتمام نہ ہو سکا۔ بادشاہوں کو بیت اللہ شریف کے اندر سرکاری سطح پر اجازت ملتی ہے۔ ایک درویش کو قدرت نے کس طرح اس سعادت سے نواز دیا۔ محترم جناب محمد اسحٰق خاکوانی نے اپنی گفتگو میں قبلہ صاحبزادہ کے متعلق یہ خوبصورت جملہ کتنا سچا فرمایا کہ:

مزاج شاہانہ تھا گزران فقیرانہ تھی

محترم صاحبزادہ صاحبؒ کو رب کریم نے محض اپنے کرم سے جن خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان میں معاملہ فہمی، قوت فیصلہ اور انتظامی امور کو احسن طریقہ پر چلانے کی خوبیاں مثالی اور قابل رشک تھیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ خانقاہ شریف کے تمام متعلقین، عالمی مجلس کا تمام حلقہ، دوست احباب۔ غرض تمام جاننے والے اپنے دل کے دکھڑے عرض کر کے مشورہ، دعائیں اور ہدایات کے لئے محترم صاحبزادہ صاحبؒ سے رجوع کرتے تھے۔ خانقاہ شریف کے حلقہ میں تو مشہور تھا کہ پہلے چھوٹے پیر صاحب کو آمادہ کر لیں۔ چنانچہ اسی فیصد امور وہ نمٹا دیتے تھے۔ محترم محمد اسحٰق خان خاکوانی کے بقول گھر کے دس افراد ہیں۔ بچے، بچیاں، میاں، بیوی سب اپنے جھگڑے و مشکلات صاحبزادہ صاحبؒ سے عرض کیا کرتے تھے۔ باپ بیٹے کے متعلق، میاں اپنی اہلیہ کے متعلق اور اہلیہ اپنے میاں کے متعلق۔ قابل تصفیہ امور کے لئے صاحبزادہ صاحبؒ سے رجوع کرتے تھے اور صاحبزادہ کا کمال یہ تھا ایسے مزاج شناس تھے کہ فیصلہ کرتے وقت سب کے مزاجوں کا خیال کر کے آپ فیصلہ فرماتے جس سے سب خوش ہو جاتے۔ جس کی غلطی ہوتی حکمت عملی، نرمی، گرمی سے اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ شادی، غمی سبھی امور کے لئے رفقاء ان سے

رجوع کرتے تھے۔ بروقت صحیح فیصلہ کرنے میں آپ دیر نہیں لگاتے تھے۔

ایک بار جدہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لئے لوکل فلائیٹ کے بورڈنگ کارڈ لے کر لاونج میں چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ کے سامان کا دستی بیگ جدہ ایک دوست کے گھر رہ گیا۔ محترم صاحبزادہ سعید احمد صاحب سے فرمایا کہ آپ حضرت کے ساتھ چلیں میں بیگ لے کر دوسری فلائیٹ سے آجاؤں گا۔ سعودیہ مقامی فلائیٹ کے لئے بورڈنگ کارڈ لے کر بھی آدمی رہ جائے تو وہ انتظار نہیں کرتے۔ ایئرپورٹ سے نکلے۔ ٹیکسی لی سامان جا کر وصول کیا۔ اسی ٹیکسی سے واپس آئے تو جہاز جا چکا تھا۔ دوسری فلائیٹ جو چار پانچ گھنٹہ کے بعد جارہی تھی اس کے لئے ٹکٹ مانگا تو اس میں سیٹ نہ تھی۔ بہت کوشش کی مگر کوئی صورت نظر نہ آئی۔ بہت پریشان ہوئے۔ خیال یہ کہ حضرت قبلہ کو مدینہ طیبہ میں پریشانی نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ مواجہہ شریف پر میری حاضری حضرت قبلہ کے ہمراہ نہ ہوسکی۔ اس پریشانی میں دعا کی۔ اتنے میں سامنے کے کونٹر پر ایک عرب افسر نے بلا کر پوچھا۔ صاحبزادہ نے صاحبؒ نے پریشانی بتائی۔ اس نے فوراً اسی پہلے ٹکٹ پر اوور چارجنگ لے کر فسٹ کلاس کی سیٹ دے دی۔ مدینہ طیبہ پہنچے مسجد نبویؐ گئے تو قبلہ حضرت باہر نکل رہے تھے۔ تو بے ساختہ گلے ملتے ہی عرض کیا کہ حضرت آج معلوم ہوا کہ:

سجنوں کا وچھوڑ کتنا بھاری ہوتا ہے

اس پر حضرت قبلہ نے سینہ سے لگایا۔ فرماتے تھے کہ میری ساری تھکاوٹ دور ہوگئی۔ دیکھئے کتنا بروقت صحیح فیصلہ تھا کہ جہاز چھوڑ دیا۔ مگر حضرت کی راحت کی خاطر سفری سامان لئے بغیر سفر نہیں کیا۔ اسی طرح ایک دفعہ بورڈنگ کارڈ لے کر لاونج میں جا کر بیٹھ گئے۔ محترم صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس دستی بیگ تھا۔ جس میں تمام پاسپورٹ ٹکٹیں اور نقدی تھی۔ جب جہاز کے اندر جانے کا اعلان ہوا تو لائن میں لگ گئے۔ جہاز کے اندر سیٹوں پر جا کر معلوم ہوا کہ دستی بیگ تو لاؤنج میں رہ گیا ہے۔ فوراً سیٹ سے اٹھے۔ لوگ آرہے ہیں۔ ان کو ادھر ادھر کرتے اس تیزی سے نکلے کہ جہاز کا عملہ پریشان ہوگیا وہ پکارتے رہے مگر آپ نے ایک نہ سنی۔ ان کا ایک آدمی پیچھے دوڑا۔ اتنے میں آپ سیڑھیوں سے اتر کر لاونج میں اپنی کرسی سے بیگ اٹھا چکے تھے۔ تب وہ سمجھے کہ کیا پرابلم تھا۔ عملہ نے واپس احترام سے لا کر آپ کو جہاز میں بٹھا دیا۔ اب اگر سوچتے رہ جاتے تو کتنا نقصان ہوتا۔ اس طرح بروقت صحیح فیصلہ کرنے میں اپنی مثال

آپ تھے۔

فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت قبلہ مسجد نبویؐ سے پیدل رہائش گاہ کی طرف ڈاکٹر حمید اللہ خاکوانی بہاولپوری کے ساتھ تھے۔راستہ میں گاڑی نے سائیڈ ماری۔ حضرت سڑک پر گر گئے۔سر پر چوٹ آئی۔اور خون بہہ نکلا۔ڈاکٹر صاحب پریشان اتنے میں صاحبزادہ صاحب آگئے۔ گاڑی کی۔ ہسپتال گئے۔ معائنہ ہوا۔ ایکسرے لیا۔ پٹی کرائی۔ کیس سیریس تھا۔فوراً ہسپتال میں داخل کروایا۔اب ڈرائیور جس نے سائیڈ ماری اسے پولیس نے پکڑ لیا۔ پولیس آفیسر نے کہا کہ آپ حضرت کو لے آئیں۔حضرت قبلہ کو لے جانے لگے تو پھر خون جاری ہو گیا۔چنانچہ صاحبزادہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب تھانہ آئے۔پولیس آفیسر بد مزاج تھا۔اس نے کہا ان دو میں سے ایک کو بٹھالو۔جب تک مضروب نہ آ کر بیان دے یہ تھانہ میں رہیں۔فوراً صاحبزادہ صاحب نے فیصلہ کیا۔ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ آپ حضرت قبلہ کی خدمت کے لئے چلیں۔میں یہاں رہتا ہوں۔پولیس لاک اپ میں بند ہو گئے۔اب صبح سے یہ معاملہ چل رہا تھا۔ظہر کی اذان کا وقت ہو رہا تھا۔بھوک نے بہت ستایا۔فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ یا اللہ ہم تو یہاں مشکلات حل کرانے کے لئے آتے ہیں۔یہ تو نئی مصیبت گلے پڑ گئی۔بھوک،گرفتاری، شیخ سے جدائی، مسجد شریف کی نماز سے محرومی، پتا نہیں کیا کیا۔ایک ساتھ مشکلات عرض کر کے دعا کی۔ابھی دعا ختم کی ہوگی کہ ایک صاحب دوسرے لاک اپ میں بند شخص کے لئے گرم گرم مرغ پلاؤ کا بھرا ہوا تھال لائے اور دوسرے شخص کو کہا کہ ان مولانا صاحب کو بھی ساتھ شریک کریں۔وہ باہر کھڑا۔ یہ اندر والا مجھے بلائے۔ میں ذرا تکلف کروں تو اس نے زور سے میرا ہاتھ پکڑ کر شریک کر لیا۔میں نے اس یقین کے ساتھ کھانا کھایا کہ اب دعا کی منظوری نقد ظاہر ہو رہی ہے۔اللہ میاں کی شان کے خلاف ہے کہ دعا آدھی منظور ہو اور آدھی منظور نہ ہو۔پوری منظور ہو گئی ہے۔کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو نہ معلوم پولیس آفیسر کے دل میں کیا آیا۔تمام لاک اپ کے قیدیوں کو بلا کر جیل بھجوانے کی فہرست بنوانے لگا۔میرا نام آیا تو کہا کہ مضروب بھی ان کا آدمی ہو۔یہ معاف کر کے احسان بھی کریں اور ہم آدمی بھی ان کا اندر کر دیں۔یہ تو زیادتی ہے۔ان کو لے جاؤ ہسپتال میں ہی مضروب کا بیان لے کر ان کو فارغ کر دیں۔ہسپتال گئے تو آگے حضرت قبلہ تھانہ جا کر بیان دینے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔صاحبزادہ صاحب کو دیکھا تو فرمایا اچھا ہوا آپ آگئے۔میں تو آپ کے لئے پریشان

تھا۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے عرض کیا حضرت میں آپ کے لئے پریشان تھا۔ بیان ہوا۔ پولیس کو فارغ کیا اور پھر حرم شریف میں ایک ساتھ جا کر نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ نے چند دنوں بعد حضرت کو صحت سے سرفراز فرمادیا۔

حضرت قبلہ دامت برکاتہم جہاں تشریف لے جاتے تمام تر انتظامات اور مصروفیات کی ترتیب صاحبزادہ صاحبؒ کے سپرد ہوتی۔ آپ اس خوش اسلوبی سے اس کو مرتب کرتے کہ حضرت قبلہ کو بھی آرام رہتا۔ رفقاء اور متعلقین کو بھی بھرپور استفادہ کا موقعہ مل جاتا۔

جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں دوسری بار حج کرنے والے کے لئے مشکلات تھیں۔ جبکہ قبلہ حضرت صاحب اور صاحبزادہ صاحبؒ حج پر جانے کا معمول ترک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تو اس کی سبیل یہ نکالی کہ پاکستان سے وزٹ ویزا پر کویت تشریف لے جاتے۔ وہاں سے حج کا ویزا لگوا لیا جاتا۔ ایک بار ویزا اسیکشن آفیسر نے صاحبزادہ صاحبؒ کے ویزا کے لئے پس و پیش کیا تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ان کے بغیر تو میں بھی نہیں جا سکتا۔ ویزا آفیسر نے کہا کہ کیا جنت میں ان کو ساتھ لے کر جاؤ گے؟۔ حضرت قبلہ نے صاحبزادہ صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہاں! یہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ اس پر اعتماد گفتگو کا ویزا آفیسر پر اثر ہوا اور ماشاء اللہ! ماشاء اللہ! کہہ کر فوراً صاحبزادہ صاحب کا ویزا لگا دیا۔

ایک دفعہ برطانیہ جانے کے لئے اسلام آباد ویزا لگوانے گئے تو آفیسر نے حضرت قبلہ سے پوچھا کہ اگر ہم ان (صاحبزادہ صاحبؒ) کو ویزا نہ دیں تو پھر؟۔ حضرت قبلہ نے فرمایا پھر مجھے بھی نہیں چاہیے۔ مسکرا کر اس نے دونوں ویزے لگا دیئے۔

جناب قاضی فیض احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ والوں کے حوالہ سے مولانا محمد علی صدیقی نے بتایا کہ ایک بار سرہند شریف کے سفر میں بھی صاحبزادہ صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ خانقاہ مجددیہ کے متعلقین سے ایک بزرگ جو مالیر کوٹلہ کے تھے۔ قبلہ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب سے ملنے کے لئے سرہند شریف تشریف لائے۔ جاتے وقت سب سے مصافحہ کر چکے تو صاحبزادہ صاحبؒ سے ہاتھ تھوڑا ملاتے ہی واپس کھینچ لیا اور حضرت قبلہ سے عرض کی کہ یہ حضرت خلیفہ صاحبؒ (حضرت ثانی) کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں! تو انہوں نے کہا کہ حضرتؒ خلیفہ صاحبؒ (ہندوستان کے ساتھی حضرت ثانی کو خلیفہ صاحب ہی کہتے تھے) والی کشش ان کے ہاتھوں میں

ہے۔اس سے سمجھا کہ یہ ان کے صاحبزادے ہیں۔پھر مصافحہ کیا دعائیں دیں اور چل دیئے۔

یہاں پر ایک اور بات یاد آئی کہ ایک دن راقم نے صاحبزادہ کی بیماری کا حال دیکھ کر عرض کیا کہ ایک دفعہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ ؒ کی بیمار پرسی کے لئے مولانا محمد ادریس انصاریؒ صادق آباد والے تشریف لائے تو انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے عرض کیا کہ اللہ رب العزت اپنے کسی محبوب بندہ کو اعلیٰ مراتب پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ ذکر و اعمال سے اگر نہیں پہنچ پاتا تو اللہ میاں بیماری سے اس کے رفع درجات فرما دیتے ہیں۔فوراً صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ بغیر تکلیف کے بھی وہ درجہ دے سکتے ہیں۔ اس کے بغیر ہی دے دیں۔یہ تو جملہ معترضہ ہوا۔ مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ آخری دنوں میں صاحبزادہ صاحب درجات کی بلندی کے لئے ہوا سے زیادہ تیزی سے سفر کرتے نظر آتے ہیں۔

جناب ملک فیاض صاحب کی یہ روایت ہے کہ میں نے ایک دن عرض کیا کہ مکان بدلنا ہے کرایہ پر دوسرا مکان مل نہیں رہا۔فرمایا مل جائے گا۔اسی شام مجھے مکان مل گیا۔دو دن بعد تشریف لائے تو فرمایا سناؤ بھائی کیسے رہا۔میں نے عرض کی کہ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مسئلہ حل کر دیا۔فرمایا نہیں ملک صاحب میں نے حضرت قبلہ سے آپ کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔میں کیا ہوں۔یہ سب شیخ کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

کچھ عرصہ سے آپ کو شوگر کی شکایت تھی۔آپ نے خوراک کم کر دی۔پہلے بھی خوراک بہت کم تھی۔اب مزید کم کی تو کمزوری نے آگھیرا۔میٹھے سے پرہیز کیا۔جگر کو میٹھا چاہیے۔اب جگر سکڑنا شروع ہو گیا۔اس میں سفر نہیں کرنا چاہیے۔آپ کو قدرت نے پیدا ہی سفر کے لئے کیا تھا۔ بس طبیعت نڈھال ہو گئی۔ڈاکٹروں نے بہت جتن کئے۔مگر ستمبر ۱۹۹۸ء سے صحت اس قدر بگڑنا شروع ہو گئی کہ آپ صاحب فراش ہو گئے۔کچھ عرصہ گھر پر زیر علاج رہے۔شعبان میں ملتان تشریف لائے۔حضرت حکیم حنیف اللہ مرحوم نے آپ کو دیکھا۔جناب ڈاکٹر پروفیسر عنایت اللہ کا علاج شروع ہوا۔وہ صبح شام اپنی خوش بختی سمجھ کر فکر مند ہو گئے۔ڈاکٹر خالد خاکوانی مرحوم اور ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر محمد عابد خان نے خدمت کے لئے دن رات ایک کر دیا۔خواہش تھی کہ قیام دفتر میں ہو۔ایک کمرہ کے ساتھ اٹیچ باتھ بنوانا شروع کیا۔مگر مکمل ہونے سے پہلے آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔جناب میاں خان محمد صاحب سرگانہ اور آپ کے پورے خاندان نے مکان آپ کے

لئے وقف کر دیا۔

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، خاکوانی حضرات، سرگانہ حضرات اور دیگر متعلقین نے دیدہ دل فرش راہ کر دیئے۔ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم عشرہ بھر آ کر صاحبزادہ کی عیادت کے لئے ملتان قیام پذیر رہے۔ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد، صاحبزادہ نجیب احمد بمعہ اپنے اہل وعیال کے تشریف لاتے رہے۔ صبح وشام ملک بھر سے ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ کر کے رفقاء دعاؤں سے نوازتے رہے۔ طبعیت بگڑتی اور سنبھلتی رہی۔ لاہور جانے کا پروگرام بن گیا۔ صاحبزادہ نجیب احمد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ الحاج حافظ قاسم حسن کے ہاں رہائش اختیار کی۔ زید ہسپتال میں بھی زیر علاج رہے۔ ڈاکٹر صاحبان نے بہت کوشش کی۔ اس دوران چناب نگر کورس کے شرکاء سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ رمضان شریف کے اوائل میں پھر ملتان آ گئے۔ حسب سابق سرگانہ ہاؤس میں قیام رہا۔ ڈاکٹر صاحبان اور حکماء نے سعادت سمجھ کر خدمت کی۔ مگر طبعیت سنبھل نہ سکی۔

۱۵ شوال ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۹۹ء بروز منگل صبح دس بج کر چالیس منٹ پر سرگانہ ہاؤس کچہری روڈ ملتان میں آپ نے جان! جان آفریں کے سپرد کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ انتقال کے وقت حافظ محمد رفیق، ڈاکٹر عابد خان خاکوانی، طاہر صاحب موجود تھے۔ رات سے طبعیت خراب تھی۔ صبح کو کچھ ٹھیک ہوئی۔ تاریخ پوچھی، ڈائری منگوائی نمبر تلاش کر کے فون کیا۔ اس کے بعد لیٹ گئے۔ ساتھی آپ کو دباتے رہے اور آپ زیر لب پڑھتے رہے۔ ہاتھ سینہ اور دل پر پھیرتے رہے۔ اس حالت میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے وصال کی خبر ملک بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ملتان کے رفقاء فوراً سرگانہ ہاؤس جمع ہو گئے۔ خانیوال سے آپ کی خبر سنتے ہی آپ کے چچازاد بھائی محمد امین صاحب اور محمد انور ملتان روانہ ہو گئے۔ ادھر ملتان میں غسل اور کفن کی تیاری شروع ہو گئی۔ فقیر راقم نے آپ کو غسل دینے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب، اعزاز سرگانہ اور انور صاحب نے معاونت فرمائی۔ راقم عرض گذار ہے کہ آپ کا جسم اتنا تر وتازہ تھا کہ موت کا گمان بھی نہ ہوتا۔ سر مبارک کو پکڑ کر سیدھا کر کے صابن لگاتے جب چھوڑتے رخ ازخود بیت اللہ شریف کی طرف ہو جاتا۔ ایک بار بازو کو صابن لگا رہے تھے تو پورا بازو گلے میں حمائل ہو گیا۔ اس حالت کو دیکھ کر راقم

خود گھبرا گیا کہ کہیں سکتہ کی کیفیت تو نہیں جسے ہم موت سمجھ رہے ہوں۔ کفن کا اکمل سرگانہ، حکیم خلیل احمد، الحاج محمد طفیل جاوید نے اہتمام کیا۔ ایمبولینس کے لئے ڈاکٹر محمد عابد خان اور ڈاکٹر خالد خاکوانی ؒ نے اہتمام کیا۔ یوں حضرت حافظ مرحوم کی ڈیڑھ بجے تیاری مکمل ہوگئی اور قافلہ خانیوال کے لئے روانہ ہوا۔ خانیوال گرد و نواح، لاہور، فیصل آباد، ساہیوال، چیچہ وطنی، بہاولپور، ملتان، تک کے ساتھی بستی سراجیہ خانیوال پہنچ گئے۔

مغرب کے بعد نماز جنازہ ہوا۔ علماء صلحاء نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید صاحب نے امامت کرائی۔ صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ کے اکلوتے صاحبزدہ محمد رضوان عابد' اکلوتی ہمشیرہ اور بہنوئی جناب محمد یوسف صاحب نے لاہور سے تشریف لانا تھا۔ ان کی آمد پر رات ۹ بجے کاروں ویگنوں کے جلوس میں ایمبولینس کے ذریعہ محترم جناب صاحبزادہ صاحبؒ کے آخری سفر کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔ خانیوال، کبیر والا' جھنگ، ساہیوال، شاہ پور، خوشاب، کندیاں کے راستہ صبح چار بجے خانقاہ سراجیہ پہنچے۔ خانقاہ شریف میں بھی پشاور' پنڈی' لاہور' ملتان' بہاولپور' صادق آباد' رحیم یار خان' سرگودھا' گوجرہ' ٹوبہ' بھکر' دریا خان' گوجرانوالہ' اسلام آباد غرضیکہ ملک کے کونہ کونہ سے علماء' صلحاء کے قافلے پہنچے ہوئے تھے۔ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد، نے خانقاہ سراجیہ کے دفتر میں آپ کے جنازہ کو رکھوایا۔ سفید چادر میں ملبوس سفید داڑھی والا نورانی چہرہ محو خواب نظر آتا تھا۔ آخری دیدار کا مرحلہ شروع ہوگیا۔ صبر کے بندھن ٹوٹے۔ آنسوؤں کی برسات میں لوگوں نے جوق درجوق قافلہ در قافلہ کی زیارت کی۔ صبح کی نماز شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی امامت میں رفقاء و حاضرین نے پڑھی۔ حضرت قبلہ چشم پرنم سے سراپا صبر و استقامت بنے ہوئے تھے۔ ۸ بجے جنازہ کا اعلان ہوا تھا۔ لوگوں کے مزید قافلے آنے شروع ہوگئے۔ پونے آٹھ بجے گھر کی مستورات کو زیارت کرانے کے لےء جنازہ کو اندرون خانہ لے جایا گیا۔ ۸ بجے حضرت دامت برکاتہم نے جنازہ پڑھایا۔ ساتھیوں نے کندھوں پر اٹھایا، خانقاہ سراجیہ کے قبرستان میں تیار شدہ قبر کے پاس لے گئے۔ رش اتنا تھا کہ معلوم نہ ہوسکا کہ کس نے قبر میں اتارا۔ تاہم حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم تدفین کے پورے عمل کے دوران میں موجود

ڑی دعا آپ نے کرائی۔ یوں قبلہ محمد عابد صاحبؒ اپنے والد گرامی حضرت ثانی مولانا محمد
احبؒ کے قدموں میں رحمت حق کے حصار میں چلے گئے تھے اور ساتھی واپس اپنے اپنے
کو روانہ ہو گئے۔

ساتھی حضرت حافظ مرحوم سے کتنا پیار کرتے تھے نوجوانوں کو دھاڑیں مار مار کر ایک
ے کے گلے لگ لگ کر روتے دیکھا۔ اس کی نقشہ کشی الفاظ میں ممکن نہیں۔ خاکوانی حضرات
نوجوان عثمان خان، عدنان خان جیسے جگر گردہ کے لوگوں کا پتہ پانی دیکھا۔ مولانا عزیز الرحمٰن
ھری، مولانا محمد عبداللہ بھکر، مولانا نورالحق نور، مولا قاری فیاض احمد، حاجی مقبول و حاجی
ب، عزیز الرحمٰن، یوسف وامین، رضوان و آصف، غرض جسے دیکھا دگرگوں حالت میں دیکھا۔
کو کس حالت میں دیکھا اس کی تعبیر ممکن نہیں۔ اس لئے اپنی تو اس وقت بھی ان الفاظ پر پہنچ کر
ت دگرگوں ہو رہی ہے۔ اس پر بس کرتا ہوں۔ صاحبزادہ صاحبؒ کے بھانجے نے یہ شعر لکھ کر
یے۔ آپ بھی پڑھ لیں۔

افق کی سرخ قبا سے سراغ ملتا ہے
ہمارا خون ستاروں میں جگمگائے گا

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

کانٹوں سے گھرا ہوا ہے چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

وہ لوگ تو نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

(لولاک ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ)

۳۲......جناب حکیم حنیف اللہؒ

وفات......۶ فروری ۱۹۹۹ء

ملک عزیز کے نامور حکیم حاذق' معروف نباض و معالج' عارف باللہ' جناب حکیم حنیف اللہ صاحبؒ ۶ فروری ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ صبح سحری کے وقت نشتر ہسپتال ملتان میں انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون !حکیم صاحبؒ خاندانی طور پر حکیم تھے۔آپ کے والد گرامی حکیم عطاء اللہؒ بڑے نامور حکیم تھے۔قدرت نے ان کو ظاہری و باطنی طور پر حکمتوں سے نوازا تھا۔حکیم حنیف اللہؒ صحیح معنوں میں اپنے والد کے جانشین تھے۔حکمت میں نام پیدا کیا۔حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ حضرت مولانا مفتی محمودؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا حافظ سید عطاء المنعم بخاریؒ ایسے نابغہ روزگار حضرات سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خاندان سے تو آپ کے خاندانی روابط تھے۔حکیم صاحبؒ نے حضرت امیر شریعتؒ کے حکم پر شادی کے بعد قرآن مجید حفظ کیا۔حفظ کے بعد مغرب سے عشاء تک کم وبیش چالیس سال تک متواتر قرآن مجید نفلوں میں پڑھنے کا معمول تھا۔سفر ہو یا حضر آپ کی تلاوت کا ناغہ ناممکنات سے تھا۔طب ان کا فن تھا۔نبض دیکھتے ہی مرض کی تفصیلات کمپیوٹر کی سکرین کی طرح ان کے سامنے آجاتی تھیں۔موجودہ اکابر میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ سے آپ کی نیازمندی قابل رشک ہے۔صاحبزادہ محمد عابدؒ کے وصال پر بہت دل گرفتہ تھے۔خان پور گئے۔دل کی تکلیف ہوئی گھر لایا گیا۔آتے ہی اہلیہ سے فرمایا کہ میرا وقت آگیا ہے۔اب صبر کرنا۔اپنے جانشین بیٹے حکیم خلیل احمد کو کہا کہ والدہ اور بہنوں کا خیال رکھنا۔ہسپتال گئے علاج بھی ہوا اور پھر آخری وقت آگیا۔بس دیکھتے ہی دیکھتے طب اسلامی کی دہلی سے ملتان تک یادوں کے امین' روایتوں کے محافظ' اللہ رب العزت کے حضور چلے گئے۔اسی روز عصر کے بعد ساڑھے پانچ بجے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ملتان کی دینی وسماجی قیادت تمام مکاتب فکر جنازہ میں جمع تھے۔سید جلال باقری قبرستان کا وہ احاطہ جو حضرت شاہ جیؒ اور حکیم عطاء اللہؒ کے خاندان کے لئے مخصوص ہے۔اس میں مدفون ہوئے۔

(لولاک ذیقعدہ ۱۴۱۹)

۳۴۳...... جناب سید ممتاز الحسن شاہ گیلانیؒ

وفات......۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء

حضرت سید ممتاز الحسن شاہ گیلانیؒ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

جناب سید ممتاز الحسن شاہ گیلانیؒ حفظ و ناظرہ اور سکول کی معمولی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فیصل آباد آنا جانا ہوا تو مجاہد ملت حضرت مولانا تاج محمودؒ سے نیازمندی کا شرف حاصل ہوا۔ یہاں سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے گرامی قدر رفقاء سے عقیدت و محبت کا رشتہ قائم ہوا۔ پہلے احرار اسلام پھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستگی ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ سے مثالی تعلقات تھے۔ اشرف المدارس فیصل آباد کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ سے کچھ عرصہ ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ عجیب طبیعت پائی تھی۔ اکابر سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے فدائی تھے۔ حضرت مولانا کی مجلس میں جب حاضر ہوتے۔ تقریر سنتے اور قلم بند کرتے جاتے۔ تقاریر وملفوظات پر مشتمل نوٹ بک بنائی ہوئی تھی۔ جسے سفر و حضر میں عزیز از جان سمجھ کر ساتھ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ سندھ کے سفر میں وہ گم ہوگئی تو مدت العمر اس گراں مایہ ذخیرہ پر تاسف کا اظہار کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا زندگی بھر کا معمول تھا کہ آپ کسی سید کو خدمت کا موقع نہیں دیتے تھے۔ لیکن سید ممتاز الحسن شاہ گیلانیؒ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ سید ہونے کے باوجود ان سے خدمت لے لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ سے تو باپ بیٹے جیسا تعلق ہے۔ آپ کو حضرت جالندھریؒ نے فیصل آباد کے قادیانیت زدہ دیہات کے لئے مبلغ مقرر کر دیا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے جان جوکھوں میں ڈال کر آخری عمر تک اس فریضہ کو نبھایا اور خوب نبھایا۔

فقیر راقم الحروف کا بطور مبلغ سب سے پہلا تقرر فیصل آباد میں ہوا تو جڑانوالہ کھرڑیانوالہ کے دیہات میں تعارف کرایا اور عمر بھر اپنی شفقتوں سے نوازا۔ اس عرصہ میں ہمارا

جند جان کا رشتہ قائم ہوا۔ بہت ہی شریف النفس، درویش صفت اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں دن رات ایک کر دیا۔ چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا گیا تو سردار منیر احمد خان لغاری پہلے آر ایم مقرر ہوئے۔ ان کی عدالت بلدیہ کی عمارت ٹھہری۔ وہاں آپ کو ابتدائی نمازیں پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ جن سے ایک بار تعارف ہوا۔ آخر عمر تک باوفا ساتھیوں کی طرح اسے نبھایا۔ جامع مسجد و مدرسہ تعلیم القران ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر، جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر پر ساتھیوں کی رخصتوں کے موقع پر ہفتہ ہفتہ بارہا ڈیوٹی دی۔

چنیوٹ و چناب نگر آل پاکستان ختم نبوت کانفرنسوں میں حاضری ان کی زندگی بھر کا معمول رہا۔ مجلس کے مبلغین کی میٹنگوں میں جماعتی پالیسی و معاملات پر رواداری کے قائل نہ تھے۔ ہمیشہ مجلس کے ضوابط پر کاربند رہتے اور رفقاء کو اس پر کاربند رہنے کا سبق دیتے تھے۔ جماعتی مسئلہ میں ساتھیوں کے مختلف مشوروں کو اکابرین کا کوئی ملفوظ سنا کر مسئلہ کا حل نکال لینے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ شیعہ سنی کشیدگی پر بہت افسردہ رہتے اور اس کو قادیانیوں کی سازش قرار دیتے۔ مزاج پیروں والا تھا۔ بود و باش فقیروں والی تھی۔

اس دفعہ اٹھارویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے موقع پر چار روز ان سے مجلس رہی۔ مبلغین حضرات کی تعلیم و تربیت اور مزید تیاری کے لئے ۱۹ اکتوبر کی عشاء کے بعد تحریری امتحان قرار پایا۔ سب سے سینئر ہونے کے باوجود محض نئے دوستوں کی دلجوئی کے لئے امتحان میں شریک ہوئے۔ پرچہ دیا۔ آنکھوں کا عارضہ تھا۔ مگر اسے جماعتی امر کی تعمیل میں رکاوٹ نہ بننے دیا۔ دوسرے دن دوپہر تک کے اجلاس میں شریک رہے۔ ہم لوگوں کو ملتان کا ایک بجے دن سفر کرنا تھا۔ آپ مدرسہ میں ہی قیام پذیر تھے۔ ان سے رخصت لے کر روانہ ہوئے اور یہ زندگی کی آخری ملاقات ٹھہری۔

قبلہ سید ممتاز الحسن شاہ گیلانیؒ سے فقیر کی تیس بتیس سالہ جماعتی رفاقت رہی۔ اس طویل عرصہ میں آپ کی اجلی سیرت کی گواہی دینا فقیر اپنا فرض سمجھتا ہے۔ فقیر پچھلے ہفتہ پشاور کے

سفر پر تھا۔ واپسی پر راولپنڈی دفتر میں آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی۔ دل بجھ گیا۔ دفتر مرکزیہ آ کر معلوم ہوا کہ ۲۱ اکتوبر بروز جمعرات کو ایک بارات کے ساتھ پیپلز کالونی تشریف لے گئے۔ شادی کے پنڈال میں تقریب نکاح کی تاخیر سے فائدہ اٹھا کر بیان شروع کر دیا۔ پہلے معراج کا واقعہ بیان کیا پھر آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں کا تذکرہ شروع کیا۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا نام زبان پر آیا اور کرسی پر بیٹھے ہی گردن لڑھک گئی۔ ساتھیوں نے سنبھالا تو وہ دوسرے جہاں تشریف لے جا چکے تھے۔ اتنی اجلی سیرت کا سید سادات کا تذکرہ کرتے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور چل دیا۔

ایک بجے دن کا وقت تھا۔ آخری شاپ ڈھڈی والا فیصل آباد میں ذاتی رہائشی مکان اور اپنے ہاتھوں قائم کردہ مدرسہ و مسجد میں لائے گئے۔ دوسرے دن دس بجے چک نمبر ۲۰۵ وزیر والا میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ جانشین مجاہد ملت حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے جنازہ کی امامت فرمائی۔ صاحبزادہ طارق محمود نے جنازہ پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ نے اپنے مبلغین و رفقاء کی نمائندگی کی۔

یوں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مجاہد اسلام حضرت مولانا تاج محمودؒ کے جانشینوں نے ان کے ایک دیرینہ مجاہد ساتھی کو ہزاروں سوگواروں اور خاندان کے ورثاء اور جماعتی ساتھیوں کے ہمراہ آخری آرام گاہ میں رحمت حق کے سپرد کیا۔ عاش سعیداً و مات سعیداً! کا مصداق یہ مرد قلندر دنیا میں نہ صرف خوب وقت گزار کر گیا بلکہ ہزاروں متعلقین کو سلیقہ کی زندگی گزارنے کا درس دے گیا۔ شوگر وغیرہ ایسی بیماریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حرمین کی زیارت کا بھی شرف حاصل تھا۔ ہزاروں سعادتوں کا مجموعہ اب رب کریم کے حضور حاضر ہوا۔ اللہ رب العزت اپنے عفو و کرم کا ان سے معاملہ فرمائیں۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔ آمین!

(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ)

۳۴...... جناب چوہدری غلام نبی امرتسریؒ

وفات...... ۱۵ دسمبر ۱۹۹۹ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے بزرگ رہنما' روح رواں' جناب چوہدری غلام نبی امرتسریؒ گوجرانوالہ میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

چوہدری غلام نبیؒ امرتسر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم سے قبل امرتسر ''احرار'' کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ آپ نے امرتسر کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ اکابر کی نظر کرم نے ان کو دین اسلام کی خدمت اور آزادی وطن کا مجاہد سپاہی بنا دیا۔ مجلس احرار اسلام کے مجاہد' بہادر' مخلص کارکنوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ کڑیل جوان تھے۔ قدرت نے حسن وصحت کی تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ جب احرار رضا کاروں کی وردی میں ملبوس جیوش احرار کے ساتھ چلتے تھے تو کشمیر کے شہزادے معلوم ہوتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ آ کر آباد ہوئے تو مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت امیر شریعتؒ پر دل و جان سے فدا تھے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' ماسٹر تاج الدین انصاریؒ' مولانا محمد علی جالندھریؒ' شیخ حسام الدینؒ' مولانا غلام غوث ہزارویؒ' مولانا عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ' مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ' مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا محمد شریف جالندھریؒ' مولانا تاج محمودؒ' آغا شورش کاشمیریؒ' مولانا مظہر علی اظہرؒ' سید مظفر علی شمسیؒ اور دیگر مذہبی و سیاسی رہنماؤں سے محبت و اخلاص کے مثالی تعلقات تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو چوہدری صاحبؒ نے بھی اپنے آپ کو اس پلیٹ فارم کے لئے وقف کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کے مجاہدانہ کارناموں کی لائل پور' جھنگ' خان پور' سکھر' کراچی تک داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ آپ نے اس تحریک میں سنہرے و قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے۔ کراچی میں گرفتار ہوئے۔ حیدرآباد جیل میں اکابرین تحریک کے ساتھ بہادرانہ طور پر جیل کاٹی۔ آپ پر بے پناہ تشدد بھی ہوا۔ مگر یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑی بے جگری سے حصہ لیا۔

گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ملکیتی دفتر کے حصول سے لے کر اس کی تعمیر ومرمت تک کے تمام مراحل میں آپ کا مجاہدانہ ایثار شامل رہا۔ چوہدری غلام نبی مرحوم کی گہری نظر اور معاملات کی باریک بینی اور اصابت رائے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جس قیادت کے یہ کارکن ہیں اس قیادت کی بالغ نظری کا کیا عالم ہوگا؟۔ آپ نے کسی سکول ودینی مدرسہ میں زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ مگر ذہانت اور روشن دماغی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل چار سو صفحات کی کتاب مرتب کرادی۔ جس کا نام ''تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک'' تھا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ لگائیں کہ تین سال میں اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ چوہدری غلام نبی امرتسریؒ بلاشبہ ایک انجمن تھے۔ چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ ایک وفا شعار مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے پاسبان تھے۔ اکابرین امت کی روایات کے امین تھے۔ ان کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو مدتوں پر نہ ہوگا۔ ان کی حسین یادوں کی کسک عرصہ تک دل دنیا کو مضطرب کئے رکھے گی۔

بحمدہ تعالیٰ آخر تک صحت ٹھیک رہی۔ گزشتہ چند سالوں سے گھٹنوں کے درد اور جگر کی خرابی کی شکایت ہوئی۔ مگر زندگی کی گاڑی چلتی رہی اور خوب چلتی رہی۔ چند ماہ قبل زیادہ پرابلم پیدا ہوا۔ لاہور لے جایا گیا مگر پھر بھی بہادروں کی طرح انہوں نے بیماری کو جھیلا۔ کبھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ آیا۔ چلنا پھرنا آخر تک جاری رہا۔ صرف آخری چند دنوں میں صاحب فراش ہوئے۔ مگر پھر بھی قدرت نے ان کو کسی کا محتاج نہ کیا۔

۱۵ دسمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۶ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ کو صبح دس بجے انتقال ہوا۔ اسی دن رات گیارہ بجے آپ کو بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے دیرینہ ساتھی اور جگری دوست حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گوجرانوالہ کی پوری دینی وسیاسی قیادت اور عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ جناب حافظ محمد یوسف عثمانی' مولانا ضیاء الدین آزاد' مولانا فقیر اللہ اختر اور چوہدری صاحبؒ کے صاحبزادوں نے آپ کی تکفین کے مراحل طے کئے۔ قدم قدم پر رحمت حق کے سہارے چلے اور ڈھیروں من مٹی کے نیچے رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی شایان شان مغفرت کا معاملہ فرمائیں۔ (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۰ھ)

۳۵..... مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

وفات..... ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم' رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن' دمشق یونیورسٹی کے مشیر' دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن' عرب وعجم کے رئیس العلماء' قافلہ حریت کے سرخیل' برصغیر پاک وہند کی موجودہ دور میں سب سے بڑی علمی اور روحانی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جمعہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو لکھنؤ میں انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! ان کے انتقال نے اکابر علماء کی وفات کے غم تازہ کر دیئے۔ مولانا کی وفات علم وفضل کی وفات ہے۔ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''عالم کی وفات ایک جہاں کی وفات ہے۔''

بلاشبہ مولانا مرحوم اس حدیث کا مصداق تھے۔ تین صد کتابوں کے آپ مصنف تھے۔ تاریخ' سیرت وسوانح آپ کے پسندیدہ مضامین تھے اور انہیں عنوانات پر آپ کی زیادہ تر تصانیف ہیں۔ قدرت نے اتنی جامعیت بخشی تھی کہ اردو کی طرح عربی زبان پر آپ کو نہ صرف عبور تھا بلکہ اکثر کتابیں آپ نے اصلاً عربی میں تصنیف فرمائیں۔ بعد میں اردو زبان کا ان کو جامہ پہنایا گیا۔ عربی ادب کے بھی آپ امام مانے جاتے تھے۔ ان کے علم وفضل کے سامنے عرب وعجم کے علماء کی گردنیں جھکتی نظر آتی تھیں۔ قدیم وجدید علم پر آپ کو دسترس تھی۔ شرق وغرب نے آپ کے علم کی گہرائی کا سکہ مانا۔ ہزاروں شاگرد' لاکھوں عقیدت مند' بیسویں مساجد ومدارس آپ کی یادگار ہیں۔ اے جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ رفتید والے نہ از دل ما!

آپ کی بیعت کا تعلق قطب الارشاد حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا۔ آپ مجاز بھی تھے اور غالباً ہندوستان میں آپ حضرت رائے پوریؒ کے آخری خلیفہ تھے۔ آپ کے وصال سے مساجد ومدارس کی طرح خانقاہوں کی علمی وعملی رونق بھی متاثر ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم پر آپ نے لاہور میں بیٹھ کر عرب دنیا کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کرنے کے لئے ''القادیانیہ'' عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ اس کے مقدمہ میں آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دو کتب خانے جمع ہیں۔ ایک خاموش یعنی کتابیں ہیں۔ دوسرا بولنے والا کتب خانہ یعنی حضرت مولانا محمد حیاتؒ ہیں۔ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم پر تمام

تر حوالہ جات فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے ان کو مہیا فرمائے۔ یہاں سے مسودہ تیار کر کے لکھنؤ تشریف لے گئے اور پھر سب سے پہلے عربی ایڈیشن کی اشاعت کا دمشق سے اہتمام کیا گیا اور یہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی اور پھر مصنف کے توسط سے دنیا بھر کے علماء و مشائخ بالخصوص عرب دنیا میں تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد خیال ہوا کہ اس کتاب کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ چنانچہ اردو ایڈیشن میں عربی سے اردو میں حوالہ جات کو منتقل کرنے کی بجائے مرزائیوں کی اصل اردو کتابوں سے ہی حوالہ جات کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مولانا محمد علی جالندھریؒ کو ذیل کا خط تحریر فرمایا۔ یہ ۶ مئی ۱۹۵۸ء کا خط ہے۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

باسمہ!

مجی و مخدومی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امید کہ مزاج بخیر ہوگا

میں اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے رائے بریلی میں تاخیر سے آیا۔ فہرست مآ خذ (یعنی قادیانی کتب) کے متعلق دیکھنا تھا کچھ کتابیں ندوۃ العلماء میں ہیں یا نہیں؟۔ چنانچہ مقابلہ کر کے ان کتابوں کو حذف کر دیا جو یہاں موجود ہیں تا کہ پاکستان سے انہیں لانے کی زحمت سے بچیں۔ اب وہی کتابیں لکھ رہا ہوں جو یہاں نہیں ہیں اور ان کو دہیں (پاکستان) سے لانا پڑے گا۔ آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ ''فیصلہ آسمانی'' حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور مولانا مونگیریؒ کی تقریباً ۱۳' ۱۲ کتابیں اور رسالے رد قادنیت میں کتب خانہ ندوۃ العلماء میں موجود ہیں۔ کئی روز سے لاہور کا کوئی خط نہیں آیا جس سے کچھ نظام سفر کا حال معلوم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ حضرت والا دامت برکاتہم (حضرت رائے پوریؒ) کے مزاج مبارک بالکل بعافیت ہوں گے۔ مخدومی مولانا عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں دو ہی روز ہوئے ہوں گے ایک خط ارسال خدمت کیا ہے۔ مولانا محمد حیاتؒ کی خدمت میں میری طرف سے بہت سلام۔ قلم زد کتابیں یہاں کتب خانہ میں موجود ہیں۔

والسلام!...... آپ کا علی ...... ۱۶ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ

چنانچہ آپ کا خط ملتے ہی حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جواب اور پھر کتابیں

ڈاک سے بھجوادیں اور ساتھ ہی تحریر کیا کہ اردو ایڈیشن (قادیانیت) لکھنؤ سے شائع کرالیں رقم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے بیت المال سے بھجوادی جائے گی۔ چنانچہ اس کے جواب میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے تحریر فرمایا:

حضرت مولانا المحترم زیدہ مجدہ والطافہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید کہ مزاج بخیر ہوگا

گرامی نامہ اور اس کے بعد رجسٹرڈ پیکٹ ملا۔ اس توجہ کے لئے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت عطا فرمائے۔ جناب نے بھی لکھنؤ میں طباعت کی تاکید فرمائی ہے اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابھی مصارف کا کوئی اندازہ نہیں۔ رقم کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔ البتہ یہ صورت ممکن ہے کہ حضرت والا (حضرت رائے پوریؒ) کے ساتھ جو رفقاء خدام رائے پور تشریف لائیں وہ قانونی رقوم اپنے ساتھ لے آئیں۔ یعنی جتنی رقم لانے کی (قانوناً) اجازت ہے۔ ہر ایک رفیق اتنی ہی رقم لے آئے علی الحساب اور وہ رائے پور میں محفوظ رہے۔ جب ضرورت ہو وہاں سے حاصل کرلی جائے۔ ابھی مجھے خود مصارف کا اندازہ نہیں۔ کتابوں کی فہرست یہ معلوم کرنے کے بعد کہ کتب خانہ ندوۃ العلماء میں کونسی کتابیں ہیں بعد میں بھجواؤں گا۔ بڑی عنایت ہوگی۔ اگر حضرت شاہ (سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) صاحب مدظلہ کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچادیا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ............طالب دعا ابوالحسن علی

جواب کا پتہ: مرکز دعوت اصلاح وتبلیغ کچہری روڈ لکھنؤ

غرض آپ کو ردقادیانیت کے عنوان پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے لگایا تھا۔ آپ کی اس متذکرہ کتاب کے عربی اردو انگریزی کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ البتہ سب سے پہلے اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت مجلس تحفظ ختم نبوت کے حصہ میں آئی۔ اس کے علاوہ ردقادیانیت پر آپ کے مندرجہ ذیل مقالہ جات بھی ہیں۔

۱...... القادیانیہ صورۃ علی نبوۃ محمدیہ۔

۲...... قادیانیت اسلام اور نبوت محمدیہ کے خلاف ایک بغاوت۔

۳...... القادیانیہ والقادیانیہ دراستہ وتحلیل۔

پاکستان میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے حضرت شیخ بنوریؒ کو جو والا نامہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے:

''سب سے پہلے تو آپ کو اس عظیم کامیابی پر آپ کے اسلاف کے ایک ادنی نیاز مند کی حیثیت سے مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں جس کے متعلق **بدیع الزمان الهمدانی** ! کے یہ الفاظ بالکل صادق ہیں۔**فتح فاق الفتوح و امنت علیه الملائکه والروح** !اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے اس کارنامہ سے آپ کے جد امجد حضرت سید آدم بنوریؒ اور ان کے شیخ حضرت امام ربانیؒ اور آپ کے استاذ و مربی حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی روح ضرور مسرور ہوئی اور اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی **علیہا الف الف سلام**! کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔ **فهنیا لکم وطوبی** !اگر میری ملاقات ہوئی تو میں آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر اپنے جذبات کا اظہار ضرور کروں گا۔'' (ماہنامہ بینات حضرت بنوری نمبر ص ۶۲ ۳ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر میں اپنا مرکز قائم کیا۔حضرت مولانا علی میاںؒ ڈھڈیاں سے واپسی پر حضرت مولانا محمد حیاتؒ کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔گزشتہ چند سالوں میں فتنہ قادیانیت نے دوبارہ انڈیا میں پر پرزے نکالنے شروع کئے تو دارالعلوم دیوبند کے ذمہ دار حضرات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کی بنیاد رکھی اور ایک عظیم الشان سیمینار کا اہتمام کیا۔اس میں آپ برابر کے شریک سفر رہے۔مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کے زیر اہتمام ۱۴ جون ۱۹۹۷ء کو عظیم الشان کل ہند سطح پر کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔اس کے متعلق آپ نے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

گرامی منزلت جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ　　　　زیدت مکارمہ!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔دارالعلوم کے جلسہ انتظامی (مجلس شوریٰ) میں شرکت کا دعوت نامہ اور رد قادیانیت کے جلسہ کی اطلاع لکھنؤ میں ملی تھی۔راقم نے اپنی صحت کی کمزوری، سن رسیدگی اور کچھ دن آرام کے لئے بمبئی کے سفر اور قیام کا ذکر کر کے حاضری سے

معذرت کا خط لکھا تھا۔ جو پہنچا ہوگا۔ لیکن بمبئی میں ۴ جون کا روزنامہ ''انقلاب'' دیکھا تو اس میں ۱۴ جون کو دہلی میں ردقادیانیت کے جلسہ کی جو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اور آپ کے زیر اہتمام منعقد ہو رہا ہے اطلاع پڑھی۔ اس سے بہت خوشی ہوئی اور یہ ارادہ کرلیا کہ میں قیام کو مختصر کرکے ۱۳ جون کو دہلی میں پہنچ جاؤں اور جلسہ میں شرکت کی سعادت جو دینی غیرت کا تقاضا ہے حاصل کروں۔ چنانچہ یہ پروگرام بنالیا کہ ۱۳ جون تک دہلی پہنچ جاؤں اور ۱۴ جون کو جلسہ میں شریک ہوں۔ میں صدق دل سے آپ کو دارالعلوم کو اور اس جلسہ کے تمام محرکین کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے بروقت قدم اٹھایا اور دارالعلوم کی روایات دفاع عن الدین او دفاع عن العقیدة الاسلامیه ! کا ثبوت دیا۔ راقم بمبئی کے قیام میں قادیانیت ہی پر تبصرہ اور اس کے سلسلہ میں کچھ لکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے قادیانیت پر عربی میں مستقل کتاب لاہور میں لکھ چکا تھا۔ جو بلاد عربیہ میں بہت مقبول ہوئی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے اس وقت تک اس کے پانچ ایڈیشن نکالے ہیں اور انگریزی ترجمہ کے بھی دو ایڈیشن شائع کئے۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء کی طرف سے آپ کی خدمت میں عربی اور اردو ایڈیشن کے بعض رسائل پہنچے ہوں گے۔

اطلاعاً آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا جا رہا ہے۔ راقم کا قیام اوکھلا جامعہ نگر میں مولوی عباس صاحب ندوی کے مکان پر رہے گا۔ جلسہ میں انشاءاللہ! شرکت کی سعادت حاصل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر طرح سے مفید اور کامیاب کرے۔ برائے کرم ہمارا سلام اور مبارکباد صاحبزادہ گرامی قدر مولانا اسعد میاں کی خدمت میں بھی پہنچا دیجئے۔ اطال اللہ بقاۂ!

راقم......ابوالحسن علی ندوی، بقلم عبدالرزاق ندوی، بمبئی، سہاگ پیلس مدن پورہ ۵ جون ۱۹۹۷ء

(منقول از ماہنامہ آئینہ دارالعلوم دیوبند مورخہ ۱۵ جون تا ۱۵ جولائی)

چنانچہ دہلی تشریف لائے اور قادیانیوں کے خلاف معرکہ کی تقریر فرمائی۔ اسی طرح لکھنؤ میں دنیا بھر کے سکالروں کا سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس میں بھی قادیانیوں کے متعلق علمی مقالہ جات پیش ہوئے۔ غرض فتنہ عمیا قادیانیت کے خلاف آپ کا وجود انعام الٰہی تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ)

۳۶......حضرت مولانا جمال اللہ الحسینیؒ

وفات......۲۱ جنوری ۲۰۰۰ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ مبلغ' دیرینہ رفیق' سندھ کی ہردلعزیز دینی شخصیت' مدبر' معاملہ فہم' زیرک' بزرگوں کی روایات کے امین' شعلہ نواء خطیب' مجاہد فی سبیل اللہ' حضرت مولانا جمال اللہ الحسینیؒ ۲۱ جنوری ۲۰۰۰ء بروز جمعتہ المبارک بعد از نماز مغرب تقریباً ۷ بجے شام پنوں عاقل ضلع سکھر میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا مرحوم سندھ کی معروف خانقاہ عالیہ درگاہ ہالیجی شریف کے خانودہ کے چشم وچراغ تھے۔ مولانا جمال اللہؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی حضرت مولانا نذیر حسین مرحوم سے حاصل کی۔ حضرت مولانا نذیر حسینؒ کا برصغیر کی تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں سے جماعتی تعلق تھا۔ احرار رہنما مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے حکم پر مولانا نذیر حسینؒ نے اپنے بیٹے مولانا جمال اللہ صاحبؒ کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخل کرایا۔ آپ نے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ وحضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ سے حدیث شریف پڑھی۔ جامعہ خیر المدارس سے فارغ ہوتے ہی آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نظام تبلیغ سے وابستہ ہو گئے۔ شکار پور' جیکب آباد آپ کا حلقہ تبلیغ مقرر ہوا۔ آپ پندرہ دن اپنے حلقہ میں اور پندرہ دن مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ساتھ تبلیغی پروگراموں میں شریک ہوتے۔ حضرت جالندھریؒ کی صحبت نے آپ کو ہیرا بنا دیا۔ خالص جماعتی ذہن تھا۔ ملک بھر کی تمام دینی جماعتوں' اداروں کے کام کو اپنا کام سمجھتے تھے۔ سندھ میں کہیں پر کوئی بھی بے دین سر اٹھاتا اس کے تعاقب کے لئے کمر بستہ ہو جاتے۔ قدرت نے آپ کے پہلو میں حساس دل رکھا تھا۔ وہ دین کے کسی بھی مسئلہ میں رواداری کی بجائے دینی غیرت پر عمل پیرا ہوتے۔ بڑے بڑے معرکے سر کئے مگر خود کبھی کسی طاغوتی طاقت کے سامنے سرنگوں نہ ہوئے۔ غرض ایک مجاہد داعی میں دینی حمیت کی جو خوبیاں ہونی چاہئیں تھیں وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ نے نصف صدی میں بڑے بڑے اکابر کی نہ صرف زیارت کی بلکہ ان سے کسب فیض بھی کیا اور پھر ان کے فیض کو عام کرنے میں دربدر' قریہ قریہ' شہر شہر' گلی گلی' دیوانہ وار پھرے۔ کراچی سے اسلام آباد تک اور پشاور سے بہاولپور تک

کے در و دیوار گواہ ہیں کہ آپ نے انتہائی سادہ مگر دلوں میں اترنے والی آواز حق سے لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔ مسلمانوں کے لئے ابریشم سے بھی زیادہ نرم تھے۔ مگر دین کے دشمنوں کے لئے ننگی تلوار تھے۔ جہاں آپ اڑ گئے بڑے بڑے جغادریوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے۔ کفر آپ کے نام سے کانپتا تھا۔ قادیانیت کو سندھ میں آپ نے گالی بنا دیا تھا۔ اوباڑہ سے کنری تک کہیں قادیانیوں کو آپ نے چین نہ لینے دیا۔ آخر کیوں نہ ہوتا خاندانی تعلق ہالیجی سے تھا۔ استاذ مولانا خیر محمد جالندھریؒ تھے۔ مربی حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ تھے۔ دست شفقت حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کا تھا اور دعائیں حضرت مولانا عبدالکریمؒ بیر شریف والوں کی تھیں۔ اعتماد آپ پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ فرماتے تھے۔ ان نسبتوں نے آپ کو جلاء بخشی اور قدرت حق کے کرم واحسان سے ہر میدان آپ کے ہاتھ رہا۔

پچپن سال عمر پائی ہوگی۔ گزشتہ سے پیوستہ سال قدرت نے آپ کو مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کی حاضری کا موقع فراہم کر دیا۔ کچھ عرصہ سے شوگر کا حملہ ہوا۔ جگر، گردہ کے نظام میں خلل پڑا۔ لیکن آخر وقت تک قدرت نے کسی کا محتاج نہ کیا۔ بیماری وعلاج ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ آخر مسافر منزل کو پا گیا۔ پنوں عاقل کے قریب گاؤں میں آپ کا جنازہ ہوا۔ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ)

۳۸...... حضرت مولانا عبدالحیٔ بہلویؒ

وفات...... ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء

قطب وقت حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کے جانشین، مفسر قرآن، مہتمم جامعہ بہلویہ شجاع آباد، حضرت مولانا عبدالحیٔ بہلویؒ ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء بروز جمعہ گیارہ بجے دن ستر سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ کے مریدوں وشاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی۔ آپ بہت ہی خدا رسیدہ بزرگ عالم دین اور فرشتہ سیرت ولی کامل تھے۔ انتہائی بے نفسی کے ساتھ آپ نے مخلوق خدا کو نفع پہنچایا۔ آپ کی عنداللہ مقبولیت کا بڑا ثبوت آپ کے جنازہ کا اجتماع تھا کہ دور افتادہ دیہاتی شہر شجاع آباد کے مضافات میں ہزاروں افراد جمع ہو گئے۔ جن میں اکثریت اہل علم اور صلحاء کی تھی۔ آپ کو آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ بہلویہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ)

۳۸......حضرت مولانا عبدالرحیم نعمانیؒ

وفات......۱۲ مارچ ۲۰۰۰ء

مدرسہ عربیہ اسلامیہ بوریوالہ کے مہتمم، جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما، زکوٰۃ عشر کمیٹی ضلع وہاڑی کے چیئرمین اور علاقہ کی ہردلعزیز دینی ومذہبی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحیم نعمانیؒ ۱۲ مارچ ۲۰۰۰ء مطابق ۵ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کی صبح کو ملتان کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! آپ کے جسد خاکی کو بورے والا لایا گیا۔ جہاں آپ کے قائم کردہ دینی مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ یعقوب آباد کے احاطہ میں رحمت خداوندی کے سپرد کردیا گیا۔ آپ کے جنازہ میں ضلع بھر کی ممتاز مذہبی وسیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ عوام کے جم غفیر کی شرکت سے ہر شخص کی رائے میں آپ کا جنازہ بورے والا کی تاریخ کا ایک بہت بڑا جنازہ تھا جو آپ کی عنداللہ مقبولیت کا زندہ جاوید ثبوت تھا۔ آپ نے ۸۵ سال کی عمر پائی۔ آپ جامعہ امینیہ دہلی کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور جمعیت العلماء ہند کے امیر مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے نہ صرف بیعت تھے بلکہ ان کی خصوصی نسبتوں کے وارث وامین تھے۔ آپ نے پاکستان بننے کے بعد جامعہ اسلامیہ بورے والا کے اہتمام کو سنبھالا تو اسے ایک منفرد ادارہ بنادیا۔ تعلیم وتربیت اور نظم ونسق کے لحاظ سے جامعہ اسلامیہ ایک مثالی ادارہ ہے جو آپ کی محنت اور دینی خدمات کی زندہ مثال ہے۔ ہزارہا قرآن مجید کے حفاظ اور علماء نے اس ادارہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ پیر طریقت حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ سرگودھا والوں کے معتمد خصوصی تھے۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ مولانا مفتی محمودؒ حضرت امیر شریعتؒ حضرت جالندھریؒ اور دیگر برصغیر کے مذہبی رہنماؤں سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ معروف مسلم لیگی رہنما میاں ممتاز دولتانہ کے مقابلہ پر کئی بار الیکشن لڑے اور مقابلہ دل ناتواں نے خوب کیا کا حق ادا کرگئے۔ غرض آپ کی دینی وسیاسی خدمات جلیلہ کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ کی شخصیت ووجاہت کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ قدرت حق کی شان بے نیازی پر قربان جائیں آپ کی اولاد نہ تھی۔ تاہم علاقہ میں آپ کے ہزاروں شاگرد آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ جب تک آپ کے قائم کردہ دینی ادارے موجود ہیں آپ کا فیض جاری ہے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف اقدار اسلامی کا احیاء تھا۔ اس پر انہوں نے مقدور بھر جان جوکھوں میں ڈال کر محنت کی اور آنے والے دینی رہنماؤں کے لئے اخلاص بھری محنت کی ایک مثال قائم کرگئے۔ گردوں کے عارضہ میں مبتلا تھے وقت موعود وساعت مقررہ آن پہنچی اور آپ وہاں چلے گئے جہاں ہر انسان کو جانا ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائیں اور آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور آپ کے قائم کردہ دینی اداروں کی بہاروں کو تاقیامت سلامت باکرامت رکھیں۔ آمین! (لولاک محرم ۱۴۲۱ھ)

۳۹......حضرت مولانا سید حامد علی شاہؒ

وفات......۱۵مارچ ۲۰۰۰ء

یادگار اسلاف، مجاہد اسلام، صوفی منش بزرگ رہنما، حضرت مولانا سید حامد علی شاہ ۱۵مارچ ۲۰۰۰ء دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا حامد علی شاہ صاحبؒ کے والد گرامی متحدہ ہندوستان میں ریلوے کے ملازم تھے۔ پاکستان بننے کے وقت آپ دہلی کے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ وہاں سے آپ کے خاندان نے پاکستان کا سفر کیا۔ مولانا حامد علی شاہؒ تقسیم سے قبل موقوف علیہ تک کی پوری تعلیم مظاہر العلوم سہارن پور میں مکمل کر چکے تھے۔ پاکستان آ کر ایک سال بعد گویا ۴۹ ،۴۸ میں جامعہ خیر المدارس میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ سے آپ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ فیروزہ (ضلع رحیم یار خان) کے ملحقہ ایک چک میں اراضی الاٹ ہوئی تو یہاں فیروزہ میں حضرت مولانا حامد علی شاہؒ نے کپڑے کی دکان کر لی اور جامع مسجد میں اعزازی طور پر نمازیں پڑھانا شروع کر دیں۔ بعد میں مدرسہ قائم کر دیا۔ مسجد کی توسیع کرائی۔ مدرسہ کی تعمیر کی، اور پھر اللہ رب العزت نے مسجد و مدرسہ کے کام کو اتنی وسعت دی کہ آپ کو دکان چھوڑ کر تمام وقت مدرسہ کے لئے وقف کرنا پڑا۔

تبلیغی جماعت، جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ ہمیشہ ان جماعتوں کے کاموں کو دین کا کام سمجھ کر سرانجام دیتے رہے۔ تمام بے دین و بددین لوگوں کے خلاف آپ نے بہت ہی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مختلف اوقات میں حسب ضرورت علاقہ بھر میں آپ دینی اجتماعات منعقد کراتے رہتے تھے۔ یوں کفر کو نکیل ڈالی ہوئی تھی۔ آپ کے دینی مدرسہ مدینۃ العلوم سے بلاشبہ ہزارہا بندگان خدا نے فیض حاصل کیا۔ آپ کی جامع مسجد تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ آپ کا وجود بھی تبلیغ اسلام کے لئے وقف تھا۔

آپ کی گرانقدر دینی بے لوث خدمات کے باعث علاقہ کے لوگوں کے دلوں میں آپ کا بہت ہی احترام تھا اور یہ مقبولیت آپ کی نیکی و شرافت کا اعتراف اور آپ کی خدمات عنداللہ مقبولیت کی دلیل بین ہے۔ بلاشبہ آپ چلتے پھرتے مقبولان بارگاہ اشخاص میں سے تھے

اور یہ نیکی وتقویٰ آپ کو وراثت میں ملا۔ آپ کی مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ سے عزیز داری تھی۔ آپ کے والد گرامی کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ ریلوے کی پوری ملازمت کے زمانہ میں کسی ملازم سے ایک گلاس پانی پلانے کی فرمائش نہیں کی۔ اس سے ان کی نیکی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کے والد غالباً اپنی ہمشیرگان سے ملنے کراچی گئے تو سید حامد علی شاہؒ بھی ہمراہ تھے۔ کراچی میں وصال وتدفین ہوئی۔ اگلے سال سید حامد علی شاہؒ کراچی گئے تو والد صاحب مرحوم کی قبر پر بھی فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک بوڑھا گورکن دوڑا ہوا آیا۔ سلام کیا اور کہا کہ اس صاحب قبر سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ میرے والد صاحب تھے تو وہ بہت خوش ہوا دعائیں اور مبارکبادیں دیں کہ آپ خوش نصیب ہیں۔ آپ کے والد بہت نیک تھے۔ شاہ صاحبؒ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بارش کے باعث قبرستان میں بعض تازہ قبریں بیٹھ گئیں۔ اس سے پورے قبرستان میں ایسی نفیس خوشبو پھیلی کہ میں حیران ہوگیا۔ قبریں تیار کرنا اور میتوں کو دفن کرنا میرا پیشہ ہے۔ لیکن زندگی میں میں نے یہ خوشبو آپ کے والد کی قبر سے محسوس کی۔ اس کی نرالی وعجیب کیفیت تھی۔

ان بزرگ صفت والد کے مولانا سید حامد علی شاہ صاحبؒ لخت جگر تھے اور خود مولانا حامد علی شاہ صاحبؒ کا یہ عالم تھا کہ خیر المدارس ملتان میں ہندوؤں کا مندر تھا۔ اس سے ملحقہ متروکہ عمارت میں مدرسہ جاری ہوگیا۔ طلباء زیادہ تھے۔ جگہ کی کمی تھی تو بعض طالب علموں نے خود مندر ہی میں رہائش رکھ لی۔ وہاں جنات رہتے تھے۔ انہوں نے طلباء کو رات بھر اس طرح تنگی کا ناچ نچایا کہ وہ صبح ہوتے ہی جگہ خالی کرنے پر مجبور ہوگئے۔ طلباء میں جنات کے مندر میں رہنے کا تذکرہ ہوا۔ بات سید حامد علی شاہ صاحبؒ تک پہنچی۔ آپ نے بستر اٹھایا وہاں ڈیرہ لگا دیا۔ سال ڈیڑھ سال جتنا عرصہ رہے جنات نے آپ کو کبھی تکلیف نہیں دی۔ البتہ خدمت تو کردی ہوگی مگر پریشانی کا باعث نہیں بنے۔

آپ حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ قطب عالم سے بیعت تھے۔ آخری عمر میں اب حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت کرلی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد وکلاں سے آپ کا بہت ہی مخلصانہ تعلق تھا۔ چناب نگر کانفرنس پر تشریف لاتے اور بہت ہی دعاؤں سے نوازتے۔ وہ اس دھرتی پر چلتے پھرتے ولی اللہ تھے۔ ان کے وصال سے ایسا

خلا پیدا ہوا ہے جو عرصہ تک شاید پر نہ ہو سکے۔

وفات سے ایک روز قبل وصیت نامہ لکھا۔ مسجد و مدرسہ سے لے کر گھر تک کے معاملات کی تفصیلات درج کر کے اپنے صاحبزادہ سید ناصر حسین شاہ کو سنادی۔ دوسرے روز صبح کو دل کی تکلیف ہوئی۔ رحیم یار خان لے کر گئے۔ وہاں جان مالک کے سپرد کر دی۔ دوسرے دن ۹ ذی الحجہ کو سکول کے گراؤنڈ میں علاقہ کا بہت بڑا اجتماع جنازہ پر موجود تھا۔ دین پور شریف کے بزرگ میاں مسعود احمد صاحب دین پوری نے امامت کی اور قبلہ شاہ صاحبؒ کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ (لولاک محرم الحرم ۱۴۲۱ھ)

۴۰...... جناب صوفی نور محمد مجاہدؒ

وفات...... ۱۷ جولائی ۲۰۰۰ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لودھراں کے پر جوش ورکر' فعال اور مخلص کارکن' جناب صوفی نور محمد مجاہدؒ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون!

جناب صوفی نور محمد مجاہد تحریک ختم نبوت کے پر جوش اور فعال کارکن تھے۔ ساری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ عالم دین نہ ہونے کے باوجود علماء کرام جتنی خدمات سرانجام دیں۔ فتنہ قادیانیت کے لئے ننگی تلوار تھے۔ مرحوم ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۷ جولائی صبح تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جارہے تھے کہ راستے میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم نہایت نیک متقی پرہیزگار انسان تھے۔ مرحوم جماعتی کارکنوں کو اپنی اولاد اور بھائی سمجھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنماؤں سے والہانہ عشق تھا۔ ضلع لودھراں میں حاجی عبدالحمید بٹ مرحوم اور صوفی محمد علی کی وفات کے بعد ختم نبوت کے علم کو بلند کئے رکھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ہو یا ختم نبوت کانفرنس ملتان صوفی صاحبؒ بمعہ ساتھیوں کے ہر حال میں شرکت کو سعادت سمجھتے تھے۔ نہایت ہی سادہ اور درویش منش انسان تھے۔ ان کی وفات نہ صرف خاندان والوں کے لئے صدمہ کا باعث ہے۔ بلکہ جماعت ختم نبوت کے لئے بھی صدمہ عظیم ہے۔ (لولاک جمادی الاول ۱۴۲۱ھ)

۱۴۱......حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی ؒ

وفات......۱۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء

۲ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اوکاڑہ کے قریب چک میں رہائش اختیار کی۔ حدیث کی تعلیم علاقہ چھچھ کے معروف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب سے حاصل کی۔ اوکاڑہ کے سکول میں ملازمت اختیار کی۔ باقی وقت علاقہ میں باطل کی تردید میں فی سبیل اللہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ قدرت حق نے آپ کو قوت بیان کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ مزاج میں انکساری تھی۔ طبیعت میں اعتدال تھا۔ غصہ نام کی کوئی چیز قریب تک سے نہ گزری تھی۔ محبت واخلاص کا پیکر تھے۔ آپ کی ہر دلعزیز شخصیت کے باعث جو آپ سے ملتا پہلی ہی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ عرصہ تک سکول میں اور گردونواح کے چکوک ودیہات میں جمعہ اور دیگر مواقع پر بیانات کا سلسلہ جاری رکھا۔ قادیانیوں سے معرکے ہوئے۔ معاملہ پنچائت سے تھانہ اور تھانہ سے عدالت تک پہنچا۔ مگر اس بندۂ خدا نے کس جگہ قادیانیوں کو ٹکنے نہیں دیا۔ سکول کی ملازمت کے دوران میں آپ نے عیسائیت قادیانیت رفض وبدعت کے خلاف بھرپور تیاری کی۔ ان کی تمام کتب مہیا کی اور یوں علاقہ بھر میں آپ نے مبلغ اور مناظر اسلام کے حوالہ سے شہرت پائی۔ طبیعت میں اخلاص تھا۔ ہر وقت اس خیال سے متفکر رہنے لگے کہ کہیں ملازمت سے جان چھوٹ جائے۔ تو کسی دینی دارہ میں بیٹھ کر دعوت واصلاح تعلیم وتعلم کا کام کرنا ہے۔

ہمارے ملک کے اہل حدیث حضرات شب وروز سب سے بڑا کام حنفیت کی تردید سمجھ کر منظم انداز پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ صورت حال مولانا مرحوم کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ آپ نے احادیث نبویہ کے حوالہ سے شب وروز ایک کر کے فقہ حنفی کے تمام مسائل کا ماخذ جمع کیا۔ پھر غیر مقلدین حضرات کے تمام وہ مسائل جو حدیث کے خلاف ہیں۔ جمع کر کے ملک بھر میں غیر

مقلدین حضرات کے سر ہو گئے۔ جہاں تشریف لے گئے ایک فضا قائم کر دی۔ غیر مقلدین حضرات کو اپنے مسائل احادیث سے ثابت کرنے دشوار ہو گئے۔تو وہ چکرا گئے۔

کراچی سے خیبر تک آپ نے مدارس کا دورہ کیا۔اہل علم نے آپ کے علم کی بہاروں سے رونق حاصل کی۔سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں آپ کو تخصص کرانے کے لئے پیش کش کی۔کراچی کی گہما گہمی' مدارس کی معتد بہ تعداد نے آپ کے کراچی قیام سے فائدہ اٹھایا۔آپ نے بیسویں علماء کی جماعت تیار کی جو فرق باطلہ کے خلاف حق کی تلوار ثابت ہوئے۔

کراچی کا موسم آپ کی طبیعت کے موافق نہ آیا۔آپ ملتان تشریف لائے۔ خیر المدارس نے آپ کے لئے دیدہ دل فرش راہ کیا۔ یہاں آپ نے متواتر کئی سال دعوت وارشاد کی مسند کو رونق بخشی اور بلاشبہ بہت بڑی تعداد میں علماء کرام کی جماعت تیار کر دی۔ جو مناظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں۔اس دوران میں ملک بھر کے تمام مدارس کے دینی اجتماعات اور دیگر جلسوں میں آپ کے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔یہ قدرت کے کرم کے فیصلے ہیں کہ ایک مختصر مدت میں کراچی سے خیبر' منوڑہ سے اکوڑہ اور قلات سے سوات تک آپ کا نام گونجنے لگا۔کسی بھی موضوع پر آپ مسلسل گھنٹوں گفتگو کرتے اور بے تکلف کرتے۔اس دور میں آپ نے مناظرہ کی دنیا میں وہ کامیابیاں حاصل کیں۔جو تاریخ کا حصہ ہیں۔لیکن ان کی خوبی تھی کہ طبیعت میں اعتدال تھا۔کہیں کسی بھی مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔خود رائی سے مجتنب رہے۔ ہمیشہ اسلاف کے نظریات کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔اکابر کے دامن کو نہیں چھوڑا۔مناظرہ میں کبھی کسی بھی فریق کی زیادتی وتلخ نوائی سے غصہ نہیں ہوئے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے اپنے موقف کو فریق مخالف سے منوایا۔یا اسے راہ فرار اور پسپائی پر مجبور کر دیا۔

غرض آپ کے وجود سے اللہ رب العزت نے وہ کام لیا۔ جو ایک مستقل ادارہ کے کرنے کا تھا اور پھر قدرت کی کرم فرمائی دیکھئے کہ بیک وقت تمام بے دین و بد دین فتنوں کے خلاف آپ کی تیاری تھی۔عثمانی' جماعت المسلمین چتروڑی' اسدی' پتہ نہیں کون کون سے فتنہ کو

آپ نے کہاں نکیل ڈالی۔ آپ کا وجود پاکستان میں دفاع اسلام کی علامت بن گیا تھا۔ کفرو بدعت آپ کے نام کی ہیبت سے لرزہ براندام تھے۔ آپ نے افریقہ وعرب تک کلمہ حق بلند کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو پیار تھا۔ دل کی گہرائیوں سے اکابرین مجلس کا احترام کرتے تھے۔ مجلس کے ہم عصر ساتھیوں کے لئے دیدہ دل ہوتے تھے۔ محبتوں سے نوازتے تھے کام کی تحسین کرتے تھے۔ مشوروں سے نوازتے تھے مجلس کی تمام مطبوعات پر نظر رکھتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ ملک بھر سے آئے ہوئے۔ مندوبین آپ کے بیان کو دل کی گہرائیوں سے سنتے تھے۔ آپ کے علمی جواہر پاروں سے اپنی جھولیاں بھر کر لے جاتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام چناب نگر سالانہ رد قادیانیت کورس میں شرکت فرماتے تھے۔ شرکاء کو اپنے علمی بیانات سے بہرہ ور کرتے۔ اس سال بھی شرکت کا وعدہ تھا۔ لیکن قدرت کی شان بے نیازی جامعہ خیر المدارس میں چھٹیاں ہوئیں۔ سرگودھا تشریف لائے۔ طبیعت ناساز ہوئی۔ گھر تشریف لے گئے۔ وقت اجل آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسکراتے چہرہ سے کامیابی وکامرانی کی ڈھیروں دولت ساتھ لئے رحمت حق کے جوار جا بسے۔ جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

آپ کے جانے سے علم وفضل کی مسندیں بے رونق ہوگئیں۔ آپ تو رب کے حضور کامیاب وسرخرو ہو کر گئے۔ لیکن آپ کے جانے سے جو ہمیں محرومی ہوئی اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے سرفراز فرمائیں۔ رحمت حق آپ پر سایہ فگن ہو۔ حضرت محمد عربی ﷺ کی شفاعت آپ کو نصیب ہو۔ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ مخلص عالم دین تھے۔ حق وصداقت کی علامت ونشانی تھے۔ علم وفضل کے پہاڑ تھے۔ مناظرہ میں احقاق حق وابطال باطل کے علمبردار تھے۔ کفر آپ سے لرزاں وترساں تھا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔ آپ گئے ہم آرہے ہیں۔ (لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

۴۲.....حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ

وفات.....۱۶ نومبر ۲۰۰۰ء

۱۵' ۱۶ نومبر ۲۰۰۰ء کی درمیانی شب' رفیق امیر شریعتؒ مجاہد اسلام' خطیب شعلہ نواء' مقرر خوش بیان' یادگار اسلاف' حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ نشتر ہسپتال ملتان میں دل کے دورہ کے ہاتھوں آخرت سدھار گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون!**

حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری ضلع مظفر گڑھ کی بستی رنوجہ کے رہائشی تھے۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا نظام الدینؒ فاضل دیوبند سے بستی تھیم والا میں حاصل کی دورہ حدیث شریف شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں کیا۔

پاکستان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں سب سے پہلی جماعت جس نے ردقادیانیت پر فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے تربیت حاصل کی۔ اس میں مولانا محمد لقمان علی پوریؒ بھی شامل تھے۔ مناظرہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت امیر شریعتؒ کی ہدایت پر آپ کو ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں مبلغ لگا دیا گیا۔ آپ نے دن رات ایک کر کے پورے علاقہ میں قادیانیت کے خلاف کلمہ حق بلند کیا۔ آپ کی شعلہ نوائی سے قادیانیت بوکھلا گئی۔ اور زخمی سانپ کی طرح بل کھانے لگی۔ آپ پر مقدمات قائم ہوئے۔ جیلوں میں گئے۔ لیکن ہر میدان کے فاتح رہے۔ آپ کی للکار سے کفر کے ایوانوں پر زلزلہ برپا ہو جاتا تھا۔

گوجرانوالہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے اپنے ضلع مظفر گڑھ سے گرفتاری دی۔ آپ کی آواز میں قدرت نے ترنم کا رس گھول دیا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو فضاؤں میں سکوت طاری ہو جاتا۔ آپ حق کی آواز تھے۔ مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے آپ نے وہ گراں قدر خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے آپ شاگرد تھے۔ ان پر دل و جان سے فدا تھے۔ حضرت جالندھریؒ بھی بیٹوں کی طرح آپ سے محبت

فرماتے تھے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی رفاقت نے قومی دینی راہنما کی صلاحیتوں کا آپ کو امین بنادیا تھا۔ مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ مولانا تاج محمودؒ مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عبدالرحمان میانویؒ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا دنیوی طور پر بھی فضل تھا۔ آپ کا شمار علاقہ کے متوسط زمینداروں میں ہوتا تھا۔ سیاست میں دلچسپی کے باعث مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں سے اجازت لے کر آپ نے جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ مولانا عبید اللہ انورؒ مولانا عبدالحکیمؒ مولانا گل بادشاہؒ مولانا عبدالکریم بیر شریفؒ والوں کی آنکھوں کا تارا ہوگئے۔

کئی دفعہ قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ اس سے ضلع و تحصیل میں آپ کی شخصیت نے جادو کے اثر کی مثال قائم کی۔ حکمران و سیاست دان آپ کے نام سے خم کھانے لگے۔ سرائیکی اور اردو کے آپ صاحب طرز خطیب تھے۔ سندھ اور پنجاب میں مدتوں آپ کی خطابت کی گرج دار گونج کی داستانیں دہرائی جائیں گی۔ آپ نے جمعیت علماء اسلام اور ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جس سے اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔ مولانا مرحوم کے دل میں سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی کا خوف نہ تھا۔ بڑے بہادر اور جی دار مجاہد عالم تھے۔ آپ اپنے علاقہ کے غریبوں کے لئے رحمت پروردگار کا پرتو تھے۔ ہر غریب کی مشکل میں اس کا سہارا بننا آپ کا معمول تھا۔ غریبوں کا کام کر کے خوش ہوتے تھے۔ خانقاہ دین پور شریف سے آپ کا جند جان کا رشتہ تھا۔ حضرت مولانا میاں عبدالہادیؒ اور مولانا میاں سراج احمد صاحب مدظلہ سے آپ کو عشق سا لگاؤ تھا۔ اس کے اشاروں پر فدا تھے۔ یہ حضرات بھی اپنی بھرپور شفقتوں سے ان کو نوازتے۔

مولانا مرحوم دوست پرور عالم دین تھے۔ آپ کے دوستوں کا کراچی سے خیبر تک حلقہ پھیلا ہوا ہے۔ جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے خلاف ایک لفظ سننا گوارہ نہ تھا۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے دست راست شمار ہوتے تھے۔ مولانا بھی مرحوم کی خدمات کے معترف تھے۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو مولانا مرحوم اکابر کی روایات کا امین سمجھتے تھے اور وہ ان کے موقف کے ملک میں بہترین مناد تھے۔

مولانا محمد لقمان علی پوریؒ کی وفات نے بزرگوں کی وفات کے صدموں کو تازہ کر دیا ہے۔ کراچی سے خیبر تک جس کی للکار تھی۔ جس نے قریہ قریہ، گلی گلی تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ وہ جلالپور کے ایک دینی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ دل کا دورہ پڑا۔ ملتان لایا گیا۔ رات گئے دوبارہ تکلیف ہوئی اور اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوگئے۔

بستی رنوجہ، علی پور شہر میں آپ کے جنازوں نے اہل حق کے جنازوں کا منظر پیش کیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق دین پور شریف میں آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمت پروردگار کی ان پر موسلا دھار بارش ہوئی۔ ان کی وفات، خطابت کے شہسوار، غریبوں کے غمگسار، مجاہد فی سبیل اللہ، داعی الی اللہ، عالم ربانی، مجاہد حقانی کی وفات ہے۔

سچ ہے کہ ان کی وفات نے کمروں کو جھکا دیا۔ دلوں کی دنیا کو ویران اور آنکھوں کو نمناک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس نئے سفر کو بابرکت فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ ان کی طرح ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔ وہ قومی راہنما تھے اور قومی راہنما پوری قوم کی میراث ہوتے ہیں۔ ان کی وفات سے قومیں متاثر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں۔ (لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

۴۳......صوفی عنایت علی دنیاپوریؒ

وفات......دسمبر ۲۰۰۰ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیاپور ضلع لودھراں کے امیر اور معروف سماجی شخصیت محترم صوفی عنایت علی صاحب دسمبر ۲۰۰۰ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

محترم صوفی عنایت علی صاحب ہوشیار پور کی راجپورت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد دنیاپور چک نمبر ۶ میں آ کر آباد ہوگئے تھے۔ موصوف نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ پھر فیصل آباد چلے گئے۔ وہاں ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر دنیاپور شہر آ کر کاروبار شروع کیا۔ بہت ہی مجاہد' انتھک' محنتی اور مخلص رہنما تھے۔ مقامی طور پر مساجد و مدارس کا انتظام و انصرام خدمت' گزاری' سماجی طور پر غریب عوام کی فلاح و بہود کے لئے کوشش ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ اس معاشرہ میں مظلوم کی زندگی اجیرن بنادی گئی ہے۔ محترم صوفی صاحب نے ہر مظلوم کی اعانت کو اپنا فرض سمجھ کر اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اس سے آپ کو حق تعالیٰ نے ہر دلعزیز شخصیت بنادیا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی مساعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کے وجود سے قادیانیت تھرتھراتی تھی۔ آپ کا نام سن کر قادیانیوں کو سانپ سونگھ جایا کرتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے خلاف مثالی خدمات انجام دیں۔ دن رات ایک کر کے عوام کی ذہن سازی کی۔ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکالے۔ قادیانی ان دنوں شوخ و گستاخ گھوڑے کی طرح پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتے تھے۔ دنیاپور تھانہ میں تھانیدار تلنگامزاج تھا۔ جس پر کریلا اور نیم چڑھا کی مثال صادق آتی تھی۔ قادیانی جماعت اور تھانیدار نے مل کر سازش تیار کی کہ پرامن جلوس پر تشدد کیا جائے۔ یا ان کو اتنا ہراساں کیا جائے کہ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے بند ہوجائیں۔ دیہاتی ماحول' جلوس کے شرکاء کی گرفتاری عمل میں آئی ساٹھ کے قریب شرکاء گرفتار ہوئے تھانہ کی حوالات کا کمرہ اتنا تنگ تھا کہ 60 آدمی کھڑے بھی نہ ہوسکتے تھے۔ ان سب کو کمرہ میں پریس کر کے کھڑا کردیا گیا۔ بڑی مشکل سے دروازہ بند ہوا۔ اتنے

چھوٹے کمرہ میں اتنے زیادہ آدمیوں کے باعث تمام شرکاء کو رات کھڑے ہو کر گزارنی پڑی۔ صبح قادیانی زمیندار کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ تھانیدار بھی ان کے ساتھ اکڑ فوں کرتا آ بیٹھا۔ ایک ایک آدمی کو نکالتے تھانیدار ''پولسیا زبان'' اور ڈرا دھمکا کر تھانہ سے بھگا دیتا۔ صوفی صاحب کی باری آئی تو باہر نکلتے ہی تھانیدار کے سر ہو گئے۔ ہم عاشق رسول ہیں، تم قادیانیوں کے ایجنٹ ہو، شرم نہیں آتی۔ قادیانیوں کو تم نے کرسی پر بٹھا رکھا ہے۔ بغیر ایف آئی آر کے ساری رات غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا۔ ہمارا جلوس قانون کے دائرہ میں تھا۔ تم نے غیر قانونی حرکت کی۔ آپ کی للکار پر قادیانی تو نو دو گیارہ ہو گئے۔ تھانیدار کی ہوائیاں اڑنے لگیں۔

غرض قانونی طور پر قادیانیوں کا تعاقب، مقدمات کی پیروی آپ نے جاری رکھی۔ قادیانی مریل گھوڑے کی طرح دم خم سے عاری ہو گئے۔ صوفی صاحب مرحوم بہت ہی خوبیوں کے انسان تھے۔ انسان دوست تھے۔ شرافت و سادگی کا پیکر تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری جنازہ و تدفین میں شریک ہوئے۔ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ)

۴۴...... مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ

وفات...... یکم جنوری ۲۰۰۱ء

یادگار اسلاف متبحر عالم دین، مفتی، فقیہہ، بزرگ رہنما، حضرت مولانا قاری سید عبدالشکور ترمذیؒ یکم جنوری ۲۰۰۱ء کی شام اچانک دل کی تکلیف سے انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! اگلے روز حضرت مولانا مشرف علی تھانوی کی اقتدا میں ہزاروں بندگان خدا نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو اپنے قائم کردہ جدید ادارہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ رحمت حق آپ کی لحد پر شبنم فشانی کرے۔

حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذیؒ کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ خانقاہ تھانہ بھون کے مفتی تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور ترمذیؒ نے اس ماحول میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم بھی وہاں حاصل کی۔ تکمیل علوم اسلامی کے بعد برصغیر کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد تھانہ بھون میں کچھ عرصہ پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد اپنے والد گرامی کے ساتھ ساہیوال سرگودھا میں تشریف لائے۔ ۱۹۵۵ء میں جامعہ حقانیہ کے نام سے قصبہ ساہیوال میں ادارہ کی بنیاد رکھی۔ جو اس وقت: ''اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء'' کا مصداق ہے۔ آپ کے چاروں صاحبزادے حافظ وقاری وعالم ہیں۔ ساہیوال قصبہ کی سب سے بڑی جامع مسجد حقانیہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور ترمذیؒ اپنی تعمیر کردہ اسی مسجد میں نصف صدی تک تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کا ملک بھر کے علماء ومشائخ میں ایک خاص مقام تھا۔ پانچ ہزار فتویٰ جات آپ کے ہاتھ سے جاری ہوئے۔ الحمدللہ! جن کی نقول محفوظ ہیں۔ جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا سامان ہوں گے۔ حضرت مولانا عبدالشکور ترمذیؒ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مرید تھے۔ ان کی ذات گرامی مدنی' تھانوی' علم وفضل کے دو سمندروں میں سنگم کی حیثیت رکھتی تھی۔ مولانا مرحوم کی یہ خوبی رہی کہ انہوں نے ان دونوں ''اعزازات'' کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ اپنے دونوں اکابر کے صحیح مقام ومنصب کو سمجھ کر ہر دو حضرات کے مشن میں ساعی رہے۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالشکور ترمذیؒ کا شمار اکابر علماء میں ہوتا تھا۔ تمام دینی حلقوں میں ان کا بے پناہ احترام پایا جاتا تھا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دعا گو تھے۔ ہر چھوٹے بڑے مجلس کے متعلقین سے محبت واخلاص کا تعلق تھا۔ امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے احترام کرتے تھے۔ خانقاہ سراجیہ زیارت وحصول دعا کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ مجلس کے مبلغین سے آپ کا پیار دیکھ کر حوصلہ پیدا ہوتا تھا۔ مجلس کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کئی بار تشریف لائے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں کئی ماہ جیل کی ''سنت یوسفی'' پر عمل پیرا ہوئے۔ ہر فتنہ کے خلاف تحریری وتقریری جہاد کرتے تھے۔ آپ کی چھوٹی بڑی کتب ومقالہ جات ڈیڑھ صد کے قریب ہوں گے۔ رد قادیانیت پر آپ کے دو چار مقالہ جات ہیں۔ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ)

۴۵......حضرت مولانا منیر الدینؒ

وفات......۱۸ اپریل ۲۰۰۱ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر جامع مسجد سنہری کوئٹہ کے خطیب بزرگ عالم دین حضرت مولانا منیر الدین ۱۸ اپریل ۲۰۰۱ء بروز بدھ کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا مرحوم بہت ہی زیرک، معاملہ فہم، نیک عالم دین تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے آپ نے دورہ حدیث شریف کیا۔ پچاس سال سے زائد عرصہ تک جامع مسجد سنہری کوئٹہ کے خطیب رہے۔ جمعیت علماء اسلام اور دیگر دینی جماعتوں کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی ذات سے دین کی مثالی خدمات لیں۔ اکابر علماء کرام کی صحبت نے آپ کو نکھار دیا۔ اکابر کی روایات کے امین تھے۔ علماء حق کی نشانی تھے۔ ہمیشہ کلمہ حق کہا۔ اس کے لئے بڑے بڑے فرعونوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ یہ بہادری وجرات آپ نے اپنے اکابر سے ورثہ میں پائی تھی۔ آپ کی وفات کا سانحہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مرکزی مجلس شوریٰ میں چشم پرنم سے قرارداد تعزیت منظور ہوئی۔ حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے دعائے مغفرت کرائی۔

اگلے روز مرکزی ناظم اعلیٰ پوری مجلس کی طرف سے تعزیت کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کے صاحبزادے قاری محمد عبداللہ صاحب ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مولانا منیر الدینؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین• بحرمۃ النبی الکریم!

حضرت مولانا مرحوم کے صاحبزادہ حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب ایک متبحر عالم دین، صوفی منش بزرگ رہنما ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کا مقام نصیب فرمایا ہے۔ بلوچستان کے دینی حلقہ میں آپ کی رائے کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت مزید برکتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین! (لولاک ربیع الاول ۱۴۲۲ھ)

۴۶......جناب ڈاکٹر محمد خالد خان خاکوانیؒ

وفات......۱۵ مئی ۲۰۰۱ء

خاکوانی خاندان کے چشم و چراغ، نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ایسوسی ایٹ پروفیسر جناب ڈاکٹر محمد خالد خان خاکوانی ۱۵ مئی ۲۰۰۱ء بروز منگل دوپہر ایک بجے نشتر ہسپتال ملتان میں انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون !اسی دن رات نو بجے حسن پروانہ جنازہ گاہ میں آپ کا جنازہ ہوا۔

آپ جناب سردار فضل محمود خان خاکوانیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ تعلیم مکمل کرتے ہی ملتان نشتر ہسپتال میں رجسٹرار تعینات ہوئے اور پانچ چھ سال کا عرصہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤفؒ کے تحت رجسٹرار رہے۔پھر تدریس کے شعبہ فارما کالوجی سے وابستہ ہوگئے۔زندگی بھر پڑھنے پڑھانے سے اپنا تعلق قائم رکھا۔یہاں تک کہ اسی شعبہ فارما کالوجی سے بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ریٹائر ہوئے۔

ہزاروں نامور ڈاکٹر آپ کے شاگرد ہیں۔بارہا سنیارٹی کے اعتبار سے آپ کو عہدوں کی پیش کش ہوئی۔مگر آپ نے اسی عہدہ کو ترجیح دی۔سفارش رشوت عہدہ کی طلب سے ہمیشہ کوسوں دور رہے۔زندگی بھر پرائیویٹ پریکٹس بھی نہ کی۔صرف اور صرف ملازمت کی حد تک نشتر کالج سے اپنا تعلق قائم رکھا۔خاندانی طور پر خانقاہ سراجیہ سے وابستہ تھے۔خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت کا تعلق تھا جو عشق و جنون کی حد تک تھا۔احترام و محبت کا جذبہ قابل قدر تھا۔صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ سے بے حد پیار تھا۔جب بھی کوئی آپ کے سامنے حافظ صاحبؒ کا نام لیتا آپ کے آنسو نکل آتے۔علماء اور دینی طبقہ کے بہت قدردان تھے۔ختم نبوت سے بہت ہی پیار تھا۔ارکان اسلام پر سختی سے کاربند تھے۔بقیہ زندگی قرآن مجید حفظ کرنے اور ختم نبوت کے دفتر میں مفت کام کرنے کا ارادہ تھا۔مگر بیماری نے آن گھیرا۔شاید خداوند قدوس کو کچھ اور ہی منظور تھا۔دن بدن صحت بگڑتی گئی۔شوگر کی وجہ سے گردے اپریشن کے باوجود کام کرنا چھوڑ گئے۔بڑے صبر آزما مراحل سے گزرے۔مگر اپنے معمولات کو کبھی ترک نہ کیا۔ان کی زندگی عبادت و ریاضت کا مجموعہ تھی۔ (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ)

۴۷......حضرت مولانا سید منظور احمد شاہ حجازیؒ

وفات......۱۰جون ۲۰۰۱ء

پاکستان کے معروف مقرر اور مجلس علماء اہل سنت کے رہنما حضرت مولانا سید منظور احمد شاہ حجازی ۱۰جون بروز اتوار اپنے گاؤں جند پیر علاقہ کہروڑ پکا میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !آپ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے آپ مایہ ناز شاگرد تھے۔ فرق باطلہ کے خلاف تربیت حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشیؒ اور حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ سے حاصل کی اور اپنی علمی زندگی کا آغاز تنظیم اہل سنت پاکستان سے کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سٹیج سے سنہری خدمات سرانجام دیں۔ آج کل مجلس علماء اہل سنت پاکستان سے وابستہ تھے۔ حضرت مولانا معروف خطیب' دلنواز مقرر تھے۔ جہاں رہے اپنے تمام ساتھیوں سے ممتاز رہے۔ معاملہ فہم اور زیرک عالم دین تھے۔ مشکل سے مشکل مسئلہ کی گتھی سلجھانا آپ پر ختم تھا۔ تجاویز کے بادشاہ تھے۔ صلح کل پالیسی پر گامزن رہتے تھے۔ جن سے اختلاف ہوا اعتدال کو پھر بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دوست پرور تھے۔ ساتھیوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے عرب امارات کے دورہ پر گئے اور عرب امارات کی سپریم کورٹ سے قادیانی کفر پر فیصلہ طے کر لوٹے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقاریر کو شائع کیا۔

دینی مدارس کے لئے فنڈ جمع کرنے کے ماہر مانے جاتے تھے۔ آخری عمر میں کہروڑ پکا میں جامعہ حجازیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا۔ آپ نے بھرپور زندگی گزاری۔ آخر عمر میں آپ کو عوارضات نے آن گھیرا۔ پھر بھی خدمت خلق سے پہلو تہی نہ کی۔ اپنی خاندانی خانقاہ جند پیر میں مدرسہ قائم کیا۔ متوسلین و متعلقین کو راہ حق دکھلاتے رہے۔ تعویذات ودم کرانے کے لئے ہزاروں بندگان خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ مولانا کا وجود بسا غنیمت تھا۔ بڑے حضرات سے وابستہ رہے اور ان کی خوبیوں کے خوگر رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ آمین!

(لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ)

۴۸......حضرت مولانا غلام قادر شکار پور سندھیؒ

وفات......۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے نائب امیر' احیاء العلوم قادریہ شکار پور کے بانی' صوبہ سندھ میں اہل حق کے جرنیل حضرت مولانا غلام قادر شکار پوریؒ ۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء کو انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں ہزاروں عقیدت مندوں کی سسکیوں اور آہوں میں رحمت حق کے سپرد کردیا گیا۔

حضرت مولانا غلام قادر سندھیؒ ایک معاملہ فہم' مدبر' زیرک' مجاہد اسلام اور بزرگ عالم دین تھے۔ اسلامی نظام کے لئے زندگی بھر کوشاں رہے۔ تحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ شکار پور میں دینی تعلیم کے لئے مثالی ادارہ قائم کیا۔ حق گو نڈر اور بہادر عالم دین تھے۔ زندگی بھر اعلاء کلمہ حق کے لئے آپ کی خدمات وقف رہیں۔ بڑی آب وتاب سے شاندار زندگی گزاری۔ ان کے مجاہدانہ کارناموں کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔

حضرت مولانا کی وفات کے صدمہ نے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ پیر طریقت مولانا عبدالکریم بیر شریفؒ مولانا شاہ محمد امروٹیؒ حضرت ہالیجویؒ کی وفیات کے صدمہ کو تازہ کردیا۔ مرحوم ان تمام اکابر کی روایات کے امین اور ان کے مشن کے حدی خواں تھے۔ اکابرین اہل حق کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کی للکار حق سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہوجاتا تھا۔ شان سے جئے۔ بڑی کامیاب زندگی گزاری۔ عمر بھر غریب پروری میں مصروف کار رہے۔ ان کے وجود سے اہل حق کی آب وتاب وابستہ تھی۔ ان کا خلاء صدیوں پر نہ ہوگا۔ جمعیت علماء اسلام کی کامیابی کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر محنت کی۔ ان کے صاحبزادگان مولانا عبدالقادر اور حافظ عبیداللہ تمام دیوبندی برادری کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ ان کی خوبیوں کے مدتوں تذکرے رہیں گے۔ آخر کیوں نہیں کہ وہ خود بھی تو خوبیوں کا حسین گلدستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد کو اپنی رحمتوں سے منور فرمائیں۔ آمین!

(لولاک جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ)

۴۹..... حضرت مولانا سید منظور احمد آسیؒ

وفات..... یکم نومبر ۲۰۰۱ء

مانسہرہ کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید منظور احمد شاہ آسی یکم نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات کوانتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !اسی روز شام چار بجے مانسہرہ جامع مسجد مرکزی کے خطیب مولانا مفتی وقار الحق صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں علاقہ کے علماء کرام کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی اور آپ کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔

حضرت مولانا سید منظور احمد آسیؒ نے جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ بھی رہے۔ بعد میں آپ نے سرکاری ملازمت کے تحت گورنمنٹ سکول مانسہرہ میں پڑھانا شروع کیا اور اپنے گاؤں کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ آخر وقت تک مجلس تحفظ ختم نبوت وجمعیت علماء اسلام سے اپنا تعلق برقرار رکھا۔

اسلام آباد و مانسہرہ کے علاوہ آزاد کشمیر تک بھی آپ نے قادیانیوں کو نکیل ڈالنے میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سوانح بھی تحریر کی۔ مختلف اخبارات ورسائل کے لئے مضامین بھی لکھتے رہے۔ علم وقلم سے رشتہ آخری وقت تک آپ نے برقرار رکھا۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے آپ کو سانس کی تکلیف ہوگئی تھی لیکن بایں ہمہ آپ نے اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ آپ کے ایک بیٹے ماشاء اللہ عالم دین ہیں۔ توقع ہے کہ وہ اپنے عظیم باپ کے جانشین ثابت ہوں گے۔ اللہ رب العزت مرحوم کی قبر مبارک پر اپنے انوارات کی بارش نازل فرمائیں۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک اچھے عالم دین سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ پردہ غیب سے تمام دینی اداروں کی حفاظت فرمائیں۔ آمین ۔ بحرمۃ النبی الکریم!

(لولاک رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ)

۵۰...... حضرت مولانا قاضی محمد اللہ یار خانؒ

وفات......۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دیرینہ بزرگ رہنما' مبلغ اسلام حضرت مولانا قاضی محمد اللہ یار خانؒ ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء کو واصل بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا قاضی اللہ یار خان مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیم مبلغین میں سے تھے۔ زندگی بھر اشاعت اسلام وترویج عقیدہ ختم نبوت کے لئے آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بہت ہی مرنجاں مرنج اور باغ وبہار شخصیت تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پاکستان بننے سے قبل دورہ حدیث شریف کے لئے ہندوستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ شیخ الاسلام پاکستان حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ' محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ جیسے اکابر علماء ومحدثین سے دورہ شریف کی تعلیم حاصل کی۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں شمولیت اختیار کی۔

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ سے آپ نے قادیانی فتنہ کے خلاف مناظرہ کی تربیت لی اور پاکستان بھر میں قادیانی فتنہ کی علمی خیانتوں اور بدعقیدگی سے امت مسلمہ کو باخبر کرنے کے لئے آپ نے لازوال خدمات سرانجام دیں۔ گوجرنوالہ اور کئی مقامات پر آپ نے ضلعی دفاتر میں بھی خدمات انجام دیں لیکن آپ کا زیادہ تر وقت مرکزی دفتر میں گزرا اور آپ نے مرکزی مبلغ کے طور پر پورے ملک میں قریہ قریہ' گلی گلی' ختم نبوت کی پاسبانی کا اعزاز حاصل کیا۔

آپ ذی استعداد عالم دین اور حاضر جواب مناظر تھے۔ چھوٹے قادیانی مناظرین سے لے کر قادیانی جماعت کے چوتھے چیف گرو مرزا طاہر تک سے آپ کی گفتگوئیں اور باضابطہ مناظرے ہوئے اور ہر جگہ آپ نے کفر کو شکست دے کر عظمت اسلام کے علم کو بلند کیا۔ آپ

انتہائی ذہین اور حاضر جواب تھے۔ قادرالکلام‘ شیریں بیاں مقرر تھے۔ شہروں و دیہاتوں میں برابر مقبول تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت بلاناغہ ان کی زندگی کا معمول تھا۔

انتہائی صاف ستھرا‘ سادہ مگر اجلا لباس پہنتے تھے۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ‘ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور موجودہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے زمانہ امارت میں بکمال اطاعت اور کمال ذمہ داری کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔ نہیں یاد کہ کسی مشکل سے مشکل تبلیغی سفر سے انہوں نے کبھی عذر کیا ہو۔ دفتر مرکزیہ جو پروگرام ترتیب دے دیتا تھا اسے نبھانا وہ اپنے اوپر فرض قرار دے لیتے تھے۔ انتہائی اچھے دوست تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھ وقت گزارا تھا اور انہیں حضرات کی روایات کے امین تھے۔ نہ صرف ردقادیانیت بلکہ رفض و بدعت اور دوسرے کئی موضوعات پر آپ کی تیاری تھی۔ آپ کی تقریر بھی متنوع ہوتی تھی۔ اپنے بیان کو دلاویز بنانے کے لئے اپنے حافظہ کے ساتھ گلا سے بھی کام لیا کرتے تھے۔ قرآن و سنت کے ضروری حوالہ جات انہیں مستحضر تھے۔ کئی اشعار ان کی نوک زبان پر ہوتے تھے اور موقعہ و محل کی نسبت سے ان سے کام لینے کا فن بھی جانتے تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے ان کی نصف صدی کی حسین یادیں وابستہ ہیں۔ ان کی سنہری خدمات اور مخلصانہ مساعی ان کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔

گزشتہ چند سالوں سے اپنی پیرانہ سالی کے باعث گھر پر تھے۔ آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا۔ آپریشن کرایا جو کامیاب رہا۔ تمام بچوں‘ بچیوں کی شادیاں کر کے بکلی فراغت حاصل کر لی تھی۔ تمام اولاد برسر روزگار ہے۔ آخر وقت تک مرحوم کے معمولات جاری رہے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائیں۔

محترم قاضی صاحب آپ چلے...... ہم آئے۔ اس لئے کہ اس دنیا میں سبھی جانے کو آتے ہیں۔ کل من علیها فان ۰ ویبقیٰ وجه ربك ذو الجلال والاکرام!

(لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ)

۵۱...... حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ سکھرویؒ

وفات...... ۱۷جنوری ۲۰۰۲ء

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ سکھرویؒ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر ۲ ذیقعدہ بروز ہفتہ بمطابق ۱۷جنوری ۲۰۰۲ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیه راجعون!

قاری صاحبؒ معدہ کے کینسر کے مرض کا شکار ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم بندھانی خاندان کے مشہور قاری رحیم بخش کے نورنظر تھے۔ تلاوت قرآن کریم کا ذوق انہیں اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کی زبان بروقت قرآن کریم کی تلاوت سے تر رہتی تھی۔ نواں گوٹھ سکھر کے مشہور مدرسہ تعلیم القرآن کے شعبہ حفظ وقرات سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنی زندگی کے تمام لمحات تعلیم قرآن کے لئے وقف کر دیئے۔ مایہ ناز مدرس اور قاری قرآن تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قراء حضرات برزخ، محشر اور جنت میں بڑے سوز وگداز اور وجد آفریں انداز سے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ قاری عبدالحفیظ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شیریں ذوق اس دنیا میں عطا کر دیا تھا۔ قرآن کریم کی کثرت تلاوت کی مٹھاس ان کے ہونٹوں کو ہمہ وقت متبسم رکھتی تھی۔ آپ اپنی گفتگو میں اپنے مخاطب کو سب سے پہلے مسکراہٹ کا تحفہ اور ہدیہ پیش کرتے اور پھر بات کرتے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے انہیں قلبی اور جگری تعلق تھا۔ ختم نبوت کے عنوان پر جلسے، کانفرنس، درس کے ہر پروگرام میں پیش پیش رہتے تھے۔ موصوف جید عالم دین بھی تھے۔ تدریسی خدمات کے ساتھ آپ اصلاحی اور تبلیغی خطبات سے سکھر کے مسلمانوں کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ سکھر کے تادم واپسی خطیب رہے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کئے جو حسن صورت اور حسن سیرت، علم وفضل کے لحاظ سے اپنے والد کے قابل فخر جانشین ہیں۔ ایک بیٹا دبئی میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور دوسرا سکھر میں تدریس اور خطابت کی خدمات اپنے مرحوم والد کی نیابت میں سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائیں۔ (لولاک محرم الحرام ۱۴۲۳ھ)

۵۲......حضرت مولانا زبیر احمد بہاول پوریؒ

وفات......۲۴ جنوری ۲۰۰۲ء

جامعہ مدینہ بہاول پور کے مہتمم حضرت مولانا زبیر احمد صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۴۲۲ء بروز جمعرات بمطابق ۲۴ جنوری ۲۰۰۲ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

موصوف مجاہد ختم نبوت' رفیق امیر شریعت' حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کے نواسے اور مجلس کے قدیم مبلغ مولانا غلام مصطفیٰؒ کے صاحبزادے تھے۔ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے جسم کے رگ و ریشہ میں عظمت اسلام اور فرق ہائے باطلہ کی سرکوبی کا جذبہ موجزن تھا۔

موصوف اپنی نوعمری میں ہی بے بہا خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیمی اور انتظامی خوبیوں سے نوازا تھا۔ ماہ رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اچانک طبیعت مضمحل اور نڈھال ہونا شروع ہوئی۔ آناً فاناً جسم کی توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ ڈاکٹر اور طلباء حضرات نے جگر کا کینسر تشخص کیا۔ پانچ سات روز زیر علاج رہے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم کی اقتداء میں اسلامیان بہاول پور کے عظیم اجتماع نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جامعہ مدنیہ بہاول پور کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن بہاول پوری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام رہنماؤں کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ کے خاندان کو دنیا و آخرت میں عزتوں و رفعتوں سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ اور حضرت مولانا محمد زبیر بہاولپوریؒ کی عالم آخرت میں تین رکنی جماعت قائم ہوگئی۔ حق تعالیٰ ان تمام مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین! (لولاک محرم الحرام ۱۴۲۳ھ)

۵۳......حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ

وفات......۱۹فروری ۲۰۰۲ء

عالم اسلام کی ممتاز علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ۱۹فروری ۲۰۰۲ء بروز منگل کراچی میں انتقال فرما گئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مفتی صاحبؒ اپنی عمر کے ۸۴ کے پیٹے سے گزر رہے تھے۔ پیرانہ سالی کے باعث کئی سال سے یکسوئی کے ساتھ گوشہ نشین تھے۔موصوف ہندوستان کے قصبہ سلیم پور کے معروف علمی گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ان کا خاندان خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا عقیدت مند تھا۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اسلامی علوم کی تعلیم سے فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔علم حدیث کی تکمیل شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے کی۔آپ ان کے فاضل ترین شاگردوں میں سے تھے۔قیام پاکستان کے بعد اولاً خیر پور میرس سندھ میں سکونت اختیار کی اور پھر دارالعلوم کراچی میں تعلیمی وتدریسی خدمات سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔دارالعلوم میں صدرالمدرسین، صدر شعبہ دارالافتاء اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر آپ نے گراں قدر دینی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے کراچی میں ادارہ دارالافتاء والارشاد قائم کیا۔جس میں آپ فضلاء کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں فقہی مسائل میں خصوصی تربیت دیا کرتے تھے۔آپ کی زیرنگرانی الرشید ٹرسٹ قائم ہوا۔جس نے تعلیمی اور فلاحی میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی معاشرتی اصلاحی اور فلاحی ضروریات کو پورا فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو اور ان کے زیرسرپرستی قائم اداروں کو قائم ودائم رکھیں اوران کے رفقاء کو ان جیسی خوبیوں سے نوازیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائیں اوران کے حسنات کو قبول فرمائیں۔

(لولاک محرم الحرام ۱۴۲۳ھ)

۵۴......حضرت مولانا نور احمد مظاہریؒ

وفات......۱۹اپریل ۲۰۰۲ء

جمعیت علماء اسلام فیصل آباد کے سابق امیر حضرت مولانا نور احمد مظاہری ۱۹اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا نور احمد مظاہریؒ ہندوستان کے مشہور خلائق جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل عالم دین تھے۔ پاکستان بننے کے بعد چک نمبر ۲۵۶ گ ب پھلور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آباد ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے مخلصانہ اور دوستانہ تعلق تھا اور ان پر دل وجان سے عاشق تھے۔ حضرت جالندھریؒ بھی مولانا نور احمد مظاہریؒ کے علم وفضل واخلاص کے معترف تھے۔ مولانا عمر بھر مجلس کی امداد واعانت' جماعتی رفقاء کی سرپرستی فرماتے اور بزرگانہ شفقتوں سے نوازتے رہے۔ جمعیت علماء اسلام فیصل آباد کے امیر رہے۔

حضرت مولانا مظاہریؒ اکابر علماء کے تربیت یافتہ تھے اور انہیں اکابر کی روایات اور معمولات پر کاربند تھے۔ آپ ایک کامیاب خطیب بھی تھے۔ خطابت کے ذریعہ مخلوق خدا کی روحانی اور طبابت کے ذریعہ جسمانی بیماریوں کے معالج تھے۔ خاصی عمر پائی۔ آخری دنوں میں بیمار ہوگئے۔ عیدالاضحیٰ سے قبل حضرت مولانا محمد صدیق شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان کے پوتے کی شادی کے سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ کو اس طرف جانا ہوا تو مولانا نور احمد مظاہریؒ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر فرمایا کہ اس وقت مولانا مظاہریؒ کا جسم وجان وچہرہ انوارات الٰہیہ سے بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ راقم جب لائل پور میں مجلس کا مبلغ تھا تو حضرت مظاہریؒ سے ابتدائی تعارف حضرت جالندھریؒ نے کرایا۔ پھر یہ تعلق آخر تک گہرا ہوتا چلا گیا۔ حضرت مرحوم کی شفقتوں اور محبتوں نے ایسا اسیر کیا کہ آج بھی ان کے لئے چشم پرنم سے یہ سطور لکھی جارہی ہے۔ حضرت مرحوم خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ بڑوں سے محبت اور چھوٹوں پر شفقت کے بمقتضائے حدیث شریف ایسے کاربند تھے کہ اس کا عملی نمونہ ہوگئے تھے۔ سنت رسول ﷺ پر عمل ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور عشق رسالت مآب ﷺ ان کے روح کی غذا تھی۔ (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ)

۵۵...... حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق فیصل آبادیؒ

وفات...... ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء

جامع مسجد قاسمیہ کے خطیب، مدرسہ تعلیم القرآن گلبرگ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب فیصل آبادیؒ کا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء کو شام چار بجے فیصل آباد میں انتقال ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق فیصل آبادیؒ دارالعلوم کراچی کے فارغ التحصیل تھے۔ محقق عالم دین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد کئی دینی اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں بھی مدرس رہے۔ بیماری کے باعث فیصل آباد منتقل ہو گئے۔ یہاں پر اپنا ادارہ قائم کیا اور اس میں حفظ وقرأت کی درسگاہ آباد کی۔ ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے۔ صابر وشاکر انسان نے فقر وفاقہ ودرویشی اور گوشہ نشینی میں زندگی گزار دی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ دوستی کرنا ان کو آتی تھی۔ جس سے جتنا تعلق قائم ہوا عمر بھر اسے نبھاتے رہنے کے خوگر تھے۔ حج کے لئے امسال اپنی اہلیہ سمیت جانے کے لئے پابرکاب تھے کہ آخرت کا بلاوا آ گیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دنیا سے دامن جھاڑ کر آخرت کو سدھار گئے۔

زندگی بھر کتاب سے رشتہ قائم رکھا۔ قرات میں پانی پت کے اکابر قراء حضرات کی روایات کے امین تھے۔ جامعہ طیبہ فیصل آباد کے مدیر حضرت مولانا قاری ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے برادر اصغر تھے۔ بیماری بہانہ بنی۔ وقت آ گیا۔ علم وعمل کی دنیا کو دھچکا لگا۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ حضرت قاری محمد اسحٰقؒ کے صاحبزادگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل نصیب فرمائیں اور حضرت قاری محمد ابراہیم مدظلہ اور ان کا پورا خاندان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کی تعزیت کا مستحق ہے۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۵۶......حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ

وفات......دسمبر ۲۰۰۲ء

دارالعلوم کبیر والا کے مفتی اعظم، پیر طریقت، حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بروز پیر غروب آفتاب کے قریب عالم فانی سے عالم بقاء کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا مفتی عبدالقادرؒ دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی اعظم اور ہر دلعزیز استاد تھے۔ حق تعالیٰ نے علماء اور طلباء میں آپ کو محبوب بنادیا تھا۔ آپ کی شفقتوں و محبتوں اور علمی تحقیق عمل صالح اور اصلاح خلق کے مدتوں تذکرے رہیں گے۔

آپ نے تمام تعلیم دارالعلوم کبیر والا میں حاصل کی۔ تکمیل کے لئے دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان کی صحبت و تربیت نے آپ کی صلاحیتوں کو نکھار دیا۔ پانچ سال دارالعلوم کراچی میں پڑھاتے رہے۔ پھر دارالعلوم کبیر والا میں اپنے اساتذہ کے حکم پر واپس آگئے۔ اور دارالعلوم کبیر والا میں کم و پیش تیس سال مسند تدریس کو رونق بخشی۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ اس وقت افتاء میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ اسی طرح تصوف میں بھی آپ درجہ کمال پر فائز تھے۔ ہزاروں بندگان خدا کی آپ نے روحانی اصلاح فرمائی۔

پنجاب وسندھ میں آپ کے متعلقین و متوسلین کا بہت بڑا حلقہ تھا۔ علمائے کرام میں آپ خصوصیت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ آپ مثالی استاد تھے۔

گزشتہ دنوں بیمار ہوئے۔ لاہور لے گئے۔ ڈاکٹروں نے بہت سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن آپ کا وقت موعود آن پہنچا۔ لاہور سے کبیر والا آگئے اور یہاں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ دوسرے دن جنازہ ہوا۔ (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۳ھ)

۵۷......حضرت مولانا کرم الٰہی فاروقیؒ

وفات......۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء

جامع مسجد باغ والی وہاڑی کے خطیب حضرت مولانا کرم الٰہی فاروقیؒ ۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء کو وہاڑی میں انتقال کر گئے۔ جامعہ خیر المدارس کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں پورے شہر نے نماز جنازہ کی سعادت حاصل کی اور ہزاروں سوگواروں نے ان کو رحمت حق کے سپرد کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا کرم الٰہی فاروقیؒ خوش الحان مقرر اور واعظ تھے۔ ان کا گلہ جوانی میں مستقل لاؤڈ سپیکر کا کام دیتا تھا۔ اونچی آواز میں ترنم سے قرآن مجید پڑھتے تو مجمع پر جادو کر دیتے تھے۔ وہ خطابت میں حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ کی اداؤں کے امین تھے۔ ملنسار، خوش خلق، خوش رو و خوش لباس تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ گزشتہ کئی سالوں سے ان کی جوانی کی رعنائیوں کو نظر لگ گئی۔ شوگر اپنے لوازمات سمیت ان کے ہاں ایسی مہمان ہوئی کہ جان لے کر چھوڑی۔ حق تعالیٰ ان کو جنت نصیب فرمائیں۔ (لولاک ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۵۸......جناب چوہدری محمد یوسفؒ

وفات......۱۲ جنوری ۲۰۰۳ء

لاہور کے جناب چوہدری محمد یوسف صاحب ۱۲ جنوری ۲۰۰۳ء کی شب کو دل کا دورہ سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اگلے دن خانقاہ سراجیہ کندیاں کے صاحبزادہ خلیل احمد نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاہور میں سپرد خاک ہوئے۔ چوہدری محمد یوسفؒ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ (المعروف حضرت ثانیؒ) کے داماد تھے۔ حضرت حافظ محمد عابد صاحبؒ کے بہنوئی تھے۔ عمر بھر لاہور میں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں قیام رہا۔ خوب وضع دار انسان تھے۔ بہت نفیس اور صالح طبیعت پائی تھی۔ ستر اسی کے پیٹے میں تھے۔ آخرت کا بلاوا آ گیا۔ دل کا دورہ بہانہ بنا۔ دل ہار گئے اور آخرت کو سدھار گئے۔ اللہ رب العزت ان کے آخرت کے سفر کو بابرکت فرمائیں۔ آمین! (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۵۹......حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ

وفات......۱۵ جنوری ۲۰۰۳ء

پاکستان کے نامور خطیب' حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ ۱۵ جنوری ۲۰۰۳ء کی شب لاہور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اور خانقاہ عالیہ رائے پور کے سرخیل' پیر طریقت قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کی اقتداء میں اگلے دن نماز جنازہ ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے حدیث کی تکمیل کی۔ بہاول پور اسلامی مشن کے مہتمم رہے۔ تبلیغی زندگی کا آغاز تنظیم اہل سنت کے سٹیج سے کیا اور بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہو گئے۔ نصف سے زیادہ دنیا میں تبلیغ اسلام کی سعادت حاصل کی۔ کئی بار حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ نامور خطیب تھے۔ عمر بھر تبلیغ اسلام کو حرز جان بنائے رکھا۔ بھرپور محنتی انسان تھے۔ اپنی محنت سے پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ عربی' اردو' فارسی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ انگریزی سے شناسائی تھی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ملنسار تھے۔ جسے ایک بار ملتے اس پر ایسا سحر کر دیتے کہ وہ زندگی بھر آپ کی یادوں کو لئے پھرتا۔ مہمان نواز تھے۔ خوب وضع دار انسان تھے۔ جو شخص کسی کام کے لئے ان کے دروازہ پر گیا بھرپور کوشش کر کے اس کے کام کو کسی ٹھکانے پر لگا دیتے۔ سرکاری ملازمت کے باعث افسران سے میل ملاقات' رکھ رکھاؤ کا ڈھنگ آ گیا تھا۔ بڑے سلیقہ سے غریب دوستوں کے کام نکلوانے کی کامیاب کوشش کو وہ عبادت سمجھتے تھے۔ تمام دینی جماعتوں' اداروں' مدارس وشخصیات سے آپ کے مراسم تھے۔ تمام پاکستانی حکومتوں کے سربراہان سے راہ ورسم رکھا۔ مگر اس کے باوجود اپنے مسلکی تشخص پر آنچ نہیں آنے دی۔ عرب وعجم' افریقہ' امریکہ تک کے انہوں نے تبلیغی سفر کئے۔ جہاں تشریف لے گئے خوشگوار یادیں چھوڑ کر آئے۔ انہوں نے محنت کر کے خوب شہرت حاصل کی۔ ان کی وفات سے بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ شوگر کے مرض نے آن گھیرا اور پھر اپنے لوازمات سمیت شوگر نے ان کے ہاں ڈیرے لگا دیئے۔ آخر وقت موعود آن پہنچا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۶۰......حضرت مولانا قاری عبدالسمیعؒ

وفات......۱۲فروری۲۰۰۳ء

سرگودھا کے معروف متبحر عالم دین محدث وفقیہ حضرت مولانا قاری عبدالسمیع ۱۰ ذی الحجہ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۲فروری۲۰۰۳ءعید کے روز انتقال فرما گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھویؒ کے صاحبزادے تھے۔دارالعلوم دیوبند سے سند حدیث حاصل کی۔شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے والد صاحب کے زیر سایہ جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں پڑھانا شروع کیا۔آخری وقت تک مسند تدریس سے وابستہ رہے۔والد مرحوم کی زندگی میں موطا امام محمدؒ ابوداؤدؒ ودیگر حدیث اور فنون کتب کی سالہا سال تک پڑھائیں۔اپنے برادر اکبر حضرت مولانا مفتی احمد سعیدؒ کے بعد برسوں بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھانے کا آپ کو اعزاز حاصل تھا۔ملک میں ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔

سرگودھا شہر وضلع کے حضرت مولانا مفتی محمد رمضان' حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی جیسے ہزاروں علماء' خطباء آپ کے شاگرد ہیں۔زندگی بھر جمعیت علمائے اسلام کے سٹیج سے اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے کوشاں رہے۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت کا تعلق تھا اور اپنے وقت کے شیخ طریقت تھے۔اپنے علم وفضل کے اعتبار سے ہزاروں میں سے ایک تھے۔سادہ طبیعت پائی تھی۔ملنسار مزاج تھے۔تمام دینی تحریکوں میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔اسی سال سے زیادہ عمر پائی۔

آپ کے بھائی مولانا احمد رفیع نے جنازہ پڑھایا۔آپ کا جنازہ سرگودھا کی تاریخ کا ایک مثالی جنازہ تھا۔سرگودھا کے قبرستان میں محواستراحت ہوئے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے خاندان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ (لولاک محرم الحرام۱۴۲۴ھ)

۶۱......حضرت مولانا رشید احمد پسروریؒ

وفات......۱۸مارچ ۲۰۰۳ء

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ کے جانشین، درویش منش عالم دین، شاہی مسجد پسرور کے خطیب، بزرگ رہنما، علم وفضل کا سمندر بیکراں، اکابر کی روایات کے امین، مخلص داعی الی اللہ حضرت مولانا رشید احمد پسروریؒ ۱۴محرم الحرام۱۴۲۴ھ مطابق ۱۸مارچ ۲۰۰۳ء بروز منگل پسرور میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا رشید احمد پسروریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا بشیر احمد پسروریؒ سے شاہی مسجد پسرور میں حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سے منتہی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ خیرالمدارس میں حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ سے دورہ حدیث کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد پسرور کے ایک سکول میں کچھ عرصہ سرکاری ملازمت کی۔ والدمرحوم کے انتقال کے بعد شاہی مسجد پسرور کی خطابت اور مدرسہ کے اہتمام کو سنبھالا اور پھر خداداد صلاحیتوں کے باعث مرجع عام وخواص ہو گئے۔ پورے علاقہ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور عظمت صحابہ کرام کا تحفظ انہیں ورثہ میں ملا تھا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں فاتح قادیان استاذ الکل حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے ردقادیانیت پر باقاعدہ تیاری کی اور عمر بھر حقانیت اسلام کے لئے سرگرم عمل رہے۔ فرق باطلہ کے رد میں وہ آیت من آیات اللہ تھے۔ کفر کے مقابلہ میں ان کی للکار حق، درۂ عمرؓ کی حیثیت رکھتی تھی۔ تمام دینی جماعتوں اداروں سے والہانہ تعلق تھا۔ جمعیت علمائے اسلام اور انجمن خدام الدین پر دل وجان سے فدا تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں خوبیوں کا مرقع بنادیا تھا۔

پرویزی حکومت میں جب علماء کی گرفتاریاں ہوئیں تو مولانا رشید احمد نے تین ماہ تک سنت یوسفی ادا کی۔ حکومت نے معافی نامہ لکھوانا چاہا۔ اس زمانہ میں جبکہ اکثر وبیشتر کارکن اسے غنیمت سمجھ کر خلاصی حاصل کرنے میں پیش پیش تھے مولانا موصوف کوہ استقامت بن گئے۔ حکومتی نمائندہ کو ٹکا سا جواب دے کر اکابر دیوبند کی یاد تازہ کردی۔ انہوں نے یہ کہہ کر حکومتی نمائندہ کو لاجواب کردیا کہ: ''معافی کا لفظ ہماری لغت میں نہیں ہے۔'' قدرت نے کرم کیا۔ تین ماہ کے بعد حکومت جھک گئی اور موصوف آبرومندانہ طور پر رہا ہوگئے۔

حضرت مولانا بشیر احمد پسروری آصلاً ''وہوا'' ڈیرہ غازی خان کے باسی تھے۔ تمام عزیز اور برادری کے لوگ وہاں آباد ہیں۔ سال میں جب بھی مولانا رشید احمد پسروری کا ڈیرہ غازی خان جانا ہوتا۔ آتے جاتے ملتان دفتر ختم نبوت کو میزبانی کا اعزاز بخشتے۔ وفات سے چند دن قبل دفتر تشریف لائے۔ ایک رات قیام کیا۔ مغرب وصبح کی نماز کی امامت کرائی اور اگلے روز بہت خوش خوش دفتر سے الوداع ہوئے۔ یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ معلوم نہ تھا کہ اب ان سے پھر اس جہان میں ملنا ممکن نہ ہوگا۔ دن بھر اپنے معمولات میں مشغول رہے۔ مغرب کا وضو کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا۔ دوبار بلند آواز سے اللہ اکبر! اللہ اکبر! کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ ان کی وفات کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اگلے دن لاہور وگوجرانوالہ ڈویژن کے علماء کی بڑی تعداد جمع ہوگئی۔

حضرت مولانا کی نماز جنازہ دیوبند کے فاضل' بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالحق ظفر وال نے پڑھائی۔ پسرور کی تاریخ کا مثالی جنازہ تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی حضرت حافظ محمد ثاقب' مولانا فقیر اللہ اختر' محترم پیر شبیر احمد گیلانی نے کی۔ ہزاروں سوگواروں نے انہیں بوجھل دل سے رحمت حق کے سپرد کیا۔ ''عاش سعیداً ومات سعیداً'' کا مصداق ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے خاندان سے اظہار تعزیت کرتی ہے۔ اللہ رب العزت ان کے حامی وناصر ہوں۔ (لولاک ربیع الاول ۱۴۲۴ھ)

۶۲...... جناب صاحبزادہ فیض القادریؒ

وفات...... فروری ۲۰۰۳ء

بریلوی مکتب فکر کے معروف عالم دین، جمعیت علمائے پاکستان (نفاذ شریعت) کے جنرل سیکرٹری صاحبزادہ فیض القادریؒ انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! صاحبزادہ فیض القادریؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور میں قائدانہ کردار ادا کیا اور آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت لاہور کے جنرل سیکرٹری رہے۔ مجلس کے ساتھ محبت سے پیش آتے۔ معتدل مزاج خطیب تھے۔ اندرون یکی گیٹ جامع مسجد کے خطیب تھے۔ اللہ پاک ان کی خوبیوں کو قبول فرمائیں اور خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ ان کی رحلت سے لاہور ایک بہادر خطیب سے محروم ہو گیا۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

۶۳...... حضرت مولانا اللہ وسایا قاسمؒ

وفات...... ۹ مئی ۲۰۰۳ء

۹ مئی جمعہ علی الصبح پانچ بجے شورکورٹ کے قریب بس کے حادثہ میں مجاہد عالم دین حضرت مولانا اللہ وسایا قاسم جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا اللہ وسایا قاسمؒ جہانیاں ضلع خانیوال کے ایک دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جامعہ رحمانیہ جہانیاں، جامعہ قاسم العلوم ملتان سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ مخزن العلوم خانپور سے دورہ حدیث شریف کیا۔ حضرت درخواستیؒ کے خاص شاگرد تھے۔ جمعیت اور جہادی اداروں میں کام کیا۔ مختصر وقت میں خاصا کام کیا اور خوب تعارف حاصل کیا۔ ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ ہنس مکھ باغ و بہار نوجوان عالم تھے۔ وفات سے قبل دفتر مرکزیہ ملتان کی لائبریری سے خدام الدین وترجمان اسلام کی قدیم فائلوں سے حضرت درخواستیؒ کے متعلق ریکارڈ کے حصول کے لئے دن بھر مصروف رہے۔ شام کو اسلام آباد چلے گئے اور اسلام آباد ختم نبوت کانفرنس میں شامل ہوئے۔ جمعہ بہاول پور میں پڑھانا تھا۔ اسلام آباد سے سفر کیا۔ شورکورٹ پہنچ کر دنیا سے رخ موڑ کر عالم بقا کو سدھار گئے۔ حق تعالیٰ مغفرت کریں۔ (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

۶۴......حضرت مولانا عبداللطیف مسعودؒ

وفات......۱۱مئی۲۰۰۳ء

ڈسکہ سیالکوٹ کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبداللطیف مسعودؒ ۱۱مئی بروز اتوار انتقال فرما گئے۔اناللہ وانا الیه راجعون!

حضرت مولانا عبداللطیف مسعودؒ ڈسکہ کے رہائشی تھے۔ جامعہ مدنیہ ڈسکہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد فیروزخان فاضل دیوبند کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے۔دورہ حدیث آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا رسول خانؒ کے شاگرد رشید تھے۔بیعت کا تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے تھا۔ایسے نابغہ روزگار شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو چمکتا دمکتا ستارہ بنادیا تھا۔ صرف ونحو پر مکمل دسترس تھی۔ذی استعداد عالم دین تھے۔قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مرقعہ بنادیا تھا۔عمر بھر بڑی مستعدی سے عسر ویسر میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔تمام بے دین فتنوں کے خلاف آپ کے پاس معلومات کا قابل قدر وقابل فخر ذخیرہ تھا۔اخلاص وللّٰہیت فقر واستغناء کا پیکر تھے۔ان کو دیکھ کر اکابر علمائے اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔طبیعت میں وقار تھا۔ مزاج میں مسکنت تھی۔سراپا اخلاص تھے۔نام ونمود دکھلاوہ اور ریا سے کوسوں دور تھے۔عمر بھر رزق حلال کما کر دین کی فی سبیل اللہ تبلیغ کرتے رہے۔شان ابوذریؓ کا پرتو تھے۔قادیانیت وعیسائیت پر بھرپور گرفت رکھتے تھے۔ان کا لٹریچر آپ کو ازبر تھا۔برصغیر میں اس وقت عیسائیت کے لٹریچر پر گہری نظر رکھنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔قادیانیت وعیسائیت کے خلاف متعدد وقیع کتب اور عام رسائل تالیف کئے۔آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ تعلق تھا۔چناب نگر کے سالانہ ردقادیانیت کورس کے افتتاح پر تشریف لاتے اور اختتامی دعا کے بعد رخصت ہوتے۔ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔کئی بار مختلف بیماریوں کا شکار ہوئے۔لیکن اتنے مضبوط اعصاب کے انسان تھے کہ ہر دفعہ بیماریوں کو شکست دے کر شیر ہوجاتے تھے۔یہ ان پر رب کریم کا کرم تھا۔ احکام شرع پر مداومت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔وفات کے روز شام تین بجے جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے نماز جنازہ پڑھایا۔ (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

۶۵......حضرت مولانا فیض اللہ صاحبؒ

وفات......۲۰مئی ۲۰۰۳ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور میر پور خاص کے امیر، مدینہ مسجد کے خطیب، مدینۃ العلوم کے مہتمم حضرت مولانا فیض اللہ صاحب ۲۰مئی ۲۰۰۳ء منگل و بدھ کی درمیانی شب اپنے گھر میر پور خاص میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون!

حضرت مولانا فیض اللہؒ نے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین مدنیؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالحق ربانیؒ اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن قریشی باندویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ آپ مادر علمی دارالقاسمیہ میر پور میں پڑھاتے رہے۔۲۰ سال شاہ ولی اللہ سکول میں ٹیچر رہے۔ ۴۵ سال جامع مسجد مدینہ شاہی بازار میر پور میں خطابت کی۔ ۲۵ سال مدرسہ مدینۃ العلوم میں اہتمام وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس وقت بھی مدینۃ العلوم میں مقامی ومسافر ۳سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ موقوف علیہ تک کتب کی تعلیم اور حفظ وناظرہ کا عمدہ اہتمام ہے۔

زندگی بھر جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے سیاسی و دینی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ سے خصوصی تعلق تھا۔ بارہا میر پور خاص ان اکابر کی میزبانی کا آپ نے شرف حاصل کیا۔

حضرت مولانا فیض اللہؒ نے دو شادیاں کیں۔ ۸ بیٹے اور ۸ بیٹیاں قدرت کا عطیہ ہیں۔ تمام اولاد اور دونوں اہلیہ محترمہ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت باکرامت رکھیں۔ دو بیٹے قاری حمید اللہ اور قاری نجیب اللہ اس وقت شعبہ حفظ میں مدینۃ العلوم کے مدرس ہیں۔ ایک بیٹا جناب سعید اللہ کالج میں پڑھاتے ہیں۔ ایک بیٹا مولانا حفیظ الرحمٰن اس وقت دورہ حدیث کے طالب علم ہیں۔

آپ نے ان کو جانشین بنادیا تھا جو جامع مسجد مدینہ میں خطابت اور مدرسہ مدینۃ العلوم میں اہتمام کے فرائض کے ساتھ ساتھ تکمیل تعلیم کے لئے کوشاں ہیں۔ایک بیٹی بھی حافظہ ہے۔ مولانا مرحوم کی پیدائش سے قبل والد مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ چچا حضرت مولانا قاری اسداللہ صاحب نے آپ کی پرورش، تربیت اور تعلیم کا اہتمام کیا اور باپ جیسی محبت چچا نے دی۔ خدمت خلق، دینی اقدار کے احیاء، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، قادیانیت کے استحصال اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات تاریخ کا سنہری باب ہیں۔

آپ کی بیماری میں آپ کے بھانجے حبیب نے آپ کی خدمت کا حق ادا کیا۔ وہ آپ کے سفر وحضر کا رفیق تھا۔ آخری دنوں میں وہ بھی بیمار ہوگیا۔ حضرت مرحوم کی بیماری کے باعث کھانا چھوٹ گیا تو حبیب نے بھی کھانا چھوڑ دیا۔ جس دن مولانا کا وصال ہوا اس دن اس عزیز حبیب کا انتقال ہوا۔ دونوں کی ایک ساتھ قبریں بنیں۔ خدمت وتعلق، یکجہتی کی عجیب مثال قائم ہوئی۔ اگلے دن جمعرات کو بعد از ظہر پولیس گراؤنڈ میں جنازہ ہوا۔ آپ کے جانشین عزیز از جان صاحبزادہ مولانا حفیظ الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔ علماء، انتظامیہ، معززین شہر، عوام کی بھاری تعداد نے جنازہ میں شرکت کی۔ میرپور کی ہر آنکھ اشکبار تھی۔ مثالی وتاریخی جنازہ ہوا۔ عامتہ المسلمین کے ساتھ عام قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جنازہ وتدفین میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی حضرت مولانا احمد میاں حمادی اور حضرت مولانا محمد نذر عثمانی نے کی۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ ان کا انتقال پر ملال موت العالم موت العالم! کا مصداق ہے۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا فیض اللہؒ کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ مسجد ومدرسہ اور نیک اولاد ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔ دینی حلقہ' جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے حضرت مرحوم کی وفات بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ (لولاک جمادی الاول ۱۴۲۴ھ)

۶۶...... حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

وفات...... ۲۲مئی ۲۰۰۳ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ۲۲مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات صبح نو بجے انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ۲۵مئی ۱۹۲۴ء بستی عنایت پور نزد جلال پور پیروالا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ راجپوت بھٹی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا مرحوم کے والد کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ماموں زاد بھائی منشی عبداللطیف صاحب راوی ہیں کہ حضرت مولانا کے والد نے ان کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد خواب دیکھا کہ میرے گھر کے صحن میں جہاز اترا۔ اس سے ایک وجیہہ بزرگ اترے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ بچہ ہمیں دے دیا جائے۔ بعد میں ملتان احرار کانفرنس کے موقعہ پر حضرت مولانا کے والد نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو دیکھا تو خواب یاد آ گیا اور ارادہ کرلیا کہ بیٹے کو ان کے سپرد کردوں گا۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ماموں حاجی رحیم بخشؒ کنڈا رحیم بخش سے جمعہ پڑھنے کے لئے شجاع آباد کی شاہی جامع مسجد میں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے ہاں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ نوجوان (مولانا) عبدالرحیم اشعرؒ بھی ساتھ تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے حاجی رحیم بخش سے فرمایا کہ یہ نوجوان پڑھانے کے لئے ہمیں دے دیا جائے۔ اس وقت تک مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اپنے گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کررہے تھے۔

چنانچہ ۱۹۴۳ء میں جامع مسجد حسین آ گاہی ملتان میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے قائم کردہ مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں حضرت قاضی صاحبؒ نے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو داخل کرادیا۔ آپ نے ۱۹۴۷ء کے وسط تک جامعہ محمدیہ حنفیہ میں موقوف علیہ تک کتابیں مکمل کرلیں۔ پاکستان بننے کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے ملتان میں خیرالمدارس کا آغاز کیا تو حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جامعہ محمدیہ کے اساتذہ بالخصوص امام القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ جامعہ کے طلباء جن میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی شامل تھے۔ جامعہ محمدیہ کا کتب خانہ، تپائیاں و

دیگر سامان سمیت سب کچھ خیر المدارس کے سپرد کر دیا۔ یوں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو جامعہ خیر المدارس کے اولین طلباء میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے زمانہ طالب علمی میں خداداد صلاحیتوں و ذاتی شرافت و دیانت سے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا قرب حاصل کیا۔ مدرسہ کی ضروریات و دیگر امور کے لئے حضرت جالندھریؒ مولانا عبدالرحیم اشعر پر اعتماد کرتے تھے۔ جامعہ خیر المدارس کے موجودہ صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ میں (مولانا محمد صدیق صاحب) حضرت مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ ابن امیر شریعت، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خیر المدارس ملتان میں ہم درس تھے۔ خیر المدارس جالندھر سے منتقل ہو کر ملتان قائم ہوا۔ تو ہم لوگ ملتان کے کوچہ و بازار سے ناواقف تھے۔ مولانا عبدالرحیم جامعہ محمدیہ میں کئی سال زیر تعلیم رہنے کے باعث ملتان کے گلی و بازار سے واقف تھے۔ جامعہ محمدیہ سے جب وہ خیر المدارس ملتان میں داخل ہوئے تو مدرسہ کے سامان بالخصوص کتب وغیرہ کے حصول کے لئے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اپنے شاگرد مولانا عبدالرحیم سے زیادہ خدمت لیتے تھے اور ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں مولانا عبدالرحیم کو جامعہ خیر المدارس کے ابتدائی دور میں اس کی بے مثال خدمات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جامعہ خیر المدارس سے مولانا عبدالرحیم نے ۱۹۴۹ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

فراغت کے بعد: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ صاحب نے عنایت پور اپنے گھر پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ چند ماہ بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نے آپ کو ملتان کے ایک مدرسہ میں ابتدائی مدرس مقرر کیا۔ لیکن مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ آپ کو تدریس سے تبلیغ کے لئے کھینچ لائے۔ جانشین حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ کی زیر ادارت لاہور سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ الاحرار لاہور جلد ا شمارہ ۸ ؍ مورخہ ۲۳ صفر تا ۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۳۰ اپریل تا ۱۵ مئی ۱۹۷۰ء کے صفحہ ۱۲ پر تحریر ہے:

''قیام پاکستان کے بعد حکومت وقت کی بعض ناجائز پابندیوں کے باعث احرار کئی دفعہ خلاف قانون قرار دی گئی۔ جنوری ۱۹۴۹ء میں رد مرزائیت کے کام کو سیاسی دست و برد سے

محفوظ رکھنے کے لئے شعبہ تبلیغ کو الگ جماعت کی صورت دے دی گئی۔"

مجلس احرار اسلام کل ہند کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ جماعتی سطح پر سب سے پہلے قادیانیت کے خلاف محاذ قائم کیا۔ ۱۹۳۴ء میں احرار کانفرنس قادیان میں منعقد کی۔ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام شعبہ تبلیغ قائم کیا۔ (یاد رہے کہ اس شعبہ کا نام شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام تھا) شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام کل ہند کا دفتر قادیان میں قائم کیا۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ مولانا عنایت اللہ چشتیؒ حضرت ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا رحمت اللہ مہاجرؒ اور دیگر زعماء احرار نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مذکورہ بالا حوالہ کے مطابق جنوری ۱۹۴۹ء میں شعبہ تبلیغ کو الگ جماعت کی صورت دے دی گئی۔ اس سے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا باضابطہ قیام ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا مستقل پہلا انتخاب ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ یہاں ہر چند ضروری گزارشات عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

۱...... مجلس احرار اسلام کا قادیان میں جو دفتر قائم ہوا اس کا نام شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند تھا۔

۲...... شعبہ تبلیغ کو جنوری ۱۹۴۹ء میں ایک جماعت کی صورت قرار دے دی گئی۔ جس کا نام مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تجویز ہوا۔

۳...... جنوری ۱۹۴۹ء سے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے کام شروع کر دیا جیسا کہ ایک مطبوعہ خط جو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی جانب سے "احباب اور اصحاب خیر کی خدمت میں ضروری اپیل" کے عنوان پر شائع ہوا۔ اس کے صفحہ ۳ پر ہے: "بنابریں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ۱۹۴۹ء سے اس طرف توجہ دی اور پوری تنظیم سے ملک بھر میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔"

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا یہ مطبوعہ خط چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مکمل عکس تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے صفحہ ۸۹۹ سے صفحہ ۹۰۲ پر شائع کر دیا گیا ہے۔

۴...... تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء سے قبل مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر بندر روڈ کراچی پر قائم ہو چکا تھا جیسا کہ حضرت امیر شریعتؒ کے خط ۵ اپریل ۱۹۵۲ء سے ظاہر ہے۔ یہ خط بھی چار صفحات پر مشتمل ہے۔

۵...... چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس تحفظ ختم نبوت بھی مجلس عمل میں دیگر جماعتوں کی طرح شامل تھی۔ مجلس عمل میں شریک جماعتوں کے اسماء جسٹس منیر نے اپنی عدالتی رپورٹ میں دیئے ہیں۔ اس میں نمبر ۱۱ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کا نام دیا ہے۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۸۰)

۶...... تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تحریک کے رہنما ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو کراچی دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت سے گرفتار ہوئے۔ چنانچہ زعیم احرار حضرت ماسٹر تاج الدین انصاریؒ رقم طراز ہیں: ''ہم سب دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی میں آکر دراز ہو گئے۔ دفتر سے گرفتار ہونے والے ہم آٹھ ارکان تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسناتؒ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ جناب عبدالرحیم جوہرؒ جناب نیاز لدھیانویؒ مولانا لال حسین اخترؒ اسد نواز ایڈیٹر حکومت اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۲۸۸،۲۸۹)

۷...... مجلس تحفظ ختم نبوت جنوری ۱۹۴۹ء میں قائم ہوئی۔ اس نام سے تبلیغی کام شروع ہوا۔ دفاتر قائم ہونے لگے۔ البتہ انتخاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ہوا۔

۸...... اس روز ہی ''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان'' کا میثاق رکنیت تیار ہوا۔ جس میں ابتدائی تاسیسی ارکان مجلس تحفظ ختم نبوت کے ۱۷ حضرات کے دستخط ہوئے جس کی ترتیب یہ تھی: ''مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا شیخ احمدؒ بورے والا، مولانا سعید احمدؒ جھگی والا جتوئی، مولانا محمد شریفؒ بہاول پوری، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد رمضانؒ میانوالی، مولانا مجاہد الحسینی، مولانا نذیر حسینؒ پنوں عاقل، مولانا علاؤ الدین مدظلہ ڈیرہ اسماعیل خان، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، ملک عبدالغفور انوریؒ ملتان، مولانا غلام قادرؒ جھنگ، حافظ محمد شریفؒ ملتان، ماسٹر اختر حسینؒ ملتان۔''

معافی چاہتا ہوں حکایت لذیذ دراز ہوگئی۔ غرض ۱۹۴۹ء میں فراغت کے بعد مختلف محاذوں سے چکر کاٹ کر حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حضرت امیر شریعت کے حکم پر ختم نبوت کی پہلی تربیتی کلاس میں باضابطہ داخلہ لے کر تعلیم شروع کر دی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا خدام الدین لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء میں ایک انٹرویو

شائع ہوا۔ اس کے ص ۱۶ پر مولانا فرماتے ہیں: ''چونکہ حضرت امیر شریعتؒ سے تعلق تھا ان کے کہنے پر ۱۹۴۹ء میں ہم پانچ آدمیوں مولانا محمد لقمانؒ علی پوری، مولانا غلام محمد، مولانا قاضی عبداللطیفؒ مولانا قائم الدینؒ اور مجھ (عبدالرحیم اشعرؒ) کو (فاتح قادیان) مولانا محمد حیاتؒ کے سپرد کیا گیا۔''

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فرماتے تھے کہ اس کورس میں باقی ساتھی تو پڑھائی کے لئے مکمل وقت دیتے تھے مجھے تعلیم کے علاوہ تیاری کھانا وغیرہ کے امور کے لئے بھی وقت دینا پڑتا تھا۔ ساتھیوں کو باقاعدہ سبق لکھوایا جاتا تھا۔ جب وہ نوٹس تیار کرتے تھے تو میں ان کو نقل کر لیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ ان پانچوں حضرات سے کم وقت تعلیم کے لئے مولانا اشعرؒ کو ملتا تھا لیکن اکابر اساتذہ ورفقاء کی خدمت کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ ردقادیانیت کا کام مولانا اشعر سے لیا۔ مولانا کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ بیک وقت وہ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے شاگرد تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ ان کی روایات کے امین و وارث قرار پائے۔ چنانچہ دفتر مرکزیہ ملتان، ڈھاکہ، علامہ بنوری ٹاون کراچی، خدام الدین لاہور اور ملک بھر میں مجلس کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت ردقادیانیت کورس مدارس میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ پڑھاتے تھے۔ اس وقت مجلس میں کام کرنیوالے اکثر حضرات مبلغین کرام مولانا مرحوم کے شاگرد ہیں۔ ایک وقت تھا کہ مولانا کا طوطی بولتا تھا۔ کراچی سے خیبر تک مولانا کے قادیانیت کے خلاف دورے ہوتے تھے۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء!**

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ۔ ۱۹۴۹ء کے آواخر یا ۱۹۵۰ء کے اوائل میں فیصل آباد کے مبلغ بنے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے زمانہ میں آپ فیصل آباد تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی داعی جماعت مجلس احرار اسلام پاکستان تھی۔ قدرت نے مجلس احرار کے اکابر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ شیخ حسام الدینؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ صاحبزادہ فیض الحسنؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے اس تحریک میں جو کام لیا وہ تاریخ احرار کا درخشندہ باب ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء پر کتاب لکھتے وقت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے ایک انٹرویو لیا تھا۔

حضرت مولانا نے اپنے کردار سے متعلق تفصیلات بیان فرمائی تھیں۔ جو اسی کتاب

سے پیش خدمت ہیں وہ یہ ہیں:

''مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فرماتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں میں جماعت کی طرف سے فیصل آباد کا مبلغ تھا۔ تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا تاج محمود صاحبؒ فیصل آباد کے امیر تھے۔ آپ نے ایک کار اور لاؤڈ سپیکر کا انتظام کر کے دیا۔ مولانا قاری عبدالحی عابد ان دنوں مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں زیر تعلیم تھے۔ ان کو قدرت نے بلا کا گلہ دیا تھا۔ یہ میرے ساتھ ہوتے۔ ہم علی الصبح کار پر نکل جاتے سپیکر لگا کر گاؤں گاؤں پھرتے۔ یہ نظمیں پڑھتے، میں تقریریں کرتا۔ اٹھارہ بیس دن تک ہم نے ضلع فیصل آباد کا کونہ کونہ چھان مارا۔ پورا ضلع تحریک میں ہراول دستے کا کردار ادا کرنے کے لئے سراپا تحریک بن گیا۔ اٹھارہ بیس دن بعد ہمیں معلوم ہوا کہ تحریک کے تمام راہنما مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالمجید نابیناؒ تمام حضرات گرفتار ہو گئے ہیں۔ پولیس ہمارے تعاقب میں ہے۔ کسی بھی وقت گاڑی اور سپیکر ضبط کر کے ہمیں گرفتار کر لیا جائے گا تو ہم نے گاڑی چھوڑ دی۔ فیصل آباد جامع مسجد کی بجلی اور پانی کے کنکشن منقطع کر دیئے گئے تھے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فرماتے ہیں کہ میں رات کو جامع مسجد کچہری بازار سے ملحقہ ایک مکان میں ایک تبلیغی جماعت کے ساتھی کے گھر جا کر رہا۔ صبح جمعہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مولانا مفتی سیاح الدین کاکا خیل سے تشریف لا چکے ہیں۔ جمعہ پڑھائیں گے۔ وہ وقت پر پولیس و ملٹری کی ناکہ بندی کے باعث جامع مسجد میں نہ آ سکے۔ میں نے تقریر کی۔ قدرت کا کرم ایسے ہوا کہ تقریر نے شہر میں آگ لگا دی۔ پولیس و ملٹری حرکت میں آ گئی۔ میں جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد کے شمالی دروازہ کے قریب جنازہ گاہ میں بیٹھا تھا کہ ایک احراری دوست نے مجھے وہاں سے نکال لیا۔ میں آخری آدمی تھا جو مسجد سے نکلا۔ اس کے بعد مسجد کے دروازے بند کر کے ایک ایک آدمی کی پہچان کی گئی کہ تقریر کرنے والے مولوی صاحب کہاں ہیں۔ میں نے ایک میلی کچیلی کمبل اوڑھ رکھی تھی۔ لباس بھی بوسیدہ و میلا تھا۔ مجھے انہوں نے درخور اعتنا نہ سمجھا اور یوں نکل کر مسجد اہل حدیث امین بازار پہنچا۔ شیخ خیر محمد چرہ منڈی والے تحریک کے خزانچی تھے۔ مجھے کرایہ دیا اور شہر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ مسجد کے عقبی دروازہ سے کوتوالی تھانہ کے سامنے سے امین پور بازار کو کراس کر کے منشی محلہ سے ہوتے ہوئے جھنگ بازار تانگہ لیا اور جوالا نگر بل کی طرف نکل گیا۔ میرے ساتھ رحمت اللہ شاہ تھے جو سند یلیانوالہ کے تھے۔ اشاعت العلوم میں طالب علم تھے۔ ہم

ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ملتان کی طرف چل پڑے۔ دونو جوان ملے پوچھا کہ نواب پور جار ہے ہو۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔

اتنے میں ملٹری کا ٹرک آ گیا۔ پوچھا کون ہو۔ ہم نے کہا مزدور ہیں۔ کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا مزدوری کر کے اپنے گاؤں نواب پور جا رہے ہیں۔ وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ ہم چلتے رہے۔ رسالیوالہ اسٹیشن پر ٹرین کا ٹائم تھا۔ شہر اور اسٹیشن پر پولیس وملٹری میری گرفتاری کے لئے بل کھا رہی تھی۔ فیصل آباد کے لئے ٹرین آئی تو رحمت اللہ شاہ واپس ہو گئے۔ ملتان کی ٹرین آئی۔ میں سوار ہو گیا۔ خانیوال آیا اسٹیشن پر دو چار لقمے زہر مار کرنے کے لئے کنٹین پر گیا تو دیکھا کہ عبداللہ ہوٹل چنیوٹ بازار فیصل آباد کا منیجر پھر رہا ہے۔ یہ پولیس کا مخبر تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی اسٹیشن پر لیٹنے میں عافیت سمجھی۔ ٹرین چلی تو لپک کر گارڈ کے ڈبہ میں سوار ہو گیا۔ ملتان سٹی اتر کر ریلوے لائن میں ٹرین کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ عبداللہ ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ ٹرین چھاؤنی کے لئے چلی تو میں بستر اٹھا کر پیدل سفر کر کے خیر المدارس پہنچ گیا۔ ان دنوں جماعت (ختم نبوت) کا دفتر قدیر آباد ہوتا تھا۔ پیغام بھجوایا۔ تیسرے روز بلاوا آ گیا۔ دفتر پہنچا تو مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے بورے والا، وہاڑی، عارف والا وغیرہ کے پروگرام بنا کر رقعہ پکڑا دیا کہ شاہ جیؒ کے حوالے سے لوگوں کو تحریک کے جاری رکھنے پر تیار کرو۔ اتنے میں پولیس نے دفتر کا محاصرہ کر لیا۔

مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان، مولانا غلام محمد، سائیں محمد حیاتؒ دفتر میں موجود تھے۔ مولانا غلام محمد تو جل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور پروگرام پر روانہ ہو گئے۔ وہاں سے گرفتار ہو کر پھر جیل میں آ ملے۔ ہم چاروں گرفتار کر لئے گئے۔ پولیس نے مجلس کا سیف توڑا۔ واہی تباہی بکتے پولیس ہمیں تھانہ صدر لے گئی۔ مولانا محمد حیات صاحبؒ فاتح قادیان جیل کاٹنے میں بڑے بہادر اور جری تھے۔ پولیس کو کہا کہ بازار سے اپنے خرچہ سے کھانا لاؤ یا جیل پہنچاؤ۔ ہم اپنا کھانا نہ کھائیں گے۔ پولیس نے کھانا کھلایا اور عصر کے قریب سنٹرل جیل ملتان پہنچا دیئے گئے۔ جیل میں گئے تو مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، مولانا سعید احمد جھنگی والاؒ، مولانا سلطان محمودؒ، مولانا قائم الدین علی پوریؒ اور دوسرے حضرات موجود تھے۔ ہمارے جاتے ہی جیل کے تمام بزرگوں نے شفقتوں سے نوازا۔ مولانا نذیر احمد، باقر علی اور دوسرے جماعت اسلامی کے رفقاء بھی

آ گئے تو مولانا احمد علی لاہوریؒ نے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو کہہ کر پچیس عدد معرا قرآن مجید کے نسخے منگوائے اور درس قرآن جاری کر دیا۔ پچیس دن بعد قاضی احسان احمدؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت لاہوریؒ، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ کو ڈسٹرکٹ جیل منتقل کر دیا گیا۔ وہاں پر مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور حضرت لاہوریؒ کو کھانے کی اشیاء میں زہر دیا گیا۔ دو چار لقمے کھاتے ہی قاضی صاحبؒ کی طبیعت غیر ہوگئی۔ سخت قے آئی۔ حضرت لاہوریؒ کا بھی یہی حال تھا۔ جیل کا ڈاکٹر آیا تو آتے ہی قے پر پانی ڈال کر اسے بہا دیا تاکہ زہر کا ثبوت باقی نہ رہے۔ جیل میں اس سانحہ کی خبر نے آگ لگا دی۔ جیل کے تمام قیدی دیواروں و درختوں پر چڑھ کر سراپا احتجاج بن گئے۔ عملہ تشدد کرتا۔ درمیان میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تجربہ کام آیا اور ان کے کہنے پر احتجاج ختم ہوا اور سانحہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، ملک عبدالغفور انوریؒ سائیں محمد حیاتؒ اور میں (عبدالرحیم اشعرؒ) لاہور بوسٹرل جیل منتقل کر دیئے گئے۔ وہاں پر مولانا خدا بخش ملتانی، سید امین شاہ مخدوم پوری، مولانا زرین احمد خاںؒ موجود تھے۔ میانوالی سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ (امیر مرکزیہ) صوفی ایاز خاںؒ آئے ہوئے تھے۔ قاری رحیم بخشؒ پانی پتی نے تراویح جیل میں پڑھانی شروع کی تو ہر روز اڑھائی صد تحریک کے راہنماء مقتدی ہوتے۔ میرے متعلق پولیس نے متعلقہ آبائی تھانہ جلال پور پیروالا سے رپورٹ مانگی تو انہوں نے غیر اہم لکھ دیا یوں تین ماہ بعد ۲۷ رمضان شریف کو میری رہائی ہوگئی۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۴۹۰ تا ۴۹۲)

انکوائری کمیشن: تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے لئے حکومت نے عدالتی کمیشن قائم کیا جو مسٹر جسٹس منیر، مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا۔ انکوائری کمیشن میں جن لوگوں نے شب و روز امت محمدیہ کی طرف سے وکالت کی ان میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی ہیں۔ آپ نے انکوائری کے چشم دید آٹھ واقعات سنائے۔ فقیر نے وہ واقعات مذکورہ کتاب میں شامل کر دیئے تھے جو پیش خدمت ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

۱...... ۸ جولائی کو مجھے میرے گھر واقع عنایت پور نزد جلال پور پیروالا میں خط ملا جو مولانا محمد علی جالندھریؒ نے لاہور جیل سے تحریر کیا تھا کہ تم ملتان سے دفتر کی کتابیں اور اگر وہ نہ ملیں تو فیصل آباد سے اپنی مرزائیت کی کتابوں کا سیٹ لیکر لاہور پہنچو۔ ملتان آیا تو کتابیں نہ مل

ہکیں۔ فیصل آباد گیا ہو کا عالم تھا۔ تمام رفقاء پس دیوار زنداں تھے۔ حافظ عبدالرحمٰن کیمبل پور والے ملے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ تمہارے وارنٹ ہیں۔ مخبری ہوگئی تو دھر لئے جاؤ گے میں تمہاری کتابیں لیکر لاہور آ جاؤں گا۔ آپ فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیں میں لاہور چلا گیا۔ سید رحمت اللہ شاہ اپنے گھر سندیلیانوالہ سے کتابیں لائے۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب وہ کتابیں لے کر لاہور پہنچ گئے۔ اب کتابیں ہمارے پاس، ہمیں کوئی ٹھہرانے کے لئے تیار نہ تھا۔ لاہور میں دولتانہ حکومت اور بعد میں فوج کے قیامت خیز مظالم کے سامنے کسی کی نہ جاتی تھی۔ ہم لوگ حیران و پریشان کہ مسافر غریب الدیار لوگوں کو سہارا دینے والا کوئی نہ تھا۔ تحریک کے صف اول کے تمام راہنما لاہور جیل میں تھے۔ دو دن مولانا مظہر علی کے گھر قیام کیا۔ ایک دن حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم تشریف لائے۔ فرمایا میں تمہیں تلاش کرتے کرتے ہار گیا۔ تم میرے مہمان ہو چلو کتابیں اٹھاؤ گاڑی میں رکھو اور میرے ساتھ چلو۔ ہوا یہ کہ حضرت مولانا محمد عبداللہؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے اپنے مرید حکیم عبدالمجید صاحب سیفی کو حکم فرمایا کہ ختم نبوت کی طرف سے انکوائری میں کام کرنے والے آنحضرت ﷺ کے مہمان ہیں۔ یہ لوگ دربدر پھر رہے ہیں ان کو تلاش کرو اور اپنے گھر میں معزز مہمانوں کی طرح رکھو۔ کچھ عرصہ بعد خود حضرت قبلہ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ لاہور تشریف لائے۔ حکیم صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کے ایک اور مرید مولانا حافظ کریم بخش صاحب پروفیسر تھے۔ ان کا کتب خانہ ہمیں حوالہ جات کے لئے مل گیا۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ بھی تشریف لائے۔ اس طرح ایک ٹیم بن گئی جو انکوائری میں حصہ لینے لگی۔ مولانا مظہر علی اظہر اور مولانا مرتضٰی احمد خاں میکشؒ یہ دونوں مجلس عمل کے وکیل تھے۔

۲...... ایک دفعہ مولانا مرتضٰی احمد خاں میکشؒ سے عدالت نے سوال کیا کہ آپ ان کی کیوں وکالت کر رہے ہیں؟۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو مجلس عمل کا وکیل ہوں۔ جس میں نو دینی جماعتیں شامل ہیں۔ نیز یہ کہ مجھے حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ سے سیاسی اختلاف ہے۔ مگر مرزائیت کے احتساب کے لئے میں ان کا پوری قوم پر احسان سمجھتا ہوں اگر شاہ صاحبؒ مرزائیت کا احتساب نہ کرتے تو آج پورا ملک مرزائیت کے دام تزویر میں ہوتا۔ یہ سن کر منیر کا منہ لٹک گیا۔

۳...... ایک دفعہ مجھے (مولانا اشعر) مولانا مظہر علی اظہر نے کاغذ لینے کے لئے بھیجا میں باہر نکلا تو عدالت کے عقبی دروازہ پر کھڑی عمدہ شیورلائٹ کار میں ایک خوبرو نوجوان فیشن ایبل لڑکی آ کر بیٹھ گئی۔ اتنے میں ہٹو بچو کا غوغہ ہوا اور جسٹس منیر صاحب آئے۔ وہ بھی اس کار میں بیٹھ کر ہوا ہو گئے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عدالت کے اردلی سے کہا کہ یہ لڑکی منیر صاحب کی بیٹی ہیں۔ وہ ہماری سادگی پر سر پیٹ کر رہ گیا۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب تمہارا فریق مخالف ہر روز نئی نویلی خوبصورت لڑکی کا انتظام کر کے منیر صاحب کے سینہ کی حرارت اور نفس کی شرارت کو برقرار رکھنے کا انتظام کرتا ہے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور سر چکرانے لگا کہ الامان الحفیظ!

۴...... حضرت مولانا اشعرؒ فرماتے ہیں کہ انکوائری کے دوران صف اول کے راہنما جیل میں تھے۔ ہم لوگ باہر وکیلوں کی تیاری پر مامور تھے۔ کتابوں کا ایک سیٹ تھا جیل بجھواتے تو ہم خالی ہاتھ اور اگر ہمارے پاس ہوں تو وہ خالی ہاتھ۔ اس لئے یہ انتظام کیا کہ مولانا لال حسینؒ اختر کی زوجہ محترمہؒ نے کراچی کا سفر کیا۔ کراچی دفتر کے ہمسائے سید ادریس شاہؒ صاحب کے گھر میں وہ کتابیں تھیں وہ لیکر لاہور تشریف لائیں۔ اب کتابوں کو جیل بجھوانے کا مرحلہ تھا وہ یوں حل ہوا کہ شیخ حسام الدینؒ کی ٹانگ میں درد ہوا وہ کار میں بیٹھ کر ہسپتال معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ ڈگی میں کتابیں رکھیں اور جیل تشریف لے گئے۔

۵...... خواجہ ناظم الدین، حمید نظامی اور ظفر اللہ قادیانی کا بیان بند کمرہ عدالت میں لیا گیا۔ نظامی صاحب نے عدالت میں کہا کہ پنجاب حکومت نے اخبارات کو اشتہارات کی مد میں لاکھوں کی رقم دی اور انہوں نے مرزائیوں کے خلاف تحریک کو پروان چڑھایا۔ حالانکہ مجلس عمل کی ترجمانی روزنامہ آزاد کر رہا تھا اور اسے اشتہارات کی مد میں حکومت نے کوئی رقم نہ دی تھی۔ یہ ان کا محض عذر لنگ تھا۔ مجلس عمل کے وکیل مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ نے روزنامہ نوائے وقت کا ایک اداریہ پیش کر دیا جس میں درج تھا کہ گاہے بگاہے مرزائیت کے خلاف تحریک اس لئے اٹھتی ہے کہ مرزائیوں کے عقائد گمراہ کن اور اشتعال انگیز ہیں۔ انہیں کے باعث تحریک اٹھتی ہے۔ آپ کا عدالت کا بیان اور اداریہ کا بیان دونوں میں فرق ہے۔ کونسا صحیح ہے تو اس پر وہ......!

۶...... مولانا مظہر علی اظہر سے عدالت نے پوچھا کہ آپ نے قائد اعظمؒ کو کافر کہا

تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر شیخوپورہ کی پیش کی کہ میں نے لیگیوں سے کہا تھا کہ آپ ہمارے رہنماؤں پر الزام تراشی بند کریں۔ ورنہ میں مسٹر جناحؒ کے سول میرج کی کہانی ساتھ لاؤں گا۔ وہ لیگ کے لیڈر تھے اور میں احرار کا۔ تو یہ الیکشنی بیانات ہیں۔ قائد اعظمؒ نے کہا کہ میرے مطالبات میں خامی نکالیں۔ آپ میرے ذاتی معاملات میں نقص نہ نکالیں تو بات ختم ہو گئی۔ اس پر منیر نے کہا کہ اب ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری معلومات کے مطابق انہوں نے سول میرج کے وقت جو بیان دیا تھا وہ واپس نہیں لیا۔ اس لئے میرا موقف ابھی بھی وہی ہے۔ اس پر عدالت نے کہا کہ ایسے بیانات پر لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ مولانا مظہر علی اظہر نے کہا کہ ایسے ہوا تو میں سمجھوں گا کہ مسٹر منیر میرے قتل پر لوگوں کو اکسا رہے ہیں۔ اس پر عدالت میں سناٹا چھا گیا اور منیر کا منہ لٹک گیا۔ دوسرے دن فاطمہ جناحؒ کا عدالت کے نام تار آیا کہ آپ اس قسم کے مباحث اٹھا کر میرے بھائی بانی پاکستان کو رسوا کر رہے ہیں۔ یہ قدرت کی طرف سے منیر کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ تھا۔

۷...... اب مرزائی لابی نے مولانا مظہر علی اظہرؒ کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ فیصل آباد سے میاں محمد عالم بٹالوی احراریؒ مولانا مظہر علی کے باڈی گارڈ بنا دیئے گئے۔ وہ بلا کے ذہین اور بہادر انسان تھے۔ انہوں نے افواہ پھیلا دی کہ اگر مولانا مظہر علی کو کچھ ہوا تو منیر، بشیر الدین اور ظفر اللہ کی خیر نہیں۔ اس کی خبر منیر کو پہنچی دوسرے دن عدالت میں منیر نے کہا مسٹر مظہر علی میں کیا سن رہا ہوں۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کر دی۔ اب مولانا صاحب کے تعاقب سے مرزائی تھرا اٹھے اور معاملہ ختم ہو گیا۔

۸...... ۱۹۵۳ء لاہور کے ضمنی مارشل لاء کے زمانہ میں عیسائی کیپٹن بلدیہ لاہور کا انچارج تھا۔ منیر نے اپنی رپورٹ کے ص ۱۵۹ پر تسلیم کیا ہے کہ ”ایک پراسرار جیپ پر فوجی وردی میں ملبوس لوگوں نے اندھا دھند گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی“ اس پر مرزائی سوار تھے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ اخبار بے باک سہارن پور کی رپورٹ کے مطابق شہداء کو بلدیہ کے ٹرکوں پر لاد کر کچھ کو راوی کے کنارے پٹرول ڈال کر نذر آتش کیا گیا اور کچھ کو پتوکی کی اونچی کناروں والی نہر کے اونچے کناروں میں دفن کر دیا گیا۔ فیا حسرتا۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۵۵۳ تا ۵۵۶)

کراچی میں تقریر: تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری ختم ہوئی تو تحریک کے رہنما

رہا ہو گئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کا باضابطہ انتخاب ہوا تو دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ بنا کر بھیج دیا گیا۔ مولانا نے جا کر دفتر کھولا۔ رفقاء کو منظم کیا۔ ابتدا میں کام میں دشواری ہوئی تو مولانا عبدالرحیم اشعر نے حضرت جالندہریؒ کو خط لکھا کہ حسب منشاء کام نہیں ہو رہا میں تقریباً فارغ رہتا ہوں تو حضرت جالندہریؒ نے جواب تحریر کیا کہ: ''آپ کا دفتر کھول کر رکھنا بھی کام ہے۔ تحریک ختم نبوت کے حالات کے بعد ختم نبوت کا دفتر کھولنا دشمن کے سینے پر مونگ دلنے کے مترادف ہے۔ اپنے آپ کو بے کار نہ سمجھیں۔ دفتر کھلا رہے۔ کام جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مدد کریں گے۔'' اس خط سے آپ کو حوصلہ ملا۔ اس زمانہ میں حضرت جالندہریؒ کے حکم پر آپ کبھی کبھار کراچی حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے درس حدیث میں شریک ہوتے۔ کام شروع ہوا رفقاء مل گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مولانا اشعرؒ کی مخلصانہ محنت کو قبول فرمایا۔ حضرت حاجی لال حسین صاحبؒ چکوال کے باشندہ تھے۔ حکومت کے اہم سرکاری ملازم تھے۔ ملازمت کراچی میں کرتے تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔

حضرت مولانا اشعرؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کراچی تشریف لائے۔ حاجی لال حسین صاحب کے ہاں ناشتہ تھا۔ حضرت مولانا ہزارویؒ نے حاجی صاحب کی اعلیٰ ملازمت کی ٹھاٹھ باٹھ شاہانہ کوٹھی۔ حاجی صاحب کی دین سے وابستگی دیکھی تو مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے فرمایا کہ جب ایسے کسی شخص سے آپ کا تعارف ہو تو فوراً بڑے حضرات' حضرت امیر شریعتؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت جالندہریؒ سے ان کا تعارف کرا دیں اور بزرگوں سے تعلق جوڑ وا دیں۔ اس لئے کہ اگر آپ ان کے آئیڈیل ہو گئے تو آپ سے کوئی معمولی لغزش ہوئی تو یہ دین سے دور ہو جائیں گے۔ بڑے حضرات سے ان کا تعلق ہوگا تو آپ کی معمولی لغزش بھی دب جائیگی اور دین سے ان کا تعلق بھی باقی رہے گا۔ چنانچہ مولانا اشعرؒ نے ان اکابر سے حاجی لال حسین صاحب کا آنا جانا شروع کرایا۔ حاجی صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مقرر ہوئے۔ عمر بھر امیر رہے۔ مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ سے تو ان کا دوستانہ ہو گیا۔ گزشتہ چند سالوں میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ تقریباً ۱۹۶۶ء تک کراچی میں بحیثیت مبلغ کے کام کرتے رہے۔ ملتان تغلق روڈ پر مجلس کا دفتر مرکزی ملکیتی مکمل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت قاضی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ تو مولانا عبدالرحیم مرکزی مبلغ کے طور پر ملتان تشریف لائے۔ مرکزی مبلغ اور ناظم کتب خانہ کے طور پر کام کرتے رہے۔ آپ کا حلقہ تبلیغ اب پورا ملک ہوگیا۔ کئی جگہ قادیانیوں سے کامیاب مناظرے ہوئے۔ میانوالی میں مناظر اسلام مولانا لال حسینؒ اختر کے معین مناظر تھے۔ اس دوران میں آپ جامعہ فاروقیہ عارف والا میں مجلس کی طرف سے خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے جوان کی صحت کے آخری سالوں تک جاری رہا۔ کم وبیش تیس سال آپ نے جامعہ فاروقیہ عارف والا میں بطور خطیب کے مجلس کی طرف سے ذمہ داری سنبھالی۔

حضرت مولانا لال حسینؒ اختر کے بیرونی سفر کے موقعہ پر مجلس کے قائمقام ناظم اعلیٰ بنے۔ مولانا لال حسینؒ اختر کے زمانہ امارت میں مجلس کے ناظم اعلیٰ رہے۔ حضرت شیخ بنوریؒ کے زمانہ میں مجلس کے ناظم تبلیغ رہے۔ غالباً حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے وصال کے بعد عارضی طور پر کچھ وقت کے لئے نائب امیر رہے۔ غرض قدرت نے آپ کو بہت ہی قبولیت سے نوازا۔ اپنی صحت کے زمانہ میں مجلس کی مرکزی لائبریری کے امین تھے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ مجلس کی لائبریری۔ ریکارڈ کے حصول' کتب کی جمع وترتیب آپ کا وہ سنہری کارنامہ ہے جو آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنی تمام ذاتی کتب مجلس کی لائبریری کیلئے وقف کردیں۔ کتابوں کو نہ صرف جمع کرنے کا شوق تھا بلکہ کتابوں کے مطالعہ کے بھی دھنی تھے۔ کتاب پڑھتے پڑھتے سوجاتے اور جاگتے ہی کتاب کا مطالعہ شروع کردیتے۔ صحت کے زمانہ میں بلاشبہ سینکڑوں صفحات مطالعہ کا معمول تھا۔ قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ حوالہ تلاش کرنے میں دیر نہ لگاتے تھے۔ چنانچہ مناظروں، عدالتوں میں آپ کے یہ جوہر خوب دیکھنے میں آئے۔ استاذ المناظرین حضرت مولانا لال حسینؒ اختر کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ منہ سے حوالہ مانگتے دیر لگتی تھی۔ فوراً مولانا لال حسینؒ اختر حوالہ بتادیتے تھے۔ مولانا عبدالرحیم اشعر کا مزاج جداگانہ تھا۔ جب کوئی حوالہ طلب کرتا۔ آپ کے دماغ کا کمپیوٹر کام شروع کردیتا۔ ایک کتاب کو ہاتھ لگاتے' چھوڑ دیتے۔ دوسری کی طرف دیکھتے تیسری پر نظر ڈالتے۔ چوتھی کو اٹھاتے ورق الٹتے اور حوالہ نکال کردے دیتے اور یہ کام ایسے منٹوں میں پھرتی سے ہوتا گویا جیسے کمپیوٹر فائلیں بدل رہا ہو۔ مولانا کتب شناسی میں بھی ماہر تھے۔ جلد اور کتاب کا حلیہ دیکھ کر بتادیتے کہ یہ فلاں کتاب ہے۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ لائبریری کی ہر کتاب کے متعلق معلوم ہوتا کہ فلاں فن' فلاں الماری کے فلاں تختہ پر موجود ہے۔ وہاں سے

نکال لیں۔ چنانچہ ننانوے فیصد یہ صحیح ہوتا۔ کتاب سے آپ کو عشق تھا۔ عمدہ مضبوط جلد بنوانے کا ذوق تھا۔ ایک ورقہ اشتہار' چند صفحاتی پمفلٹ مل جاتا اسے بھی کور کرا لیتے تھے۔ مولانا اشعرؒ کے اس ذوق نے مجلس کی کئی مواقع پر کئی مشکلات کو حل کیا۔

آپ نے اپنے گاؤں عنایت پور میں مدرسہ طالب العلوم قائم کیا۔ جامع مسجد بنوائی جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مدرسہ میں اس وقت بھی مقیم و مسافر طلبہ قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء: میں آپ نے ملک کے طول و عرض کے سفر کئے۔ کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ لیکن زیادہ تر اسلام آباد میں شیخ الاسلام حضرت بنوریؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی زیر سرپرستی۔ اپنے استاذ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کی معیت میں قادیانیوں پر جرح کے لئے حوالہ جات مہیا کرنا ''موقف ملت اسلامیہ'' کے لئے مواد مہیا کرنے میں مولانا اشعرؒ کا کردار مثالی رہا۔

قادیانیوں کے خلاف جتنے مقدمات عدالتوں میں چلے۔ لوئر کورٹ سے ہائیکورٹ تک وفاقی شرعی عدالت۔ جنوبی افریقہ ان تمام میں مولانا نے مجلس کی طرف سے پوری امت کا فرض کفایہ ادا کیا۔ جنوبی افریقہ کے کیس سے واپسی پر آپ کا ایک انٹرویو اخبار جہاں کراچی میں شائع ہوا۔ اس سے آپ کو حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی خدمات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

بیرونی ممالک کے سفر: ۱۳۸۸ھ میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے ڈھاکہ کا ایک ماہ کا سفر کیا۔ ۱۹۷۵ء میں ڈیڑھ دو ماہ کا سفر انڈونیشیا کا ہوا۔ جنوبی افریقہ دو بار تشریف لے گئے۔ حج کے بھی دو سفر ہوئے۔ یوں برصغیر اور افریقی براعظموں تک مولانا کی آواز حق سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان کو فائدہ کا سامان کر دیا۔ مولانا کی خوش بختی پر نظر کریں کہ پنجاب کے ایک غریب پسماندہ علاقہ کے متوسط غریب گھرانہ سے تعلق رکھنے والے شخص کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قدرت نے کہاں کہاں تک پہنچایا۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء!**

حضرت مولانا مرحوم جس طرح پڑھنے کے دھنی تھے لکھنے کے لئے اتنا وقت نہ مل سکا۔ دراصل وہ ایک تحریکی دور تھا۔ اس وقت تصنیف و تالیف کی ان کو کہاں فرصت تھی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر و اشاعت میں جان توڑی حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تشریف آوری

پر۔ حضرت لدھیانویؒ اتنے بڑے مؤلف و مصنف تھے کہ ان کے سامنے کسی دوسرے کا چراغ نہ جلتا تھا۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ حوالہ جات میں مدد اور مختلف موضوعات پر لکھنے کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ آپ کو توجہ دلاتے رہتے تھے۔اس کے باوجود ''مرزا غلام احمد قادیانی کی آسان پہچان'' اور'' بیرونی ممالک میں قادیانی تبلیغ کی حقیقت'' اور'' قادیانیت علامہ اقبال کی نظر میں'' وغیرہ دو تین رسائل مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے بھی تصنیف کیے۔

حضرت مولانا مرحوم ہنس مکھ، دلنواز دوست اور ایک اچھے انسان تھے۔تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔طبیعت سادہ اور بہت ہی سادہ تھی۔کھانے پینے،لباس و وضع قطع میں کوئی تکلف نہ برتتے تھے۔آپ کو قدرت نے ایک وجیہہ چہرہ دیا۔بسطۃ فی العلم والجسم !کا مصداق تھے۔بڑے حضرات کے ساتھ کام کرنے کے قدرت نے مواقع دیئے تھے۔چنانچہ ان اکابر کی روایات کے امین ہو گئے تھے۔مجلس تحفظ ختم نبوت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔وہ مجلس پر دل و جان سے فدا تھے۔جماعتی حلقہ احباب میں مولانا کا بے حد احترام تھا۔شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ سے تعلق قائم کیا تھا۔مولانا اشعرؒ کی خوبی تھی کہ پوری صحت کی زندگی میں یومیہ بلاناغہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔حزب الاعظم کی منزل بھی یومیہ پڑھنے کا معمول تھا۔ایک اچھے انسان کی تمام خوبیاں ان میں موجود تھیں۔اکابرین سے محبت عشق کی حد تک کرتے تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں و محاسن سے ڈھیروں حصہ نصیب کیا تھا۔مقدر والے انسان تھے۔

۱۹۵۴ء کراچی جب تشریف لے گئے چھریرے بدن اور گٹھے ہوئے جسم کے جوان تھے۔کراچی کی مرطوب ہوا نے ان کو موٹاپے کا روگ دیا۔پنجاب آئے تو ملک بھر کے دوروں پر شب و روز رہے۔اس سے موٹاپا رک تو گیا۔لیکن کم نہ ہوا۔آخری دس سالوں سے شوگر نے اپنے لوازمات سمیت آن گھیرا۔سوائے آخری چند دنوں کے سوا کسی کے محتاج نہ ہوئے۔

۲۲ مئی ۲۰۰۳ء جمعرات واصل بحق ہوئے۔شام ساڑھے چھ بجے جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث اور مولانا عبدالرحیم کے ابتدائی دورہ حدیث کے ساتھی حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کی اقتداء میں ہزاروں علماء اور عوام کی کثیر تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔مغرب کے بعد گویا شب جمعہ کے آغاز میں ان کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔منوں مٹی کے

پیچھے پون صدی دین کی خدمت کرنے والے مجاہد' مناظر' عالم دین' حق گو' محبتیں تقسیم کرنے والی عظیم شخصیت کی سنہری تاریخ کا ایک باب ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ فقیر' مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی وفات والے دن سندھ سے واپس بہاول پور آیا تھا۔ بہاول نگر جانا تھا کہ اطلاع ہوگئی۔ جنازہ اور دیدار اور آخری الوداعی ملاقات نصیب ہوگئی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے کراچی قیام کے دوران جامعہ بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کررہے تھے۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے مولانا مرحوم سے اس زمانہ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ بعد میں جماعتی تعلقات بھی ہوگئے۔ آخری عمر تک ایک دوسرے کو جگری بھائیوں کی طرح چاہا۔ حضرت مولانا بھی محترم عزیز الرحمٰن رحمانی کے ساتھ ملتان سے تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کے جانشین حضرت مولانا عطاالرحمٰن شیخ الحدیث ورئیس الجامعہ المدنیہ بہاول پور' مولانا محمد اسحٰق ساقی' مولانا عبدالرحیم مرحوم کے جگری دیرینہ دوست پروفیسر عطاء للہ اعوان بہاول پور سے' شجاع آباد سے مولانا زبیر احمد رئیس جامعہ فاروقیہ کی سربراہی میں علماء کی جماعت جامعہ خیر المدارس کے اساتذہ کرام پر مشتمل وفد ایک بڑی وین کے ذریعہ۔ جلالپور پیروالا کے گردونواح کی دینی قیادت اور علماء کرام کی بہت بڑی جماعت جنازہ میں موجود تھی۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے نام کے ساتھ اشعر کا لاحقہ آپ کے جگری دوست ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ نے جوڑا تھا۔ حضرت مولانا اشعرؒ اپنے اکابر کے پاس چلے گئے اور ہم تعزیتی نوٹ لکھنے اور محرومیوں کے آنسو بہانے کے لئے رہ گئے۔ وہ چلے گئے۔ ہم تیار بیٹھے ہیں۔ ان جانے والوں کے ذریعہ مرحوم اکابر کے پاس ہمارے کام کی رپورٹ پہنچ رہی ہے۔ حضرت مولانا اشعرؒ تو اپنے سنہری کارناموں کے باعث اکابر کی ارواح کے اجتماع میں یقیناً سرخرو ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عالم ارواح میں اپنے اکابر کے پاس رسوا نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے بچا کر دارین کی سعادتوں سے نوازیں۔ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی شفاعت عظمیٰ نصیب ہوجائے۔ آخری وقت تک اللہ تعالیٰ خدمت ختم نبوت سے محروم نہ فرمائیں۔ سوائے اپنے دروازہ کے کسی کا محتاج نہ بنائیں۔ آمین!

(لولاک جمادی الاول ۱۴۲۴ھ)

۶۷...... جناب حاجی غوث بخش ڈینہؒ

وفات...... ۲۷مئی ۲۰۰۳ء

تحصیل علی پور کے دیرینہ جماعتی رہنما ڈینہ برادری کے بزرگ محترم حاجی غوث بخش ۲۷مئی منگل دوپہر کو انتقال فرما گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون!**

محترم حاجی صاحبؒ نے ناظرہ قرآن مجید اور ابتدائی چند عربی کتب یا کیوالی کے عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم سے پڑھیں۔ آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اس زمانہ میں مجلس احرار اسلام کا طوطی بولتا تھا۔ چنانچہ یہ احرار میں نہ صرف شامل ہوئے بلکہ حضرت امیر شریعتؒ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ زندگی بھر حق کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے۔ بدعات ورسوم کے خلاف برہنہ شمشیر تھے۔ اکابر علماء حق سے اخلاص کا رشتہ رکھتے تھے۔ جب مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس میں نہ صرف شامل ہوئے بلکہ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کی تحریک پر خود اور برادری کے دوسرے سرکردہ حضرات کے ساتھ مل کر قطعہ اراضی چوک پرمٹ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کیا۔ عمر بھر اس مدرسہ کی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے اکابر والا احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا جب سالانہ جلسہ پر تشریف لے جاتے جلد واپسی کا اصرار کرتے تو محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیخ پا ہو جاتے کہ آپ ہمارے ہاں رات قیام کیوں نہیں کرتے۔ حضرت امیر شریعتؒ کی اولاد سے آخر وقت تک احترام ومحبت کا رشتہ قائم رکھا۔ ۹۰ سال کی عمر پائیؒ۔ آخری وقت تک چاک وچوبند رہے۔ وفات سے چند گھنٹے قبل عالم بالا سے تعلق قائم ہوا۔ اپنے بزرگوں کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ لو وہ مجھے لینے کے لئے آگئے۔ اس کے بعد ٹھیک ہو گئے۔ مولانا عبدالکریم سے باتیں کیں۔ ان بزرگوں کے آنے کا تذکرہ کیا اور یقین ہو گیا کہ اب یہ مہمان ہیں۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ اس شان میں دنیا سے رخصت ہوئے اور وفات کے بعد قابل رشک چہرہ ان کے جنتی ہونے کی گواہی پیش کر رہا تھا۔ دوسرے روز بدھ کو حضرت مولانا عبدالکریم کی امامت میں جنازہ ہوا۔ اور مرحوم کو آبائی قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین! (لولاک جمادی الاول ۱۴۲۴ھ)

۸۷...... حضرت مولانا قاری دین محمد پانی پتیؒ

وفات......نومبر۲۰۰۳ء

جامعہ فتح العلوم چنیوٹ کے بانی و ناظم حضرت مولانا قاری دین محمد صاحبؒ ۱۰رمضان المبارک۱۴۲۴ھ کورات دس بجے انتقال فرمائے گئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت قاری صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی قاری عبدالرحیم پانی پتیؒ سے حاصل کی۔دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان میں کیا۔حضرت مولانا خیرمحمد جالندھریؒ حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ آپ کے حدیث کے استاذ تھے۔حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ سے قرأت کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ پانی پتی سے آپ کے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔حضرت مولانا خیرمحمد جالندھریؒ حضرت مولانا قاری فتح محمدؒ پانی پتی' حضرت ڈاکٹرعبدالحیٔ عارفی صاحبؒ اور ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ سے آپ کا بیعت کا تعلق رہا۔آخرالذکرؒ شیخ سے آپ کو خرقہ خلافت بھی عطا ہوا۔

حضرت قاری دین محمد صاحب کا وجود بساغنیمت تھا۔ان کے پہلو میں دل دردمند تھا۔عمربھر تعلیم وتبلیغ سے آپ کا رشتہ رہا۔انکساری وعاجزی'صبرورضا کی مجسم تصویر تھے۔آپ کا مدرسہ فتح العلوم چنیوٹ کا معروف مستند تعلیمی ادارہ ہے۔اس کی ترقی وتعمیر میں آپ کی عمربھر کی محنت کو دخل ہے۔ارائیں پانی پتی برادری کے وہ چشم چراغ تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پر دل وجان سے خیرخواہ تھے۔ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر کے موقعہ پر مدرسہ میں چھٹیاں کر کے تمام اساتذہ اور طلباء کو اس میں شرکت کا پابند کرتے۔مجلس کے قائم کردہ مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے امتحانات کے موقعہ پر تشریف لاتے۔امتحان کے علاوہ مفید مشوروں سے نوازتے۔حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائیں۔ (لولاک ذیقعدہ۱۴۲۴ھ)

۶۹......حضرت مولانا امام الدین قریشیؒ

وفات......نومبر ۲۰۰۳ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے مبلغ حضرت مولانا امام الدین قریشیؒ ۲ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو بہاول پور کے وکٹوریہ ہسپتال میں عارضہ قلب کے باعث وصال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا امام الدین قریشی مرحوم لودھراں کے نواحی علاقہ شاہنال کے رہائشی تھے۔ ابتدائی تعلیم قصبہ مڑل' گوگڑاں' ضلع لودھراں اور شجاع آباد میں حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ حضرت مولانا عبدالہادی عباسیؒ حضرت مولانا غلام محمد جہانیاںؒ حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ بخاریؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ملتان کے قدیم مدرسہ جامعہ عبیدیہ قدیر آباد میں بھی تعلیم حاصل کی۔ دنیاپور کے قریب ایک گاؤں میں امامت وخطابت کے فرائض ایک عرصہ تک سرانجام دیئے۔ بعد ازاں اسلامی مشن بہاول پور میں بھی خدمات سرانجام دیں۔

اسی زمانہ میں خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری مرحوم سے مراسم قائم ہوئے تو کچھ عرصہ مجلس حقوق اہل سنت سے وابستہ رہے۔ تقریباً گزشتہ بیس سال سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ تھے۔ ڈیرہ غازی خان' مظفر گڑھ اور لیہ میں مجلس کے مبلغ رہے۔ اس پورے دور میں آپ کا ہیڈ کوارٹر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مدرسہ دارالہدیٰ چوک پرمٹ ضلع مظفر گڑھ رہا۔ آپ انتھک' محنتی' جفاکش اور باہمت عالم دین تھے۔ دور دراز دیہاتوں میں سائیکل پر سفر کر کے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینا آپ کا معمول تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے جو کام آپ کے ذمہ لگتا اسے آپ بخیر وخوبی انجام دینے کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر قابل رشک مثال قائم کرتے۔

قدرت نے آپ کو بہت سادہ طبیعت عطا فرمائی تھی۔ وہ دوستوں کے دوست تھے۔ ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ جس مجلس میں آپ ہوتے اس میں دوستوں کی دل لگی کا باعث ہوتے۔ خود بھی باغ وبہار طبیعت کے مالک تھے اور حاضرین کو بھی سدا بہار بنا دیتے تھے۔

قدرت نے آپ کو بلا کا گلا عطا فرمایا تھا۔ جہیر الصوت واحسن الصوت تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور تقریر ترنم سے کرتے تو دیہاتی عوام کے دل موہ لیتے۔ اردو اور سرائیکی کے اچھے واعظ تھے۔ جہاں جلسہ یا کانفرنس ہوتی وہاں تلاوت، نظم ونعت اور تقریر سے تھوڑی دیر میں جم غفیر جمع کر لیتے تھے۔ دور دراز کے علاقوں میں جہاں دشوار گزار سفر ہوتا وہاں آپ کے نام کا قرعہ پڑتا تو دل وجان سے تیار ہو جاتے۔ سندھ اور سرگودھا کے علاقوں میں آپ کی بار با تشکیل ہوئی۔ جہاں گئے کامیاب لوٹے۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے دعوتی پروگراموں پر نکلتے تو گردونواح کے دیہاتوں میں دھوم مچادیتے۔ ہمیشہ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں آپ کا ابتدائی بیان ہوتا تھا۔ بہت ہی خوش الحان مقرر تھے۔ عام فہم اور سادہ گفتگو کرتے۔ اشعار سے تقریروں میں ایک سماں باندھ دیتے تھے۔ دو دن لگاتار جلسہ جاری رہتا تب بھی رات گئے تک اسٹیج پر براجمان رہتے۔ مقرر کو داد دینے اور جہیر الصوت ہونے کے باعث نعرے لگوانے میں بہت سخی طبیعت واقع ہوئے تھے۔ قرآن مجید کی روزانہ تلاوت آپ کا معمول تھا۔ اپنی تمام اولاد کو دینی تعلیم دلانے کے حریص تھے۔ اپنی دو صاحبزادیوں کو حافظہ وعالمہ کا کورس کرایا۔ حضرت مولانا امام الدین قریشی مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ عرصہ سے حج کی خواہش تھی۔ اس سال حج کے لئے درخواست جمع کرائی۔ قرعہ اندازی میں آپ کا نام نکل آیا جس پر بہت خوش تھے۔ گویا برسوں کی خواہش پوری ہوتی دیکھ کر سراپا تیاری بن گئے تھے۔ لیکن قدرت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بجائے بیت اللہ شریف حاضر ہونے کے رب البیت کے حضور حاضر ہو گئے اور ''دل کی بے قراری کو قرار آ گیا'' کے مصداق ہو گئے۔

حضرت مولانا امام الدین قریشی مرحوم شوگر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ لیکن انہوں نے بیماری کو اپنے اوپر مسلط نہیں کیا تھا۔ معمولی ادویات کے استعمال پر اکتفا کرتے۔ زیادہ پرہیز کے بھی خوگر نہ تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر سے واپسی پر ملتان دفتر تشریف لائے۔ ایک دو روز قیام کیا۔ پھر گھر اور وہاں سے مدرسہ دارالہدیٰ چوک پرمٹ چلے گئے۔ طبیعت ناساز ہوئی تو ملتان دفتر آ گئے۔ علاج ہوتا رہا۔ مجلس لگتی رہی۔ صبح وشام کے معمولات جاری رہے۔ ایک آدھ دن کے

لئے ملتان میں ہی اپنے صاجزادے کے ہاں چلے گئے۔گھر سے اہلیہ کو بلالیا۔ پھر واپس دفتر آ گئے۔ علاج جاری رہا۔ رمضان المبارک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام گزشتہ پچاس سالوں سے جامع مسجد الصادق بہاول پور میں پہلے پندرہ دن مختلف مجلس کے اکابر و مبلغین حضرات کے فجر کی نماز کے بعد درس ہوتے ہیں۔ امسال ابتدائی درس آپ کے تھے۔ وہاں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے انہیں روکا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔آپ نہ جائیں۔ ہم متبادل انتظام کرتے ہیں۔لیکن بڑے اصرار سے یہ کہہ کر ان سے اجازت حاصل کی کہ میری طبیعت ٹھیک ہے۔ بہاول پور میں تعارف ہے۔حضرت مولانا محمد اسحٰق ساقی سے دوستانہ اور گھریلو مراسم ہیں۔ ان سے طبیعت بہت مانوس ہے۔ وہاں بھی دفتر مرکزیہ جیسی سہولت ملے گی۔گھر بھی قریب ہے۔ صبح کا ایک گھنٹہ بیان ہوتا ہے وہ کوئی مسئلہ نہیں۔ مجھے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے ان کے پیہم اصرار کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت مولانا امام الدین قریشی مرحوم ومغفور روانہ ہو گئے۔ یہ سفر سفر آخرت ثابت ہوا۔گھر کے کیا قریب ہوئے کہ آپ ابدی گھر آخرت ہی کو سدھار گئے۔

انتقال کا واقعہ یوں ہوا کہ حضرت مولانا امام الدین قریشی مرحوم جب بہاول پور دفتر پہنچے تو طبیعت سفر کے باعث مضمحل تھی۔ حضرت مولانا محمد اسحٰق ساقی نے ماہر ڈاکٹروں کو دکھایا۔ انہوں نے ہسپتال میں داخل کرلیا۔لیکن معمولی صاحب فراش رہ کر آپ نے علاج معالجہ کی سہولتوں سے منہ موڑ کر اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کرلیا اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا محمد اسحٰق ساقی نے آپ کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا۔ ان کی میت کو ایمبولینس کے ذریعہ ان کے آبائی گاؤں لے جایا گیا۔ اگلے دن ۳ رمضان المبارک کو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۴ھ)

۷۰…… حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ

وفات……۱۱دسمبر۲۰۰۳ء

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ ۱۱دسمبر۲۰۰۳ء بروز جمعرات دل کے عارضہ سے چل بسے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!

اس افتراق وتشتت کی مسموم فضا میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔وہ اس دھرتی پر اتحاد بین المسلمین کا نشان تھے۔ان کی ذات گرامی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ تمام مکاتب فکر کے لئے ان کی ذات گرامی قابل احترام تھی۔انہوں نے اس مشکل وقت میں تمام مسالک ومکاتب فکر کو ایک سٹیج پر جمع کر کے قابل رشک کارنامہ سرانجام دیا۔ان کی گوناگوں شخصیت کا ہر پہلو آبدار موتی کی طرح تابندہ ودرخشندہ ہے۔ان کی شخصیت عشق رسالتؐ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔انہوں نے آنحضرتﷺ کے وصف خاص اور امتیازی نشان عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں جس پر وہ پوری امت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق تھے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا ظاہر وباطن ایک تھا۔وہ جس کام کو کرتے دل وجان سے اسے دین سمجھ کر کرتے تھے۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو وہ اپنا مقدس مشن سمجھتے تھے۔ان کو یہ مشن اپنے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ سے ورثے میں ملا تھا۔حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے ردقادیانیت پر دو گرانقدر رسالے تحریر کئے۔ضلع گورداسپور مرزا غلام احمد قادیانی کی جنم بھومی میں ان کے کئی تبلیغی دورے ہوئے۔ان اسفار میں مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ ساتھ تھے۔

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔۱۹۵۳ء کی تحریک کی نیو اٹھانے والوں میں صف اول میں نہ صرف شریک تھے بلکہ اس کے بنیادی رکن رکین تھے۔اس زمانہ کے حالات سناتے ہوئے حضرت مولانا لال حسین اخترؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ بڑے قدرشناس اور اپنے بزرگوں کے رفقاء کے بہترین قدردان ہیں۔حضرت مولانا لال حسین اخترؒ نے جب ان

سے ذکر کیا کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے ساتھ میرے فلاں فلاں سفر ہوئے تو حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ ہمیشہ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو چچا جان یا چچا حضور کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی' حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادریؒ نے ملک بھر میں ختم نبوت کے جھنڈا کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر اکابر کے ساتھ بلند کیا۔ اور آخری سانس تک ختم نبوت کے پرچم کو لہراتے رہے۔ لیکن اس تحریک میں کراچی کی سطح تک حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی خدمات بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مجاہد اسلام حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ ' مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور ان کے گرامی قدر تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کی دینی مثبت سوچ اور بلند کرداری نے پوری تحریک کو ملک بھر میں فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے شعلہ جوالا بنادیا۔ اس تحریک میں جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا اس وقت قائد حزب اختلاف حضرت مولانا مفتی محمودؒ تھے۔ حزب اختلاف کی طرف سے قرارداد پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کو بخشی۔ قومی اسمبلی میں قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر کے محضر نامہ کے جواب میں ''ملت اسلامیہ کا موقف'' پڑھنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو عنایت فرمائی۔ جناب پروفیسر غفور احمد' جناب چوہدری ظہور الٰہی یہ پوری ٹیم یک جان و یک زبان تھی۔ باہمی تقسیم کار کے تحت ایک دوسرے کے لئے دل وجان ایک کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے اس تحریک کے بعد اندرون و بیرون ملک جو دورے کئے ان کا نکتہ آغاز و نکتہ اختتام فتنہ قادیانیت کا محاسبہ ہوتا تھا۔ ان گنت قادیانیوں نے ان کے ہاتھ پر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے بعد حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے ختم نبوت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور اقتدار میں قادیانیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کئے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے ہمراہ کراچی میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ سے ملاقات کی۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے اپنی نیابت کے لئے حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اور حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ کو اس کام کے لئے وقف کردیا۔ چنانچہ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کی کامیابی میں تمام مکاتب فکر کے اکابر کی طرح ان حضرات کی سنہری خدمات سے کون انکار کرسکتا ہے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجراء کے بعد حضرت نورانی میاںؒ قادیانی فتنہ کے احتساب کے لئے پہلے سے زیادہ چوکنے ہوگئے۔ حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ کی وفات کے بعد اپنی جماعت جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کے رہنما سردار محمد خان لغاری کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں اپنی جماعت کی طرف سے نمائندگی کے لئے متعین فرمایا۔

اپریل ۲۰۰۰ء میں سردار محمد خان لغاری کراچی سے ملتان تشریف لائے اور حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا پیغام دیا کہ قادیانی فتنہ کی ارتدادی سرگرمیوں پر غور وفکر کے لئے تمام دینی وسیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی مشاورت ضروری ہے۔ آل پارٹیز قومی ختم نبوت کنونشن لاہور میں منعقد کرنے کی اہمیت پر مولانا نورانی میاںؒ نے نہ صرف زور دیا بلکہ تاریخ بھی مقرر کردی۔ اور قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات اور ان سے وعدہ کے لئے راقم الحروف کی ڈیوٹی لگی۔ راقم نے خانقاہ سراجیہ حاضر ہوکر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے صورت حال عرض کی۔ آپ نے اس تجویز کو سراہا اور اپنے صاحبزادگان کے ہمراہ مجھے ڈیرہ اسماعیل خان قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے جاکر رپورٹ عرض کی۔ حضرت مولانا نے نہ صرف اتفاق فرمایا بلکہ شرکت کا وعدہ کیا۔ اب مشکل یہ تھی کہ جو تاریخ حضرت نورانی میاںؒ نے بتائی تھی اس تاریخ کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن فارغ نہ تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے ذمہ لیا کہ حضرت نورانی میاںؒ سے فون پر بات کرکے تاریخ کا تعین کریں گے۔ ہم لوگ خانقاہ سراجیہ حاضر ہوئے۔ ہماری حاضری سے پہلے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا فون آچکا تھا کہ ۸ مئی ۲۰۰۰ء کو لاہور میں آل پارٹیز قومی

کنونشن ہوگا اور حضرت نورانی میاںؒ اس کے میزبان ہوں گے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ۶ مئی کو ملتان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لائے۔ اگلے دن حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ لاہور کا سفر کیا۔ لاہور میں ۸ مئی کو حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی زیر صدارت قومی ختم نبوت کانفرنس ایمبیسیڈر ہوٹل میں ہوئی جس سے پورے ملک میں ختم نبوت کے کاز کو اجاگر کرنے کا لائحہ عمل طے ہوا۔

چنانچہ اس کے بعد حضرت نورانی میاںؒ حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا معین الدین لکھویؒ جناب علی غضنفر کراروی نے دیگر رہنماؤں کے ساتھ ختم نبوت کانفرنس سکھر میں شرکت کی۔ اس کی میزبانی کا اعزاز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو بخشا گیا۔ کراچی میں ختم نبوت کانفرنس میں بیرون ملک سفر پر ہونے کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ لیکن اپنی نمائندگی کے لئے جناب پروفیسر شاہ فرید الحق کو بھیجا۔ چنانچہ جناب شاہ فرید الحق، جناب پروفیسر غفور احمد، حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر رہنماؤں کی شرکت نے کانفرنس کو مثالی طور پر کامیاب کیا۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے علی پور کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کر کے جنوبی پنجاب کے مسلمانوں کی پیاس کو بجھایا۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں آپ نے شرکت فرمائی۔ محترم جناب قاضی حسین احمد، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کے ایک اجلاس میں بیان ہوئے۔ اگلے دن اختتامی بیان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا ہوا۔

جنرل پرویز مشرف کے دور اقتدار میں ووٹر فارم کی فہرستوں میں مسلم و غیر مسلم کی علیحدہ علیحدہ فہرستوں کی بجائے ایک کر دیا گیا۔ اور ووٹر فارموں سے ختم نبوت کا حلف نامہ حذف کر دیا گیا۔ اس کے لئے حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کے ہمراہ یکم مئی ۲۰۰۲ء کو راقم الحروف نے ڈیرہ اسماعیل خان جا کر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے صورت حال عرض کی۔ اگلے دن ۲ مئی کو ملتان مدرسہ ہدایت القرآن میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ سے صورت حال بیان کی تو مولانا نورانی میاںؒ یہ سن کر تڑپ گئے۔ فرمایا کہ آپ لوگ ہمت کریں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ہمارے ہوتے ہوئے ختم نبوت پر آنچ آئے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسی ایمان پرور گفتگو سے ڈھارس بندھائی اور کامیابی نچھاور ہوتی نظر آئی۔ ہم نے رخصت چاہی تو سروقد کھڑے ہو گئے۔ گلے لگایا۔ ان کی دلاویز مسکراہٹوں سے ان کے دل کی وسعتوں کا دریا رواں ہوتا نظر آیا۔

پورے ملک میں اس پر محنت ہوئی۔ ۲۸ مئی کو قومی ختم نبوت کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کنونشن کی میزبانی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور جمعیت علمائے اسلام نے کی۔

چنانچہ اگلے روز ۲۹ مئی ۲۰۰۲ء کو حکومت نے اپنے اقدام کو واپس لے لیا۔ ووٹر فارموں کی علیحدہ علیحدہ تیاری اور ختم نبوت کے حلف نامہ کی بحالی کا اعلان ہو گیا۔ اس پوری جدوجہد میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ قدم بقدم نہ صرف باخبر رہے بلکہ آپ نے اپنی خداداد قائدانہ صلاحیتوں سے ختم نبوت کے پرچم کو بلند سے بلند تر رکھا۔

۱۴ اپریل ۲۰۰۳ء کو بعد از عشاء ختم نبوت کانفرنس قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں دیگر رہنماؤں کے ساتھ آپ نے بھی خطاب فرمایا۔ ۱۵ اپریل کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے آپ کے اور دیگر رہنماؤں کے اعزاز میں دفتر مرکزیہ میں صبحانہ کا اہتمام کیا۔ صبحانہ کی تقریب سے فارغ ہو کر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ نے اپنے ساتھی جناب قاری زوار بہادر کو قصیدہ بردہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے خوش الحانی سے اسے پڑھا تو روحانی مجلس نے عشق رسالت مآب ﷺ کا جو رنگ اختیار کر لیا۔ وہ منظر کبھی نہیں بھولے گا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے دعا کے لئے حضرت نورانی میاں ؒ کو فرمایا لیکن انہوں نے کمال محبت سے حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پکڑ کر دعا کرانے کے لئے بلند کر دیئے۔ اس سے باہمی احترام کا جو تاثر قائم ہوا وہ حاصل مجلس قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس موقع پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ذکر فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی یادگار لائبریری ہے۔ اسی لائبریری سے قومی اسمبلی میں آپ نے اور میرے والد گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ؒ نے کیس لڑا تھا۔ یہ سنتے ہی لائبریری کے معائنہ کے لئے دیوانہ وار کھڑے ہو گئے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے لائبریری کا معائنہ کرایا۔ پون گھنٹہ تک لائبریری کے مختلف شعبہ جات کو گہری نظر سے دیکھتے رہے۔ اس دن انکشاف ہوا کہ ایک عالم دین اور قومی رہنما ہونے کے ناطے ہزاروں مصروفیات کے باوجود آپ کو کتابوں سے کتنا عشق ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے باتوں باتوں میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کی ذاتی لائبریری کی وسعتوں کا ذکر کیا تو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کا کتب سے عشق واشگاف ہو گیا۔ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ مولانا کتابیں ہی تو اصل میں سرمایہ

ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مطبوعات کا سیٹ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے پیش کیا تو کتابوں کے بھاری بھرکم بنڈلوں کو ہاتھوں سے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ چوما۔ سرآنکھوں پر ان اداؤں سے رکھا کہ تمام حاضرین دل گرفتہ وآبدیدہ ہوگئے کہ ایک عالم دین کو یوں کتابوں سے محبت ہونی چاہئے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کا کاندھا شفقتوں ومحبتوں سے تھپکا کر فرمایا کہ مولانا اتحاد امت سے ہی ختم نبوت کے محاذ کو مضبوط کرنا اصل دین کی اور امت محمدیہ کی خدمت ہے۔ گزشتہ الیکشن مہم میں خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے۔ حضرت امیر مرکزیہ نے آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ لائبریری دیکھی۔ ذخیرہ کتب کو دیکھ کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

زندگی بھر حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ جس کام کی سرپرستی کرتے رہے آج ان کی وفات نے وہ سہارا امت سے چھین لیا۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعہ نور بنائے کہ وہ ختم نبوت کے مجاہد اور قائد تھے۔ عاش سعیداً ومات سعیداً کے وہ مصداق تھے۔ ان کے جنازہ پر امت کے تمام طبقات نے شریک ہوکر ان کو جو خراج تحسین پیش کیا اس سے کہیں زیادہ وہ اس کے مستحق تھے۔ آخرت کے راہی نے رحمت اللعالمین خاتم النبیینﷺ کے حضور پہنچ کر سکون پالیا۔ ہم مرثیہ خوانی کے لئے رہ گئے۔

اے حضرت نورانیؒ کی روح پرفتوح ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حضرت مولانا مظہر علی اظہرؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا ابوالحسناتؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمدؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے مشن مقدس تحریک ختم نبوت کے علم کو زندگی کے آخری سانس تک بلکہ دنیا کے آخری سانس تک نہ صرف ہم بلکہ پوری امت بلند۔ بلکہ بلند سے بلندتر رکھے گی۔ اپنی جانوں کو کھپا دے گی اور حضرت خاتم النبیینﷺ کے رب تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوگی۔

اے پروردگار تو امت مسلمہ کو ایسا کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرما۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

(لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ)

۷۱.....حضرت مولانا قاضی عبداللطیف اختر صاحبؒ

وفات.....۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء

مدرسہ حدیقۃ الاحسان کے مہتمم، شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب حضرت مولانا قاضی عبداللطیف اختر صاحب شجاع آبادیؒ ۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء کو شجاع آباد میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب حضرت مولانا قاضی غلام یاسین صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے دینی تعلیم حضرت مولانا احد بخشؒ کوٹ مٹھن سے حاصل کی۔ جبکہ دورہ حدیث شریف مخزن العلوم عیدگاہ خانپور سے کیا۔ وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔

قاضی عبداللطیف صاحبؒ نے عملی زندگی کا آغاز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے کیا۔ آپ نے ردقادیانیت پر مناظرانہ تربیت استاذ المناظرین، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے حاصل کی۔ اس دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مرکزی ناظم اعلیٰ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مجلس کے روح رواں اور دل وجان، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تھے۔ قاضی اختر صاحبؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے تین امراء کے دور امارت میں کام کیا۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی تربیت اور حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاول پوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی رفاقت نے قاضی عبداللطیف صاحبؒ کو سلجھا ہوا اچھا خطیب اور ہردلعزیز مقرر بنا دیا تھا۔

قاضی عبداللطیف صاحبؒ کے مجلس احرار اسلام کے رہنما حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ سے نیازمندانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ نے دفتر ختم نبوت ملتان میں تربیت حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ اور چیچہ وطنی میں بطور مبلغ خدمات

سرانجام دیں۔ قاضی صاحبؒ مرکزی مبلغ کے طور پر بھی مجلس میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی مشہور زمانہ تحریک ختم نبوت میں آپ گوجرانوالہ میں مجلس کے مبلغ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' کتاب شائع ہوئی۔ اس موقع پر قاضی عبداللطیف صاحبؒ سے ایک انٹرویو لے کر کتاب کا حصہ بنایا تھا۔ وہ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادیؒ فرماتے ہیں کہ: ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کے طور پر میں گوجرانوالہ میں تعینات تھا۔ تحریک کے شباب کو قائم رکھنے کے لئے ضلع بھر کا تبلیغی دورہ کیا۔ پورے ضلع میں تحریک مثالی طور پر کامیاب طریقے سے چل نکلی۔ اب ہمارے ذمہ پروگرام لگا کہ آپ نے شیخوپورہ، فیصل آباد اور جھنگ کا دورہ کرنا ہے۔ چنانچہ ایک ٹرک پر کارکنوں کی کھیپ لے کر میں ان اضلاع کے سفر پر چل نکلا۔ شیخوپورہ اور فیصل آباد کا کامیاب دورہ کیا۔ سپیکر ٹرک پر نصب تھا۔ جگہ جگہ خطاب ہوئے۔ حکومت کو مخبری ہوگئی۔ ہم فیصل آباد سے جھنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ جھنگ سے پہلے فیصل آباد روڈ پر ریلوے پھاٹک ہے۔ ہمارے ٹرک کے قافلہ کے پہنچنے سے قبل ریلوے پھاٹک بند کر دیا گیا۔ پولیس کی بھاری نفری موجود تھی۔ جونہی ٹرک پھاٹک پر پہنچا ہمیں ٹرک و سپیکر سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ مختلف دفعات عائد کی گئیں جس میں ناجائز اسلحہ، ربوہ (موجودہ چناب نگر) پر حملہ کرنے اور مرزائیوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ وغیرہ کی غلط سلط جو دفعات ممکن تھیں لگا دی گئیں۔ جھنگ جیل میں مولانا محمد ذاکر جامعہ محمدی (جو بعد میں ایم این اے بنے) مولانا محمد حسین چنیوٹی، مولانا منظور احمد چنیوٹی وغیرہ علماء کی ٹیم موجود تھی۔ سرسری سماعت کے بعد چھ چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ جو پوری کر کے رہا ہوئے۔ جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں اس ٹرک کا گھناؤنے انداز میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک تبلیغی سفر تھا۔'' (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۸۷۴)

حضرت مولانا قاضی عبداللطیفؒ نے شجاع آباد سے بلدیاتی الیکشن بھی لڑا۔ وہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ عمر بھر ان کی تربیت کی۔ ملک بھر میں ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ان کا تعارف کرایا۔ حتیٰ کہ قاضی عبداللطیف اخترؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی وفات کے بعد ان کے جانشین قرار پائے۔ شاہی مسجد، مدرسہ حدیقۃ الاحسان، عیدگاہ شاہی مسجد کے متولی مقرر پائے۔ شاہی مسجد کی خطابت کو قاضی

عبداللطیف صاحبؒ نے نبھایا اور عمر بھر خوب نبھایا۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف اخترؒ خوش خوراک اور خوش لباس انسان تھے۔ خوش گفتاری بھی ان کا حصہ تھی۔ ناقدانہ طبیعت تھی۔ کسی پر چوٹ کرتے تو اسے آدھ موا کر دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو خوبیوں سے نوازا تھا۔ ملنسار اچھے کردار کے دوست تھے۔ مسجد و مدرسہ کی خطابت و اہتمام کے باعث مجلس تحفظ ختم نبوت سے ملازمت کو ترک کرنا پڑا۔ لیکن تعلق کو کبھی ترک نہ کیا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے زمانہ امارت میں مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شمولیت کرتے۔ ملک بھر کے رفقاء سے مل کر شگفتہ طبیعت ہو جاتے۔ ان کا کم و بیش چار دن چناب نگر میں قیام رہتا۔ خوب ہنس مکھ انسان تھے۔ خاص انداز سے سر پر سفید رومال اوڑھنے میں وہ بڑے حضرت قاضی صاحبؒ کی طرز ادا کو نبھاتے اور خوب بھلے لگتے تھے۔ چند سال قبل ان کی جامع مسجد شجاع آباد میں ختم نبوت کی کانفرنس تھی۔ اگلے دن فقیر راقم کا بودلہ کالونی میں درس تھا۔ علالت کے باوجود قاضی صاحبؒ درس میں تشریف لائے۔ شریک محفل ہوئے۔ دعاؤں سے نوازا۔ گفتگو پر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا عبدالغفور حقانی کے ہاں ناشتہ تھا۔ اس میں شریک ہوئے۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ کچھ عرصہ سے چوٹ لگنے کے باعث صاحب فراش تھے۔ ایک بار ملنے کے لئے حاضری ہوئی۔ باہر ڈیرہ پر چارپائی لگائے۔ میز کرسی سجائے' عصا سرہانے رکھا ہوا۔ اجلا خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے براجمان تھے۔ دیر تک ملاقات جاری رہی۔ ادھر ادھر کی باتیں شروع ہوئیں تو یادوں کے گلستان میں بہار آ گئی کا مصداق ہو گئے۔ جب کبھی ملتان آنا ہوتا تو دفتر ضرور تشریف لاتے۔ وہ ہمارے مخدوم اور قابل احترام رہنما تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے۔ ہمارے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے گلشن کی مرحوم نے عمر بھر آبیاری کی۔ اس اعتبار سے وہ ہمارے محسن تھے۔

وفات کے روز صبح بیدار ہوئے۔ وضو کیا۔ گھر والوں کو چائے بنانے کا فرمایا۔ خود نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ سجدہ کرنے کے لئے جھکے تو عالم آخرت کو سدھار گئے۔ باوضو نماز کی حالت سجدہ میں وصال۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ جسے نصیب فرمائیں۔ (لولاک محرم الحرام ۱۴۲۵ھ)

۷۲.....حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ

وفات.....۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء

۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء پیر صبح سحری کے وقت تحریک خدام اہل سنت کے بانی، شیخ طریقت، یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو چکوال کے معروف قدیمی قصبہ بھیں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام حضرت مولانا قاضی کرم الدین دبیر معروف عالم تھے۔ رد قادیانیت پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مرزا غلام قادیانی کے ساتھ مناظروں اور مقدموں میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ''تازیانہ عبرت'' ایک تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسینؒ نے اس دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک پاس کیا۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۳۶/۱۳۳۷ھ میں دورہ حدیث اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ ایسے اکابر سے آپ نے کسب فیض کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ واپس آکر دینی خدمات، مقدمات، گرفتاری کے مراحل سے انگریز دور حکومت میں گزرتے رہے اور بڑی استقامت وعزیمت اور بڑی بہادری سے وقت گزارا۔ مدنی مسجد چکوال اور اس کے ساتھ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مستقل بنیادوں پر یہاں کام شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقہ میں مسجد و مدرسہ نے ایک مثالی ادارہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں (تب چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھی) تحریک

کے لئے شب وروز ایک کر دیئے۔ گرفتار ہوئے۔ اس کی تفصیل مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتاب ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴'' میں آپ کی اپنی تحریر کردہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہمارا مرکز جہلم تھا۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں بھیں میں رہتا تھا۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ جامع مسجد گنبدوالی جہلم میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے ختم نبوت کے موضوع پر ولولہ انگیز تقریر کی اور احتجاجی جلوس کی صورت میں گرفتاری پیش کی۔

اس کے بعد میرا (قاضی صاحبؒ) پروگرام تھا۔ میں نے بھی ۱۳ مارچ کے جمعہ پر جامع مسجد مذکورہ میں تقریر کی اور جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ مرحوم ساکن ڈومیلی نے گرفتاری دینی تھی۔ لیکن ان کو جمعہ سے قبل ہی گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا۔ ۱۱ مارچ کو چکوال سے حافظ حضرت مولانا غلام حبیبؒ کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا تھا۔ جہلم میں دو دن رکھنے کے بعد حضرت مولانا عبداللطیف، حضرت مولانا سید علی شاہ، حضرت مولانا صادق حسین مرحوم اور راقم الحروف (قاضی صاحبؒ) کو لاہور سنٹرل جیل لایا گیا۔ ہمارے ساتھ اپنے جماعتی رفقاء چکوال کے کارکن بھی تھے۔ جن میں میاں کرم الٰہی مجاہد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لاہور سے پھر ہمیں سنٹرل جیل ساہیوال (منٹگمری) منتقل کر دیا گیا۔ منٹگمری میں جہلم، کیمل پور، سرگودھا اور منٹگمری کے نظر بند رکھے گئے تھے۔ ہمارے کمرے کے ساتھ علیحدہ کوٹھڑی میں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتی بھی تھے جو بہت بڑے مفتی اور بزرگ راہنما تھے۔ انہوں نے بڑی جرات وبہادری کے ساتھ تحریک کی قیادت کی تھی اور گرفتار ہوئے تھے۔ سرگودھا کے نظر بندوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھا بھی تھے۔

حضرت مولانا غلام حبیب صاحبؒ کو ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں رکھا گیا اور وہ ۹ جون ۱۹۵۳ء کو رہا کر دیئے گئے۔ منٹگمری جیل سے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی کے ساتھ اور بھی چند رضا کار نظر بند تھے۔ جب رہائیاں شروع ہوئیں تو حضرات رہا ہوتے رہے۔ راقم الحروف

(حضرت قاضی صاحب) کی رہائی بتاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو عمل میں آئی۔ رہائی کے بعد بندہ (قاضی صاحب) نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت مدنیؒ نے اپنے کرامت نامے میں یہ تحریر فرمایا کہ:

''نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ شانہ اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیات اور ترقی درجات کرے۔ آمین! (۲۳/شوال ۱۳۷۳ھ منقول از مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴ مکتوب نمبر ۳۵) حالات عرض کر دیئے ہیں جو مناسب سمجھیں شائع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم تمام اہل سنت والجماعت کو عقیدہ ختم نبوت اور خلافت راشدہ کی تبلیغ وتحفظ کی توفیق دیں۔ اپنی مرضیات کی اتباع نصیب کریں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو۔ آمین! بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم!'' والسلام! خادم اہل سنت مظہر حسین

مدنی جامع مسجد چکوال ۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ آپ کا رد قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزرا۔ اس عنوان پر کام کرنا آپ کو والد مرحوم سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ہمیشہ ان حضرات کو بلوا کر ضلع بھر میں ختم نبوت کے موضوع پر کام کو مہمیز لگاتے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لاتے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا ۲۹ مئی ۱۹۸۲ء کو آپ نے چناب نگر جامع مسجد محمدیہ میں جمعہ کے موقع پر افتتاح کیا۔ جا بجا ختم نبوت کانفرنس کے آپ صدر نشین ہوتے۔ جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح تک حضرت قاضی صاحبؒ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے معتمد ساتھیوں

میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اپنی جوانی کا بہترین حصہ جمعیت علمائے اسلام کے لئے مدتوں وقف کئے رکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین سے آخر تک آپ کا محبتوں کا رشتہ قائم رہا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے احترام وتوقیر میں کسی سے کم نہ تھے۔ عرصہ ہوا حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملاقات وعیادت کے لئے چکوال تشریف لے گئے۔ دیر تک محبتوں وشفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ گزشتہ واقعات واکابر سے تعلقات پر مربوط گفتگو فرمائی۔ ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور آخری سانس تک اس کی آبیاری کرتے رہے۔ مدرسہ اظہار الاسلام، مدنی مسجد، مدرسہ امدادیہ آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ قاضی صاحبؒ اسلاف کی یادگار تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ بہادری، جرات، حق گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اکابر کے مسلک کو ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھا۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے۔ اس کے اظہار میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تاریخ تھی۔ متعدد عنوانات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ تحریر وتقریر، درس وبیان، قلم وقرطاس سے رشتہ آخر تک آپ نے قائم رکھا۔

۹۰ سال کی عمر پائی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہوگئے تھے۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ گزشتہ سے پیوستہ سال عیدالفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کی مساعدت کے لئے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت ومحبت سے اپنی چارپائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تفصیلات پوچھتے رہے۔ تحریری وتقریری کام کی رپورٹ پر شگفتہ مزاج ہوگئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کردی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوس ناک خبر سنی کہ کل انتقال ہوگیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہوگیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر وقابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلا پر نہ ہوسکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین...... ثم آمین!

(لولاک محرم الحرام ۱۴۲۵ھ)

۷۳...... حضرت مولانا حامد علیؒ رحمانی حسن ابدال

وفات...... مارچ ۲۰۰۴ء

حضرت مولانا حامد علی رحمانیؒ ولد میر علیؒ حسن ابدال ساری زندگی فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں مصروف رہے۔ ۱۹۵۳ء میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی بار گرفتار ہوئے۔ حسن ابدال کی مرکزی جامع مسجد کی خطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ مبلغین ختم نبوت کے ساتھ بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ جوانی میں حضرت امیر شریعتؒ کے ہمراہ بیانات فرمایا کرتے تھے۔ علالت کے باعث انتقال فرماگئے۔ نماز جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد شریک ہوئے۔ سوگ میں حسن ابدال کا سارا بازار بند رہا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب شیخ الحدیث حقانیہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مرحوم لاولد تھے۔ اللہ رب العزت مغفرت فرمائیں۔ آمین! (لولاک صفر الخیر ۱۴۲۵ھ)

۷۴...... حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ

وفات...... ۱۸ مارچ ۲۰۰۴ء

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعرات دن گیارہ بجے حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اسی روز ۹ بجے شب جنازہ ہوا اور سپرد خاک کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ کا راجپوت گھرانہ سے تعلق تھا۔ میاں عبدالعزیزؒ آپ کے والد تھے۔ ۱۹۱۲ء میں پٹی ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ (آج کل یہ موضع پٹی امرتسر مشرقی پنجاب بھارت میں شامل ہے۔ پٹی وہی گاؤں ہے جس کا باسی مرزا سلطان بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کو بیاہ کر اس گاؤں میں لایا تھا) حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ نے اسی گاؤں میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی کے ساتھ ساتھ طبیہ کالج دہلی سے ۱۹۳۸ء میں حکمت کی سند حاصل کی۔ حضرت مولانا کے حدیث کے اساتذہ میں حضرت مولانا

عبدالرحمٰن صاحبؒ حضرت مولانا نیک محمد صاحبؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ دو سال تک کانگریس کے اپنے علاقہ میں سیکرٹری جنرل رہے۔ اس کے بعد مجلس احرار میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۴۶ء میں مجلس احرار کے ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لیا۔ تقسیم کے وقت امن کمیٹی کے سیکرٹری جنرل رہے۔ تقسیم کے بعد گوجرانوالہ میں قیام کیا اور مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ۲۷ فروری سے ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء تک گوجرانوالہ میں تحریک کی قیادت کی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو رات آٹھ بجے گرفتار کر لئے گئے۔ دو ماہ تک شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند اور زیر تفتیش رہے۔ اس کے بعد سنٹرل جیل لاہور میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جناب ماسٹر تاج الدین انصاریؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ساتھ جیل کاٹی۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اتحاد بین المسلمین کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ ۱۹۷۴ء سے امن کمیٹی گوجرانوالہ کے صدر تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں گوجرانوالہ میں آپ نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے تازیست امیر رہے۔ تیس سال تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم سیاسیات بھی رہے ہفت روزہ اہل حدیث اور ہفت روزہ الاسلام لاہور کے اعزازی ایڈیٹر بھی رہے۔ طبی حلقوں میں آپ کی خدمات بہت اہم تھیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم جناب رفیق تارڑ سے ان کے مراسم تھے۔ حکماء کمیٹی ضلع گوجرانوالہ کے صدر بھی رہے۔ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ عمر بھر اسلام کی سربلندی، استحکام پاکستان، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنماؤں سے آپ کے گہرے برادرانہ تعلقات تھے۔ پون صدی پر مشتمل آپ کی شاندار ملی خدمات تاریخ کا درخشندہ باب ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ ہر دل عزیز رہنما تھے۔ تمام مکاتب فکر میں آپ کا

دل و جان سے احترام کیا جاتا تھا۔ مجلس احرار اسلام کی ایک تحریک میں آپ کو ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ آپ نے اس اعزاز کو اپنے نام کا جزو بنالیا اور وہ دینی حلقوں میں ''مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد ڈکٹیٹرؒ'' کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ جس بات کو حق سمجھا پوری عمر اس کی تبلیغ میں گزار دی۔ رد قادیانیت پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ اچھے سلجھے اور منجھے ہوئے مقرر تھے۔ آپ کے خطاب کو دینی حلقوں میں بڑی توجہ اور رقعت سے سنا جاتا تھا۔ گوجرانوالہ کی سطح پر تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں سے ان کے محبت بھرے تعلقات تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے آپ کا بیعت وارادت کا تعلق رہا۔

مسلکی اختلاف کو وہ اعتدال کے ترازو سے ادھر ادھر نہ ہونے دیتے تھے۔ ان کا مشہور زمانہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ ایک حنفی نے اپنی اہلیہ کو تین طلاقیں دے دیں۔ یار لوگوں نے راستہ دکھایا کہ اہل حدیث ہو جاؤ تو ایک طلاق شمار ہوگی۔ وہ حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ کے پاس گئے اور اپنے اہل حدیث ہونے کا مژدہ سنایا اور کہا کہ میں نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ اس کے ایک ہونے کا فتویٰ دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے حنفی ہونے کے زمانہ میں تین طلاقیں دی ہیں۔ وہ تو تین ہی شمار ہوں گی اور بیوی تم پر حرام ہے۔ اب اہل حدیث بننے کے بعد جو اہل حدیث بیوی کرو گے خدا نہ کرے اگر اسے بھی تین طلاقیں دے دو تو پھر میرے پاس آنا اسے ایک شمار کرلیں گے۔ یوں اس کے حنفی سے اہل حدیث ہونے کے خیالات کا گھروندہ سیکنڈوں میں آپ نے مسمار کردیا۔

شیعہ سنی معاملات کو مقامی سطح پر حد اعتدال رکھنے میں زندگی بھر مساعی رہے۔ انہیں انگریز اور انگریز کے خود کاشتہ پودا قادیانیت سے شدید نفرت تھی۔ ہر دو سے انہوں نے کبھی مفاہمت نہیں کی۔ ان کی یادوں کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ اس افتراق وتشتت کے زمانہ میں ان کا وجود انعام الٰہی تھا۔ آپ کا جنازہ مثالی جنازہ تھا۔ تمام مکاتب فکر کی بھرپور نمائندگی تھی۔ ان کے انتقال سے تاریخ کا سنہری باب ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ مرحوم کے دو صاحبزادے ہیں۔ جناب ثاقب محمود اور طارق محمود اللہ تعالیٰ ان کو صحیح معنوں میں اپنے والد کا جانشین بنائے۔ آمین! (لولاک ربیع الاول ۱۴۲۵ھ)

۷۵...... پروفیسر حضرت مولانا محمد مظفر اقبال قریشیؒ

وفات...... ۱۴ اپریل ۲۰۰۴ء

۱۴ اپریل ۲۰۰۴ء بروز بدھ دن بارہ بجے علم وعمل کا ایک اور چراغ بجھ گیا۔ حضرت مولانا محمد مظفر اقبال قریشی صاحبؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علاقہ لوئر پکھل بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا محمد مظفر اقبال قریشی صاحبؒ جامعہ اشرفیہ کے قدیم فضلاء میں سے تھے۔ تحصیل علم کے بعد مختلف دینی مدارس میں تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں نے شعائر اسلام کی توہین کھلے عام شروع کردی اور کلمہ اسلام کا بیج اپنے ناپاک جسموں پر سجانے لگے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس کا سخت نوٹس لیا۔ ملک میں احتجاج شروع ہوا۔ مجلس کی شاخیں بننا شوع ہوگئیں۔ مانسہرہ میں مجلس کی تشکیل ہوئی تو علاقائی مجالس کے لئے بھی تحریک ہوئی۔

چنانچہ ۱۹۸۴ء میں لوئر پکھل کے لئے جماعت کی تشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا محمد مظفر اقبالؒ حلقہ پکھل کے امیر منتخب ہوگئے۔ اس وقت سے لے کر تادم مرگ جماعت سے وابستہ رہے۔ حضرت مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ علم وعمل، اخلاق وتقویٰ اور خلوص میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنے گاؤں میں جامع مسجد صدیق اکبر اور دارالعلوم صدیقہ کے نام سے دو ادارے تعمیر کرائے۔ ان کی ترقی کے لئے مصروف عمل تھے۔ ضلع بھر کی دینی سرگرمیوں میں پرجوش حاضری دیتے۔ موقع بموقع خطاب فرماتے۔

ان کی نماز جنازہ میں ضلع بھر کے علماء، صلحاء، مشائخ، سیاستدان، پروفیسرز، دانشور غرضیکہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ پروفیسر صاحبؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا پروفیسر محمد ادریس صاحب اور ان کے خاندان کو اللہ رب العزت صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ آمین! (لولاک ربیع الاول ۱۴۲۵ھ)

۷۶......حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ

وفات......۱۵مئی۲۰۰۴ء

۱۵مئی۲۰۰۴ء شام چار بجے حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ! حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ میانوالی کے ایک غریب گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ قدرت حق نے کرم کیا۔ آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے کیا۔ جہاں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ محدث کبیر حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھیؒ ایسے اکابر اساتذہ کی صحبتوں نے آپ کو موتی بنادیا۔ میانوالی ضلع میں خانقاہ سراجیہ کو جو مرکزیت حاصل ہے وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ تب آپ نے وہاں ڈیرے لگائے۔ ان دنوں خانقاہ سراجیہ کے شیخ ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے خانقاہ کے درودیوار کو معرفت الٰہی کے خزانوں کا دفینہ بنایا ہوا تھا۔ حضرت ثانیؒ کے ایک مخلص مرید صوفی مستری محمد عبداللہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کا عقد ہوا۔

۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ فیصل آباد تشریف لائے۔ ان دنوں فیصل آباد کے دینی ماحول کے درخشندہ ستارہ حضرت مولانا مفتی محمد یونسؒ تھے۔ جو حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد یونسؒ جامع مسجد کچہری بازار کے خطیب اور عبداللہ پور میں میاں فیملی کے قائم کردہ مدرسہ کے منتظم اور صدر مدرس تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ نے وہاں پڑھانا شروع کیا۔ ڈابھیل کا جامعہ بھی حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کا فیض تھا اور عبداللہ پور فیصل آباد کا مدرسہ بھی حضرت مولانا مفتی محمد یونسؒ کی وجہ سے ان کا علمی چشمہ فیض تھا۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کی شخصیت نے ان دونوں چشموں سے کسب فیض کیا۔ ان کی شخصیت ایسی نکھری کہ حضرت مولانا مفتی محمد یونسؒ کے وصال کے بعد جامع مسجد کچہری بازار کے آپ خطیب مقرر ہوگئے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں دلآویز شخصیت اور ذاتی کردار کے باعث فیصل آباد کے دینی حلقہ کے آپ میر کارواں ہوگئے۔

فیصل آباد میں دیوبندی مکتب فکر کے رہنما اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ حضرت مولانا حکیم عبدالمجید نابینا بی اے۔ اہل حدیث مکتب فکر کے حضرت مولانا محمد صدیق ؒ، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، حضرت مولانا محمد اسحٰق چیمہؒ بریلوی مکتب فکر کے حضرت مولانا صاحبزادہ افتخارالحسنؒ حضرت مولانا صاحبزادہ فضل رسول، حضرت مولانا مفتی محمد امینؒ شیعہ حضرات کے رہنما مولانا محمد اسماعیل تھے۔ اس زمانہ میں ان حضرات کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا مفتی سیاح الدینؒ کاکاخیل جامعہ اشاعت العلوم کے صدر مدرس تھے۔ (ان دنوں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کا زمانہ طالب علمی تھا) تمام متذکرہ شخصیات اپنے اپنے مکاتب فکر کی نمائندہ تھیں۔ تب مجلس احرار اسلام کے روح رواں فیصل آباد میں حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا تاج محمودؒ حضرت مولانا حکیم عبدالمجید نابینا ختم نبوت کے محاذ پر نیر تاباں تھے۔ کیا وہ سنہری دور تھا کہ ہر طرف ہر مکتبہ فکر کی علمی شخصیات کا باہمی ارتباط قابل رشک تھا۔ تمام دینی وقومی تحریکوں میں ان حضرات کا وجود مینارہ نور کی حیثیت رکھتا تھا۔

فیصل آباد قیام کے زمانہ میں تدریس کے علاوہ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کی تحریکی زندگی کا آغاز مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے ہوا۔ حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا عبدالمجیدؒ نابینا، شیخ خیر محمدؒ میاں محمد عالم بٹالویؒ اور دیگر بہت سارے حضرات سب ایک ہی سٹیج اور پلیٹ فارم سے حفاظت دین وصیانت اسلام کے لئے کوشاں تھے۔ اس دور اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ کے لائل پور کو تو راقم نے نہیں دیکھا۔ البتہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے زمانہ میں راقم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لائل پور (فیصل آباد) کا مبلغ تھا۔ اس تحریک کا آغاز فیصل آباد سے ہوا اور مجلس تحفظ ختم نبوت ہی اس تحریک میں داعی اور میزبان تھی۔ اس نسبت سے اس دور میں حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ سے قربت کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ اس زمانہ میں تبلیغی جماعت کے مرکزی قائدین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ رائے ونڈ سے ڈھاکہ، پاکستان سے افریقہ تک حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کے تبلیغی بیانات کا جادو بول رہا تھا۔ آپ ایسے قادرالکلام تبلیغی رہنما تھے کہ ایک سادہ گفتگو سے اپنی بات کا آغاز کرتے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا اجتماع ان کی مٹھی میں ہوتا تھا۔ مفتی صاحب کو سیاست سے دلچسپی نہ تھی۔ ان کی گفتگو بھی تبلیغ اسلام کی گفتگو ہوتی تھی۔ البتہ حالات وواقعات کے تحت گفتگو میں جب کسی واقعہ پر سیاسی

تجزیہ کرتے تو گویا انگوٹھی میں تابدار نگینہ جوڑ دیتے تھے۔ان کے خطاب کی اٹھان اور اختتام میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔ ہلکے معمولی بادل کی طرح خطاب کو اٹھاتے' گھنے بادل کی طرح چھاتے' چھاجوں مینہ برساتے اور سمندر کی مدوجزر میں سامعین کو خطابت کی موجوں میں بہالیجاتے۔بیس پچیس سال راقم کو حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کے بیسوں بیانات سننے کا موقع ملا۔آپ کا کوئی بیان ناکام نہیں کہا جاسکتا۔تبلیغی جماعت میں آپ کا مقام قابل رشک تھا۔۱۹۶۲ء میں دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں قائم کیا تو تعمیر وتعلیم تدریس وطلباء کے اعتبار سے اسے علاقہ بھر کا مثالی ادارہ بنادیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ مرکزی مجلس عمل کے رکن رکین تھے۔۲جون ۱۹۷۴ء کو فیصل آباد سے مجلس عمل کے اجلاس راولپنڈی میں جاتے ہوئے ڈنگہ اسٹیشن سے حضرت مولانا تاج محمودؒ حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف ؒ' حضرت مولانا محمد اسحٰق چیمہؒ کے ساتھ آپ گرفتار ہوئے۔۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ ڈالا۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ سے آپ کا برابر رابطہ رہا۔ان دنوں جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم سے حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ بہت قریب تھے۔انہوں نے جنرل محمد ضیاء الحقؒ کو تحریک کے مطالبہ کو ماننے کے لئے آمادہ کرنے میں خدمات سرانجام دیں۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کے دم قدم سے فیصل آباد کو یہ شرف نصیب ہوا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے ایک رمضان المبارک کا اعتکاف آپ کے دارالعلوم میں گزارہ۔شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ پر آپ دل وجان سے فدا تھے۔اپنے مدرسہ کے ختم بخاری پر ان کو دعوت دیتے۔اسٹیشن سے خود لینے جاتے۔فیصل آباد میں حضرت بنوریؒ کی میزبانی کا ہمیشہ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کو شرف نصیب ہوتا۔

ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔ایک موقع پر سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر تشریف لائے۔سامعین میں بیٹھ گئے۔حضرت مولانا تاج محمودؒ کی آپ پر نظر پڑی۔سٹیج پر لائے تورات کے اجلاس کا آخری بیان ودعا کرائی۔آپ کا وجود اس دور میں بہت غنیمت تھا۔عرصہ سے صاحب فراش تھے۔وقت موعود آن پہنچا۔اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (لولاک جمادی الاول ۱۴۲۵ھ)

۷۷......حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ

شہادت......۳۰ مئی ۲۰۰۴ء

مخدوم العلماء والصلحاء، بزرگ عالم دین، فاضل اجل، مجاہد فی سبیل اللہ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی ۳۰ مئی ۲۰۰۴ء بروز اتوار صبح پونے آٹھ بجے شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی ۱۲ جولائی ۱۹۵۲ء کو گاؤں فاضل بیگ گھڑی، سحرہ، تحصیل مٹہ، علاقہ شامزئی، سوات میں جناب حبیب الرحمٰن شامزئی کے گھر پیدا ہوئے۔ مینگورہ سوات کے مدرسہ مظہر العلوم میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ فاروقیہ کراچی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان کے پاس کی۔ اپنی مادر علمی جامعہ فاروقیہ میں بیس سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ فاروقیہ میں ہی دارالافتاء کی مسند کے صدر نشین رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے معمار ثانی، یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن مرحوم کی مردم شناسی نے کام کیا۔ مفتی نظام الدین شامزئی جامعہ فاروقیہ کراچی سے ۱۹۸۸ء کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں استاذ حدیث کے طور پر تشریف لائے۔ قدرت حق نے کرم کیا۔ آپ کی علمی مخلصانہ خدمات کو شرف قبولیت سے نوازا۔ آپ کے تبحر علمی کے جوہر کھلے۔ ۱۹۹۸ء میں انور شاہ زمانہ، شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی مسند حدیث کے وارث قرار پائے۔ اس وقت سے شہادت تک آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے شیخ الحدیث رہے۔ جبکہ شعبہ تخصص فی الفقہ کے بھی آپ سربراہ تھے۔

قدرت حق نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ بے حد مخلص عالم دین تھے۔ جذبہ صادق کے ساتھ دین کی خدمت و صیانت کے لئے آپ زندگی بھر کوشاں رہے۔ برطانیہ، جرمنی، جنوبی افریقہ، زامبیا، زمبابوے میں تبلیغ اسلام کے لئے آپ کے متعدد اسفار ہوئے۔ اندرون ملک کی اکثر جامعات میں ختم بخاری کے اجتماعات میں آپ شرکت کرتے۔ وطن عزیز کے علمائے کرام کی نامور نمائندہ جماعت جمعیت علمائے اسلام کی شوریٰ کے آپ رکن رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ اس جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے آپ رکن رکین تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی آنکھوں کے آپ تارا تھے۔ پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ جب سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن مقرر ہوئے۔ کسی ایک اجلاس میں شرکت سے ناغہ نہیں ہوا۔ اسلام آباد، چناب نگر، ایبٹ آباد، ملتان، ٹنڈو آدم، میر پور خاص کی ختم نبوت کانفرنسوں میں آپ کا بڑے اہتمام کے ساتھ بیان ہوتا تھا۔ یکم صفر ۱۴۲۵ھ کو ملتان میں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اس روز بعد نماز عشاء ملتان کی ختم نبوت کانفرنس میں رات کے اجلاس میں حضرت امیر مرکزیہ کی آمد تک آپ نے حضرت دامت برکاتہم کی نیابت میں کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ اگلے روز جمعہ سے قبل آپ کا ایمان افروز معلومات سے بھرپور مجاہدانہ علمی بیان ہوا۔ مسجد کے محراب سے لے کر دفتر کے صحن کے آخری کونہ تک ہزاروں بندگان خدا کے اجتماع عظیم میں آپ کا بیان سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے علم وفضل کا سمندر موجزن ہو۔

اسی اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ حضرت امیر مرکزیہ اور حضرت نائب امیر دامت برکاتہم اپنے بڑھاپے کے باعث ملک کے طول وعرض میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک نہیں ہو سکتے۔ ان اکابر کی نمائندگی اور جانشینی کے لئے پورے اجلاس کی نظر آپ کی ذات گرامی پر پڑی اور آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ختم نبوت کانفرنسوں میں اپنے اکابر کی نمائندگی کا وعدہ کیا۔ بلا مبالغہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ اس وقت قافلہ حق کے سالار کارواں تھے۔ قدرت نے آپ کو ہر دلعزیزی کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ آپ نے سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا۔ دینی ودنیوی علوم کے آپ شناور تھے۔ عالمی حالات پر آپ کی نظر تھی۔ بہت صائب الرائے تھے۔ امت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں اور نت نئے مسائل کا آپ گہرائی سے مطالعہ کرتے اور پھر پریس کے ذریعہ پورے عالم کے مسلمانوں کی آپ رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپ کی رائے اور رہنمائی کو حرف آخر کا درجہ حاصل ہوتا تھا۔

افغانستان، وانا، عراق اور دیگر قومی، ملکی اور انٹرنیشنل مسائل پر دینی رہنمائی کے لئے عالم اسلام کے مسلمانوں کی نظریں آپ پر ہوتی تھیں۔ اندرون وبیرون ملک قومی کانفرنسوں، میڈیا کی ورکشاپوں میں آپ کی شرکت سے مسلمانوں کوایک حوصلہ ملتا تھا۔ آپ کی جچی تلی، نرم الفاظ اور دلائل سے بھرپور رائے کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جدید میڈیا کی جس نشست میں آپ تشریف لے گئے وہاں دوست و دشمن نے آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔ آپ بہت معتدل مزاج عالم دین تھے۔ طبعاً شریف آدمی تھے۔ دوست پرور تھے۔ ہنس مکھ تھے۔ یبوست وتصنع سے کوسوں دور تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ علم و عمل، اخلاق و مروت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ کے دم قدم سے علم کی آن بان قائم تھی۔ آپ نے ہمیشہ اعلائے کلمۂ حق کے لئے پہل کی۔ استقامت کی بلندیوں پر آپ فائز تھے۔ علم کے میدان میں پیچ وتاب رازیؒ اور سوز و ساز رومیؒ کے علمبردار تھے۔ گفتگو مربوط ہوتی تھی۔ بولتے کیا تھے گویا موتی رولتے تھے۔ کسی حدیث کی تشریح، یا فقہی مسئلہ کی گتھی سلجھاتے تو محدثین زمانہ اور فقہائے وقت کو محو حیرت کر دیتے تھے۔ ان کا ایک ایک لفظ احتیاط کے ترازو میں تولا ہوا ہوتا تھا۔ زبان و بیان میں کوثر و تسنیم کی آمیزش کا سماں معلوم ہوتا تھا۔ ان کی زبان حق ترجمان سے جو لفظ نکلتا تھا دل و دماغ میں پیوست ہو جاتا تھا۔ علمی گرفت ایسی آہنی ہوتی تھی کہ فریق مخالف تڑپ اٹھتا تھا۔ آپ کا وجود آبروئے علماء تھا۔ ان کے دم قدم سے فضلائے قدیم کی یادیں تازہ ہو جایا کرتی تھیں۔ جس مجلس میں آپ تشریف لے گئے۔ وہاں اپنا لوہا منوایا۔ اس دھرتی پر آپ کا وجود آیت من آیات اللہ تھا۔ صحیح بخاری و سنن ترمذی پر آپ کے درسی افادات پر ابن حجرؒ کی روح کا پرتو نظر آتا ہے۔

آپ نے ظہور مہدی کے نام سے ایک کتاب لکھی تو رافضیت و خارجیت کو چت لٹادیا۔ اس عنوان پر یہ کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کے بعد روزنامہ جنگ کراچی کے کالم ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے آپ نگراں مقرر ہوئے تو پوری دنیا میں حضرت لدھیانویؒ کے چشمہ فیض کو جاری و ساری رکھا۔ کروڑوں بندگان خدا کی دینی رہنمائی آپ نے کی۔ آپ کے شاگردوں کی عرب و عجم، افریقہ و

امریکا میں ایک کھیپ موجود ہے جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔فرقہ پرست افراد اور اداروں کو راہ اعتدال پر لانے کے لئے آپ نے مقدور بھر کوشش کی۔

جہادی گروپس کی باہمی رنجش اور جنگ ہوس زرگری میں اصلاح احوال کے لئے مخلصانہ سعی کی۔مگر بے مہار لوگوں کی روش میں فرق نہ آیا تو پتھر بھاری سمجھ کر چوم کر رکھ دیا۔اتحاد بین المسلمین کے آپ داعی تھے۔جمعیت علمائے اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اعتدال کی پالیسی پر نہ صرف کاربند بلکہ اس کے مبلغ و مناد تھے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ جہاں علم کے پہاڑ تھے۔وہاں آپ روحانیت کی بھی بلندیوں پر فائز تھے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ خانوادہ تھانہ بھون کے چشم و چراغ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور خانوادہ رائے پور کے حدی خواں حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم سے بالترتیب بیعت کا آپ کو شرف حاصل تھا۔آخرالذکر دونوں حضرات کے آپ خلیفہ مجاز تھے۔غرض ظاہری و باطنی علوم کے آپ وارث و امین تھے۔آپ کے ارادت مندوں کی اندرون و بیرون ملک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔آپ کی ذات ستودہ صفات تھی۔اللہ تعالیٰ نے بہت کم وقت میں آپ سے بہت زیادہ خیر و برکت کا کام لیا۔''دیر سے آئے، دور تک گئے'' کا مصداق تھے۔آپ کے معاصر آپ کی راہوں کو دیکھتے رہ گئے۔آپ کے دوستوں کا بہت بڑا حلقہ تھا۔جس میں دینی و دنیاوی وجاہت والوں کی بڑی تعداد شامل ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے سخاوت کی نعمت سے نوازا تھا۔دینی مدارس اور بالخصوص دور دراز کے پسماندہ علاقوں کے کئی مدارس کی خاموشی سے آپ امداد کرتے تھے۔آپ کے دروازہ پر جو آیا آپ نے اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔

چلنے میں علم کا وقار، چہرہ پر صلحاء کا نور تھا۔بہت وجیہ انسان تھے۔انتہائی سادہ طبیعت تھے۔ہمیشہ اجلی ہیرت کے ساتھ اجلا لباس زیب تن کیا۔آپ کی ذات گرامی سے ہزاروں یادیں وابستہ تھیں۔آپ کا خلاء مدتوں پُر نہ ہوگا۔ایسے وقت میں ہم سے جدا ہوئے کہ دور دور تک ان کی ٹکر کا کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔دشمن نے امت کے سینہ پر وہ تیر مارا جس سے پوری امت کا جگر

پاش پاش ہو گیا۔

۳۰ مئی ۲۰۰۴ء بروز اتوار صبح پونے آٹھ بجے نہا دھو کر باوضو نیا لباس پہن کر قال اللہ وقال رسول اللہ! کا درس دینے کے لئے اپنے مکان سے اترے۔ گاڑی میں بیٹھے۔ چند قدم کے فاصلہ پر ابلیسی دشمن گھات لگائے بیٹھا تھا۔ وار ایسا کیا کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے۔

حضرت شامزئی شہیدؒ کے واقعہ شہادت کی خبر پورے پاکستان میں بجلی کی کوند کی طرح پھیل گئی۔ ہسپتال سے ضروری قانونی کارروائی کے بعد آپ کی نعش کو جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن لایا گیا۔ جامعہ کے در و دیوار سوگوار تھے۔ آپ کے وصال کے سانحہ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ حضرت مولانا مفتی ولی حسنؒ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کے وصال کے صدمات کو تازہ کر دیا۔ جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن اجڑ گیا۔ ملک بھر میں آپ کے رفقاء آپ کے سایۂ محبت سے محروم ہو گئے۔ آپ کے شاگردان آپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ آپ کی اولاد یتیم ہو گئی۔ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی مسند حدیث خالی ہو گئی۔ آپ کیا گئے ایک عالم سونا ہو گیا۔ سچ کہا کہنے والے نے کہ:

مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اپنے شیخ اور ہمارے مخدوم، شہید اسلام حضرت لدھیانویؒ کے مشن کی زندگی بھر آبیاری کے بعد ان کے قائم کردہ گلشن ''جامع مسجد خاتم النبیین'' میں اپنے شیخ کے پہلو میں محو استراحت ہو گئے۔ عاش سعید او مات سعیدا!

خوب گزرے گی جو ایک ساتھ رہیں گے شہیدان تین۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور بنائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ جامعہ علوم الاسلامیہ کی اللہ رب العزت حفاظت فرمائے اور مفتی صاحب کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ آمین ۰ بحرمة النبی الکریم!

(لولاک جمادی الاول ۱۴۲۵ھ)

۷۸..... حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

وفات..... ۲۷ جون ۲۰۰۴ء

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ چنیوٹ کی راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان چنیوٹ کی مشہور زمانہ صنعت ''چوب سازی'' سے وابستہ تھا۔ آپ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ سے چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ قاری گلزار احمدؒ اور حضرت مولانا دوست محمد ساقیؒ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں دن کو لکڑ سازی کے کام میں مشغول رہتے۔ شام کو دینی کتب کی تعلیم حاصل کرتے۔ قیام پاکستان کے کچھ سال بعد حالات سازگار ہونے پر جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ کے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار چلے جانے کے باعث پوری جماعت کے ساتھیوں سمیت ٹنڈوالہ یار چلے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد ٹنڈوالہ یار کو دارالعلوم دیوبند ثانی کہا جاتا تھا۔ وہاں حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ایسے نابغہ روزگار حضرات سے آپ نے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ خیر المدارس کے موجودہ صدر ومفتی پیر طریقت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب آپ کے ساتھیوں میں تھے۔ یہ ۱۹۵۱ء کی بات ہے۔ اسی سال دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوتے ہی ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں استاذ محترم فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے آپ نے رد قادیانیت کا کورس کیا۔ قیام ملتان کے دوران آپ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی صحبتوں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ ان تینوں اساتذہ پر آپ کی زندگی بھر دل وجان سے فدا رہے۔ ویسے تو تمام اساتذہ سے آپ کا ادب واحترام کا رشتہ تھا۔ لیکن ان تین متذکرہ حضرات کے آپ شیدائی تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان بھی اپنے دیگر نامور شاگرد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حضرت مولانا محمد لقمان علی

پوریؒ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی طرح حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے بہت قدر دان تھے۔۱۹۵۲ء میں آپ نے مدرسہ دارالہدیٰ چوکیرہ میں تدریس شروع کی۔فراغت کو دو سال اور تدریس کو ایک سال بھی مکمل نہ گزرا تھا کہ مشہور زمانہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء چلی۔اکتوبر ۱۹۹۱ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر واشاعت نے ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' کے نام سے سوا نو سو صفحے کی کتاب شائع کی۔اس کتاب کی ترتیب کے وقت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ سے ایک انٹرویو لیا تھا جو پیش خدمت ہے:

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ فرماتے ہیں کہ:''میں تازہ دورہ حدیث سے فارغ ہوا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے ردقادیانیت کا کورس کیا اور سرگودھا کے علاقہ چوکیرہ کے مدرسہ میں ابتدائی مدرس لگ گیا۔تحریک چل نکلی تو رفقاء کو لے کر سرگودھا آیا۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھویؒ اور دوسرے حضرات گرفتار ہو چکے تھے۔سرگودھا کے دیہات میں لوگوں کو تیار کرنے کا پروگرام میرے ذمہ لگا۔دورہ کر کے واپس چنیوٹ آیا۔جامعہ محمدی سے مولانا محمد ذاکر کے شاگردوں کی جماعت کے ساتھ چنیوٹ ریلوے اسٹیشن سے جلوس کے ہمراہ گرفتار ہوا۔ان دنوں چنیوٹ میں سوائے معدودے چند کے مجھے کوئی نہ جانتا تھا۔مجھے بھی جامعہ محمدی کا ایک مولوی سمجھا گیا۔جیل میں چند ماہ گرفتار رہ کر رفقاء سمیت رہائی ہوئی۔'' (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۸۷۵)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء سے رہائی کے بعد چوکیرہ میں حسب سابق کچھ عرصہ پڑھایا۔۱۹۵۴ء میں چنیوٹ جامعہ عربیہ میں تشریف لائے۔ردقادیانیت کے خلاف کام کرنے کی فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ نے جو جوت جگائی تھی اس نے کام دکھایا۔اس زمانہ میں چنیوٹ دریائے چناب کے اس پار چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں مرزا محمود کا کفر عروج پر تھا۔جامعہ عربیہ چنیوٹ کے طلباء چناب نگر جامعہ احمدیہ کے طلباء سے گفتگو کے لئے جاتے۔واپسی پر مولانا چنیوٹیؒ کو رپورٹ سناتے۔آپ انہیں قادیانیوں کو چاروں شانے چت کرنے کے مزید گر سکھلا کر اگلے دن بھیج دیتے۔اس زمانہ میں اس چھیڑ خانی سے ردقادیانیت میں آپ کو مناظرانہ

رسوخ حاصل ہوا۔ اس دور میں قرب وجوار کے علاقہ میں جمعرات و جمعہ کو آپ کے بیانات کا سلسلہ چل نکلا۔ ابتداء میں قادیانیوں کے خلاف آپ نے رسائل لکھے۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ نے شائع کئے۔ جن میں ''انگریزی نبی'' نامی پمفلٹ خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ فرمایا۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کا اخلاص ومحنت رنگ لائے۔ آپ کے ملک بھر میں تبلیغی دورے ہونے لگے۔ جوش جوانی میں آپ بے تکاں گھنٹوں قادیانیت کے لتے لیتے۔

اس زمانہ میں قادیانی خلیفہ مرزامحمود کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مرزامحمود کے حواریوں نے مناظرانہ نکتہ پیدا کیا کہ خلیفہ قادیان کے مقابلہ میں آپ کی کوئی حیثیت نہیں۔ آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تنظیم اہل سنت پاکستان کے سربراہ حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ، اشاعت التوحید کے سربراہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ چار جماعتوں سے اسناد نمائندگی لے کر مرزامحمود کے حواریوں کے اس نکتہ کو ہبا منشورا کر دیا۔ مرزامحمود کو اس کے ابا کے فرشتہ ٹیچی ٹیچی نے چپ کا روزہ رکھنے کا پابند کر دیا۔ مولانا چنیوٹیؒ نے اشتہار شائع کر کے تاریخ مقرر کر دی۔ مرزامحمود نے پولیس کے دروازہ پر ناک رکھ دی۔ پولیس کی طرف سے اشارہ پا کر کہ: ''مولانا کو میدان میں نہیں آنے دیں گے۔'' مرزامحمود مطمئن ہو گیا۔ پنجاب پولیس (جو پاؤں کی مٹی کی بوسونگ کر مراد کو پا لیتی ہے) کو مولانا چنیوٹیؒ جل دینے میں کامیاب ہو گئے اور مقررہ تاریخ کو میدان مباہلہ میں جا دھمکے۔ مرزائیت کے اوسان خطا ہو گئے۔ مولانا چنیوٹیؒ فاتح ربوہ ہو گئے۔ مرزا ناصر، مرزا طاہر اور مرزا مسرور کو ہمیشہ باری باری قادیانی خلیفہ بننے پر مولانا چنیوٹیؒ مباہلہ کے لئے چیلنج دیتے رہے۔ لیکن کسی قادیانی کو مرد میدان بننے کی جرات نہ ہوئی۔ تاہم اتنا ہوا کہ قادیانی جماعت کے دل ودماغ پر مولانا چنیوٹیؒ کی عبقری شخصیت کا بھوت سوار ہو گیا۔ ہر قادیانی باون گزا ہوتا ہے۔ لیکن مولانا کے سامنے وہ بونے نظر آنے لگے۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کو میدان سیاست میں اترنے کا شوق چرایا۔ مجلس

تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں وعہدیداران کے لئے سیاسی سرگرمیوں کی دستوری پابندی ہے۔اس لئے مجلس تحفظ ختم نبوت میں نہ کھپ سکے۔ جمعیت علمائے اسلام میں چلے گئے۔اس کے پلیٹ فارم سے دن رات ایک کر کے قادیانیت کو چرکے لگائے۔ تنظیم اہل سنت' مجاہدین احرار' جمعیت علمائے اسلام کے س گروپ پھر متحدہ مجلس عمل میں بادہ پیائی کی۔ اشاعت التوحید کے سٹیج سے صدائے حق بلند کی۔ مقدر کے دھنی تھے۔ جہاں گئے کامیاب رہے۔ چنیوٹ سے الیکشن میں حصہ لیا۔ تین بار صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ چنیوٹ کی چیئرمینی پر براجمان ہوئے۔اس میدان کو کامیاب سیاست دان کی طرح فتح کیا۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ نے کئی مختلف کتب ورسائل قادیانیت کے خلاف لکھے۔ فقیر راقم الحروف نے ایک ملاقات میں مولانا لال حسین اخترؒ کے رسائل ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید اسلام کے ردقادیانیت پر رسائل ''تحفہ قادیانیت'' کے نام سے جمع کرنے کے کام کا تذکرہ کر کے درخواست کی کہ آپ اپنے رسائل کو بھی یکجا کر دیں۔ کرم کیا۔ فقیر کی تجویز سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ عمل کیا کہ ''چودہ میزائل'' کے نام سے چودہ رسائل کتابی شکل میں جمع ہو گئے۔

حضرت چنیوٹیؒ نے ابتداء میں معین مناظرہ کے طور پر مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے ساتھ قادیانیوں کے خلاف مناظرہ ڈاور اور علامہ خالد محمود دامت برکاتہم کے ساتھ معین مناظر کے طور پر افریقہ میں خدمات سرانجام دیں۔ خود بھی کامیاب مناظر تھے۔ اندرون و بیرون ملک کئی مناظروں میں قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس طرح اندرون و بیرون ملک ہزاروں علماء کو ردقادیانیت کے موضوع پر تیاری کرائی۔ پوری دنیا میں ردقادیانیت پر آپ کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کی للکار حق سے قادیانیت کے بت پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

فقیر راقم الحروف سے ان کا محبت وشفقت کا معاملہ تھا۔ بارہا جماعتی امور پر چشمک ہوئی' سٹیجوں پر ہوئی اور خوب ہوئی۔ لیکن اس کے بعد پہلی ملاقات میں دونوں طرف سے صورت حال کی وضاحت کے بعد دل صاف ہو جاتے۔ الحمدللہ! کبھی تنفر ومعاندانہ معاملہ نہیں ہوا۔ مجھے

خوب یاد ہے کہ آج سے لگ بھگ پندرہ سال قبل مرید کے کے قریب ایک ایکسیڈنٹ میں آپ زخمی ہوگئے۔ اس دن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرت امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت ختم نبوت کانفرنس روڈہ ضلع خوشاب میں جمعہ کے بعد فقیر کا عصر تک بیان ہوا۔ دعا کے بعد کی نماز عصر کا نیا وضو بنانے کے لئے فقیر کھڑا تھا۔ ایک دوست نے آ کر بتایا کہ مولانا چنیوٹیؒ حادثہ کا شکار ہوگئے۔ یہ سنتے ہی فقیر زمین پر بیٹھ گیا۔ حالت دگرگوں ہوگئی۔ اس نے تسلی دی کہ جان بچ گئی۔ وہ لاہور کے ہسپتال میں داخل ہیں۔ اس دن احساس ہوا کہ میرے دل میں حضرت مولانا مرحوم کی کتنی محبت ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ چند دن بعد ملاقات کے لئے لاہور ہسپتال گیا۔ میو ہسپتال کے جس کمرہ میں مولانا چنیوٹی علاج کے لئے داخل تھے باہر ''پیر طریقت مولانا چنیوٹی'' کا بورڈ لگا ہوا دیکھا۔ معلوم ہوا کہ ابھی شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے اور خلافت سے سرفراز فرما گئے۔ مریدوں نے آناً فاناً باہر دروازہ پر خوشخط پیر طریقت لکھوادیا۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ سے ملاقات ہوئی۔ بستر پر دراز تھے۔ دونوں باہوں سے گرفت میں لے کر سینہ سے لگایا اور بے ساختہ فرمایا کہ اتنے دنوں سے ملک بھر کے دوست آئے۔ میں آپ کی راہیں دیکھ رہا تھا۔ آپ میرے مشن کے ساتھی ہیں اور پھر بہت دیر تک سینے سے لگائے محبت وشفقت' تعریف وتوصیف سے حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ جسے نقل کرنے سے بھی مجھے شرم آتی ہے۔ ان کی یہ محبت دیکھ کر فقیر نے بتایا کہ آپ کے حادثہ کی خبر سن کر میں بھی دل گرفتہ ہوکر زمین سے لگ گیا تھا۔ اس پر مسکرائے اور فرمایا کہ:

آگ ہے برابر دنوں طرف لگی ہوئی

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ لیکن ذاتی طور پر میرے ساتھ جو بیتی ہے وہ یہ کہ:

الف...... مولانا صاف دل آدمی تھے۔ کینہ پرور نہ تھے۔

ب...... مسئلہ ختم نبوت کی خدمت پر دل وجان سے شیدائی تھے۔ قادیانیت کے استیصال کے کام کو عبادت سمجھتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے پورے دور میں آپ بیرون

ملک عرب ممالک میں کام کرتے رہے۔تحریک چلی۔کامیاب ہوئی۔اس کے بعد لوٹے اور اپنے مشن میں کامیاب لوٹے۔۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے رکن رکین تھے۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے احترام میں کسی سے کم نہ تھے۔ ابھی ''ردقادیانیت کے زریں اصول'' نامی ضخیم کتاب شائع کی تو اس کی دیگر اکابر کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ' حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے تقریظ لکھوائی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود اور حضرت مولانا زاہدالراشدی سے آپ کی محبت یارانہ سے بڑھ کر برادرانہ ہوگئی تھی۔حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کا وجود اس دور میں غنیمت تھا۔فقیر نے ''آئینہ قادیانیت'' نامی کتاب پر تقریظ کے لئے عرض کیا۔دوصفحات کی شاندار تقریظ لکھی۔اپنی تعریف دیکھ کر مارے شرم کے فقیر شائع کرنے کی جرات نہ کر پایا۔وہ محفوظ ہے۔تاریخ کا حصہ ہے۔فقیر نے احتساب قادیانیت کی چوتھی جلد میں حضرت مولانا بدرعالم میرٹھیؒ کے رسائل کو جمع کیا۔حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ چونکہ حضرت مولانا بدرعالم میرٹھیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ان رسائل کو دیکھا تو باغ باغ ہوگئے۔ ملاقات پر فرمایا کہ مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' حجاز مقدس میں علماء کے سامنے آپ کی اس خدمت کے میں نے قصیدے پڑھے ہیں۔بہت ہی قدرومنزلت سے اس کام کو دیکھا۔پھر ''شان ختم نبوت'' کے نام سے حضرت مولانا بدرعالم میرٹھیؒ کے اس کتاب سے ایک رسالہ کو خود شائع کرایا تو اس کے مقدمہ میں فقیر کے لئے اتنے خیر کے کلمات کہے۔پڑھنے سے میرا سر جھک گیا۔یہاں نقل کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔

ج...... حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے ساتھ ایک بار ایک جہاز میں لندن کے سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔فقیر کراچی سے اور مولانا چنیوٹی اسلام آباد سے آئے۔جدہ ائیرپورٹ پر اکٹھے ہوگئے۔فقیر کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ اس وقت بھی کتاب ہاتھ میں لئے مطالعہ میں مصروف رہے۔ضروری گفتگو کے بعد مصروف مطالعہ ہوجاتے۔کوئی جدید نکتہ آجاتا تو پھڑک اٹھتے۔اس دن ان کے کتاب سے رشتہ کے اہتمام کا اندازہ کرکے خوشی ہوئی کہ ابھی ایسے لوگ

موجود ہیں جو اس عمر میں بھی مطالعہ کے خوگر ہیں۔ حضرت چنیوٹیؒ اس سفر میں قادیانی گروہ کے بعض اعتراضات کے جواب پوچھتے رہے۔ ان کا مقصود میرا امتحان نہ تھا۔ بلکہ کوئی جدید بات سنتے تو سر دھنتے اور اگر جواب میں کوئی جھول دیکھتے تو تصحیح فرما کر مجھے حوصلہ دیتے۔

د...... عمر بھر کام' کام اور صرف کام کرتے رہے۔ محنت وکوشش یعنی جہد مسلسل سے ان کی زندگی عبارت تھی۔ جس کام کو شروع کرتے اسے نتیجہ پر پہنچا کر دم لیتے تھے۔

ھ...... گفتگو بڑی مربوط کرتے تھے۔ کوئی چیز بیان کرتے۔ اس کی تمام تر جزئیات گفتگو میں سمیٹ دیتے تھے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے اخبار میں پڑھا کہ بیمار ہیں۔ ملاقات کے لئے پر تولے۔ اتنے میں ان کے ادارہ کے استاذ مولانا مشتاق احمد چنیوٹی ملتان آئے۔ تفصیلات معلوم ہوئیں تو تسلی ہوئی۔ لاہور جانا ہوا۔ حضرت مولانا محبّ النبی صاحب کے جامعہ میں ختم نبوت کانفرنس میں بیان ختم کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ کسی دوست نے رقعہ تھما دیا کہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ شریف کمپلیکس رائے ونڈ میں زیر علاج ہیں۔ دعا کر دیں۔ دعا ہوئی۔ اگلے دن صبح کی نماز کے بعد اپنے شیخ ومرشد حضرت اقدس مولانا سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کی زیارت وشرف حصول دعا کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے جواں سال فاضل مبلغ وعالم دین مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کے ہمراہ رائے ونڈ مولانا چنیوٹی کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ ہمیشہ کی طرح آپ کے چھوٹے صاحبزادہ مولانا بدر عالم چنیوٹی خدمت پر مامور تھے۔ کمرہ میں حاضری ہوئی۔ مولانا چنیوٹی نیم خوابیدہ تھے۔ بدر عالم نے میرے روکنے کے باوجود نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ مولانا چنیوٹی کو جگا دیا۔ نام سن کر مولانا اٹھ بیٹھے۔ گلے سے لگایا۔ بیماری کی تفصیلات بلکہ جزئیات تک کو ترتیب سے سنایا۔ فرمایا کہ مولانا محمد الیاس چنیوٹی (مولانا چنیوٹی کے بڑے صاحبزادے) حجاز مقدس گئے۔ رابطہ کے حضرات سے ملے۔ ان کی بیماری کی تفصیلات بتائیں۔ انہوں نے کاغذات تیار کر کے سعودیہ کے وزیر صحت کو بھجوائیں۔ لیکن مولانا محمد الیاس چنیوٹی ان تک پہنچ نہ پائے۔ وہ میاں محمد شریف ومیاں محمد نواز شریف صاحب سے جدہ میں

ملے۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی بیماری کی بابت بتایا۔ انہوں نے رائے ونڈ اپنے ہسپتال میں علاج کے لئے ہدایات جاری کیں۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ یہاں علاج کے لئے تشریف لائے۔ پھر علاج کی تفصیلات بیان کیں۔ حسب عادت فقیر ان سے دلگی کی باتیں کرتا رہا۔ مسکراتے رہے۔ مولانا بدر عالم نے بتایا کہ اتنے دنوں کے بعد مولانا آج صرف آپ کی باتیں سن کر مسکرائے ہیں۔ پھر قادیانی اوقاف' شناختی کارڈ پر مشاورت جاری رہی۔ اس دوران احتساب قادیانیت کی تیرھویں جلد کے شائع ہونے کی خوشخبری فقیر نے سنائی۔ سنتے ہی آناً فاناً دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو گرفت میں لیا اور پیشانی پر زناٹے دار بوسہ دیا۔ آنسو بھرلائے اور فرمایا کہ آپ نے اکابر امت کے کام کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔ ان کی شفقتوں سے مالا مال ہوا۔ اجازت مانگی۔ اسی دن اسلام آباد کانفرنس میں شریک ہونا تھا۔ دوسری ملاقات کا طے ہوا کہ واپسی پر رپورٹ پیش کروں گا۔ اجازت ملی۔ طبیعت مطمئن تھی کہ الحمدللہ! علاج سے افاقہ ہے۔ وزن بڑھ رہا ہے۔ بھوک لگ رہی ہے۔ شوگر کنٹرول میں ہے۔ اللہ کا شکر کر کے باہر آئے۔ چند دن بعد چناب نگر مدرسہ ختم نبوت کی تعمیر کے لئے حاضر ہوا۔

۲۷ جون ۲۰۰۴ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ پونے بارہ بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔ ریسور اٹھایا۔ اطلاع ملی کہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! دل کو یقین نہ آیا۔ خبر صحیح ماننے کے لئے طبیعت آمادہ نہ تھی۔ ادھر ادھر فون کئے۔ بالآخر مولانا عبدالوارث چنیوٹی مدظلہ اور مولانا مرحوم کے گھر سے تصدیق ہو گئی۔ سوائے صبر کے اب چارہ نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ گیارہ بج کر دس منٹ پر ان کا وصال ہوا۔ پہلا جنازہ لاہور اور دوسرا چنیوٹ ہوگا۔ اور یہ کہ مولانا نے وصیت کی تھی کہ لاہور کا جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب پڑھائیں اور چنیوٹ کا جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ پڑھائیں۔ دفتر مرکزیہ فون کر کے حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ کو خبر دی۔ آپ نے

لاہور، سرگودھا، اسلام آباد میں فون کرنے کی ڈیوٹی لگائی۔ لاہور میں حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور قاری حفیظ اللہ اور دوسرے دوست بھاگم بھاگ جامعہ اشرفیہ پہنچے۔ تجہیز و تکفین میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ خانقاہ سراجیہ میں حضرت کی تکلیف کے باعث ڈاکٹروں نے سفر کی اجازت نہ دی۔ البتہ حضرت نے اپنے صاحبزادگان اور خانقاہ کے دوسرے احباب کا بھرپور وفد جنازہ میں شرکت کے لئے روانہ فرمایا۔ ۲۷ جون کو ہی شام پانچ بجے جامعہ اشرفیہ کے جم غفیر نے حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ کی امامت میں نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ ۲۸ جون کو تقریباً نو بجے صبح اسلامیہ کالج کے پارک میں چنیوٹ کی تاریخ کا مثالی جنازہ ہوا۔ ملک کے طول و عرض سے اسلامیان پاکستان سے جن میں اکثریت علماء اور طلباء کی تھی جنازہ میں شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کی قیادت میں حضرت صاحبزادہ طارق محمود، مولانا غلام مصطفیٰ اور مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے اساتذہ اور طالبعلموں اور نمازیوں نے مجلس کی نمائندگی کی۔ ملک بھر کے علماء سے مل کر آنسو بہاتے اور تعزیتیں وصول کرتے رہے۔ رہے نام اللہ کا۔ عاش سعیداً و مات سعیداً!

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ سے یادوں کی مختصر رام کہانی برجستہ لکھ دی ہے۔ حضرت چنیوٹیؒ آپ چلے گئے۔ ہم آج نہیں تو کل آ رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ جو وقت بیتا۔ وہ لوگوں کو سنا دیا۔ آپ کے بعد جو بیتے گی وہ آ کر عالم ارواح میں آپ کو سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ابدی راحتیں نصیب کرے۔ آپ کی محنتوں کو اپنی رحمتوں کے صدقہ میں قبول فرمائے۔ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں ہمیں بھی اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ ٹوٹی پھوٹی جو بھی بس میں ہے ختم نبوت کی خدمت اس سے محروم نہ فرمائے اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمین! بحرمتہ النبی الکریم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله واصحابه واتباعه اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین!

(لولاک جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ)

۷۹...... شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ

وفات...... ۳ جولائی ۲۰۰۴ء

پاکستان کے ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے حضرت مولانا نذیر احمدؒ ۱۴ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۳ جولائی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ ۱۹۳۱ء روشن والا ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ ارائیں فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ ذہین و روشن دماغ تھے۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالمجید انور، مولانا نذیر احمد اور ان جیسے دیگر طلباء ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ خیر المدارس کی تاریخ میں اس جماعت کو ذہین اور ہوشیار شمار کیا گیا۔ چنانچہ جامعہ خیر المدارس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے اس کلاس کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے کے لئے فقط ایک سال کے لئے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ کو ساہیوال سے ملتان بلوایا۔ دورہ حدیث میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمدؒ حضرت محمد شریف کاشمیریؒ ایسے شیوخ حدیث شامل تھے۔

فراغت کے بعد آپ کو آپ کے استاذ مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے قاری لطف اللہ شہیدؒ کے قائم کردہ مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ کی تدریس کا وہاں سے آغاز ہوا۔ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم ثانی حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ آپ کو جامعہ خیر المدارس میں تدریس کے لئے بلا لائے۔ بڑے کامیاب محنتی، نامور اساتذہ میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ طلباء آپ پر جان چھڑکتے تھے اور تعلیم کے لئے کشاں کشاں آپ کے ہاں آنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ اپنے قائم کردہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں استاذ حدیث کے طور پر مولانا نذیر احمدؒ کو لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی تعلیم کا شہرہ پورے پاکستان کے مدارس تک پھیل گیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں مولانا نذیر احمد صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ کی فیصل آباد میں بنیاد رکھی۔ رکھ رکھاؤ، گفتگو، میل ملاقات، دل موہ لینے والے تعلقات رکھنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جامعہ امدادیہ کرایہ کی بلڈنگ سے اپنے خرید کردہ پلاٹ میں منتقل ہوا۔ پورے شہر فیصل آباد میں امدادیہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ کچی عمارت سے پکی عمارتوں، متصل کے پلاٹوں کی خریداری و تعمیرات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ

میں کوہ قامت بلڈنگوں نے دوست‘ دشمن سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ہزار ہا طلباء تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پورے پنجاب کے معیاری مدارس میں جامعہ امدادیہ نے ظاہری و باطنی تعلیمی وتنظیمی ترقی کا اعلیٰ نمونہ ومثال قائم کردی۔ ہزاروں طلباء نے آپ سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ دیوبند کے تھانوی حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی کھیپ نے ملک کے طول وعرض میں مدارس کا جال بچھادیا۔ تعلیمی وتربیتی اہتمام کے باعث ملک بھر کے علماء‘ مشائخ‘ خطباء واساتذہ کے صاحبزادگان کے لئے امدادیہ کا انتخاب سنہری انتخاب شمار ہونے لگا۔ مولانا نذیر احمد صاحبؒ نے ہمارے تھانوی خانوادہ کی قائم کردہ روحانی اصلاحی انجمن صیانتہ المسلمین میں خاص مقام حاصل کیا۔ اس کے نائب صدر منتخب ہوگئے۔ وفاق المدارس کی عاملہ کے رکن تھے۔ قدرت کے کرم سے آپ کی خوبیوں کو وہ رنگ لگا کہ ان کی عزت وشہرت آسمان سے باتیں کرنے لگی۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر مسلم کالونی سالانہ ردقادیانیت کورس کی اختتامی تقریب کا بیان طے شدہ امر تھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ضرور شریک ہوتے۔ جامعہ امدادیہ کے دروازے مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے واکردیئے تھے۔ ان کے بزرگانہ محبت بھرے خطوط جو مشوروں اور ناصحانہ امور پر مشتمل ہیں مجلس کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ آپ کی ذہانت‘ معاملہ فہمی‘ مزاج شناسی‘ ہر دلعزیزی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جس سے ایک بار ملاقات ہوگئی وہ زندگی بھر آپ کے گن گانے لگ جاتا تھا۔ لوگوں کی شادی‘ غمی‘ تیمارداری میں برابر شریک رہتے۔ گویا ایک کامیاب زندگی گزارنے کا حق تعالیٰ نے آپ کو سلیقہ نصیب کیا تھا۔ آپ جتنی ترقی کرتے گئے حاسدین معاندین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ہر جگہ لگائی بجھائی اکھاڑ پچھاڑ سے عمر بھر واسطہ رہا۔ لیکن وہ سانحات سے نبرد آزما ہوکر کامیاب جرنیل کی طرح فاتح ہوکر نکھر آتے تھے۔ دیکھتی آنکھوں کے سامنے آپ نے ترقی کی وہ منازل طے کیں جنہیں صرف فضل ربی ہی جاسکتا ہے۔ پہلے جواں سال صاحبزادہ کی شہادت نے ان کی صحت پر کاری ضرب لگائی۔ پھر جامعہ امدادیہ کے معاملات کے بوجھ نے ان کی کمر خمیدہ کی۔

دل کی بیماری اور بوڑھاپے نے اتحاد کرلیا تو آپ کی صحت نے شکست مان لی۔ بستر پر محو آرام ہوگئے۔ علاج معالجہ جاری رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ تاآنکہ وقت موعود آگیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین!

(لولاک جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ)

۸۰......حضرت مولانا عبدالعزیزؒ ساکن جتوئی

وفات......۱۷ستمبر۲۰۰۴ء

۱۷ستمبر۲۰۰۴ء بروز جمعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے مبلغ حضرت مولانا عبدالعزیز انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ جام برادری سے تعلق رکھتے تھے۔یہ خاندان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی وامیر اول امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے شرف بیعت رکھتا ہے۔پاکستان بننے سے قبل یہ تمام حضرات مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔جتوئی سے جھگی والا روڈ پر بستی ٹھار خان کے رہائشی تھے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث شریف کیا۔مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے شاگرد رشید تھے۔فراغت کے بعد ملتان کے گجر کھڈہ کی مسجد تقویٰ میں امامت وخطابت اور ایک پرائیویٹ سکول میں عربی کے معلم رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ حضرت مولانا عبدالروف صاحبؒ کے چچازاد بھائی تھے۔حضرت مولانا عبدالروف صاحبؒ کی وفات کے بعد خاندان کے بزرگوں کی خواہش پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہوگئے۔ملتان دفتر مرکزیہ میں سہ ماہی تربیتی کورس میں شرکت کی۔اس زمانہ میں حضرت مولانا زرین احمد خان مرحوم کے وصال کے باعث خانیوال' کچا کھوہ' وہاڑی میں مبلغ کی سیٹ خالی تھی۔عرصہ تک وہاں خدمات سرانجام دیں۔ بعد میں کئی سال بہاول نگر میں مجلس کے مبلغ رہے۔حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ کے کوئٹہ سے کراچی تبادلہ کے باعث آپ کو بلوچستان کا مبلغ بنایا گیا۔تادم آخریں آپ نے وہاں خدمات سرانجام دیں۔حضرت مولانا عبدالعزیزؒ معاملہ فہم' زیرک اور ذکی انسان تھے۔ ہر دلعزیز تھے۔مشکل سے مشکل مرحلہ پر بڑی خوش اسلوبی سے معاملات کو سلجھادیا کرتے تھے۔خوش لباس' خوش خوراک اور خوش مزاج انسان تھے۔ بڑے ہی دوست پرور تھے۔آپ نے پورے بلوچستان میں تبلیغ اسلام کے لئے بڑی جانفشانی سے خدمات تحفظ ختم نبوت انجام دیں۔

چناب نگر' ملتان' کوئٹہ' ختم نبوت کانفرنسوں' میٹنگوں میں شعبہ مہمانداری کے انچارج ہوتے تھے۔ ہزار ہا مہمان کیوں نہ ہوں آپ بڑی تندہی سے ہر ایک مہمان کی مہمانداری کو احسن

انداز میں انجام دیتے تھے۔ کیا مجال ہے کہ کسی مہمان کی مہمان داری میں ذرہ فرق ہونے دیں۔

۹‘۱۰ ستمبر ۲۰۰۴ء کو چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی دعوت وتیاری کے لئے ہفتہ بھر پہلے تشریف لائے۔ کانفرنس پر خصوصی مہمانوں کی ہمیشہ کی طرح مثالی خدمات میں مصروف رہے۔ کانفرنس کے اگلے دو روز میٹنگ میں شریک رہے۔ ملتان تشریف لائے۔ ۱۳‘۱۴ ستمبر دفتر مرکزیہ میں آپ کا قیام رہا۔ ۱۵ ستمبر کو کوئٹہ تشریف لے گئے۔ تمام جماعتی رفقاء سے ملاقاتیں کی۔ ان کو ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی مثالی کامیابی کی تفصیلی رپورٹ بتائی۔ ۱۷ ستمبر جمعہ کو حضرت مولانا قاری انوارالحق حقانی خطیب مرکزی جامع مسجد کے حکم پر ان کی عدم موجودگی میں جامع مسجد میں خطاب کیا۔ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ پڑھائی۔ جمعہ کے بعد دو عیسائیوں کو قبول اسلام کرایا۔ کلمہ شریف پڑھتے پڑھاتے‘ محراب میں بیٹھے ہوئے دل کا اٹیک ہوا۔ دوستوں نے سنبھالا۔ ان کے ہاتھوں میں ہی وصال فرماگئے۔ دوستوں نے بھاگم بھاگ گاڑی میں ڈالا۔ ہسپتال لے گئے۔ جہاں ڈاکٹروں نے ان کے وصال کی تصدیق کردی۔ آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے دفتر لے گئے۔ آپ کے وصال کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی۔ آپ کی تجہیز وتکفین کا رفقاء نے دفتر میں اہتمام کیا۔ جامع مسجد سنہری کوئٹہ میں بعد نماز عصر عالمی مجلس تحفظ بلوچستان کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد کی امامت میں پورے شہر نے آپ کا جنازہ پڑھا۔ مغرب کے بعد ان کے جنازہ کو لے کر حضرت مولانا عبدالواحد‘ جناب حاجی خلیل‘ جناب حاجی کالے خان‘ جناب فیروز احمد تاج نے سفر کا آغاز کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی سربراہی میں جماعتی رفقاء نے علی پور سے اس تعزیتی جلوس میں معیت حاصل کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائم کردہ مدرسہ دارالہدیٰ چوک پرمٹ میں تھوڑی دیر رکنے کے بعد آپ کو آبائی گاؤں لایا گیا۔ علاقہ بھر کی دینی قیادت پہلے سے موجود تھی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی امامت میں جنازہ ہوا اور ہزاروں بندگان خدا کی موجودگی میں آپ کو رحمت حق کے سپرد کردیا گیا۔ آپ نے تقریباً ساٹھ سال عمر پائی۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ کروٹ کروٹ ان کو جنت نصیب ہو اور پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے اللہ تعالیٰ سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ)

۸۱......حضرت مولانا مختار احمد مظاہریؒ

وفات......۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء

پاکستان کے جید عالم دین بزرگ رہنما حضرت مولانا مختار احمد مظاہریؒ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء کو وفات پا گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا مختار احمد مظاہریؒ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل تھے۔ برکتہ العصر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ جامعہ رشیدیہ ساہی وال و جامعہ حنفیہ بورے والا میں آپ نے نصف صدی تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ دینی علوم پر آپ کو بھرپور دسترس حاصل تھی۔ ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔اس وقت پاکستان کے جید شیوخ حدیث میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔وضع قطع، رہن سہن، میل وملاقات میں سادگی کا مرقع تھے۔آپ یادگار اسلاف تھے۔ ہزاروں نامور علماء کے استاد تھے۔ جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔اسی سال سے زائد عمر پائی۔آپ کی وفات علم وعمل کی وفات ہے۔آپ سے ہزاروں یادیں وابستہ تھیں۔ان کی وفات نے تاریخ کا ایک سنہری باب بند کر دیا۔آپ اس دھرتی پر انعام الٰہی تھے۔ ان کی وفات نے پاکستان کے علماء کے لئے ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جس کا پرنا مشکل نظر آتا ہے۔ ان کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔ایسے بے نفس و بے ریا عالم دین کی وفات اسلامیان پاکستان کے لئے مقام تعزیت ہے۔حق تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔آمین!

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے اکابر حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی جالندھریؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا مختار احمد مظاہریؒ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب جالندھری اپنے ادارہ جامعہ حنفیہ بورے والا میں لائے تھے۔ جہاں آپ نے جامعہ حنفیہ کی سرپرستی فرمائی اور اس کی ترقی کے لئے اپنی بوڑھی جان کو کھپا دیا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم کی جناب قاری محمد طیب صاحب نے بھی خوب قدر شناسی کی اور ہر قسم کی راحت پہنچائی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کو آخرت ابدی نعمتوں اور راحتوں سے مالا مال فرمائیں۔آمین!

(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ)

۸۲......حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

شہادت......۱۹ اکتوبر ۲۰۰۴ء

ہمارے مرشد و مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے کسی ولی اللہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ: ''کسی سالک نے اللہ والے سے درخواست کی کہ کوئی ایسا عمل بتا دیں جس سے اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب ہو جائے۔'' تو انہوں نے سالک سے فرمایا کہ: ''کسی اللہ والے کے دل میں بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے وصال نصیب ہو جائے گا۔'' اسی طرح سنا ہے کہ ایک چیونٹی بیت اللہ جانا چاہتی تھی۔ کبوتر کے پروں میں چھپ گئی۔ کبوتر نے حرم شریف کے لئے اڑان بھری تو یہ بھی بیت اللہ شریف میں پہنچ گئی۔

ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ ایسے ہی خوش نصیب تھے کہ انہوں نے پیدائش سے شہادت تک ہمیشہ اہل اللہ کے قلوب کو اپنا گھر بنائے رکھا۔ آپ کی پیدائش کراچی میں ہوئی۔ والد محترم الحاج حضرت حاجی عبدالسمیعؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے بیعت تھے۔ کراچی میں قیام پذیر ہونے کے باعث شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ سے ان کے دینی تعلقات تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ اپنے ہونہار بیٹے محمد جمیل خان کو ہمیشہ ان اکابر کی مجلسوں میں لے جاتے۔ اپنے آبائی علاقہ پشاور جانا ہوتا تو بیٹا جمیل خان ان کے ساتھ ہوتا۔ سخا کوٹ پشاور حضرت مولانا عزیر گلؒ پشاور میں مولانا فقیر محمد پشاوریؒ کے ہاں ان کا جانا ہوتا تو بیٹا جمیل خان اپنے والد کی انگلی تھامے ساتھ ہوتا تھا۔ ذرا غور فرمایئے کہ مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحبؒ کو بچپن سے کیسا نورانی ماحول' پاکیزہ مجلسیں اور کیسے کبائر مشائخ عظام' علمائے کرام اور اولیائے حق کی صحبتیں نصیب ہوئیں؟۔ کسی دوست نے ایک مرتبہ مولانا جمیل خانؒ سے پوچھا کہ آپ کی اس عزت و مقام' شہرت و رفعت' اس کا باعث کیا ہے؟۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فی البدیہہ فرمایا کہ میں کیا اور میرا مقام کیا؟۔ اگر کچھ ہے تو کسی اللہ والے کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔ میرے والد صاحبؒ بچپن میں مجھے بزرگوں کے پاس لے جاتے تھے اور میرے لئے دعاؤں کی ان سے بھیک مانگتے تھے۔ تھوڑا بڑا ہوا تو ساتھ لے جاتے۔

تو ان اکابر کی جوتیاں سیدھی کرنے اوران کے پاؤں دبانے کی خدمت پر لگادیتے تھے۔ کسی بزرگ کی دعا کام کرگئی۔ جس کے باعث اللہ نے محمد جمیل کو مولانا مفتی محمد جمیل خان بنادیا اور دین کی خدمت پر ایسے لگے کہ شہادت نے آ کر ان سے یہ عمل چھڑادیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ نے تین بار رمضان المبارک کی تراویح میں حضرت مولانا عزیز گلؒ کو قرآن مجید سنایا۔ ذرا مفتی صاحبؒ کی محبوبیت اور عنداللہ مقبولیت کو ملاحظہ کریں کہ ایک بار حرم کعبہ میں شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ستر ہزار بار کلمہ طیبہ کا نصاب کسی بات پر خوش ہوکر مفتی محمد جمیل خانؒ کو ہدیہ کیا۔ محدث کبیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کا حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ کے نام ایک مکتوب فقیر راقم کے پاس ہے۔ جس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے آپ کو لکھا کہ: ''آپ مجھے اپنی حقیقی اولاد سے زیادہ عزیز ہیں۔'' ظاہر ہے کہ یہ مبالغہ پر محمول نہیں۔ بلکہ حضرت شیخ الحدیث کے دل کی آواز تھی۔ جس کا آپ نے اپنے گرامی نامہ میں اظہار فرمایا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، مفتی وقت حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، ولی کامل حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر، یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد نافع، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہم اللہ تعالیٰ شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ، مخدوم الصلحاء حضرت سید نفیس شاہ الحسینی مدظلہ، مخدوم العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر جیسے اکابر کی خدمات کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حقیقی اولاد سے بڑھ کر حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ نے ان کی خدمت کی۔ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کو آپ نے کندھوں پر اٹھا کر بیت اللہ کے طواف کرائے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کو آپ نے وہیل چیئر پر طواف وسعی کرائی۔ حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ کی زندگی کا خدمت اکابر کا یہ وہ پہلو ہے کہ جس نے آپ کو ''محبوب المشائخ'' بنادیا تھا۔ مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کی مصروفیات دینی کاموں میں مشغولیت، ترویج و اشاعت قرآن، خدمت نفاذ اسلام، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ کا یہ عالم تھا کہ دن رات انہوں نے ان کاموں کے لئے ایک کئے ہوئے تھے۔ صبح سفر، شام سفر کا وہ مظہر تھے۔ شاید بڑے سے بڑے واعظ وخطیب اور بڑے سے بڑے وزیر وامیر نے اتنے سفر نہ کئے

ہوں جتنے آپ کے اسفار ہوتے تھے۔ اتنا انتھک انسان کم از کم اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں بندہ نے نہیں دیکھا۔ ان مصروفیات کا سن کر دماغ کھول اٹھتا ہے۔ یا اللہ! یہ کسی انسان کا کام نہ تھا۔ محض توفیق ایزدی سے انہوں نے دن رات صبح وشام دن کے چوبیس گھنٹے۔ ہفتہ کے سات دن۔ مہینہ کے تیس دن اور سال کے تین سو ساٹھ دن مصروفیات میں گزارے۔

حضرت مفتی صاحبؒ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ ایک ناقابل تسخیر انسان تھے۔ صحیح معنوں میں وہ مرد آہن تھے۔ قدرت نے تھوڑے وقت میں ان سے بہت زیادہ کام لینا تھا۔ اس لئے ان کی زندگی میں آرام نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ بیمار ہوئے تو یکسر دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر تمام مصروفیات کو معطل کر کے مفتی محمد جمیل خانؒ نے حضرت لدھیانویؒ کے قدموں میں بستر لگادیا۔ گھر' ہسپتال' مسجد میں وہ سایہ کی طرح ان کے ساتھ ہوگئے۔ تا آنکہ حضرت لدھیانوی صحت یاب نہیں ہوئے۔ انہوں نے کسی دوسرے کام کی طرف نظر نہیں کی۔ کل کی بات ہے کہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ کی شہادت کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر علیل ہوگئے تو مفتی محمد جمیل خانؒ نے ان کے ہمراہ ہسپتال میں بستر لگالیا۔ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید کے زخمی صاحبزادہ اور ان کے زخمی ڈرائیور کی عیادت حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں دن رات ان کے ساتھ رہے۔ تا آنکہ یہ تینوں حضرات صحت یاب ہوکر گھر نہیں آگئے اور اپنے معمول کے کام شروع نہیں کئے۔ حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ نے اپنے دیگر کاموں کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ان کی ان عظیم خدمات اور موقر مساعی ومحمود اوصاف کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں محبوب المشائخ بنادیا تھا۔

افغانستان کی اسلامی حکومت' خدمت خلق' ترویج واشاعت اسلام' قرآنی تعلیم کی ملک گیر تحریک اقراء روضۃ الاطفال۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے خدمات۔ صحافتی میدان عمل۔ علمائے کرام کے باہمی ربط۔ مساجد ومدارس کی خدمت۔ غریبوں کی خدمت۔ مریضوں کی دیکھ بھال اور دیگر بے شماران کی زندگی کے شعبہ ہائے عمل ان میں سے ہر ایک مستقل مقالہ کا متقاضی ہے۔

خدمات ختم نبوت: سردست میں صرف عقیدۂ ختم نبوت کے لئے ان کی خدمات کا سرسری لیتا ہوں۔ آپ نے زمانہ طالب علمی میں ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیت طلباء

اسلام کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے وصال کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی خدمات مجلس کی تاریخ کا وہ سنہری باب ہے جس کا ہر لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ لیکن ان تمام خدمات میں برابر حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ نظر آتے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت سے ان کی لازوال محبت و وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جمعیت علمائے اسلام کل پاکستان کے آپ ناظم اطلاعات کے عہدہ پر فائز تھے۔ پوری جمعیت کی قیادت کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ ان کی آرزوؤں کا آپ مرکز تھے۔ جمعیت علمائے اسلام کی تنظیم میں آپ کو ماتھے کے جھومر کی حیثیت حاصل تھی۔ ایک بار آپ کو جماعتی دستور کی رو سے کہا گیا کہ جمعیت کے دستور کی رو سے جمعیت کا عہدیدار کسی دوسری تنظیم کا عہدیدار نہیں ہوسکتا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام کی نظامت اطلاعات یا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کی رکنیت کسی ایک کا انتخاب کریں؟۔ ایک لمحہ سوچے بغیر انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کی رکنیت کا انتخاب کیا۔ چنانچہ جمعیت علمائے اسلام نے مولانا حافظ ریاض احمد خان درانی کو ناظم اطلاعات بنادیا۔ یہ ایک اور بات ہے کہ یہ صرف جماعتی دستور کا تقاضا آپ نے پورا کیا۔ اس کے باوجود صبح و شام خون جگر سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہی ساتھ جمعیت علمائے اسلام کے لئے جو کام کیا اسے کوئی دیانتدار قلم نظر انداز نہیں کرسکتا۔

اقراء روضۃ الاطفال کے نائب مدیر مولانا مفتی محمد خالد محمود صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم نے مفتی محمد جمیل خانؒ سے عرض کیا کہ آپ کے دن رات کے اسفار اور دیگر مصروفیات کے باعث اقراء کا کام متاثر ہورہا ہے؟۔ تو مفتی محمد جمیل خانؒ نے فرمایا کہ سفر حج اور رمضان المبارک میں حرمین شریفین کے سفر تو میں ترک نہیں کرسکتا۔ باقی جس طرح آپ فرمائیں گے میں حاضر ہوں۔ لیکن ایک بار انگلینڈ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی فوری ضرورت کے باعث آپ نے رمضان المبارک کا سفر حرمین مختصر کردیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو سفر انگلینڈ کے لئے آمادہ کرنے والے آپ تھے۔ مفتی محمد جمیل خانؒ کی مساعی جمیلہ سے حضرت اقدس سید نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم نے اپنی علالت و بڑھاپے کے باوجود برطانیہ کے سفر کئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کی مساعی

کی روشن تاریخ کسی داستان آرائی کی محتاج نہیں۔ برمنگھم و چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں کی کامیابیوں میں آپ کا معتد بہ حصہ تھا۔ کوئی شوریٰ کا اجلاس ایسا نہیں جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو۔ جب عاملہ یا دیگر اجلاس کے لئے کوئی تاریخ مقرر کرتے تو حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ ملک کے جس کونہ میں ہوتے اجلاس کے لئے پہنچ جاتے۔ کل کی بات ہے چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس کے ایک ہفتہ بعد سالانہ ردِ قادیانیت و عیسائیت کورس کا آغاز ہونا تھا۔ پشاور' ڈیرہ اسماعیل خان سے خانقاہ سراجیہ پہنچے۔ فون پر استدعا کی کہ کل صبح کورس کا آغاز ہے۔ آپ بسم اللہ کرا دیں۔ انہوں نے اسی وقت سفر کیا۔ رات سرگودھا حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کے ہاں قیام کیا۔ صبح اٹھ بجے سے قبل چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں آ دھمکے۔ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری' حضرت مولانا شبیر احمد' حضرت مولانا مفتی خالد محمود' حضرت طوفانی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ سب سے پہلا بیان کیا۔ پھر دعا کرائی۔ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری کا بھی بیان ہوا۔

شہادت سے تین دن قبل منگل کو فون کیا کہ حضرت! کہاں ہیں؟۔ فرمایا کہ گلگت' مانسہرہ' پنڈی' پشاور کے سفر مکمل کر کے ڈیرہ اسماعیل خان جا رہا ہوں۔ شام خانقاہ سراجیہ حاضر ہونا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت! کورس کے شرکاء کو شہید اسلام حضرت لدھیانویؒ کی نیابت میں ایک پیریڈ پڑھا دیں۔ فرمایا کہ کل صبح حاضر ہوں گا۔ رات دس بجے فون کیا تو معلوم ہوا کہ ہنگامی ضرورت سے پنڈی چلے گئے ہیں۔ مایوسی ہوگئی کہ اب صبح شاید نہ آ سکیں۔ ڈرتے ڈرتے فون کیا کہ حضرت! آپ پنڈی جا رہے ہیں۔ صبح چناب نگر کورس کے شرکاء میں آپ کے لیکچر کا اعلان کر دیا ہے۔ کیا ہوگا؟۔ فرمایا کہ حاضر ہوں گا۔ عرض کیا کہ حضرت! آپ تو پنڈی میں ہیں۔ فرمایا کہ آپ کو اس سے کیا غرض؟۔ کہیں بھی ہوں۔ کل آپ سے وعدہ کے مطابق حاضری ہوگی۔ چنانچہ دس بجے تشریف لائے۔ ناشتہ کیا۔ پڑھانے بیٹھ گئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ لیکچر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان اور بے پایاں احسان کا کرنا ایسا ہوا کہ بدھ کے روز شہادت سے دو دن قبل آپ کی زندگی کا آخری خطاب چناب نگر میں ختم نبوت کے عنوان پر ہوا۔ بارہ بجے فارغ ہوئے تو گاڑی پر بیٹھے اور جامعہ محمدی حضرت مولانا محمد نافع صاحب کی خدمت میں جا دھمکے۔ حضرت مولانا سید حماد اللہ شاہ' جناب رانا محمد طفیل جاوید اور فقیر ہمراہ تھے۔ ان سے دعائیں لیں'

ہمیں چنیوٹ اتارا' خود شاہ صاحب کے ہمراہ گکھڑ کے لئے عازم سفر ہو گئے۔ اسی سفر میں فرمایا کہ ایجنسیوں نے مجھے شہید ثالث کا خطاب دیا ہے۔ کسی وقت کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر مجال ہے کہ حالات کی تمام تر نزاکتوں کے جاننے کے باجود آپ کی طبیعت پر کوئی ملال یا توجہ ہو۔ ایک بہادر جرنیل کی طرح جو کچھ ہونا ہے اس کا سامنا کرنے کے لئے سینہ سپر تھے۔

اگلے دن جمعرات شام کو ایئرپورٹ لاہور پر حضرت مولانا سید ارشد مدنی دہلی سے اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن اسلام آباد سے تشریف لانے والے تھے۔ ان کے استقبال کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ یہ آپ سے زندگی کی آخری ملاقات تھی۔ جمعہ کو آپ نے فون پر پوچھا کہاں ہو؟۔ میں نے عرض کیا قصور ختم نبوت کانفرنس ہے۔ فرمایا کہ اونچی کھرولیاں کے نام کی بحالی کے لئے درخواست مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کو فرمائیں کہ تیار کر کے فلاں صاحب کو دے دیں میں نے بات کر لی ہے۔ یہ آخری فون تھا۔ ہفتہ شام کو عشاء سے قبل اطلاع ملی کہ ہمارے محبوب قائدین حضرت مفتی محمد جمیل خان اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی صاحب شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !اللہ اکبر کبیرا۔ عاشوا سعیداً و ماتوا سعیداً !اللہ تعالیٰ دونوں کی قبروں پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔

وہ کیا گئے ہم مسکینوں کی دنیا سونی کر گئے' زندگی بے مزہ ہو گئی: ''فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمة '' کے تحت سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ بے رونق وڈھیٹ بن کر بقیہ زندگی ان کے بغیر بسر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کے منصب سے سرفراز کیا۔ ہماری بقیہ زندگی کو بھی اللہ تعالیٰ بارونق فرما دیں تو اس کی شان سے کیا بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی عقیدۂ ختم نبوت کی خدمت کے لئے گزارنے کی توفیق دیں۔ خاتمہ بالایمان ہو جائے۔ کل قبر و قیامت میں اپنے اکابر ومجاہدین ختم نبوت کا ساتھ نصیب ہو جائے۔

اے قادر کریم! تو ایسے ہی فرما۔ مجھے بھی اسی طرح سرخرو فرمانا جس طرح ان کو سرخرو فرمایا ہے۔ تیرے خزانہ میں کیا کمی ہے؟۔ اے پروردگار! تیری تقدیر پر راضی ہیں جو ہوا تیری مرضی سے ہوا اور جو ہو گا تیری مرضی سے ہو گا۔ ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرما۔ آمین! ثم آمین!

(لولاک شوال المکرم ۱۴۲۵ھ)

۸۳......حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ

شہادت......۱۹ اکتوبر ۲۰۰۴ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فاضل، اجل، مبلغ حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو شہید کردیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ بلوچوں کے قیصرانی قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔ تونسہ شریف معروف جہاں شہر ہے۔ اس کے مضافات میں ڈیرہ اسماعیل روڈ پر معروف قدیمی قصبہ ٹبی قیصرانی ہے۔ ٹبی سے مغربی جانب پہاڑوں کے دامن اور ریت کے ٹیلوں کے وسط میں بستی مالھ ہے۔ مولانا تونسویؒ اس بستی کے رہائشی تھے۔ ۱۹۵۷ء میں آپ نے اس بستی کے ایک بزرگ جناب اللہ بخش تونسویؒ کے گھر آنکھیں کھولیں۔ ذرا سیانے ہوئے تو ٹبی کے مدرسہ معراج العلوم اور ریتڑہ کی جامع مسجد اور پھر مدال تحصیل کبیر والا میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ان دنوں آپ کے بڑے بھائی قاری منظور احمد صاحب دار العلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں مدرس تھے۔ ان کے ساتھ فیصل آباد آئے۔ دینی کتب کی تعلیم ابتداء سے دورۂ حدیث شریف تک یہاں حاصل کی۔

۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۶ء تک کا ہنگامہ خیز وقت آپ کا فیصل آباد میں گزرا۔ آپ ان دنوں کتب کے آخری درجہ میں پڑھ رہے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء یا اس کے بعد جمعہ پڑھنے کے لئے ریلوے کالونی جامع مسجد میں حضرت مولانا تاج محمودؒ کے ہاں تشریف لاتے۔ آہستہ آہستہ معمول بن گیا۔ ان دنوں مولانا تونسویؒ سبزہ آغاز تھے۔ معصوم چہرہ۔ سر پر رومال۔ اداؤں میں خطیب اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی جھلک۔ بول چال میں مترادف الفاظ کا بے دریغ استعمال۔ ہم وزن جملوں سے گفتگو کو مرقع حسن بنانا۔ یہ مولانا تونسویؒ کی طلب علمی کی زندگی کی نشانیاں قرار دی جاسکتی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری صاحب طرز خطیب تھے جو حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کا آئیڈیل تھے۔ خدا کی قدرت کہ کسی حد تک مولانا تونسویؒ کا چہرہ مہرہ بھی حضرت مولانا دین پوریؒ سے میل کھاتا تھا۔ مولانا تونسویؒ کا حضرت مولانا تاج محمودؒ کے ہاں جمعہ کے لئے آنا۔ جمعہ کے بعد حضرت مرحوم کے ہاں چائے کی مجلس میں شرکت۔ اس عمل نے مولانا نذیر احمد تونسویؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے قریب کردیا۔ مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی،

پڑھائی کے آخری سالوں میں مولانا تاج محمود مرحوم نے آپ کی ذہن سازی کی کہ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو جائیں۔ ادھر آپ نے حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ سے فرمایا کہ نذیر تونسویؒ کام کا نوجوان ثابت ہوگا۔ اسے مجلس کے شعبہ تبلیغ میں جذب کرلو۔

فراغت کے بعد مولانا نذیر احمد تونسویؒ نے دفتر مرکزیہ ملتان میں فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحبؒ کے پاس ردِ قادیانیت پر سہ ماہی کورس کیا۔ اس کلاس میں مولانا عبدالعزیز لاشاری اور حافظ احمد بخش صاحبؒ بھی آپ کے ہم درس تھے۔ حافظ صاحبؒ رحیم یار خان، لاشاری صاحب کراچی اور مولانا نذیر احمد کی کوئٹہ تقرری ہوگئی۔ آپ نے چھ ماہ کوئٹہ گزارے۔ یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ چھ ماہ کوئٹہ میں گزار کر سردیوں میں کراچی آگئے تو کراچی سے مولانا عبداللطیف آرائیں علی پوری کو کوئٹہ بھیج دیا گیا اور آپ کراچی میں مجلس کے دفتر واقع بندر روڈ پر تبلیغی خدمات انجام دینے لگے۔ مولانا لاشاری دفتری امور کے انچارج اور مولانا تونسویؒ تبلیغی خدمات کے مسئول تھے۔ سائرہ مینشن میں دفتر ہوتا تھا۔ حافظ محمد حنیف ندیم سہارنپوری ان دنوں صداقت اخبار میں ہوتے تھے۔ ان تینوں حضرات نے مل کر قادیانیت کے خلاف تبلیغی معرکہ گرم کیا۔

حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ نے تقریباً تین سال کراچی میں کام کیا۔ ادھر کوئٹہ میں ان دنوں لیاقت بازار میں کرایہ کی بلڈنگ میں مجلس کا دفتر قائم تھا۔ مجلس کے مبلغ مولانا عبداللطیف تھے۔ مجلس کے کام کے مسئول منظور احمد مغل، اور پرانے حضرات میں مولانا محمد انور صاحب نمایاں تھے۔ مولانا انور اور جناب منظور احمد مغل برسوں سے مجلس کے ساتھ وابستہ تھے۔ مجلس کے کام پر ان کی چھاپ تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب نے خوب کام کیا۔ پورے صوبہ میں دن رات ایک کر دیا۔ مجلس کے کام کو مہمیز لگی۔ لیکن کوئٹہ شہر کے جماعتی نظم کی شکل ان دو حضرات کی شناخت بن کر رہ گئی تھی۔ چنانچہ مولانا عبداللطیف کو بہاولپور اور مولانا نذیر احمد کا کراچی سے کوئٹہ تبادلہ کر دیا گیا۔ یہ ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ کا دور ہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ نے ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۵ء تک کا دور کوئٹہ میں گزارا۔ آپ نے تحریکی کام کو آگے بڑھایا۔ آپ کی جماعتی تبلیغی سرگرمیاں بلوچستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئیں۔ اسی اثناء میں آپ نے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کو بلوچستان میں پروان چڑھایا۔ عوام وخواص میں آپ نے کام کیا۔ آپ کی مخلصانہ تبلیغی مساعی کو اللہ رب العزت

نے شرف قبولیت سے نوازا۔ کوئٹہ شہر میں اکابر علماء' تجار اور دیندار مخلص رفقاء کی بھرپور ٹیم مل گئی۔ مولانا کے سرپرست و امیر حضرت مولانا منیر الدینؒ خطیب جامع مسجد سنہری قرار پائے۔ آپ یادگار اسلاف تھے۔ مخلص' صاحب علم' ولی' عالم دین تھے۔ آپ کا شہر کے دین دار حلقہ میں نمایاں اور امتیازی مقام تھا۔ آپ کی شخصیت کی سحر آفرینی نے حضرت مولانا تونسویؒ پر کام کرنے کے لئے راستے کھول دیئے۔ آپ نے ان راستوں کو شاہراہوں میں بدل دیا۔ مکران میں ذکری طبقہ کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر آپ نے شب خون مارا تو ان کے خواب وخور حرام کر دیئے۔

حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ بلوچ تھے۔ بلوچی آپ کی مادری زبان تھی۔ پشتو پوری سمجھ لیتے تھے۔ بلکہ بولنے میں بھی طبع آزمائی کر لیتے تھے۔ سرائیکی اور اردو پر تو مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان خوبیوں نے آپ کو ہردلعزیز بنا دیا۔ ملنسار طبیعت تھی۔ سادہ مزاج تھے۔ لیکن اپنے موقف کے پکے تھے۔ فرماتے تھے کہ پٹھان یا بلوچ علماء میں کام کرنے میں مجھے دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ان کے مزاج و طبیعت سے واقف ہو گئے۔ خوب گھل مل گئے۔ تبلیغی کام نے وسعت اختیار کی۔

اسی دوران وفاقی حکومت نے اسلم قریشی کو کوئٹہ لا کر لیاقت بازار کے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت سے برآمد کرنے کا ڈرامہ کرنا چاہا تو کوئٹہ کے آئی جی نے صاف کہہ دیا کہ ہمارا صوبہ حساس صوبہ ہے۔ مذہبی صوبہ ہے۔ ایسی حرکت کرنی ہے تو (ایک صوبے کا نام لے کر کہا) لے جاؤ۔ حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ ان دنوں کوئٹہ دفتر میں ہوتے تھے۔ اخبار میں خبر چھپی کہ ایران کے بارڈر سے اسلم قریشی برآمد ہوئے۔ حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ نے علماء کا وفد بنایا۔ آئی جی کے پاس جا دھمکے۔ انہوں نے تردید کر دی کہ یہاں سے برآمد نہیں ہوئے۔ اگلے دن ان کے حوالہ سے خبر شائع ہوئی تو ایجنسیوں کے کارندوں کا منہ کالا ہوا۔ ان کی سازش پر اوس پڑ گئی۔

غرض حضرت مولانا تونسویؒ خوب زرخیز دماغ انسان تھے۔ حضرت مولانا منیر الدینؒ کی سرپرستی اور رفقاء کی محنت سے مجلس کا کوئٹہ میں اپنا ذاتی دفتر قائم ہو گیا۔ زیرک و معاملہ فہم تھے۔ مولانا تونسویؒ کے کوئٹہ قیام کے دوران میں کراچی دفتر سائرہ مینشن سے پرانی نمائش باب الرحمت کے عقب میں منتقل ہو گیا۔

مرزا طاہر کے فرار کے بعد انگلستان میں کام کی راہیں کھل گئیں۔کراچی سے ہفت روزہ ختم نبوت کا اجراء ہو گیا۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی سرپرستی وشفقتوں نے حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کی چلتی پھرتی جوانی کو سراپا تحریک بنادیا۔ دن رات کا فرق رکھے بغیر ان اکابر کی سرپرستی اور رفقاء کی رفاقت میں کام کو اتنی وسعت دی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ان دنوں حضرت حاجی لال حسینؒ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ ایسے اکابر کراچی مجلس کے کام کی سرپرستی کرتے تھے۔اب حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ اور دیگر رفقاء بیرون ملک زیادہ وقت دینے لگے۔اسی دوران میں کراچی مسجد و دفتر کی تعمیر جدید کا مرحلہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت لدھیانویؒ کی نظر شفقت اور ان حضرات کی مخلصانہ محنت سے سر کرادیا۔ حافظ محمد حنیف ندیم سہارنپوریؒ روزنامہ صداقت کراچی سے ہفتہ وار لولاک فیصل آباد سے ہو کر ہفت روزہ ختم نبوت کراچی میں آگئے تھے۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کے وصال کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ مقرر ہوئے۔آپ کے زمانہ میں جامعہ میں کام کی وسعت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اپنا دفتر بنوری ٹاؤن سے جامع مسجد باب الرحمت میں منتقل کرلیا۔آپ کے تشریف لانے سے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے درودیوار کے مقدر جاگ گئے۔دارالافتاء قائم ہو گیا۔خانقاہی نظام چل نکلا۔دن بھر عوام کا رش رہنے لگا۔ کتب چھپ رہی ہیں۔رسائل کی کمپوزنگ ہو رہی ہے۔ڈاک کی ترسیل ووصولی کا عمل ہو رہا ہے۔ شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تبلیغی پروگراموں کی ترتیب بن رہی ہیں۔اس ہنگامہ خیز کام کو سنبھالنے کے لئے ۱۹۹۶ء میں حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کوئٹہ سے کراچی تشریف لائے۔آپ پہلے تین سال یہاں کام کر چکے تھے۔شہر کے کوچہ وبازار سے واقف تھے۔آپ نئے جذبہ سے آئے۔نئی حکمت عملی اپنائی۔نئے رفقاء کی ٹیم ملی۔اکابر کی شفقتوں ومحبتوں کے زیرسایہ کام کی نیو اٹھائی۔اب تو وہ کراچی کے محبوب خطیب اور رہنما بن گئے تھے۔دن میں کئی کئی پروگرام عام معمول بن گئے تھے۔معاملہ فہم تھے۔دفتر میں ہر آنے جانے والے سے ڈیل کرنا آپ کا خاص فن تھا۔ہر دلعزیزی کے مقام پر قدرت نے آپ کو فائز کیا تھا۔حضرت لدھیانویؒ کی شہادت کے

سانحہ کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری کی رفاقت اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کی راہ نمائی سے مولانا تونسویؒ نے مجلس کے کام کو ایسے طور پر سنبھالا دیا کہ اس پر انہیں جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

کراچی کے ماحول نے آپ کو ایک سلجھا ہوا سفارت کار بنا دیا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کیس کو جہاں لے کر گئے۔ کامیاب رہے۔ حکومت سے ملاقات، سرکاری حلقہ سے گفتگو۔ پولیس کے معاملہ میں۔ سرکاری دفاتر میں۔ رفقاء کے کام۔ تبلیغی خدمات یا بیان عام وخاص، ملاقات و گفتگو پر آپ کو ایسی دسترس حاصل ہوگئی تھی جو آپ کا خاصہ تھی۔ بولتے نہ تھے۔ بلکہ موتی رولتے تھے۔ عام فہم سادہ مگر دل نشین گفتگو کے بادشاہ تھے۔ کوئی بھی قادیانی آتا تو آپ کی محبانہ ومخلصانہ تبلیغ سے مسلمان ہو جاتا۔ قادیانیوں کی کثیر تعداد کو آپ نے قبول اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہ آپ کی نجات کے لئے کافی ہے۔ من موہ لینے والی آپ کی شیریں گفتاری کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔

آپ کراچی تشریف لائے تو حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ پٹھان، مولانا نذیر احمد تونسویؒ بلوچ۔ دونوں بہادر، دونوں عالم دین، دونوں حق گو، دونوں خاندانی مجاہد، دونوں دل کے بادشاہ اور آنکھ کے غنی اور دونوں اسلام کی سربلندی کے لئے سربکف۔ البتہ حضرت تونسوی صاحبؒ بہت دھیمے مزاج اور پختگی سے کام کو آگے بڑھانے کے خواہش مند و کاربند تھے۔ وہ تمام جھمیلوں سے بچ کر صرف اور صرف عقیدۂ ختم نبوت کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ جبکہ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ نے تو دین اسلام کی خدمت کا کوئی ایسا شعبہ نہیں چھوڑا جس میں آپ نے اپنا مخلصانہ حصہ نہ ڈالا ہو۔ اب حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ برطانیہ گئے تو تونسوی صاحبؒ بھی جا رہے ہیں۔ حج پر دونوں اکٹھے۔ خوب جوڑی بنی۔ خوب انہوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ چناب نگر کانفرنس یا اندرون سندھ کے پروگرام۔ غرض شرق و غرب، عرب وعجم، کراچی وقلات۔ ہر جگہ دونوں حضرات کی محبتوں اور دینی رشتہ نے ایک دوسرے کا ساتھ نبھایا۔ دنیا سے منہ موڑا اور ہم جیسے پسماندگان سے جدائی اختیار کی تو بھی ایک ساتھ۔ رہے نام اللہ کا۔ (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۵ھ)

۸۴......حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ

وفات......۳ نومبر۲۰۰۴ء

سنا ہے یا کہیں پڑھا ہے کہ نئی صدی کے ابتدائی پچیس سالوں میں جانے والی صدی کا خلاصہ وزبدہ اور ماحصل اٹھالیا جاتا ہے۔ یہ صحیح یا غلط۔ لیکن تجربہ سے ایسے ہی لگتا ہے۔ کل کی بات ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور ترمذیؒ حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اور حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ معمولی وقفہ سے تقریباً دو تین ماہ میں یہ چار حضرات ایک ساتھ چل بسے۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ یہ چاروں حضرات بھی یکے بعد دیگرے چند ہفتوں کے وقفہ سے چل بسے۔ ابھی حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ کی جدائی کو بھلانہ پائے تھے کہ حضرت مولانا مفتی محمد انور شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم کبیر والا ۳ نومبر۲۰۰۴ء مطابق ۱۹ ارمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بروز بدھ صبح تین بجے میو ہسپتال لاہور میں بعارضہ جگر اللہ رب العزت کو پیارے ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت محمد انور صاحبؒ حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ کے صاحبزادہ تھے۔ حضرت مولانا علی محمد علاقہ جتوئی مظفر گڑھ کے رہائشی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تدریس کرنے لگے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ جامعہ قاسم العلوم میں حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ آج سے ۵۴ سال قبل کی بات ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا عبدالخالق المعروف صدر صاحبؒ جو حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید تھے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کی مسند حدیث کے صدر نشین تھے۔ بعد میں آپ نے کبیر والا میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی تو حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ بھی آپ سے نیاز مندانہ تعلقات کے باعث ساتھ ہی کبیر والا آگئے۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ ایک فاضل اجل یگانہ روزگار دینی وعلمی شخصیت تھے۔ آپ کی تدریس کا سکہ پورے علاقہ پر حاوی تھا۔ معقول ومنقول کے آپ جامع تھے۔ بولتے کیا تھے موتی برساتے تھے۔ افہام تفہیم کا

حسن آپ کو قدرت نے دیا تھا۔ خود بھی انتہائی وجیہہ انسان تھے۔ آپ کے علم وفضل کے چرچوں سے علاقہ مسحور تھا۔ دارالعلوم آپ کے اہتمام میں رفعتوں کی منزلیں طے کرنے لگا۔

یوں حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ کو قاسم العلوم اور دارالعلوم دونوں شہرۂ آفاق درس گاہوں سے کسب فیض کا موقعہ ملا۔ دارالعلوم کبیر والا سے فراغت کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے آپ نے افتاء کا کورس کیا۔ پھر دارالعلوم میں تدریس پر لگ گئے۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا منظور الحق صاحب اور حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ دارالعلوم کے یکے بعد دیگرے مہتمم مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ نے اہتمام کی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔

حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کا خانقاہی تعلق خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحبؒ سے تھا۔ ان سے آپ بیعت تھے۔ خانقاہ سراجیہ کے دوسرے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانیؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا تھا۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ علوم ظاہری و باطنی کے شناور تھے۔ شریعت وطریقت دونوں پٹڑیوں پر حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کے علم وفضل کی گاڑی دوڑتی تھی۔ حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ ہوں یا حضرت مولانا منظور الحق صاحبؒ یا حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ ان سب حضرات کا بھی بانی جامعہ کی طرح یہی مزاج تھا۔ دارالعلوم کبیر والا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے فضلاء کی اکثریت تدریس کے کام کو سنبھالتی ہے۔ حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ ایک متقی' پرہیزگار' درویش صفت عالم دین و مہتمم تھے۔ نام ونمود سے کوسوں دور تھے۔ عاجزی وانکساری کا مجموعہ تھے۔ عجز میں جتنا یہ جھکتے گئے قدرت ان کو اتنا بلند کرتی گئی۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ حتی الی السماء السابعہ کا مصداق تھے۔

ایک حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ بعض پراگندہ حال' بکھرے ہوئے بال' مٹی سے چہرہ اٹا' کپڑے گرد آلود' آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قسم اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ یقیناً گودڑی کے ان چھپے ہوئے لعلوں میں سے ایک لعل تھے۔

دارالعلوم کبیر والا میں شعبہ بنات کا اضافہ آپ کے دور اہتمام میں ہوا۔ دارالعلوم کی کوہ قامت جامع مسجد کی تعمیر ثانی آپ کے دور اہتمام میں ہوئی۔ دارالحدیث کی سہ منزلہ اور دیگر دو منزلہ تعمیرات کا سیلاب آپ کے زمانہ اہتمام میں آیا۔ دارالعلوم کے طلباء کی تعداد چار' پانچ صد'

سے متجاوز ہوکر پندرہ صد تک پہنچ گئی۔ بنین و بنات کے فضلاء وفاضلات کی سالانہ تعداد نے سینکڑوں کی حدود کو چھونا شروع کر دیا۔ غرض حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ نے اپنے اکابر کی محنتوں کے ثمرات کو ایسا سلیقہ سے سنبھالا کہ دارالعلوم کبیر والا کے در و دیوار آپ کے اہتمام کے زمانہ میں تعلیمی و تعمیراتی دونوں طرح سے جگمگا اٹھے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ جامعہ کے شیخ الحدیث تھے۔ ان کے وصال کے بعد آپ جامعہ کے شیخ الحدیث قرار پائے۔ یوں اہتمام، افتاء و شیخ الحدیث کے تمام مناصب عالیہ کے آپ جامع ہو گئے تھے۔

دیگر دینی اداروں سے آپ کا تعلق خاطر قابل رشک تھا۔ لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پر آپ دل و جان سے فداء تھے۔ مجلس کے رفقاء اشتہار لگوانے کے لئے جاتے۔ آپ سے ملتے تو آپ اشتہار لے کر سر لیش اپنی جیب سے خرید کر پورے علاقہ میں اشتہار لگوا دیتے اور دوستوں کو شرف میزبانی سے نواز کر واپس کر دیتے۔ فرماتے تھے کہ یہی تو ایک دینی جماعت ہے جس کی خدمت پر طبیعت کو انشراح کلی ہے۔ ملتان آتے جاتے دفتر مرکزیہ تشریف لاتے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس ملتان پر تشریف لا کر سٹیج کو رونق بخشتے۔ مجلس کے علماء و مناظرین کو بلا کر طلباء وطالبات میں ختم نبوت کی اہمیت اور رد قادیانیت پر ریفریشر کورس کراتے۔

غرض حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ قدرت نے انہیں دردمند دل سے نوازا تھا۔ وہ محنت و مشقت برداشت کر کے ترویج واشاعت علوم دینیہ کے لئے کوشاں رہے۔ وفاق المدارس کی عاملہ کے رکن رکین تھے۔ کئی جامعات کی مجلس شوریٰ کے رکن ہوں گے۔ تعلیم کے بعد پچیس تیس سال آپ کے خوب محنت اور بھرپور محنت میں گزرے۔ اس کے صدقہ میں قدرت نے آپ کو محبوبیت کے مقام پر سرفراز کر دیا تھا۔ جس کا مظاہرہ جنازہ کے موقع پر دیکھا گیا۔ چہار سو پنجاب سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ کی تشریف آوری اور جنازہ پر ہر آنکھ کا اشکبار اور ہر دل کا مغموم ہونا آپ کے مقام محبوبیت کی غمازی کر رہا تھا۔

اپنے والد حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی سیأت سے درگزر فرمائیں۔ ان کے حسنات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ وہ کیا گئے رونق چمن کو ساتھ لے گئے۔ دارالعلوم کبیر والا کی اللہ رب العزت جل شانہ حفاظت وصیانت فرمائیں اور اس کی بہاروں کو صدا بہار بنائیں۔ آمین! (لولاک شوال المکرم ۱۴۲۵ھ)

۸۵......حضرت مولانا بشیر احمد خاکیؒ

وفات......۱۶ دسمبر ۲۰۰۴ء

۱۸ دسمبر کو قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی دعوت پر آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد میں تھی جس میں ملک بھر کی دینی شخصیات علماء ومشائخ' سیاسی ومذہبی جماعتوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ ایسا شاندار اجتماع ہوا کہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت کی یاد تازہ ہوگئی۔ اس اجتماع کو دیکھ کر حوصلہ ہوا کہ:

ذرا نم ہو تو مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

۱۹ دسمبر کی شام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے اجازت لے کر مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر حاضر ہوا۔ اگلے روز جامعہ عثمانیہ شورکوٹ سے حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے صاحبزادہ نے فون کیا۔ خیر خیرت معلوم کی تو انہوں نے افسوسناک اطلاع دی کہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس خبر نے دل وجان کو ہلا کر رکھ دیا۔ بار بار پوچھنے پر یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ متذکرہ ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد کی خدمت کے حوالے سے فقیر دفتر مرکزیہ سے غیر حاضر رہا۔ اس دوران میں حضرت مولانا مرحوم کے انتقال کا حادثہ رونما ہوگیا۔ جس کی اطلاع نہ ہوسکی۔ اچانک خبر سے دل ودماغ پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کچھ نہ پوچھئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا بشیر احمدؒ ۱۵ دسمبر کو شورکوٹ سے گڑھ مہاراجہ کے تبلیغی سفر پر گئے۔ اچھی بھلی طبیعت تھی۔ اچانک بلڈ پریشر کے باعث ابتداء میں فالج کا ابتدائی حملہ ہوا۔ شریان متاثر ہوئی۔ نیم بیہوشی میں گڑھ مہاراجہ سے نشتر ہسپتال ملتان علاج کے لئے منتقل کیا گیا۔ ۱۶ دسمبر ۲۰۰۴ بروز جمعرات بعد از دوپہر سوا دو بجے واصل بحق ہوگئے۔ آپ کا جسد خاکی جامعہ عثمانیہ شورکوٹ لایا گیا۔ جنازہ کا شاہانہ استقبال ہوا۔ اگلے روز ۱۷ دسمبر ۲۰۰۴ء بروز جمعہ کو دن گیارہ بجے جنازہ ہوا۔ مخدوم العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے جنازہ پڑھایا۔ شورکوٹ کی تاریخ کا تاریخ ساز جنازہ تھا۔ جامعہ کے متصل عام قبرستان میں آسودہ خاک ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ ۶۶/۱۹۶۵ء میں دارالعلوم کبیر والا سے دورہ حدیث شریف کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں ۱۹۶۶ء میں ردقادیانیت پر فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ سے کورس پڑھا۔ اس کلاس میں فقیر کو بھی حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ کے ہم درس ہونے کا شرف حاصل ہوا:

ماو مجنوں در مکتب عشق هم سبق بوده ام

حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ ۱۹۶۷ء کے اواخر میں دارالعلوم کبیر والا میں تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ دارالعلوم کبیر والا کی طرف سے مسجد اوکانوالی شورکوٹ سٹی جمعہ پڑھانے کے لئے گئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۶۹ء میں لاری اڈہ شورکوٹ سٹی میں جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ وسیع وعریض قطعہ اراضی پر دیکھتے دیکھتے عمارتوں کا خوبصورت قلعہ کھڑا دیا۔ جو حضرت مولانا مرحوم کے اخلاص اور محنت کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی جامع مسجد وسیع وعریض اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔ مدرسہ کی غربت کے باعث اینٹ گارا سے ابتدائی عمارت کی۔ سیم زدہ علاقہ ہے۔ پچیس سال کے عرصہ میں وہ سیم زدہ ہوگئی تو ان کو گرا کر مرحلہ وار کنکریٹ کی عمارتوں کا دومنزلہ منصوبہ بنایا۔ خوبصورت درس گاہیں' شاندار رہائشی کمرے۔ اساتذہ کی رہائش گاہیں' جامعہ ام کلثومؓ للبنات کی شاندار دیدہ زیب تعمیر سے فارغ ہوئے۔ دارالحدیث تعمیر کیا۔ مسجد کے سامنے دوطرفہ قابل رشک عمارتوں کا کام مکمل ہو گیا۔ ایک طرف کی پرانی عمارت گرا کر نئی عمارت کے منصوبہ پر کام ہو رہا ہے۔ نورانی قاعدہ سے دورہ حدیث شریف تک بنین وبنات کی دونوں جامعات میں تعلیم اور بہت بہتر تعلیم کا سلسلہ شروع ہے۔ ان اداروں کی تعمیر وترقی کے لئے انہوں نے دن رات کا اپنا آرام تج کیا۔ خوب محنتی انسان تھے۔ سعودی عرب وبرطانیہ تک کے اسفار کئے۔ دھن کے پکے تھے۔ حق تعالیٰ نے فتوحات کے ان کے لئے دروازے کھول رکھے تھے اور ہر اعتبار سے اپنے دونوں اداروں کو بام عروج تک پہنچا دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے لئے دل وجان سے قدردان تھے۔ ہمیشہ اس تعلق کو قائم رکھا۔ ملتان' چناب نگر اور برمنگھم کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت ان کے معمولات کا حصہ تھی۔ فقیر راقم پر بہت مہربان تھے۔ جب جانا ہوتا ذاتی مہمان بناتے۔ گھر لے

جا کر عزت افزائی فرماتے۔ گردونواح کے حلقہ میں قادیانیت کے احتساب کے لئے کمربستہ رہتے۔ الیکشن میں متعدد بار حصہ لیا اور اپنی سیاسی حیثیت منوائی۔ عظمت صحابہ کرامؓ کے حوالے سے ان کی خدمات تاریخ کا سنہری حصہ ہیں۔ اس کے لئے متعدد بار انہوں نے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ ایک بار کسی جلوس میں شرکاء نے اے سی کے خلاف نعرہ بازی کی۔ وہ جامعہ عثمانیہ میں تلاش پناہ کے لئے آیا۔ حضرت مولانا مرحوم نے ایک کمرہ میں اسے پناہ دی۔ حکومت کی فورس آئی اور انہیں باعزت لے گئی۔ لیکن برا ہو بیوروکریسی کا۔ اس نے اس نیکی کو بدی میں بدل دیا اور حضرت مولانا مرحوم پر اے سی کے اغوا کا پرچہ درج کر دیا۔ گرفتار ہوئے۔ تب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد قاسم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی کے بانی جو حضرت مولانا بشیر احمدؒ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان دونوں حضرات نے رات دن ایک کر کے حکومت کو مطمئن کیا۔ تب جا کر رہائی عمل میں آئی۔

حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ جمعیت علمائے اسلام کے سرکردہ رہنما تھے۔ وہ ایک مخلص بزرگ، دینی رہنما اور درویش صفت انسان تھے۔ فقیر کو برطانیہ اور سعودی عرب میں کئی بار کئی دن کی رفاقت رہی۔ انہیں قریب سے دیکھا۔ وہ ایک مثالی انسان تھے۔ عمرہ سے واپسی پر ٹوپیوں کے بنڈل خرید کر لاتے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ سینکڑوں طلباء ہیں۔ ایک ایک ٹوپی ان کو پیش کرنا میرا معمول ہے۔ اس سے ان کی طلباء سے محبت بلکہ طلباء سے بچوں جیسی مروت کا راز منکشف ہوا۔ اچھے منتظم تھے۔ ریاء نام کی کوئی چیز ان کے قریب نہ پھٹکی تھی۔ خوب وقت گزارا۔ دن رات قال اللہ! وقال رسول اللہ! کی فضاؤں سے علاقہ بھر کو منور کر دیا۔ ان کے شاگردوں کا بہت بڑا حلقہ ہے۔ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ ان کے دونوں جامعات، مسجد، شاگرد اور اولاد تمام گلستان آباد و شاد ہے۔ خود آخرت کو سدھار گئے۔ وہ چلتے پھرتے جنتی انسان تھے۔ خلد نشین ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور اپنی شایان شان ان سے اپنی رحمت کا معاملہ فرمائے۔ انہیں مدتوں زمانہ یاد رکھے گا۔ بڑے انسان تھے۔ اس دور میں ان کا وجود بہت غنیمت تھا۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام!

(لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ)

۸۶......فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالمجید سکھرویؒ

وفات......۲۸دسمبر۲۰۰۴ء

پاکستان میں حفظ قرآن کی سب سے بڑی تحریک اقراء روضۃ الاطفال کے مدیر جناب حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب کے والد گرامی دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا عبدالمجید سکھرویؒ انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ وفات کے روز اچھے بھلے تھے۔ دن بھر تعلیمی و تبلیغی کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ مغرب وعشاء کی نمازیں باجماعت مسجد میں ادا کیں۔ معمول کے مطابق گھر تشریف لائے۔ بچوں کو ملے۔ آرام کے لئے کمرہ میں گئے۔ دس بجے شب نیند کے لئے لیٹے تو آنکھ لگ گئی۔ پونے گیارہ بجے سینے میں درد کی تکلیف شروع ہوئی۔ حسب معمول خون پتلا کرنے والی گولیاں زبان کے نیچے رکھیں۔ اس دوران دوبار قضائے حوائج کے لئے خود بخود بغیر سہارا کے اٹھے۔ فارغ ہوئے۔ درد بڑھتا گیا۔ صاحبزادوں نے دوائی دی۔ جو حلق کے اندر نہ جاسکی۔ دوتین بار زور سے کلمہ طیبہ پڑھا اور اپنے آپ کو رب کے سپرد کیا۔ صاحبزادوں نے ڈاکٹر بلانے کا کہا تو ''ضرورت نہیں'' کہہ کر اس سے انکار کردیا۔ مگر وہ بھاگم بھاگ ڈاکٹر کے پاس گئے۔ مولانا مرحوم نے ادھر گھر والوں کو کہا کہ بھئی ہمارا وقت آگیا۔ ذکر اللہ کرتے اور کلمہ پڑھتے چارپائی پر دراز ہوگئے اور یوں آدھ گھنٹہ عارضہ دل میں مبتلا رہ کر آخرت کو سدھار گئے۔

حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ روہتک کے باسی تھے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد یونس صاحب تقسیم سے قبل فیصل آباد آگئے تھے۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ ان کے ہاں خود پڑھتے اور چھوٹے درجہ کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ مظاہر العلوم سہارن پور میں جلالین شریف کے سال پڑھتے رہے۔ مشکوٰۃ اور دورہ حدیث کے دو سال انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے دورہ حدیث شریف حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علیؒ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سے کیا۔ جیسا کہ ان کی حدیث کی سند پر دستخطوں سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ کے والد

گرامی بسلسلہ ملازمت روہتک سے حصار کے قصبہ نوشاد میں آ گئے تھے۔ چنانچہ آپ کی سند پر پتہ نوشاد من مضافات حصار !لکھا ہوا ہے۔

آپ کے دورہ حدیث کے معروف ساتھی وہم درس حضرت مولانا مفتی محمد ولی حسن ٹونکیؒ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی' حضرت مولانا سلیم اللہ خان اور حضرت مولانا منظور الحق کبیر والا تھے۔ یہ ۱۹۴۶ء کا آخر بنتا ہے۔ آپ فراغت کے بعد حصار کے معروف شیخ اور بزرگ کے ہاں کچھ عرصہ تصوف کی تربیت لیتے رہے۔ اس دوران میں بٹوارہ کے باعث فسادات شروع ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے خاندان نے ابتداء میں خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاول پور میں آ کر رہائش اختیار کی۔ خیر پور ٹامیوالی میں حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب' حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز کے ہاں سلوک کی تربیت حاصل کی۔ تقریباً دو سال بعد سکھر منتقل ہو گئے۔

سکھر میں آ کر ذریعہ معاش کے لئے تجارت کو پیشہ بنایا۔ امامت وخطابت' درس وتدریس' تعلیم وتبلیغ کا فریضہ فی سبیل اللہ انجام دیتے رہے۔ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے جتنا مقدر تھا بہرہ ور کیا۔ پورا خاندان صالح' شریف اور تبلیغی خاندان شمار ہوتا ہے۔ آپ نے متعدد بار حج وعمرہ کے سفر کئے۔ بارہا ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں بھی شمولیت کی۔ عابد وزاہد انسان تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ حضرت مولانا ہالیجویؒ حضرت مولانا امروٹیؒ حضرت مولانا پیر شریفؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ شیر اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے محبت بھرا تعلق تھا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کی شوریٰ کے رکن تھے۔ ہر دینی تحریک میں پیش پیش رہے۔ خوب مجلسی انسان تھے۔ گھنٹوں بے تکان مربوط گفتگو آپ کی نمایاں شان تھی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ہر بزرگ وخورد کو احترام دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر صاحب علم بھی ان کا قدردان تھا۔ عمر بھر چین سے نہیں بیٹھے۔ دن رات اشاعت اسلام کے لئے ساعی رہے۔ دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت معصوم شاہ مینارہ روڈ سکھر اور جامع مسجد بندر روڈ میں حاضری یومیہ کا معمول تھا۔ آخری دن بھی دونوں مقامات پر تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی' جناب آغا شاہ محمد' حضرت مولانا بشیر احمد جیسے بیسیوں اہل حق کے قدردان ودوست تھے۔ تھک ہار کر دنیا فانی سے منہ موڑ گئے اور دنیا کو سونا کر گئے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائیں۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ)

۸۷..... حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ!

وفات..... ۱۳ جنوری ۲۰۰۵ء

۱۳ جنوری ۲۰۰۵ء بروز جمعرات عصر کے قریب مدینہ منورہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یورپ کے امیر، مناظر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ وصال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ فتح پور کمال ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے رہائشی تھے۔ بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ کم عمری میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا غلام محمد صاحب آپ کے بہنوئی نے آپ کی پرورش کی۔ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی سے ابتدائی کتب مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر میں پڑھیں۔ انتہائی کتب اور دورہ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار، حضرت مولانا محمد صدیق جالندھری آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ دورہ حدیث کے بعد فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ سے رد قادیانیت پر کورس کیا۔ مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ میں تدریس کی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے لئے چنیوٹ اور گردونواح میں شب وروز ایک کر دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کی ایک جماعت حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب میانویؒ کی سرپرستی میں چالیس روزہ تربیتی کلاس میں شرکت کے لئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن گئی۔ اس میں حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ بھی شریک تھے۔ تب عائشہ باوانی کالج کراچی کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوگئے۔ امامت، خطبہ جمعہ اور درس کے علاوہ باقی وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے شعبہ تبلیغ کو دینے لگے۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی سرپرستی نے آپ کو ہیرو بنا دیا۔ کراچی دفتر ہفت روزہ ختم نبوت اور مسجد باب الرحمت کی تعمیر و توسیع کے لئے آپ نے جان جوکھوں میں ڈال کر شب و روز کام کیا۔ بیرون ممالک میں تبلیغ اسلام، تحفظ ختم نبوت کی ترویج واشاعت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے متعدد اسفار ہوئے۔ افریقہ، امریکہ، عرب امارات اور یورپ میں حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ نے جس جانفشانی سے کام کیا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کا وہ سنہری باب ہے۔

۱۹۸۴ء میں قادیانی جماعت کے چیف گرو مرزا طاہر نے لندن کو اپنا مستقر بنایا تو آپ نے بھی گویا وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ سٹاک ویل گرین لندن میں دفتر کی خریداری کے لئے ان کی گرانقدر محنت و کاوش آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کو عربی' اردو' فارسی' سرائیکی اور پنجابی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ بے تکلف ان زبانوں میں تقریر کے آپ ماہر تھے۔ قادیانیت کی جملہ کتب پر آپ کو مکمل دسترس تھی۔ انگریزی میں بھی گزارہ کر لیتے تھے۔ عرصہ تک یورپ کے کلیساؤں میں ختم نبوت کے ترانے بلند کئے۔ قادیانیوں سے مناظرہ کرنا اور قادیانی مسلمات سے ان کو چاروں شانے چت کرنا حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ بیسیوں قادیانیوں سے مناظرے کئے۔ جہاں گئے فتح نے آپ کے قدم چومے۔ سینکڑوں قادیانیوں نے حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بڑے منکسر المزاج عالم دین تھے۔ اکابر و اصاغر کی خدمت' مہمان نوازی اور ان کی اسائش کا خیال رکھنا حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے معمولات زندگی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم کے ہمیشہ منتظم رہے۔ اس کے لئے ہمیشہ انہوں نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ سٹیج کو سنبھالنا' مہمانوں کا استقبال' پارکنگ' قراردادوں کی ترتیب' بیان' سوال و جواب کی محفل' امامت' لٹریچر کی تقسیم غرض جس کام میں ضرورت دیکھتے یا ڈیوٹی لگ جاتی اس کو خوب نبھاتے۔ انکساری و تواضع حضرت مولانا میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بڑے ہی محنتی عالم دین تھے۔ آپ کی زندگی میں آرام نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ چلتے چلتے جو آرام ہو گیا سو ہو گیا۔ کام کرتے کرتے سوتے تھے اور اٹھتے ہی کام پر لگ جاتے تھے۔ حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کی زندگی کمپیوٹرائز زندگی تھی۔ چوبیس گھنٹوں میں وہ اپنے آپ کو مصروف رکھتے تھے۔ مسجد کی خدمت سے خطابت تک' بچوں کو پڑھانے سے بیعت کرنے تک تمام کاموں میں فٹ تھے۔

حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ لندن میں قیام کے دوران پہلے مجلس کے دفتر کے انچارج رہے۔ پھر مسجد میں گئے تو ہر روز دفتر آنا معمول رہا۔ اب بھی مجلس لندن کے تمام کاموں میں برابر شامل تھے۔ وہ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ جیسے محنتی' مخلص اور بے نفس عالم دین کم ہی دیکھنے میں ملیں گے۔ ختم نبوت کے کاز کے لئے پورے یورپ میں کوئی شخص حضرت مولانا منظور

احمد الحسینی ؒ کو بلاتا تو آپ کو حاضر پاتا۔ آپ کے وجود سے قادیانیت کانپتی تھی۔ حضرت مولانا منظور احمد الحسینی ؒ کی مخلصانہ مساعی نے آپ کو ہر دلعزیز عالم دین بنا دیا تھا۔ لڑائی نام کی کوئی چیز آپ کے ہاں نہ تھی۔ سب حلقوں میں آپ کو احترام وتوقیر کا مقام حاصل تھا۔ بڑے فیاض طبع تھے۔ جو کمایا وہ مودۃ قربہ یا دین کی ترویج واشاعت میں لگا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ حضرت مولانا منظور احمد الحسینی ؒ نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کی۔ لیکن اولاد نہ ہوئی۔ تاہم آپ کی طبیعت پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ آپ اپنی سرگرمیوں میں مگن اور راضی بہ تقدیر تھے۔ کئی مضامین آپ کے قلم سے نکلے۔ ان کے خطبات پر مشتمل کئی پمفلٹ شائع ہوئے۔ تصنیفی خدمات علاوہ ازیں ہیں۔ ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی مقرر کی تقریر ہوتی شاگرد کی طرح ان کے پہلو میں بیٹھ کر اس کے نکات قلمبند کرتے۔ مستقل نوٹ بک جیب میں رکھتے۔ جہاں سے کوئی کام کی بات ملتی نوٹ کر لیتے۔

بڑی صالح طبیعت پائی تھی۔ ملنساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ جس سے ایک بار ملنا ہوتا وہ زندگی بھر آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتا۔ عابد وزاہد انسان تھے۔ سنن ونوافل' تلاوت وعبادت' ذکر وفکر ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ حضرت مولانا منظور احمد الحسینی ؒ جس مسجد میں امام تھے وہاں عربوں کی اکثریت ہے۔ چنانچہ آپ خطبہ جمعہ' عربی' انگلش اور اردو تینوں زبانوں میں دیتے تھے۔ یوں عربوں وعجمیوں کے لئے آپ پل بن گئے تھے۔ تصوف میں قدم رکھا تو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور حضرت مولانا محمد فاروق سکھرویؒ سے خلافت کے مستحق پائے۔ ہزاروں آپ کے مرید ہوں گے۔ لیکن ان تمام مریدوں کے حلقہ کو حضرت مولانا منظور احمد الحسینی ؒ نے دین اور عقیدہ ختم نبوت کی ترویج کے لئے جوڑا۔ محنت اور کام کرنے کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ڈرائیوری سیکھی۔ گاڑی خود ڈرائیو کرتے اور یوں ہفتہ کے آخری دنوں میں تبلیغ کے لئے برطانیہ کے مختلف شہروں میں نکل جاتے۔ پانچوں نمازوں میں پانچ شہروں میں بیانات کر لیتے تھے۔ دو دنوں میں دس شہروں سے رابطہ ہو جاتا۔ کیا بتائیں کہ زندگی بھر انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کئے رکھا۔ سال میں دو بار عمرہ اور ہر سال حج کرنا آپ کے معمولات بن گئے تھے۔ بسا اوقات آپ اپنے نمازیوں میں سے پانچ دس ساتھیوں کو ساتھ لیجاتے۔ وہ آپ کی رفاقت سے حج وعمرہ کے صحیح معمولات سے نفع حاصل کرتے۔ غرض

یورپ وعرب جہاں گئے خدمت خلق وترویج اسلام کوانہوں نے معمول بنائے رکھا۔گزشتہ سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے۔جمعہ کے بعد بڑی اہمیت سے آپ کا بیان ہوا۔آپ کے علم وفضل کے چرچوں اورآپ کی مناظرانہ سج دھج سے یورپ گونجتا رہا۔ان کی للکار حق نے قادیانیت کوناکوں چنے چبوائے۔حضرت مولانا مفتی نظام الدینؒ شامزئی‘ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی شہادت کے بعد اب حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کا سانحہ وصال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے ایک بڑا اخلاء ہے۔اللہ تعالیٰ قادر کریم ان حضرات کے خلاء کوپر کرنے کاغیب سے بندوبست فرمائیں۔وماذالك علی اللّٰه بعزیز!

اس سال حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ اپنی اہلیہ کے ساتھ حسب معمول حج کے لئے گئے۔مدینہ طیبہ میں اچانک وصال فرمایا۔جمعرات شام وصال ہوا۔اگلے روز بعد از جمعہ مسجد نبوی میں لاکھوں انسانوں نے حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے جنازہ میں شرکت کی۔جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔یہ مصرہ بار ہاسنا:’’تعریض وتوصیف‘‘ دونوں مقامات پراس کے استعمال کوبھی دنیا جانتی ہے۔لیکن ذراتوجہ فرمائیے کہ حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ زندگی بھر جوعقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے صاحب ختم نبوتﷺ کے شہر مدینہ منورہ کی فضاؤں میں اعمال حج کی بجاآوری کے لئے پہنچے۔تقدیر کے فرشتہ نے سلام کیا۔اس پاک ماحول میں آپ نے جان مالک حق کولوٹادی۔زہے نصیب جنت البقیع میں تدفین۔کیا حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ سے بڑھ کراس شعر کااور صحیح مصداق ہوسکتا ہے؟۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ دنیا میں چلتے پھرتے جنتی انسان تھے۔مقدر کے دھنی تھے۔عجم سے اٹھے یورپ پر چھائے اورعرب میں آسودہ خاک ہوگئے۔مدتوں حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کا تذکرہ رہے گا۔زندگی ہوتو آپ جیسی اورموت ہوتو آپ کی موت جیسی۔عمر بصد مشکل پینتالیس پچاس سال ہوگی۔لیکن کام صدیوں کا کرگئے اورصدیوں ہی آپ آنے والی نسل کے یادکرنے کے قابل انسان تھے۔حق تعالیٰ حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے حامی وناصر ہوں۔مقدر دیکھو کل قیامت کے دن وہ صاحب ختم نبوتﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے اٹھنے والے گروہ سعید میں شامل ہوں گے۔زندہ باد حضرت الحسینیؒ! (لولاک محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

۸۸......حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ

وفات......۱۴ جنوری ۲۰۰۵ء

بزرگ عالم دین حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ ۱۴ جنوری ۲۰۰۵ء کو نواب شاہ میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ ملکانی بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد جناب گل محمد خان متوسط درجہ کے زمیندار تھے۔ حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ نے ابتدائی تعلیم حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے قائم کردہ مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف میں حاصل کی۔ مدرسہ نعمانیہ ملتان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ہاں بھی عرصہ تک پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بانی جامعہ قاسم العلوم مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے۔ غالباً اپنے استاذ کی ترغیب سے حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے۔ یہ ۱۹۴۰ء کی بات ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دورہ حدیث شریف کے لئے دیوبند حاضری دی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے شاگردی و بیعت کا شرف حاصل کیا۔ تب سے مولانا دوست محمدؒ نے اپنے نام کے ساتھ مدنی کا لاحقہ لگانا شروع کر دیا۔

۱۹۴۴ء کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ملتان و خانیوال کے درمیان شام کوٹ کی بستی سیداں میں امامت و تدریس کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ بعد خانیوال کی مسجد لوکوشیڈ میں خطیب مقرر ہو گئے۔ یہ زمانہ آپ کی بھرپور جوانی کا زمانہ تھا۔ درمیانہ قد، گندھا ہوا جسم، سفید کالی داڑھی، تقریر کے لئے جاتے تو ہاتھ میں عصاء اور عربی کالے رنگ کا عربی چغہ استعمال کرتے۔ رسیلی آواز، دلائل گرم اور الفاظ نرم آپ کی خطابت کی پہچان تھی۔ گھنٹوں کھڑے ہو کر بلا تکان بولنا اور سامعین کو دم بخود کرنا یہ آپ کی شان تھی۔

راقم ابھی مڈل کلاس میں پڑھتا تھا۔ تب نور پور نورنگہ کے قریب ایک بستی میں آپ

کے بیان کا اعلان ہوا۔ آپ کے داعی و میزبان کے رشتہ دار مولانا حضور احمد بریلوی مکتب فکر کے عالم دین ہمارے گاؤں میں خطیب تھے۔ انہوں نے سنا کہ ہمارے رشتہ دار نے ایک دیو بندی عالم بلایا ہے تو بل کھا کر رہ گئے۔ اس زمانہ میں دیو بندی اور بریلوی مسئلہ عروج پر تھا۔ مولانا حضور احمد نے ٹھان لی کہ اس گاؤں میں جا کر حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ کی تقریر میں اعتراض کر کے ان کو زچ کرنا ہے۔ مولانا حضور احمد دو چار خدام کے ساتھ چل پڑے۔ فقیر بھی تماش بین کے طور پر اس گروہ میں شامل تھا۔ چھ سات میل پیدل سفر کر کے وہاں پہنچے۔ درختوں کے جھنڈ کے گھنے سایہ میں جلسہ عروج پر تھا۔ ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ یہ سٹیج تھی۔ اس دور میں سپیکر خال خال جلسوں میں استعمال ہوتا تھا۔ نظم ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ مولانا حضور احمد رفقاء سمیت سامعین میں بیٹھ گئے۔ جلسہ کے داعی مولانا حضور احمد کے رشتہ دار دوڑے ہوئے آئے اور مولانا حضور احمد کو سٹیج یعنی چارپائی پر بیٹھنے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن مولانا حضور احمد غصہ میں تھے کہ ہمارے رشتہ دار ہو کر دیو بندی کو کیوں بلایا۔ اس لئے سامعین میں بیٹھے رہے۔ حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ کی مولانا حضور احمد سے واقفیت نہ تھی اور نہ ہی صورت حال سے باخبر تھے۔ نظم ختم ہوئی۔ عربی میں خطبہ پڑھا۔ جھوم اٹھے۔ رسیلی تلاوت کی تو سامعین سراپا گوش برآواز ہو گئے۔ اب تقریر شروع کی تو چند منٹوں میں پورا اجتماع ان کی مٹھی میں تھا۔ گرمی کے زمانہ میں ظہر سے عصر تک اڑھائی گھنٹے بیان ہوا۔ تمام تقریر دیو بندی بریلوی نزاع کے تناظر میں تھی۔ مگر کیا مجال ہے کہ پوری گفتگو میں کوئی کمزور بات' تیز یا ترش لہجہ اختیار کیا ہو۔ دعا ہوئی۔ مولانا حضور احمد صاحب رفقاء سمیت اٹھے۔ چادر کی گرد جھاڑی اور واپس چل پڑے۔ راستہ میں فرمایا کہ یہ مولوی صاحب تو خوب آدمی ہیں۔ اپنا عقیدہ بھی بیان کیا لیکن کہیں اعتراض کے لئے جھول نہیں آنے دیا۔

موصوف کی رائے مولانا دوست محمد مدنیؒ کے متعلق سن کر: ''والفضل ماشهدت به الاعداء ۔ '' کا نقشہ آنکھوں میں گھومنے لگا۔ اس زمانہ میں خانیوال ملتان کی تحصیل تھی۔ تب

پورے ضلع میں کوئی قابل ذکر جلسہ آپ کی تقریر کے بغیر نہ ہوتا۔

خانیوال سے ۱۹۶۲ء میں نواب شاہ سندھ منتقل ہو گئے۔ ریلوے اسٹیشن نواب شاہ کے قریب مسجد کبیر کی بنیاد رکھی۔ فلک بوس' خوبصورت اور دیدہ زیب مسجد بنائی۔ اس کے عقب میں ملحقہ رہائش کے لئے مکان بنایا اور اسی سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۸۷ سال تھی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے آپ کو عشق تھا۔ قاسم العلوم ملتان کے سنگ بنیاد کے لئے جب حضرت مدنیؒ تشریف لائے تو حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ ہمراہ تھے۔ مولانا دوست محمدؒ نے جمعیت علمائے ہند' مجلس احرار اسلام اور جمعیت علمائے اسلام میں سرفروشانہ کام کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب پر جان چھڑکتے تھے۔

سندھ میں قیام کے دوران قادیانی فتنہ کے اثرات دیکھے تو ان کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ ہر سال اپنی مسجد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنس بڑے اہتمام سے منعقد کراتے۔ ایک کانفرنس پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے تو حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ گھر سے ایک بکس منگوایا۔ اس میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ٹوپی ودیگر تبرکات تھے۔ ان کی زیارت کرائی۔ چناب نگر وملتان کی ختم نبوت کانفرنسوں میں متعدد بار شرکت فرمائی۔ غرض حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ نے بھرپور زندگی گزاری۔

تین صاحبزادے اور دو بیٹیاں آپ کے پسماندگان میں شامل ہیں۔ تینوں بیٹے حافظ وقاری وعالم ہیں۔ مولانا محمد ارشد مدنی' مولانا اسجد مدنی اور محمد امجد مدنی۔ تینوں دین کی خدمت تعلیم وتعلم' درس وتدریس' امامت وخطابت سے ترویج اسلام کے لئے ساعی ہیں جو یقیناً حضرت مولانا مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا دوست محمد مدنیؒ کے حامی وناصر ہوں۔ آمین!

(لولاک محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

۸۹.....حضرت قاری صفات محمد عثمانیؒ

وفات.....۱۶ جنوری ۲۰۰۵ء

مرکزی جامع مسجد سٹلائٹ ٹاؤن بہاول پور کے خطیب وامام حضرت مولانا قاری صفات محمد عثمانی صاحبؒ ۱۶ جنوری ۲۰۰۵ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! جناب حافظ مشتاق محمد عثمانی صاحبؒ پانی پت کرنال کے نمبردار تھے۔ ان کے ہاں ۱۹۱۹ء میں قاری صفات محمدؒ کی پیدائش ہوئی۔ پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خانؒ اور قاری صفات محمدؒ کا ابائی گاؤں ایک تھا۔ قاری صفات محمدؒ کے جداعلیٰ برصغیر کے معروف بزرگ شیخ جلال الدین کبیرالاولیاءؒ تھے۔ جو حضرت شکر گنج بابا فرید الدینؒ کے خلیفہ مجاز اور بوعلی قلندرؒ کے فیض یافتہ تھے۔ آپ نے حضرت قاری فتح محمدؒ پانی پتی کے ہاں پانی پت میں قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری صفات محمدؒ ان کے لاڈلے شاگرد تھے۔ قاری صفاتؒ حضرت قاری رحیم بخشؒ پانی پتی کے تقریباً ہمدرس ساتھی تھے۔

اس زمانہ میں لکھنؤ میں مدرسہ فرقانیہ کے مہتمم حضرت حافظ احمدؒ تھے۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری عبدالمالک علیگڑھیؒ کے ہاں آپ نے قرأت عشرہ کی تعلیم مکمل کی۔ مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی نے مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل میں قائم کیا تھا۔ جسے مجلس مؤید العلم چلاتی تھی۔ اس مدرسہ میں قاری صفات محمدؒ نے ۱۹۶۴ء میں دورہ حدیث شریف کیا۔ آپ نے فاضل عربی، فاضل فارسی لکھنؤ یونیورسٹی سے کیا۔ فرنگی محل میں تعلیم کے دوران آپ ایک مسجد میں مفت امامت کراتے تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آنولا میں حفظ کے مدرسہ کے تقریباً سات سال تک مہتمم ومدرس رہے۔

تدریس کے زمانہ میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے ۱۹۴۴ء میں فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا۔

پاکستان سے قبل آپ کے بھائی بہاولپور میں انہار کے محکمہ میں ملازم تھے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے پر آپ کا خاندان بہاول پور میں منتقل ہو گیا۔ لیکن قاری صفات محمدؒ آنولا میں تدریس کرتے اور مدرسہ کا اہتمام چلاتے رہے۔ پانی پت میں حضرت مولانا لقاء اللہؒ پانی پتی تھے۔ ان کے بیٹے مولانا الیف اللہ پانی پتی پاکستان بننے کے بعد سرگودھا آگئے۔ لیکن پانی پت کے باقیماندہ مسلمانوں، مساجد ومدارس کی نگرانی کے لئے مولانا لقاء اللہؒ پانی پتی نے پانی پت میں قیام کو ترجیح دی۔ ہزاروں کمزور مسلمانوں کو واپس دائرہ اسلام میں لائے اور ہزاروں کو سہارا دیا۔

۱۹۴۷ء کے رمضان شریف میں آپ نے آنولا مدرسہ سے قاری صفات محمدؒ کو پانی پت بلا بھیجا کہ آپ آ کر اپنے والد کی مسجد میں نماز تراویح پڑھائیں۔ قاری صفات محمدؒ نے لیت ولعل کیا تو مولانا لقاء اللہؒ نے پیغام بھیجا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ تقسیم کے باعث فسادات کے ڈر سے پانی پت نہیں آ رہے۔ آپ آ جائیں۔ اسٹیشن سے آپ کے والد کے سکھ ملازم آپ کو وصول کر کے عافیت سے میرے ہاں لے آئیں گے۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ آپ نے اس سال تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ مولانا لقاء اللہؒ اور ان کے ملازم دو شخص مقتدی تھے۔ لیکن ۱۹۴۸ء کی تراویح میں پوری مسجد نمازیوں سے بھر گئی۔ آپ کا قران مجید پختہ تھا۔ ایک رکعت میں بارہ پارہ تلاوت کر لیتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں خاندان کے اصرار پر آنولا (کرنال) سے ہجرت کر کے بہاول پور آ گئے۔

۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور ۱۹۵۵ء میں بہاول پور سے او،ٹی' کیا۔ گورنمنٹ ہائی سکول یزمان میں ۳۲ سال مسلسل پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۲ء میں وہاں سے ریٹائرڈ ہوئے۔ فرید گیٹ اور پھر چاہ فتح خان میں رہائش رہی۔ سٹلائٹ ٹاؤن مسجد الخلیل میں امامت وخطابت کی۔ پھر سٹلائٹ ٹاؤن مرکزی جامع مسجد میں عرصہ اٹھارہ سال سے امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور وصال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

قاری صفات محمدؒ گھر پر بغیر بورڈ لگائے اور بغیر نام رکھے فی سبیل اللہ بچوں کو حفظ کراتے اور سند دیتے رہے۔ کئی نوجوانوں نے آپ سے حفظ وقرأت کی تعلیم حاصل کی۔ بہت مخلص اور صالح بزرگ تھے۔ تلاوت میں حد درجہ جاذبیت ہوتی تھی۔ چمکتے دمکتے موتیوں کی طرح ادائیگی حروف سے تلاوت آپ کا معمول تھا۔ دعا کرتے تو معلوم ہوتا کہ آپ کا کلیجہ پگھل پگھل کر رب کریم کے حضور سراپا عجز ونیاز بن رہا ہے۔ آپ نے تقریباً بچاسی سال عمر پائی۔ آخری عمر میں تلاوت اور عبادت آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ معمولی بیمار رہے۔ لیکن معمولات ترک نہیں ہوئے۔ وفات سے کچھ دیر قبل جس کمرہ میں استراحت فرماتے تھے اس کا دروازہ کھلوا دیا۔ بچیوں اور مستورات کو کمرہ خالی کرنے کا فرمایا کہ دیکھو وہ مجھے لینے کے لئے آ گئے ہیں۔ دروازہ کھول دو۔ کمرہ خالی کر دو۔ گھر والوں نے اس پر عمل کیا۔ بظاہر کوئی شخص نہ آیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد گھر والوں نے آ کر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ پیر ۱۷ جنوری کو جنازہ ہوا۔ قابل رشک اجتماع تھا۔ اسی روز آسودہ خاک ہوئے۔ (لولاک محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

۹۰......حضرت مولانا صوفی اللہ وسایاؒ

وفات......۲۱ فروری ۲۰۰۵ء

سرائیکی علاقہ میں اللہ وسایا نام رکھنے کا عام رواج ہے۔ ڈیرہ غازی خان میں حافظ اللہ وسایا صاحبؒ معروف خطیب گزرے ہیں۔ موصوف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ نامور خطیب تھے۔ قدرت نے آپ کو بلا کا گلہ دیا تھا۔ جہیر الصوت تھے۔ معروف نعت خواں جناب صوفی محمد بخش مرحوم اور حافظ اللہ وسایا صاحبؒ ان دو حضرات کے متعلق عام مشاہدہ ہے کہ جب یہ حضرات زور سے آواز بلند کرتے تو ان کی آواز سپیکر پر غالب آ جاتی تھی اور سپیکر پر بالکل چھا جاتے تھے۔ حافظ اللہ وسایا صاحبؒ بلند پایہ خطیب تھے۔ خوبصورت آواز اللہ تعالیٰ نے آپ کو ودیعت کی تھی۔ حافظہ اتنا اچھا تھا کہ جو سنتے تھے یاد ہو جاتا تھا۔ ان کے مترنم بیان کو سن کر چلتی دنیا رک جاتی تھی۔ میٹھے رسیلے خطیب تھے۔ حافظ اللہ وسایا صاحبؒ نابینا تھے۔ ظریف الطبع تھے۔ ان کے بعد ان کے ایک اور ہم نام نے ڈیرہ غازی خان میں بہت نام پایا اور وہ ہمارے بزرگ بھائی حضرت مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ تھے۔

مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ ڈیرہ غازی خان کے معروف قصبہ ثمینہ کے رہائشی تھے۔ گھلو برادری سے تعلق تھا۔ ان کے والد متوسط طبقہ کے زمیندار تھے۔ آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دورہ حدیث شریف کیا۔ سرائیکی کے ایک اور نامور خطیب حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ ڈیرہ غازی خان میں تقریر کے لئے گئے تو نوجوان عالم دین مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت میں گھیر لائے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی سرپرستی اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی شاگردی نے مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کو خالص سونا بنا دیا۔

ڈیرہ غازی خان مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کا حلقہ تبلیغ مقرر ہوا۔ آپ نے اس زمانہ میں ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کا چپہ چپہ چھان مارا۔ کوئی علاقہ اور بستی ایسی نہ تھی جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخ قائم نہ کی ہو۔ کام کی وسعت کے پیش نظر ایک زمانہ میں ڈیرہ

غازی خان اور کوئٹہ کی مجلس کی علیحدہ رپورٹ شائع ہوتی تھی۔ جو مرکزی روئیداد کے علاوہ ہوتی تھی۔ داجل اور پہاڑی علاقوں میں اونٹوں پر سفر کرنا اور پیدل چلنا' ان سب متذکرہ حضرات کے ساتھ سال بھر میں ایک دو پورے ضلع کے تبلیغی اسفار کا ہونا' ایک معمول تھا۔ مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کی شبانہ روز محنت کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔ ایک وقت میں وہ ڈیرہ غازی خان کی دینی پہچان بن گئے۔ کوئی دینی ادارہ یا جماعت ان کے مشورہ کے بغیر نہ چلتی تھی۔ علماء میں ان کی مثال ستاروں میں چاند کی سی تھی۔ رنگ سانولا' قد متوسط' جسم بھاری۔ گفتگو میں ربط کے قائل نہ تھے۔ ہمیشہ عشق و مستی کی زبان بولتے۔ جوبات کرتے جذبہ سے کرتے۔ دل سے نکلتی تھی اور دلوں پر پڑتی تھی۔ خدمت خلق کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا۔ غریب' مسکین' پسے ہوئے پسماندہ لوگ آتے اور آپ ان کے تھانوں اور کچہریوں کے کام کرواتے تھے۔ مقدر کے دھنی تھے۔ جہاں جاتے کام کرا کر واپس لوٹتے تھے۔ سیدھی لٹھ چلانے کے عادی تھے۔ بل' فریب اور لگی لپٹی کے قائل نہ تھے۔ ان کے جذبہ عشق و مستی نے ان پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔ ضلعی وڈویژنل انتظامیہ کا ان کے موقف کو ماننے بغیر چارہ نہ ہوتا تھا۔ دوست پرور تھے۔ جس سے دوستی ہوگئی اسے عمر بھر نبھاتے تھے۔ جس افسر سے ایک بار ملنا ہو جاتا وہ زندگی بھر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ ان تعلقات سے غریب لوگوں کے کام نکلواتے۔ خدمت خلق اور جذبہ صادق نے آپ کو علاقہ کا ہر دل عزیز بلکہ بے تاج بادشاہ بنا دیا تھا۔ متوکل علی اللہ تھے اور یہی ان کا سرمایہ تھا۔ دوست ان پر جان چھڑکتے تھے۔ گھر سے پیدل نکلے۔ سواری کرائی۔ راستہ میں دوست مل گیا۔ تیل ڈلوایا' چل پڑے۔ ہفتہ بھر میں ضلع بھر کا دورہ مکمل کر کے آ گئے۔ جو ملا کرایہ ادا کر دیا۔ خالی جیب گھر سے جاتے اور اسی طرح واپس آ جاتے تھے۔ جس پولیس افسر سے دوستی ہوئی تو پولیس کی گاڑی' پولیس کی نگرانی' پولیس ڈرائیور۔ یوں علاقہ میں تبلیغی دورے کرتے تھے۔ آپ کی ایسی دھاک بیٹھ گئی تھی کہ بڑے سے بڑے سردار آپ کے نام سے خم کھاتے تھے۔ ڈیرہ غازی خان کے در و دیوار پر آپ کی جراتوں و بہادری کے نشان ثبت ہیں۔

ایک بار کمپنی باغ کے جلسہ عام میں ایک وزیر سرمایہ دار تقریر میں دین دار طبقہ کو رگید رہے تھے۔ مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کو اطلاع ہوئی۔ اکیلے جا دھمکے۔ اتفاق سے نماز کا وقت تھا۔ قریبی مسجد پیارے والی میں آذان دی۔ لوگ آپ کی آواز سے مانوس تھے۔ ان کے کان

کھڑے ہوئے۔ آذان کے اختتام پر اعلان کیا کہ آؤ لوگو! نماز کی طرف۔ حاضرین یکدم اٹھے۔ مسجد بھر گئی۔ جلسہ اجڑ گیا۔ وزیر صاحب کی تقریر ختم ہوگئی۔ رعونت اقتدار رخصت ہوئی۔ صوفی صاحبؒ نے سپیکر پر نماز پڑھائی۔ دعا میں پوری تقریر کا جواب ہوگیا۔ یوں اکیلے آپ کی جرات نے اقتدار کو چاروں شانے چت کر دیا۔ اس طرح کے واقعات شب و روز ان کی زندگی کا عام معمول تھا۔ آپ کی گدائے فقیر' صدائے بے نواء پر لوگ شہد کی مکھیوں کی طرح جمع ہو جاتے تھے۔ علاقہ بھر میں آپ کے نام کی گونج تھی۔ آپ کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔ بڑے بڑے سورماؤں کے آپ کے نام سے پتے پانی ہو جاتے تھے۔

ایک بار ٹبی قیصرانی کے قریب بستی شیر خان میں میر مند قادیانی زمیندار کو مسجد کے کونہ میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کو پتہ چلا تو سینہ سپر ہوگئے۔ علاقہ کے تمام مکاتب فکر کو جمع کیا۔ آگ پانی کو جمع کر کے قادیانیوں کے مقابل لا کھڑا کیا۔ خانقاہ عالیہ تونسہ شریف کے خاندان کے چشم و چراغ خواجہ عبد مناف کو ساتھ ملایا۔ مذہب و سیاست کے سر برآوردہ حضرات کو یکجا کر کے تحریک کی نیو اٹھائی۔ جلسے ہوئے۔ ٹبی قیصرانی کے جلسہ میں قادیانیوں نے آدمی بھیج کر پتھراؤ کیا۔ آپ شیر غراں کی طرح ڈٹ گئے۔ جلسہ کامیاب ہوا۔ ٹبی سے تحریک تونسہ شریف تک پھیل گئی۔ دن رات کے جلسوں نے تحریک کو پروان چڑھایا۔ تب ربوہ کے قادیانی علی الاعلان دعوے کرتے نہ تھکتے تھے کہ اب مولویوں کا مقابلہ سرمایہ دار' زمیندار' وڈیرے' جاگیردار' تمن دار سے ہے۔ قادیانیوں کے لمبے ہاتھ۔ خود بھی مرنے والا علاقے کے رواج کے مطابق اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ ضلعی انتظامیہ ان کے زیر اثر تھی۔ تب ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کے ایک مرحلہ پر مذہبی امور کے زیر اہتمام قادیانی مسئلہ پر ایک کمیٹی قائم ہوئی۔ مذہبی امور کے وزیر ملک خدا بخش ٹوانہ تھے۔ جونیجو صاحب نے ان کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ ڈیرہ غازی خان جا کر مسئلہ کو حل کریں۔ یہ دفع الوقتی تھی۔ یا بعد میں قادیانی دباؤ کہ انہوں نے تاریخ مقرر کر کے ملتوی کر دی۔ مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ نے ڈیرہ غازی خان میں جلسہ عام کا اعلان کر دیا۔

اجتماعی جمعہ ایک گراؤنڈ میں ہوا۔ جمعہ کے بعد جلوس نے ایس پی وڈی سی آفس جانا تھا۔ ہزاروں خلق خدا کے جلو میں تمام دینی جماعتوں کے ضلعی سربراہوں کے ہمراہ آپ روانہ ہوئے۔ شہر کے در و دیوار جھوم اٹھے۔ آگے مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالستار تونسوی بھی جلوس

میں آ شامل ہوئے۔ فقیر راقم ابتدائی جلسوں سے آج کے جلوس تک صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کے زیر قیادت شریک رہا تھا۔ اس جلسہ میں لاہور سے شیعہ مکتب فکر کے رہنما جناب علی غضنفر کراروی بھی شریک ہوئے۔ جلوس کے شروع ہوتے ہی ممکنہ حالات کو سامنے رکھ کر فقیر نے ان کو دفتر بھجوادیا کہ آپ آرام کریں۔ جلوس کے بعد اکٹھے ملتان چلیں گے۔ پورے ضلع سے کارکنوں کی نمائندگی موجود تھی۔ بلاشبہ ہزاروں کا جلوس تھا۔ ڈی سی، ایس پی نے باہر نکل کر بات چیت کرنا چاہی۔ فقیر نے جا کر صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ مولانا! اب وقت ہے جلوس کی طاقت آپ کی پشت پر ہے۔ انتظامیہ سے قادیانی مردہ کے اخراج کے لئے کل کی تاریخ طے کرالو۔ جلوس پرامن منتشر کردو۔ کل پولیس افسران کے ہمراہ آپ جائیں اور قادیانی مردہ نکلوا کر آئیں۔ صوفی صاحبؒ مصر تھے کہ یہ ابھی چلیں۔ جلوس کے ہمراہ جائیں گے۔ لیکن یہ کسی طرح ممکن نہ تھا۔ میری بات سن کر صوفی اللہ وسایا صاحبؒ رو پڑے کہ حکومت جھوٹے وعدے کرتی ہے۔ مہینہ ہوگیا ہے۔ مجھے سمجھیں کہ میں کربلا میں اکیلا کھڑا ہوں۔ میرے لئے صوفی صاحبؒ کو اس ماحول میں قائل کرنا مشکل ہوگیا۔ میں پیچھے ہٹ آیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج شروع کردیا۔ صوفی صاحبؒ بھاری جسم کے تھے۔ حضرت تونسوی صاحب بوڑھے تھے۔ پولیس کی زد میں آ گئے۔ خوب لاٹھی چارج ہوا۔ کئی رہنما زخمی ہوگئے۔ ان دنوں فقیر ہلکے جسم کا تھا۔ جان بچی، لاکھوں پائے۔ تب بریلوی مکتب فکر کے رہنما جناب محمد خان لغاری بھی زخمی ہوئے۔ سب حضرات کو بیسیوں رفقاء سمیت زخمی حالت میں گرفتار کرلیا گیا۔ فقیر افراتفری میں دفتر آیا۔ مولانا کراروی کو ساتھ لیا اور ملتان کے لئے عازم سفر ہوا۔ تھوڑی دیر بعد دفتر پر چھاپہ پڑا اور موجود سب حضرات بھی حوالہ زندان ہوگئے۔

پولیس افسران کے وحشیانہ آپریشن سے ایک بار سراسیمگی پھیل گئی۔ ریڈیو اور اخبارات میں خبر آئی۔ قومی اسمبلی میں تحریک التواء پیش ہوئی۔ ہم نے جلسوں اور مظاہروں کا اعلان کردیا۔ حکومت کی وعدہ خلافی کو کوسا گیا۔ اس دور کے حکمرانوں میں کچھ احساس تھا۔ ٹی وی پر پوری قوم کے سامنے وعدہ خلافی کے الزام کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ پولیس گئی۔ قادیانی تمن دار کی لاش مسجد سے نکال کر ان کی اپنی حویلی میں دبادی گئی۔

صوفی اللہ وسایا صاحبؒ فاتح شیر گڑھ بن گئے۔ قادیانیوں پر اوس پڑ گئی۔ قادیانی غیر

مسلم ہیں۔ مسلمانوں کے قبرستان علیحدہ۔ غیر مسلموں کے مرگھٹ علیحدہ۔ یہ مال کے کاغذات میں تقسیم وفرق موجود ہے۔ پوری مغربی دنیا میں مسلم' غیر مسلم قبرستانوں میں یہ تمیز موجود ہے۔ لیکن جان کر قادیانی خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر کے آئین سے انحراف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قادیانی قیادت جان کر قادیانیوں کے مردے خراب کرا کر قوم کو الو بناتی ہے اور خود کو مظلوم ثابت کرتی ہے۔ اس تحریک کا فائدہ یہ ہوا کہ شادن لنڈ میں چالیس قادیانی مسلمان ہوگئے کہ جناب! دنیا میں مسلمانوں سے ہم علیحدہ۔ مرنے کے بعد بھی مسلمانوں میں دفن نہ ہوسکیں تو لعنت ہے اس قادیانیت پر۔ خود اس قادیانی تمن دار کا ایک قریبی عزیز بیٹا یا پوتا ایک مرحلہ پر صوفی اللہ وسایا صاحبؒ کے پاس آیا۔ قادیانیت ترک کرنے کا ارادہ کیا۔ صوفی اللہ وسایا صاحبؒ نے فقیر کو فون کیا کہ کیا کرنا ہے؟۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی سیاسی چال نہ ہو۔ فون بند کیا۔ اس سے اشام لکھوایا۔ مرزا قادیانی کے کفر پر دستخط لے کر فارغ کر دیا۔ مجھے فون کیا کہ توبہ کرادی۔ میں نے کہا آپ نے جلدی کی۔ معاملہ کو تھوڑا سوچ لیا ہوتا۔ کہنے لگے کہ مرزا قادیانی کو اس نے کافر کہا۔ قادیانیوں کی ذلت ہوئی۔ (۱) سے اس کی لڑائی ہوئی۔ دشمن کمزور ہوا۔ یہ نہ سہی اس کی اگلی نسل سے قادیانیت کے جراثیم بھی ختم ہو جائیں گے۔ اگر پھر مرتد ہوا۔ ہم زندہ تو پھر دمادم مست قلندر کرنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ میدان بھی ہے۔ سواری بھی ہے۔ شاہسوار بھی ہے۔

غرض خوب آدمی تھے۔ پھر قادیانی مردوں کے اخراج از قبرستان ہائے مسلم کی تحریک کو پروان چڑھایا۔ پورے ضلع کو صاف کر دیا۔ رہے نام اللہ کا۔ اس قسم کے ان کے مجاہدانہ کارناموں سے تاریخ بھری ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے۔ جرات مند' باہمت' بہادر انسان تھے۔ ان کا دل آئینہ کی طرح صاف تھا اور زبان نفاق سے پاک تھی۔ جو کہتے تھے کر کے دکھاتے تھے۔ آخر وقت تک مرد غازی اور مجاہد کی طرح ستیزہ کار رہے۔ آخری عمر میں شوگر نے کمزور کر دیا۔ دل ودماغ آخر تک متحرک رہے۔ یہی مومن کی شان ہے۔

۲۱ فروری ۲۰۰۵ء کو انتقال ہوا۔ ۲۲ فروری کو مثالی جنازہ ہوا۔ ضلع بھر کے لوگ قافلہ در قافلہ آئے۔ عدیم النظیر حاضری تھی۔ آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد قاسم نے جنازہ پڑھایا۔ آبائی قبرستان میں خلد نشین ہوئے۔ (لولاک صفر الخیر ۱۴۲۶ھ)

۹۱......حضرت مولانا غلام محمد علی پوریؒ

وفات......۲۲فروری ۲۰۰۵ء

کسی بزرگ ودوست کی وفات کی خبر سننے کے بعد ابتدائی دوتین دنوں میں تعزیتی مضمون یا خاکہ لکھنے کے لئے وقت مل جائے تو بہت موزوں لکھا جاتا ہے۔لیکن اگر کسی مصروفیت کی وجہ سے وقت نہ مل سکے تو تجربہ یہ ہے کہ مضمون میں نہ صرف تاخیر ہوجاتی ہے بلکہ بعد میں لکھے جانے والے مضمون میں ’’درد‘‘ کی کیفیت قطعاً پیدانہیں ہوسکتی۔الّا مارحم ربی !آج اسی ذہنی کیفیت سے دوچار ہوں۔محترم حضرت مولانا صوفی اللہ وسایا صاحب مرحوم کے جنازے کے لئے پاء بکف تھے کہ علی پور سے مولانا محمد اجود حقانی نے اطلاع دی کہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب انتقال فرماگئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون !پڑھااورڈیرہ غازی خان حضرت صوفی صاحبؒ کے جنازے کے لئے روانہ ہوگئے۔اسی شام کوواپس آکرعلی پورفون کیاتو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ کا جنازہ بھی ہوگیا ہے۔اسی روز بہاول پور میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔اس کے لئے عازم ہوئے۔اگلے روزختم نبوت رابطہ کمیٹی کا اسلام آباد میں اجلاس بھی تھااور اس میں شرکت بھی ازبس ضروری تھی۔حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم‘ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ اورحضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تو بہاول پور سے علی پورتعزیت کرکے رحیم یارخان ختم نبوت کانفرنس میں جاشریک ہوئے۔جبکہ فقیراسلام آباد سفر کے باعث تعزیت کے لئے علی پورنہ جاسکااورنہ ہی تعزیتی مضمون لکھنے کا وقت ملا۔

پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کی مہم نے دن رات ایسا سرگرداں رکھا کہ مہلت نہ مل سکی۔۳راپریل کوتعزیتی کانفرنس علی پور جامعہ حسینیہ میں رکھی گئی۔اس کے لئے بھی وقت نہ نکال سکا۔سوآج ادائے فرض وادائیگی قرض کے لئے بسم اللہ کرتا ہوں۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے آباؤاجداد ڈیرہ غازی خان سے سکونت ترک کرکے فتح پورؔمال نزدظاہرپیرضلع رحیم یارخان میں آکرآباد

ہوئے۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ ذرا ہوش سنبھالا تو کچھ سکول کی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد خانپور میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحبؒ کے مدرسہ مخزن العلوم میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد حضرت مولانا واحد بخش صاحبؒ (کوٹ مٹھن والے) اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد حضرت مولانا محمد ابراہیم تونسویؒ اور حضرت درخواستی صاحبؒ سے آپ نے دورہ حدیث کیا۔آپ کے ساتھ فارغ ہونے والوں میں حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ بھی تھے۔

فراغت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر المبلغین حضرت مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان سے ردقادیانیت پر تیاری کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی کام کی توفیق نصیب ہوئی۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں اور مبلغین کا ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اجلاس ہوا۔اس میں بھی آپ شریک تھے۔ ملتان' خانیوال اور پھر بہاول پور میں آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ گورے' چٹے' کھلے چہرہ' دراز قد' متوسط جسم کے حامل تھے۔مزاج میں پھرتیلا پن' طبیعت میں مشن سے والہانہ لگاؤ اور محنت کا بھرپور جذبہ تھا۔جوانی میں کسی رورعایت کے روادار نہ تھے۔جس بات کو حق جانا اس پر ڈٹ گئے۔جس بدی کو دیکھا اسے چاروں شانوں چت کرنے کے لئے جت گئے۔ جب تک آپ بہاول پور میں مجلس کے مبلغ رہے قادیانیوں کے پوری ریاست بہاول پور میں قدم نہ ٹکنے دیئے۔ان کے قیام بہاول پور کے دوران میں عظیم الشان اور مثالی تین روزہ سالانہ ختم نبوت کانفرنسیں ہوتی رہیں۔اس زمانہ میں ایک روزہ کانفرنسوں کا رواج نہ تھا۔ملک بھر کی دینی قیادت ان میں شریک ہوتی تھی۔آج کل لوگ میلوں' ٹھیلوں میں جس ذوق سے جاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ شوق سے لوگ ان کانفرنسوں میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ہر خطیب کا اپنا انداز ہوتا تھا۔آج کل کی طرح نقالی وتصنع کا تصور تک نہ تھا۔ ہر خطیب اپنے انداز میں آتا اور اپنے مخصوص لہجہ میں خطاب کرتا۔ بات دل سے نکلتی اور دلوں پر اترتی' دماغوں پر اثر کرتی۔ چہار سو دینی ماحول اور ترویج دین

واشاعت اسلام کا سماں ہوتا تھا۔ ہر خطیب تبلیغ اسلام کے نقطہ نظر سے اپنا فرض ادا کرتا۔ لوگوں کی ذہن سازی ہوتی تھی۔ دینی فضا بنتی تھی۔ سامعین جھولیاں بھر کر دل روشن ودماغ معطر کر کے جاتے تھے۔ ترنم وخوش الحانی بعض جلیل القدر خطباء کی خطابت کا طرہ امتیاز ہوتا تھا۔ اکثر وبیشتر خطباء کھڑے ہو کر گفتگو کرتے تھے۔ سادہ مگر صاف لباس ہوتا تھا۔ ان کے قدم قدم پر عمل وفضل کے وقار کی چھاپ ہوتی تھی۔ آج کل کی طرح تصنع' نقالی' قصہ خوانی' مک مکاؤ' گویا پن' میک اپ کا تصور نہ ہوتا تھا۔ جہاں ایک جلسہ ہو جاتا تھا وہاں سنت رسول ﷺ اور احیائے دین کی فضا قائم ہو جاتی تھی۔ بہاول پور کی دینی فضا والیان ریاست کی دین داری' حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ ' حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ حضرت مولانا محمد صادق بہاول پوریؒ حضرت علامہ محمد ناظم ندویؒ کے قیام بہاول پور کی برکات اور جامعہ عباسیہ میں ان حضرات کی تدریس کا نتیجہ تھیں۔ اس فضاء کو بہاول پور میں برقرار رکھنے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے حضرت مولانا غلام محمد مرحوم کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا مرحوم کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے اکابر کا دل سے احترام کرتے تھے۔ چھوٹوں کو آگے بڑھانے اور تعارف کرانے میں فیاض طبیعت تھے۔ نامعلوم ان کی حوصلہ افزائی سے کتنے رفقاء آگے بڑھے اور مقام حاصل کیا۔ خود اچھے مقرر تھے۔ نپی تلی جاندار گفتگو کرتے تھے۔ نام ونمود سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ اچھے منتظم تھے۔ خطابت' منتظم ہونے پر اخلاص کی گہری چھاپ نے انہیں نکھرا ہوا موتی بنا دیا تھا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک اور اس کے بعد حضوری باغ روڈ ملتان پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کی تعمیر میں آپ کی ڈیوٹی مرکزی دفتر میں تھی۔ ان کاموں میں مرحوم کا نہ صرف حصہ بلکہ بہت بڑا حصہ ہے۔ ہمارے مخدوم گرامی مخدوم العلماء مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی

جالندھریؒ کے بہت ہی معتمد تھے۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی رفاقت وطبیعت کا واضح پرتو ان میں نظر آتا تھا۔حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ' حضرت مولانا لال حسین اخترؒ' حضرت مولانا محمد حیاتؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ پر دل وجان سے عاشق تھے۔ بہاول پور میں قیام کے دوران علی پور میں اخبارات کی ایجنسی حاصل کی۔اپنے چھوٹے بھائی کو اس کا نگران بنایا۔جس زمانہ میں بہاول پور ہوتے تھے جماعتی حلقہ میں حضرت مولانا غلام محمد بہاول پوری کے نام سے تعارف تھا۔ملتان مرکزی دفتر کے بعد بہاول پور میں کچھ عرصہ مجلس کا کام کیا۔علی پور میں اپنے ذاتی کام کی وسعت اور بڑھاپا کے باعث حالات کچھ ایسے بنے کہ مستقل علی پور منتقل ہوگئے۔ان کے جانے سے اخبارات کے کام میں ترقی ہوئی۔انہوں نے اڈہ کے قریب مسجد ومدرسہ کی نیو اٹھائی۔مولانا مرحوم مدرسہ میں منتقل ہوگئے۔ بڑھاپا مستقل سیاپا نے ان کو گھیرا۔لیکن شیر دل تھے۔آخر وقت تک معمولات کو ترک نہیں کیا۔ ہر دینی کام میں برابر شریک رہے۔حضرت مولانا منظور الحسینی نے بھانجوں کے سر پر دست شفقت رکھا۔اب مین روڈ پر جامعہ حسینیہ کی کوہ قامت عمارت اور شاندار تعلیمی ماحول کا گلشن صدابہار ہوا' تو دونوں حضرات حضرت مولانا غلام محمد جواب علی پوری کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔اور حضرت مولانا منظور احمد الحسینیؒ یکے بعد دیگرے چند دنوں کے فاصلہ سے راہی آخرت ہوگئے۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ کی آخری دنوں بخار ونزلہ سے طبیعت بگڑی۔ضیق النفس کو بھی گزشتہ چند سالوں سے ساتھ لئے پھرتے تھے۔لیکن ہمت نہ ہاری۔البتہ کمزور ہوگئے تھے۔آخری شب سوتے جاگتے رہے۔ذکر وفکر جاری رہا۔رات ساڑھے تین بجے سوگئے۔صبح نماز کے وقت جگایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ آخرت کو سدھار چکے ہیں۔اللہ! اللہ! سکون واطمینان کی یہ گھڑی دنیا میں سوئے اور عالم برزخ میں آنکھ کھولی۔یا یوں تعبیر کریں کہ سوتے سوتے جنت چلے گئے۔۱۲رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۲رفروری ۲۰۰۵ء بروز منگل انتقال ہوا۔اسی روز ہی شام کو جامعہ حسینیہ میں سپرد خاک ہوئے۔ (لولاک ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

۹۲......حضرت مولانا قاری محمد امینؒ

وفات......۱۷جولائی ۲۰۰۵ء

حضرت مولانا قاری محمد امین صاحبؒ ۱۰ جمادی الثانی بروز اتوار مطابق ۱۷ جولائی ۲۰۰۵ء عالم دنیا سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون ! آپ چھچھ ضلع اٹک کے مردم خیز علاقہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اپنے علاقہ کے جید علماء کرام سے حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ ذہانت وفطانت، فہم وفراست، ذوق سلیم کے ساتھ بہت جری اور حق گو تھے۔ جب موقوف علیہ تک عربی تعلیم مکمل کرلی تو علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ یہ ۱۹۴۰ء کا زمانہ تھا۔ قیام دارالعلوم دیوبند میں آپ نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علیؒ اور پھر جامعہ امینیہ دہلی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ ایسے نابغہ روزگار اور اتقیائے زمانہ سے کسب فیض کرتے ہوئے علم حدیث کی سند فراغت حاصل کی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی عطا کیا تھا۔ حجازی سوز و وجد میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ زہے نصیب اور کمال سعادت مندی کہ اساتذہ کرام نے جامع مسجد دارالعلوم دیوبند میں جہری نمازوں کا امام مقرر فرمایا۔

۱۹۴۸ء میں آپ نے راولپنڈی میں جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ پاکستان میں سب سے بڑا فتنہ قادیانیت کا تھا۔ جس کے خلاف جدوجہد میں ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء تین تحریکات میں مسلمانان پاکستان کے خاص وعام نے نہایت جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ قید وبند کی سخت تکلیفات برداشت کیں۔ قاری صاحبؒ پہلی تحریک ۱۹۵۳ء میں نو ماہ قید میں رہے۔ بعد والی دونوں تحریکوں میں بھی بڑی جواں مردی سے حصہ لیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ جیسی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے۔

قاری صاحبؒ کا بیعت کا تعلق تازیست خانقاہ سراجیہ سے رہا۔ پہلے حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ سے تجدید بیعت کی۔ خانقاہ سراجیہ کے اس روحانی تعلق پر بدل وجان فریفتہ رہے۔ سیاسی تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحبؒ کو اپنی عنایات کریمانہ سے نوازیں، لغزشوں کو معاف فرمائیں اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائیں۔ (لولاک رجب المرجب ۱۴۲۶ھ)

۹۳……شاعر اسلام جناب سید امین گیلانیؒ

وفات……۱۳ اگست ۲۰۰۵ء

۱۳ اگست ۲۰۰۵ء بروز بدھ کو شاعر حریت، ترجمان ختم نبوت، یادگار اسلاف مخدوم محترم حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

۲۶ جولائی ۲۰۰۵ء کو بیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم کے سلسلہ میں دو ماہ کے لئے برطانیہ آنا ہوا۔ کانفرنس کے بعد سکاٹ لینڈ میں سہ روزہ رد قادیانیت کورس رکھا تھا۔ اس کے اختتام پر چھٹی سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم اور گلاسگو میں ۳۰ جولائی کو منعقد ہوئی۔ ۳۱ جولائی کو ۱۹ویں سالانہ توحید وسنت کانفرنس ویکفیلڈ سے فراغت کے بعد برنلے میں مولانا عزیز الحق صاحب نے حال میں مسجد ومدرسہ کے لئے وسیع چرچ خرید کیا ہے۔ اس کی افتتاحی تقریب تھی۔ اس سے فراغت کے بعد لندن حاضری ہوئی۔ سعودی عرب میں ادائیگی عمرہ کے بعد پاکستان واپسی کے لئے سیٹ کنفرم کرانا تھی۔ پانچ روز لندن کے لئے رکھے تو احباب نے یہاں پروگرام رکھ لئے۔

۱۴ اگست کو برطانیہ ٹائم کے مطابق چار بجے شام ہڈز فیلڈ سے محترم حافظ منصور العزیز صاحب نے مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ ۱۲ روزہ قیام کے لئے ہوٹل بک ہو جانے کی خوشخبری سنائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ افسوس ناک اطلاع یہ ہے کہ پاکستان میں حضرت سید امین گیلانی انتقال فرما گئے ہیں۔ خبر سنتے ہی آنکھوں کے سامنے سچ مچ اندھیرا چھا گیا۔ دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے ساختہ آنسو ابل پڑے۔ آج اندازہ ہوا کہ آدمی دیار غیر میں اپنے کسی عزیز یا بزرگ کے وصال کی خبر سنے تو اس پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے۔ مخدوم زادہ سید سلمان گیلانی عرصہ ڈھائی ماہ سے برطانیہ آئے ہوئے ہیں۔ ان متذکرہ کانفرنسوں میں ان کا ساتھ رہا۔ معلوم کیا کہ وہ گلاسگو سے متصل مدر ول قاری عبدالماجد صاحب کے ہاں ہیں۔ دھڑکتے دل سے فون کیا۔ دونوں طرف سے سسکیوں کے ماحول میں پتہ چلا کہ حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ لاہور گھر پر تھے۔ فیصل آباد کے علماء گئے اور حضرت گیلانی صاحبؒ کو آمادہ کر کے فیصل آباد لے آئے۔ ظہر کے بعد کھانا کھا کر کلمہ پڑھا۔ لیٹے داعی اجل کو لبیک کہا اور مالک الملک کو اپنی جان کی امانت لوٹا دی۔

حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ نجیب الطرفین سید تھے۔ عادات واطوار میں خانوادہ رسول ﷺ کے خون کا مکمل پرتو' جلوہ گر تھا۔ گورا رنگ' کھلا چہرہ' عقابی آنکھیں' لبوں پر مسکراہٹ' سمارٹ جسم' داڑھی کے بال خوبصورت چمکیلے' قد متوسط' بلند خیال' مترنم لحن داؤدی' خاص ادا سے حمد ونعت کے لئے طرح اٹھاتے تو ہزاروں کا اجتماع سر دھننے لگ جاتا۔ نامور خطیب کی خطابت سے کہیں زیادہ ان کو ہر جگہ پذیرائی ملتی۔ کراچی سے خیبر تک ان کے نام کی دھاک تھی۔ عام وخاص میں یکساں محبوب ومقبول تھے۔ اٹھتی جوانی میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صحبتوں کے اسیر ہوگئے۔

حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان کے ہر سٹیج پر ان کی موجودگی لازم قرار پائی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مجاہد اسلام حضرت مولانا تاج محمودؒ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ' فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ' بلبل احرار حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ' مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ اور دیگر اکابر نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو حضرت گیلانی صاحبؒ بھی اس کاروان ختم نبوت میں برابر کے شریک تھے۔ آپ کے ایمان افروز کلام کی مقبولیت نے یہ مقام حاصل کیا کہ دنیا زندگی بھر انہیں ''شاعر ختم نبوت'' کے نام سے جانتی پہچانتی تھی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علمائے اسلام کے اکابر کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ' حضرت مولانا مفتی محمودؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی طرح پورے ملک کے شیوخ حدیث' علمائے کرام' مشائخ عظام کے ہاں کو خاص محبوبیت کا مقام حاصل تھا۔ یہ سب کچھ ان کے اخلاص بھرے عشق رسالت مآب ﷺ کا صدقہ تھا۔ بلاشبہ وہ ایک بلند خیال شاعر اسلام تھے۔ اکابر کی صحبتوں نے انہیں دینی وسیاسی بصیرت کا اعلیٰ مرتبہ نصیب کیا تھا۔ ان کے خیالات کی

بلند پروازی میں ان کے اعلیٰ کردار کا بھی بڑا حصہ تھا۔ وہ بہت بڑے عوامی انقلابی اور اعلیٰ درجہ کے رہنما اور بلند کردار انسان تھے۔ دل کے غنی تھے۔ عسرت وسیرت میں مثالی اور نمونہ کی زندگی گزاری۔ قناعت پسند طبیعت تھی۔ کروفر سے کوسوں دور تھے۔ ان کی نظم کا ہر شعر پہلے سے زیادہ وقیع ہوتا تھا۔ ان کے کلام کی وسعتوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر شعر پر ان کو داد ملتی تھی۔ اپنے سامعین کو ایسا مدہوش کرتے تھے کہ لوگ فرش سے عرش تک پہنچ جاتے تھے۔ نعروں کی گونج میں سٹیج پر آتے اور نعروں کے سمندر میں تیرتے ہوئے کلام پڑھتے۔ ان کی ہر ادا دلربا ہوتی تھی۔ مدو جزر قابل دید ہوتا تھا۔ دین کے ہر شعبہ اور سیاست کی ہر جزئی پر ان کا کلام موجود ہے۔

حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ نے قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے لے کر مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ تک بیعت کے سلسلہ سے نے اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے لے کر قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن تک تمام سیاسی و مذہبی رہنماؤں کے ہاں حضرت گیلانی صاحبؒ کی رائے کو مقام حاصل تھا اور یہ ان کے مشیر تھے۔

فقیر راقم نے اپنی زندگی میں جن شعرائے اسلام کو دیکھا یا سنا ہے بلاشبہ ہمارے حلقہ میں وہ اپنے زمانہ میں سب پر فائق تھے۔ راقم زمانہ طالب علمی میں ملک بھر کے دینی حلقہ کی طرح ان کے نام و مقام سے آشنا تھا۔ البتہ پہلی بار زیارت ۱۹۶۶ء کے آخر یا ۱۹۶۷ء کے اوائل میں جامعہ مخزن العلوم خانپور کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر ہوئی۔ اس وقت آپ کا طوطی بولتا تھا۔ کسی جماعت، ادارہ، انجمن، مدرسہ و جامعہ کا جلسہ ان کے بغیر نامکمل شمار ہوتا۔ فراغت کے بعد فقیر راقم لائل پور (فیصل آباد) میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ مقرر ہوا۔ غالباً ۱۹۶۸ء میں دوروزہ ختم نبوت کانفرنس دھوبی گھاٹ میں کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ کی دعوت پر حضرت درخواستیؒ، حضرت جالندھریؒ جناب آغا شورش کاشمیریؒ سید مظفر علی شمسیؒ مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ عبدالقادر روپڑیؒ مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ تشریف لائے۔ دونوں راتیں حضرت گیلانیؒ کی نظموں سے سٹیج گونجتا رہا۔ یہاں سے تعارف

ونیازمندی کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد میں کئی بار جلسوں میں آپ کی موجودگی میں تقریر کی سعادت حاصل ہوئی۔ سٹیج پر داد دیتے۔ چھوٹوں کو بڑا بناتے اور پھر علیحدگی میں بہت ہی حکمت عملی کے ساتھ تصحیح فرماتے۔ بہت بڑے شاعر اور خطیب گر تھے۔

فقیر راقم کو خوب یاد ہے کہ سکھر کی ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر مہمان مقررین کی رہائش گاہ جامعہ اشرفیہ تھی۔ دن کو لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت گیلانی صاحبؒ ٹہلتے ٹہلتے کمرہ میں آن دھمکے۔ بہت سارے مہمان لیٹے تھے۔ فقیر نے انہیں دیکھ کر اٹھنا چاہا۔ فوراً حکماً اشارہ سے روک دیا اور پھر میرے پاؤں کے تلوں کو سہلانے لگے۔ جسم میں سرسراہٹ پیدا ہوئی تو فرمایا کہ خبردار حرکت نہ ہونے پائے۔ دو تین بار پاؤں کے تلوں پر اپنی مبارک انگلیوں کے پورے ہلکے خاص انداز سے چلائے۔ میں آنکھیں کھولے دم بخود بے حس وحرکت پڑا رہا۔ تو آپ نے شاباش دی اور فرمایا کہ آنسان کی کمزوری ہے کہ تلوں پر سہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے۔ جو حرکت پر قابو پالے اس کی قوت ارادی بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ میں نے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کی کہ حضرت! میری قوت ارادی ہے یا آپ کا احترام کہ میں تعمیل ارشاد میں دم بخود ہوگیا۔ میرے سر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا کہ رات کے جلسہ میں کیا کہا تھا۔ یوں نہیں یوں کہنا چاہئے تھا۔ تب راز کھلا کہ وہ اس ادا سے میری اصلاح کے لئے کوشاں تھے۔

حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ آزادی وطن اور نفاذ شریعت کے لئے متعدد بار قید وبند کی صعوبتوں سے گزرے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کئی ماہ جیل میں گزارے۔ وہ بہت ہی شیر دل رہنما تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کو پروان چڑھانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں حضرت گیلانی صاحبؒ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ بلکہ وہ اپنے شعبہ کے بلاشرکت غیر سربراہ تھے۔

۱۹۸۳ء میں مرزا ناصر قادیانی نے دوسری اکھ مٹکے کی شادی کی توہنی مون منانے کے لئے قادیانی گیسٹ ہاؤس اسلام آباد میں رہائش پذیر تھا۔ اس موقعہ پر جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ کانفرنس کے اختتام پر حضرت مولانا قاری احسان اللہ صاحب نے فرمایا کہ مرزا ناصر قادیانی میری مسجد کے ساتھ سڑک کے دوسرے کنارے رہائش پذیر ہے۔ وہاں

جلسہ ہو جائے۔ اگلی رات کا وہاں پروگرام طے ہو گیا۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی صدارت' حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی تقریر اور حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ کی نعت ہوئی۔ ابتداء میں فقیر کا بیان ہوا۔ اپنی تقریر سے فارغ ہوتے ہی حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ کے ہمراہ ختم نبوت دفتر اسلام آباد آ گیا۔ حضرت گیلانی صاحبؒ شیخوپورہ جانا چاہتے تھے۔ رات گئے حضرت مولانا عبدالرؤفؒ جتوئی تشریف لائے۔ زور سے دروازہ پیٹا' دروازہ کھلا تو فرمایا تم یہاں سوئے ہو۔ تمہارے بیان کے بعد مرزا ناصر کو دل کا دورہ پڑا۔ پولیس نے حضرت خواجہ خان محمد صاحب' جناب قاری محمد امینؒ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کو گرفتار کر لیا ہے۔ حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ اور میں (مولانا جتوئی) آنکھ بچا کر آ گئے۔ وہ باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں۔ حضرت گیلانی صاحبؒ نے بھی جانا ہے۔ آپ بھی چلیں۔

حضرت گیلانی صاحبؒ نے سفر کرنا تھا چل پڑے۔ مجھ پر نیند سوار تھی۔ عذر کر دیا۔ اگلے دن صبح راجہ ظفر الحق صاحب کو حضرت دامت برکاتہم کی گرفتاری کا پتہ چلا۔ انہوں نے پولیس افسران کو کہا تمہیں معلوم ہے کہ کن کو گرفتار کیا ہے؟۔ یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں جنرل محمد ضیاء الحق نے تین بار ملاقات کے لئے بلایا ہے۔ لیکن انہوں نے ملاقات نہیں کی۔ افسران کو جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت دامت برکاتہم کو اس وقت معذرت کر کے افسران نے رہا کر دیا۔ جناب قاری محمد امینؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ ضمانت پر رہا ہوئے۔ ہم نے قبل از گرفتاری بہت عرصہ بعد ضمانت کرائی۔ ان دنوں حضرت گیلانی صاحبؒ سے پیشیوں کے موقعہ پر ملاقاتیں رہیں۔ اس دل کے دورہ سے مرزا ناصر آنجہانی ہو گیا تو اس کی جگہ قادیانی چیف گرو مرزا طاہر بنا۔

۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا تو مرزا طاہر نے ملک سے مجرمانہ فرار اختیار کیا۔ اس پر حضرت گیلانی صاحبؒ نے نظم کہی کہ:

گرو بھاگ گیا ہر چیلہ گھبرایا گھبرایا ہے
مرزا طاہر سامنے آ بات تو کر تیرے لئے تو کافی اللہ وسایا ہے

حضرت گیلانی صاحبؒ نے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں یہ نظم بھی پڑھی تو اجلاس کے بعد ایک نامی گرامی خطیب نے کہا کہ حضرت گیلانی صاحبؒ آپ نے اللہ دسایا کا نام لیا۔ میرے نام کی شمولیت سے بھی کوئی نظم بنا دیں تو آپ نے انہیں فرمایا کہ میاں غلط سمجھے ہو۔ میں کوئی پروفیشنل شاعر نہیں ہوں۔ ماحول بنتا ہے۔ دل پر چوٹ پڑتی ہے تو اللہ میاں کچھ نہ کچھ کہلا دیتے ہیں اور بس۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کا پورا کلام اس اصول کے گرد گھومتا ہے۔ ان کی پوری شاعری میں کیفیت ''ورود'' ہے ''آورد'' نہیں۔

ایک دفعہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت! مسئلہ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے پورے کلام کو علیحدہ چھاپ دیں۔ تو ''ہر چہ گویم حق گویم'' مجموعہ مرتب کر دیا۔ جسے مجلس تحفظ ختم نبوت نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ نظم کی طرح آپ کی نثر میں بھی نرالی شان ہے۔ جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۹۸۲ء میں پہلی بار چنیوٹ سے سالانہ ختم نبوت کانفرنس کو منتقل کر کے چناب نگر میں منعقد کیا تو آپ شیخوپورہ سے قافلہ لے کر مسلم کالونی چناب نگر کانفرنس میں تشریف لائے۔ اجلاس شروع تھا۔ ہزاروں کا اجتماع اور دھواں دھار تقریریں ہو رہی تھیں۔ اجلاس اپنے عروج پر تھا کہ فقیر نے دیکھا کہ حضرت گیلانی صاحبؒ ایک ''مست الست'' کی طرح کبھی اجتماع کو، کبھی سٹیج کو، کبھی مسجد کو، کبھی چار دیواری کو، کبھی صحن کو، کبھی آسمان کو، کبھی شامیانوں کو اور کبھی درختوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر متفکرانہ انداز کو میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ مرشد! خیر ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اور سر میرے کندھے پر رکھ کر والہانہ انداز میں رو پڑے۔ فرمایا کہ میاں! میں ربوہ میں قافلہ امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اس شان میں فاتحانہ داخلہ کو دیکھ کر روح بخاریؒ کو تلاش کر رہا ہوں۔ وہ نہیں تو کم از کم حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا لال حسینؒ اختر، کوئی تو نظر آ جائیں؟ جنہیں بغلگیر ہو کر مبارک باد دے سکوں اور پھر زار و قطار خوشی میں رو پڑے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور حضرت مولانا تاج محمودؒ برآمدہ میں آ گئے۔ تینوں حضرات مل گئے۔ حضرت گیلانی صاحبؒ کو اس حالت میں دیکھا تو تینوں حضرات محو گفتگو ہو گئے۔ کسی کام سے کسی ساتھی نے مجھے بلا لیا اور میں ان تینوں کو چھوڑ کر چل دیا۔

حضرت گیلانی صاحب صحت کے آخری دور تک ہر سال شیخوپورہ سے قافلہ لے کر ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے۔ جب لاہور منتقل ہو گئے تو لاہور سے قافلہ کے ہمراہ تشریف لاتے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال بڑھاپے کے باوجود آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ کرسی پر بیٹھ کر نظم پڑھی تو اجتماع تڑپ اٹھا۔

حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ لاہور کی ختم نبوت کانفرنس میں ہر سال تشریف لاتے۔ چند سالوں سے فقیر راقم اپنے شیخ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے ہاں رمضان کے آخری دنوں میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ گزشتہ سال ۲۶ رمضان المبارک کو حضرت گیلانی صاحبؒ ایک دوست کے ساتھ گاڑی پر خانقاہ سید احمد شہیدؒ پر تشریف لائے۔ فقیر کو بلوایا اور فرمایا کہ تمہیں ملنے کے لئے آیا ہوں۔ فقیر پانی پانی ہو گیا۔ حضرت کیا فرماتے ہیں؟۔ مجھے حکم کیا ہوتا' میں سر کے بل آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتا۔ فرمایا کہ نہیں۔ سنو! تو سہی کہ کیوں آیا ہوں۔ عرض کیا فرمائیں۔ گویا ہوئے کہ آج ستائیس رمضان المبارک ہے۔ ہمارے محلہ کی مسجد میں ختم قرآن ہے۔ تقریر کے لئے انہوں نے میرے ذمہ ڈیوٹی لگا دی۔ حضرت مولانا قاری نذیر احمد سے آپ کا پتہ چلا تو حاضر ہو گیا ہوں۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر عرض کر دیا کہ حضرت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ انہوں نے دعا دی اور چل دیئے۔

حضرت گیلانی صاحبؒ کے جانے کے بعد یاد آیا کہ آج رات مجلس لاہور کے فاضل مبلغ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے شہر کے دوسرے کنارے پر پروگرام طے کر رکھا ہے۔ بھاگم بھاگ مولانا ثانی صاحب سے جا کر عرض کیا کہ دو پروگرام ہیں اور دونوں متضاد سمتوں میں ہیں۔ جبکہ وقت ایک ہی ہے۔ سفر بھی خاصا ہے۔ کیا کریں؟۔ حضرت گیلانی صاحبؒ کے پروگرام پر نہیں جاتا تو ان کی پوزیشن خراب ہوگی۔ آپ کے پروگرام پر نہیں جاتا تو بھی مجرم بننا پڑے گا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے فرمایا کہ حل نکالتے ہیں۔ مولانا ثانی پہلے اپنے پروگرام پر کینٹ میں لے گئے۔ وتروں کے فوراً بعد بغیر تلاوت ونعت کے تقریر پر بٹھا دیا۔ پندرہ بیس منٹ بیان کے بعد دوسرے ساتھی کا اعلان کیا۔ باہر نکلا تو مولانا ثانی موٹر سائیکل لئے تیار کھڑے تھے۔ فقیر کے بیٹھتے ہی موٹر سائیکل ہوا میں اڑا دیا۔ بیس کلو میٹر سفر کر کے حضرت گیلانی صاحبؒ کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ نعت پڑھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ لو مولوی صاحب آ گئے۔ میں

سرخرو ہوگیا۔نعت مکمل فرمائی۔فقیر کا بیان ہوا۔آپ نے دعا کرائی۔پروگرام مکمل ہونے کے بعد مجھے فرمایا کہ دیر کیوں ہوگئی؟۔میں نے صورت حال عرض کی کہ پہلے سے شہر کے دوسرے کنارے وقت دے رکھا تھا۔وہاں سے دوڑ کر آیا ہوں۔آپ مسکرائے اور فرمایا کہ جب میں نے سلام پھیرا تو آپ نہ تھے۔فوراً ماتھا ٹھنکا کہ میرے سے وعدہ خلافی تو نہ کریں گے۔البتہ دیر ہوسکتی ہے۔ حکمت عملی سے تلاوت کرائی۔پھر نعت پڑھی اور پھر ایک مقرر کو لگا دیا۔جب وہ ڈھیر ہوا تو پھر خود نعت شروع کردی۔آخری شعر پر خیال آیا کہ مولوی صاحب اب بھی نہ آئے تو لوگ کیا کہیں گے کہ گیلانی صاحبؒ کی بھی مقرر نہیں مانتے۔بس خیال گزرا تو دیکھا کہ آپ مسجد میں داخل ہورہے ہیں۔شکر کیا کہ سرخرو ہوگیا۔میں نے حضرت گیلانی صاحبؒ کے قدموں کو ہاتھ لگایا کہ حضرت آپ کے حکم سے سرتابی تو ممکن نہ تھی۔لیکن آپ کی کرامت کہ تعمیل ارشاد ہوگئی۔آپ نے بہت دعا دی۔بس یہ آخری ملاقات تھی حضرت گیلانی صاحبؒ سے۔

اب اس وقت حضرت سید امین گیلانی صاحبؒ کا جنازہ ہورہا ہوگا۔ہزاروں میل دور لندن میں بیٹھا ان کی یادوں سے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں کہ ان کی یادوں کی آڑ میں اپنے آپ کو اجاگر کررہا ہوں۔کیوں نہ ہو۔وہ اتنے بڑے انسان تھے کہ ان کی وابستگی سے کئی اجاگر ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعہ نور بنائیں۔

جناب سید سلیمان گیلانی اب آپ ہمارے بڑے ہیں۔انشاءاللہ! آپ سے وعدہ رہا کہ فقیر راقم زندگی بھر حضرت گیلانی صاحبؒ کا نوکر رہا۔اب آپ کی نوکری کریں گے۔آپ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے۔اچھا میاں سلیمان آپ کو آج سیٹ نہیں ملی۔آپ کل پاکستان جائیں گے۔جنازہ سے تو ہم دونوں محروم رہے۔ آپ کو دوھرا صدمہ ہے۔لیکن جب سے دنیا بنی ہے ایسے ہورہا ہے۔جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔ آپ پاکستان جائیں، میں سعودی عرب جاتا ہوں۔اپنے غم میں آپ میرے غم کو یاد رکھیں گے۔ اس لئے کہ وہ صرف آپ کے نہیں ہم سب کے بڑے تھے۔ہمارے بڑوں کے ساتھی تھے۔فقیر انشاءاللہ! ان کے لئے طواف کرکے ایصال ثواب کرے گا۔انشاءاللہ!

(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ)

۹۴......مبلغ ختم نبوت جناب حافظ احمد بخشؒ!

وفات......۲۲اگست ۲۰۰۵ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ حضرت مولانا حافظ احمد بخش صاحبؒ ۲۲اگست ۲۰۰۵ئمطابق ۱۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ بروز پیر قبل از عصر لاہور کارڈیالوجی سنٹر میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا حافظ احمد بخش صاحبؒ تلوڈھ قوم کے چشم و چراغ تھے۔ والد صاحب کا نام ملک اللہ بخش تھا۔ بسی داد والا موضع سومن تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے رہائشی تھے۔ حضرت مولانا احمد بخشؒ قد متوسط مائل بہ دراز' رنگ گندمی' جسم ہلکا' چہرہ پر چیچک کے ہلکے ہلکے داغ تھے جو بجائے خود خوبصورت لگتے تھے۔ داڑھی ورلی اور مشت بھر سے کبھی زائد نہ ہوئی۔ داڑھی کے بال ملائم اور سفید تھے۔ نیک طبیعت تھے۔ گفتگو میں کبھی فحش گوئی کو داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ لیکن مناسب حد تک خوش مزاج تھے۔ ترش رو بالکل نہ تھے۔ دوستوں کے دوست تھے۔ خاندانی انسان تھے۔ جس سے دشمنی ہوگئی اسے بھی نہ بھلا پاتے تھے۔ قناعت پیشہ تھے۔ البتہ مہمانوں کے لئے دیدہ دل وفرش راہ تھے۔

حضرت مولانا حافظ احمد بخش صاحبؒ نے عیدگاہ شجاع آباد میں جناب قاری غلام حسینؒ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم شجاع آباد سے متصل گاؤں میں حضرت مولانا محمد واصل مرحوم سے حاصل کی جو بہت بڑے متبحر عالم دین تھے۔ اسی طرح بستی ملوک کے حضرت مولانا سید درمحمد شاہ فاضل دیوبند سے کسب فیض کیا۔ آپ کے والد ملک اللہ بخش صاحبؒ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے متوسلین اور جمعہ کے مستقل نمازی تھے۔ اس تعلق خاطر بنیاد پر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کو دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں داخل کرادیا گیا۔ آپ کے اس زمانہ کے ساتھیوں میں حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ بھی ہیں۔ اس وقت آپ کے اساتذہ میں سے محدث العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا زندہ باسلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی صحت والی زندگی نصیب فرمائیں۔ دورہ حدیث شریف آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ فراغت کے بعد اپنے گاؤں میں عرصہ تک فی سبیل اللہ حفظ قرآن کی تعلیم دیتے رہے۔ بیسیوں حضرات نے آپ سے قرآن مجید مکمل حفظ کیا۔

حضرت حافظ صاحبؒ شریف الطبع نیک سیرت انسان تھے۔آپ کی محنتوں نے علاقہ بھر میں صورت حال کو یکسر بدل دیا۔ علاقہ کے بہت سارے حضرات نے آپ سے حفظ مکمل کیا۔ دینی تعلیم حاصل کی۔ اس وقت وہ ملک کے طول وعرض میں خدمت اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ جو آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔ موصوف سرائیکی کے رسیلے اچھے مقرر تھے۔ ان کی اردو بھی سرائیکی نما ہوتی تھی۔ آج سے تیس پینتیس سال قبل مولانا صوفی اللہ وسایا صاحبؒ ڈیرہ غازیخان میں عاشورہ محرم پردسیوں بستیوں میں جلسوں کا اہتمام کرتے تھے۔ مولانا حافظ احمد بخشؒ کو بھی وہاں بھیجا جاتا۔ یوں مجلس سے ان کا تعلق قائم تھا۔ حضرت قاضیؒ سے آپ کا تعلق اور حضرت جالندھریؒ سے آپ کی عقیدت بھی قابل قدر وقابل رشک تھی۔ خود بڑے مزے لے لے کر سناتے تھے کہ ٹبی درکھاناں نزد شجاع آباد کا چالیس پینتالیس سال سے جاری سالانہ جلسہ میں حضرت جالندھریؒ تشریف لے جاتے تو حافظ صاحبؒ آپ کو شجاع آباد سے لاتے۔

ایک دفعہ حضرت جالندھریؒ کی مسئلہ خلافت پر یادگار تقریر ہوئی۔ آپ نے حضرات خلفائے ثلاثہؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ خلیفہ چہارم کے باہمی تعلق کو بیان کیا تو پورا مجمع پر گریہ کی کیفیت طاری تھی۔ آپ کی تقریر کے بعد سیانی عمر کے لوگوں کا کہنا تھا کہ آج حضرت جالندھریؒ کی تقریر نے رفض کے اثرات کو کان سے پکڑ علاقہ سے نکال دیا ہے۔ تب شیعہ' سنی ایک دوسرے کے جلسہ میں بڑے اہتمام سے شرکت کرتے تھے۔ شیعہ حضرات بھی حضرت جالندھریؒ کی مدلل ومعتدل گفتگو پر داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات کے حافظ صاحب مرحوم چشم دید گواہ اور راوی یا صاحب واقعہ تھے۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سے آپ کی عقیدت عشق کی شکل اختیار کئے ہوئے تھی۔

انہیں جماعتی تعلقات کی بنیاد پر حضرت مولانا حافظ احمد بخش صاحبؒ ۱۹۷۹ء کے اواخر اور ۱۹۸۰ء کے اوائل میں باضابطہ طور پر مجلس کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہوگئے۔ رحیم یار خان میں آپ کا تقرر ہوا اور دم آخرین تک آپ وہاں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ میٹھی طبیعت کے انسان تھے۔ ہر خورد وکلاں کے دل میں گھر کر گئے۔ حضرت مولانا قاری حماد اللہ شفیق مرحوم کی صحبت' حضرت مولانا غلام ربانی مرحوم کی تربیت نے آپ کو نکھار دیا۔ ضلع رحیم یار خان میں آپ نے تبلیغی کام کی دھاک بٹھادی۔ سرکلر روڈ پر آپ نے مجلس کا ملکیتی ضلعی دفتر تعمیر کرایا۔ ہر سال

ضلعی ختم نبوت کانفرنس کراتے جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ! بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے۔ اکثر و بیشتر صدارت خانقاہ دین پور کے سجادہ نشین حضرت مولانا میاں سراج احمد دین پوری مدظلہ فرماتے۔ سال بھر میں کم از کم ایک بار ضلع بھر کا تبلیغی دورہ رکھا جاتا۔ علماء و مبلغین کی مستقل جماعت گاڑیوں پر کاروان کی شکل میں چلتی اور ضلع کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کانفرنسوں اور جلسوں کا جال بچھا دیا جاتا۔ آپ جہاں کہیں اپنے ضلع میں قادیانی فتنہ کی شرانگیزی کی خبر سنتے' جا دھمکتے اور قادیانیت کو لگام ڈال دیتے۔ ضلع کے علمائے کرام سے آپ کام لینے کا گر جانتے تھے۔ جہاں جاتے کامیاب واپس لوٹتے۔ بہت ہی دیانت دار اور اجلی سیرت کے انسان تھے۔ معاملات میں ایک پائی کے ادھر ادھر ہو جانے کے روادار نہ تھے۔ خالص جماعتی ذہن تھا۔ مجلس کا کہیں شکوہ سنتے تو شیر غرّاں بن جاتے تھے۔ بہت اچھا وقت گزارا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی سیأت سے درگزر فرمائے۔

حضرت حافظ صاحبؒ کے تین بیٹے ہیں۔ آپ نے تینوں بیٹوں کو خود حفظ کرایا۔ البتہ گردان ان کی قاری عبدالکریم کلاچوی سے کرائی جو شاہی مسجد میں مدرس تھے۔ آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔ آپ کے پوتے نواسے بھی دینی و دنیوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بہت ہی خوش نصیب انسان تھے۔ خود' اہلیہ اور بڑے بیٹے نے' حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ طبیعت ٹھیک تھی۔ ایک آدھ بار سینے میں معمولی درد ہوا۔ علاج کیا تو ٹھیک ہو گئے اور زندگی کی گاڑی چلتی رہی۔

وفات سے دس بارہ روز قبل گھر پر رات کو تکلیف ہوئی۔ شجاع آباد' پھر ملتان نشتر ہسپتال دس روز تک زیر علاج رہے۔ ڈاکٹروں نے انجوگرافی تجویز کی۔ لاہور کارڈیالوجی سنٹر داخل ہو گئے۔ ایک دن زیر علاج رہے۔ ابھی انجوگرافی کے لئے ڈاکٹر صاحبان رپوٹوں کی تیاری کے مراحل طے کر رہے تھے کہ ۲۲ اگست بروز پیر چار بجے سہ پہر آپ کو دوبارہ تکلیف ہوئی۔ کلمہ طیبہ خود پڑھا۔ سب حاضرین کو سنایا پھر باری باری سب سے کلمہ طیبہ سنا اور پھر ان کو سنایا۔ گویا کلمہ طیبہ کا صحیح معنوں میں ورد کرتے ہوئے دیکھتے دیکھتے جان مالک حقیقی کو لوٹا دی۔ ایمبولینس کے ذریعہ آپ کی میت کو آبائی گاؤں لایا گیا۔ اگلے روز حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے جنازہ کی امامت فرمائی۔ آبائی قبرستان حاجی شہید میں سپرد خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔ آمین! ثم آمین!

(لولاک شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ)

۹۵..... حضرت مولانا خدابخش شجاع آبادیؒ

وفات..... ۲۹ ستمبر ۲۰۰۵ء

آج سے تقریباً ایک صدی قبل حضرت امیر شریعتؒ اور ان کے گرامی قدر رفقاء نے قادیان میں ختم نبوت کے کام کی بنیاد رکھی تھی۔ قادیان سے ملتان' چنیوٹ سے چناب نگر تک وہ سلسلہ بحمدہ تعالیٰ جاری وساری ہے۔ ۱۹۷۴ء کے اواخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر میں اپنے کام کا آغاز کیا۔ اب تو الحمدللہ مساجد ومدارس کی بہار کی فضا قائم ہوگئی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہر سال ماہ شعبان کی تعطیلات میں پورے ملک کی دینی جامعات کے علماء وطلباء کی بہت بڑی تعداد سالانہ ردِ قادیانیت کورس میں تربیت حاصل کرتی ہے۔ امسال کورس کے اختتام پر ہی چوبیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے موقع پر ہمیشہ رفقاء کی مختلف ڈیوٹیاں لگتی ہیں۔ فقیر کے ذمہ ملک بھر سے تشریف لانے والے مہمانان کے عمومی کھانے کے کام کی نگرانی کرنا ہوتی ہے۔ گزشتہ چوبیس سال سے مہمانوں کو کھانا کھلانے کا نظم حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب مہتمم جامعہ طیبہ گرین ٹاؤن فیصل آباد کے ذمہ ہوتا ہے۔ قاری محمد اشفاق صاحب بخاری مسجد جناح کالونی' قاری محمد ابوبکر دونوں حضرات کی سرپرستی میں سینکڑوں طلباء کھانے کے پنڈال میں ڈیوٹی دیتے ہیں۔ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعرات مغرب کے بعد فقیر راقم کھانے کے پنڈال میں مہمانوں کی خدمت میں مصروف تھا۔ اسی اثنا میں موبائل پر کال آئی۔ فون کرنے والے نے جب کہا کہ: ''ارشد شجاع آباد سے بول رہا ہوں'' تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ارشد صاحب مولانا خدابخش صاحب کے خواہرزادہ ہیں۔ جنہیں مولانا کے کہنے پر مولانا عبدالرؤف جتوئی مرحوم نے ٹیلی فون کے محکمہ میں بھرتی کرایا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا خدابخش صاحب انتقال فرماگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون!** کل ۳۰ ستمبر جمعہ کو جنازہ ہوگا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم یا آپ' کوئی ایک ضرور شرکت کرے۔ ہزاروں مہمان ملک بھر سے آئے ہوئے تھے۔ کانفرنس جاری تھی۔ درمیان سے وقت نکالنا ناممکن تھا۔ ان سے

عرض کیا کہ ہم مشورہ کرتے ہیں۔ ضرور سبیل نکالنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن آپ ہمارا انتظار نہ کریں۔ اپنی سہولت کے مطابق جنازہ کا نظم بنائیں۔ ہمارا مقدر ہوا تو شریک ہو جائیں گے۔ لیکن ہمارے انتظار کی وجہ سے جنازہ میں تاخیر بالکل نہ ہونے پائے۔

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پالیسی ساز شخصیت حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم کانفرنس کے پہلے دن ظہر کے قریب کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ اگلے روز جمعہ سے قبل آپ کے بیان کا نظم طے تھا۔ پہلی رات کی نشست کی صدارت بھی آپ نے کرنا تھی۔ جمعہ سے قبل کورس کے تین سو فضلاء اور حفظ کے پندرہ طالب علموں کو اسناد و انعامی کتب بھی آپ کے ہاتھوں دینے کا نظم طے تھا۔ آپ نے ان امور میں بیک وقت اپنی طرف سے اصالتاً اور حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم اور حضرت اقدس سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم نائب امیر کی طرف سے نیابتاً نمائندگی فرمانا تھی۔ وہ ظہر سے قبل تشریف لائے تھے۔ اطلاع کے باوجود فقیر ان کی زیارت کے لئے وقت نہ نکال پایا تھا۔ اب آپ کی طرف سے یکے بعد دیگرے دو تین آدمی آئے کہ: ''حضرت شیخ'' یاد فرما رہے ہیں۔ اس وقت شام کا کھانا کھلانے کا کام عروج پر تھا۔ ہزاروں ساتھی کھانے کے پنڈال میں کھانا کھا رہے تھے۔ اس سے کہیں زیادہ انتظار میں تھے۔ لیکن آنکھیں بند کر کے ''حضرت شیخ'' سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ ابھی تک کسی کو حضرت مولانا خدا بخش مرحوم کے انتقال کی خبر فقیر نے نہیں سنائی تھی۔ ''حضرت شیخ'' کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے شفقت سے گلے لگایا۔ تھپکی دی۔ تمام تھکاوٹیں دور ہو گئیں۔ فرمایا کہ تین کاموں کے لئے آپ کو بلایا ہے۔ ایک تو مولانا خدا بخشؒ کی تعزیت کرنی ہے۔ دوسرا جنازہ میں شرکت کے لئے مشورہ کرنا ہے۔ تیسرا آپ کو کھانا کھلانا ہے۔ اس لئے کہ میری اطلاع کے مطابق کام کی زیادتی کے باعث آپ ان دنوں کھانا نہیں کھا پاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا خدا بخشؒ کے عزیزوں کا آپ کو فون آ چکا تھا۔ وہ آپ سے جنازہ پڑھانے کے لئے اصرار کر رہے تھے۔ فقیر نے عرض کیا کہ حضرت! مولانا خدا بخش صاحبؒ تو ہمارا راس المال تھے۔ پوری رات آپ کے لئے سفر

کرنا۔ پھر یہاں کانفرنس میں تقسیم اسناد' صدارت' بیان' ان کا کوئی متبادل حل سامنے نظر نہیں آتا۔ دسترخوان پر دیر تک حضرت مولانا خدا بخش صاحبؒ کا ذکر خیر جاری رہا۔ رات کے اجلاس میں کانفرنس کے منتظم اعلیٰ حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے مولانا مرحوم کے لئے قرارداد تعزیت پیش کی۔

حضرت مولانا خدا بخش صاحبؒ کے والد گرامی کا نام حاجی سلطان محمودؒ تھا۔ سیوڑا قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ خاندانی طور پر زمیندارہ پیشہ تھا۔ چاہ سدو والا موضع رکن ہٹی تحصیل شجاع آباد کے رہائشی تھے۔ حاجی سلطان محمود صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ثانی' خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے جمعہ کے نمازی تھے۔ قاضی صاحبؒ انہیں شفقت سے اپنا بھائی کہتے تھے۔ حاجی سلطان محمودؒ نے اپنے گھر سے قریبی بستی میں حضرت مولانا محمد واصلؒ کے ہاں اپنے فرزند خدا بخش کو ناظرہ قرآن مجید کے لئے بٹھایا۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو ان کو دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم کبیروالا میں داخل کرادیا۔ مولانا خدا بخشؒ اس لحاظ سے خوش نصیب تھے کہ بیک وقت حضرت مولانا عبدالخالقؒ' حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا علی محمد صاحبؒ' حضرت مولانا علامہ منظور الحقؒ' حضرت علامہ ظہور الحق ایسے شہرۂ آفاق ''اکابر خمسہ'' سے آپ نے کسب فیض کیا۔ کریما سے بخاری شریف تک کی تعلیم ''یک در گیر و محکم گیر'' کے مصداق دارالعلوم کبیروالا میں حاصل کی۔

۱۹۶۶/۶۵ء میں آپ نے دورۂ حدیث شریف کیا' فراغت کے بعد سال چھ ماہ مدرسہ تعلیم الابرار ملتان میں تدریس کی۔ اس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہوگئے۔ مولانا خدا بخش صاحبؒ نے اپنی بھرپور جوانی سے بڑھاپے تک تقریباً ۳۸ سال عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت مولانا جوانی میں میانہ قد' گندم گوں سرخی مائل رنگ' کتابی چہرہ' بھرواں جسم' اجلے لباس' میں ہر جگہ نمایاں نظر آتے تھے۔ چومکھی لڑائی میں قادیانیت کے خلاف شب و روز منہمک رہے۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ہر وقت رفقاء کے جھرمٹ میں گھرے رہتے تھے۔ ان کے ہاں کوئی راز نہ تھا۔ کوئی ان سے راز کی بات کہتا اس کے

اٹھنے سے پہلے اسے وہ گویا انٹرنیٹ پر فیڈ کر کے نشر کر دیتے۔ اس حکمت عملی کا فائدہ یہ ہوا کہ کوئی کسی کی غیبت کرنے سے قبل ہزار بار سوچتا کہ یہ بات ظاہر ہو جائے گی۔ ویسے وہ بات اگلوا کر معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے ماہر تھے۔ مولانا خدا بخشؒ نے تدریس نہ کی۔ ورنہ وہ ذی استعداد بہت اچھے مدرس بن سکتے تھے۔ افہام و تفہیم پر ان کو مکمل دسترس تھی۔ مشکل سے مشکل بات آسان پیرایہ میں اور سخت سے سخت مطالبہ خوبصورت نرم الفاظ میں بیان کرنے کے خوگر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی بھر کبھی جیل، مقدمہ، گرفتاری کی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوئے۔

ڈیرہ غازی خان، بہاولپور، بہاولنگر میں مجلس کے مبلغ رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران میں آپ بہاول نگر کے مبلغ تھے۔ تحریک کو اپنے حلقہ میں پروان چڑھانے کے لئے ہمہ تن مصروف عمل رہے۔ تحریک کے نتیجہ میں چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا گیا تو ۱۹۷۴ء کے اواخر میں جن حضرات نے سب سے اول اہل اسلام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ان میں حضرت مولانا مرحوم بھی شامل تھے۔ پہلے بلدیہ کے تھڑا پر نمازوں کا اہتمام، پھر مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن کی تعمیر، بعدہ مسلم کالونی میں مسجد و مدرسہ کا قیام۔ ان تمام کاموں میں وہ برابر کے حصہ دار تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو ردِ قادیانیت پر کامل دسترس بخشی تھی۔ اس وقت نئی ٹیم کے اکثر و بیشتر مبلغین حضرات کے آپ استاذ تھے۔ آپ نے مناظر اسلام فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے ردِ قادیانیت کی تربیت حاصل کی تھی اور مولانا محمد حیاتؒ کے منظور نظر شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ یہی حال باقی اساتذہ کا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم مردم شناس تھے۔ اساتذہ کے مزاج کو سمجھتے اور پھر اس کے مطابق طرز عمل اختیار کر کے ان کے دلوں میں گھر کر جاتے اور دعائیں لیتے۔

حضرت مولانا دھڑے کے پکے کی بجائے ''رانجھا سب دا سانجھا'' پر عمل پیرا ہوتے۔ البتہ جن سے دلی تعلق ہوتا ان کے متعلق کبھی کوئی پہلودار گفتگو نہ سن سکتے تھے۔ عزت دار شخص تھے۔ اپنے مفاد یا ذات کے متعلق کوئی خفت کا پہلو آتا تو ان کی طبیعت کڑھائی میں چنے کی طرح رقص کناں ہو جاتی تھی۔ حضرت مولانا نے بیک وقت مختلف الخیال حضرات سے دوستی کی اور اس کو خوب نبھایا۔ مثلاً مناظر اسلام امام اہلسنت مولانا عبدالستار تونسوی اور حضرت مولانا محمد ضیاء

القاسمیؒ خطیب اسلام کے مزاج میں آخری دور میں جماعتی ہم آہنگی نہ رہی۔ لیکن مولانا خدا بخشؒ نے دونوں حضرات سے تعلق نبھایا اور خوب نبھایا۔ حضرت مولانا اپنے کام سے کام رکھتے۔ جس مجلس یا ماحول میں جاتے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر گوشہ عافیت تلاش کرتے ان پر اپنی رائے مسلط کرنا یا ان سے اختلاف کرنا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔

پنجابی کا محاورہ ہے ''جتنا ٹرساں ستھرا ٹرساں'' جو کام کیا صاف کیا۔ سارے جہاں کا کام اپنے ذمہ بالکل نہ لیتے تھے۔ عزیمت کی بجائے رخصت پر زندگی بھر عمل کیا۔ ''خلق الانسان ضعیفا'' کی عملی تفسیر تھے۔ زندگی خوب مزے سے گزاری۔ نہانا' کپڑے بدلنا' حجامت بنانا' وقت پر کھانا' وقت پر نیند۔ غرض عبادت وریاضت' تلاوت و ذکر جو معمولات تھے۔ وقت پر کرنے کے قائل تھے۔ زندگی بھر کبھی جھمیلوں میں نہیں پڑے۔ ان کی مجلس میں دو مختلف المزاج یا مختلف النظریہ دوست جمع ہو جاتے۔ ان کے درمیان خود متنازعہ موضوع کو چھیڑ دیتے۔ اب ان دونوں کی طرف سے گرم وسرد دلائل شروع ہو جاتے۔ آپ ابتدا میں ایک کی' پھر دوسرے کی حمایت کرتے۔ جب مجلس خوب جم جاتی بات تکرار تک پہنچ جاتی تو صلح کرا دیتے اور وعظ ونصیحت سے کام لیتے کہ میاں اپنے اپنے موقف پر خوب دلائل دو۔ تلخی ٹھیک نہیں۔ دوستوں کی گرم مزاجی نا قابل اصلاح ہو جاتی تو دامن جھاڑا۔ چادر کندھے پر رکھی اور اس پورے قضیہ سے لاتعلق ہو کر بیٹھ گئے۔ دوستوں کو ایسے پخنی دیتے کہ ان کا دھڑن تختہ ہو جاتا۔ کوئی شکوہ کرتا تو فرما دیتے کہ تمہیں کس بے وقوف نے کہا تھا کہ معاملہ کو یہاں تک لے جاؤ۔ فقیر کو دو بار حضرت مولانا کے ساتھ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کی پوری تبلیغی زندگی میں اکثر و بیشتر ساتھ رہا۔ ابتدا میں حضرت مولانا سید منظور احمد شاہ حجازیؒ مولانا خدا بخشؒ اور فقیر ہم تینوں کی مجلس میں تکون قابل رشک ہوتی۔ جس مجلس میں اکٹھے ہوئے منہ' کان' کندھا ملا کر اکٹھے مصرعہ اٹھاتے اور سماں باندھ دیتے۔ اچھے دوست تھے اور بہت اچھے دوست تھے۔ فقیر سے چند ماہ مجلس مین پہلے آئے تھے۔ لیکن علم وفضل' قابلیت وصلاحیت معاملہ فہمی ہر اعتبار سے فقیر سے کروڑ گنا سینئر تھے۔ بایں ہمہ اتنا عرصہ اتنے قرب کے باوجود ان کی زندگی کے بعض پہلو ایسے تھے جس میں اپنی مثال آپ تھے۔ آج سے دس گیارہ سال قبل کی بات

ہوگی کہ ’’قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت‘‘ کتاب مرتب ہورہی تھی۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کا مضمون ماہنامہ ’’حقیقت اسلام‘‘ لاہور میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ جسے نصف صدی بیت چکی تھی۔ عنوان تھا ’’شناخت مجدد‘‘ پروفیسر صاجب مرحوم نے مجدد کے دس معیار قائم کر کے اس پر مرزا قادیانی کو ناپایا تو قادیانی کذاب کوتاہ قامت اور کند ذہن ثابت کیا۔ لاہوری مرزائیوں کے رد میں بہت عمدہ مقالہ تھا‘ لیکن اس کی کچھ اقساط مرکزی دفتر کی لائبریری سے شارٹ تھیں۔ مولانا خدا بخشؒ سے تذکرہ ہوا۔ مضمون کی خوب تعریف فرمائی۔ اس کی اشاعت پر بھرپور لیکچر دیا اور فرمایا کہ میں نے اسے مکمل کتابی شکل میں پڑھا ہے۔ بہت عمدہ دستاویز ہے۔ اسے ضرور شائع ہونا چاہئے۔ مولانا کی مہمیز لگانے سے میری تلاش کی رفتار تیز ہوگئی۔ بہاولپور‘ ملتان‘ لاہور‘ اسلام آباد‘ کراچی کی سرکاری و غیر سرکاری لائبریریوں کو چھان مارا اقساط مکمل نہ ہوسکیں۔ اس کی تلاش کا جنون سوار تھا (بعد میں مولانا محمد اقبال نعمانی خطیب علی پور چٹھہ کی زبانی معلوم ہوا کہ پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ ہمارے استاذ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسینؒ اختر کے کالج کے زمانہ کے استاذ تھے یہ نسبت نہ بیٹھنے دیتی تھی) دس گیارہ سال تلاش کی دھن سوار رہی اور اس صورت حال کے لمحہ لمحہ کی مولانا خدا بخش صاحبؒ کو اطلاع تھی۔ بلکہ ان کے سامنے سب کچھ ہورہا تھا۔ دس گیارہ سال بعد وہ مقالہ کتابی شکل میں جھنڈیر لائبریری میلسیؒ سے مل گیا۔ فوٹو لیا۔ ماہنامہ ’’لولاک‘‘ میں قسط وار شائع کیا۔ ماہنامہ ’’لولاک‘‘ میں اس مقالہ کے ’’انٹرو‘‘ میں مولانا خدا بخش صاحبؒ کے حکم پر شائع کرنے کا اعتراف کیا۔ بعدہ اسے احتساب قادیانیت کی کسی جلد میں شائع کر کے سکون پایا تو ایک دوست کو مولانا خدا بخش صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ مقالہ کتابی شکل میں میرے پاس بیس سال سے موجود ہے۔ مولانا اور فقیر کے رہائشی کمرے شمالاً جنوباً ہیں۔ پانچ فٹ پر کتاب مولانا کے پاس پڑی ہے اور میں تلاش میں دیوانہ ہورہا ہوں۔ لیکن مولانا نے کتاب کی ہوا تک نہ لگنے دی۔ یہ سنا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ عرض کیا کہ حضرت! واقعی کتاب آپ کے پاس تھی؟۔ بلاتکلف فرمایا! ہاں تھی اور اب بھی ہے۔ حضرت! آپ نے ذکر تک نہیں کیا؟۔ فرمایا کہ میری کتاب تھی۔ مجھے حق حاصل تھا کہ میں آپ کو دوں یا نہ دوں۔ واقعی دلیل وزنی

تھی۔ میں لاجواب ہوگیا۔اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کی قوت ارادی کتنی مضبوط تھی۔ لیکن مولانا مرحوم کے اس طرز عمل سے نہ صرف مجھے بلکہ مجلس کو یہ فائدہ ہوا کہ اس مقالہ کے تلاش کرتے کرتے پانچ صد سے زائد نایاب کتب ردِ قادیانیت کا مجلس کے کتب خانہ میں (اصل یا فوٹو) اضافہ ہوگیا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جب مجلس کی لائبریری کے انچارج تھے تو ردِ قادیانیت پر کتب کی تعداد آٹھ صد کے قریب ہوگی۔اب یہ تعداد اٹھارہ صد کے قریب ہے۔اس زمانہ میں یقیناً نئی کتب شامل ہوئیں۔لیکن پانچ صد یا اس سے بھی زائد وہ ہیں جو اس مقالہ کی تلاش میں حاصل ہوئیں اور مجلس کے کتب خانہ میں اضافہ ہوا۔جس کا باعث مولانا خدابخش بنے اور یقیناً اس کا ثواب بھی ان کو ہوگا۔

مولانا مرحوم نے قلم وقرطاس سے کبھی تعلقات استوار نہیں کئے چار سطری خط بھی لکھنا ان پر کوہ ہمالیہ کی چوٹی سر کرنے کے برابر تھا۔کبھی ترنگ میں آ کر کچھ لکھا تو خوب تر لکھا۔البتہ کتب بینی ومطالعہ کے رسیا تھے۔آخری عمر تک کوئی کتب پڑھے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔اکثر مجالس ان کی علمی ہوا کرتی تھیں۔طالب علمی اور عملی زندگی میں مولانا کی طبیعت ہمیشہ سہل پسند واقع ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کو بھی سہل فرمائیں۔وما ذالك علی الله بعزیز!

ہزاروں ان کے شاگرد پورے ملک کی سرزمین کے چپہ چپہ پر ان کی تبلیغ کے اثرات۔ چناب نگر کے مساجد ومدارس ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔گزشتہ سال چناب نگر میں کورس کے دوران شوگر کی بیماری کے باعث طبیعت مضمحل ہوئی۔سال بھر علاج جاری رہا۔مولانا نے ہمت نہ ہاری۔کسی کے محتاج نہ ہوئے۔لیکن مکمل روبصحت بھی نہ ہوسکے۔جان پہچان، حافظہ، مکمل آخیر تک کام کرتا رہا۔وقت موعود آن پہنچا تریسٹھ سال کی عمر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر رب کے حضور حاضر ہوگئے۔اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے رحم وکرم کا اپنی شایانِ شان معاملہ فرمائیں۔آمین! بحرمة النبی لامی الکریم خاتم النبیین صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ آله واصحابه واتباعه اجمعین۰ برحمتك یا ارحم الرحمین!

(لولاک شوال المکرم ۱۴۲۶ھ)

۹۶..... جناب قاری محمد صدیق صاحب فیصل آبادیؒ!

وفات..... ۷دسمبر ۲۰۰۵ء

دارالعلوم فیصل آباد کے شعبہ قرأت کے سربراہ حضرت قاری محمد صدیق صاحبؒ ۷دسمبر ۲۰۰۵ء بروز بدھ رات گیارہ بجے الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت قاری محمد صدیق صاحبؒ نے مدرسہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا میں حضرت قاری عبدالحمید صاحبؒ کے پاس حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ تجوید حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ کے ہاں لاہور میں مکمل کی۔ اس کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں تجوید کے استاذ مقرر ہوگئے۔ چند سال وہاں پر تدریس کی۔ تبلیغی جماعت کے ممتاز رہنما خطیب ملت حضرت مولانا مفتی محمد زین العابدینؒ انہیں لاہور سے اپنے قائم کردہ جامعہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں تدریس کے لئے کھینچ لائے۔ جہاں آپ کو شعبہ تجوید وقرأت کا مسئول مقرر کیا گیا۔ آپ نے تین دھائی سے بھی زائد عرصہ تک بلا مبالغہ ہزاروں حفاظ کو اعلیٰ درجہ کا قاری ومقری بنادیا۔ پاکستان کے چپہ چپہ میں آپ کے شاگردوں کی جماعت خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے مسند تدریس پر فائز ہے۔

قاری محمد صدیق صاحبؒ ایک خاموش طبع انسان تھے۔ فحش گوئی' مذاق' مبالغہ تو درکنار کبھی آپ کی زبان سے ہلکا جملہ بھی صادر نہیں ہوا۔ عابد' زاہد' متقی' متورع' مخلص' کم گو انسان تھے۔ اخلاق حمیدہ میں آپ کسی اچھے انسان سے کم نہ تھے۔ ہر ایک کو خندہ پیشانی سے ملنا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ ملنسار طبیعت انہیں ودیعت ہوئی تھی۔ جو شخص ان سے ایک بار مل لیتا زندگی بھر کے لئے آپ کا مداح بن جاتا۔ دینی اجتماعات میں دعوت ملنے پر کبھی انکار نہ کرتے تھے۔ دور دراز کا سفر کر کے خلق خدا کو کلام خدا سنا کر محظوظ کرتے۔ قاری صاحبؒ کو اللہ رب العزت نے لحن داؤدی کی نعمت سے نوازا تھا۔ مصری وحجازی لہجہ میں تلاوت کرتے تو اجتماع پر سکوت کا سماں بندھ جاتا۔ قاری صاحبؒ جس مجلس میں جاتے لوگ انہیں آنکھوں پر بٹھاتے اور وہ دلوں پر حکمرانی کرتے۔ ہر مجلس میں میر مجلس ہوتے تھے۔ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت تھے۔ آپ کے محبوب مریدوں میں قاری صاحب کا شمار ہوتا تھا۔

قاری محمد صدیق صاحبؒ سے ہمارے مخدوم حضرت قاری ڈاکٹر محمد صولت نواز صاحب نے قرات کا رنگ پکڑا۔ مصر میں حضرت قاری عبدالباسط صاحبؒ کے ہاں جا کر شاگردی اختیار کی اور قاری عبدالباسط صاحبؒ کو فیصل آباد لانے میں کردار ادا کیا۔ قاری عبدالباسط صاحبؒ کا قیام ڈاکٹر صاحب کے ہاں تھا۔ قاری محمد صدیق صاحبؒ کی قاری عبدالباسط صاحبؒ ایسے شہرہ آفاق عالمی قاری سے ملاقات ہوئی جو یادگار تھی۔ دونوں حضرات اپنے فن کے ماہر تھے۔ تب قاری عبدالباسط صاحبؒ بھی قاری محمد صدیق صاحبؒ کی خداداد صلاحیتوں کے معترف ہوئے۔

(آج کل ہمارے مخدوم ڈاکٹر محمد صولت نواز صاحب عارضہ کمر کے باعث صاحب فراش ہیں۔ قارئین سے دعا کی اپیل ہے کہ حق تعالیٰ انہیں ختم نبوت کے تحفظ کی خدمات کے صلہ میں صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ سے سرفراز فرمائیں۔ آمین)

قاری محمد صدیق صاحبؒ اور آپ کے رفقاء اور شاگردوں کی کوشش سے سماعت قرآن کا ذوق حجرہ تدریس سے جلسہ عام کے سٹیج پر منتقل ہوا۔ قاری محمد صدیق صاحبؒ کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے حق تعالیٰ نے بہت اچھا ذوق دیا تھا۔ ختم نبوت کی تمام کانفرنسوں کو اپنی کانفرنس سمجھ کر دعوت کے تکلف کے بغیر تشریف لاتے۔ چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لانا آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اپنے شیخ کی زیارت سے سرفراز ہوتے وہاں آخری اجلاس میں تلاوت سے سامعین وحاضرین کو مستفیض کرتے۔ فقیر راقم نے عرصہ دو سال سے آپ سے تقاضہ پر تقاضا کیا کہ اپنے قابل اعتماد شاگرد کو تدریس کے لئے چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں متعین فرمائیں۔ ’’قابل اعتماد‘‘ کی شرط ان کے لئے وجہ تلاش بن گئی۔ اس لئے کہ وہ اتنے بڑے آدمی تھے کہ ان کے اعتماد پر اترنا ہر کسی شاگرد کے بس میں نہ تھا۔ اس سال مدرسہ ختم نبوت چناب نگر سے تین طالب علم ان کی خدمت میں تجوید کے لئے بھجوائے۔ لیکن قدرت کو یہی منظور تھا کہ اب وہ آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا قاری محمد صاحب سے پڑھیں گے۔ **عرفت ربی بفسخ العزائم!**

عرصہ پانچ سال سے دل کی تکلیف نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ پرہیز اور ادویات کے استعمال سے انہوں نے معمولات جاری رکھے۔ کبھی درس وتدریس میں بیماری کو حائل نہ ہونے دیا۔ وفات سے دو دن قبل تک بھی تعلیم جاری رکھی۔ پانچ چھ دن سے بوجھ محسوس کر رہے

تھے۔ڈاکٹر معالج کو چیک اپ کرایا۔انہوں نے سابقہ نسخہ کو جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔آخری روز شام کو الائیڈ ہسپتال داخل کرایا گیا۔ڈرپ لگی۔ہنستے مسکراتے چند گھنٹوں میں قاری کلام اللہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔رات گیارہ بجے کے قریب وصال ہوا۔اگلے دن جمعرات کو گیارہ بجے دارالعلوم میں جنازہ ہوا۔جامعہ دارالعلوم ربانیہ پھلور کے شیخ الحدیث اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ نذیر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔دارالعلوم کے قریبی بڑے قبرستان میاں کالونی میں سپرد خاک ہوئے۔

تدفین کا واقعہ بھی بجائے خود وجہ استعجاب ہے۔حضرت مفتی زین العابدینؒ نے ایک دن رفقاء سے میاں کالونی کے قبرستان کے ایک کونہ کے متعلق فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دارالعلوم کے اساتذہ ہم سب یہاں جمع ہوں۔تاکہ ایک ساتھ اٹھیں۔قاری نذیر احمدؒ جو دارالعلوم کے استاذ تھے وہ فوت ہوئے تو اس کونہ میں مدفون ہوئے۔حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال پر مذکورہ خواہش کے پیش نظر قبر تیار کر لی گئی۔لیکن پے در پے اور متواتر شہادتوں کے باعث کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے غلام محمد آباد کالونی کے قبرستان میں شہداء کی قبروں کے ساتھ تدفین کی خواہش کی تھی۔اس میاں کالونی قبرستان میں تیار شدہ قبر پر مٹی ڈال کر خالی قبر پر قبر کا نشان دیا گیا تھا۔تاکہ کسی اور استاذ کے لئے جگہ محفوظ رہے۔اس سے پہلے دارالعلوم کے ایک استاذ کے نوعمر بیٹے غالباً سعید صاحب جو قاری محمد صدیق صاحب سے پڑھنے کے متمنی تھے۔وہ بیمار ہوئے تو عالم نزع میں کہا کہ میری قبر قاری محمد صدیق صاحبؒ کے ساتھ بنانا۔حالانکہ قاری محمد صدیقؒ زندہ سلامت تھے۔باپ نے بیٹے سے کہا کہ آپ کی مراد قاری نذیر احمدؒ ہیں جو پہلے فوت ہو گئے ہیں۔ان کی قبر کے ساتھ آپ کی قبر بنے؟۔لیکن اس نے کہا کہ نہیں قاری محمد صدیقؒ کی قبر کے ساتھ۔اس وقت اسے عالم نزع کی سختی سے ''بھول گئے'' پر محمول کیا گیا۔اس بچے کی قبر ایک قبر چھوڑ کر قاری نذیر احمدؒ کے ساتھ بن گئی۔جو قبر کی جگہ چھوٹی اسے مفتی صاحبؒ کے لئے تیار کیا گیا۔لیکن خالی رہ گئی۔اب قاری محمد صدیق صاحبؒ کے لئے تیار شدہ خالی قبر کو کھولکر آپ کو دفن کیا گیا۔یوں اس لڑکے کی قبر قاری محمد صدیق صاحبؒ کے متصل قرار پائی۔اس کی بے قراری کو قرار آ گیا۔

عالم آخرت میں پہلے متمنی شاگرد پہنچا پھر استاذ۔کیا عجب ہے کہ اب وہاں بھی قرآن مجید کی تدریس کا عمل شروع ہو گیا ہو۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ)

۹۷...... جناب قاری نور الحق قریشیؒ ایڈووکیٹ

وفات...... ۱۱ دسمبر ۲۰۰۵ء

۱۱ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز اتوار صبح کی نماز کے بعد جناب قاری نور الحق صاحب ایڈووکیٹ ملتان میں وصال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! قاری صاحبؒ قریشی کا خاندان کہروڑ پکا کا رہائشی ہے۔ کہروڑ پکا کی معروف دینی وسماجی شخصیت حضرت مولانا سعید احمدؒ کے ہاں ۲۲ دسمبر ۱۹۳۷ء کو قاری صاحبؒ پیدا ہوئے۔ حفظ وقرات اور سکول کی ابتدائی تعلیم کہروڑ پکا میں حاصل کی۔ کالج ووکالت کی تعلیم ملتان میں مکمل کرنے کے بعد ملتان میں پریکٹس شروع کی۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سے نسبتی فرزند کا شرف حاصل ہوا۔ ملتان میں اچھے ماہر قانون دان ودانشور تھے۔ مختلف قومی اخبارات میں آپ مضامین لکھتے رہتے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کی سوانح حیات آپ کی یادگار تصنیف ہے۔ قاری صاحبؒ اچھے سلجھے اور منجھے ہوئے سیاستدان تھے۔ آپ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ سے سیاسی تربیت حاصل کی تھی۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی سیاسی بصیرت کے حوالہ سے مفتی صاحبؒ کے زمانہ حیات میں کتاب تحریر کی۔ جسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت مفتی صاحبؒ سے قربتیں آپ کو جمعیت علماء اسلام میں لے گئیں۔ مولانا سید نیاز احمد گیلانیؒ، مولانا ضیاء القاسمیؒ کی شخصیات نے پنجاب جمعیت علماء اسلام کے نظامت علیاء کے عہدہ کو خاصہ مقبول عہدہ بنا دیا تھا۔ لیکن قاری صاحبؒ جمعیت پنجاب کے عہدہ پر کانٹادار مقابلہ کے بعد فائز ہو گئے۔ اس زمانہ میں ملک کے کونہ کونہ میں آپ نے جمعیت کے پیغام کو پہنچایا۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کی تقریریں شعلہ بار ہوتی تھیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانہ میں قومی اتحاد فوجی حکومت میں شامل ہوا۔ جمعیت کے حصہ میں بھی چند وفاقی وازتیں آئیں۔ تب پنجاب جمعیت نے وزارت میں اپنا حصہ مانگا تو قاری صاحبؒ وزارت کے امیدوار قرار پائے۔ لیکن مرکزی جمعیت کے لئے مشکل یہ تھی کہ سرحد، بلوچستان جو جمعیت کے ووٹوں کے اعتبار سے گڑھ ہیں ان کو نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا۔ دو تین وزارتیں حصہ کی تھیں۔ اس سے تمام صوبوں کو راضی کرنا مشکل تھا۔ یہ معاملہ یہیں رہ گیا۔ قاری صاحبؒ ہمیشہ نہ صرف جمعیت بلکہ تمام دینی جماعتوں، مدارس عربیہ کی ترقی کے لئے [illegible] ں رہے۔

اتحاد بین المسلمین کے داعی اور علمبردار رہے۔ بہت اچھے دوست پرور انسان تھے۔ غریب رفقاء کے کام آنے والے تھے۔ ملنسار نفیس طبیعت تھی۔ جب محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ وزیراعظم بنیں تب قاری صاحبؒ نے پاکستان پیپلز پارٹی کو اپنی شمولیت کے شرف سے نوازا۔ خانقاہ عالیہ دین پور کے مسند نشین ہمارے مخدوم حضرت مولانا میاں سراج احمد دین پوری دامت برکاتہم وزیراعظم کے ایڈوائزر رہے تو اس زمانہ میں قاری نورالحق صاحبؒ کے اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بننے کی خبریں گشت کرتی تھیں۔ قاری صاحبؒ سرائیکی پارٹی کے بانی ارکان میں سے تھے۔ انتظامی لحاظ سے سرائیکی صوبہ بن جانے کے حق میں تھے۔ لیکن جب اس پارٹی میں سرائیکی لسانی عصبیت کا رنگ دیکھا تو دامن جھاڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ آپ کا ڈسٹرکٹ بار کونسل میں بہت احترام تھا۔ ڈسٹرکٹ بار کے صدر بنے۔ عاملہ کے رکن بھی رہے۔

غرض دینی' سیاسی' سماجی تمام تحریکوں میں متحرک رہے۔ آپ نفیس طبیعت اور کھلے دل کی شخصیت تھے۔ سیاست کے اتار چڑھاؤ میں رواداری اور وضع داری کو ہمیشہ قائم رکھا۔ تمام تحریکوں میں ملک وقوم کی خدمت کے لئے پیش پیش رہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام حلقوں میں برابر احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ قاری صاحبؒ اس دور میں بہت غنیمت شخصیت تھے۔ آپ نے بڑی بھرپور زندگی گزاری اور بڑا نام ومقام پایا۔

چند سالوں سے صرف اور صرف اپنے پیشہ سے تعلق تھا۔ بلکہ اس کی بھی بڑی حد تک ذمہ داری اپنے صاحبزادہ اکرام الحق قریشی ایڈووکیٹ کو سونپ دی تھی۔ عمر بھر دنیاداری میں ملوث رہنے کے باوجود عبادت وریاضت بالخصوص خطابت وتلاوت کو معمول بنائے رکھا۔ کہروڑ پکا اپنی خاندانی مسجد کی خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ زندگی بھر تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے۔ آخری چند سالوں سے اپنے پوتے کا قرآن تراویح میں خود سنتے تھے۔

صحت بہت اچھی تھی۔ آخری عمر تک کبھی کسی بڑے عارضہ سے دوچار نہیں ہوئے۔ آخری روز صبح معمول کے مطابق مسجد گئے۔ صبح کی نماز باجماعت ادا کی۔ اجتماعی دعا کے بعد انفرادی دعا میں مشغول ہو گئے۔ خوب الحاح وزاری سے اونچی آواز میں دعائیں پڑھتے رہے۔ جونہی دعا ختم کی مصلی پر ہی دراز ہو گئے اور اپنی جان مالک جہاں کو لوٹا دی۔ اتنی خوبصورت وحسین موت آئی جو قابل رشک ہے۔ (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ)

۹۸......مولانا عبدالروفؒ الازہری

وفات......۱۶ مارچ ۱۹۹۴ء

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فاضل نوجوان مبلغ، حضرت مولانا عبدالروف الازہریؒ ۲ شوال ۱۴۱۴ھ بروز بدھ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا عبدالروفؒ ضلع مظفر گڑھ، تحصیل علی پور، قصبہ جتوئی کی ملحقہ بستی ٹھارخان میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم جتوئی میں حاصل کی پھر دینی تعلیم کی طرف قدرت نے رخ موڑ دیا۔ دارالعلوم کبیر والا اور مخزن العلوم خان پور میں دینی تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھا۔ آپ کا پورا خاندان حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے بیعت تھا۔ آپ خاندانی طور پر احراری تھے۔ اس لئے تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی حضرت امیر شریعت کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہو گئے۔ ملتان، کراچی لاہور فیصل آباد گوجرانوالہ میں جماعت کی طرف سے تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ لاہور میں مبلغ تھے۔ آپ نے تحریک میں والہانہ ومجاہدانہ خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی زیر ہدایت آپ نے تحریک کے لئے شب و روز ایک کر دیئے۔ بعد میں آپ نے اسلام آباد اور سرحد میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ قدرت نے آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ عالمی مجلس کے تبلیغی اسفار میں انتھک محنت کرتے تھے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ سندھ کے سفر سے واپسی پر ایک حادثہ کا شکار ہوئے۔ چند ماہ صاحب فراش رہے۔ قدرت نے صحت سے سرفراز فرمایا تو پھر اپنے کام پر جت گئے۔

فیصل آباد میں قیام کے دوران آپ نے حضرت مولانا تاج محمودؒ کی صحبت سے بھرپور فائدہ حاصل کیا۔ لولاک کی مجلس ادارت کے رکن رہے۔ قادیانی جماعت کا چوتھا گرو مرزا طاہر ملک میں محفل سوال و جواب منعقد کیا کرتا تھا۔ فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں آپ نے مرزا طاہر کو دوبدو زچ کیا مدلل اور ٹھوس سوالات سے مرزا طاہر کی بولتی بند کر دی۔ اسلام آباد میں قیام کے دوران میں آپ نے ایک سفر مصر کا کیا۔ وہاں ایک تربیتی کورس میں شرکت کی۔ جو جامعہ الازہر کی

طرف سے منعقد کیا گیا تھا۔ مصر سے حجاز مقدس بغرض حج تشریف لے گئے۔ بعد میں ایک بار پھر رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالرؤف مرحوم نے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ حضرت مولانا مفتی محمودؒ حضرت مولانا تاج محمودؒ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ ایسے نابغہ روزگار حضرات سے کسب فیض کیا۔ بیعت و ارادت کا تعلق حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے تھا۔ موصوف بڑے حاضر جواب اور غضب کا حافظہ رکھنے والے تھے۔ ایک بات پڑھ لی یا سن لی تو ہمیشہ کے لئے وہ دماغ کے کمپیوٹر میں محفوظ ہوگئی۔ بڑے مرنجاں مرنج دوست نواز تھے۔ لطائف سے مجلس کشت زعفران بنانا آپ پر بس تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ اور دیگر اکابر کے دل و جان سے شیدائی تھے۔ موصوف ایک نظریاتی رہنما تھے۔ عالمی مجلس کے کاز کے لئے آپ کی خدمات مثالی اور قابل ستائش تھیں۔ کئی بار جیل بھی جانا پڑا۔ مقدمات و زبان بندیاں تو اس زمانہ میں معمول کی بات تھیں۔

گزشتہ چند سالوں سے آپ کو شوگر کی تکلیف ہوگئی تھی۔ علاج و معالجہ جاری رکھا۔ پرہیز کے قریب تک نہ پھٹکتے تھے۔ مولانا مرحوم جیسا میٹھا آدمی میٹھا ترک کر دے یہ کیسے ہوسکتا تھا؟۔ اس سال رمضان المبارک میں اسلام آباد قیام کے دوران آپ پر شوگر کا شدید اٹیک ہوا۔ طبیعت بگڑتی سنبھلتی رہی۔ مگر آپ کے جماعتی معاملات میں فرق نہیں آیا۔ آخری عشرہ میں زیادہ کمزور ہوگئے تو ملتان تشریف لائے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے ملتان میں رہ کر علاج کرنے کا فرمایا۔ مگر وہ گھر جانے پر مصر تھے۔ گھر تشریف لے گئے ایک دو روز بعد طبیعت سنبھل گئی۔ علاج بھی جاری رہا۔ بدھ کے روز نماز عشاء پڑھی اور حسب معمول لیٹ گئے۔ ساڑھے نو بجے شب کے قریب دل کی تکلیف ہوئی اور چل بسے۔ دوسرے دن جمعرات کو گیارہ بجے جنازہ ہوا۔ مولانا موصوف کے عنداللہ مقبولیت کا اندازہ ان کے جنازہ کے اجتماع سے لگایا جاسکتا ہے۔ اتنا بڑا اجتماع اس علاقہ میں اپنی مثال آپ تھا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ تمام جماعتی ساتھی دوست عزیز و اقارب سب افسردہ ہیں۔ مگر وہ بڑے سکون و اطمینان سے دنیا و مافیا سے بےخبر آرام فرما رہے ہیں۔ قدرت ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت یکم جولائی ۱۹۹۴ء)

۹۹...... حضرت حافظ محمد حنیف ندیم سہارنپوریؒ

وفات......۲۰ اکتوبر ۱۹۹۴ء

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۴ء بوقت ساڑھے تین بجے شام حرکت قلب بند ہونے سے کراچی میں حضرت حافظ محمد حنیف ندیم سہارنپوری انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت حافظ صاحب مرحوم راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ رنگ پور علاقہ تھل ضلع میانوالی کے علاقہ میں آپ کا خاندان تقسیم کے بعد آباد ہوا۔ آپ نے تعلیم سرگودھا میں حاصل کی۔ قرآن مجید کے حافظ وقاری اور عالم دین تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد روڈہ ضلع سرگودھا میں تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ تدریس کے زمانہ میں اپنے علاقہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ حضرت مولانا محمد حیاتؒ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادیؒ کے جلسے رکھتے رہے۔

آپ نے وعظ وتبلیغ ومناظرہ سے قادیانیت کو زچ کیا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے جمعیت علماء اسلام کے ترجمان ''ترجمان اسلام'' کو لاہور سے جاری کیا تو اس میں بطور مدیر معاون کے کام کرنا شروع کیا۔ جناب ڈاکٹر احمد حسین کمالؒ کے ساتھ عرصہ تک اس پرچہ میں کام کرتے رہے۔ جمعیت علماء اسلام کا علیحدہ گروپ بنا تو آپ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے پرچہ ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی سے منسلک ہو گئے۔ سالہا سال اس میں خدمات انجام دیں۔ بعد میں کراچی سے رانا بشیر صاحب نے روزنامہ صداقت جاری کیا تو اپنی خدمات اس کے لئے وقف کر دیں۔

وہاں سے حضرت اقدس مولانا تاج محمود صاحبؒ کی خواہش پر ہفت روزہ لولاک فیصل آباد سے منسلک ہو گئے۔ حضرت مرحوم کی وفات کے بعد لولاک کو مکمل طور پر آپ نے سنبھالا۔ کراچی سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دوسرا ترجمان ہفت روزہ ختم نبوت جاری ہوا تو

آپ کا حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے اس پر تقرر کردیا (تھوڑے بہت معمولی وقفہ کے علاوہ) تادم زیست اس پرچہ سے وابستہ رہے۔ مولانا مرحوم بہت ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔ رد قادیانیت پر اچھی خاصی دسترس رکھتے تھے۔ جو قادیانی گفتگو کرتا اسے لاجواب کردیتے۔ ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے۔ فریق مخالف کو دلائل و براہین سے بند کرنے کا قدرت نے آپ کو کامل سلیقہ بخشا تھا۔ زندگی میں کئی کامیاب مناظرے کئے۔ قلم کے دھنی تھے۔ صاف ستھری تحریر ہوتی تھی۔ سادہ عام فہم گفتگو کرتے تھے۔ شاعری کا بھی ذوق تھا۔ مگر اسے اہمیت نہ دیتے تھے۔ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ ساتھیوں کو آگے بڑھانے اور اہمیت دینے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ متبادل رفقاء تیار ہوں۔ فقیر راقم الحروف کے ساتھ ان کا ہمیشہ مخلصانہ و مربیانہ برتاؤ رہا۔ ہمیشہ فقیر کی تحریر و بیان کی اصلاح فرماتے تھے۔ ''شاہین ختم نبوت'' کا فقیر راقم کے لئے جوڑ سب سے پہلے انہوں نے جوڑا۔

سات سال کی عمر کے تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہوا۔ پچھلے سال والدہ صاحبہ فوت ہوگئیں۔ کوئی حقیقی بہن بھائی نہ تھا اور خود بھی زندگی بھر مجرد رہے۔ ان کی کل کائنات ایک بیگ تھا جس میں چند جوڑے کپڑے اور چند کتابیں ہوتی تھیں۔ اچھے خاصے کاتب تھے۔ پینٹری کا کام بھی جانتے تھے۔ صدیق آباد کانفرنس کے اور ختم نبوت کانفرنس لندن کے بینر وہ خود لکھتے تھے۔ جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کراچی و دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کی نئی عمارت پر تمام تر لکھائی انہوں نے خود فرمائی تھی۔ اچھے خاصے ڈیزائنر تھے۔ ہفت وار ختم نبوت کی اکثر و بیشتر ڈیزائننگ میں خود رہنمائی فرماتے تھے۔

عمر پچاس سال سے متجاوز ہوگی۔ صدیق آباد کانفرنس پر تشریف لائے۔ واپسی پر اپنے پھوپھی زاد بھائی حافظ خلیل احمد قیصر اور دیگر اعزاء سے ملنے کے لئے کروڑ لعل عیسن گئے۔ حافظ خلیل صاحب کے ہاں ان کا رہنا سہنا تھا۔ چھٹی گزارنے کے لئے بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ واپسی پر پیر کو ملتان تشریف لائے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے

ایک دن کے لئے روک لیا۔ منگل دفتر مرکزیہ رہے۔ بدھ کو فقیر گھر سے واپس آیا تو دفتر میں ملاقات ہوئی۔ دن بھر ساتھ رہے۔ شام کو انہوں نے زکریا ایکسپریس سے کراچی کے لئے سفر کیا۔ جمعرات کو وہاں پہنچے۔ آرام کیا۔ ظہر کے بعد معمول کے مطابق کام کیا۔ سوا تین بجے ایک بچے کو بوتل لانے کے لئے حکم کیا۔ بچہ واپس آیا تو آپ کی طبیعت دگرگوں تھی۔ رفقاء کے آنے سے پہلے آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ جنازہ پڑھا گیا۔ جمعہ ۲۱ اکتوبر کو ہوائی جہاز سے ان کا تابوت ملتان لایا گیا۔ کراچی سے مولانا محمد علی صدیقی ہمراہ آئے۔ ملتان ایئرپورٹ پر عالمی مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کی قیادت میں ملتان دفتر کا عملہ اور دیگر رفقاء نے آپ کے تابوت کو وصول کیا۔ ایمبولینس کے ذریعے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' جناب جمعہ خان اور مولانا محمد علی صدیقی ان کے تابوت کو لے کر کروڑلعل عیسن تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ کے جسد خاکی کو تابوت سے نکالا گیا۔ چوبیس گھنٹے سے زیادہ وقت گزرنے کے باوجود نعش صحیح سلامت اور چہرہ تروتازہ تھا۔ چہرہ کی رونق مزید نکھر گئی تھی۔ موت کے آثار تک نہ تھے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ میٹھی گہری نیند سو رہے ہیں۔ حاضرین نے چہرے کا دیدار کیا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی اقتداء میں پانچ بجے شام نماز جنازہ پڑھی گئی اور کروڑلعل عیسن کے قبرستان میں انہیں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ زندگی بھر رحمت عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے پاسبان رہے۔ قیامت میں بھی آپ ﷺ کا مرحوم کو سایہ شفاعت نصیب ہو۔ آمین!

(ہفت روزہ ختم نبوت ۱۲ نومبر ۱۹۹۴ء)

۱۰۰......حضرت مولانا سید محمد علی شاہؒ

وفات......۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء

علاقہ بہاول پور کے معروف عالم دین، مناظر اسلام، خطیب اہل سنت حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحبؒ ۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء بروز جمعرات صبح پانچ بجے اپنے آبائی گاؤں پپلی راجن میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا سید محمد علی شاہ حسنی حسینی سید تھے۔ آپ کا پورا خاندان رافضی تھا۔ رحمت حق نے دستگیری فرمائی۔ آپ نے حضرت مولانا مفتی واحد بخش صاحبؒ سے احمد پور شرقیہ میں دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ بلا کے ذہین تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے بہاول پور کی یونیورسٹی جامعہ عباسیہ میں داخلہ لیا۔ اس وقت جامعہ میں نابغہ روزگار حضرات متعین تھے۔ پنجاب کے معروف گدی نشین حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ شیخ الجامعہ تھے۔ حضرت امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ بہاول پور میں ناظم امور مذہبیہ تھے۔ ان حضرات سے حضرت مولانا سید محمد علی شاہؒ نے اکتساب علم کیا۔ اس زمانے میں جامعہ عباسیہ کی ایم اے کی ڈگری کو علامہ کہا جاتا تھا۔ شاہ صاحبؒ نے جامعہ کی انتہائی ڈگری ''علامہ'' اعلیٰ نمبروں میں حاصل کر کے جامعہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ نے بخاری شریف کے پرچہ پر سو فیصد نمبر دے کر اس پر نوٹ دیا کہ میں اصول کی رو سے سو سے زائد نمبر نہیں دے سکتا۔ ورنہ مولانا سید محمد علی شاہؒ اس سے زیادہ بھی زیادہ نمبروں کے مستحق تھے۔ اپنے وقت کے شیخ کی شاہ صاحبؒ کے متعلق یہ رائے آپ کے لئے بہت بڑا اعزاز تھی۔

نوعمری میں شاہ صاحبؒ فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ نے آبائی علاقہ پپلی راجن میں جامعہ عباسیہ بہاول پور کے زیر اہتمام رفیق العلماء اسکول منظور کرایا۔ جس کا ریاست میں مڈل کے برابر درجہ تھا۔ آپ اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ سکول کی ڈیوٹی کے علاوہ طلباء کو دوسرے اوقات میں دینی کتب ''درس نظامی'' پڑھاتے تھے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد اس وقت دین متین کی خدمت کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ایسے مخلص بے لوث انسان تھے کہ شب وروز میلوں کا پیدل وسائیکل پر سفر کر کے دور دراز تک تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے۔حق گو' مجاہد' نڈر اور بے باک خطابت سے علاقہ میں آپ نے دھاک بٹھا رکھی تھی۔بدی کو روکنے میں آپ کا وجود درّہ عمرؓ کی حیثیت رکھتا تھا۔رفض وبدعت کے مقابلہ میں اللہ کی تلوار تھے۔شجاع آباد کے مولانا قاضی محمد یاسینؒ مولانا محمد واصلؒ اور مولانا محمد علی شاہؒ تینوں حضرات کی ایک جماعت تھی جو مجاہدین فی سبیل اللہ تھے۔ان کے نام سے کفر اس طرح بھاگتا تھا جس طرح حضرت عمرؓ کے سایہ سے شیطان۔

آپ کی زندگی حق گوئی وبے باکی کی علامت تھی۔ایک دفعہ علاقہ کے تمام زمینداروں نے مشترکہ میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ اپنے علاقہ میں کسی عالم دین کی تقریر نہ ہونے دیں گے۔ان دنوں بستی فقیراں میں ایک تبلیغی جلسہ تھا۔زمینداروں نے پولیس سے مل کر سپیکر پر پابندی اور باہر کے علماء کا داخلہ بند کرادیا جو حضرات آگئے ان کی زبان بندی کرادی۔مولانا دوست محمد قریشیؒ اور دوسرے حضرات پہنچ گئے۔ان سے زبان بندی کے احکامات کی تعمیل کرالی گئی۔ظہر تک جلسہ نہ ہوسکا۔تمام انتظامات مکمل ہیں۔سپیکر لگا ہوا ہے۔علماء موجود ہیں۔مگر جلسہ شروع نہ ہوسکا۔ظہر کے قریب مولانا سید محمد علی شاہؒ تشریف لائے۔نماز پڑھائی۔سپیکر لگوایا اور خطاب شروع کردیا۔علاقہ کی پولیس اور زمیندار موقع پر موجود ہیں مگر شاہ صاحبؒ کی حق گوئی اور بہادری کے سامنے کسی کی نہ چلی۔آپ نے زمینداروں وجاگیرداروں کو للکارا۔شرم کے مارے ان کے منہ لٹک گئے۔ندامت کے مارے سر جھک گئے۔اس طرح کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے کبڈی کا دنگل رکھ دیا۔ہزاروں کا اجتماع ہوگیا۔پروگرام شروع ہوگیا۔شاہ صاحبؒ ساتھی کے ہمراہ سائیکل پر کسی تبلیغی سفر سے واپس آرہے تھے۔سائیکل موڑا۔دنگل میں جا دھمکے۔ان کو دیکھتے ہی لوگ پریشان ہوگئے۔پہنچتے ہی آپ نے اذان کہی۔لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔نماز باجماعت ادا کی اور وعظ شروع کردیا۔جو لوگ بچ گئے وعظ کی مجلس میں شامل ہوگئے۔ایک دفعہ دنگل ہورہا تھا۔آپ کو اطلاع ہوئی۔پہنچتے ہی لاٹھی چلانی شروع کردی۔ایک آدمی بھی سامنے نہ ٹھہر سکا۔سب بھاگ گئے۔بڑا ہی خیر وبرکت کا دور تھا۔لوگ احترام کرتے تھے۔علماء میں بہادری کا خمیر تھا۔اب یہ سب باتیں زمانہ رفتہ کی باتیں ہوتی جارہی ہیں۔ایک

دفعہ رافضی حضرات سے مباہلہ ہوا۔ آپ اپنے اہل وعیال ورفقاء کو لے کر مقام مباہلہ پر پہنچ گئے۔ مگر دوسرے فریق نے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔

مناظر، خطیب، علم وفضل، دلائل کی پختگی، غضب کا حافظہ، فقہ کی جزئیات پر عمیق نظر اور آپ کے مجاہدانہ کردار نے آپ کو مقبول عام بنادیا تھا۔ علاقہ کے عوام آپ سے دلی محبت کرتے تھے۔ ان کے چشم ابرو کے اشارے پر جان کی بازی لگانے پر تیار ہوجاتے تھے۔ آپ کے فتویٰ کو حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ راقم کے استاذ محترم حضرت مولانا حافظ اللہ بخش صاحب آپ کے شاگرد رشید ہیں۔ فقیر راقم خان پور سے دورہ حدیث شریف کر کے گھر آیا تو میرے والد صاحب مرحوم نے استاذ محترم حضرت مولانا حافظ اللہ بخش صاحب سے فرمایا کہ اسے دین کے کام پر لگانا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں تو زمیندار ہوں۔ میرا کام حاضر ہے۔ آج سے شروع کردے۔ حضرت مولانا حافظ اللہ بخش صاحب اپنے استاذ حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کو خط لکھا کہ ہمارے علاقہ سے ایک نوجوان اس سال فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ آپ ان کو جماعت میں شامل کرلیں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کو خط لکھا کہ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ نے فجی آئی لینڈ سے ایک عالم دین کو بھیجا ہے۔ ان کے لئے سپیشل (شوال المکرم میں) تربیتی کلاس کھولنی ہے۔ آپ ان کو بھی بھیج دیں۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید فجی آئی لینڈ، مولانا بشیر احمدؒ مہتمم جامعہ عثمانیہ شورکوٹ اور فقیر راقم پر مشتمل سہ رکنی جماعت نے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے ردقادیانیت کا دوماہی کورس مکمل کیا۔ امتحان ہوا۔ اللہ رب العزت نے فضل فرمایا۔ امتحان سے فراغت کے بعد حضرت اقدس مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فرمایا کہ:

۱...... آپ امتحان میں اچھے نمبروں پر کامیاب ہوئے۔

۲...... آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد حیاتؒ نے آپ کو جماعت میں شامل کرنے کی سفارش کی ہے۔

۳...... آپ کے متعلق مولانا سید محمد علی شاہ صاحبؒ نے خط لکھا ہے۔ مولانا محمد علی شاہؒ میرے (حضرت جالندھریؒ) نزدیک اس لئے قابل احترام ہیں کہ حضرت امیر شریعت سید

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ان کا احترام اوران کی رعایت کرتے تھے۔آل انڈیا مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس چھوڑ کر پپلی راجن کے جلسہ میں حضرت امیر شریعتؒ شریک ہوتے تھے۔ چوہدری افضل حقؒ مولانا حبیب الرحمٰنؒ لدھیانویؒ حضرت امیر شریعتؒ سے اصرار کرتے کہ آپ اجلاس کو بھگتا کر آجائیں تو حضرت شاہ جیؒ فرماتے تھے کہ پورا خاندان اور علاقہ رافضی ہے۔ وہاں ایک سید ہے(سید محمد علی شاہؒ) اس کے جلسہ پر میں جانا فرض سمجھتا ہوں۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے یہ تین باتیں ارشاد فرما کر مجھے حکم فرمایا کہ آپ تیاری کریں۔ آج سے ہی میرے ساتھ جماعت کے پروگرام پر چلنا ہے۔اس لحاظ سے مجلس میں فقیر کی شمولیت کا باعث بھی حضرت مولانا سید محمد علی شاہؒ تھے۔

۹۳ سال کی عمر پائی۔ داڑھی کے بال دوبارہ سیاہ ہونا شروع ہو گئے تھے۔ آخری وقت تک تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اتنی بڑی عمر کے باوجود بڑے مضبوط قویٰ کے انسان تھے۔ قدرت نے علم وعمل کی طرح صحت کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ ۷ا جنوری کو مبارک پور کے قریب کسی گاؤں میں خطاب کیا۔ مغرب کی نماز کی امامت شروع کی۔ پہلی رکعت میں جب انـعـمـت عـلـيـم ! پر پہنچے تو خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر خاموش کھڑے رہے۔ مقتدی پریشان ہو گئے۔ آپ نے زور سے اللہ! اللہ! کہا اور لوگوں کے دل ہلا دیئے۔ نماز توڑ کر ساتھی آگے بڑھے اور آپ کو پکڑ کر بٹھا دیا۔ فرمایا تم اپنی نماز پوری کرو۔ ساتھی نماز سے فارغ ہوئے۔ فرمایا مجھ پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ آپ لوگ گواہ بن جائیں کہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور پھر کلمہ شریف کا بار بار ورد کرتے رہے۔ لوگوں کو کہا کہ تم بھی کلمہ پڑھو۔ کلمہ پڑھتے پڑھتے فالج کا اثر زبان پر پہنچا۔ سواری کرا کے گھر لایا گیا۔ صبح پانچ بجے راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق اسلامیہ مشن بہاول پور کے شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بلا مبالغہ ہزاروں کا اجتماع تھا۔ مرد، عورتیں، چھوٹے بڑے، شیعہ، سنی، سب ان کے انتقال پر رو رہے تھے۔ یہ ان کی قبولیت عامہ اور مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ وصیت کے مطابق عام قبرستان میں ہمیشہ کے لئے محو خواب ہو گئے۔ اللہ رب العزت ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی وفات ایک جہان کی وفات ہے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت ۱۱ مئی ۱۹۹۰ء)

فراقِ یاراں

ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن مبارک سے آنحضرت ﷺ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے بچپن میں ان کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی گود نبوت میں اٹھایا ہوا تھا حضرت ابراہیم کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کی تو آپ ﷺ کے آنسو مبارک رواں ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا ابراہیم آپ کی جدائی نے ہمیں غم زدہ کر دیا۔

کسی عزیز کی جدائی پر دل صدمہ کرے اور آنکھ آنسو بہائے جہاں یہ فطری تقاضا ہے وہاں ترجمان فطرت حضور ﷺ کی سنت مبارکہ بھی ہے اس دنیا سے جانے والے اکابر، معاصر، اساتذہ، مشائخ اور جماعتی دوستوں کی جدائی کے لمحوں پر اپنے دل کی تسلی کے لیے فقیر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا تقریباً ۳۵ سال کے داستان غم کی یہ دستاویز ہے جو آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرات ہو رہی ہے۔ آپ انہیں تعزیتی مضامین، سوانحی خاکے یا نثری مرثیہ قرار دیں تو آپ کو اس کا حق حاصل ہے لیکن مجھ سے پوچھیں تو یہ مضامین میرے دل کے ٹکڑے ہیں جو ان جانے والے حضرات کی جدائی پر قلم سے کاغذ پر منتقل ہوتے رہے ہیں یہ ایام رفتہ کے آنسو ہیں جو گرتے رہے اور میں انہیں کاغذ پر جمع کرتا رہا۔

۱۹۷۱ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور ابھی تک جاری ہے نہ معلوم کہ کب خود کی باری آ جائے۔ کہ غم فراق سہنے کی بجائے دل ہار جائے اور بجائے رونے کے روٹھ جائے۔ نوحہ، مرثیہ، رونا، غم، سوگ سب کچھ کا آپ اس میں پرتو دیکھیں گے لیکن مجھ مسکین سے پوچھیں کہ جس پر ان حضرات کے غم جدائی کے پہاڑ ٹوٹے ان صدمات سے دل ٹوٹا کمر جھکی آنکھیں بھیگیں جگر پارہ پارہ ہوا لیکن میں ابھی تک زندہ ہوں۔

فقیر...... اللہ وسایا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ • ملتان • فون:4514122

فردوس بریں

از

عبدالحلیم شرر

PDF CREATED BY:
NS MUHAMMAD WAQAS

پہلا باب

پریوں کا غول

اب تو ۶۵۱ ھ ہے، مگر اس سے ڈیڑھ سو سال پیشتر سیّاحوں اور خاصّیۃً حاجیوں کے لیے وہ کچّی اور اُونچی سڑک نہایت ہی اندیشہ ناک اور پُر خطر تھی جو بحرِ خزر یسین کے جنوبی ساحل سے شروع ہوئی ہے اور شہر بابل میں ہو کے شاہنامے کے قدیم دیوستان یعنی ملک ماژندران اور علاقہ رودبار سے گُذرتی اور کوہسارِ طالقان کو شمالاً جنوباً قطع کرتی ہوئی شہر قزوین کو نکل گئی ہے۔ مدتوں سے اس سڑک کا یہ حال ہے کہ دن دہاڑے بڑے بڑے قافلے لُٹ جاتے ہیں اور بے گناہوں کی لاشوں کو برف اور سردی مظلومی و قتل و غارت گری کی یادگار بنا کے سالہا سال تک باقی رکھتی ہے۔

اِن دنوں ابتدائی سرما کا زمانہ ہے۔ سالِ گزشتہ کی برف پوری پگھلنے نہیں پائی تھی کہ برف برسنا شروع ہو گئی۔ مگر ابھی جاڑا اتنے درجے کو نہیں پہنچا کہ موسمِ بہار کے نمونے اور فصل کی دلچسپیاں بالکل مٹ گئی ہوں۔ آخری موسم کے دو چار پھول باقی ہیں اور کہیں کہیں اُن کے عاشق و قدردان بلبلِ بدخشاں بھی اپنی ہزار داستانی و نغمہ سنجی کے راگ سُناتے نظر آ جاتے ہیں۔ یہ کوہستانِ عرب کے خشک و بے گیاہ پہاڑوں کی طرح برہنہ اور دُھوپ میں جُھلسے ہوئے نہیں بلکہ ہر طرف سایہ دار درخت اور گھنی جھاڑیوں نے نیچر پرستوں اور قُدرت کے حقیقی قدردانوں کے لیے عُمدہ عُمدہ عشرت کدے اور تنہائی کی خلوت گاہیں بنا رکھی ہیں۔ اور جس جگہ درختوں کے جُھنڈ تھے، وہاں آسمان کے نیلے شامیانے کے نیچے قُدرت نے گھاس کا سبزہ اور مخملی فرش بچھا دیا ہے جس پر بیٹھ کے کوئی شرابِ شیراز کے لُطف اٹھانا چاہے تو یہاں نہرِ رُکنا کے بدلے نہرِ ویزنجان موجود ہے جو شاید ابھی ڈیڑھ صدی بھی نہیں گزری کہ رُودِ سفید سے کاٹ کے پہاڑوں کے اندر ہی اندر مختلف

گھاٹیوں میں گھمائی اور آخر شہر خرم آباد کے قریب بحرِ خزر میں گرائی گئی ہے۔

اِن ہی دلچسپیوں اور قدرت کے ان ہی نظر فریب منظروں نے اس کوہسار کے متعلق طرح طرح کے خیالات پیدا کر دیے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنت ان ہی گھاٹیوں میں ہے اور بعض سمجھتے ہیں کہ قدیم دیوزادوں کو کیومرث و رستم و نریمان کے زورِ بازو نے فنا کر دیا، مگر ان کی یادگار میں بہت سی پریاں آج تک اِن تنہائی کے مقامات میں سکونت پذیر ہیں۔ خوش عقیدہ لوگوں میں سے اکثروں نے ان پریوں کو اُڑتے دیکھا ہے اور بعض سیاحوں کو تو پریوں کے بڑے بڑے ہوش رُبا غول گھاٹیوں سے ناگہاں نکل پڑتے نظر آئے۔ یہ بھی سُنا جاتا ہے کہ جو کوئی یکہ و تنہا اِن پریوں کے غول میں آ تا ہے، فوراً مر جاتا ہے۔

مگر پریوں اور قدیم دیوؤں سے زیادہ ظالم ملاحِدہ اور باطنیہ لوگ ہیں جو اس علاقے میں آباد اور پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جو پُرانے اصول و عقائد کا مسلمان ان کے ہاتھ پڑ جاتا ہے، کسی طرح جاں بر نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جمادی الاوّل، جمادی الآخر اور رجب کے مہینوں میں ان کے مظالم کی دھوم مچ جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ علاقہ ہائے ترکستان وغیرہ اور استراخان کے مسلمان جب حج کو جاتے ہیں تو جہازوں پر بحرِ خزر سے پار ہو کے اسی علاقے میں اُترتے اور اسی کوہسار طالقان کو طے کرتے ہوئے ارضِ عراق کو جاتے اور پھر وہاں سے خاکِ پاکِ حجاز کا ارادہ کرتے ہیں۔ اگرچہ یہاں کے مظالم کی ہر جگہ شہرت ہو گئی ہے اور بہت سے لوگوں نے یہ راستہ چھوڑ دیا ہے مگر پھر بھی بعض بے پروا مسلمان اپنی خوش اعتقادی کے جوش میں آ نکلتے ہیں۔ علی الخصوص آمل اور اس کے مضافات کے لیے تو اور کوئی راستہ ہی نہیں۔

یہ سڑک جس کا اُوپر ذکر آیا، بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ مگر ہمارے پیشِ نظر صرف وہی

ہے جہاں یہ سڑک نہر ویرنجان کے کنارے کنارے گزری ہے۔ اس مقام سے علاقۂ رُودبار کے میدان ختم ہوگئے اور کوہستان سخت اور پیچیدہ نشیب و فراز کی ابتدا ہے۔ یہاں سے کچھ آگے بڑھ کے سڑک اور طرف گئی ہے اور نہر کوہِ البرز کے دانتوں میں " چکر کھا کے دشوار گزار اور پیچیدہ گھاٹیوں میں غائب ہوگئی ہے۔ شام کو شائد ہی چند گھڑیاں باقی ہوں گی۔ آفتاب سامنے برف آلود چوٹیوں کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اس کی کمزور کرنوں نے جو تھوڑی گرمی پیدا کردی تھی، مِٹ گئی اور ہوا کے سرد جھونکے جو بلند برفستان سے پھسلتے ہوئے آتے ہیں، انسان کے لیے کپکپا دینے کو کافی ہیں۔

اس جگہ پر اور ایسی حالت میں شمال کی طرف سے دو مسافر سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹے اور دو بڑی گٹھڑیوں کی صورت بنائے ہوئے آہستہ آہستہ آرہے ہیں۔ دونوں اپنے چھوٹے چھوٹے اور تھکے ماندے گدھوں پر سوار ہیں۔ ان کی سست روی اور مجموعی حالت سے خیال ہوتا ہے کہ کسی گاؤں کے قریب کے مُلا یا فقیر ہیں جو امارت اور سپاہیانہ دونوں وضعوں سے جدا کسی دینی غرض اور تقدّس کی شان سے اس سفر کو نکلے ہیں۔ مگر نہیں۔ وہ قریب آ گئے اور معلوم ہوا کہ مُلا ہیں نہ مشائخ بلکہ دونوں نوعُمر شریف زادے ہیں، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ دونوں میں ایک مرد ہے اور ایک عورت۔ ان کے لباس اور وضع سے چاہے نہ ظاہر ہو مگر بُشرے بتاتے ہیں کہ کسی معزز خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور ممکن نہیں کہ کسی نامی اور شریف گھرانے سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ اس لیے کہ موٹے موٹے اور لمبے چوڑے کملوں کے نیچے جنھیں سر سے پاؤں تک لپیٹ لیا ہے، دونوں شرفائے آمل کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ مرد جو ایک خوبصورت نوجوان ہے، ایک اُونی کفتان پر بڑا پوستین کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ سر پر قدیم لمبی ترکی ٹوپی ہے جو بانس کی تیلیوں سے

ایک مخروطی صورت میں بنا کے بکری کی سیاہ کھال سے مڑھ دی گئی ہے۔ٹوپی پر عمامہ ہے اور اسکے کئی پیچ سر سے نیچے اُتر کے کانوں اور گلے میں لپٹے ہوئے ہیں۔ پاؤں میں موزے اور ایک اُونی پاجامہ ہے۔کمر میں چمڑے کی پیٹی کسی ہے، جس میں خنجر لگا ہے اور تلوار لٹک رہی ہے۔اس نوجوان کے پاس کمان اور تیروں کا ترکش بھی ہے۔مگر اس عہدِ قدیم کے یہ ضروری اسلحہ گدھے کی زین میں بندھے ہیں اور یہی ایک حربہ ہے جس کے ذریعے سے شکار کر کے یہ دلاور نوجوان اپنے اور اپنی دل رُبا رفیقہء حیات کے لیے قوتِ لایموت حاصل کرتا ہے۔الغرض ایک گدھے پر تو یہ نوجوان سوار ہے اور دوسرے پر ایک اٹھارہ اُنیس برس کی پری جمال۔موٹے موٹے کپڑے اور بھدّے پوستین اس کے زاہد فریب حُسن کو بہت کچھ چھپا رہے ہیں۔مگر ایک مہ وش کی شوخ ادائیں کہیں چھپائے چھپی ہیں! جس قدر چہرہ کھلا ہے، حسن کی شعائیں دے رہا ہے، اور دیکھنے والے کی نظر کو پہلا ہی جلوہ یقین دلا دیتا ہے کہ ایسی نازنین وحسین پھر نظر نہیں آئے گی۔ ہماری آفتِ روزگار مہ جبیں ایک زرد ریشمی پاجامہ پہنے ہے جو اُوپر سے نیچے تک ڈھیلا اور پاؤں کے گٹّوں پر خوش نما چُست کے ساتھ بندھا ہے۔ گلے میں دیبائے سرخ کا ایک کرتا ہے اور سر پر نیلی پُھولدار اطلس کی خمار۔ لیکن یہ سب کپڑے ایک پُھولے پُھولے پوستین کے اندر چُھپے ہوئے ہیں۔جو چیز کہ اس کے عورت ہونے کو عام طور پر ظاہر کر رہی ہے، وہ چھوٹی چھوٹی سیکڑوں چوٹیاں ہیں جو خمار کے نیچے سے نکل کر ایک شانے سے دوسرے شانے تک ساری پیٹھ پر بکھری چلی گئی ہیں اور راستے کے نشیب وفراز یا گدھے کی تیز روی سے بار بار کُھل جاتی ہیں۔

اِس دل رُبا لڑکی کے حسن و جمال کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔مگر غالباً یہ چند باتیں مشتاق دلوں میں اور آرزو مند نگاہوں کے سامنے اس کے زاہد فریب چہرے کا ایک معمولی سا خاکہ قائم کر

سکیں۔ گول آفتابی چہرہ جیسا کہ عموماً پہاڑی قوموں میں ہوتا ہے، سُتے اور کھنچے ہوئے، سرخی کی جھلک دینے والے گال، بڑی بڑی شرابی آنکھیں، لمبی نوک دار پلکیں، بلند مگر کسی قدر پھیلی ہوئی ناک اور خمدار ہونٹ، باریک اور ذرا پھیلی ہوئی باچھیں، چھوٹے سے سانچے میں ڈھلی ہوئی نوک دار ٹھوڑی، شرگیں اور معمولی جھکی نظروں کے ساتھ شوخ اور بے چین چشم وابرو اور اس تمام سامان حُسن کے علاوہ تمام اعضاو جوارح کا غیر معمولی تناسُب ہر شخص کو بے تاب و بے قرار کر دینے کے لیے کافی ہے۔

یہ دونوں نوعمر مسافر چاروں طرف کے منظروں کو دیکھتے ہیں اور مقامی دشواریوں کی وجہسے دل ہی دل میں ڈرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ دن کے آخر ہو جانے کے خیال سے ان کے نازک چہرے جنھوں نے ابھی تک تجربے کی پختگی نہیں حاصل کی، پریشان ہونے لگے ہیں۔ مگر اس پر بھی خموشی کا قُفل نہیں کُھلتا۔ ناگہاں کسی فوری جذبے سے مغلُوب ہو کے نازنین نے ٹھنڈی سانس لی اور باریک دلفریب آواز میں پوچھا ''آج کون سا دن ہے''؟

نوجوان: (چپکے ہی چپکے حساب لگا کر) جمعرات۔

لڑکی: (حسرت آمیز لہجے میں) تو ہمیں گھر چھوڑے آج پورے آٹھ دن ہوئے۔ (ذرا تامّل کر کے) خدا جانے کون لوگ کیا کیا باتیں کہتے ہوں گے اور کیسی کیسی رائیں قائم کی جاتی ہوں گی۔

نوجوان: یہی کہتے ہوں گے کہ حج کے شوق نے ہم سے وطن چھڑا دیا۔

لڑکی: (پھر ایک آہِ سرد بھر کے) مجھے الزام بھی دیتے ہوں گے کہ نامحرم کے ساتھ چلی آئی۔

نوجوان: زمُرد (اس لڑکی کا نام ہے) اب میں نامحرم نہیں ہوں۔ دو ہی چار روز میں ہم قزوین پہنچ جائیں گے اور وہاں پہنچتے ہی نکاح ہو جائے گا۔

زمُرد: (پھر ٹھنڈی سانس لے کر) خدا جانے وہاں تک پہنچنا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں! راستے کی دشواریاں مشہور رہی ہیں۔ کوئی خوش نصیب مسافر ہوگا جو پریوں کے ہاتھ سے بچ کے نکل جاتا ہوگا۔ اور ان سے بچ بھی جائے تو ملاحدہ کیوں چھوڑنے لگے۔

زمُرد میں اس وقت ایک غیر معمولی تغّیر پیدا ہو گیا ہے۔ اس مقام نے اسے کوئی خاص بات یاد دلا دی ہے جس کی وجہ سے وہ چاروں طرف کے منظر کو ہر طرف سے مڑ مڑ کے دیکھ رہی ہے اور بار بار آہِ سرد بھرتی ہے۔

نوجوان نے اس بات کا خیال بھی نہیں کیا اور معمولی لہجے میں کہنے لگا "ملاحدہ کی طرف سے تو مجھے اطمینان ہے۔ اس لیے کہ ان کے نقیب آمل سجتہ اللہ سے مجھے ایک خط مل گیا ہے۔ وہ ہمیں ایک مجرّب تعویذ کا کام دے گا۔ اور اس کے نذر کرتے ہی ہم قرمطی کے دستِ ستم سے نجات پائیں گے"۔

یہ باتیں کرتے وقت دونوں نوعُمر مسافر اس مقام پر پہنچے جہاں سے سڑک تو کہسار کی بلندی پر چڑھنا شروع ہوتی ہے اور نہر اس سے جدا ہو کے دشوار گزار گھاٹیوں اور گھنی خاردار جھاڑیوں میں گھسنے کے لیے داہنی طرف مڑ گئی ہے۔ نوجوان نے اپنے گدھے کو سڑک پر آگے بڑھایا ہی تھا کہ زمُرد باگ روک کے کھڑی ہو گئی اور کہا "نہیں حسین" (یہ اس نوجوان کا نام ہے)۔

حسین: (حیرت سے زمُرد کی طرف دیکھ کر) پھر کدھر؟

زمُرد: جدھر نہر بہ رہی ہے۔

حسین: اُدھر تو راستہ نہیں۔

زُمرد: تم چلو تو سہی۔

حسین: آخر تم قزوین چلتی ہو یا کہ کہیں اور؟

زُمرد: نہیں۔میری منزل مقصود قزوین نہیں۔ مجھے تو دیکھنا ہے کہ نہر کدھر گئی ہے۔

حسین: اُس طرف تو پریوں کا نشیمن ہے۔

زُمرد: ہونے دو۔

حسین: سنتا ہوں کوئی اُدھر سے زندہ نہیں جاتا۔

زُمرد: یہی میں بھی چاہتی ہوں۔

حُسین نے تعجّب اور حیرت سے زمرد کی صورت دیکھی اور ایک متانت کی آواز سے کہا ''اور وہ حج کی نیّت کیا ہوئی؟

زُمرد: ہے،مگر اپنے بھائی موسیٰ کی قبر پر جا کے فاتحہ پڑھ لوں تو مکہ معظمہ کا ارادہ کریں۔

حسین: تمھارے بھائی کی قبر! مگر یہ کیسے خبر کہ کہاں ہے؟

زُمرد: مجھے معلوم ہے-راستہ بھی جانتی ہوں اور اُس مقام کو بھی۔

حسین: (حیرت سے) تم؟ تم کیا جانو؟

زُمرّد: خوب جانتی ہوں۔

حسین: کیا کبھی آئی تھیں؟

زُمرد: نہیں۔مگر یعقوب جو بھائی موسیٰ کے مرنے کی خبر لایا تھا،اُس سے پُورا پتا دریافت کر چکی ہوں۔پہلی نشانی تو یہ ہے کہ جہاں سے نہر سڑک سے علیحدہ ہوئی ہے،سڑک چھوڑ کے نہر

کے کنارے جانا چاہیے۔اور بعد کی نشانیاں آگے چل کر بتاؤں گی۔

حسین: یعقوب کو کیا معلوم؟ کون کہہ سکتا ہے کہ ان بلند اور پیچ در پیچ پہاڑوں میں کون شخص کہاں اور کیوں کر مارا گیا؟

زمرد: تم نہیں جانتے، بھائی موسیٰ اور یعقوب دونوں ساتھ تھے۔اس مقام پر پہنچ کر نہر کے کنارے کنارے کچھ دور گئے تھے کہ کوہِ البرز سے پریوں کا غول اُترا۔ان کے ہاتھ سے بھائی تو مارے گئے اور یعقوب غش کھا کے گر پڑا۔دوسرے دن جب اُسے ہوش آیا تو بھائی کی لاش پڑی پائی۔انہیں دفن کیا۔پھر قبر بنا کے اور قبر کے پاس ہی ایک چٹان پر ان کا نام کندہ کر کے واپس آیا۔

حسین: مجھے تو غپ معلوم ہوتی ہے۔آخر اس کا سبب کہ پریوں نے یعقوب کو تو زندہ چھوڑ دیا اور تمھارے بھائی مارے گئے؟

زمرد: اس کا یہ سبب ہوا کہ بھائی نے ایک پری کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔اور یعقوب بُزدل تھا۔پری زادوں کو دیکھتے ہی غش کھا کے گر پڑا۔

حسین: پھر ایسے مقام میں تو ہرگز نہ جانا چاہیے۔

زمرد: نہیں حسین۔میں ضرور جاؤں گی۔

حسین: فرض کرو کہ ہم وہاں پہنچتے اور ہمارے سامنے پریاں اُتریں تو؟

زمرد: میں تو اس سے نہیں ڈرتی۔اگر تمھیں خوف ہے تو نہ چلو۔

حسین: تم اکیلی جاؤ اور میں نہ چلوں؟ میں جو تمھاری محبت میں ہر وقت جان دینے کو تیار ہوں۔

زمُرد: حسین، سنو۔ میں تمھارے ساتھ نہ آتی۔ مانتی ہوں کہ تم شریف ہو اور اُس زمانے سے جب کہ ہم دونوں مکتب میں ایک ساتھ پڑھتے تھے، مجھے تم سے محبت ہے۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ ایک شریف لڑکی کو تم فقرہ دے کے نکال لائے ہو۔ میں خود شوق سے آئی ہوں۔ فقط اتنی اُمید پر کہ بھائی کی قبر پر کھڑے ہو کے دو آنسو بہاؤں گی۔ جب یہ مقصد پورا ہو لے گا تو حج کو چلونگی۔

حُسین: زمرد، اپنی جوانی اور اس کم سنی پر ترس کھاؤ اور اس ارادے سے باز آؤ۔

زمُرد: نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی آرزو کے لیے بے عزتی گوارا کی ہے۔

حُسین: (مایوسی کی آواز سے) خداوندا! اگر جان ہی جانی ہے تو میں مارا جاؤں۔

زمُرد: تیری مصیبت ان آنکھوں سے نہ دیکھی جائے گی (مسکرا کے) گھبراؤ نہیں۔ ہم دونوں کی کشش ایک دوسرے کو کھینچ لے گی۔ مارے گئے تو دونوں مارے جائیں گے۔ یہ کہہ کر زمُرد نے اپنے گدھے کو نہر ویرنجان کی طرف موڑا۔ دو ہی قدم چلی ہو گی کہ حسین نے روک کر کہا ''زمُرد، ذرا صبر کرو۔ چلنا ہے تو کل چلنا۔ اب شام ہوا چاہتی ہے۔ پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی۔''

زمُرد: بس اب چلے ہی چلو۔ کہیں آبادی ملنے کی تو اُمید نہیں اور جب جنگل ہی میں ٹھہرنا ہے تو یہاں وہاں دونوں جگہ برابر ہے۔ حسین سے کسی طرح انکار کرتے نہ بنی، چل کھڑا ہوا اور دل میں پس و پیش کرتا ہوا زمُرد کے ساتھ کوہِ البرز کی تیرہ و تار گھاٹی میں گھسا۔ اب دونوں آہستہ آہستہ چلے جاتے ہیں، اور اس سنسان مقام کا رعب دونوں پر اس قدر بیٹھ گیا ہے کہ بالکل خاموش ہیں۔ جوں جوں آگے بڑھتے ہیں، جنگل گھنا ہوتا جاتا ہے۔ سردی ساعت بساعت بڑھ رہی ہے۔ سنّاٹے نے نہر کے بہنے کی آواز زیادہ تیز کر دی ہے جس سے اس مقام کے وحشت ناک منظر میں ایک ہیبت پیدا ہو گئی ہے۔ اب راستہ دشوار ہے۔ گدھوں سے اُترنا پڑا۔ دونوں آگے پیچھے اپنے

گدھے کے دہانے ہاتھ میں پکڑے چٹانوں سے نیچے اور جھاڑیوں میں گھستے چلے جاتے ہیں۔

آخر دیر کے سکوت کے بعد حسین نے مرعوب ہو کر کہا: "بے شک پریاں ایسے ہی سناٹے کے مقام میں رہتی ہیں۔ انسان کیا معنی، یہاں جانور کا بھی پتا نہیں۔

زمُرد: ہاں۔ اور سنتی ہوں کہ اس نہر میں اکثر جگہ پریاں نہاتی ہیں اور بال کھولے ہوئے آپس میں کھیلتی اور چھینٹیں اُڑاتی بھی نظر آ جایا کرتی ہیں۔

حُسین: (چونک کر) یہ سنسناتی آواز کیسی تھی؟ جیسے کوئی چیز سن سے کانوں کے پاس سے آگے نکل گئی۔

زمُرد: اور یہ مشہور بات ہے کہ پریوں کے تخت چاہے اڑتے نظر نہ آئیں، مگر ان کے نکل جانے کی آواز ضرور سنائی دیتی ہے۔

حُسین: یہ بھی ممکن ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ کوئی جانور تھا۔

زمُرد: جانور ہوتا تو دکھائی نہ دیتا؟

حُسین: اگرچہ ابھی آفتاب غُروب نہیں ہوا، مگر یہاں تم دیکھ رہی ہو کہ شام سے بھی زیادہ اندھیرا ہے۔ ایسے دھندلکے میں بعض اوقات اُلو یا بڑے بڑے چمگادڑ بھی اسی طرح سّناٹے کی آواز سے اُڑتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

زمُرد: لیکن اصل میں یہ بھی وہی پری زاد ہیں جو مختلف جانوروں کی صورت میں رات کو نکلتے ہیں۔

حُسین: ہوگا۔ (اتنا کہہ کے اس نے اِردگرد کے سین کو وحشت اور بزدلی کی نگاہوں سے دیکھا، اور نہایت پریشانی کی آواز میں کہا) شام ہوا چاہتی ہے اور تمھارے بھائی کی قبر کا کہیں پتا

نہیں۔

زمُرد: مگر میں تو بھائی کی قبر تک پہنچے بغیر دم نہ لوں گی۔

یہ کہتے ہی ایک نہایت تاریک گھاٹی نظر آئی جس میں نہر تو گئی ہے مگر دونوں جانب ایسی چکنی اور کڑی چٹانیں ہیں کہ انسان کا گزرنا بہت دشوار ہے۔ اس گھاٹی کی صورت دیکھتے ہی زمُرد ایک شوق اور بے خودی کی آواز میں چلا اُٹھی ''ہاں، دیکھو! یہ دوسری علامت ہے۔ اسی میں سے ہو کے راستہ گیا ہے''۔

حسین: مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ادھر سے ہم جائیں گے کیونکر؟

زمُرد: جس طرح بنے، جاؤں گی ضرور۔

حسین: اور یہ گدھے؟

زمُرد: اِن کو یہیں چھوڑ دو۔ واپس آ کے لے لینا۔

حسین نے اس مستقل مزاجی پر زمُرد کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر گدھے درختوں سے باندھے اور دونوں چٹانوں سے چمٹتے اور ہاتھوں سے پتّھروں کے سروں کو پکڑتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔ کوئی دو گھڑی یہ محنت کا سفر کیا ہو گا کہ گھاٹی ختم ہو گئی جس سے نکلتے ہی دونوں نے حیرت سے دیکھا کہ نہر ویرنجان اس گھاٹی سے گزر کے یکا یک ایک نہایت ہی فرح بخش مَرغ زار میں بہنے لگی ہے۔ عجب لطف کا مقام تھا۔ قدرت نے خود ہی چمن بندی کر دی تھی۔ شگفتہ اور خوش رنگ پھولوں کے تختے دور دور تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ نغمہ سنج طیور بھی یہاں کثرت سے نظر آئے، جو ہر طرف شاہدانِ چمن کے حسن و جمال پر صدقے ہوتے پھرتے تھے۔ شام ہو رہی تھی، اور یہ جوش میں بھرے ہوئے عاشقان شاہدِ گل اپنے معشوقوں کو آخری الوداع کہہ رہے تھے۔ یہ سماں دیکھتے ہی

زمّرد نے خوش ہو کے کہا "اب ہم اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ گئے۔ اِس وادی میں بھائی موسیٰ مارے گئے اور یہیں کہیں اُن کی قبر بھی ہوگی"۔ یہ کہہ کے زمّرد ایک نازک بدن اور چست چالاک ہرنی کی طرح چاروں طرف دوڑی اور ایک بڑے پتھر کے پاس ٹھہر کے چلّائی "آہ! یہی میرے بھائی کی قبر ہے"۔

اس آواز کے سنتے ہی حسین اُدھر دوڑا گیا اور دیکھا کہ ایک چٹان پر موسیٰ نام کھدا ہوا ہے اور اس کے قریب ہی چند پتھروں کو برابر کرکے ایک قبر کی صورت بنا دی گئی ہے۔ دونوں نے یہاں کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کی۔ مگر زمُرد کے دل پر حسرت واندوہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ دُعا ختم ہونے سے پہلے ہی وہ گر پڑی اور قبر سے لپٹ کر زار وقطار رونے لگی۔ حسین نے بہت کچھ تسلّی دی، نہر سے پانی لا کے منہ دُھلایا اور رات کے اندھیرے میں اپنی دِل روش معشوقہ کو اپنی گود میں لے کے بیٹھا اور سمجھانے لگا۔

زمُرد: (ہچکیاں لے لے کے) حسین مجھے اپنی زندگی کی اُمید نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہیں مروں گی۔ ہاتھ پاؤں سُن ہو رہے ہیں۔ کلیجے میں میٹھا میٹھا درد ہے اور دل بیٹھا جاتا ہے۔ مگر مرنے سے پہلے تم سے ایک وصیت ہے۔ میں مر جاؤں تو میری لاش کو بھی اِنھی پتّھروں کے نیچے جہاں بھائی موسیٰ کی ہڈیاں ہیں، دبا دینا۔

حُسین: (نہایت مستقل مزاجی سے، آنکھوں ہی آنکھوں میں آنسو پی کر) یہ وصیت اگر پُوری ہونے والی ہوگی تو کسی اور کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔ میں تمھارے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور جس کے ہاتھ سے یہ وصیت پوری ہوگی وہ تمھارے ساتھ میری ہڈیوں کو بھی اِنھی پتّھروں کے نیچے دبائے گا۔

زمُرّد : (خوشامد کے لہجے میں)نہیں حسین ۔ایسا نہ کرنا ۔تم کو ابھی نہیں معلوم کہ مجھے کیا چیز یہاں کھینچ لائی ۔ نہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ بھائی کی محبت نے اور نہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ یعقوب کے بیان میں کوئی جادو تھا۔ مگر جس روز اس نے بھائی موسیٰ کی حسرت نصیب داستان سنائی، اس کے دوسرے ہی دن میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے بھائی اس وادی میں کھڑے ہیں۔ خواب ہی میں انھوں نے مجھے ہاتھ کے اِشارے سے اپنی طرف بلایا اور تاکید کر کے کہا کہ میری قبر پر آ کے فاتحہ پڑھ ۔ مرحوم بھائی نے کچھ ایسی مؤثر وضع سے بلایا تھا کہ اُن کی اُس وقت کی صورت اس وقت تک میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے ۔اِس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ میں یہاں بھائی کی بُلائی ہوئی آئی ہوں ۔

حُسین: (وفورِ گریہ سے بے اختیار ہو کے اور بے انتہا جوش کے ساتھ)خیر ۔تمھیں تو انھوں نے خواب میں بلایا ہے اور تم مجھے خود اپنے ساتھ لائی ہو۔

زمُرّد: ہاں ۔مَیں تم کو ساتھ لائی ہوں ،اور اسی سبب سے کہ اس دنیا میں مجھے تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ۔اور میری تمنا ہے کہ تمھارے پہلو میں تمھاری آنکھوں کے سامنے جان دوں ۔اس کے بعد تم گھر جاؤ اور وہاں عزیزوں اور شہر کے دیگر شُرفا کے نزدیک میری جو بے عزتی ہوئی ہے ،اُس کو دور کرو، اور میری خبرِ مرگ کے ساتھ جا کے بتاؤ کہ میں نے کیوں اور کہاں جان دی اور مرتے وقت تک ایسی ہی پاک دامن تھی ۔(گلے میں باہیں ڈال کے)

حسین !میری آرزو ہے کہ تم زندہ رہو اور میرے دامن سے بدنامی کا دھبّا دھوؤ۔

ناگہاں ایک پہاڑی کی ڈھالو سطح پر کچھ روشنی نظر آئی جس پر پہلے زمّرد کی نظر پڑی اور اُس نے چونک کے کہا ''یہ روشنی کیسی''؟ حسین نے بھی اس روشنی کو حیرت سے دیکھا اور کہا۔ ''خدا جانے کیا

بات ہے! اور دیکھو، اِدھر بڑھتی چلی آتی ہے۔ اس رات کی تاریکی میں یہاں آنے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں!

دونوں عاشق ومعشوق روشنی کو گھبرا گھبرا کے ساعت بہ ساعت زیادہ متحرک ہوتے دیکھ رہے تھے کہ وہ بالکل قریب آ گئی۔ بڑی بڑی پندرہ بیس مشعلیں تھیں اوران کے نیچے حسین وپری جمال عورتوں کا ایک بڑا غول، جن کی صورت دیکھتے ہی زمّرد اور حسین دونوں نے چیخ ماری۔ دہشت زدگی کی آواز میں دونوں کی زبان سے نکلا ''پریاں''!

اور دونوں غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔

۱۔ مُلحد کی جمع۔ بے دین لوگ۔ مُراد باطنیہ فرقے کے لوگ۔

۲۔ مسلمانوں کے بعض فرقے جو خلافتِ عباسیہ کے دور میں نمودار ہوئے۔ ان کی نوعیت سیاسی تھی لیکن انھوں نے مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ ان میں ایک فرقہ اسماعیلیہ تھا جس کے رہنما حسن بن صباح نے اسلامی ملکوں پر قبضہ کرنے کے لیے ۱۰۹۰ء میں ایک دہشت پسند جماعت بنائی اور کوہ البرز (ایران) کے قلعہ الموت کو اپنا گڑھ بنا کر اسلامی ملکوں میں اپنے فدائیوں کے ذریعے قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔

دوسرا باب

پیاری زُمّرد --تُو کہاں گئی!

بہ مے سجّادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مُغاں گوید

صبح کا وقت تھا اور نسیم کے جھونکے چل رہے تھے کہ مرغانِ سحر نے اپنے اپنے نشیمنوں سے نکل نکل کے حسین کو خوابِ بے ہوشی سے جگایا۔ خمار کی سی کروٹیں بدل کے آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا اور چاروں طرف مُڑ مُڑ کے دیکھا مگر زُمّرد کا کہیں پتا نہ تھا۔ جب معشوقہ دلرُبا کی محبت بھری صورت کسی طرف نظر نہ آئی تو کلیجا دھک سے ہوگیا۔ ناتوانی اور سر پھرنے کی وجہ سے کئی دفعہ گر گر اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا چلا، آس پاس ہر جگہ دیکھا، ہر طرف نظر دوڑا دوڑا کر ڈھونڈا لیکن نازنین وناز آفرین زمّرد کا نام ونشان نہیں۔ آخر ہر طرف سے مایوس ہو کے اور جستجو میں تھک کے موسیٰ کی قبر کے پاس آ کے بیٹھ گیا اور نہایت ہی حسرت واندوہ کے عالم میں آنسو بہا بہا کے کہنے لگا:

''پیاری زمّرد! تُو کہاں گئی؟ آہ! آسمان وزمین کھا گئے یا رات کی پریاں تجھے بھی اپنے ساتھ لے گئیں''؟ اتفاق سے موسیٰ کی قبر پہ نظر پڑی اور دیکھ کے متعجب ہوا کہ قبر کچھ بدلی ہوئی سی ہے اور دو ایک پتّھر زیادہ ہیں جو شام تک نہ تھے۔ حیرت کم نہ ہوئی تھی کہ اس چٹان پر نظر گئی جس پر موسیٰ کا نام کھدُا ہوا تھا۔ اور اس کتبے میں بھی کچھ تغیّر دیکھ کے غور سے پڑھنے لگا۔ کسی قدر بلند آواز میں اس کی زبان سے نکلا ''موسیٰ اور زمرد'' اور اس کے ساتھ ہی چیخ مار کر پھر بے ہوش ہوگیا۔ غم واندوہ کے فوری جھٹکے پر طبیعت پھر غالب آئی، ہوش آیا اور دل میں کہا ''افسوس! وہی ہوا جو زمّرد کہتی تھی۔ وہ مرگئی اور میں زندہ ہوں۔ آہ! پریاں شرحِ الم تھیں۔ پھرتی سے اسے مار ڈالا۔ مجھے نیم جان چھوڑ گئیں۔ آہ! وہ میری جان تھی۔ پھر اس کے بغیر کیوں زندہ ہوں''۔ یہ کہہ کر اسی چٹان سے سر

ٹکرانے لگا جس پر دونوں بہن بھائی کے نام کندہ تھے۔ دل میں آئی کہ قبر کھول کے اپنے آپ کو بھی اُس میں دفن کر دے، بلکہ اس ارادے سے چلا تھا کہ مذہب کے فرشتے نے کان میں کہا ''یہ دین کے خلاف اور مرنے والوں کی توہین ہے''۔ فرشتۂ غیب کی آواز سنتے ہی اس نے زور سے چلّا کے کہا ''تو پھر میں کیا کروں''؟ یہ کہہ کر زمین پر گر پڑا، اور تڑپنے لگا۔ دیر تک تڑپنے اور نالہ وزاری کرنے کے بعد اُٹھا اور دوڑ کر موسیٰ کی قبر سے لپٹ گیا۔ اب وہ اسے زمّرد کی قبر سمجھتا تھا اور جس طرح کوئی زندہ شخص کسی طرف متوجہ ہو کے باتیں کرتا ہے، اسی طرح اس قبر کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا:

''پیاری زمُرد، مرنا اپنے اختیار میں نہیں، خودکشی حرام ہے اور جینا بے سود بے مزہ۔ لیکن کب تک؟ مرنا برحق ہے اور موت ایک دفعہ ضرور آئے گی۔ پھر اس کا انتظار اسی جگہ کیوں نہ کروں۔ زندگی اِن باقی دنوں میں تیری قبر میری مونس وجلیس ہوگی اور تیرا خیال میرا باوفا معشوق۔ بس اب میں یہیں رہوں گا اور یہیں مروں گا۔ ہائے! جس طرح تیرے بھائی نے تجھے اپنے پاس بُلا لیا، اسی طرح تُو مجھے بُلا لے۔ تیری وصیت مجھ سے پوری نہیں ہوسکتی۔ اب میں یہیں کا ہوں۔ کیا عجب کہ پریوں کا پھر کبھی اِدھر گزر ہو۔ وہ آسانی سے مجھے تیرے پاس پہنچا دیں گی۔''

دل میں یہ فیصلہ کر لینے کے بعد حسین کو کسی قدر تسکین سی ہوگئی۔ قبر پر سے اُٹھ کے نہر کے کنارے گیا، پُرنم آنکھوں پر پاک وصاف پانی کے چھینٹے دیے، وضو کیا اور قبر کے برابر کھڑے ہو کر چند نفل رکعتیں ادا کیں۔ پھر بیٹھ کر انتہائی خضوع کے ساتھ زمرد کے لیے دعائے مغفرت کرنے لگا اور ہمیشہ کے لیے یہیں سکونت اختیار کر لی۔

حسین نے کچھ ایسے مضبوط دل سے اپنے لیے یہ زندگی اختیار کی تھی، اور موت کی دعا مانگنے یا جاں

ستاں پریوں کے انتظار میں اسے کچھ ایسا مزہ ملنے لگا تھا کہ اب اسے نہ وطن یاد رہا نہ وہ ارادۂ حج۔ زمرد کا خیال اس کا قبلہ اور مشترک قبر اس کی مسجد۔ گھاس پات اور کبھی کبھی چڑیوں کے شکار پر بسر ہوتی ہے اور پیامِ مرگ کا ہر گھڑی انتظار رہتا ہے۔ جب کبھی اندوہ وغم کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے تو اپنی نازنین معشوقہ کی قبر سے لپٹ کے اور روروکے دل کی بھڑاس نکال ڈالتا ہے۔

اِسی حالت میں رہتے اور موسیٰ اور زمرد کی تُربت کا مجاور بنے اسے چھ مہینے گُزر گئے۔ جاڑوں کا پُورا موسم انھی پہاڑوں پر بسر ہوا، جہاں ایک عرصے تک ان مظلوم شہیدانِ حسرت کی قبر پر برف کی چادر چڑھی رہی۔ موسم کی سخت سردی اور برف باری اس نے صبر وشکر کے ساتھ جھیل لی۔ اب بہار کا زمانہ ہے اور ہر طرف پہاڑوں کی پہلو نشین وادیاں، اور یہ سارا مرغزار پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہوا کے جھونکے ہمیشہ معطر ومشکبار رہتے ہیں اور دل کا ولولہ ساعت بساعت زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ حسین کا غم اب پہلے سے زیادہ جوش وخروش پر ہے اور ان ظالم پری وشوں کے انتظار میں بے صبری اور بے چینی پیدا ہو چلی ہے۔ روز روروکے کہتا ہے "افسوس! موسیٰ اور زمّرد کا کام تو پریوں نے ایک ہی دن میں تمام کر دیا اور میں ایسا بدنصیب ہوں کہ انتظار ہی انتظار میں چھ مہینے گزر گئے اور وہ گویا اِدھر کا راستہ ہی بھول گئیں۔"

ایک دن وہ صبح کو سو کے اُٹھا تو خلافِ معمول زمرد کی قبر پر ایک کاغذ پڑا ملا۔ حیرت وشوق سے دوڑ کے اُسے اٹھالیا اور پڑھا تو چند لمحے تک نقشِ حیرت بنا کھڑا رہا۔ بار بار تحریر کو غور کر کے دیکھتا اور کہتا "کہیں نگاہ غلطی تو نہیں کر رہی ہے؟" مگر ساعت بساعت یقین ہوتا جاتا کہ خاص زمّرد کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ اِس خط کی عبارت یہ تھی:

حُسین! میں اس عالم میں نہایت ہی خوش ہوں۔ یہاں کی مسرت تیرے وہم وقیاس سے باہر ہے۔

میں اسی باغ میں ہوں جس کا قرآن اور تمام کتبِ سماویہ میں ہر مسلمان اور خدا شناس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ سب لذّتیں مجھے خدا کی مہربانی سے حاصل ہیں۔ زہرہ و مشتری جن کی شعاعیں تجھے دور سے نظر آتی ہیں، میری انیس و جلیس ہیں۔ ان کا قصہ تو نے سنا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس عالمِ نور اور اس مرکزِ لاہوت کی مسّرتیں کتنی دلفریب ہیں کہ انھیں ہارُوت و مارُوت کی جانبازی کا خیال بھی نہیں آتا۔ مگر میں یہاں بھی تیرے لیے حیران اور تجھ سے ملنے کی مُشتاق ہوں۔ فرشتوں اور دیگر روحوں کے ذریعے سے مجھے برابر معلوم ہوتا رہا کہ تو میری قبر کا مجاور بنا بیٹھا ہے۔ وہ مادّی کشش جو ایک عرصے تک روح کو عالمِ عناصر کی طرف متّوجہ رکھتی ہے، مجھے بارہا میری قبر پر لے گئی۔ میں نے تجھے اپنی قبر سے لپٹ کے روتے دیکھا اور خود بھی تیرے ساتھ گھنٹوں کھڑی رویا کی۔ مگر افسوس! نہ تیری دنیاوی آنکھیں میری صورت دیکھ سکتی تھیں اور نہ تیرے مادی کان میرے رونے کی آواز سن سکتے تھے۔ تو ناحق موت کا منتظر ہے۔ ابھی تجھے بہت دنوں دنیا میں رہنا ہے۔ وہ وقت دور ہے جب کہ مجھے تیرے وصال کی خوشی حاصل ہوگی۔ وہ باغ جہاں تُو ہے، پریوں کا نشیمن ہے، مگر تیرے سبب سے وہ وہاں نہیں آسکتیں۔ اور چونکہ ابھی تیرے مرنے کا وقت نہیں آیا، لہٰذا تجھے قتل بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ اسباب ہیں جن کی وجہسے وہ کسی طرح اپنی تفریح گاہ کو تجھ سے خالی نہیں کرا سکتیں۔ مجبوراً خود انھی کو اپنا نشیمن چھوڑ دینا پڑا۔ افسوس! تو نے میری وصیت پر عمل نہ کیا۔ بدنام کرنے والے اور میرے نام پر تہمت لگانے والے اسی طرح ذلیل کر رہے ہیں۔ ان کے افترا اور طُومار مجھے بہت ستاتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں تجھے پھر اپنی وصیت یاد دلاتی ہوں اور نہایت ہی آرزو کے ساتھ کہتی ہوں کہ جا اور میری وصیت پوری کر۔ تجھ سے دور اور تیری دلدادہ زُمُرّد

حسین نے ہزار ہا دفعہ اس خط کو پڑھا۔ اس کی طرزِ تحریر، خط اور الفاظ کو غور سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ

کے دیکھا۔ کسی طرح سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا مضمون ہے۔ ایک دفعہ گھبرا کے بولا ''کیا زمّرد زندہ ہے''؟ پھر آپ ہی کہنے لگا ''نہیں، ممکن نہیں۔ وہ خود ہی لکھ رہی ہے کہ دوسرے عالم میں ہے اور فردوسِ بریں کی سیر کر رہی ہے۔ پھر یہ خط کیوں کر آیا اور کون لایا''؟ دیر تک غور کرتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پہلے دل میں آئی کہ زمّرد کی ہدایت کے موجب گھر واپس چلا جائے مگر پھر آپ ہی بولا ''نہیں، بالکل بے حاصل ہو گا۔ اوّل تو وہاں تک جایا کس سے جائے گا اور بالفرض جاؤں بھی تو اس قصّے پر یقین کسے آئے گا۔ سب مجھے جُھٹلا کر بے وقوف بنائیں گے۔ میں نہیں جا سکتا۔ اب تو عہد کر چکا ہوں کہ زندگی کی سب باقی ماندہ دن اسی قبر اور زمّرد کی یادگار کے پاس بسر کروں گا۔ زمّرد کہتی ہے کہ مجھے ابھی بہت دنوں ایڑیاں رگڑنا ہے۔ بہتر ہے۔ رگڑوں گا اور جہاں تک جھیلا جائے گا جھیلوں گا۔ اس جگہ ایڑیاں رگڑنا بھی زمانے کی خاک چھاننے سے اچھا ہے۔ افسوس! زمّرد دل میں خفا ہو گئی کہ اب بھی میری وصیت پوری نہ کی۔ لیکن میں عُذرات پیش کیے دیتا ہوں۔ جو فرشتے میری روز روز کی خبر اُس تک پہنچاتے ہیں، میرا عُذر بھی گوش گزار کر دیں گے۔ یہ ممکن ہے کہ اس وقت وہ کھڑی مجھے دیکھ رہی ہو۔ میری باتیں اپنی کانوں سے سن رہی ہو۔ ممکن ہے کیا معنی، بالکل قرین قیاس ہے۔ اب اپنے خط کا جواب سننے کے لیے اس کی روح اس وقت یہاں ضرور آئی ہو گی۔ ہاں، تو جو کچھ کہنا ہے، اسی سے کہوں۔''

یہ خیال اس کے دل پر جم گیا اور زمّرد کی قبر کی طرف دیکھ دیکھ کے یوں کہنا شروع کیا ''پیاری زمّرد! نہ میں اس قبرِ پُرنُور میں ہوں جہاں تُو ہے اور نہ میرے پاس وہ نورانی نامہ بر ہیں جو مجھ خاکی پیکر کا خط تیرے پاس پہنچا دیں۔ اپنی نورانی اور نوری توجہ سے کام لے اور خود میری زبان سے عُذر سُن۔ حورِوَش اور مقبولِ الٰہی نازنین! اور غواصِ دریائے رموزِ وحدت اور کثرت! کیا عجب کہ اپنے

نور اور تحیر کی آنکھوں سے تو میری اس وقت ستم زدگی کا تماشا دیکھ رہی ہو یا یہ میری آہ و زاری کی جگر دوز آواز تیرے روحانی کانوں تک پہنچ رہی ہو۔ زمّرد! مجھے ان لوگوں کے پاس نا بھیج جن کے فہم و ادراک سے تیری رُوحانیت اور تیری مقبولیت و معصومیت کا قصہ بالاتر ہے۔ وہ میرے کہنے کا یقین نہ مانیں گے۔ لہٰذا اپنے عشق میں مجھے اس ذلّت و رسوائی سے بچا اور اگر بارگاہِ لم یزل میں تیری آواز کچھ بھی اثر رکھتی ہو تو مجھے کوشش کر کے اپنے پاس بُلا لے اور اُن پریوں کو جلدی بھیج کہ وہ اپنی تفریح گاہ کو مجھ سے خالی کرالیں میری روح تیرے شوق میں ذبح کیے ہوئے ایک طائر کی طرح تڑپ رہی ہے اور اس ناری پنجرے سے نکلنے کے لیے پھڑکتی ہے۔ محبت والی نازنین! مجھے اور کہیں نہ بھیج بلکہ اپنے پاس بُلا۔"

اس قسم کے خیالات ظاہر کرتے کرتے حسین کا جوش اس قدر بڑھ گیا کہ بے تاب ہو کے زمین پر گرا اور لوٹنے اور تڑپنے لگا۔ اور جب ناتوانی زیادہ ہوئی تو قبر سے لپٹ کے بے ہوش ہو گیا۔ اب اُس خط نے اس کا جوش بڑھا دیا تھا اور اُس کے دن پہلے سے زیادہ غم و اندوہ میں گزر رہے تھے۔ زمّرد نے عالمِ پرستان سے جو مُراسلت کی تھی، اُس نے دل کے جذبات کو یکا یک اُبھار دیا۔ روز جنت نشین معشوق کو خواب میں دیکھتا اور روز ایک نیا خیال پیدا ہوتا۔ شاید عالمِ آخرت کا اتنا علم و یقین کسی مسلمان کو کم ہوگا جتنا کہ فی الحال حسین کو تھا۔ دنیا اس کی نظر میں ہیچ تھی۔ وہ اپنے آپ کو عالمِ نور و ظلمت کے مابین ایک برزخ میں پاتا اور بے خبری اور خود فراموشی کے ساتھ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مادی اور جسمانی جامے کو چاک کر کے عالمِ نور میں جا پہنچے۔ اس حالت کو بھی ایک مہینہ ہو گیا، جس کی ہر گھڑی زمرد کے کسی نئے خط کے انتظار میں گزر رہی تھی۔ آخر انتظار کا زمانہ ختم ہو گیا اور ایک خط ملا جس کا مضمون یہ تھا: "اے محبوسِ ظلمت کدۂ ارض! میری جستجو میں تو حد سے گزرا جاتا

ہے اور یہ نہ سمجھ کہ مُجھ پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ میرے تعلقات تیرے ساتھ وابستہ ہیں اور یہی سبب ہے کہ اس عالم میں بھی جہاں ہر طرف سے مسّرتیں ہجوم کیے ہوئے ہیں اور خداوندِ جّل وعلا نے ایک خاص بعید از فہم و ادراک لذّت میرے دل میں پیدا کر دی ہے، میں تیری طرف سے اپنا خیال نہیں ہٹا سکتی۔ تیری یاد میں یہ روحانی لذتیں بھی میرے دل سے کانٹا نہیں نکال سکتیں۔

''خیر اب تُو نے پورا امتحان دیا ہے اور کوئی چیز تیرے دل سے میرا خیال نہیں نکال سکتی، تو مایوس نہ ہو اور مجھ سے ملنے کا سامان کر۔ یاد رکھ! یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں تو مجھے پا سکے گا۔ میں تجھ سے قریب بھی ہوں اور دُور بھی ہوں۔ لیکن جس دروازے سے تُو میرے پاس آ سکے گا وہ بہت فاصلے پر ہے اور وہاں تک تو بڑی محنت و ریاضت سے پہنچ سکے گا۔ اِس کام کے لیے تجھے نفس کُشی اور ریاضت بھی کرنا ہوگی اور بڑے بڑے سفر بھی کرنا پڑیں گے۔ اس طرح بے مرُشد و رہبر پہاڑوں سے ٹکرانا بے سُود ہے اور نہ اس رونے دھونے سے کچھ اثر ہوگا۔ اگر مجھ سے ملنے کا شوق رکھتا ہے تو اس وادی سے نکل اور کوہِ جودی کی مغربی پہاڑیوں میں جا۔ وہاں ایک بڑا غار ہے جس میں بڑے بڑے خدا شناس لوگ چلّہ کشی کر چکے ہیں۔ لوگ نہیں جانتے مگر مجھے یہاں آ کے معلوم ہوا کہ جس غار میں جنابِ ابراہیم علیہ السّلام نے کواکب کے طلوع و غرُوب سے فسخِ عزائم کر کے خدا کو پہچانا تھا، وہ یہی غار ہے۔ اب لوگ اس غار کو ارضِ شام میں بتاتے ہیں۔ لیکن یہ صریح جھوٹ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا بچپن شام میں نہیں گزرا بلکہ اس سرزمین میں جہاں اُن کا وطن تھا اور جہاں نوح علیہ السّلام کی کشتی ٹھہرنے کے بعد اُن کی نسل سکونت پذیر ہوگئی تھی۔ اُس غار میں تُو چالیس دن تک بیٹھ کے چلّہ کھینچ اور کوشش کر کے اِس مدّت میں ہر چوتھے دن صرف تھوڑی سی نباتی قُوتِ لایُموت پر زندگی بسر کر۔ یہ بھی ضروری ہے کہ پورے چلّے بھر صرف ایک صورت تیری نظر کے

سامنے ہو اور صرف ایک خیال تیرے دل میں ہو۔ وہ صورت تو میری ہے اور خیال اُن مُرشدِ کے ملنے کا جن کے مُریدوں میں شامل ہونے کو تُو غار سے نکل کے روانہ ہوگا۔ اِس چلّے کی تنہائی میں تُو اکثر دیکھے گا کہ میں تجھے اپنی طرف بُلا رہی ہوں۔ مگر خبردار! اس خیالی پیکر کے دھوکے میں نہ آنا۔

کہیں ذرا بھی تیرے قدم کو لغزش ہوئی تو سمجھ لے مجھ سے ملنے کی کوئی اُمید نہیں۔

چالیس دن کے بعد پچھلی رات کو اس غار اور کوہِ جودی کی گھاٹیوں سے سرزمینِ شام کو روانہ ہو اور بغیر اُس کے کسی اور جگہ مقام نہ کرے۔ بخطِ مستقیم شہر خلیل میں جائے۔ وہاں کے مشہور تہ خانے میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے جنازے رکھے ہوئے ہیں۔ لوگوں سے آنکھ بچا کر اُتر۔ لوگ تجھے روکیں گے۔ مگر ایسی کوشش کر کہ نگہبان اور مجاوروں کو خبر نہ ہو اور تُو اندر پہنچ جائے۔ چالیس دن تک ان دونوں جنازوں کے درمیان بیٹھ کر چلّہ کھینچ۔ پھر وہاں سے نکل کر شہر حلب کو جا۔ وہاں محلہ رامنہ کے عقب میں تجھے ایک چھوٹی سی مسجد ملے گی جو مسجدِ الثمانین کہلاتی ہے۔ اس مسجد میں جا کے ٹھہر۔ دوسرے ہی دن نمازِ فجر کی جماعت میں ایک شخص آئے گا جو صوف کے کپڑے پہنے ہوگا۔ اس کے بال لمبے ہوں گے اور ایک سیاہ کملی میں اپنا سارا جسم چھپائے ہوگا۔ اس شخص کی چھوٹی سی ڈاڑھی میں نصف سے زیادہ بال سفید نظر آئیں گے اور اس کا عمامہ سبز ہوگا۔ اس لیے کہ سادات بنی فاطمہ سے ہے۔ اِس نورستان میں اگرچہ وہ اور کسی خطاب سے یاد کیا جاتا ہے مگر اُس عالمِ عناصر میں اُس کا نام شریف علی وجودی ہے۔ یہ شخص اگرچہ بالکل منکسرانہ مزاج وضع کیے نظر آئے گا مگر اس کی آنکھوں سے ریاضت و نفس کشی اور جذباتِ روحانی زیادہ ہونے کی وجہ سے شعلے نکلتے ہوں گے۔ خوب یاد رکھ کہ جب تک تُو شریف علی وجودی کے سامنے نہ جا پہنچے گا، وہ تیری طرف توجہ نہ کریں گے۔ اُن بتائی ہوئی نشانیوں سے تُو اُنھیں پہچان

سکے گا۔ اُن سے میرا خواستگار ہونا۔ وہی شخص تجھ کو مجھ سے ملا سکتا ہے اور اُسی کے ہاتھ میں ہماری کامیابی ہے۔ اگر تُو میرا شیدا اور آرزو مند ہے تو جب تک مقصد بر آری نہ ہو شیخ کی خدمت اور غلامی کرنا۔ اگر تو پورے ایک سال تک شریف علی وجودی میں رہے گا تو کوئی ایسا موقع ضرور پائے گا جب کہ وہ ایک جوش اور ولولے میں آ کے انسان کو ملاءِ اعلی کی سیر کرا دینے کا دعویٰ کریں گے۔ دعویٰ سنتے ہی ان کے قدموں میں گر کر اپنی دلی آرزو ظاہر کرنا۔ وہ بے شک منظور کریں گے۔ مگر اس کا خیال رہے کہ شیخ کے ہر حکم کی تعمیل، خواہ تیری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، بے عُذر اور بلا حّجت کرنا:

بہ مے سّجادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مُغاں گوید

اگر یہ سب مراحل تُو نے طے کر لیے اور شیخ کی اطاعت میں پوری سرگرمی اور گرم جوشی دکھا دی تو جان لے کہ میرا آغوش تیرے لیے کھلا ہوا ہے۔ تجھ سے زیادہ میں تیرے لیے حیران ہوں، بس اب جلدی اُس وادی میں پہنچ اور میری قبر کو چھوڑ اور مجھ سے ملنے کی کوشش میں استقلال و مستعدی دکھا۔

تیری مُشتاق و شیدا زُمرد

حُسین اپنے جوشِ محبت میں احباب سے متنفر ہو جانے کی وجہ سے زمّرد کی پہلی وصیت اور اُس کے بعد گزشتہ خط پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اس خط کے بعد ممکن نہ تھا کہ گھڑی بھر کے لیے بھی اس وادی میں ٹھہر سکے۔ زمّرد کی محبت و وفا شعاری یاد آئی اور نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ زمّرد کی قبر سے رخصت ہوا۔

تنگ و تاریک گھاٹی سے بیزار دشواری سے سنبھل سنبھل کے نکلا اور اسی مقام پر پہنچا جہاں اپنے اور

زمّرد کے گدھوں کو درختوں سے باندھ کے چھوڑ گیا تھا۔ دونوں گدھے بندھے بندھے سُوکھ سُوکھ کے، سردی و برف باری کے صدمے اُٹھا کے مر گئے تھے۔ ان کی ہڈیاں درخت کے نیچے پڑی ہوئی تھیں۔ مگر یہ دیکھ کے نہایت ہی متحیر ہوا کہ قدیم گدھے کے بدلے اب ایک اور تازہ دم گدھا اس درخت میں بندھا اور کسا کھڑا ہے۔ خلافِ اُمید اس سواری کو پا کے اُس نے خداوند کریم کا شکر ادا کیا جس نے عالمِ نُور کے بہت سے رُموز اس دنیا ہی میں اس پر ظاہر کر دیے، اور آگے کی راہ لی۔ جہاں تک راستہ خراب اور پیچیدہ تھا، وہاں تک تو وہ گدھے کا دہانہ پکڑے ہوئے پا پیادہ گیا۔ جب صاف اور کشادہ زمین آ گئی تو اس خدا کی دی ہوئی سواری پر سوار ہو کے سیدھا مغرب کی طرف چل کھڑا ہوا۔ چونکہ اس کوہستان کا سلسلہ بھی مشرق سے مغرب کو گیا ہے، لہٰذا اس کے دامن میں بادیہ پیمائی شروع کی اور دو مہینے کی دشت نوردی کے بعد علاقہ آذربائیجان کے شہر تبریز میں جا پہنچا، جہاں سے کوہِ جودی دس بارہ دن کی مسافت پر ہے۔ تبریز ایسا بارونق شہر تھا کہ حسین کے دل میں آئی کہ دو دن ٹھہر کے سیر کرے۔ مگر زمّرد کی تاکید یاد آئی اور بغیر اس کے کہ کارواں سرائے میں کمر بھی کھولی ہو، آگے کی راہ لی اور دس روز دشت نوردی کے بعد کوہِ جودی کی سر بفلک چوٹی کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

کوہِ جُودی بہت بلند پہاڑ ہے، اور ایران اور ایشیائے کوچک بلکہ سلسلہِ کوہِ قاف کی اکثر چوٹیوں سے زیادہ بلند ہے۔ حسین پہلے ایک بڑا چکر کھا کے اس زبردست اور برف سے ڈھکے ہوئے قعلے کے مشرقی پہلو پر نکل گیا اور اُس غار کو ڈھونڈنے لگا جس میں اُسے چلّہ کشی کرنا تھی۔ کئی روز تک چٹانوں اور گھاٹیوں میں ٹکراتے رہنے کے بعد وہ غار ملا۔ دور دور کے گاؤں والے اکثر اس غار کی زیارت اور اس کے تاریک دہانے پر کچھ نہ کچھ چڑھانے کو آتے رہتے تھے۔ لوگوں میں اس کی

قدیم برکتوں کے بہت سے قصّے مشہور تھے اور یہود و نصاریٰ و مسلمان سب اُس کی حرمت اور ادب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انھی گاؤں میں ایک زائر کی زبانی حسین کو غار کے حالات معلوم ہوئے اور سمجھ گیا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں اسے اپنی ریاضت اور نفس کشی کا پہلا امتحان دینا ہے اور جہاں جنابِ ابراہیم علیہ السلام نے خدا کو پہچانا تھا۔

دن کو جب حسین اس غار کے دہانے پر پہنچا، وہاں اضلاعِ جُودی و لبنان کے چند خوش عقیدہ زائروں کا مجمع تھا۔ شام کو ان کے واپس جانے کے بعد جیسے ہی آفتاب غروب ہوا، وہ خدا کا نام لے کر اندر گُھسا۔ غار میں جاتے ہی ریاضت میں مشغول ہو گیا اور کوشش کرنے لگا کہ وہاں کی بھیانک تاریکی میں زُمُرد کی خیالی تصویر کا چراغ بنا کے ہر وقت نظر کے سامنے رکھے، چوتھے دن پچھلی رات کو نکل کے گھاس اور پتوں سے بھوک کی حدّت کم کر لیتا اور پھر اسی خلوت کدے میں جا بیٹھتا۔

آخر چلّہ پورا کر کے پری وش نوجوان نے شام کی راہ لی۔ تین مہینے کے سفر کے بعد مقدس شہر خلیل کی عمارتیں نظروں کے سامنے تھیں۔ آبادی میں داخل ہو کے سیدھا اس تہ خانے پر پہنچا، مگر یہاں نیچے اُترنا بہت دشوار تھا۔ اس لیے کہ ہر وقت لوگوں کا مجمع رہتا اور خرابی یہ تھی کہ جو کوئی اس مقدس غار میں اُترنے کا ارادہ کرے، پہلے اجازت لے۔ لہٰذا عام مجاورین کو دوست بنا کر اجازت حاصل کرنے کے لیے راستے کے قریب ہی شب باش ہوا۔ کئی راتیں جاگ کر کاٹیں مگر موقع نہ ملا۔ اس لیے کہ اکثر لوگ یہاں پاس ہی شب بیداری کرتے تھے، اور ایسا کوئی وقت نہ ملتا جب کہ لوگ مصروف دُعا و عبادت نہ ہوں۔ دو تین ہفتے کے بعد ایک مرتبہ پچھلی رات کو اُٹھ کے دیکھا تو میدان صاف تھا اور جو لوگ تھے، وہ سو رہے تھے۔ چُپکے چُپکے دبے پاؤں تہ خانے کے دروازے پر گیا

اور چاروں طرف دیکھ کے اطمینان کر لیا کہ کوئی نہیں دیکھ رہا تو بے تکلّف نیچے اُتر گیا۔

اس مقام پر جانا بڑی جرأت اور ہمت کا کام تھا۔ اُن انبیائے عظام کا رُعب ساعت بساعت دل پر غالب آتا جاتا تھا۔ پاؤں کانپ رہے تھے اور دل دھڑک رہا تھا۔ تاہم زمّرد کا شوق اِن تمام دلی کمزوریوں پر غالب آیا۔ وہ برابر بڑھتا چلا گیا۔ بار بار اُسے معلوم ہوتا جیسے فرشتے روک رہے ہیں کہ اس مقدس جگہ کو اپنے قدموں سے ناپاک نہ کر۔ مگر ان سب خیالات کو مٹا مٹا کے وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہاتھوں اور پاؤں سے ٹٹولتا ہوا تہ تک پہنچ گیا۔ رات کا وقت اور پھر وہ تاریک مقام، حسین پہنچ کر پریشان ہوا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا، بزرگ پیغمبروںؑ کے جنازے کیونکر نظر آئیں گے۔ عرصے تک ایک ہی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ اب دل کو مضبوط کر کے آمادہ ہوا کہ ٹٹول کے آگے بڑھے کہ ناگہاں صبح کی شعاعیں اُوپر سے پہنچیں اور وہ ٹھہر گیا کہ روزِ روشن ہو لے تو زیادہ آسانی سے اپنے مقصودہ مقام پر پہنچ سکوں گا۔ اور یہی ہوا۔ دن کی روشنی نے اندھیرا کم کر دیا اور اسے کئی لاشیں چبوترے پر رکھیں نظر آئیں جن میں سب کے درمیان حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ کے جسم تھے۔ اُن کا انتقال چونکہ مصر میں ہوا تھا، لہٰذا قدیم مصریوں کے مذاق پر ان کی ممیاں بنائی گئی تھیں۔ اُن کے جسم آئینے کے تابوتوں میں تھے، جن سے اس تاریکی میں ایک عجیب رُعب و جلال برستا نظر آتا تھا۔

حسین یہ مقدس چہرے دیکھ کے سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ کسی طرح قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ چند لمحے تک مرعوب اور سہما کھڑا رہا اور پھر جی کڑا کر کے قدم آگے بڑھایا اور دونوں کے درمیان میں جا کے چپکے سے بیٹھ گیا، جہاں دونوں کے باہیبت چہرے ہر وقت اس کے پیشِ نظر رہتے اور ان کا رعب اس قدر غالب تھا کہ زمّرد کے خیال کو وہ مشکل سے آنکھوں کے

سامنے متشکل کرسکتا تھا۔ مگر کوہِ جُودی کے چِلّے کی کوشش نے وہ پیاری صورت زیادہ استقلال کے ساتھ نظر کے سامنے قائم کردی اور تھوڑی ہی کوشش سے اِن دونوں متبرک چہروں کے درمیان میں وہ اپنی معشوقہ کا جلوہ دیکھ لیا کرتا تھا۔

الغرض یہاں بھی وہ چِلّہ کشی میں مشغول ہوگیا۔ یہاں کوہِ جُودی کے غار کی طرح یہ ممکن نہ تھا کہ کسی وقت نکل کے قُوت لایمُوت حاصل کرے۔ اس کا خیال اُسے پہلے سے تھا اور اس ضرورت سے تھوڑا سا پنیر اپنی چادر میں باندھ کر لیتا آیا تھا۔ دو تین ٹکڑے چوتھے دن کھا کے شکر گزار ہوتا۔ خدا خدا کرکے یہ چِلّہ بھی پورا ہوا۔ اکتالیسویں رات کو وہ چپکے چپکے اور دبے پاؤں باہر نکلا کہ کسی کو خبر نہ ہو، اور وہ حلب کی راہ لے۔ مگر لوگ جاگ رہے تھے جن میں سے بعض اُسے پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ اُنھوں نے دیکھتے ہی غُل مچا کے حملہ کیا اور وہ غار سے نکلتے ہی مجاوروں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ قریب تھا کہ قتل کر ڈالا جاتا، مگر اتفاق یا اس کی خوش قسمتی سے ایک روز ایک باطنی فدائی کے ہاتھ سے شہرِ خلیل کا حکمران مار ڈالا گیا تھا۔ لوگ اگرچہ باطنیہ لوگوں سے ڈرتے تھے مگر آخر بڑا اہم معاملہ تھا۔ وہ انتقام کے درپے تھے اور باطنیوں کے ایک گاؤں پر تاخت کرنے کا سامان کر رہے تھے کہ باطنیوں کا ایک بڑا بھاری گروہ خود ان پر آپڑا۔ سخت خون و قتل ہوا۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور اِسی بے امنی کی حالت میں حسین مجاوروں کی قید سے چھوٹ کر حلب روانہ ہوا۔

آٹھویں دن شام کے وقت حلب میں داخل ہوا۔ راہ گیروں سے پوچھتا ہوا محلّہ رامنہ اور پھر مسجد الثمانین میں پہنچا۔ یہاں آتے ہی کمر کھول دی اور سرِ شام ہی کچھ کھا پی کے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا۔ اگرچہ تھکا ماندہ تھا مگر زمُرد کے وصال کا شوق سر پر غالب تھا۔ آدھی رات سے زیادہ نہ گزری ہوگی کہ آنکھ کھل گئی اور صبح تک نمازِ فجر کے انتظار میں کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح کی اذان سے

پہلے ہی وضو کر کے تیار ہو گیا اور دروازے پر بیٹھ کے ہر آنے والے کی صورت کا مُطالعہ کرنے لگا۔ آس پاس کے مکان والے نیند کے خمار میں لڑکھڑاتے اور ٹھوکریں کھاتے آتے اور وضو میں مشغول ہو جاتے۔ حسین کو اکثر لوگوں پر شیخ شریف علی وجودی کی صورت کا دھوکا ہوا۔ مگر کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا۔ آخر دل ہی دل میں پریشان ہونے لگا اور اپنی طرف خطاب کر کے چپکے سے کہا:

''مجھے یقین نہیں کہ شیخ سے مل سکوں۔'' یہ جملہ اُس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ اُسی حلیہ و وضع کا ایک شخص آیا، اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور نہایت تسلی و تشفّی کے لہجے میں بولا حسین، میں جانتا ہوں کہ تو میری تلاش میں آیا ہے۔'' اتنا سننا تھا کہ حسین ان کے قدموں میں گر پڑا، اور ان کے پاؤں کو اپنے آنسوؤں سے دھو کے کہنے لگا:

''یا حضرت! میری مدد کیجیے! صرف آپ ہی کی راہبری سے مجھے حق کا راستہ مل سکتا ہے۔ جس صراطِ مستقیم پر چل کے انسان خدا اور عالمِ ارواح کو پہچان سکے، وہ صرف آپ ہی جانتے ہیں''۔

شیخ: (جلال میں آ کے) اے بحرِ وجود اور دریائے وحدت کے ذلیل و ناپاک قطرے! تیرا کیا حوصلہ ہے کہ اس غیر موجود اور لاہوتِ غیر ممنون کے رموز کو سمجھ سکے۔

حسین: بے شک میری کوئی ہستی نہیں۔ مگر جب آپ سے شناورِ بحرِ وحدت کا ہاتھ پکڑ لوں گا تو کیا عجب کہ اس طوفان خیز دریا سے پار ہو جاؤں''۔ اور یہ کہہ کے رو رو کے پھر شیخ کے قدم چُومنے لگا۔

شیخ کا جلال کسی قدر کم ہوا۔ انھوں نے حسین کو پکڑ کے اُٹھایا اور سینے سے لگایا اور اپنا سینہ کئی دفعہ زور سے اس کے سینے سے رگڑا اور کہا ''اچھا میرے ساتھ چل۔ میں تیرے ضبط و ظرف کا اندازہ کروں گا۔ اور جب معلوم ہو جائے گا کہ تیری طلب کہاں تک صادق ہے، اُس وقت تجھے اپنے حلقۂ

ذوق میں شریک کروں گا۔"

حسین نے یہ سن کے شکرگزاری کے طریقے سے سر اُٹھایا، شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور ان کے ساتھ جا کے نماز میں شریک ہوا۔ نماز کے بعد شیخ شریف علی وجودی اپنی خانقاہ میں لے گئے جو شہر سے کچھ فاصلے پر ایک غیرآباد مقام میں تھی۔ حسین کو یہ خیال کر کے تعجب ہوا کہ مسجدِ ثمانین کو کیا تخصیص ہے کہ شیخ وہاں فجر کی نماز ادا کرنے کو گئے تھے۔ اس کا راز دریافت کرنے کے لیے اس نے ادب کے ساتھ پوچھا کہ حضرت ہر روز نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے ہیں؟

شیخ: (بے پروائی سے) نہیں۔ صرف آج چلا گیا تھا۔

حسین: تو شاید کسی کام کے لیے اُدھر تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا ہوگا۔

شیخ: (ذرا برہمی سے) لولا تجسّسوا ان رموزِ معنی کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔ اگر سچا شوق ہے تو کبھی خود ہی سارا راز کھل جائے گا۔ اب حرفِ سوال تیرے منہ سے نکل ہی گیا تو لے بتا دیتا ہوں۔ سن! جو لوگ خدا کے انوارِ ازلی و سرمدی کا انعکاس اپنے دل پر کرتے ہیں، اُن کی آنکھوں سے حجاب کا پردہ اُٹھ جاتا ہے اور جہاں جہاں وہ نورالانوار اپنی کرنیں ڈالتا ہے، وہاں آنکھوں کی شعاعیں بھی پہنچ جاتی ہیں۔ میرا جسم مادی اسی خانقاہ میں تھا مگر ان آنکھوں کی شعاعیں کوہِ البرز کے پہلوؤں میں تھیں، جب زمّرد کی تصویر تیرے سامنے اور میری جستجو تیرے دل میں تھی۔ پھر یہ شعاعیں اس تیرہ تار تہ خانے میں تھیں جہاں یوسف و یعقوبؑ کے چہروں کے درمیان تو زمّرد کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے تیری اس بے کسی کو دیکھا جب تو شہرِ خلیل کے مجاوروں کے ہاتھ میں اسیر تھا۔ تیری مدد کے لیے میں نے اپنے دوستوں کو بھیجا جنھوں نے شہر والوں پر حملہ کر کے تجھے اُدھر آنے کا موقع دیا۔ یہ کہتے وقت شیخ کی آنکھیں اس تیزی سے چمکیں کہ حسین بالکل تحمل نہ کر سکا اور شیخ کے قدموں پر سر

رکھ کے مجذوبانہ جوش کے ساتھ کہنے لگا:

''آپ سب جانتے ہیں ۔کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہیں ۔میری آرزو اور تمنا بھی آپ کو معلوم ہے''۔

شیخ: (جوش وخروش سے) سب جانتا ہوں، مگر اِس کے اظہار کا وقت نہیں آیا۔اِس شوق کا تیری زبان سے ظاہر ہونا کسی خاص وقت ، خاص حالت و کیفیت پر موقوف ہے۔بس اب اس وقت خاموش رہنا چاہیے۔

یہ حکم سن کے حسین اس قدر مرعوب ہوا کہ زمین پر پڑ کے کانپنے لگا۔تھوڑی دیر کے بعد شیخ نے اُسے اُٹھا کے بٹھایا، سینے اور آنکھوں پر اپنا دستِ برکت پھیر کے اُس کے دل کو تسلی دی اور کہا '' حسین !تو میری خانقاہ میں اور خاص میری صحبت میں رہا کر۔اور جس قدر زیادہ خدمت کرے گا اور جس مستعدی سے بے عذر وحجّت میرے احکام کی، جو دراصل احکامِ الٰہی ہیں، تعمیل کرے گا، اسی قدر جلد کامیاب ہوگا۔مگر یہ خوب سمجھ لے کہ ابھی تیرا ظرف اور تیرا دل اس قابل نہیں کہ فتوحاتِ ربّانی اور انقلابِ قدرت کے اسباب وعِلَل سمجھ سکے۔موسیٰ اور خضر کا قصّہ ہر وقت پیشِ نظر رکھ اور یقین کر لے کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔نتائج ہمیشہ باطن میں مخفی ہوتے ہیں۔ظاہر پرست رموزِ قدرت کو نہیں سمجھ سکتے ۔سزا اور جزا روح کے لیے ہے جو باطن پر متصرف رہتی ہے اور ہمیشہ دل کے اندر اور نیت پر حکمران ہے۔ یہ ظاہری ارکان وجوارح اسی مادے میں مل جائیں گے اور نہیں رہیں گے۔لہٰذا ان حرکات کا کوئی اعتبار نہیں۔وہ قاضی ومفتی جاہل ہیں، نورالانوارِ یزدانی سے دور ہیں، جو ظاہری افعال وحرکات پر حکم دیتے ہیں۔خضر وموسیٰ ؑ کے قصے میں اُس لاہوت اکبر نے موسیٰ کی تائید نہیں کی جو ظاہر پرستی کر رہے تھے۔ بلکہ خضر کو موافق فیصلہ کیا جو رموزِ باطنی اور رازِ اخفا

کو سمجھ رہے تھے۔ اسی طرح دیکھو ابراہیمؑ نے بی بی کو بہن بتایا تو ظاہر پرست بہت گھبرائے کہ پیغمبر کی عصمت میں فرق آ گیا۔ یہ ان کی جہالت ہے، خُدا ابراہیمؑ کے دل کو دیکھ رہا تھا۔ الحاصل اے حسین! تو خوب سمجھ لے کہ ہر ظاہر کا باطن ہے اور خُدا باطن کا طرفدار ہے، تجھے شیخ اور مُرشد کی اطاعت آنکھیں بند کر کے اسی طرح کرنا چاہیے جیسی اطاعت کی خواہش خضر نے موسیٰ سے کی تھی۔''

حُسین: (سینے پر ہاتھ رکھ کے) بے شک میں ایسی ہی اطاعت کروں گا۔ مگر کیا معاصی اور بُرے کاموں کے لیے بے سمجھے ارتکاب کر لینا چاہیے؟

شیخ: (نہایت جلال کے ساتھ اور آنکھیں سُرخ کر کے) کیا تجھے یہ گمان ہے کہ مُرشد بُرے کام کا حکم دے گا؟

حُسین: (ڈر کے اور اخلاقی کمزوری کی شان سے) لیکن ممکن ہے کہ مُرید اور عقیدت کیش کو وہ فعل گناہ نظر آتا ہو۔

شیخ: ہاں، ممکن ہے، مگر اس کا باطن گناہ نہیں اور نتائج صرف باطن پر مرتب ہوتے ہیں۔

حُسین: مگر اسی باطن پر جو مرتکب اور کرنے والے کے دل میں ہو۔ میں ایک فعل کا ارتکاب کروں تو اس کے نتائج اسی نیت پر مرتب ہوں گے جو میرے دل میں ہے۔ اگر مجھے اس کا باطنی رُخ اچھا نہیں معلوم ہو گا تو خواہ مخواہ میری نیت بھی بری ہو گی۔ اور جب میری نیت بری ہو گی تو نتیجہ بھی اس نیت کے مطابق بُرا ہونا چاہیے۔

شیخ: (جوش میں آ کے اور آنکھیں سرخ کر کے) تو کیا تیرے نزدیک شیخ کی نیت پر شبہ کیا جا سکتا ہے، اور اس سے پہلے راز اً ہوتی کے تسلیم کرنے سے تجھے انکار ہے؟

حُسین: (شیخ کے قدموں میں گر کے) ہرگز نہیں، مگر میری باتیں محض اس لیے ہیں کہ لیطمئن قلبی۔ خداوند وہ دن نہ لائے کہ میں شیخ کی نیت پر شُبہ کروں۔

یہ جواب سن کر شیخ نے حسین کو اُٹھا کر سینے سے لگایا اور اس کی پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ پھیر کے کہا'' سُن! بے شک تیرے دل میں شکوک آتے ہوں گے۔ مگر اس راہِ باطن میں جو قدم آگے بڑھائے گا، تجھے نظر آئے گا کہ مُرید کی وقعت کیا ہے۔ سُن! مُرید بعینہ ایک تلوار ہے جس کے قبضے میں شیخ کا ہاتھ ہے، اور تو سمجھ سکتا ہے کہ تلوار پڑے اور جس کا سر چاہے اُڑا دے۔ مگر الزام یا ظلم کی نسبت تلوار سے نہیں کی جا سکتی، مگر یہ چیزیں اسی طرح منسوب ہوتی ہیں جو تلوار کو ہاتھ میں لیے ہو۔ یقین ہے کہ اب تیرا شک رفع ہو گیا ہو گا اور تُو سمجھنے لگا ہو گا کہ مُرید کے افعال کا باطنی پہلو شیخ کی نیت سے متعلق ہے، نہ کہ خود مُرید کے ارادے سے۔ جب اس طرح اطاعت و مستعدی دکھا کے انسان ارادت کے مدارج طے کر چکتا ہے، اس وقت اعلیٰ درجے پر پہنچتا ہے۔ لیکن جب تک وہ ارادت کے درجے طے کر رہا ہے، اس کے ارادوں اور اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس وقت تک اس کے فعل کا ذمّے دار شیخ اور مُرشد ہے۔

حُسین: (جوش و خروش سے شیخ کا ہاتھ چوم کے) بے شک بجا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اُٹھ گیا اور مجھے کسی حکم کی تعمیل میں عُذر نہ ہو گا۔

شیخ: حسین! مُرید کے سر پر بڑی نازک ذمّے داری ہے۔ اس سے زیادہ نفس کُشی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے دل اور اپنی عقل کو اپنے افعال سے بالکل الگ رکھے۔ مگر تو غور کرے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ احکامِ الٰہی اور رفتارِ زمانہ کے بالکل موافق ہے۔ جن کاموں کی تعمیل خضر نے کی اور جن میں موسیٰ کی مدد لی، ان کا باطنی پہلو صرف خضر کے دل میں تھا اور موسیٰ کی نیت میں وہ قطعی

معاصی نہ تھے۔ مگر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ موسیٰ نے گناہ کیا اور اتنے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں شریک ہوئے۔ ایسا اس لیے کہ اس عالمِ باطنی میں خضر مُرشد اور موسیٰ مُرید تھے۔ اس کی تعمیل خود ظاہر پرستوں میں روز ہوتی رہی ہے۔ طبیب بظاہر نہایت سمّی دوا دیتا ہے اور مریض اگرچہ اس کے منافع سے بے خبر ہے

مگر بلا تامّل کھا لیتا ہے۔ ماں باپ لڑکے کو کسی کام پر مارتے ہیں۔ لڑکا اس کام کو دل میں اچھا سمجھ لیتا ہے۔ مگر ماں باپ اپنے دل میں اور اپنے ہی خیال کی مُضرت کی تمنا پر مارتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ ہر ایک کے نزدیک اچھا ہوتا ہے۔

یہ تقریر ایسی موءثر تھی کہ حسین اس سے زیادہ سننے کی تاب نہ لا سکا اور پھر ایک نہایت ہی بے خودی کی وضع سے جوش میں آ کے چلّایا ''بے شک! آپ بجا فرماتے ہیں۔ میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ میں کبھی کسی حکم سے سرتابی نہیں کروں گا''۔

اس علمِ غیب اور اس مدلّل تقریر نے حسین کو شیخ علی وجودی کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ اُس کی نظر میں سوائے شیخ کے اور کسی چیز کی ہستی نہ تھی۔ اُس کے کانوں میں ہر وقت شیخ کی آواز گونجتی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ہر گھڑی شیخ کی تصویر پھرتی اور اس کے دل میں ہر لحظہ شیخ کے احکام کا انتظار رہتا۔ زمّرد کی تصویر بھی اب اس طرح پیشِ نظر نہ تھی بلکہ کبھی خانقاہ کے حجرے میں لیٹ کے وہ زمّرد کے خیال کی طرف متوجہ ہو کے کہتا ''پیاری زمّرد! مجھے تو نے کہاں بھیجا ہے کہ خود تجھے بھولا جاتا ہوں''۔

الغرض اب پورے کمال کے ساتھ اُسے فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل تھا۔ اُس کو ارادت و عقیدت مندی کے ساتھ شیخ کی خدمت کرتے بارہ مہینے گذر گئے۔ اس زمانے میں ایک مرتبہ تین مہینے کے لیے

غائب رہے اور کسی ایسے سفر پر گئے جس کا انھوں نے بالکل راز میں رکھا۔ حسین ان کی غیبت میں بھی خانقاہ میں رہا۔ مگر اتنی مدّت میں اسے معلوم ہوگیا کہ شیخ علی وجودی کے مُرید و معتقدین کن کن شہروں میں اور کتنے کتنے پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن کا معمول تھا کہ سال میں ایک مرتبہ دور دراز کا سفر کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نئے نئے عجیب و غریب احکامات سن کر واپس جاتے۔ جن کی فوری تعمیل ہوتی۔ ایک طرف خراسان، مکران، سیستان، فارس، رودبار آذربائیجان، عراقِ عرب اور عراقِ عجم کے مُرید آتے اور دوسری طرف عمّان، حضرموت، حجاز، یمن، زنجبار، مصر، طرابلسُ الغرب، الجزیرہ اور تمام علاقہ افریقہ اور ایشیائے کوچک کے معتقد۔ یہ سب لوگ مختلف وضع ولباس میں ہوتے اور پوشیدہ اکثر راتوں کو دیکھتا کہ شیخ کے خوشہ چین اور ارادت مند کن کن اقطاعِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور اتنے بڑے اثر اور حکومت کے ساتھ بظاہر وہ کس سادگی اور بے نفسی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

ایک رات شیخ کے گرد دس مریدوں کا مجمع تھا۔ حسین بھی نہایت ادب کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھا تھا اور شیخ کی زبانِ فیض ترجمان بہت بڑے بڑے رموزِ حکمی و رُوحانی کھول رہی تھی۔ ایک شخص نے جو مصر سے آیا ہوا تھا، ادب سے مگر شک کرنے کے لہجے میں کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، انسان جب اس جسمِ خاکی کو خاکدان میں چھوڑ جاتا ہے تو جنت کی مسرتوں میں اُسے کیوں لطف آتا ہے"۔

اس کے جواب میں شیخ نے کسی قدر برہمی سے کہا "بعینہٖ اس طرح کہ تم دنیا میں اِس جسم کے ساتھ مزے اُڑاتے ہو"۔

حُسین: کیوں کر ہو؟ لذّت اور درد تو صرف جسم کے موافق سے ہیں۔

شیخ: (ذرا جوش میں آ کے) رُوح گو بے جسم ہوتی ہے مگر اُسے معلوم یہی ہوتا ہے کہ گویا جسم میں ہے۔

شخص: یہ کیوں کر سکتا ہے؟ جب مادّے کی کثافت ہی نہیں تو اُسے متشکل اور متحیّز کون چیز کر سکتی ہے؟

یہ سُن کے شیخ کی برہمی اعتدال سے زیادہ ہوگئی۔ انہوں نے حسین کو پکار کے قریب بُلایا اور کہا ''بتا! تُو جب کوہِ البرض کی گھاٹی، کوہِ جودی کے غار اور شہرِ خلیل کے تیرہ و تار تہ خانے میں تھا، اُس وقت میرے وہاں موجود ہونے اور تیری ہر حالت سے باخبر رہنے کا تجھے یقین ہے؟

حُسین: (سینے پہ ہاتھ رکھ کر) بے شک، گو میری ناتواں آنکھیں نہ دیکھتی ہوں، حضرت کا جلوہ ضرور موجود تھا۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہاں کے رموز آپ کو معلوم ہو سکتے۔

یہ سُن کے شیخ نے ذرا فخر و ناز کی شان سے اردگرد کے لوگوں کو دیکھا اور سب کے بعد اُس شخص کے چہرے پر جس نے یہ شک کیا تھا اپنی تیز نظریں جما دیں۔ مگر اُس کے دل کو ابھی اطمینان نہیں ہوا تھا۔ وہ شیخ علی وجودی کی اتنی برہمی دیکھ چکنے پر بھی معترضانہ طریقے سے بول اُٹھا ''بے شک آپ وہاں موجود ہوں گے اور حسین کی ہر حالت کو دیکھ رہے ہوں گے۔ مگر صرف آپ کی روح تھی اور متشکل نہیں ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو حسین آنکھوں سے بھی آپ کے نورانی جمال کو دیکھ لیتا۔''

یہ سنتے ہی شیخ کو تاب نہ رہی۔ زور میں آ کے کھڑے ہوئے، آنکھوں کی چمک دو چند ہو گئی، منہ میں کف بھر آیا، اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہا ''یہ جسدِ ناپاک نہایت ہی سرکش ہے یا رُوحِ پُر انوار کے شہودِ با وجود کو نہ سمجھ سکتی ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ کسی کو یہ راز بھی معلوم نہیں کہ دنیا کیوں ہے اور یہ رُوح اس پنجرۂ خاکی میں ایک مُدت تک کیوں قید رکھی جاتی ہے۔ اس کا

راز مجھ سے سنو! میں وہ شخص ہوں کہ جوسرِ وشبستان اور عالمِ لاہُوت کا ایک آن میں دورہ کر آتا ہوں اور ان رموز کو جو عرشِ اعلیٰ کے اطراف میں لکھے ہیں، پڑھ آتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ جسم میں آنے سے پیشتر روحِ مجرّد میں صلاحیت نہیں ہوتی کہ کسی مادی مسّرت سے لطف اُٹھا سکے۔ اس وقت وہ محض مجرّد ہوتی ہے اور حظوظ ولذائز سے فائدہ یاب ہونے کے طریقے سے بالکل بے خبر۔ صرف اسی چیز کا سبق لینے کے لیے وہ اِس جسم خاکی میں رکھی جاتی ہے۔ وہ محدود زمانہ جسے تم زندگی کہتے ہو اور ہم روحوں کے کمال حاصل کرنے کا مدرسہ، اس لیے ہے کہ رُوحِ لطیف اس مادّے کے ساتھ علائق پیدا کر کے ہر قسم کی لذّتوں اور ہر قسم کے المو ں سے اتنی آشنائی پیدا کرے کہ اس سے علاحدہ ہونے کے بعد بھی جب چاہے اپنے آپ کو مُتحیر ومتشکل اور لذّت والم سے متاثر کر سکے۔ جس طرح کوئی شخص مدارج روحانی طے کرنے کے بعد یہ صلاحیت اور قوت حاصل کر لیتا ہے کہ رُوح اس کے جسم میں رہنے کی حالت میں بھی اپنے آپ کو غائب یا رُوحِ غیر متشکّل وغیر مُتحّیر بنالے، اسی طرح روحِ انسانی عموماً اس جسمِ خاکی کے حجرے میں بند ہو کے اتنا چلّہ کھینچ لیتی ہے کہ اس کے چھوڑ دینے کے بعد بھی جب چاہے اپنے آپ کو جسم اور شکل میں ظاہر کر دے۔ پھر اس کا کمال اس درجہ بڑھ جائے۔ بہت سے باکمال بزرگوں اور شہیدوں کو سُنا ہو گا کہ ان کے جسم تو قبر کے کونے میں پڑے سڑ رہے تھے مگر روح اکثر لوگوں کی نظر کے سامنے اپنی ہی یا کسی دوسری شکل میں نمودار ہوئی۔ صرف ایک رُوح ہے جس نے بغیر جسم میں آئے اس کمال کو حاصل کر لیا۔ اس سے مراد جبرائیل ہیں جو کبھی وحیہ کلبی اور کبھی دیگر پیکروں میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے نمودار ہوئے۔ مگر اس کا راز جاننے والا اس عالم میں سوائے میرے کوئی نہیں کہ جبرائیلؑ نے یہ کمال روحی کیونکر حاصل کیا۔ سنو! مسیحؑ کی ولادت کا اسی زمرے سے تعلق ہے۔ یہ جبرائیل تھے جو مریم

صدّیقہؑ کے جسم میں حلول کر کے مسیحؑ کی صورت میں متحیّر ہوئے اور تھوڑے زمانے میں اپنا روحی کمال حاصل کر کے چلے گئے۔ مسیحیوں کو دھوکا ہوا کہ خدا تھا۔ مگر نہیں، صرف ایک روح تھی جو ایک جسم سے جس میں دوسری روح بھی موجود تھی، کمالاتِ جسمانی حاصل کر کے آسمان پر چلی گئی۔ مسیحّ کی روح ایک دوسری روح تھی جو اُن کے جسم میں تھی، مگر اسی کے ساتھ جبرائیل کی بھی ان کے پیکر میں اُتر کے چند روز ہی میں مسیحؑ کے جسم میں الوہیت کی شان نمودار کر کے غائب ہو گئی۔ مُردوں کا زندہ کر دینا یہ مسیحؑ کا کام نہ تھا بلکہ صرف جبرئیل کی ملکوتی قوّت کا مشہور اور مسلّم نتیجہ جس کا لوگوں کو موسیٰؑ کے لیے مشاہدہ ہو چکا تھا۔ مگر جن کو خدا نے چشمِ بینا نہیں دی، آج بھی نہیں سمجھ سکتے اور مسیحّ کے اس معجزے کو یاد کر کے پریشان ہوتے ہیں۔ الغرض یہی متحیّر و متشکل ہو سکنے کا کمال ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے ہر روح دنیا میں آئی ہے۔ اور یہاں سے جانے کے بعد اسی کمال کے مطابق جنت دوزخ میں اپنے کردار کا جزا و ثواب پاتی ہے۔ تم میرے کمالات سے ناواقف ہو۔ میں وہ شخص ہوں کہ خود ہی نہیں، ہر شخص کو اُس ملاءِ اعلیٰ پر پہنچا کے وہاں کی ہر چیز دکھا سکتا ہوں اور میرے اختیار میں ہے کہ جنت کے روحانی پیکروں کو اس جہنمِ خاکی کے سامنے لا کھڑا........"

شیخ نے یہیں تک کہا تھا کہ حسین روتا اور التجا کرتا ہوا اُن کے قدموں پر گرا اور کہا "یا حضرت! مجھے مسئلے میں شک نہیں۔ مگر اتنی تمنا ہے کہ اس سر و شبستان اور جنت میں ہو آؤں۔ وقت ہو گیا کہ اپنی التجا آپ کے سامنے پیش کروں اور یقین ہے کہ محروم نہ رہوں گا۔"

حُسین دیر تک شیخ کے قدموں پر پڑا روتا رہا مگر شیخ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ چند ساعت تک خاموش کھڑے رہے، پھر اس کو اُٹھا کے بٹھایا اور کہا "حُسین! میرے اس وقت کے جوش سے تو نے بڑا فائدہ اُٹھایا۔ خیر، اب اس وقت تو تامّل کر۔ کل تنہائی میں پھر درخواست کرنا۔

بے شک وقت آ گیا ہے کہ تجھے اس محنت و ریاضت کا پھل ملے۔ مگر ابھی تیرا امتحان باقی ہے اور سخت امتحان۔ مجھے دیکھنا ہے کہ تو نے کہاں تک اپنے آپ کو مُرشد کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اور یاد رکھ کہ جس قدر تجھے مُرشد کا حکم بجالانے میں تامّل ہوگا، اسی قدر اپنا مقصد حاصل کرنے میں دیر ہوگی''۔

سب مُرید رخصت ہو کے چلے گئے۔ حسین بھی اس بچھونے پر لیٹا۔ مگر یہ رات اس نے نہایت ہی انتظار و اضطراب میں گزاری۔ اس لیے کہ آتش شوق تیز تر گردد کا مضمون تھا۔ صبح کو نماز کے بعد جیسے ہی شیخ علی وجودی نے وظیفے سے فراغت پائی، حسین ان کے قدموں پر گر پڑا اور چلّایا:

''اب زیادہ صبر کی تاب نہیں۔ آپ کو سب حالات خود ہی معلوم ہوتے ہیں، مجھے کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔ مگر خُدا کے لیے زمرّد سے جلدی ملایئے''۔

شیخ: بہتر۔ تو زمرّد سے ملے گا۔ اس کے وصل سے کامیاب ہوگا۔ مگر اس کے لیے اچھی طرح تیار ہے؟

حُسین: دل و جان سے تیار۔

شیخ: دیکھ، تجھے تامّل نہ ہو۔

حُسین: ذرا نہیں۔

شیخ: تیرے دل میں شک اور بدعقیدگی نہ پیدا ہو۔

حُسین: نہیں، ہرگز نہیں۔

شیخ: وہ جرأت کا کام ہے۔

حُسین: مَیں جان لڑا دوں گا۔

شیخ: اِس میں خطرے بھی ہیں۔

حسین: ہوں۔

شیخ: تو سُن!

حسین: اِرشاد؟

شیخ: ابھی نہیں۔دل مضبوط کرلے۔

حسین: خوب مضبوط ہے۔

شیخ: مجھے معلوم ہے کہ تو نے کتبِ درسیہ امام نجم الدین نیشا پوری سے پڑھی ہیں اور انھی کا تو مُرید بھی ہے۔

حسین: (حیرت سے) بے شک، ہوں۔ پورے پانچ سال اُن کے حلقہء درس میں شریک رہا۔

شیخ: تیرے دل میں اُن کی کتنی وقعت ہے؟

حسین: تمام عالم میں آپ کے بعد بس انھی کو بڑا عالم و فاضل، بہت بڑا خُدا شناس اور سب سے زیادہ متّقی و پرہیز گار سمجھتا ہوں۔

شیخ: خیر، تو جا۔اُن کے جلسے میں پھر شریک ہو اور جس وقت موقع ملے، اُن کو قتل......... شیخ کی زبان سے صرف اتنا ہی نکلا تھا کہ حسین نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔

تیسرا باب

ملاءِ اعلیٰ کا سفر

امام نجم الدین نیشاپوری اس عہد کے بڑے امام تھے۔ تمام زمانے میں اُن کی نیک نفسی اور علم و فضل کی شہرت تھی۔ شائد کوئی مقام ہو گا، جہاں ان کے شاگرد مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی مقتدائی نہ کر رہے ہوں وہ حسین کے استادِ مرشد ہی نہیں بلکہ چچا بھی تھے۔ ان کا اصلی وطن شہر کابل میں تھا۔ چھوٹی ہی عمر میں طلبِ علم کے شوق میں گھر سے نکل گئے تھے۔ دنیا کی بڑی بڑی درسگاہوں میں شریک ہو کے بغداد پہنچے۔ ایک مدّتِ دراز تک مدرسۂ نظامیہ کی طالب علمی کی۔ پھر مشرقی بلاد کی سیاست میں مشغول ہوئے۔ بخارا و ہرات کی علمی صحبتوں میں شریک ہوئے اور وہاں کے علماء کی درس گاہوں سے خوشہ چینی کر کے نیشاپور میں آئے اور وہیں مُتوطّن ہو گئے۔ اب ان دونوں علم و فضل کے بڑے مرکز اور خدا شناسی کے نامور قطب بنے ہوئے تھے۔

حسین نے ایک ایسے نیک نفس اور باخُدا عزیز کے قتل کرنے کا حکم سُنا تو یکا یک کچھ ایسی حیرت و پریشانی ہوئی کہ بے ہوش ہو گیا۔ شیخ علی وجودی نے اسے ہوش میں لانے کی تدبیر نہ کی بلکہ اسی طرح زمین پر پڑا رہنے دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ انتظار کرتے رہے کہ حسین خود ہی ہوش میں آ کے حکم بجا لانے کا وعدہ کرے۔ مگر جب اسے ہوش میں آنے میں دیر ہوئی تو اسی طرح چھوڑ کے ایک دوسرے حجرے میں چلے گئے۔ شاید دو گھنٹے میں حسین کو ہوش آیا اور اس کے ساتھ ہی شیخ کا واجب اُلتعمیل حکم بھی یاد آیا۔ قریب تھا کہ دریائے غفلت میں پھر ایک غوطہ لگائے، مگر سنبھلا اور اُٹھ کے چاروں طرف دیکھا۔ شیخ علی وجودی غائب تھے اور تنہا وہی تھا۔

گزشتہ باتوں کو یاد کر کے حیرت کرنے لگا ’’کیا مجھے شیخ کی بات سمجھنے میں غلطی ہوئی؟ بے شک ایسا

ہی معلوم ہوتا ہے۔ ایسے نیک نفس اور حقیقت ہیں شیخ نے تو اس قسم کے سخت ظلم و گناہ کا حکم نہ دیا ہوگا ۔ مجھے قتلِ عمد کی ہدایت، اور قتل بھی کس کا؟ شیخ نجم الدین نیشاپوری کا جن سے بڑا عالم فاضل اس وقت صفحہء ہستی پر نہیں۔ یقیناً مجھ سے غلطی ہوئی۔ مگر فرض کرلیا جائے کہ شیخ نے یہی حکم دیا ہے تو بھی یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ اپنے پیرو مُرشد اور باخدا چچا کو قتل کر ڈالوں۔ (کانپ کر) بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کیا کہے گی؟ اور پھر دین میں بھی تو ہے کہ مَن قَتَلَ مُؤمِناً مُتَعَمِداً فَقَد کَفَر اس حکم کو بجالا کے سوا اس کے رُوسیاہیِ دارین حاصل کروں اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ خَسِرَ الدُّنیا وَ الآخِرۃ کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن ہاں، شیخ نے کہا تھا کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔ اس میں بھی کوئی فائدہ ضرور متصور ہوگا۔ حقیقت میں وہ رموزِ قدرت جانتے ہیں۔ امام نجم الدین شیخ علی وجودی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور نہ خیال میں آتا ہے کہ شیخ علی وجودی کی نیت بُری ہے۔ کوئی تعجب نہیں اگر کسی روحانی مصلحت سے انھوں نے بظاہر ایسے مکروہ کام کا حکم دیا ہو۔ واقعی اگر یہی حکم ہوا تو مجھے تامّل نہ کرنا چاہیے۔ یہ میرا پہلا امتحان ہے۔ اگر ذرا بھی عذر کیا تو گناہ گار بھی ہوں گا اور زمُرد کے وصال سے بھی محروم رہوں گا۔ اس تعمیلِ حکم میں دینی فائدہ تو بدیہی ہے۔ کیونکہ شیخ کا امر واجبُ الاذعان ہے۔ باقی دنیاوی بدنامی تو اس کی ہستی نہیں۔ اگر کسی قدر ہے تو اس کے عوض میں کتنا بڑا فائدہ ہے کہ پیاری زمرد کی ہم کناری اسی زندگی میں نصیب ہو جائے گی۔'' دل میں یہ خیال جما کے حسین حجرے سے نکلا اور مختلف حجروں میں ڈھونڈتا ہوا اُس حجرے میں جا پہنچا جہاں شیخ علی وجودی تھے۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی قدموں پر سر رکھ دیا اور چلّایا ''مجھے وہ حکم یاد نہیں رہا۔ جلدی بتائیے کہ تعمیل کو روانہ ہوں۔''

شیخ: دیکھو! اب کے تامل نہ ہو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمھارے دل میں بدگمانی پیدا ہوا اور تم اپنی

ساری محنت ضائع کر دو۔ خوب یاد رکھو کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔

حُسین: خوب یاد ہے، اور مجھے ذرا تامّل نہ ہوگا۔

شیخ: تو جاؤ، امام نجم الدین نیشا پوری کو قتل کر دو۔

حُسین: (دل مضبوط کر کے) بہتر۔ لیکن اگر میں مارڈالا گیا؟

شیخ: کوئی مضائقہ نہیں۔ بلا زحمت زمرد سے جاملوگے۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوگا۔

حُسین: تو میں رُخصت ہوتا ہوں۔

شیخ: ٹھہرو (ایک تیز خنجر نکال کر) اس خنجر کو اپنے پاس چھپا کے رکھو۔ جس وقت موقع ملے، اس سے کام لینا۔

مُرشد کا عطا کیا ہوا خنجر لے کر حسین نے اپنے استاد کی جان لینے کو مشرق کی راہ لی۔ ڈیڑھ مہینے بعد بغداد پہنچا۔ وہاں سے چل کے اِصفہان اور اِصفہان سے ایک مہینے بعد نیشا پور پہنچ گیا۔ حاب سے نکلے چار مہینے ہوئے تھے کہ امام نجم الدین کی درس گاہ میں حاضر ہوگیا۔ امام موصوف پہچانتے ہی بغل گیر ہوئے اور بے انتہا شفقت سے پیش آئے۔

گھر کے خطوط سے انھیں یہ خبر معلوم ہو چکی تھی کی حسین ایک شریف لڑکی کو ساتھ لے کے بدنامی کے ساتھ نکل گیا ہے، جس کا تذکرہ کر کے انھوں نے افسوس کیا اور کہا ''حسین، مجھے ایسی اُمید نہ تھی کہ علم کو اس ذوق وشوق سے حاصل کر کے تم اس کی بے حُرمتی کرو گے''۔

حُسین: یا عّم! مَیں کسی بری نیت سے نہیں لے گیا تھا۔ زمّرد کا عقد میرے ہی ساتھ ہونے والا تھا

اور وہ حج کی بے انتہا مشتاق تھی۔ اس علمِ دین کی وجہ سے مجھے ناگوار ہوا کہ اُس کی دینی خواہش کا

خیال نہ کروں۔ بے تامُل ساتھ لے کر چل کھڑا ہوا۔

امام: اور اب وہ کہاں ہے؟

حسین: جہاں طالقان کی گھاٹیاں ہیں۔ پریوں کے ہاتھ سے مار ڈالی گئی۔

امام: (مسکرا کر) ایسا مُہمل اور بے سر و پا قصّہ بنانے سے کیا حاصل۔ اسے کوئی تسلیم ہی نہیں کرے گا۔

حسین: جس بے تکلفی سے میں نے یہ قصہ بیان کر دیا ہے، اسی سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ میرے بیان میں کسی بناوٹ کا دخل نہیں۔

امام: خیر، اب یہاں کس غرض سے آئے ہو؟

حسین: آپ کے حلقہ درس میں شامل ہونے کے لیے۔ زمرد کے غم میں مَیں نے ارادہ کر لیا ہے

کہ علائقِ دنیوی کو چھوڑ دوں اور چاہتا ہوں کہ باقی ماندہ زندگی تحصیل علم ہی میں صرف ہو جائے۔

امام: اگر ایسا ہے تو خدا تمھارے ارادے میں برکت دے اور تمھیں توفیق ہو کہ میرے بعد اس درس گاہ کے مالک بنو۔

الغرض حسین، امام نجم الدین کے خوشہ چینوں میں شامل ہو گیا۔ اور چونکہ بھتیجا تھا، ان کے دل میں روز بروز اپنا زیادہ اعتبار پیدا کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنا موقع بھی ڈھونڈ رہا تھا۔ امام کثرت اوقات طلبا اور معتقدین کے مجمع میں رہتے جس کی وجہ سے تین مہینے گزر گئے اور حسین کو خنجر نکالنے کا موقع نہ ملا۔ چوتھے مہینے میں کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اتفاقاً امام کو شدّت سے بخار آیا اور کئی دن تک درس و تدریس کا سلسلہ موقوف رہا۔ اس بیکاری کے زمانے میں اکثر طلبا تو ادھر اُدھر پھرتے

رہے مگر حسین نے امام کی تیمارداری میں انتہا سے زیادہ گرم جوشی اور سعادت مندی دکھائی۔ شب و روز ان کی دیکھ بھال اور خدمت گزاری میں مصروف رہا۔

امام کو بخار آئے چھٹا دن تھا کہ ایک رات کو اتفاقاً ان کے حجرے میں اکیلا حسین ہی تھا۔ رات زیادہ ہو چکی تھی اور امام بچھونے پر لیٹے ناتوانی کی آواز میں اس سے باتیں کر رہے تھے۔ حسین خلافِ معمول آج خاموش تھا۔ ان کی باتوں پر ہونکاری تو ضرور کرتا جاتا تھا مگر اس کے سوا کوئی اور لفظ زبان سے نہ نکلتا تھا۔ کئی مرتبہ امام کو تعجب ہوا بلکہ کئی مرتبہ پوچھنے لگے کہ آج تم خاموش کیوں ہو؟ مگر حسین نے "یوں ہی" کہہ کے ٹال دیا۔ اور باہر نکل کر تاروں سے دریافت کرتا تھا کہ رات کتنی آئی۔ آخر آدھی رات گزر گئی اور حسین کو اطمینان ہو گیا کہ اب صبح تک کوئی نہ آئے گا۔ اِس بات کا یقین کر کے اس نے حجرے کا دروازہ خوب مضبوطی سے بند کر لیا اور پاس جا کے دیکھا اور امام کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ دیر تک کھڑا ان کی صورت دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا اور ساعت بہ ساعت اپنے استاد اور بزرگ پر کاری وار کرنے کے لیے زیادہ تیار ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے خون ریز کاموں سے وہ کبھی آشنا نہ تھا۔ دل کو زور دے دے کے اُبھارتا تھا مگر خیالات ایسا پلٹا کھاتے تھے کہ بار بار ہمت ہار دیتا۔ حجرے میں ہر طرف سے ایسی ایسی خیالی باتیں نظر آتیں اور ان کا ایسا رعب پڑتا تھا کہ معلوم ہوتا کہ جیسے فرشتہ یا کسی اور چیز کی غیر جسمانی مخلوق امام کی حفاظت کر رہی ہے۔ خود امام کا چہرہ اُس کے خیال کی آنکھوں میں نہایت ہی نورانی بن کے سفارش کرتا اور کبھی بھیانک اور مہیب نظر آ کے ڈرا دیتا۔ مگر ان سب خیالات کو اُس نے مٹایا، شیخ وجودی کا عطا کیا ہوا خنجر نکال کے اس کی باڑھ دیکھی اور یکایک دل مضبوط کر کے امام کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ امام نے چونک کر آنکھ کھولی تھی اور چلّانے ہی کو تھے کہ اس کا بایاں ہاتھ اُن کے منہ پر اور خنجر اُن

کے دل میں تھا۔

چند ہی لمحوں میں امام کی روح پرواز کر گئی۔ خون تمام حجرے میں پھیلا ہوا تھا۔ بے جان لاش خون آلود کپڑوں میں لپٹی ہوئی بستر پر پڑی تھی۔ اور گویا زور آوری کا کام نہ تھا۔ مگر حسین کے دل کو اتنی بڑی شدید حرکت ہوئی تھی کہ کھڑا کانپ رہا تھا اور بار بار اپنے ہاتھ کے معصوم شہید کی مظلومانہ لاش کو ڈر ڈر کے دیکھتا۔ آخر اس نے ان سب چیزوں کو اسی حال میں چھوڑا، حجرے کے خوف ناک منظر سے سہمی ہوئی آنکھوں سے آخری نظر ڈالی اور دروازہ کھول کے نکلا۔ حجرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور چپکے چپکے قدم اٹھاتا ہوا چلا۔ شاید زیادہ وقت نہ ہوا ہوگا کہ شہر کی خانقاہ سے دور نکل گیا۔ نیشاپور کے گرد نہایت ہی مضبوط فصیل تھی اور پھاٹک رات کو بند ہو جاتے تھے، جس کے سبب سے اس وقت اسے باہر نکلنے میں بہت دشواری نظر آئی مگر جان پر کھیل کر ایک تیرہ و تار بد روح کے ذریعے سے باہر نکلا اور نکلتے ہی نہایت تیزی سے بھاگا تاکہ صبح ہونے سے پہلے ہی دور نکل جائے کہ کوئی اُسے پا نہ سکے۔

دوسرے دن جب وہ شوق کے پیروں سے اُڑتا ہوا خراسان کے مغربی میدان اور جنگل قطع کرتا ہوا چلا جاتا تھا، اُس وقت اس کے حواس ذرا ٹھکانے ہوئے اور ظلم و گناہ یاد آیا جو ہر پہلو سے بُرا تھا۔ اس خیال کے دور کرنے کی برابر کوشش کرتا تھا مگر بار بار زبان سے ایک آہ کے ساتھ جُملہ نکل ہی جاتا تھا کہ میں بڑا گنہگار ہوں اور اس کا دل اور اس کا ایمان اس پر لعنت کرتا تھا۔ لعنت اور پھٹکار کی آواز کان میں آتی تھی اور چونک چونک کر کہتا کہ اس فعل کے ذمّے دار شیخ علی وجودی ہیں۔ مگر خود ہی دل میں قائل ہو جاتا کہ امام کا کام تو میرے ہاتھ اور میری سنگدلی نے تمام کیا ہے۔ ذمہ داری کسی اور کے سر کیونکر جا سکتی ہے۔ اب کے دل نے شیخ کے اصول میں بھی شک پیدا

کیا کہ مُرشد کے ہاتھ میں صرف ایک بے جان اور غیر ذمّے دار آلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ آپ ہی آپ کہنے لگا "نہیں۔ علمائے روحانیین کا یہ مسئلہ اگر صحیح ہے کہ ثواب اور عذاب اسی لذت والم کا نام ہے جو اپنے کردار کے نتائج میں خود اپنے ضمیر اور دل کی تحسین وظلمت سے پیدا ہوتے ہیں تو انسان کے فعل کا دوسرا ذمّے دار نہیں ہو سکتا۔ فرض کرو کہ میں نے ایک کام کیا۔ اور گو وہ کسی مشیر و صلاح کار کے خیال میں اچّھا ہو مگر میرے نزدیک بُرا اور قابلِ ملامت ہے، تو اس کے ارتکاب پر میرا دل مجھ پر ضرور لعنت کرے گا اور جب اسی لعنت کے عالم کو اصلاحِ شرح میں عذاب سے تعبیر کیا گیا ہے تو بے شک میں دوزخ اور عذاب سے نہ بچ سکوں گا۔

الغرض حسین کے دل نے اُسے قائل کر لیا۔ اب وہ پچھتا رہا ہے اور سخت روحانی تکلیف میں مبتلا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی شیخ علی وجودی کی وقعت بھی ویسی ہی دل میں موجود ہے۔ شیخ علی وجودی کی وہ ایسی ایسی کرامتیں دیکھ چکا ہے کہ ان پر بدگمانی نہیں کر سکتا۔ بلکہ بعض اوقات ڈر جاتا ہے کہ شیخ غیب کے دلوں کے حالات سے واقف ہیں۔ میرے یہ شکوک کہیں ان کو معلوم ہو گئے تو غضب ہو جائے گا۔ ادھر سے بھی جاؤں گا اُدھر سے بھی۔ اتنے بڑے گناہ کے ارتکاب کے بعد زمّرد کے وصال سے محروم رہا تو حسرت ہی رہ جائے گی۔

حسین اسی قسم کے خیالات دل میں لیے ندامت کے دریا میں غرق اپنے فعل پر پچھتاتا ہوا شہرِ حلب میں داخل ہوا اور شیخ کے سامنے جاتے ہی قدموں پر گرنے کو ہی تھا کہ انھوں نے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا اور نہایت ہی جوش سے کہا "حسین! تو اچّھا امتحان میں پُورا اُترا۔ اب زمّرد تجھ سے زیادہ تیری مشتاق ہے۔ اُس نورُ الانوار کے انوارِ ازلی نے تیرے دل پر پورا انعکاس کیا اور تیرے جسم کی اس مُشتِ خاک نے یہ صلاحیت پیدا کر لی ہے کہ اُس عالمِ نور اور اور سرِ وشبستان کی تجلیات کی متحمل ہو

سکے‘‘۔

حسین: مگر یا حضرت! میرے دل میں اس ظالمانہ فعل کی نسبت طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

شیخ: (جوش میں آ کے) بے شک پیدا ہوتے ہوں گے۔ روح اس مادے کی کثافت سے بڑی بڑی دشواریوں سے علاحدہ ہو سکتی ہے اور صرف یہی چیز ہے جو ان شکوک اور شبہات کو پیدا کرتی ہے۔ وہ مرکزِ اشراقی جو باوجود لاحّی ہونے کے حیاتِ سرمدی کا چشمہ ہے، اس جسمانی روح پر جو قفسِ عُنصری میں مقید ہے، اپنے تنوعات وعشق آشکار کر سکتا ہے۔

حسین: مگر اطمینان بخش نصائح ارشاد ہوں کہ دل سے شبہات نکل جائیں۔

شیخ: سُن اے حسین: استقلال تیرے شکوک کو دور کر دے گا بشرطیکہ تو ان سے رفع کرنے کی کوشش کرنے میں مشغول رہے۔ مگر تیرے اطمینان کے لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں تکمیلِ نفس اسی کا نام ہے اور یہی منشا الٰہیات کا ہے کہ روح کے تعلقات جسم سے علیحدہ کیے جائیں۔ جسمانی افعال پر تصُّرف کرتے کرتے روح عادی ہو جاتی ہے کہ بلا استعانتِ مادہ کوئی کام نہ کر سکے اور وہ روحیں جو جسم کو چھوڑتے وقت انھی مادّیات میں پھنس کر رہ گئیں، وہ بعد میں بھی ہر وقت خود کو مادّے کے تیرہ و تار قفس میں پاتی ہیں۔ اور یہی چیز اصطلاحِ شرع میں ان کا دوزخ ہے۔ نجات کی کوشش یوں ہونی چاہیے کہ زندگی ہی میں روحی علائق جسم سے کم کر دیے جائیں۔ اس کوشش کی ابتدا اس سے ہوتی ہے کہ جسم سے ایسے کام لیے جائیں جن سے روح کا تعلق نہ ہو۔ بیتاب ہو کے ان کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے اور انسان بہادری و مضبوطی سے اسے جبراً روکے۔ یہی الٰہیات کی آئین ہے۔ دوسری یعنی اقلیمِ وسطیٰ یہ ہے کہ روح ایسے کام کرے جن سے جسم کا تعلق نہ ہو۔ جو لوگ دور

دراز شہروں میں اپنی روح سے اثر ڈال دیا کرتے ہیں، ان کی نسبت سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالم روحانیات کے اس درمیانی فاصلے کو طے کر رہے ہیں۔ اس کے بعد تیسرا درجہ ہے کہ قفس جسم سے اپنی علاحدگی حاصل کرے کہ اس نورالانوار کے انکشافات کی جستجو میں مادے سے مُبّرا و مُنزّہ ہو کے ملکوت اور عالمِ لاہوت کی سیر کرے۔ اس اعلیٰ جستجو کے زمانے میں جو کوئی مر جاتا ہے وہ جسمِ خاکی کو الوداع کہتے ہی اس نقطہء اولیٰ واجبُ العدل سے جاملتا ہے۔ اس وقت اسے وہ اعلیٰ کمالِ رُوحانی حاصل ہوتا ہے کہ جس کی تحصیل کے لیے اُس نے عالمِ مادّی کی یہ قید اُٹھا دی تھی اور خسجتان کے مصائب میں مُبتلا ہوا تھا۔ اب اس کی یہ حالت ہوئی ہے کہ ایک طرف تو تعلّقاتِ جسدی کی مادی تعلیمات سے اس سے یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جب چاہے اس عالم کے سامنے اپنے آپ کو متخّیل و متشکل کر دکھائے اور دوسری طرف اس میں کمالِ روحانیت و تجرّد اس درجے کا ہوتا ہے کہ جب چاہے اس نقطہء ازل اور اولیٰ مرکزِ نورالانوار سے جا ملے۔ لہٰذا اے حسین! تو اس مدرسہء روحانیت کی ابتدائی جماعت میں ہے اور ابھی اِس امر کی مشق کر رہا ہے کہ تیرے ارکان و جوارح سے ایسے افعال و حرکات صادر ہوں جن کی طرف تو منسوب کرے، یہ لعنت ملامت جو تیرا نفس اور تیری روح تجھ پر کر رہی ہے۔ یہ اسی تعلقِ روحی کا نام ہے جس سے قطع کرنے کی کوشش تجھے کرنی چاہیے۔ اور جب تو یہ کمال حاصل کر لے گا کہ روح کو تیرے اعضاء کے کسی فعل کی طرف توجہ ہی نہ ہو، اس وقت دوسرے درجہء توحید میں قدم رکھے گا۔

حُسین: تو میں اُن الزاموں اور ملامتوں کی پروانہ کروں جو خود میرے دل سے مجھ پر پڑ رہی ہے؟

شیخ: ہرگز نہیں۔ اسی امر کی تجھے مشق کرنا ہے اور نُورالانوار کی طرف توجہ کرنی ہی پہلا زینہ ہے۔

حُسین: حضرت! آپ اُس خداوندِ جّل وعلاّ کو نُورالانوار کیوں فرماتے ہیں؟ اس کی رمز میں

نہیں سمجھ سکا۔ وہ حضرت ربّ العزّت بے شک نور ہے مگر الانوار کیوں؟

شیخ: (برہم ہو کے) وہ نقطۂ وحدت اور سرچشمۂ تکوین اس سے بالکل منزہ ہے کہ ہم اپنے مادّی خیال کے صفات کو اس کی جانب منسوب کریں۔ اور وہ ایسا ہے کہ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیٌ۔

حسین: مگر خود اللہ جلّ شانہ، نے ان صفات کو اپنی طرف منسوب کر لیا تو ہمیں کیا تامّل ہے؟

شیخ وجودی کی برہمی کی اب انتہا نہ تھی۔ انھوں نے حسین کو غضب آلود اور سُرخ آنکھوں سے گھور کے دیکھا اور بولے:

''بے شک انسان ظلُوم وجہُول ہے۔ یہ تیرے خیال میں نہیں آتا کہ ہم محض اُسی کے ارشاد کے بموجب اُن صفات کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ہم اُسے نور کہتے ہیں، مگر چونکہ ہمارے خیال کے نور سے وہ منزّہ ہے لہٰذا اسے الانوار بھی کہہ دیتے ہیں۔''

حُسین: بے شک صحیح ہے۔ اب میرا اطمینان ہو گیا۔ اور انشاء اللہ کبھی اپنے افعال پر نہ پچھتاؤں گا۔ لیکن اُمیدوار ہوں کہ اب مجھے وہ سروشبستان دکھایا جائے جہاں میری زمرّد اجرامِ فلکی کے پہلو میں بیٹھی جلوہ افگنی کر رہی ہے۔

شیخ: بہتر۔

یہ کہہ کہ شیخ نے اُٹھ کے اپنی کتابوں کا صندوق کھولا۔ اُس میں سے ایک چھوٹی کتاب نکالی۔ پھر اُس کے ورق اُلٹے، ایک خط نکالا اور اُس کو حسین کے ہاتھ میں دے کے کہا ''لے' اِس خط کو احتیاط سے رکھ اور اسی وقت روانہ ہو کے شہرِ اصفہان کی راہ لے۔ یاد رکھ کہ اِصفہان کے شمالی پھاٹک کے باہر ایک شکستہ اور قریب اِلا نہدام مسجد ہے۔ اُس میں تُو ایک فقیر کو پاوے گا جو بظاہر بھیک مانگتا ہے مگر باطن میں ایک بڑا خدا شناس شخص ہے۔ یہ فقیر ہر وقت اپنے جسم پر دُنبے کی کھال اُڑھے رکھتا

ہے اور انکساراً یہ صدا لگا کر راہ گیروں سے مانگتا ہے کہ ''دہنِ سگ بہ لُقمہ دوختہ بہ''۔ کاظم جنوبی اس کا نام ہے۔ یہ خط لے جا کے اس کے ہاتھ میں دے اور میرا سلام کہہ۔ رات کو تجھے وہ ایک غار میں لے جائے گا جہاں تو ایک بڑے امامِ واقفِ اسرارِ سرمدی سے ملے گا۔ اسی وقت تو جنت کے مدارج طے کرنا شروع کر دے گا اور چند ہی روز کی زندگی میں جو زیادہ تر خواب کی سی ہوگی، فردوس بریں کے اعلیٰ منازل میں جا پہنچے گا۔

حسین نے خط لے کے شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر رخصت ہونے کے طریقے سے ان کے قدم چومے اور اصفہان کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہوا۔ اب اس کا یہ سفر زیادہ اطمینان سے تھا۔ گناہ کی ملامت وندامت کے اثر کو شیخ علی وجودی کی تقریر نے اس کے دل سے بالکل محو کر دیا تھا۔ اُمید اور آرزو کا باغ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمرّد آ کے ہم کنار ہوا چاہتی ہے۔ اسی اطمینان اور ان ہی مسرتوں کے ساتھ بغداد ہوتا ہوا اصفہان پہنچا۔ شمالی پھاٹک کے باہر مسجد کے دروازے پر متردد کھڑا تھا کہ کان میں آواز آئی ''دہنِ سگ بہ لُقمہ دوختہ بہ'' فوراً دوڑ کے مسجد میں گیا اور شیخ کا خط نکال کر کاظم جنوبی کے ہاتھ میں دے دیا جو دُنبے کی کھال اوڑھے بیٹھا زور سے صدائیں لگا رہا تھا۔

کاظم جنوبی نے حسین کو حیرت واستعجاب کی نظر سے دیکھا اور جوشِ وحشت کے لہجے میں چلاّ اُٹھا ''حذر از اہلِ علم حذر''، مگر جب خط کو پڑھا تو فوراً اُٹھ کے بغل گیر ہوا اور کہا ''میں نہیں سمجھا تھا کہ شجرِ معرفت کی ایک شاخ تم بھی ہو۔ آؤ، بیٹھو۔ کھا پی کے آرام کر لو۔ رات ہو تو تم کو شیخ الجب کے پاس لے چلوں۔ اُنھیں حیائۃ الجب اختیار کرنی چاہیے۔ دن چونکہ مظہر النور ہے لہٰذا دن بھر وہ اپنے اُوپر انوارِ لاہوتِ اکبر کا انعکاس کرتے ہیں۔ اور رات چونکہ تیرہ وتار اور نمونۂ ظلمت ہے لہٰذا اسی

ظلمت میں وہ مادی پیکروں سے ایک گونہ علاقہ پیدا کرتے ہیں۔

حسین: مگر معلوم نہیں مجھ جیسے گناہ گارِ رُوسیہ کار سے وہ ملنا بھی پسند کریں گے؟

کاظم جنوبی: ضرور ملیں گے۔ شجرِ معرفت کی ایک شاخ تم ہو۔

حسین دن بھر اسی مسجد میں رہا اور شام کے بعد ایک ثُلث رات گزر گئی تو کاظم جنوبی اسے ساتھ لے کے بیرون کوہستان کی طرف روانہ ہوا۔ بہت سے نشیب و فراز طے کر کے اور کئی گھاٹیوں سے گزر کر کاظم ایک بڑے غار کے دہانے پر ٹھہر گیا اور زور سے چلاّیا:

''یا شیخ! ظلمتِ مادی میں ایک جگنو چمکا ہے''۔ مگر کچھ جواب نہ ملا۔ پھر کاظم جنوبی نے پکار کے کہا'' ایک آئینے سے پردہ اُٹھا، جو تجلیات انوارِ لاہُوتی سے منعکس ہونا چاہیے۔ اب بھی کوئی جواب نہ ملا۔ پھر کاظم جنوبی نے پکار کر کہا'' ایک آخشیجی پیکر کا مقید سروشبستان جانے کے لیے مُصِر ہے''۔ اس تیسری ندا پر غار کے اندر سے چٹانوں سے گونجتی ہوئی اور اندھیرے میں سنسناتی ہوئی آواز آئی۔ ''مرحبا! جوانِ آملی مرحبا! جنت کی ایک حور دو سال سے تیرے فراق میں بے تاب ہے۔ مَیں نے اپنی سیرِ لاہُوتی میں ایک طرف اس حُور کو فردوسِ بریں کے گوشوں میں روتے اور دوسری طرف تجھے راہِ طلب میں قدم مارتے دیکھا ہے۔ اب یہیں سے تجھے لذائذ سروِ شبستانی حاصل ہونے لگیں گے۔ قُدرت کے کرشمے دیکھ''۔ اِس جملے کے ساتھ ہی غار کی تہ میں ایک روشنی نمودار ہوئی اور کاظم جنوبی نے حسین سے کہا:

''بس آگے میں نہیں چل سکتا۔ مجال نہیں کہ ایک قدم بھی آگے جاؤں۔''

حسین: کیوں؟

کاظم جنوبی: اگر یک سرِ مُوئے برتر پَرم

فروغِ تجلّی بسوزد پرم

جاؤ اور یقین جانو تم شجرِ معرفت کی ایک شاخ ہو۔

یہ سنتے ہی حسین نے کاظم جنوبی کو اوپر چھوڑا، خود جوشِ دل کی بے خودی میں اُمید و آرزو کے خواب دیکھتا ہوا غار میں اُترا۔ تھوڑی دیر تک تو اِدھر اُدھر کی چٹانوں سے ٹکریں کھاتا رہا مگر آخر کار انتہا تک پہنچ گیا جہاں اُسے داہنی طرف ایک زینہ ملا۔ اس زینے کے ذریعے سے اور زیادہ نیچے گیا تو اپنے وہم و گمان کے خلاف اس خوفناک کوہستان اور درندوں کے مسکن کے نیچے ایک نہایت وسیع، عالی اور بہت بارونق مکان نظر آیا جس میں ہر طرف کافوری شمعیں روشن تھیں اور عود و لوبان سلگ رہا تھا۔ در و دیوار پر طلائی رنگ کے نقش و نگار بنائے گئے تھے اور ان بیل بوٹوں میں رنگین پتّھر اور شیشے کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے جن پر شمعوں کا عکس پڑ کے ہر سمت ایک عجیب عالم پیدا کرتا تھا۔ حسین اس تمام سامانِ عیش کو دیکھ کر مبہوت و خود رفتہ ہو گیا اور بے صبری کے جوش میں چلّا اٹھا ''کیا فردوسِ بریں یہی ہے؟'' کہیں قریب ہی تسلی آمیز لہجے میں آواز آئی ''مگر سروشستان کے بسر کرنے کے لیے یہ پہلی منزل ہے، جہاں ٹھہر کے وہ اس قابل بنائے جاتے ہیں کہ جنت کی مسرتوں کو یکا یک دیکھ کے از خود رفتہ نہ ہو جائیں۔''

''حسین: مگر آپ کون ہیں، اور کہاں ہیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے شکر گزار ہوں؟''

''میں تیرے قریب ہی ہوں'' ناگہاں ایک آواز آئی۔ منقش پردہ جو پہلے دیوار کا دھوکا دے رہا تھا، کھنچ کے نظر سے غائب ہو گیا اور ایک معمّر قوی الجُثّہ نہایت ہی نورانی صورت کا آدمی نظر آیا جو زرتار مسند پر گاؤ تکیے سے لگا ہوا عجیب بے پروائی اور بے نیازی کی شان سے بیٹھا تھا۔ اُس کا نورانی چہرہ آئینہ کی طرح صاف تھا اور اُس وقت چاروں طرف سے شمعوں و نیز در و دیوار کے

شیشوں کی ضو پڑنے سے آفتاب کی مثل چمک رہا تھا۔ سفید لمبی ڈاڑھی آفتاب کی کرنوں کی طرح چمک رہی تھی۔

حسین یہ نورانی صورت دیکھتے ہی پروانے کی طرح دوڑ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا ''فرمایئے، آپ کون ہیں؟ شاید رضوان آپ ہی کا نام ہے؟''

پیر مرد: نہیں۔ ابھی تو اسی تیرہ خاک دانِ عنصری کی حدود میں ہے۔ مگر ہاں، تیری آنکھوں پر سے پہلا پردہ اُٹھا ہے۔ اہلِ دنیا مجھے شیخ الجب (غار والا شیخ) کہتے ہیں مگر اہلِ حقیقت کی اصطلاح میں طورِ معنیٰ کہلاتا ہوں۔

حسین: (حیرت سے) طورِ معنی حقیقت میں وہی نور ہوگا جو موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر نظر آیا تھا۔

طورِ معنیٰ: مگر تو اُسے ستّر ہزار حجابوں کے اندر سے دیکھ رہا ہے۔

حسین: لِللہ وہ سب پردے بھی اُٹھا دیجیے۔

طورِ معنی: ابھی ان مادّی کثیف آنکھوں میں اِس کی قابلیت نہیں۔ مگر صبر کر۔ اِسی کا سامان ہو رہا ہے۔ یہ سب پردے اُٹھ جائیں گے۔

یکا یک ایک خوبصورت نوعمر لڑکے نے آکے ایک شربت کا لبریز جام طوِرِ معنی کے ہاتھ میں دے دیا اور طوِرِ معنی نے اپنے ہاتھ سے حسین کی طرف بڑھا کے کہا ''اس جام کو پی اور ملکوت سے ایک درجہ اور قریب ہو جا۔'' حسین نے وہ جام فوراً پی لیا جس کے ساتھ ہی اس کا دماغ چکر کھانے لگا اور طورِ معنی کے ساتھ لپٹ کے غافل ہو گیا۔ اِس غفلت اور خودرفتگی کی نیند میں کئی دفعہ اُس کی آنکھ کُھلی اور ہر مرتبہ اپنے آپ کو نئے مقام میں پاتا تھا۔ کسی سرسبز و شاداب میدانوں میں ہوتا اور کبھی

وحشت ناک اور پُر خطر گھاٹیوں میں۔ ہر بیداری میں فرشتہ یا انسان، مگر غیر معمولی قسم کے لوگ، اسے سروِ شبستان کے اور زیادہ قریب ہونے کا یقین دلاتے اور وہ یقین کر لیتا۔ آخر ایک مرتبہ اس کی آنکھ کھُلی تو ایک نئے نوجوان شخص کے پاس تھا۔ یہ شخص حریرِ سفید کے کپڑے پہنے تھا جس پر سنہرا کام تھا۔ اُس کے سر پر نہایت ہی بیش قیمت تاج تھا اور اُس میں اعلیٰ درجے کے جواہرات لگے ہوئے تھے۔ حسین کی آنکھ جیسے ہی اُس خوبصورت نوجوان کے سامنے کھلی جو شاہانہ لباس پہنے اور مُرصّع تاج سر پر رکھے ہوئے تھا، وہ نہایت ہی التجاو عاجزی کے لہجے میں کہنے لگا ''اُمیدوار کو انتظار نے بے صبر کر دیا ہے۔''

شخص: اے جسمِ خاکی! تو مراحلِ تحیّر کو طے کر چکا تجھے نہیں خبر کہ تو آسمان کے قریب اور فردوسِ بریں کے دروازے پر ہے۔ اَب نہ گھبرا۔ ملائکہ مُقرّبین تیرے انتظار میں ہیں اور حوریں تیرے لیے بناؤ سنگھار کر رہی ہیں۔

حسین: اور آپ کون ہیں؟

شخص: میں وہ برزخ ہوں جو لاہوت و ناسُوت میں واسطہ ہے۔ یہی میرا جسم ہے جو کبھی طُور بن کے سینے پر چمکا تھا۔ یہی وہ نور ہے جو مسیح علیہ السّلام کے جسم سے خدا کی شان دکھاتا تھا اور مردوں میں زندگی کا چراغ روشن کر دیتا تھا۔ یہی وہ نور ہے جو اشراقِ مجّرد کی شان سے رسولِ آخر الزمان ﷺ کے سینے میں چمکا۔ اور یہی وہ نور ہے جو امامت کے مشعل روشن کر کے معصوم جسدوں کو بدلتا ہے۔

حسین: تو آپ جبرئیل ہیں؟

شخص: جبرئیل میرے تنوعات کی ایک چھوٹی سی شمع ہے۔

حسین: شاید آپ وحیِ لا یموت ہیں؟

شخص: وحیِ لا یموت نہیں، حیِّ لا یموت، مگر اس تشخیص کے ساتھ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ گو یہ ضرور کہوں گا اَنا خالقُ الاَرواحِ، اَنا خالقُ الا صباحِ۔ لیکن اس وقت تو ایک پیکرِ متّحیر میں ہوں اور وہ امام بن کر نمودار ہوا ہوں جس پر ایمان لانا ہر مکلّف کا فرض ہے۔

حسین: (ہاتھ سے ہاتھ ملا کے) تو میں بھی آپ کی امامت کے لیے اِس مظہرِ نقطہ ءوحدت کے ہاتھ پر بیعت کروں؟

شخص: حسین، سُن۔ تو منزلِ مقصود کو پہنچ گیا، مدارج صعود طے ہو گئے اور عنقریب تو اُس پُرشوق آغوش میں ہوگا جو دو سال سے تیرے لیے کُھلی ہے۔ اگر چہ اب کوئی عبادتِ دنیاوی تجھ پر فرض نہیں تاہم ارضی کثافت کا باقی ماندہ اثر دل سے نکال ڈالنے کے لیے ضرور ہے کہ اس سروِ شبستان کے پھاٹک پر تین دن تک بیٹھ کے تو ایک مختصر سی عبادت کرے۔ تین شبانہ روز تیری زبان سے نکلتا رہے کہ مرگو النّور انغرقنی فی بحرِ انوارِک۔ مگر شرط یہ ہے کہ چاہے کچھ کھالے مگر ان تین دن میں پانی کا کوئی قطرہ تیرے حلق سے نہ اُترے۔

اتنا کہہ کر یہ تاجدار شخص تین روٹیاں چھوڑ کے چلا گیا اور اُس کے جاتے ہی مکان کے سب دروازے یکا یک اور ایک ساتھ بند ہو گئے۔ پہلے تو یہ اپنی تنہائی کی حالت دیکھ کر گھبرایا مگر فوراً اُس آخری مُرشد و امام کی نصیحت یاد آئی اور ریاضت اور وظیفہ میں مشغول ہو گیا۔ علی الا تصال ایک ہی جملہ کہتے رہنے اور پھر پانی نہ پینے کا یہ نتیجہ تھا کہ تیسرے روز پیاس نے مجنون بنا دیا تھا۔ ہونٹوں سے لے کے سینے تک سارا گلا خشک تھا اور سوائے سائیں سائیں کے اور کوئی آواز نہ نکلتی تھی۔ مگر زمّرد کے شوق میں وظیفے سے زبان بند نہ ہوئی اور اسی استقلال اور خود فراموشی سے دُعا پڑھتا جاتا

تھا۔

تیسرے روز حسین زبانِ حال سے العطش پکار رہا تھا کہ وہ تاجدار نوجوان شاہانہ لباس پہنے ہوئے آیا اور کہا ’’لے اب سفرِ جنت کے لیے تیار ہو۔ تیری ریاضت پوری ہوئی۔ تو نے سب مراحل یقینی طے کر لیے اور کوئی چیز باقی نہ رہی جو اس راہ میں تیری مزاحم ہو۔ مگر تو پیاسا ہے۔ ذرا اپنے آپ کو تازہ دم کر لے۔‘‘

اس شخص کی زبان سے یہ جملہ پوری طرح نکل نہ پایا تھا کہ ایک حسین و نازنین عورت ایک سونے کا مُرصّع جام ہاتھ میں لیے، جو ایک خاص قسم کے لطیف و خوش رنگ شربت سے لبا لب تھا، حاضر ہوئی۔ اس شخص نے جام کو حسینہ کے ہاتھ سے لے کے حسین کی طرف بڑھایا اور کہا:

’’لے، یہ شرابِ طہُور ہے جس کے دَور فردوسِ بریں میں ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ اس کے پینے سے تیری پیاس، ماندگی، تھکن اور جُملہ بدمزگیاں جاتی رہیں گی اور تو ایک نہایت ہی نورانی اور رُوحانی سُرور کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

حسین نے فوراً جام لے کے منہ سے لگا لیا، اور پیاس کی ایسی شدت تھی کہ وہ دو ہی گھونٹ میں اُتار گیا۔ ایک لحظہ گزرا ہوگا کہ اُسے سر میں گرانی سی محسوس ہونے لگی جس کے ساتھ ہی خمار آلود آنکھیں جھپک جھپک کے بند ہوگئیں۔ وہ بے ہوش تھا، اور بے ہوشی بھی ایسی کہ سر و پا کی خبر نہ تھی۔

چوتھا باب

فردوسِ بریں

حسین کو خبر نہیں کہ یہ غفلت کتنی دیر تک اس پر طاری رہی۔ لیکن مدہوشی تھوڑی کم ہوئی تھی اور نشہ اُترنا شروع ہوا تھا کہ ایک نہایت ہی دل کش اور وجد آور نغمے کی آواز کان میں آئی اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا دل فریب و دل رُبا پری پیکروں کا ایک طائفہ عجیب و غریب اور انتہا سے زیادہ پُر لطف باجوں اور مزامیر کے ساتھ اپنے نور کے گلوں سے ولولہ خیز بہار کی مسّرت انگیز دھن میں یہ ترانہ مبارکباد گا رہا ہے کہ "سَلام علیکم طِبتم فادخلو! ہا خالدین۔" ایک جوشِ مسّرت کی بے اختیاری سے اُس نے گھبرا کے آنکھیں کھول دیں۔ ہر طرف ایسا سماں نظر آیا کہ جدھر نظر جاتی ہے:

کرشمہ دامنِ دِل می کشد کہ جا ایں جاست

حسین نے اُس وقت اپنے آپ کو اس حالت میں پایا کہ ایک طلا کار اور مُرصّع کشتی میں سوار ہے اور نازک بدن اور پری جمال لڑکوں کی کوشش سے وہ کشتی ایک پتلی مگر بہت ہی دلکش نہر کے کنارے ابھی ابھی آ کے ٹھہری ہے۔ نرم اور نظر فریب سبزے کو شفاّف اور پاک وصاف پانی اپنی روانی میں چومتا ہوا نکل جاتا ہے۔ بعض مقامات پر گنجان اور سایہ دار درخت ہیں جو پیچیدہ اور خمدار زلفوں کی طرح نہر کی گوری مگر نم آلود پیشانی پر دونوں طرف جھکے پڑتے ہیں۔ مگر جہاں پر کشتی کنارے لگی ہے، وہاں ایک کشادہ مرغزار ہے۔ ان خوبصورت ملاّحوں کے کہنے کے بموجب وہ کشتی سے اُتر کے سبزۂ روئیدہ کی سیر کرنے لگا۔ وہاں جا کر دیکھا تو اور حیرت ہوئی۔ پانی کے پاس ہی سبزے کا ایک پتلا اور برابر حاشیہ چھوڑ کے شگفتہ اور خوش رنگ پھولوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو نہر کے دونوں طرف حدِ نظر تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ اگر چہ پھولوں میں شادابی و خوش رنگی کی وہی شان ہے جو خود رو

پھولوں میں نظر آتی ہے مگر اس قُدرتی اجتہاد کے ساتھ خوش رنگی، لیاقت بلکہ بظاہر فوق العادت ہوشیاری و دانائی سے چمن بندی کی گئی ہے۔ چمنوں کی بعض قطاریں تو ایسی ہیں جن میں ایک ہی قسم کے اور ایک ہی رنگ کے پھول ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک ہی قوم اور ایک ہی وردی کی فوج مختلف کیمپوں پر تقسیم ہوتی چلی گئی ہے۔ مگر اکثر چمن ہیں جن میں مختلف رنگ کے پھولوں کو ترکیب دے کر زمین پر ایسی گل کاریاں کی گئی ہیں کہ عقلِ انسانی حیرت میں آجاتی ہے۔ سارا مرغزار اور ساری وادی جو کوسوں دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جیسے خُوبصورت متوازی اور سرسبز و شاداب پہاڑوں نے اپنے حلقے میں لے لیا ہے، ان چمنوں اور پھولوں سے بھری ہے اور مختلف نہریں جو پانی کی چادریں بن بن کے پہاڑوں سے اُترتی ہیں، ان ہی چمنوں اور پھولوں کو درمیان جا بجا بہہ رہی ہیں اور ان کے پانی نے خواہ پھولوں کی خوشبو سے متاثر ہو کے کسی اور وجہ سے گلاب اور کیوڑے کی شان پیدا کر لی ہے۔

یہ نہریں زبانِ حال سے پکار پکار کے کہہ رہی ہیں کہ ہم ہی تسنیم و سلسبیل ہیں۔ راستوں اور روشوں کی ترتیب میں معجزہ نما کیفیت پیدا ہوگئی ہے کہ ہر چمن کے ایک پہلو کو نہر دھوتی ہے تو اس کے دوسرے پہلو کو ایک چھوٹی سی خوشنما سڑک اپنی آغوش میں لیتی ہے۔ یہ سڑک چمن سے بھی زیادہ کمالِ صناعی دکھا رہی ہے۔ مختلف قسم اور مختلف رنگ کے سنگ ریزے بچھا کے کوئی سڑک فیروزے کی کوئی یاقوت کی اور کوئی نیلم کی بنا دی گئی ہے۔ پھر ترتیب میں یہ لُطف ہے کہ جس رنگ کے پھولوں کا چمن ہے، اُسی کی مناسب و موزوں رنگ کی نیلی خوش نما سڑک اُس کے پہلو سے گزری ہے۔ نغمہ سنج طیور ان چمنوں میں اُڑتے پھرتے ہیں، پھولوں کے قریب بیٹھ بیٹھ کے عشق و محبت کی داستان سُناتے ہیں اور خدا جانے کس کمالِ اُستادی سے تعلیم دی گئی ہے کہ اکثر جانے والے جہاں

دیگر اطراف میں پری پیکروں کے نورانی گلوں سے خیر مقدم کا ترانہ سُنتے ہیں، وہاں اِن نغمہ سنج طائروں کا ساز بھی اپنے قدرتی ارغنوں سے یہی کلمۂ خیر مقدم سُناتا ہے کہ ''سَلامٌ عَلَیکُم طِبْتُم فَادْخُلُوهَا خَالِدِینَ ۔''

حسین نے نہایت حیرت و جوش سے دیکھا کہ اِن چمنوں میں جابجا نہروں کے کنارے سونے چاندی کے تخت بچھے ہیں جن پر ریشمی پھولدار کپڑوں کا فرش ہے۔ لوگ پُرتکلّف گاؤتکیوں سے پیٹھ لگائے دلفریب اور ہوش ربا کم سن لڑکوں کو پہلو میں لیے بیٹھے ہیں اور جنت کی بےفکریوں سے لُطف اٹھا رہے ہیں۔ خوبصورت آفتِ روزگار لڑکے کہیں تو سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور کہیں نہایت ہی نزاکت اور دلفریب حرکتوں سے ساقی گری کرتے ہیں۔ شراب کے دور چل رہے ہیں اور گزک کے لیے سدھائے یا قدرت کے سکھائے ہوئے طیور پھولدار درختوں سے پھل توڑ توڑ کے لاتے ہیں اور ان کے سامنے رکھ کے اُڑ جاتے ہیں۔ پھل ہی نہیں، یہ خوشنما طیور کپڑوں میں لپٹے ہوئے کبابوں کی پوٹلیاں بھی لاتے ہیں اور ان کے لیے میکشی اور شاہد پرستی کا پورا سامان فراہم کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ حسین چیز جس نے حسین کو متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ سب لوگ بے غل وغش نہایت بےفکری اور اطمینان سے ان لذتوں کے مزے لوٹ رہے تھے اور خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ پاس سے کون گذرتا ہے اور انہیں کس نظر سے دیکھتا ہے۔ نہ کسی کو کسی سے حسد تھا اور نہ کسی کو کسی لُطف کے چھپانے کی ضرورت تھی:

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

کسے را با کسے کارے نباشد

یہ عالم دیکھ کے حسین کے دل میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوا۔ اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا ''

بے شک فردوسِ بریں یہی ہے! یہیں آ کے نیکو کاروں اور ایمان داروں کو اپنے اعمالِ نیک کا صلہ ملتا ہے۔ مگر افسوس! اے زمّرد! تو کہاں؟'' یہ جملہ نا تمام ہی تھا کہ پاس کے چمن کے پھولوں کے نیچے سے ایک شیریں و دل کش آواز سے کسی نے کہا ''تو ابھی جنت کے چمنوں ہی کو دیکھ رہا ہے۔ ذرا محلوں اور قصروں کو بھی نظر اُٹھا کے دیکھ۔''

اُس نے یہ آواز سنی ہی تھی کہ سامنے سے ایک نہایت ہی نازک اندام اور قیامت خیز نازنین نے گلے میں باہیں ڈال دیں اور مسکرا کے کہا ''میں بھی تیرے لیے ہوں۔'' حسین ذرا جھک کر اس سے علیحدہ ہوا۔ غور سے اس کی صورت دیکھ کر کہا ''مگر میں پیاری زمّرد کے سوا کسی کو نہیں چاہتا''۔

نازنین: وہ بھی مل جائے گی۔ آپ کی خوشی کا پیمانہ تنگ ہے۔ ذرا ان سروری مسّرتوں سے نگاہ اور دل آشنا ہو لیں تو ان سے ملیے گا۔ دیکھیے جو سامنے موتی کا قصر ہے، وہ آپ ہی کے لیے ہے اور زمّرد اسی میں ہے۔''

حسین نے نظر اُٹھا کے اس رفیع الشان قصر کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی نظر دیگر عمارتوں پر بھی جا پڑی۔ اُسے نظر آیا کہ یہ عمارتیں باغوں سے بھی زیادہ مسّرت انگیز ہیں۔ بعض بالکل سونے کی، بعض مونگے کی اور بعض موتیوں کی نظر آتی ہیں۔ تمام مکانات جو حسبِ حیثیت محل، قصر اور کوشک کے لفظ سے تعبیر کیے جا سکتے ہیں، مذکورہ اشیا کے علاوہ ان ہی میں کوئی فیروزے کا کوئی زمّرد کا کوئی یاقوت کا اور کوئی ہیرے کا ہے۔ موتی کے محل جن میں سے ایک حسین کے لیے ہے، ایسے آب دار رنگ میں رنگے ہوئے ہیں کہ نیچے سے اُوپر تک ایک ہی موتی میں ترشے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں جا بجا صدفِ صادق کے جھلکتے ہوئے ٹکڑے جڑے ہیں۔ تمام محلوں پر علاوہ اس رنگ کے جس طرف وہ محل منسوب ہیں۔ ہر در و دیوار کے گرد بلور اور شیشے کے ٹکڑوں

کا حاشیہ بنا ہوا ہے اور ان شیشوں کے نیچے ڈاک دی ہوئی ہے۔ یہ آئینے دن کو آفتاب کی اور رات کو ہزار ہا کافوری شمعوں کی روشنی میں اس قدر جگمگا اُٹھتے ہیں کہ تیز سے تیز نگاہ چُندھیا نے لگتی ہے۔ اس کے علاوہ ان دیواروں میں اندر باہر جواہرات جڑے ہیں جو اپنی کرنیں چمکا چمکا کے ایک عجیب لُطف پیدا کرتے ہیں۔ بہر تقدیر اس مجموعی سامان، سنہری روپہلے اور رنگ برنگ کے قصروں، ان کے آئینوں اور جواہرات نے ہر چہار طرف ایک ایسی کیفیت بنا رکھی ہے کہ نظر پڑتے ہی انسان کے دل میں ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔

حسین ان محلوں کو دیکھ کر ذرا مبہوت کھڑا رہا مگر ہوش کے آتے ہی اس خاص محل کی طرف متوجہ ہو اجس کی نسبت اس پری پیکر کی زبان سے سنا تھا کہ خاص اس کے لیے ہے اور جس میں پیاری زمّرد کے ملنے کی اُمید تھی۔ اس نے کسی چیز کی طرف نظر اُٹھائی نہ کسی سامانِ عشرت کو دیکھا اور سیدھا اس قصر کے دروازے پر جا پہنچا۔ زمّرد استقبال کے لیے محل سے باہر نکل آئی تھی۔ وہ ایک غیر معمولی مگر نہایت دلربا وضع سے بال کھولے اور زلفوں کو شانوں اور پیٹھ پر بکھیرے کھڑی تھی۔ آنکھیں دو چار ہوئی تھیں کہ بے اختیاری کے جوش میں دونوں کی زبانوں سے ایک دوسرے کا نام نکلا اور وہ دوڑ کے لپٹ گئے۔ حسین تو حسرت میں تھا ہی، زمّرد کے چہرے سے بھی ایک غیر معمولی مسّرت و جوش دیکھ کر بے اختیار ہو کے رونے لگا۔ اس کی سانس سے رونے کا پتا پا کے زمّرد نے اپنے آپ کو علیحدہ کیا اور کہا:

''حسین! یہاں رونا حرام ہے۔ پس آنسو پونچھ ڈالو۔''

حسین: (آنسوؤں کو پونچھ کے) زمّرد، یہی فردوسِ بریں ہے؟''

زمُّرد: یہی۔

حسین: تم یہاں چلی آئیں اور مجھے اُس درد و الم میں چھوڑ دیا۔

زمّرد: یہ تو میرے اختیار کی بات نہ تھی۔ مجھے تو ایک اتفاقی شہادت نے یہاں پہنچایا ہے۔ مگر تمھاری زندگی باقی تھی، اور ضرور تھا کہ اتنے مدارج و مراحل طے کر کے یہاں آؤ۔ مگر اس جنت میں بھی تم کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کیا کہوں، کس قدر دشواریوں سے مجھے اتنی اجازت ملی ہے کہ تمھیں اپنے پاس آنے کا راستہ اور طریقہ بتاؤں۔

حسین: میرے تو ایسے اعمال تھے کہ شاید مرنے کے بعد بھی یہاں نہ پہنچ سکتا۔ صرف تمھاری محبت تھی جو خضرِ طریقت بن کے لائی۔

زمّرد: میری محبت؟

حسین: ہاں، تمھاری محبت۔

زمّرد: لیکن اگر تمھارے دل میں طلبِ صادق نہ ہوتی تو میں کیا کر سکتی تھی؟

حسین: مگر اس طلب سے تھوڑا ہی ممکن تھا کہ اس ملاءِ اعلیٰ میں آ پہنچتا۔ میں تو دل میں ٹھان چکا تھا کہ اُس قبر کے پاس اور اُس چٹان کے سامنے جس پر تمھارا نام کندہ ہے، پڑے پڑے دم توڑ دوں گا۔

زمّرد: خیر، یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی اب اندر چل کے آرام سے بیٹھو۔ شرابِ طہور کے دو جام پیو اور دیکھو اس خداوند جلّ وعلیٰ نے تمھارے لیے کیسے کیسے سامانِ راحت اور کیسی کیسی لذّتیں فراہم کر رکھی ہیں۔ (یہ کہہ کر زمّرد حسین کو اندر لے گئی۔) جس وقت حسین نہر کے کنارے کشتی سے اُترا ہے، سر شام کا وقت تھا۔ مگر اب رات ہوگئی تھی۔ ہر طرف کافوری شمعیں روشن ہوئیں۔ ایک خاص قسم کی ٹھنڈی روشنی جس کا پتا نہ چلتا تھا کہ کہاں سے آتی ہے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے دروازوں اور

بند کھڑکیوں اور چھت کے روشندانوں سے رہ رہ کے چمک اُٹھتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا یکا یک ہزار مہتابیاں چھوڑ دی گئیں۔ اس تیز روشنی میں شمعیں ماند پڑ جاتی تھیں اور سارے ہم صحبتوں کا چہرہ ایک دوسرے کو پیارا اور دلفریب نظر آنے لگتا تھا۔ اس غیبی روشنی کو حسین نے حیرت سے دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ کیسی روشنی ہے؟ وہ بار بار دروازے سے باہر جھانک کے دیکھتا مگر کچھ حال نہ کُھلا۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ اس روشنی کا مرکز و منبع اِردگِرد کی پہاڑیوں کی چوٹی پر ہے جہاں وہ زیادہ چمکتی ہے اور وہیں سے اس کی کرنیں آکے تمام مکانات کو روشن کر دیتی ہیں۔ ایک یہ بات اس نے دیکھی کہ جب روشنی پوری اور کمال پر آ جاتی تو چاروں طرف سے لوگ چلّا اُٹھتے ہیں "ھٰذَا الَّذِی وَعَدَنِی رَبّی۔ سب کے ساتھ ایک بے اختیاری کے جوش میں یہی کلمہ خود حسین کی زبان سے بھی کئی مرتبہ نکل گیا۔ جب اس روشنی کا راز حسین کے لیے حل نہ ہو سکا تو اس نے زمّرد سے پوچھا "یہ کیسی روشنی ہے؟"

زمّرد: تم نے نہیں پہچانا؟ یہی وہ نورِ الٰہی ہے جو موسیٰ کو وادی ایمن میں نظر آیا تھا۔ تم نے قرآن و حدیث میں پڑھا ہے کہ جنت میں خدا کا دیدار ہوگا۔ اس سے یہی نور عبارت ہے۔

حسین: تو یہی خداوندِ جلّ وعلیٰ ہے؟

زمّرد: یہ تو نہیں کہہ سکتی مگر ہاں۔ اس کے تنوعِ اُولیٰ کی سب سے زیادہ مکمل اور سچّی تصویر یہی ہے۔ یہ جواب سن کر حسین اس نور کے سامنے سجدے میں گر پڑا مگر زمّرد نے اُٹھایا اور کہا "یہاں عبادت کی تکلیف نہیں۔ یہ نور صرف اس غرض سے ہے کہ لوگوں کے دل میں اطمینان کی مسّرت پیدا ہو۔"

اب حسین نے مکان کے فرش اور تمام سامان کو دیکھا، اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب نوری سامان

ہے جو دنیا میں نہ کبھی انسان کے دل میں گزرا ہے نہ کسی کے قیاس و گمان میں آ سکتا ہے۔ زمّرد اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیے یہاں کی عجوبہ چیزیں دکھاتی پھرتی تھی اور حسین ہر چیز پر خدائے ذوالجلال والاکرام کی قدرت و رحمت کا جوش وخروش سے اعتراف کرتا تھا۔ آخر پھرتے پھرتے ایک مقام پر رُک گیا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ زمّرد سے لپٹ گیا اور کہا ''یہ سب لُطف اور سارے سامان عیش کے ہیں۔ مگر زمّرد! میرے لیے کوئی تجھ سے بڑی نعمت نہیں ہو سکتی۔''

زمّرد: یہی محبت تمھیں یہاں لائی ہے، ورنہ یہ وہ مقام ہے جہاں کسی زندہ انسان کا بہت کم گزر ہوتا ہے۔ یہ تمھاری بڑی فضیلت ہے کہ اس جسمِ خاکی کے ساتھ اس نورستان میں آ پہنچے۔ حسین کو جنت میں پھرتے اور زمّرد کے حُسن و جمال سے لُطف اُٹھاتے پورا ایک ہفتہ گزر گیا ہوگا۔ اور یہ ہفتہ اس حالت میں گزرا کہ دل کش اور نشاط انگیز نغموں کی آواز پُر اثر کانوں میں گونجتی رہتی تھی۔ بہت سی حوریں اس کی خدمت کو حاضر تھیں اور سب پری جمال و زاہد فریب تھیں۔ مگر اسے زمّرد کے سوا کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا۔ ہر وقت زمّرد کی بغل میں ہاتھ رہتا اور دونوں ہمیشہ فرحت بخش وادیوں اور روح افزا مرغزاروں میں ٹہلتے رہتے۔ زمّرد نے اتنے زمانے میں پھر پھر کے اسے یہاں کی تمام نزہت گاہیں اور سب عجائبات دکھا دیے۔ ایک مرتبہ حسین نے کہا ''زمّرد! میں سنتا تھا کہ جنت میں ہمیشہ صبح کا وقت ہوتا ہے مگر آ کے دیکھا تو یہاں بھی دنیا ہی کے سے تغیّرات موجود ہیں۔''

زمّرد: اس امر میں لوگوں کو سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں ہر وقت صبح ہی رہتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور کسی وقت کا لُطف انسان یہاں اٹھا سکتا ہی نہیں۔ ایسا ہو تو جنت سے ایک بڑا لُطف اُٹھ جائے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ یہاں ہر وقت کوئی ایسا مقام ضرور مل جائے گا جہاں

انسان جس وقت کا چاہے، لُطف اُٹھائے۔

حُسین: کیونکر؟

زمّرد: زبان سے کہنے کی نہیں۔ میں چل کے تمھیں آنکھوں سے دکھائے دیتی ہوں۔

یہ کہہ کے زمّرد اُسے لیے ہوئے محل سے باہر نکلی اور کہا ''دیکھو! یہاں دوپہر کا سماں ہے۔ اب آگے چلو۔'' تھوڑی دیر بعد دونوں ایک ایسے درختوں سے گھرے ہوئے سبزہ زار میں پہنچے جہاں آفتاب کی روشنی کو درخت روکے ہوئے تھے، ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مشرقی قلّہ ہائے کوہ سے ہلکی ہلکی روشنی نمودار تھی۔ زمّرد یہاں پہنچ کے بولی ''دیکھو: یہ صبح کا وقت ہے۔''

حُسین: بے شک، ہے۔

زمّرد: آگے چلو۔

یہاں سے روانہ ہو کے تھوڑی دیر میں دونوں ایک ایسی چھوٹی سی وادی میں پہنچے جو ہر طرف سے پہاڑوں میں گھری ہوئی تھی۔ یہاں بھی درختوں نے خفیف تاریکی پیدا کر دی تھی اور ذرا فاصلے کے مقامات پر ہلکا دُھواں اُٹھتا نظر آتا تھا۔ کہیں کہیں طیور کے چہچہانے کا شور بلند تھا اور مغرب کے قلّے پر آفتاب کے غروب ہونے کی بھی شعاعیں نظر آ رہی تھیں۔ زمّرد نے یہاں رُک کے کہا ''اور یہ شام ہوئی۔''

حُسین: اس میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

زمّرد: دن کا سماں دیکھ چکے اور شام بھی دیکھ لی۔ صرف رات کا وقت باقی ہے۔ چلو، وہ بھی دکھائے دیتی ہوں۔ یہاں سے واپس آ کے زمّرد حسین کو لیے ہوئے ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہوئی جہاں نہایت خوبی سے ایک نشیبی راستہ بنا ہوا تھا۔ زینے نہ تھے بلکہ زمین جو پختہ سطح اور رنگ

برنگ کی تھی، ساعت بساعت نیچی ہوتی جاتی تھی۔ اس زمین دوز راستے میں جاتے جاتے دونوں ایک نہایت ہی عالیشان اور پُر لطف جگہ میں پہنچے، جہاں ہر جگہ کافوری شمعیں روشن تھیں، جھاڑ اور فانوس کثرت سے لٹک رہے تھے اور درو دیوار اور شیشے کے رنگ برنگ ٹکڑوں کو ان شمعوں کی شاخیں کچھ ایسی عجیب روشنی سے چمکا رہی تھیں کہ نظر خیرہ ہو جاتی تھی۔

زمّرد: دیکھو! یہ رات ہے، اور کیسی پیاری رات!

حُسین: پیاری زمّرد! اگر تو ساتھ ہو تو ہر چیز پیاری ہے۔

یہ سب سامان دیکھ کے دونوں اپنے قصر میں واپس آئے اور باہم عشق و محبت کی باتیں کرنے لگے۔ مگر پہلے زمّرد اب کسی قدر افسردہ تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ زبردستی کوشش کر کے چہرے کو بشاش بناتی ہے مگر دل اندر سے بیٹھا جاتا ہے۔ حسین نے اس امر کو حیرت سے دیکھا اور کہا "زمّرد! اس فردوس بریں میں آج تم مجھے ملول نظر آتی ہو؟"

زمّرد: نہیں۔ مگر ہاں، گزشتہ مفارقت کسی کسی وقت یاد آ جاتی ہے تو خواہ مخواہ دل بھر آتا ہے۔

حُسین: مگر خدا نے وہ مصیبت کاٹ دی ہے اور اب اُمید ہے کہ ہم دونوں ہمیشہ یوں ہی ایک دوسرے کے وصل سے حظ اُٹھاتے رہیں گے۔

زمّرد: خدا کرے ایسا ہو۔ مگر حسین، مجھے اس کی اُمید نہیں۔

حُسین: (حیرت سے) اُمید نہیں؟ حیف ہے! یہاں کے لُطف تو سرمدی و ابدی ہیں۔ یہاں نہ کسی دشمن کا اندیشہ ہو سکتا ہے، نہ کسی حاسِد کے حسد کا۔ پھر نا اُمیدی و حسرت نصیبی کا کیا سبب؟ "لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ"۔

زمّرد: بے شک۔ مگر تم یہاں قبل از وقت آئے ہو اور ابدی و سرمدی لُطف اُٹھانے کے لیے وہی

لوگ آتے ہیں جو مرنے کے بعد دنیا سے قطع تعلّق کر کے آئیں گے۔ تم نے ابھی اس مادّی دنیا کے علائق قطع نہیں کیے اور اِس مادّی جسم کو ساتھ لائے ہو جس کو وہیں دنیا میں چھوڑنے کے لیے تمھیں ایک روز اُس عالم میں جانا ضرور ہے۔ دیکھو! حضرت مسیحؑ یہاں زندہ آئے اور اب تک ہیں۔ مگر انہیں کبھی کسی لُطف میں پورا مزہ نہیں آتا۔ اس لیے کہ جانتے ہیں کہ یہ قفسِ عنصری چھوڑنے کے لیے ایک مرتبہ پھر جانا ہے۔ اصل یہ ہے کہ کثافتِ مادّہ اس نورستان میں نہیں۔

حُسین: افسوس! پھر کب جاؤں گا؟

زمّرد: جب حکم ہو جائے۔ مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلدی جانا پڑے گا۔ اس لیے کہ وہاں کی شدید ضرورتیں تمھیں بُلا رہی ہیں۔

حسین یہ سُن کے آبدیدہ ہو گیا اور نہایت جوشِ دل سے ایک آہ سرد بھر کر بولا:

رُوئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شُد

مجھے تو ابھی تیرے وصال کا لُطف بھی نہیں حاصل ہوا۔ مگر زمّرد! مجھ سے تو اب نہ جایا جائے گا۔ اس وقت سے میں ہر وقت تیرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے رہوں گا تاکہ کوئی مجھے تجھ سے جدا نہ کرے۔''

یہ سُن کے زمّرد بھی آبدیدہ ہو گئی اور بولی ''حسین! یہ امر تمھارے اختیار سے باہر ہے۔ جب وقت آئے گا تمھیں خبر بھی نہ ہو گی اور ادنیٰ غنودگی تمھیں اُس عالم میں پہنچا دے گی۔''

حُسین: (رو کر) تو پھر تو مجھ سے تمھارے فراق کی مصیبت نہ برداشت کی جائے گی۔ جاتے ہی اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں گا، اور تم سے چھوٹے ایک گھڑی بھی نہ گزری ہو گی کہ پھر تمھارے پاس پہنچوں گا۔

زمّرد: کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔ خودکشی کر لی تو جنت تم پر حرام ہو جائے گی۔ پھر تو قیامت تک

بھی ملنے کی اُمید نہیں۔

حُسین: (زور سے سینے پر ہاتھ دھر کے) ہائے! مجھ سے کیوں کر زندہ رہا جائے گا؟ خدا کے لیے کوئی تدبیر بتاؤ۔ ورنہ سمجھ لو کہ ہمیشہ کے لیے مایوسی ہے۔ اس لیے کے اب دنیا میں جا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہزار روکو، میرا خنجر میرے سینے پر اُٹھ ہی جائے گا۔ اچھا اگر یہ نہیں تو تم میرے ساتھ چلو۔

زمّرد: یہ تو کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں اپنے بس میں ہوں۔ اتنا ہی لفظ زبان سے نکلا تھا کہ کانپنے لگی اور اُٹھ کے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی سُن تو نہیں رہا ہے مگر جب کوئی نظر نہ آیا تو اطمینان سے آ کر بیٹھ گئی اور بولی ''حسین، اب اِن باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمھارے واپس جانے کا وقت آ گیا ہے۔

حُسین: (بے صبری سے چلّا کے) کیا؟ ابھی سے؟ نہیں، میں ابھی نہ جاؤں گا۔'' یہ کہہ کے زمّرد کو دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر پکڑ لیا۔

زمّرد: ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ جتنی زیادہ بے صبری دکھاؤ گے، اتنے ہی زیادہ خراب ہو گے۔ اِس وقت تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اِسے غنیمت سمجھو اور جو میں کہتی ہوں سنو! کوئی آ گیا تو یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ عمر بھر کفِ افسوس ملو گے۔ ساری دنیا میں بھٹکتے پھرو گے اور مطلب نہ نکلے گا۔

حُسین: (اپنے آپ کو سنبھال کر) اچھا سُنتا ہوں۔ پیاری زمّرد، تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ تو کام چلے گا (یہ جملہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ جی بھر آیا اور زار و قطار رونے لگا۔)

زمّرد: (اپنے نازک ہاتھ سے منہ بند کر کے) کیا غضب کرتے ہو! خدا کے لیے سنبھلو۔ دنیا میں

جا کے جی بھر کے رولینا۔ مگر ابھی میری ایک بات ذرا ہوش و حواس درست کر کے سُن لو۔

حُسین: (نہ رُکنے والے جوش کو روک کے) کہو، پیاری زمّرد! دل و جان سے سُن رہا ہوں۔

زمّرد: یہاں سے جانے کے بعد پہلے تم کوشش کرنا کہ وہی لوگ جن کی مدد سے اس دفعہ یہاں آئے انھی لوگوں کی اطاعت کر کے، انھیں خوش کر کے، پھر یہاں آنے کا موقع پاؤ۔ اپنی حاجت روائی کے لیے تم ان کے کسی حکم سے انحراف نہ کرنا اگر وہ تمھیں یہاں بھیجنے کا وعدہ نہ کریں اور سب طرف سے مایوس ہو جاؤ تو پھر اُس وادی میں آ کے ٹھہر جانا، جہاں میری قبر ہے اور جہاں خط بھیج کر میں نے تمھیں یہاں آنے کی تدبیر بتلائی تھی۔

حُسین: کوہِ طالقان میں؟

زمّرد: ہاں، ہاں۔ وہیں۔ اگر تم ایک مہینے تک وہاں ٹھہر و گے تو پھر میں کوئی تدبیر بتاؤں گی۔ دیکھو! خبردار کسی کو خبر نہ ہو کہ میں نے وہاں بلایا ہے۔

حُسین: مگر پیاری زمّرد! وہ تدبیر اسی وقت بتا دو کہ یہاں سے جاتے ہی اس پر عمل درآمد شروع کر دوں۔

زمّرد: افسوس! تم نہیں سمجھ سکتے۔ بس تمھیں وہی کرنا چاہیے جو میں بتاتی ہوں۔ وہ تدبیر اس وقت بتانے کی نہیں۔

حُسین: دیکھوں، اب کتنے دن ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔

زمّرد: صبر کرو اور ضبط سے کام لو۔ اور خبردار! ایسی کمزوری اور بزدلی نہ دکھانا کہ خودکشی کا ارادہ کر لو۔

حُسین: میں اسی سے ڈرتا ہوں، پیاری زمّرد، تیرے عشق میں بعض وقت اپنے ہوش میں نہیں ہوتا ہوں اور نہ نیک و بد سمجھتا ہوں۔ یہ تیرے لیے ہی تھا کہ میں نے اپنے چچا اور شیخ الوقت امام نجم

الدین نیشاپوری کو قتل کر ڈالا۔

زمّرد: میں جانتی ہوں، مگر اس میں مجھے شریک نہ کرو (کچھ آہٹ پا کے) اب خاموش رہو۔ ناگہاں چھ سات حوریں ناز و انداز سے قدم رکھتی ہوئی سامنے آئیں اور محبت کے لہجے میں حسین سے کہنے لگیں:

''اب چل کے باہر کی سیر کیجے اور ان نورانی تختوں پر جلوہ افروز ہوجیے جو چمنوں کے درمیان میں ہیں۔ اس وقت کی بہار دیکھنے کے قابل ہے۔ شرابِ طہور کے جاموں میں خاص مزہ ہے۔''

حُسین: میں تو یہاں تنہا ہی اچھا ہوں۔

زمّرد: وہاں چلنے میں کیا مضائقہ ہے۔ چلو، میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔

حُسین: خیر، اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو مجھے کیا عُذر ہوسکتا ہے۔ اتنی دیر میں اور سب حُوریں بھی آ گئیں، اور زمّرد حسین کو ساتھ لیے قصرِ زمرّدی کے باہر نکلی۔ سب کے سب لالہ زار کے درمیان میں طلائی تختوں پر جا کے بیٹھے۔ تخت کے دونوں جانب دو حوض تھے اور بغیر کہے صرف واقعات سے یقین دلایا جاتا تھا کہ ایک حوضِ کوثر اور دوسرا شرابِ طہور کا ہے۔ سامنے چند حُوریں بیٹھ کے عجب دلربا اور وجد میں لانے والی دھن میں گانے لگیں۔ دو چار غلمان یعنی خُوبصورت کم عمر لڑکے سونے کے جام و صراحی لا کے کھڑے ہوگئے اور نغمہ وسرود کے ساتھ دور بھی چلنے لگا۔ دو جاموں نے حسین پر از خود رفتگی کی کیفیت پیدا کر دی اور جب وہ اس عالمِ نور کو بے خودی کی نیم باز آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، اُسے نظر آیا کہ زمّرد ایک ہاتھ تو اس کے گلے میں ڈالے ہوئے ہے اور دوسرے ہاتھ سے ایک چھلکتا ہوا جام اس کے منہ سے لگا رہی ہے۔ حسین اس لُطفِ صحبت کا دل ہی دل میں مزہ اُٹھا کے اس جام کو پی گیا مگر پینے کے بعد معلوم ہوا جیسے زمّرد کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح

آنسو ٹپک رہے تھے۔ بے خُودی کے جوش میں پیاری دل رُبا کی دل دہی کے لیے بڑھنے ہی کو تھا کہ مدہوش ہو کر گر پڑا۔ بس اس کے بعد اُسے اپنے پرائے کی خبر نہ تھی۔

پانچواں باب

پھر وہی عالمِ عناصر

دیر کی آزار رساں غفلت و بے ہوشی کے بعد حسین ذرا ہوشیار ہونے لگا تھا کہ کان میں آواز آئی ''اے جسمِ خاکی! اُٹھ اور اس برزخِ کبریٰ کا ہاتھ چوم جو تیرا امام ہے اور جس نے تیرے لیے باوجود مجردِ محض ہونے کی صورت مادّی اختیار کر لی ہے۔ حسین نے بے ساختہ آنکھ کھول دی اور بجائے جنت یا زمّرد کے پہلو کے اپنے آپ کو اس تاجدار شخص کے سامنے پایا جس کے ہاتھ پر اس نے بیعت کی تھی اور جو اس سفرِ جنت کی آخری منزل پر ملا تھا۔ حسین آنکھیں ملتا ہوا ادب سے اُٹھ بیٹھا اور اُس کے قدموں پر گر کر سر رگڑ کر کہنے لگا:

مکُن بیدار ازیں خوابم خُدارا!

شخص: نہیں۔ تجھے پھر عالمِ ارضی میں جانا ہے۔ میرا یہ ہاتھ جس میں نور کے مادّے کا بہت کم جُزو ہے، تیرے ہاتھ سے مل چکا ہے اور ہمیشہ اُن لوگوں کے ہاتھ میں رہتا ہے جن کے وسیلے سے تیری اُس ملاءِ اعلیٰ تک رسائی ہوئی۔

حُسین: مگر میں ابھی چند روز اور جنت میں رہنے کا آرزومند ہوں۔

شخص: اِس مادّی عالم کی زندگی میں ممکن نہیں کہ تو اُس روحانی عشرت کدے میں جا سکے۔ جا اور اس وقت کا منتظر رہ جب کسی ذیلی کوشش یا امامِ مرشد کے حکم سے تو جامِ فنا پیے گا۔

حُسین: آپ میرے امام ہیں اور آپ ہی جامِ فنا پلا کے مجھے فردوسِ بریں میں پہنچا دیجیے۔

شخص: یہ ملاءِ اعلیٰ کی سرحد ہے اور یہاں فنا نہیں۔

اتنے میں وہی پہلی پری وش نازنین لبریز جام ہاتھ میں لیے ہوئے آئی، جس کے دیکھتے ہی اس

شخص نے کہا ''بس، اب زیادہ حجت نہ کر اور یہ شرابِ طہور کا آخری جام پی۔'' یہ کہہ کے اُس نے جام اپنے ہاتھ سے حسین کی طرف بڑھایا۔

حسین اب جانتا تھا کہ یہ شرابِ طہور دا روئے بے ہوشی کا اثر رکھتی ہے اور جس طرح اُس کا نشہ پہلے اُسے عالمِ نور میں لے گیا تھا، اب حضیضِ ظلمت میں لے جائے گا۔ مگر مایوسی کی تکلیف نے پیاس اس قدر تیز کر دی تھی کہ انکار کی جرأت نہ ہوئی۔ بے تکلّف لے کے پی گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھول کھول کے وہ مختلف سین دیکھنے لگا جو حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے تھے۔

آخر ایک شب کو اس کی آنکھ شیخ الجب کے سامنے کھلی۔ اس پہلے نگہبان نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کے کہا ''حسین! تو پھر اس تیرہ خاک دانِ عنصری کے حدود میں آ گیا اور ان آنکھوں سے جو انوارِ محضہ و مجّردہ دیکھ چکی ہیں، پھر نورِ سینا کو اسی طرح ستّر حجابوں میں دیکھ رہا ہے۔''

حسین: (آبدیدہ ہو کے) مگر میں تو اس ظلمتِ خاکی میں نہیں آنا چاہتا تھا۔

طورِ معنی: بے شک نہ چاہتا ہو گا۔ جذباتِ نورِ وحدت ایسی ہی کشش رکھتے ہیں مگر کیوں کر ممکن تھا کہ اس جسم خاکی کا دھبّا اُس نورستان میں ہمیشہ قائم رہتا۔

حسین: تو للہ کوشش کیجیے کہ اسی وقت اِس جسمِ خاکی کو چھوڑ کے اُس سروِ شبستانِ اعلیٰ کا راستہ لوں۔

طورِ معنی: اِن امُور میں شیخ علی وجودی ہی تمھارا اطمینان کر سکتے ہیں۔ اُن کے پاس جاؤ اور وہ جو کہیں، اُس پر عمل کرو۔

حسین: (جوشِ دل سے نوحہ و بکا کر کے) افسوس! میری اتنی ریاضت اور یہ مدتوں کی آرزو

مندی صرف اتنے مختصر زمانے کے لیے تھی! آہ! کیا کروں کہ پھر زمّرد کا وصال نصیب ہو! یہ کہہ کر وہ پھُوٹ پھُوٹ کے اور زار قطار رونے لگا اور یہاں تک رویا کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

طورِ معنیٰ: اے بلند حوصلہ مُشتِ غبار! میرے عزلت کدے کو خالی کر اور صفحۂ ہستی پر جا کے اس معیادِ معیّنہ کو پورا کر، جتنے دنوں کے لیے تو اِس ظلمت کدۂ ارض میں گرفتار ہے۔

حُسین: کاش! یہ بھی معلوم ہوتا کہ اِس مُشتِ غبار کو کب تک اِس عالم میں سرگرداں پھرنا اور خاک اُڑانا ہے۔

طورِ معنیٰ: تیرے لیے ان رموز کا ظاہر کرنا شیخ علی وجودی کا کام ہے۔ اس لیے وہی تیرے مُرشد ہیں۔ مگر ہاں، تجھے ایک راز بتا سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ پھر اُس عالمِ نور کی زیارت فقط اُس امام کے اختیار میں ہے جو لاہوت و ناسوت کا برزخ اور تجلّی ہے۔ وہ تجلّی جو مختلف جسد ہائے امامت و نبوت میں ظاہر ہوتی رہی۔

حُسین: مگر اُن تک رسائی کیوں کر ہوسکتی ہے؟ اور ملاءِ اعلیٰ سے پھر میں اس قعرِ ظلمت میں پھینک دیا گیا تو؟

طورِ معنیٰ: گو اُن کا مرکزِ مقرر وہی نورستانِ اعلیٰ ہے مگر یک گونہ تعلّقاتِ مادہ جن کی وجہ سے انھوں نے بہت سے جسدِ ہائے امامت بدلے، انھیں اکثر اوقات اس آب خشتستان میں کھینچ لاتے ہیں۔ مگر بغیر مُرشد کے اس غرض میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر تو اصرار کرے گا تو تیرے مرشد شیخ علی وجودی تیری اس امر میں مدد کریں گے۔ پس اب تو اس خلوت کدۂ نور کو خالی کر اور مُرشد کی قدم بوسی کے لیے روانہ ہو۔

اِس تقریر نے اُمید کا ایک دُھندلا چراغ اس کے سینے میں روشن کیا جس کی روشنی میں وہ غار سے

باہر نکلا۔ لیکن اُس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب دیکھا کہ کاظم جنوبی غار کے دہانے پر اسی وضع اور حالت میں کھڑا ہے جس وضع و حالت میں وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔ کاظم جنوبی نے اس کی صورت دیکھتے ہی کہا: ''اب تو تم کو اطمینان ہو گیا کہ شجرِ معرفت کی ایک شاخ تم بھی ہو۔''

حسین: اور آپ یہاں کب آئے؟

کاظم جنوبی: ابھی تمھارے ساتھ ہی آیا ہوں۔

حسین: ابھی؟

کاظم جنوبی: ہاں، ابھی۔

حسین: مجھے تم سے رخصت ہوئے کئی ہفتے گزر گئے۔

کاظم جنوبی: (ہنس کر) اِس عالم اور اُس عالم میں بڑا فرق ہے۔ یہاں کا ایک ایک دن وہاں کے ستّر برس کے برابر ہے۔

حسین: وہ ایک گھڑی سہی مگر تم یہاں ٹھہرے کیوں رہے؟

کاظم جنوبی: امامِ قائم قیامت کا حکم یہی تھا۔

حسین: امامِ قائم قیامت کون؟

کاظم جنوبی: وہی جن کے ہاتھ پر اُس عالمِ نور کے سفر میں تم نے بیعت کی ہو گی۔

حسین: مگر ان کے احکام تم تک کیوں کر پہنچ گئے؟

کاظم جنوبی: انھی مُرشد کے ذریعے سے جو راہِ طریقت طے کرنے کے لیے میرے اور ان کے درمیان واسطہ ہیں۔

حسین: تو شاید تمھارے مُرشد یہاں آئے ہوں گے؟

کاظم جنوبی: اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ ایک توجہ سے اپنے خیالات میرے دل میں پیدا کر دیتے ہیں۔

حسین: افسوس! میں جنت سے زبردستی کھینچ کے نکالا گیا۔

کاظم جنوبی: ان امورِ ربانی کی شکایت نہ کرو۔ اور ان کے مصالح دریافت کرنا ہیں تو اپنے مُرشد شیخ شریف علی وجودی کے پاس جاؤ۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ اب تم عالمِ نور کی سیر کر آئے ہو، لہٰذا ان کو اسی روحانی لقب سے یاد کرنا جو اس سروشبستان میں مشہور ہے۔

حسین: کیا اُن کا کوئی اور بھی لقب ہے؟ میں نے سُنا نہیں۔

کاظم جنوبی: ہاں، اِس عالمِ عناصر میں تو ان کا نام یہی ہے جو تم جانتے ہو، مگر اس عالم نور میں وادیِ ایمن کہے جاتے ہیں۔

حسین: (تعجب سے) وادیِ ایمن! (اور پھر سوچ کے) بے شک، انہیں وادیِ ایمن ہی کہنا چاہیے۔

انھی کے پہلو میں نور کی حقیقت کی پہلی شعاع نظر آئی۔

کاظم جنوبی: بس، اب چلو اور حلب کا ارادہ کرو۔

حسین: مگر مجھے اتنا ضرور بتا دیجیے کہ اُس عالمِ نور میں کبھی پھر بھی میرا گُزر ہو سکے گا؟

کاظم جنوبی: اس امر میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ مگر ہاں، یقینی ہے کہ اگر تمھارے مُرشد کی توجہ ہو تو سب باتیں ممکن ہیں۔

کاظم جنوبی نے اس جُملے سے حسین کے سینے میں اُمید کے چراغ کو ذرا اور اُکسا دیا۔ آخر دونوں نے اُس وحشت ناک مسکن دام و در کو چھوڑا اور شہر اصفہان میں آئے۔ کاظم جنوبی نے اپنی مسجد

کے دروازے پر پہنچتے ہی آواز لگائی ''دہنِ سگ بہ لُقمہ دوختہ بہ'' جس کے بعد حسین نے اُسے رُخصت کیا اور شہر حاب کی راہ لی۔

اِس سفر میں حسین ہر وقت جنت اور اس کی حوروں کی اُدھیڑ بُن میں رہتا۔ اگرچہ اس کا جسم اِس دنیا میں تھا لیکن اُس کے خیالات اور اُس کے اعتقاد میں اُس کی روح علی اللہ وام اُس دوسرے عالمِ نور کے مزے لیتی رہتی۔ وہ خیال میں کہتا ''اتنے انقلابات کے بعد اب مجھے تو یہ معلوم ہو گیا کہ

''مُوتُوا قَبلَ اَن تمُوتُوا'' کے کیا معنی ہیں یا اس دنیا میں رہنے سہنے کے ساتھ انسان اِس عنصرستان سے قطع تعلّق کر کے اپنی زندگی کا زیادہ حصّہ عالمِ ملکوت میں کیوں کر صرف کرتا ہے۔ اب اس مرتبہ جب کہ وہ اِصفہان سے حاب کو جا رہا تھا، اُسے ایک بہت ہی نئی حیرت میں ڈالنے والی چیز نظر آئی۔ وہ جس گاؤں یا دشت و دہ میں گزرتا، اکثر لوگ خود بخود اسے پہچان لیتے کہ جنت کی سیر کر آیا ہے اور پاس آ کے مبارک باد دیتے۔ وہ دل میں پریشان تھا کہ یہ کیا بات ہے اور کون سی علامت ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو میری حالت معلوم ہو جاتی ہے! بعض لوگوں سے اِس راز کو دریافت بھی کیا مگر کسی نے کُچھ نہ بتایا، زمّرد اب اس کے دل و دماغ پر پہلے سے زیادہ حاوی تھی۔ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حالت میں اس کی دلفریب تصویر پیشِ نظر رہتی۔ کبھی اپنی طرف بُلاتی تھی اور کبھی صبر و تحمّل کی تاکید کرتی تھی۔ یہی پریشان کن خواب دیکھتا ہُوا شہر حاب میں پہنچا اور شیخ علی وجودی کے سامنے جاتے ہی ان کے قدموں پر گرا۔ شیخ نے اُٹھا کے پیشانی چُومی اور پیٹھ ٹھونک کے اپنے برابر بٹھایا اور کہا ''اے حسین! تو لاہوت اکبر کی سیر کر آیا۔''

حُسین: یا شیخ! اُس عالمِ نور کی میں نے پوری کیفیت دیکھ لی ہے اور اے وادیِ ایمن! تیرے

پہلو میں مجھے وہ جلوہ نظر آ گیا جس کے اشتیاق کے سوال پر موسیٰ کو بھی ''لن ترانی'' کا جواب ملا تھا۔مگر کیا کہوں کہ میں نے کن حسرتوں سے اس خطۂ نور کو چھوڑا ہے۔

شیخ: اے تیرہ وتار مُشتِ غبار! بتا تو نے وہاں کیا دیکھا؟

حُسین: ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھوں کو تمنا رہ گئی۔

شیخ: جذباتِ نور ایسے ہی ہوتے ہیں۔زمُرد سے ملا تھا؟

حُسین: (شیخ کے قدم چوم کے) مِلا تھا۔آہ! جی بھر کے دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ وہ نظر کے سامنے سے غائب ہوگئی۔

شیخ: مگر تیرا جسمِ خاکی اُس نورستان میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا تھا۔اگرچہ تو کہتا ہے مجھے یقین ہے کہ اُس عالمِ نور کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔مگر اے حسین، میں کہتا ہوں کہ تو نے نہیں دیکھا۔

حُسین: نہیں، اے شیخ اور اے وادیِ ایمن! میں نے دیکھا اور اپنی آنکھوں سے اِس وقت دیکھ رہا ہوں۔

حسین کا یہ جواب سُنتے ہی شیخ کو جلال گیا۔منہ میں کف بھر آیا۔آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔وہ جوش میں آ کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔حسین مارے خوف کے سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔انھوں نے کہنا شروع کیا ''اے متکبّر و مغرور مُشتِ خاک! تیری کیا مجال کہ اس نورِلم یزل کو ان ذلیل آنکھوں سے دیکھ سکے۔تیرے جسم کے سامنے وہ تو غیر متغیر بن کے نمایاں ہوا تھا۔اس کی اصلی کیفیات کو تیری یہ آنکھیں کسی طرح معلوم نہیں کرسکتی تھیں۔مگر ہاں، تو اُس کو دیکھے گا اور اُس کی اصلی حالت و کیفیت میں دیکھے گا۔مگر کب؟ اس جسمِ خاکی کو چھوڑ کے اور مُجردِ محض بن کے۔اُس وقت تجھے یہ بھی نظر آ جائے گا کہ اُسی نورِازل کا چراغ تو بھی ہے۔''

حسین: (کانپتی آواز سے) مگر میں تو ابھی وہاں سے آنا نہیں چاہتا تھا۔

شیخ: بے شک نہ آنا چاہتا ہوگا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ نور کثافتِ مادّہ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

حسین: لیکن اے شیخ! آپ وادیِ ایمن ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں پھر اُس عالمِ نور میں جاسکتا ہوں۔ آہ! زمّرد کے لیے بہت پریشان ہوں۔

شیخ: (پھر طیش میں آکے) اگر ہوس است ہمیں قدر بس است۔ اُس سروِ شبستان کو بے دیکھے قبول کرنے کی زحمت نہیں دی جاسکتی۔ آگ میں کسی مادّی چیز کو ڈال دو تو وہ اپنا تصرف کرنے کے بعد باقی ماندہ کثافت کو الگ پھینک دیتی ہے۔ اِسی طرح نورستان نے تیرے جسم کو اپنے حیّز سے نکال کے پھینک دیا ہے۔

حسین: تو پھر آپ ہی اپنے ہاتھ سے مجھے اِس جسم خاکی کی قید سے آزاد کیجیے تاکہ تجرد اختیار کر کے جاؤں اور پیاری زمّرد کو اپنے آغوش میں لے لوں۔ کیا عجب کہ اس وقت تک وہ میرے شوق میں اپنا آغوش پھیلائے ہوئے ہو۔

شیخ: اب وہاں تک تیری رسائی امامِ قائم قیامت کی دستگیری سے ہوسکتی ہے۔

حسین: گو میں اس برزخِ کبریٰ کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہوں مگر اس درگاہ میں میری رسائی اسی وقت ہوگی جب آپ میری مدد کریں۔ آپ کی دستگیری سب پر مقدّم ہے۔

شیخ: اچھا، مایوس نہ ہو، مجھے تیرا ایک دفعہ اور امتحان لینا ہے۔ اگر تو اِس امتحان میں پورا اُترا تو میں تجھے اس دربارِ امامت میں سفارش کے ساتھ پہنچادوں گا۔

حسین: جلدی فرمایئے۔ جو حکم ہو، اُس کو بجالانے کو تیار ہوں۔ موت کا سب سے زیادہ آرزو مند ہوں۔ اگر اس امتحان میں مجھے موت نصیب ہوگئی تو اس سے زیادہ میری کیا خوش قسمتی ہے۔

شیخ: اسی وقت شہرِ دمشق کی راہ لے اور جس طرح بنے امام نصر بن احمد کو جو ہم باطنیین کے خلاف وعظ کہا کرتے ہیں، قتل کر کے واپس آ۔

حسین: ابھی چلا۔ مگر مجھے اتنا اور بتا دیجیے کہ کیا ہم ہی وہ باطنیین ہیں جن کو کبھی لوگ قرامطہ کے اور کبھی ملاحدہ کے نام سے یاد کرتے ہیں؟

شیخ: بے شک۔ ہم اسماعیل بن جعفر صادقؒ کی امامت کے مدّعی ہیں۔ اور چونکہ امامت ظاہر ہوگئی، لہٰذا ہم پر فرض ہے کہ اس کی تبلیغ و نقابت خفیہ اور باطنی طریقوں سے کریں۔ انوارِ ازل نے یہ قدیم ہی سے فیصلہ کر دیا ہے کہ جب تک امامت ظاہر رہتی ہے، نقابت و تبلیغ خفیہ ہوتی ہے، اور جب امامت مخفی و باطنی ہو جاتی ہے تو نقابت و تبلیغ علانیہ ہونے لگتی ہے۔

حسین: مگر اس کا سبب میرے ناقص فہم سے بالاتر ہے۔

شیخ: بے شک بالاتر ہے (زور سے گھور کے) اور تیرے جاہلانہ شکوک اِسے اور زیادہ بالا کرتے جاتے ہیں۔ خود خدا کی طرف خیال لے جا کہ وہ مخفی ہے اور اسی لیے اُس کی توجہ کی تبلیغ علانیہ ہوتی ہے۔

حسین: یا وادیِ ایمن! نبوت تو ظاہر رہی اور اس کے ظہور کے زمانے میں برابر علانیہ تبلیغ ہوتی تھی۔

شیخ علی وجودی کے منہ میں کف بھر آیا۔ سخت برہمی کے لہجے میں وہ چلّائے "ابھی تک شیطان تیرے دل میں بیٹھا ہے، وہ تجھے بہکا رہا ہے اور عالمِ نُور میں جانے کی آرزو رکھتا ہے۔ سُن! اس نظام کا تعلق صرف امامت سے ہے۔ نبوت ہمیشہ ظاہر رہی اور ظہور کے زمانے میں علانیہ تبلیغ ہوتی رہی۔ نبوت اور رسالت کس چیز کی طرف لوگوں کو بُلاتی ہے؟ خدا کی طرف اور فردوسِ بریں کی

طرف۔ اور یہ دونوں دنیا کی نظر میں مخفی ہیں۔

حُسین: (ڈرتے ڈرتے) مگر امامت بھی تو انھی چیزوں کی طرف بُلاتی ہے۔

اب شیخ کو غصّے نے آپے سے باہر کر دیا۔ ایک دفعہ چمک کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "تُو عالمِ نُور کی سیر کرنے پر بھی جاہل اور شکی ہے۔ عہدِ نبوت میں جنت اور نور الانوار اس قدر نمایاں نہ تھے جتنے کہ اب عہدِ امامت میں ہیں۔ رسالت نے کبھی کسی مادّی پیکر کو اُس سروِ شبستان میں نہیں بھیجا اور امامت برابر بھیج رہی ہے، جس کا یہ قطعی نتیجہ ہے کہ فردوسِ بریں اور نورِ ازلی پہلے مخفی تھے اور اب نمایاں ہیں۔ اور چونکہ اب نمایاں ہیں لہٰذا تبلیغ اور نقابت کو خفیہ طریقوں سے ہی اپنا عمل کرنا چاہیے۔

حُسین: یا وادیِ ایمن! اب مجھے اطمینان ہو گیا۔ اور ضرور تھا کہ اپنے شکوک رفع کرتا۔ اس لیے کہ میں نے اِس مذہب کی نسبت بہت سی بے سروپا باتیں سنی تھیں۔ سُنا تھا کہ الموت کے قلعے میں لوگ طرح طرح کے فریبوں سے اس مذہب کے پابند بنا لیے جاتے ہیں۔

شیخ: یہ دشمنوں اور جُہلا کی اِفترا پردازیاں ہیں۔ ایسے لوگ جن کو چشمِ بصیرت نہیں اور انوارِ ازلیہ کے سامنے خفّاش سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، اُن کے کہنے کا کیا اعتبار۔ اتنے مدارجِ یقین طے کر کے تجھے نظر آ گیا ہوگا کہ ہم کس ملاءِ اعلیٰ پر ہیں اور کس آسانی سے سروِ شبستان کی سیر کراتے ہیں۔ اور وہ کس قعرِ جہالت میں پڑے ہیں اور کس تحت الثریٰ کی طرف روز بروز زیادہ دھنستے چلے جاتے ہیں۔

حُسین: مجھے معلوم ہے۔

یہ کہہ کر حسین شیخ سے رخصت ہوا اور امام نصر بن احمد کی جان لینے کے لیے دمشق کی راہ لی۔

حسین اب ایسے کاموں کے لیے جری تھا۔ پہلے موقع پر جو شبہات اُس کے دل میں پیدا ہوئے تھے ،اب نام کو بھی نہ تھے ۔اس کو یقین تھا کہ جنت یقیناً ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کا وہ معتقد ہے ۔اور اُن کے اشارے پر بُرے بھلے کام کا کرنا ہی ذریعہ نجات ہے۔ باوجود اِس کے ایک جلیلُ القدر عالم کے قتل میں اُس کے دل نے کسی قدر پس وپیش ضرور کیا۔مگر شیخ اور زمّرد کے خیال نے پھر اس کا دل آگے بڑھایا۔ وہ نہایت سنگ دلی کے ساتھ مُرشد کے وحشیانہ حکم کی تعمیل کے لیے دمشق میں پہنچاا اور امام نصر کے عقیدت کیشوں میں شامل ہو گیا۔

اس سفر میں بھی وہ حیرت سے دیکھتا تھا کہ بعض لوگ راہ چلتے چلتے پہچان کر اُس سے بغلگیر ہوتے اور یک جہتی واخوت کا ثبوت دیتے ،جس سے اسے یہ بھی نظر آجاتا تھا کہ اس کے ہم عقیدہ وہم خیال کس کثرت سے دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔خوش نصیبی یا دل کی بے صبری سے مہینے ہی بھر میں اسے اپنی غرض حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ایک رات پچھلے پہر جب کہ امام نصر پڑوس کی مسجد میں اور سب سے چھپانے کے لیے اندھیرے میں تنِ تنہا کھڑے نمازِ تہجد ادا کر رہے تھے، حسین کا خنجر اُن کے دل میں اُتر گیا۔ جب لاش بالکل ٹھنڈی ہو گئی تو پچھلی رات کے سناٹے ہی میں مسجد سے نکل کے چلا گیا اور راستے میں ایک نہر کے کنارے بیٹھ کے اپنے کپڑے دھو کر حلب کو روانہ ہُوا۔

شیخ علی وجودی نے اس کی کارکردگی کی داددی اور اس کی پیٹھ ٹھونک کے کہا کہ حسین تو مراحل یقین کو بہت جلد طے کر رہا ہے اور اپنے اغراض میں کامیاب ہو گا۔

حُسین: یا وادیِ ایمن: مجھے ایک امر پر بڑی حیرت ہے، میں جہاں جاتا ہوں اور جس جگہ جاتا ہوں،

میرے ہم خیال وہم عقیدہ صورت دیکھتے ہی مجھے پہچان لیتے ہیں اور میں اُن کو نہیں پہچان سکتا۔
یہ سُنتے ہی شیخ نے ایک صندوق سے ایک آئینہ نکالا اور اسے دکھا کر کہا کہ اپنی صُورت دیکھ، تجھے اپنے چہرے پر کوئی چیز نظر آتی ہے؟

حسین: ہاں، پیشانی پر داغ ہے۔ مگر معلوم نہیں کیسا داغ ہے۔ شاید بچپن میں کبھی کہیں گر پڑا ہوں گا۔

شیخ: (مسکرا کے) نہیں۔ یہ حور کے بوسے کا نشان ہے۔ یہی ایک مُہر ہے جو ہمیشہ اِس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ انسان اپنے قفسِ عنصری کے ساتھ فردوسِ بریں کی سیر کر آیا ہے۔

حسین: تو جن لوگوں نے مجھے پہچانا، غالباً اُن کی پیشانیوں پر بھی حُور کے بوسے کا نشان موجود ہو گا۔

شیخ: بے شک ہو گا۔ اور حسین! دیکھ میری پیشانی پر موجود ہے۔

حسین: (شیخ کی پیشانی پر بھی وہی اپنا سا داغ دیکھ کر) بے شک۔ یہ مدارجِ یقین طے کرنے کا تمغا ہے۔

شیخ: حسین! یہ بہت بڑی چیز ہے۔ مرنے کے بعد سب مومنین جنت میں جائیں گے۔ مگر جو لوگ دنیاوی زندگی ہی میں اُس مرکزِ نور کی سیر کر چکے ہیں، اُن کا یہ فخر وہاں بھی موجود رہے گا۔ یہ داغ وہاں پیشانیوں پر نور کی طرح چمکے گا اور عام ناجیوں میں ہم لوگوں کو ممتاز ثابت کرے گا۔

حسین: مگر مجھے یہ داغ دُنیا ہی میں عزیز ہے۔ کاش! میرے لب میری پیشانی تک پہنچ سکتے کہ میں اس داغ کو بوسے دے کے اپنے دل کی تسلی کرتا۔ میری پیشانی پر سوائے زمّرد کے اور کسی کے بوسے کا نشان نہیں ہو سکتا۔ اگر میرے بوسے لیے ہیں تو صرف اُسی کے لبِ لعلیں

نے۔ مگر افسوس! جس طرح زمرّد میرے دل میں ہے، ہاتھ میں نہیں آ سکتی، اسی طرح اس کے بوسے کا نشان ہر وقت میرے پاس ہے اور مجال نہیں کہ اپنے مشتاق ہونٹوں کو وہاں تک پہنچا سکوں۔

شیخ: اب اِن شاعرانہ خیالات کو دور کرو اور امامِ قائم قیامت کی قدم بوسی کیلئے تیار ہو جاؤ۔

حُسین: لبّیک! مگر اے وادیِ ایمن! اتنا اور بتا دیجیے کہ اُن کو امامِ قائمِ قیامت کیوں کہتے ہیں ؟

شیخ: یہ بھی رموزِ ربانی میں سے ایک رمز ہے۔ تجھے شاید ابھی تک ان ائمہ کے نام بھی نہیں معلوم نہ ہوں گے جو نورِ لم یزل کی شعاعیں ہیں اور مختلف جسدوں سے نمایاں ہوتے رہتے ہیں۔ یہی ائمہّ ہمیشہ ناسُوتِ اکبر ہوتے رہتے ہیں۔ وہی وجود آدمؑ، نوحؑ۔ ابراہیمؑ، موسیٰؑ، داوٗدؑ، سلیمانؑ، عیسیٰؑ اور محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے اجساد مطّہرہ سے جلوہ فگن ہوتا رہتا تھا۔ آخر علی مرتضیٰؓ کے جسدانوں میں نمودار رہوا۔ اور چونکہ اب نبوت ختم ہو چکی تھی، لہٰذا ایک روح نے مختلف اجساد بدلنے شروع کیے۔ پھر حسین اور علی زین العابدین ومحمد باقر علیہم السّلام کے اجساد کی سیر کرتے کرتے وہ نور جنابِ جعفر صادق کے جسدانوں سے نمایاں ہوا اور وہ زندہ ہی تھے کہ ان کے پیکر جسدی کو چھوڑ کے پہلے جنابِ اسماعیل میں پھر محمد مکتوم ابن اسماعیل میں جو سابع امام تھے آیا۔ چند روز تک وہ نور سلسلہ وار امام منصور بن محمد مکتوم جعفر صادق اور حبیب بن جعفر کے اجسامِ مطّہرہ میں خفیہ ہی خفیہ لمعہ فگن رہا۔ جنابِ اسماعیل سے اِس وقت تک امامت مخفی ہی رہی۔

اب یکا یک اس نور نے عُبید اللہ مہدی کی ذات سے نمایاں ہو کے اپنی پوری تنویر دکھا دی اور امامت ظاہر ہوگئی۔ اس کے بعد سے وہ نور برابر علانیہ طور پر مختلف اجسادِ ظاہرہ کو بدلتا رہا۔ پہلے قائم

بامر اللہ کے جسم سے، پھر منصور کے پھر معز الدین اللہ کے جسم سے چمکا۔ مستقر باللہ کے بعد پھر حسن بن محمد یعنی علی علیہ السّلام پھر محمد بن علی علیہ السّلام کے جسموں کے لاہیئت کبریٰ کا درجہ پایا اور فی الحال وہی انوارِ ازلی رکن الدین خورشاہ کے جمالِ جہاں آرا سے نمودار ہیں جو فرمانروائے الموت ہیں۔ وہ امام قائمِ قیامت برزخِ اکبر ہیں اور لاہُوت و ناسُوت وتجلی ہیں جو مختلف جسد ہائے امامت ونبوت سے لمعہ افگن رہی ہیں۔

حُسین: (حیرت سے) وہی جن کے ہاتھ پر میں نے اس عالمِ لاہُوت میں بیعت کی تھی؟

شیخ: وہی۔

حُسین: مگر آپ تو فرماتے ہیں کہ وہ الموت کے فرماں روا ہیں؟

شیخ: بے شک۔ مگر یہ علائقِ دنیوی اُن کے تجرد اور ان کی اس نورانیت کو جو عالمِ سروش میں لے جاتی ہے، دُھندلا نہیں کر سکتے۔ امامِ دینی اور عام لوگوں میں یہی فرق ہے کہ جس چیز کو ہم ریاضت سے حاصل نہیں کر سکتے وہ انھیں بدرجۂ اتم حاصل رہتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ عالمینِ برزخ کہے جاتے ہیں۔

حُسین: اور وہ امامِ قائم قیامت کیوں کہلاتے ہیں؟

شیخ: (کسی قدر برہم ہوتے ہوئے رُک کر) ہاں۔ میں نے اس کا راز ابھی نہیں بتایا۔ امامین مستنصر ونزار کے عہد میں ان میں انوارِ ازلی کی ایک نئی اور غیر معمولی شمع روشن ہوئی تھی۔ گو یہ شمع دراصل قدیم نورِ امامت کا انعکاس تھی مگر اتنا بڑا انعکاس کامل کہ اس کے جلوے سے تمام ممالکِ ارض چمک اُٹھے۔ اِس سے وہ چراغِ نور مراد ہے جو صباح کے جسمِ صافی میں چمکا تھا۔ یہ لقب قائمِ قیامت اسی آئینہ پرتو نورِ ایزدی کا ہے جس نے یکا یک حدود ومدارجِ اعلیٰ اور نورستان میں

پہنچ جانے کے اتنے صحیح ذریعے مخلوق میں پیدا کر دیے کہ ادنیٰ لوگوں کو وہ کمال حاصل ہو گیا جو گزشتہ عہدوں میں انبیاء اور ائمہؑ کے سوا کسی کو حاصل نہ تھا۔ پہلے کوئی فردوسِ بریں میں جانے کا خیال بھی نہ کر سکتا تھا مگر اب اس اعلیٰ پرتوِ ایزدی کو ظہور کے بعد یہ حالت ہے کہ میں آنکھیں بند کر کے ایک دم میں اُس عالمِ نور کی سیر کر آتا ہوں۔ اور تم بھی اس سروِ شبستان میں جا کے حُوروں کی ہم کناری کا مزہ اُٹھا آئے ہو۔ قیامت کے معنی ظاہر پرستوں میں اس وقت کے ہیں جب کہ دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ قیامت صرف اُس حالت یا اُس وقت کا نام ہے جب کہ مخلوق کو خالق سے یا پرتو کو نور سے قُربت ہو جائے۔ حسن بن صباح نے چوں کہ اپنے عہد سے مخلوق کو ایسے تقرب کے درجے پر پہنچا دیا لہٰذا وہ امامِ قائمِ قیامت کہلاتے ہیں یعنی وہ امامت جس کی بدولت مخلوق اور خالق میں قُربت ہو گئی اور اسی قُربت کا نتیجہ ہے کہ اُن کے چند ہی روز بعد امام علی ذاکرہُ السّلام میں امامتِ قدیمہ جو جنابِ علی مرتضیٰ سے نسلاً بعد نسلٍ چلی آتی تھی۔ نیز وہ امامت قائمِ قیامت جس کا چراغ پہلے پہل حسن بن صباح کے اخیر میں روشن ہوا دونوں امامتیں جمع ہو گئیں۔ اور یکا یک انوارِ لم یزلی ہیجان میں آ گئے۔ بس اسی دن سے تمام تکلیفاتِ شرعیّہ بندوں پر سے اُٹھا دی گئیں۔ رمضان کی ۲۷ کو اس قُربتِ پُرنور کا جلوہ نظر آیا تھا اور مومنین شرعی ان قیدوں سے آزاد ہوئے تھے۔ اسی سبب سے وہ دن ہمارے لیے عید ہے۔

حُسین: (متحیّر ہو کے) مگر میں تو دیکھتا ہوں کہ آپ شب و روز ریاضت ہی میں مشغول رہتے ہیں اور آپ ہی کی طرح اس فرقۂ ناجیہ کے جتنے پیرو مجھے ملے، سب پابندِ شرع، بڑے محتاط اور بڑے متقی و پرہیز گار نظر آئے۔

شیخ: جو لوگ عرفان و حقیقت کے مدارج طے کرنا چاہتے ہیں، ان کو مشکلاتِ ریاضت طے کرنی پڑتی ہیں۔ مگر مومنین پر فرض اب کوئی عبادت نہیں۔ خاصۃً اُن برگزیدگانِ لَم یزلی کے لیے جو امامِ قیامت سے تقرب رکھتے ہوں۔

حُسین: مگر اے وادیِ ایمن! میرا دل آپ کی توجہ کا محتاج ہے۔ تکلیفاتِ شرعیہ کا اُٹھا دینا ایک ایسی چیز ہے جس سے میرے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں۔

شیخ: (برہمی کے ساتھ) اتنے مدارج طے کرنے پر بھی شک؟ سرو شبستانِ عالمِ نور کی سیر کر چکنے کے بعد شک؟ اب یہ شک نہیں، گستاخی ہے۔ جانتا ہے کہ ساری عبادتیں خداوندِ جلّ و علّیٰ کی قُربت حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ اور جب وہ قربت حاصل ہو جائے تو پھر کسی عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ تم نے سنا ہے اور دیکھ بھی لیا ہوگا کہ جنت میں کوئی شخص عبادت کا مکلّف نہیں۔ اس کا یہی منشا ہے کہ ہم قُربِ انوارِ لم یزل کے لیے عبادت کرتے ہیں اور وہاں ہر ایک کو یونہی حاصل ہوتا ہے۔

حُسین: بے شک۔ وہ منزلِ مقصود ہے اور عبادت اس کا راستہ۔ جنت میں پہنچ جانے کے بعد فی الحقیقت کسی عبادت کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو لوگ ابھی اس کے باہر ہیں ان کی نسبت نہیں کہا جا سکتا کہ منزلِ مقصود کو پہنچ گئے یا چل رہے ہیں یاں راستے میں ہیں لہٰذا ان کو عبادت کی بھی ضرورت ہے۔

شیخ: (انتہا سے زیادہ از خود رفتہ ہو کے اور منہ میں کف بھر لا کے) اس پیکرِ خاکی کو شبہات ہی نے خراب کیا ہے۔ یہ برابر شک کرتا ہے اور اپنے شکوک میں بڑا ضدّی ہے۔ سُن اے حسین! امامِ قائمِ قیامت نے جو اپنے آپ کو بتایا کہ وہ اس عالمِ نور میں ہیں اور جزوِ عنصری سے باہر اس

کے یہی معنی تھے۔ گو بظاہر اُن کا جسد اس عالمِ مادّی میں نظر آتا ہے مگر دراصل وہ ان مادّیات سے دور سر وشبستان اعلیٰ میں ہیں اور اُن سے ملنے اور ان کے جوار میں رہنے کے یہی معنی ہیں کہ گویا انسان اِس تیرہ ظُلمت کدۂ ارض سے نکل کر لاہوتِ اکبر کے قریب جا پہنچا۔ پھر وہاں پہنچ جانے کے بعد عبادت کیسی؟

حُسین: بجا ہے۔ میرا شبہ دور ہو گیا۔ آپ کی تقریر سے ہمیشہ ایسے شکوک دُور ہو جاتے ہیں، اور یہی اطمینان حاصل کرنے کے لیے میں اپنے شبہوں کو بلا تأمّل آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

شیخ: خیر، تم اس امتحان میں بھی پورے اُترے ہو۔ اب تم کو امام علیہ السّلام کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ جاؤ اور ان کے احکام کی بلا عُذر اطاعت کرو۔ آج صفر کی ۲۰ ہے۔ رمضان کی ۲۷ کو عید قائمِ قیامت ہو گی۔ اس تاریخ کو میں بھی وہاں آؤں گا اور شیخ طورِ معنی بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اگر اتنے دنوں میں تم نے امام مقامِ قیامت پر اپنی عقیدت کیشی و اطاعت کا پُورا اثر ڈال دیا تو میں تمھاری سفارش کروں گا اور طورِ معنی بھی کریں گے۔ اور اسی وقت تم کو زمرّد سے ملنے میں کامیابی بھی حاصل ہو گی۔ مگر خیال رکھو کہ اُس اعلیٰ دربار میں انسان کے سر سے بہت سے تکلیفاتِ شرعیّہ اُٹھ جاتے ہیں۔ وہاں کی اطاعت و عبادت صرف اِنقیاد ہے۔ اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو پھر اس کا علاج نہ میرے پاس ہے نہ کسی اور شخص کے پاس۔ اس درگاہ کا راندہ مرُدودِ ازلی اور رحمتِ الٰہی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہے۔

حُسین: میں کسی حکم سے سر نہ پھیروں گا۔

شیخ: وہ ایسا مقام ہی نہیں جہاں تم اپنے دل کے شکوک کو اسی بے تکلفی سے ظاہر کرو جس طرح

میرے سامنے کرتے ہو۔

حُسین: کبھی کسی امر میں شک نہ کروں گا۔

شیخ: اگر اتنے مضبوط ہو تو کل صبح تم یہاں سے روانہ ہو کر الموٗت کی راہ لو۔ میں ایک خط لکھ دوں گا۔ اسے لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہونا اور جب تک وہاں سے یا مجھ سے کوئی حکم نہ ملے، اُس دربار کو نہ چھوڑنا۔

حُسین: ہرگز نہیں (یہ کہہ کے اس نے شیخ کے قدم چوم لیے)۔

دوسرے دن علی الصّباح وہ شیخ علی وجودی سے خطِ سفارشی لے کے رُخصت ہوا اور مشرق کی راہ لی۔ چند روز میں بغداد و اصفہان ہوتا ہوا علاقہ رُودبار میں پہنچا۔ اِس سفر میں وہ اپنے ہم مذہبوں کو دُوروں کے بوسوں کے نشان سے بے کچھ کہے سُنے پہچان لیا کرتا تھا، جو ہر شہر و قریہ میں ملتے تھے اور اس کے ساتھ نہایت ہی خلوص و عقیدت سے پیش آتے تھے۔ ویلم کے ایک گاؤں میں ایک باطنی شخص جو اپنی پیشانی کے نشان سے بتا رہا تھا کہ وہ بھی جنت الفردوس کی ہوا کھا آیا ہے، حسین کو نہایت ہی خلوص و پاک دلی سے اپنے گھر لے گیا اور کئی دن تک مہمان رکھا۔

اُس شخص کے گھر پر ایک صحبت میں کئی ایسے باطنی جمع ہوئے جن کو اسی دو سال کے اندر جنت کی ہوا کھلائی گئی تھی۔ لوگوں نے صحبت کو اغیار سے خالی اور اپنے ہم عقیدہ و ہم خیال لوگوں ہی پر محدود دیکھ کے باہر جنت کا تذکرہ شروع کیا۔ اثنائے کلام میں ایک شخص بولا ''مگر مجھے جنت میں بھی ایک تمنا رہ گئی۔''

دُوسرا: (حیرت سے) وہ کیا؟

پہلا: وہاں ایک ایسی دل فریب نازنین نظر آئی کہ دل بے اختیار ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن خدا

جانے کیا بات تھی کہ ہزار کوشش کی مگر اس آفتِ زمانہ حُور نے بات کا جواب تک نہ دیا۔

دُوسرا: واقعی تعجب کا مقام ہے۔ جنت میں تو ایسا نہ ہونا چاہیے۔ کسی حُور کی طرف تمھارے دل کا میلان ہو اور وہ التفات نہ کرے تو یقیناً سارا لُطف خاک میں مل جائے گا۔

یہ سن کر ایک تیسرا شخص بول اُٹھا ''حقیقت میں اس قسم کے بعض نقصانات وہاں انسان کو نظر آ جاتے ہیں۔ اس مسئلے کو میں نے شیخ کے سامنے بھی پیش کیا تھا جنھوں نے بہت آسانی سے میرا اطمینان کر دیا۔ اُنھوں نے بڑے جوش و خروش سے کہا تھا اور گویا اس وقت بھی میرے کان میں کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے مادّی پیکر کے ساتھ ہزار ہا کثافتیں اور دنائتیں لے کے تو اس عالمِ نور میں جاتے ہو اور پھر اُمید کرتے ہو کہ سرو شبستان کو اسی پاک و مجرّد حیثیت سے دیکھو جس طرح غیر مادّی آنکھیں دیکھتی ہیں، خود تمھارے نقصان اور تمھارے مادی عجز ہیں جو اس حیز نور کو معیوب دکھاتے ہیں۔

پہلا: اور وہاں میں نے یہ بھی سُنا تھا کہ اُس حُور میں ذاتاً نقصان موجود تھا، پھر تم کو اپنی مادّی آنکھوں سے اور زیادہ بدنما نظر آیا تھا۔

دُوسرا: بے شک۔ یہی سبب ہو گا۔ اول تو اُس حُور میں ذاتاً نقصان موجود تھا، پھر ہمیں اپنی مادّی آنکھوں سے اور زیادہ بدنما نظر آیا۔

حُسین: (کسی قدر تعلقِ خاطر سے) اور کچھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس حُور کا نام کیا تھا؟

پہلا: ہاں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس کا نام زمّرد ہے۔ اور میری حُور نے جس کے آغوش کا مزہ زندگی بھر نہ بھولے گا، یہ بھی بتایا کہ اُسے کسی خاکی پیکر سے اِس قدر تعلق ہے کہ جنت کی سیر کرنے والوں میں کسی کی طرف التفات نہیں کرتی۔

دوسرے دن حسین یہاں سے رخصت ہو کر آگے روانہ ہوا اور دو ہی چار روز میں قلعہ المُوت کے

پھاٹک پر کھڑا تھا۔

چھٹا باب

مردُودِ ازلی

قلعہ الموت کے پھاٹک پر حسین روکا گیا، اور چونکہ اندر داخل ہونے کا اجازت نامہ نہیں پیش کر سکا لہٰذا وہی خط جو شیخ علی وجودی نے لکھ دیا تھا۔ اس سے لے کے قعلہ دار کے پاس بھیجا گیا۔ پھر رُکن الدین خورشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا، جو اُن دنوں تمام باطنیین کا امام اور علی ذاکرۃ السّلام کا پوتا تھا۔ خورشاہ کا ہنوز اُٹھتا شباب تھا۔ مگر چونکہ اُن لوگوں کی عقیدت میں امام پیدا ہوتے ہی امام ہوتا ہے لہٰذا اُن کے تقدس و وجاہت میں نوعمری سے کوئی فرق نہیں ہونے پاتا۔ ان کے نزدیک اگر رتبۂ امامت حاصل ہو تو ایک چھ برس کا بچہ اور ساٹھ برس کا بوڑھا دونوں یکساں معصوم ہیں اور دونوں کے احکام یکساں طریقے سے واجبُ التعمیل ہیں۔ یہ سلطنت اور یہ مذہب دونوں حسن بن صباح کی بے نظیر کوششوں سے قائم ہوئے تھے جس کو اب ڈیڑھ سو برس گزر چکے تھے۔ اور باوجودیکہ دنیا میں بڑے بڑے انقلاب ہو گئے مگر اس خاندان کا وہی دور دورہ رہا۔ بعض دلیر اور اُولوالعزم حملہ آوروں نے دو ایک مرتبہ یہاں سیاسی قوت کو ضرر پہنچایا مگر بعض اثرات پہلے سے زیادہ ترقی پر ہیں اور الموت کا قلعہ اسی طرح مامون و محفوظ چلا آتا ہے جس پر مخالفت کے ساتھ کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔

مذہبی مقتدائی کا تاج تو یہاں کے تاجداروں کے سر پر ابتدا ہی سے تھا مگر علی ذاکرۃ السّلام کے عہد سے یہ لوگ اپنے آپ کو امام اور یادگارِ خاندانِ بنی فاطمہ بھی کہنے لگے۔ اس لیے کہ ذاکرۃ السّلام نے دعویٰ کیا کہ جب میں بچہ تھا تو نزارین مستنصر فاطمی کے پوتے سے مخفی طور پر بدل لیا گیا۔ اس وقت اِن لوگوں نے علانیہ امامت کا دعویٰ کر دیا اور اب اپنے آپ کو نورِ محض اور لاہُوت و ناسُوت کا

برزخ ظاہر کرتے ہیں۔ جو لوگ بادشاہ یا امام کے احکام بے عُذر، بے حُجت، آنکھیں بند کر کے، بجا لاتے ہیں اور جن کے خنجر سے سارا زمانہ کانپ رہا ہے، فدائی کہلاتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے کہ مُقتدا اور فرماں روا کے حکم پر جان دینا اور خودکشی ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ انھی فدائیوں کی وجہ سے جو رعب و ادب رُکن الدین خورشاہ کے دربار میں ہے، شاید اس عہد کے کسی بادشاہ کے دربار میں نہ نظر آتا ہوگا۔ یہاں کسی کی اتنی بھی مجال نہیں کہ بادشاہ کے سامنے بے ادبی و مخالفت کا خیال بھی دل میں لا سکے۔

شیخ علی وجودی کا خط دیکھتے ہی حسین کو باز یابی کی اجازت دی گئی۔ حسین نے سامنے جا کے جیسے ہی فرماں روائے الموت کی صورت دیکھی، دوڑ کے قدموں پر گر پڑا اور چلّایا:

''ہذا امامی! ہذا امامی'' رُکن الدّین اس کے اُٹھانے کے لیے جھکنے ہی کو تھا کہ اہلِ دربار میں سے بعض ممتاز لوگوں نے اسے اُٹھا کے کھڑا کیا اور کہا ''بے شک یہی امامِ زمانہ ہیں اور نورِ محض ہیں مگر ادب وصبر سے کام لو اور جو التجا ہو، پیش کرو۔''

خورشاہ: اے نوجوانِ آملی! تجھ میں کیا بات ہے کہ وادیِ ایمن تیری انتہا سے زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ وہ تیرے علم و فضل کے بھی مداح ہیں اور تیری بہادری و جاں بازی کے بھی۔

حسین: (ادب سے زمین چوم کر) صرف اسی سبب سے کہ میں نے اُن کی خدمت گزاری میں کوئی وقیقہ نہیں اُٹھا رکھا، اور کبھی اس بحرِ حقیقت کے حکم سے انحراف کرنے کی جرأت نہیں کی۔

خورشاہ: اور اب شیخ نے تجھے کس غرض سے یہاں بھیجا ہے؟

حسین: یا امامِ قائمِ قیامت! میں فردوس کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔

خورشاہ: (غور کر کے) ابھی تک تو اُن لمعاتِ انوارِ لم یزل سے یہی آواز آ رہی ہے کہ لیکن

ترانی۔

حُسین: یا امامِ قائمِ قیامت کی توجہ نے شفاعت کی تو ممکن نہیں کہ میری آرزو بر نہ آئے۔

خورشاہ: اے بُوالہوس پیکرِ خاکی! ابھی اس کے متعلق تجھے کسی قسم کی اُمید نہیں دلائی جا سکتی۔

یہ کہہ کے خورشاہ ایک اور شخص کی طرف متوجہ ہونے کو تھا کہ حُسین نے آبدیدہ ہو کے اور پُر درد اور مایوسی کی آواز میں کہا ''تو اس ادنیٰ جاں نثارِ بارگاہِ امامت کو اجازت ملے کہ اس آستانے پر ٹھہر کے اُس وقت کا انتظار کرے جب کہ یہ آرزو بَر آئے گی۔ آیندہ عیدِ قائمِ قیامت کے موقع پر وادیِ ایمن بھی یہاں تشریف لائیں گے اور کیا عجب کہ اُس دِن جب کہ قائمِ قیامت اور امام یک جا ہوں گے اور مخلوق کو خالق سے یا پرتو کو نُور سے زیادہ قُربت ہوگی، میری دُعا قبول ہو جائے۔

خورشاہ: اچھا ٹھہرو۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہاں کے امتحان زیادہ سخت ہیں۔

حُسین: میں ہر قسم کے امتحان دینے کو تیار ہوں۔

خورشاہ نے اس کے بعد دوسرے شخص کی طرف توجہ کی اور پوچھا ''دیدار کب آئے؟''

دیدار: (ہاتھ جوڑ کے) آج ہی صبح کو۔

خورشاہ: اور جس کام کے لیے گئے تھے، وہ پورا ہو گیا؟

دیدار: میرا خنجر کبھی خالی گیا ہے؟ اگرچہ مہم دشوار تھی مگر جنت کے شوق میں وہاں پہنچا اور امام کے حکم کو نہایت کامیابی سے پورا کیا۔

خورشاہ: ہاں، بیان کرو۔ تم نے چغتائی خان کو کیوں قتل کیا؟

دیدار: یا امامِ قائمِ قیامت! ترکستان میں اس جاں نثار کا نام متقی تھا۔ وہاں کی مختلف صحبتوں میں شریک ہو کے فدوی نے ایسی ہر دل عزیزی پیدا کی کہ منقوخان چغتائی خان کے بہادر بیٹے کے

دل میں مجھ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس نے مجھے بُلوا کے اپنے گھر میں رکھا اور کئی مہینے تک یہی حالت رہی کہ جب تک میں نہ ہوتا کسی بات میں اُس کا دل ہی نہ لگتا۔ اس نے مجھے اپنے باپ سے مِلایا۔ چغتائی خان بھی میری باتوں کا دیوانہ تھا۔ چند روز تک باپ بیٹوں کا میرے سوا کوئی انیس و جلیس نہ تھا۔ چغتائی خان اپنی ذات سے ایسا زبردست اور قوی ہیکل واقع ہوا تھا کہ اس پر حملہ کر کے کامیاب ہونا مجھے نہایت دشوار نظر آیا اور اس وجہ سے مجھے کئی مرتبہ موقع ملنے پر بھی جرأت نہ ہوئی۔ آخر ایک روز رات کو جب ہلاکو خان کسی بڑی مہم سے آیا تھا اور منقو خان اس سے ملنے گیا تھا، چغتائی خان مجھے تنہائی میں سوتا ہوا مل گیا۔ اس سے زیادہ مناسب موقع ملنے کی اُمید نہ ہوسکتی تھی۔ میں نے چپکے ہی چپکے پہلے اس کے ہاتھ پاؤں ایک رسّی سے باندھ دیے اور پھر اس پر چڑھ کے اس کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔ مگر مجھے حکم ہوا تھا کہ ان لوگوں کو بتا بھی دوں کہ چغتائی خان قتل کر دیا گیا۔ اِس غرض کے لیے اِن تمام حالات کو ایک خط میں لکھ کے میں نے پہلے ہی اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اب اُسی خط کو لے کے ہلاکو خان کی فرودگاہ کی طرف چلا۔ خوش نصیبی سے چغتائی خان کی بیٹی راستے میں مل گئی جو ہلاکو خان سے مل کے اپنے گھر کو آ رہی تھی۔ رات کے اندھیرے میں مَیں نے وہ خط اُس کے ہاتھ میں چپکے سے رکھ دیا اور بھاگ کے قریب کے جنگل میں چھپ رہا۔ دوسرے دن صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ قراقرم ماتم کدہ بنا ہوا ہے اور ہر شخص کو میری جستجو ہے۔ بعدہ، موقع پا کے میں نے ایک غار میں پناہ لی اور پورے آٹھ دن تک اسی میں چُھپا بیٹھا رہا۔ نویں دن جب میدان خالی نظر آیا تو اس غار سے نکل کے اِدھر کو روانہ ہوا۔ تین مہینے بعد اب آستان بوسی کو عزّت حاصل کر رہا ہوں۔

خورشاہ: بے شک، دیدار۔ تم نے بڑا کام کیا اور مستحق ہو کہ تمھیں آج ہی جنت کی سیر کرائی

جائے۔

یہ سُنتے ہی دیدار خورشاہ کے قدموں میں گر پڑا۔ خورشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے اُسے اُٹھایا اور ساتھ ہی لے جانے کو تھا کہ حسین نے از خود رفتگی کے جوش کے ساتھ کہا ''اے بے رحم بادشاہ! میں سب سے زیادہ جنت میں جانے کا آرزومند ہوں اگر یوں نہیں تو میرا امتحان لیا جائے۔ بتایا جائے کہ میں بھی کسی کو قتل کروں۔ آہ! زمّرد کے فراق میں صبر نہیں ہوسکتا۔

خورشاہ: ابھی نہ تمھارا امتحان لیا جاسکتا ہے اور نہ تم کو باغِ فردوس میں جانے کا کوئی استحقاق ہے۔

حُسین: (جوش وخروش سے) مجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں۔ میں نے امام نجم الدین نیشاپوری کے زندگی کا چراغ گُل کیا ہے۔ امام نصر بن احمد کو خون میں ہاتھ رنگ چکا ہوں۔ اب اس کے بعد بھی کوئی مجھ سے زیادہ مستحق ہوسکتا ہے؟ میں صرف اپنی بے صبری ہی کی وجہ سے مستحق نہیں بلکہ ایک مینونشین حُور بھی میرے لیے حیران و پریشان ہے۔

یہ گستاخانہ جُملہ سُنتے ہی سب چونک پڑے۔ بعض حسین پر حملہ کرنے کو جھپٹے۔ قریب تھا کہ اردگرد کے قوی ہیکل فدائی اس کی بوٹیاں اُڑا دیں کہ خورشاہ نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو روکا اور نہایت ہی متانت کے ساتھ حسین کا حال دیکھ کے بولا ''اس گستاخی اور بدتمیزی کی سزا میں تم سے کہا جاتا ہے کہ فوراً قلعے سے باہر نکل جاؤ۔ تم اس لائق نہیں کہ فردوسِ بریں کی پاک زمین تمھارے قدم سے ناپاک کی جائے۔ تمھاری سزا قتل تھی۔ چند ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے میں تمھارے قتل کو مُناسب نہیں خیال کرتا۔ مگر اب یہ نہیں ہوسکتا کہ تم اِس قلعے میں ایک گھڑی بھر کے لیے بھی ٹھہرنے پاؤ۔''

حسین کو فوراً اپنی گستاخی کا خیال آیا۔ ایک بے اختیاری کی شان سے وہ زمین پر گر پڑا اور عاجزی

کے لہجے میں رورو کے کہنے لگا ''یا امامَ قائمِ قیامت! میری خطا معاف ہو۔ میں جوشِ عشق میں بے اختیار و بے خود ہو گیا تھا''۔ لیکن بالکل شنوائی نہ ہوئی اور خورشاہ دیدار کو لیے ہوئے اپنے محل میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی لوگوں نے حسین کو زبردستی دھکے دے کے قعلے سے نکال دیا۔ اُس نے ہزار منّت سماجت کی مگر ایک پیش نہ کی گئی۔ بلکہ بعض لوگوں نے کہا کہ تم بڑے خوش نصیب تھے کہ صرف خارج البلَد کیے جاتے ہو ورنہ یہاں گستاخی کی سزا قتل ہے۔

حسین: پھر اب میں کیا کروں، اور کہاں جاؤں؟

لوگ: ہم نہیں جانتے۔ تمھیں اختیار ہے۔

حسین کی مایوسی کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی۔ صرف یہی نہ تھا کہ وہ زمّرد کے وصال سے مایوس ہو گیا ہو بلکہ اپنے آپ کو رحمتِ باری اور نجاتِ سرمدی سے بھی دور سمجھتا تھا۔ اس کے عقیدے میں تھا کہ جب میں اس درگاہ سے مردُود ہو گیا تو پھر کہیں ٹھکانا نہیں ملے گا۔ غرض الُموت کے باہر پہاڑوں میں روتا ہوا اور چٹانوں سے سر ٹکراتا تھا۔ دل میں آئی کہ اپنے شیخ علی وجودی کے پاس جا کے اُن سے معافی کی درخواست کرے مگر خیال کیا اس بارگاہِ امامت سے نکالے جانے کے بعد وہ بھی اپنے ہاں پناہ نہ دیں گے۔ خیال ہر طرف لے جاتا اور ہر طرف سے مایوسی کے آثار نظر آتے۔ آخر اُسے زمّرد کی نصیحت یاد آئی اور اس کے ساتھ ہی کوہِ اَلبرز کی گھاٹی اور زمّرد کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ یکایک آپ ہی کہہ اُٹھا ''تو مجھے وہاں چلنا چاہیے۔ پس اب میرے لیے وہاں کے سوا اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔'' مگر اس کے ساتھ ہی دل میں خیال گزرا کہ اب تو وہاں بھی مقدوری کی اُمید نہیں۔ جب اس نورستان اور سروِ شبستان سے میرے تعلقات مُطلقاً قطع کر دیے گئے تو وہ بھی مجھ سے ناخوش ہو گی۔ اور اگر بالفرض خوش بھی ہو اور وہ قدیم محبت اس کے دل میں باقی بھی ہو

تو یہ کیوں کر ممکن ہو گا کہ امام اور مُرشِد کے خلاف وہ مجھے کسی قسم کی مدد دے سکے۔ اب یہ بھی اُمید نظر نہیں آتی کہ پہلے کی طرح اور وعدے کے مطابق وہ مجھے کامیابی کا کوئی راستہ بتا سکے۔ یہ خیال کر کے وہ پُھوٹ پُھوٹ کے رونے لگا۔ بار بار دل میں آتی تھی کہ انھی پہاڑوں سے ٹکرا کے خود کشی کرے مگر اس میں اور زیادہ مایوسی کا یقین تھا۔ آخر اس نے دل میں یہی فیصلہ کیا چلو، زمّرد ہی کی قبر پر چل کے بیٹھوں۔ اگر دل کی اُلجھن زیادہ بڑھے گی تو اس حورِ وش کی قبر کو سینے سے لگالوں گا

۔

یہ فیصلہ کر کے وہ روتا اور سر دُھنتا ہوا پہلے قزوین گیا۔ پھر قزوین سے نکل کر کوہِ البرز کی اتنی پُرانی گھاٹی پر پہنچا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ اتنے انقلاب، اتنی سرگردانی کے بعد اب پھر وہ معشوقہ دلبر کی تُربت کا مجاوِر ہے۔ اسی طرح شب و روز عبادت و فاتحہ خوانی میں مصروف رہتا ہے۔ قبر کے پاس بیٹھ بیٹھ کے گھنٹوں زمّرد کے خیال سے باتیں کرتا ہے اور بار بار رو رو کے کہتا ہے ''اے مینو نشین نازنین! خدا کے لیے اپنی قبر کی طرف توجّہ کر اور دیکھ کہ میں کیسا حیران و پریشان ہوں۔ آہ! تیرے عشق اور تیرے فراق کی بے صبری نے دونوں جہان سے کھو دیا۔ نہ اِس دنیا ہی کے کام کا رہا اور نہ اُس عالم کے کام کا۔ او معشوقہ اور بارگاہِ لم یزل کی نازنین! میرے حالِ زار پر توجّہ کر۔ اس درگاہ میں میری شفاعت کر اور اپنی محبت کا صدقہ، مجھے اپنے وصل سے مایوس نہ رکھ۔''

یہی خیالات تھے جن کو وہ قبر کے سامنے ظاہر کرتا اور یہی دُعا تھی جو ہر وقت اُس کے لب پر تھی۔ آخر ایک دن اُس کی اُمید بَر آئی۔ صبح سویرے آنکھ کھول کر دیکھا تو قبر پر زمّرد کا خط رکھا ہوا تھا۔ ایک نہیں، بلکہ دو خط، جن میں سے ایک لفافے میں بند تھا اور دوسرا کھلا ہوا۔ حسین نے دونوں خطوں کو اُٹھا کے چُوما اور آنکھوں سے لگایا۔ پھر کُھلے خط کو پڑھنے لگا، جس میں مضمون حسبِ ذیل

تھا:

حسین تو نے بڑی غلطی کی ۔ امامِ قائمِ قیامت کی خدمت میں اور گستاخی! غنیمت ہے کہ تو بچ گیا۔ افسوس کہ میں اپنے دل کو تیری طرف سے نہیں پھیر سکتی ۔ چند روز کے لیے یہاں آ کر تُو مُجھے اور بے تاب کر گیا۔ اور اسی بے تابی کا نتیجہ ہے جو میں تجھے خط لکھ رہی ہوں ۔ افسوس! میں وہ کام کرنے پر آمادہ ہو گئی جو مجھے کرنا نہ چاہیے تھا۔ مگر مجبوری تھی ۔ جو بات ہونے والی تھی کیوں کر رُکتی ۔ خیر، اب تو مستعدی سے میری تدبیر پر کاربند ہو۔ مگر یہ سمجھ لے کہ یہ بہت ہی نازک کام ہے، جسے ضبط و تحمل سے انجام دینا چاہیے۔ اگر تو نے ذرا بھی میرے مشورے کے خلاف عمل کیا تو تجھے ضرر پہنچے گا اور پھر ہم کبھی نہ مل سکیں گے ۔ یہ آخری اور سخت تدبیر ہے اور اس کے عمل کے لانے پر میں اس وقت مجبور ہوئی ہوں جب یہ یقین ہو گیا کہ تیرے لیے اب اُمید اور آرزو کے سب دروازے بند ہو گئے ۔ یہ دوسرا خط تجھے اس خط جو کے ساتھ ملے گا اور بند ہے، اسی طرح بند رکھ۔ اس کو لے کے مشرق کی طرف روانہ ہو اور سیدھا شہرِ قراقرم میں جو کاشغر کے قریب ہے، پہنچ ۔ وہاں مُغلوں کی شاہی خاندان میں ایک ملکہ ہے، بلغان خاتون، اُس سے تنہائی میں ملنے کی کوشش کر اور میرا یہ خط اُسے دے دے ۔ اِس امر کی کوشش نہ کر کہ اس میں کیا لکھا ہے اور نہ اس امر کو بلغان خاتون سے پوچھنا۔ وہ تجھ سے جو سوال کرے، بس اس کا صحیح جواب دے دے اور ملکہ بلغان خاتون جس امر کا ارادہ کرے، اس میں اس کی پیروی کر۔ اگر وہ تیرے ساتھ آنا چاہے تو اُسے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہوں، ان سب کو میری قبر پر لا کر کے کھڑا کر دے ۔ بلغان خاتون غالباً تجھ سے اخلاق سے پیش آئے گی اور یقین ہے کہ اپنی قوم کے ایک لشکر کے ساتھ اِدھر آنے کا ارادہ کرے گی ۔ تُو خوشی سے اس کی رہبری کرنا اور منتظر رہ کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے ۔

تیری دلدادہ زمّرد۔

حسین یہ خط پڑھتے ہی فوراً قراقرم کی طرف چل کھڑا ہوا۔ راستے میں بار بار اُس کے دل میں آتا تھا کہ مجھے وہاں بھیجنے سے زمّرد کی کیا غرض ہے؟ مگر اُس کو وہ خود ہی مٹاتا اور کہتا کہ ان معاملات کے تجسّس سے زمّرد نے منع کیا ہے، تاہم ایک چیز کی اسے بڑی فکر تھی۔ وہ یہ کہ زمّرد نے ملکہ کو سوالوں کا سچ سچ جواب دینے کی ہدایت کی ہے اور میں ایسے کام کر چکا ہوں جن کے ظاہر کرنے میں ہر جگہ جان کا اندیشہ ہے۔ کیا یہ بتا دوں کہ میں نے امام نجم الدین نیشاپوری کے بے خطا وقصور قتل کیا؟ یا امام نصر بن احمد کی نماز پڑھنے میں جان لی؟ اور سب باتیں درکنار وہاں تو شاید اگر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مجھے فرقۂ باطنیہ سے کوئی تعلق ہے تو واجبُ القتل قرار دیا جاؤں گا۔ کئی مہینے جو منازلِ سفر طے کرنے میں صرف ہوئے، انھی خیالات اور اسی قسم کے تردداّت میں گزرے۔ آخر وہ چلتے چلتے ترکستان کی حدود میں داخل ہو گیا اور چند روز بعد خاص شہر قراقرم میں وارد ہُوا جو تاتاریوں کا پایۂ تخت تھا۔ قراقرم میں پہنچ کے بھی کئی مہینے گزر گئے مگر شہزادی بلغان خاتون تک رسائی نہ ہوئی جس کے حسن و جمال کے قصے سارے شہر میں مشہور تھے اور کہا جاتا تھا کہ اپنے باپ کے مارے جانے کے صدمے سے تمام لذائذِ دُنیوی سے علیحدہ ہو گئی ہے۔ آبادی سے باہر اس کا ایک باغ تھا جس میں ایک وسیع اور دلچسپ شکارگاہ بنی ہوئی تھی۔ مگر باپ کے غم نے ایسا پژمُردہ کر دیا تھا کہ اُس نے اب اس باغ میں آنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ ایک دن حسین وسطِ شہر میں کھڑا تھا کہ ناگہاں غُل ہوا "شہزادی بلغان خاتون آئی ہے۔" وہ سڑک کے کنارے ٹھہر گیا اور زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ ملکہ کئی سہیلیوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار آئی اور نکل گئی۔ حسین شاید جرأت کر کے اور جان پر کھیل کے ساتھ میں خط دے دیتا مگر زمّرد نے تاکید کی تھی کہ تنہائی میں دینا۔ مایوسی کی

صورت بنائے خاموشی کھڑا رہ گیا اور جب شہزادی نکل گئی تو دل میں کہنے لگا ''یہ تو مشکل نظر آتا ہے کہ اس ناز آفرین ملکہ کی خلوت گاہ تک رسائی ہو۔''

چند روز اور گزر گئے۔ اب سُنا گیا کہ شہزادی نے مدّت کے بعد باغ اور شکار گاہ میں جانے کا ارادہ کیا ہے۔ حسین کو اُمید پیدا ہوئی کہ غالباً وہاں موقع مل جائے گا۔ اسی خیال سے پہلے ہی جا کے شکار گاہ میں چُھپ رہا۔ وہاں بھی ملکہ بلغان خاتون آئی اور چپکے سے ہی چلی گئی۔ حسین کو موقع ملنا تھا نہ ملا۔ کئی دفعہ وہ ملکہ سے دوچار ہوا مگر ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی سہیلی ضرور موجود ہوتی تھی۔

جب حسین کو زیادہ مایوسی ہوئی تو آخر تدبیر یہ کی کہ نوکری کا اُمیدوار بن کے ملکہ کی ڈیوڑھی پر پہنچا اور ملازمت کی درخواست کی۔ اتنے دن قراقرم میں رہ کے اس نے چند ایسے دوست بھی پیدا کر لیے تھے جنھوں نے اس کی سفارش کی اور اُسے بہ دُشواری ملکہ کو داروغۂ اصطبل ہونے کی عزت حاصل ہو گئی۔ اس نوکری کے بعد بھی دو مہینے تک اُسے تنہائی میں ملنے کا موقع نہ ملا۔ آخر ایک مرتبہ صبح سویرے جب کے ملکہ اپنے بسترِ ناز سے اُٹھ کر غُسل خانے میں جا رہی تھی اور بالکل اکیلی تھی، وہ سامنے آ گیا اور جھک کر سلام کیا۔ بلغان خاتون حسین کو غیر معمولی طور پر سدِّ راہ دیکھ کے ٹھہر گئی اور پوچھا ''کیوں؟ کیا بات ہے؟''

حُسین: (زمین چوم کے) شہزادی کی خدمت میں ایک خط پہنچانا ہے، جس کو لیے ہوئے چھ مہینے سے قراقرم میں پھر رہا ہوں اور صرف اس وجہ سے کہ بغیر تنہائی کے مجھے اِس خط کے پیش کرنے کی اجازت نہ تھی، اتنی تاخیر ہوئی۔ اِسی غرض کے لیے مجبوراً میں نے شہزادی کی ملازمت اختیار کر لی۔ بڑی بڑی نامرادیوں کے بعد خوش نصیبی سے اس خط کے پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔'' یہ کہہ کہ اُس نے زمّرد کا خط نکال کر شہزادی کی طرف بڑھایا۔

شہزادی بلغان خاتون تاتاری عورتوں میں ہی نہیں، تاتاری رؤسا کے بھی خلاف ایک نہایت ہی شایستہ اور تعلیم یافتہ ملکہ تھی۔ وہ فارسی زبان میں بے تکلّف گفتگو کرتی تھی۔ اس قدر نہیں بلکہ شعرائے فارس کے کلام کی اچھی طرح داد دے سکتی تھی، اور مشکل اور بلیغ فارسی کو بوجہ احسن سمجھ لیتی تھی۔ خط کو ہاتھ میں لیتے ہی اس نے غور سے دیکھا، پھر لفافے کو سادہ پا کے تعجّب سے حسین کی صُورت دیکھی اور پُوچھا ''یہ خط کس نے بھیجا ہے؟''

حُسین: شہزادی کو پڑھنے کے بعد خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ مجھے صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ یہ خط کسی انسان کا نہیں بلکہ ایک حُور کی طرف سے ہے جس کا نشیمن اُس سروِ شبستان اعلیٰ اور حیّز نور میں ہے۔

بلغان خاتون نے یہ جواب سُن کے اور حیرت زدہ ہو کے حسین کی صُورت دیکھی اور پوچھا ''اگر فردوسِ بریں کی کسی حُور کا خط ہے تو تم کو کیوں کر ملا؟ اور تم سے اس کا کیا تعلق؟

حُسین: بس اتنا ہی تعلق ہے کہ اُس کی یاد میں سر دھنتا ہوں اور کبھی کبھی وہ کوئی خط کسی روحانی ذریعے سے میرے پاس پہنچا دیتی ہے۔

تاتاری شہزادی یہ جواب سُن کے اور متحیر ہوئی اور دیر تک حسین کو غور سے دیکھتی رہی۔ پھر دل میں سوچ کر بولی ''اچھا، اب اِس وقت تم جاؤ۔ اس خط کو اطمینان سے پڑھ کر میں تم کو بلاؤں گی۔''

حُسین: (سینے پر ادب سے ہاتھ رکھ کے) بہتر مگر اتنا خیال رہے کہ اس بارے میں جو کچھ دریافت فرمانا ہو، شہزادی اسی طرح تنہائی میں بُلا کے دریافت فرمائیں۔ میں اپنے راز کو کسی اور کے سامنے صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتا۔

بلغان خاتون: میں اکیلی ہی ملوں گی۔

یہ خط اور حسین کا بیان معمولی چیزیں نہ تھیں ۔شہزادی بلغان خاتون نہانا بھی بھول گئی اور حسین کے واپس جاتے ہی پھر اپنی خواب گاہ کی طرف پلٹ گئی ۔ تنہا بیٹھ کے خط کو کھولا اور نہایت توجّہ اور مستعدی سے پڑھنے لگی ۔

مضمون حسبِ ذیل تھا:

''او غمزدہ اور نیک دل شہزادی! تُو اپنے باپ کے غم میں مبتلا ہے جو باطنین کے فدائی دیدار کے ہاتھوں سے نہایت دغا بازی کے ساتھ قتل ہوا۔ مجھے تیرے رنج والم سے ہمدردی ہے ۔اسی لیے اپنے منصب کے خلاف تجھے خبر دیتی ہوں کہ دیدار یہاں قلعۂ الموت میں بیٹھا جنت کے مزے لوٹ رہا ہے۔اگر اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتی ہے، اگر دنیا کے پردے سے ایک بہت بڑا فتنہ دُور کرنا چاہتی ہے تو اِسی حسین کے ساتھ جو میرا خط لایا ہے اور جو جنت کی زیارت کے شوق میں عقل و ہوش بلکہ دین وایمان کھو چکا ہے، کوہِ البرز کی وادی میں میری تُربت پر آ کے پتھر کو اُلٹ ۔اس کے نیچے تو میرا دوسرا خط پائے گی جو تیری رہبری کرے گا اور تو اپنے باپ کے انتقام کے ساتھ ایک بڑے طلسم کو توڑ کے دنیا کا سب سے بڑا راز کھولے گی ۔اُس وقت تجھے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا اور ملاءِ اعلیٰ میں کتنا فرق ہے۔ حسین سے تو اس کے حالات پوچھ سکتی ہے جس سے تجھے معلوم ہو گا کہ اس کے دل پر فردوسِ بریں کا کتنا اثر ہے ۔ جہاں میں ہوں یہی جنت میں تجھے بے مِنّت دکھاؤں گی اور تیرا مجرم تیرے ہاتھ میں ہو گا۔لہٰذا آ اور جلدی آ ۔مگر خیال رہے کہ ۲۷ رمضان کی صبح کو میری تُربت پر موجود ہو۔ اِس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کافی تعداد میں ایک تاتاری لشکر تیرے قریب ہی موجود رہے لیکن میری قبر پر تجھے اپنے ساتھ میں چار آدمیوں سے زیادہ کو نہ لانا چاہیے۔مینو نشین زمّرد۔''

بلغان خاتون کے حق میں یہ خط کسی جادو یا تسخیر کے حکم سے کم اثر نہ رکھتا تھا، جس کو پڑھتے پڑھتے کبھی وہ انتہا سے زیادہ غضب ناک ہو جاتی اور کبھی خاص خیال سے اس کے دل کو یک گونہ تسکین ہو جاتی۔ مگر حیرت واستعجاب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس نے خط کو اوّل سے آخر تک کئی مرتبہ پڑھا اور کچھ سوچنے لگی۔ آخر بہت دیر کے لیے تردّد انتشا کے بعد اُس نے حسین کو اپنے سامنے بُلایا اور پوچھنے لگی ''تم جانتے ہو اِس خط میں کیا لکھا ہے''؟

حسین: نہیں۔ مجھے ایک لفظ کی بھی خبر نہیں۔

یہ جواب پا کر بلغان خاتون نے تجسّس کی نگاہ سے حسین کو گھور کے دیکھا اور پُوچھا ''تم مذاہبِ باطنیہ کے پابند ہو؟''

حسین: (ڈر کے) جی ہاں۔

بلغان خاتون: تم نے جنت کی سیر کی ہے؟

حسین: ایک بار دیکھا ہے اور دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے۔

بلغان خاتون: اچھا، تمھاری یہ ہوس پوری ہو جائے گی، مگر یہ بتاؤ، تمھارے شار فدائیوں میں ہے؟

حسین: البتہ۔

یہ جوب سُن کر بلغان خاتون پھر حسین کو گھور کے دیکھا اور پوچھا ''تم نے کتنے لوگوں کی جان لی ہے ''؟

حسین: صرف دو شخصوں کی۔ مگر بڑے بڑے شخص، جن کے قتل کرنے کا مجھے بھی افسوس ہے۔

بلغان خاتون: اُن پر خنجر چلاتے وقت تمھیں ترس نہ آیا؟

حسین: آیا تھا مگر مُرشد کے حکم سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔

بلغان خاتون: (تعجب سے) مُرشد کے حکم سے اتنے بڑے ارتکاب کر لینے میں تمھیں اپنے نیک وبد کا خیال نہیں آیا؟

حسین: نیک وبد ہمیں نظر ہی کب آتا ہے۔ ہم ہر چیز کے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور شیخ کی نگاہیں باطن پر، یا یوں کہنا چاہیے کہ اصلی حقیقت پر پڑتی ہیں۔

بلغان خاتون: اگر مُرشد گرنے کو کہے تو گر پڑو گے؟

حسین: بلا تامُّل! یہی ہمارا عقیدہ اور پہلی ریاضت ہے۔ مُرشد جس خوبی کو دیکھ کے حُکم دیتا ہے، اُس کے سامنے اس بُرائی یا مضرت کی کوئی ہستی ہی نہیں۔

بلغان خاتون: زمّرد کی تم سے کیوں کر مُفارقت ہوئی؟

حسین: میں منع کرتا رہا، اُس نے نہ مانا اور کوہِ البرز کی اس گھاٹی میں چلی گئی جہاں کبھی کبھی پریوں کا گزر رہتا ہے۔ ہمارے جاتے ہی پریاں بھی آ پہنچیں۔ انھوں نے آتے ہی اُسے مار ڈالا اور اُس کی وہاں قبر بنا دی جس پر مُدّتوں میں آہ وزاری کرتا رہا۔ شہادت نے زمرد کو فردوسِ بریں میں پہنچا دیا اور میں قبر پر پڑا موت کا منتظر تھا کہ زمرد نے فردوسِ بریں سے خط بھیج کے مجھے فرقۂ ناجیۂ باطنیہ میں داخل ہونے کی ہدایت کی اور اپنے پاس پہنچنے کا طریقہ بتایا، اُس کی ہدایتوں کے مطابق عمل کر کے میں ایک بار اُس کے دیدار سے شرف یاب ہو چکا ہوں۔ مگر افسوس پھر ملنے کی اُمید نہیں۔ اب دوبارہ کوشش اس کی زیارت کے لیے آپ کے ذریعے سے شروع ہوئی ہے مگر چونکہ مجھے کچھ پوچھنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا آپ کے سامنے میں اپنی کوئی آرزو پیش نہیں کر سکتا۔

بلغان خاتون کو حسین کی اس سادہ مزاجی پر حیرت ہوئی۔ وہ کسی قدر مسکرائی اور کہا:

"بے شک میں اپنی آرزو میں بامراد ہوں گی اور تمھاری تمنّا بَر آئے گی۔ لیکن مجھے بھی اُس مقام

تک پہنچادو جہاں زمّرد کی قبر ہے اور جس جگہ تم کہتے ہو کہ وہاں پریوں کا نشیمن ہے"۔

حسین: اس امر کا تو مجھے حکم ہو چکا ہے۔ شہزادی جب تشریف لیں چلیں، یہ غلام ہمرکاب ہوگا۔

بلغان خاتون: حسین اگر میں کسی کو قتل کرنے کا کہوں تو تم اسے قتل کر ڈالو گے؟

حسین: بے شک، بشرطیکہ اسے قتل کرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔

بلغان خاتون: یہ قید تم مُرشد سے بھی لگاتے ہو؟

حسین: نہیں۔ مُرشِد کے تعلقات مُرید کے ساتھ اور قسم کے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں مُرید کو ایک بے جان آلے کی طرح رہنا چاہیے۔

بلغان خاتون: خیر، اب تو میں سفر کا سامان کرتی ہوں۔ تم بھی تیار رہو۔

یہ کہہ کے شہزادی نے حسین کو رخصت کیا اور خود حمام میں گئی۔ مگر اُس کی حیرت کسی طرح کم ہونے کو نہ آتی تھی۔ لوگ اُس کے مزاج میں کوئی غیر معمولی تغیر پاتے تھے جس کے متعلق ہر شخص سوال کرتا مگر وہ خاموش رہتی۔

دوسرے دن اُس نے علی الصبّاح ایک سانڈنی سوار کو خط دیکر کسی طرف روانہ کیا اور خود بھی روانگی کا سامان کرنے لگی۔ مگر اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ اپنے ابنِ عم اور شہنشاہِ تُرکستان منقو خان سے اجازت حاصل کرے جس کے لیے وہ ایک تردّد میں تھی۔

ساتواں باب

بلغان خاتون کا سفر

جس روز حسین نے اپنی مینونشین معشوقہ زمّرد کا خط بلغان خاتون کو پہنچایا ہے، اُس کے ایک ہفتے کے بعد صبح کے وقت تا تاری شہزادی اپنے بھائی منقو خان کے پاس گئی۔ منقو خان کے دربار میں اُس وقت خاندانِ تا تاری کے کئی معزّز روٗسا موجود تھے جن کے سامنے وہ کہتے ہوئے جھجکی اور دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ اُس کو چُپ دیکھ کے منقو خان نے کہا "یہ غیر معمولی سکوت کیسا؟"

ایک درباری: شہزادی اپنے والد کے غم کو آج تک نہیں بھُولیں۔

منقو خان: ہاں، بلغان! اب تو اس غم کو چھوڑ دو۔ اتنے دنوں تک غم والم میں مبتلا رہنا ہماری قومی شجاعت کے خلاف ہے۔

بلغان خاتون: آہ بھائی! یہ غم بھول سکتا ہے؟ (تھوڑے سکوت کے بعد) خیر۔ اب باتیں تو ہوتی رہیں گی، اس وقت میں ایک ضروری کام کو آئی ہوں۔

منقو خان: وہ کیا؟

بلغان خاتون: بھائی! آپ نے تو بہت سی مُہمیں سر کیں مگر اب ارادہ ہے کی ایک مُہم کو میں خاص اہتمام کے ساتھ اپنے ہاتھ سے انجام دوں۔

اِس جُملے کو سُنتے ہی سب لوگ حیرت میں آ گئے۔ منقو خان نے اُسے گھور کے دیکھا اور پوچھا " بہن! خیر تو ہے؟ کیسی مُہم! کیا میرے اسلحہ نے جواب دے دیا ہے؟ فقط تمھارے کہہ دینے کی ضرورت ہے۔ جس ملک یا جس قوم کو کہو' میرے جانے کی بھی ضرورت نہیں' ہمارے بہادُر سپاہی جائیں گے اور ایک آن میں تہ وبالا کر دیں گے۔

بلغان خاتون: یہ صحیح ہے، مگر میں چاہتی ہوں کہ اس کام کو خاص اپنے ہاتھ سے انجام دوں۔

منقو خان: آخر کون سا کام ہے، اور کس پر فوج کشی کا ارادہ ہے؟

اِسکے جواب میں بلغان خاتون نے زمّرد کا خط اُسکے سامنے رکھ دیا اور کہا ''پہلے اسے پڑھ لیجیے، پھر پوچھیے گا۔'' منقو خان نے خط کو اوّل سے آخر تک پڑھا لیکن ختم کرنے سے پہلے ہی اُس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اُس نے غضب آلود چشم اور زخم شدہ ہونٹوں سے خط کو تمام کر کے غصّے سے پھینک دیا اور کہا ''مطمئن رہو۔ میں کل ہی ہلاکو خان کو لکھتا ہوں۔''

بلغان خاتون: نہیں۔ یہ میرا کام ہے۔

منقو خان: تم جا کے کیا کرو گی! جنگ و پیکار تُمھارا کام نہیں۔

بلغان خاتون: اسی خیال کو میں دنیا سے مٹا کے ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ عورتیں بھی ویسی ہی بہادر ہیں جیسے مرد۔ اگر موقع دیا جائے تو کسی امر میں مردوں سے کم نہیں رہیں گی۔ اور ابھی تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہاں لڑنے کی ضرورت ہو گی یا نہیں۔

منقو خان: بے شک ہو گی۔ بغیر اس کے کامیابی ممکن نہیں۔ باقی رہی عورتوں کی شجاعت، میں تسلیم کرتا ہوں کہ عورتوں کی حکومت مردوں سے بڑی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے تاجدار اور بڑے بڑے صف شکن جو عالم کے تخت اُلٹ دیتے اور ساری دنیا کے بہادروں کے دست و بازو تھکا دیتے ہیں، ان پر بھی جو حکومت کرتا ہے، وہ عورت ہے۔ مگر عورت کے اسلحہ دوسرے ہیں۔ وہ تیر اور خدنگ، شمشیر و خنجر سے نہیں لڑتی بلکہ اپنے حریفوں پر تیر

بلغان خاتون نے اس جواب پر شرمندہ ہو کے سر جھکا لیا۔ مگر نیچی نظروں میں اس نے پھر متانت پیدا کی اور کہا ''بھائی! ایسا نہ سمجھیں۔ میں اسی طرح بہادری اور جان بازی سے مقابلہ کروں گی جس

طرح کسی بہادُر تاتاری لڑکی کو کرنا چاہیے۔

منقو خان: یہ میں جانتا ہوں مگر جس وقت تک ہم لوگ زندہ موجود ہیں تم سی نازنین کو میدانِ جنگ میں قدم رکھنے کی زحمت نہیں دی جاسکتی۔ اور آخر تمھارے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

بلغان خاتون: یہ صرف میرا کام ہے اور اپنے فرض سے میں آپ ہی سُبک دوش ہونا چاہتی ہوں۔

منقو خان: خیر ایسا ہی شوق ہے تو چلو۔ مگر میں بھی ساتھ چلوں گا۔ یہ مجھ سے گوارا نہیں ہو سکتا کہ خاندانِ مغلیہ کی ایک معزّز شہزادی اپنے نامور عزیزوں کے ہوتے ہوئے تنِ تنہا میدانِ کار زار میں قدم رکھے۔

بلغان خاتون: مگر بھائی! وہاں کسی لڑائی کی اُمید نہیں۔ ہمارے چند سپاہی بھی ہوں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔

منقو خان: یہ نہ سمجھو۔ جو لوگ سردار کے ایک ادنیٰ اشارے پر جان دینے کو تیار ہو جائیں، اُن سے ڈرنا چاہیے۔

بلغان خاتون: مگر تاتاریوں کا رُعب آج کل دلوں پر اس قدر بیٹھا ہوا ہے کہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ لوگ بے لڑے ہتھیار رکھ دیں گے۔

منقو خان: بے شک ہمارا ایسا ہی رُعب ہے۔ مگر پھر بھی ایک قدیم اور ڈیڑھ سو برس کے شاہی و مذہبی خاندان کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دینا آسان کام نہیں۔

منقو خان دیر تک اِصرار کرتا رہا۔ جب شہزادی بلغان خاتون نے اس کی شرکت کسی طرح گوارا نہ کی اور دیکھا کہ بھائی منظور نہیں کرتا تو جھک کے اُس کے کان میں کچھ کہا جسے سُن کے وہ تھوڑی دیر تک غور کرتا رہا اور آخر بڑی دیر کی بحث و تکرار کے بعد یہ قرار پایا کہ اُولُو العزم و بہادُر تاتاری شہزادی

پانچ سو سوار ساتھ لے کے روانہ ہو جائے۔ بلغان خاتون واپسی کے لیے اُٹھتے اُٹھتے بیٹھ گئی اور خط کو دوبارہ بھائی کے سامنے پیش کر کے بولی:

"مگر ذرا دیکھ کے یہ بھی بتلا دیجیے کہ مجھے کب یہاں سے روانہ ہونا چاہیے؟ زمّرد نے کس تاریخ کو بُلایا ہے؟"

منقو خان: (خط کو پڑھ کے) رمضان کی ۲۷ تاریخ۔

بلغان خاتون: خدا جانے اِس تاریخ کے معین کرنے سے کیا غرض ہے۔تو پھر مجھے کوچ کر دینا چاہیے۔

منقو خان: اِس میں کوئی بات ضرور ہے اور میری سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا کہ اُس گھاٹی میں پہنچنے کے بعد تمھیں کیا پیش آئے۔ ممکن ہے کہ اُس عورت نے جو اپنے کو حور بتاتی ہے،فریب کیا ہو؟

بلغان خاتون: اس کی تحریر اور اس کی بے تکلفانہ دعوت سے مجھے فریب کی اُمید نہیں۔ باوجود اس کے محض اسی خیال سے میں نے تھوڑے سے سپاہی ساتھ لے جانے کا ارادہ کرلیا ہے۔اور آپ تو جانتے ہیں کہ اپنی حفاظت کا میں نے پورا بندوبست کرلیا ہے۔ہاں، تو زمّرد نے رمضان کی ۲۷ کو بُلایا ہے اور آج کون تاریخ ہے؟

منقو خان: جمادی الاوّل کی ۲۰۔قریب قریب چار مہینے سے کم کا نہیں۔اگر جلدی پہنچ گئیں تو راستے میں کسی جگہ ٹھہر جانا مگر جانا ہے تو کل ہی کوچ کر دینا چاہیے۔

اِس کے بعد منقو خان کچھ آپ ہی سوچ کر بولا "ہاں خوب یاد آیا۔ بلغان خاتون' ایک دو دن اور ٹھہر جاؤ۔آج سے چوتھے دن ہلاکو خان کی کمک کو چالیس ہزار سپاہیوں کا بڑا بھاری لشکر جانے والا ہے جس کو طُوبُلی خان لے جائے گا۔اُس کے ساتھ تم بھی ہو لینا۔ یہ لوگ بھی اُس طرف جائیں

گے جدھر تم جاتی ہو۔ بلکہ انھیں تم سے آگے جانا ہے۔ ہلاکو خان ویلم کے تخت پر قبضہ کر چکا ہے۔ فی الحال اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس فوج کے پہنچنے کے بعد وہ ارض عراق کا عزم کرے گا، اور ارادہ ہے کہ خلیفہ بغداد کو بھی اُس کی سرتابیوں اور غرور کی سزا دی جائے۔

بلغان خاتون: ایک دن کی بات ہے تو میں ٹھہر جاؤں گی۔

اِن تمام اُمور کا تصفیہ کر کے بلغان خاتون اپنے مکان پر واپس آئی اور حسین کو بُلا کے کہہ دیا'' پرسوں کُوچ ہے۔ تیار رہنا۔'' حسین نے سینے پر ہاتھ رکھ کے اور ادب سے سر جھکا کے جواب دیا ''مجھے تو جس وقت حکم ہو، حاضر ہوں۔''

دوسرے روز منقو خان کا بیٹا طُوبی خان بھی کوچ کا سامان کرنے لگا اور اس کے ساتھ کے لیے چالیس ہزار جوانوں کو تیاری کا حکم دیا گیا۔ آخری رات سپاہ نے عجیب ذوق وشوق اور بڑی دھوم دھام میں بسر کی۔ قراقرم کے در و دیوار سے جوش وخروش نمایاں تھا۔ ہر طرف ایک چہل پہل تھی۔ لوگ اِدھر اُدھر دوڑے پھرتے تھے۔ جو اپنے گھروں اور خیموں میں تھے، وہ خوشی خوشی اسلحہ بھی دُرست کرتے جاتے تھے اور عزیزوں، بیوی بچوں سے بھی رخصت ہوتے جاتے تھے۔ صبح سویرے ہی کوچ کا طبل بجا اور تاتاریوں کے غول اپنے اپنے نشانوں اور بیروں کے نیچے جوشِ مسّرت میں کودتے۔ اپنے قومی گیتوں کو گاتے اور شور کرتے ہوئے بڑھے۔

یہ فوج مختلف حصوں میں تقسیم ہو کے روانہ ہوئی۔ ہراول کے پانچ ہزار جوان آگے بڑھ گئے۔ پھر جاں نثاروں کی پانچ پانچ ہزار ٹکڑیاں داہنے بائیں پھیل گئیں۔ پانچ ہزار کا ایک گروہ پیچھے غول میں رہا اور درمیان یا قلب میں پورے ۲۰ ہزار ترک جدا جدا فوجوں اور پرچموں میں بٹے ہوئے آگے پیچھے روانہ ہوئے، جن کے بیچ میں طُوبی خان اور بلغان خاتون دو مضبوط گٹھے ہوئے ترکی گھوڑوں

پر سوار تھے ۔تا تاری کمانیں اور نیزے چاروں طرف حلقہ کیے ہوئے تھے اور ہر چہار طرف سے جوش ولولے کی صدائیں اور فتح ونصرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے ۔تا تاریوں کا یہ طوفان ایک ٹڈی دَل کی طرح راستے کی تمام چیزوں کو خراب کرتا چلا جاتا ہے جو گاؤں نظر آتا، آدمیوں سے خالی ملتا۔ اس لیے کہ ان بے رحم و جری لُٹیروں کی آمد کی خبر سُنتے ہی لوگ اپنے اپنے گھر چھوڑ کے بھاگ جاتے اور اُن کے ویران اور غیر آباد مکانوں میں آگ لگا دی جاتی ۔ یہ لوگ جُوں جُوں آگے بڑھتے ،شہر اور گاؤں مسمار و مُنہدم اور جل جل کر خاک سیاہ ہوتے جاتے ۔رعایا میں سے مرد، عورت، بوڑھا، بچہ جو شخص ملتا، انسان کا شکار کھیلنے والے وحشیوں کے ہاتھ سے قتل ہوتا ۔ یہ لوگ تمام علاقے میں خلقِ خدا کو تباہ کرتے ہوئے بحرِ خزر کے کنارے کنارے چلے اور مازندران میں پہنچے ۔پھر اُن کے گاؤں تاخت و تاراج کر کے آذر بائیجان کی طرف نکل گئے ۔اس لیے کہ ہلاکو خان کے اسی طرف ہونے کی خبر تھی کیونکہ وہ سلطانِ ویلم کے تعاقب میں شمال کی طرف بڑھ گیا تھا

۔

مگر بلغان خاتون اپنے ساتھ کے پانچ سو سواروں کے ساتھ جبلِ طالقان کے دامن میں نہر ویر نجان کے قریب خیمہ زن ہو گئی (عین اسی مقام پر جہاں اس ناول کی ابتدا میں ہم نے زمّرد اور حُسین کو پایا تھا۔)

جس وقت یہ پانچ سو تاتاری اُس سرزمین پر پہنچے ہیں، رمضان کی ۱۸ تاریخ تھی ۔مجبوراً چند روز اسی جگہ فروکش رہنا پڑا، جس سے زیادہ کوئی مصیبت تاتاری لشکر کے لیے نہیں ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کا معمول تھا کہ جب تک لُوٹتے مارتے رہتے، اسی وقت تک اچھے اور خوشحال رہتے اور جہاں کسی جگہ قیام ہو گیا، محض اس وجہ سے کہ نئے شہر اور قصبے اُن کو نہ ملتے، فاقے کرنے لگتے ۔یہاں بھی یہی

مجبوری تھی۔ سب نے انتظار کر کے دن فقر و فاقے سے بسر کیے۔ نویں دن ٹھیک ۲۷ تاریخ تھی۔ بلغان خاتون صبح ہی سے کسی انتظار میں تھی اور جُوں جُوں دیر ہوتی، اُس کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ آخر جب اس نے دیکھا کہ وقت نکلا جاتا ہے تو پس و پیش کے بعد تین فوجی جوانوں کو ساتھ لے کے چل کھڑی ہوئی۔ حسین اُس کا رہبر ہوا۔ باقی تمام ہمراہی وہیں چھوڑ دیے گئے۔ حسین اور تاتاری شہزادی سڑک چھوڑ کے نہر ویرنجان کے کنارے کنارے چلے اور بدقت و دشواری گھاٹیوں اور جنگلوں سے گُزر کے اُس مَرغزار میں جا پہنچے۔ حسین نے زمّرد کی قبر پر جا کے فاتحہ خوانی کی اور کہا ''یہی پتھر ہیں جن کے نیچے میری زمّرد کا پیکرِ عنصری آرام کر رہا ہے۔''

بلغان خاتون نے زمّرد کا خط نکال کر پھر پڑھا اور زمّرد کی ہدایت کے موافق قبر کے پتھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے ہٹانے لگی۔ چار پانچ پتھر ہی ہٹے ہوں گے کہ حسبِ وعدہ زمّرد کا دوسرا خط مل گیا جسے کھول کے اُس نے چپکے چپکے پڑھا اور ذرا متردّد ہو کے سامنے کی طرف نظر بڑھا بڑھا کے دیکھنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد کچھ سوچا اور اپنے ایک ہمراہی کے کان میں کچھ کہنے کو جھکی۔ تاتاری سپاہی شہزادی کا راز سُنتے ہی واپس روانہ ہوا اور وہ خود حسین کی طرف دیکھ کے بولی ''چلو۔''

حسین: کہاں؟

بلغان خاتون: جہاں میں لے چلوں۔

اتنا کہتے ہی دونوں باقی ماندہ سپاہیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور چل کھڑی ہوئی۔ حسین کی کیا مجالِ انکار تھی۔ بے عُذر ساتھ ہو لیا۔

بلغان خاتون اس وادی کے شمالی کونے کی طرف چلی۔ اُسی طرف جدھر سے حسین نے کبھی پریوں کو آتے دیکھا تھا۔ جاتے جاتے تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ ایک سرسبز پہاڑ کے دامن میں پہنچی اور گو

اُس طرف کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا مگر وہ برابر بڑھتی چلی جاتی تھی۔ حسین تو ایک عقیدت کیش مُرید کی شان سے بے عذر اطاعت کر رہا تھا مگر ہمراہی سپاہیوں کو حیرت تھی کہ شہزادی انھیں کہاں لیے جا رہی ہے۔ بلکہ ایک نے بڑھ کے ادب سے پوچھا بھی کہ ادھر تو راستہ نہیں ہے۔ جس کے جواب میں بلغان خاتون نے کہا کہ تم کچھ بولو چالو نہیں۔ خاموشی سے چلے آؤ۔ پہاڑ کی جڑ میں پہنچ کے وہ ایک تیرہ و تار غار میں گھس گئی اور ساتھیوں سے کہا ''اس طرح چلو کہ کسی کو آہٹ معلوم نہ ہو۔'' شہزادی کے حکم کے مطابق سب لوگ جہاں تک ممکن تھا، آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے چلے۔ غار کے اندر بالکل اندھیرا تھا۔ سب ہاتھوں سے ٹٹولتے اور دونوں طرف کے ٹکروں سے بچتے جاتے تھے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد دور کچھ روشنی نظر آئی جس کی نسبت معلوم ہوا کہ غار کے اس طرف کا دہانہ ہے۔ آخر بلغان خاتون اس غار سے باہر نکلی۔ مگر جب غار سے نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مقام بھی وحشت ناک ہے اس لیے کہ یہاں بہت ہی گھنا جنگل تھا جس کے درخت اس طرح ملے ہوئے تھے کہ آفتاب کی روشنی بہ مشکل زمین تک پہنچ سکتی تھی۔

شہزادی اس جنگل میں پہنچتے ہی بائیں ہاتھ کی طرف مُڑ گئی۔ اب اس کا رُخ مغرب کی طرف تھا۔ وہ درختوں میں پھنستی اور کانٹوں میں الجھتی برابر آگے چلی جاتی تھی۔ ساتھ والے اِس دشوار گزار راستے کو دیکھ کے گھبرا گئے تھے اور دل میں حیران تھے۔ آخر یہ جنگل یکایک ایک پہاڑ کے پاس ختم ہو گیا۔ یہاں پہنچ کے شہزادی پھر داہنے ہاتھ کی طرف مڑی اور پہاڑ کے دامن ہی دامن میں دور تک چلی گئی۔ ایک مقام پر پہنچ کے اسے نظر آیا کہ جیسے کسی ناگہانی صدمے کے باعث پہاڑ پھٹ گیا ہے اور درمیان میں ایک بہت ہی تنگ اور لمبی گلی پیدا ہو گئی ہے جس سے ایک سے زیادہ آدمیوں کا گزر نہیں ہو سکتا۔

بلغان خاتون نے اُس گلی کو غور سے دیکھا، چاروں طرف نظر دوڑائی اور جیسے دل ہی دل میں کچھ مطمئن ہو کے اُس گلی کے اندر گھُسی۔ اندر جانے سے پہلے اُس نے ایک اور ہمراہی سپاہی کے کان کی طرف جُھک کے کچھ کہا جس کے ساتھ ہی وہ واپس چلا گیا۔ اب شہزادی حسین اور باقی ماندہ ایک جوان کو ساتھ لے کے گلی میں داخل ہوئی۔ گلی کے اندر ایک مقام پر ایک کھڑکی ملی جسے شہزادی نے کھول کے دیکھا تو کپڑوں کا ایک زنانہ جوڑا تھا اور دو مردانے جوڑے جو بالکل دہقانوں اور گائے بھینس پالنے والوں کی وضع کے تھے۔ شہزادی نے دونوں جوڑے حسین اور دوسرے ساتھی کو دے کے کہا ''اپنے کپڑے اُتار کے یہاں رکھ دو اور یہ کپڑے پہن لو۔'' یہ کہہ کر وہ خود بھی زنانہ جوڑا پہننے لگی۔ جب سب کپڑے پہن چکے تو گو یہاں اندھیرا تھا، حسین شہزادی کی وضع و لباس کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

بلغان خاتون: کیوں حسین! تعجب کس بات کا ہے؟

حُسین: کیا عرض کروں۔ یہ لباس پہن کے تو آپ دنیاوی شہزادی نہیں آسمانی حُور معلوم ہوتی ہیں۔

بلغان خاتون یہ بات سُن کے مسکرائی اور بولی ''بس چپکے چپکے چلے آؤ۔'' اور آگے روانہ ہوئی۔ یکایک معلوم ہوا کہ آڑی چٹان نے راستہ بند کر دیا ہے۔ بلغان خاتون نے جب مڑ کے دیکھا تو نیچے ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا جس میں سے ایک آدمی مشکل سے سمٹ سمٹا کے نکل سکتا ہے۔ وہ اُسی سُوراخ سے نکلی اور ہمراہیوں کو بھی نکلنے کا حکم دیا۔ اِس دُشواری کو جھیل کے شہزادی آگے بڑھی، لیکن بظاہر ایک بہت بڑی مشکل نظر آئی۔ وہ یہ کہ آگے ایک زبردست فولادی دروازہ تھا جو دوسری طرف سے بند تھا۔ مگر بلغان خاتون نے دروازے کے داہنے بازو کے برابر سے ایک

پتّھر نکالا، جس کے ہٹتے ہی روشن دان سا ہو گیا۔ اس روشن دان میں ہاتھ ڈال کے اُس نے دروازے کی کنڈی کھولی۔ جو اندر سے بند تھی۔ اس کے بعد تاتاری سپاہی اور حسین کی زور آوری سے فولادی پٹ اندر کی طرف ہٹ آیا اور جانے کا راستہ بن گیا۔

اس دروازے سے نکلتے ہی بلغان خاتون نے حیرت سے دیکھا کہ عجب فرحت بخش روح افزا چمن لگے ہوئے ہیں۔ پھولوں کی بہار اور طیور کی نغمہ سنجیاں دیکھتے ہی بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا ''واہ!'' مگر حسین جو اس مقام کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے حیرت سے دیکھ رہا تھا شہزادی کی زبان سے یہ لفظ سُن کے بولا ''مجھے تو یہ فردوسِ بریں معلوم ہوتا ہے۔ مگر کیوں کر کہوں۔''

بلغان خاتون: اب میں تمھیں حُور نظر آتی ہوں تو ضرور ہے کہ یہ باغ جنت ہے۔ مگر ذرا غور سے دیکھو۔

کیا یہی وہ فردوسِ بریں ہے جس کی تم سیر کر چکے ہو؟ (یہ کہہ کے شہزادی مسکرائی۔)

حُسین: بعینہٖ وہی مقام معلوم ہوتا ہے۔ خداوندا! میں خواب دیکھتا ہوں یا بیدار ہوں! اور دیکھیے طیور کے نغموں سے بھی وہی آواز نکلتی ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیکُم طِبْتُم فَادخُلُوھا خالِدِین۔

بلغان خاتون: اس کے کیا معنی؟

حُسین: اللہ جلّ شانہٗ، نے قرآنِ پاک میں وعدہ کیا ہے کہ جنت میں لوگوں کا خیر مقدم ادا کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر سلام ہو۔ پاک ہو گئے تم لوگ۔ لہٰذا ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حسین نے زبان سے تو یہ جواب دے دیا مگر اُس کے دل و دماغ اور اس کی آنکھوں پر ساعت

بساعت زیادہ حیرت مستولی ہوتی جاتی تھی۔ وہ ہر چیز کو گھبرا گھبرا کے دیکھتا اور بار بار کہہ اُٹھتا "یا تو میں آسمان پر پہنچ گیا ہوں یا فردوسِ بریں نیچے اُتر آیا ہے۔ یہ تو بعنیہٖ وہی باغ ہے جس میں زمّرد کے ساتھ سیر کرتا پھرتا تھا۔"

بلغان خاتون: فردوسِ بریں میں تم پہنچ گئے۔ اب مطمئن رہو۔ زمّرد سے بھی ملوا دوں گی۔

حسین کو جنت میں پہنچ جانے کا یقین ہو گیا تھا۔ شہزادی کی زبان سے یہ فقرہ سنتے ہی اُس کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا:

"آپ نے اِس راہ میں میری رہبری کی ہے۔ مجھے اب شیخ علی وجودی سے بھی دستگیری کی اُمید نہ تھی۔ آپ کا یہ احسان ہمیشہ میرے لوحِ دل پر نقش رہے گا۔"

بلغان خاتون: (حسین کو زمین سے اُٹھا کے) ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔ زمّرد سے ملنے کے لیے شرط ہے کہ چپکے سے ساتھ ساتھ چلے چلو۔ ایسا اضطراب کرو گے تو کام بگڑ جائے گا۔ یہ کہہ کے شہزادی نے پھر زمّرد کا خط نکال کے پڑھا اور دونوں ہمراہیوں کو ساتھ لیے ہوئے ایک جانب چل کھڑی ہوئی۔ چند منٹ میں وہ قصروں اور کوشکوں کے قریب تھی۔

حسین اِس نظر فریب منظر کو کھڑا نہایت ہی حیرانی و از خود رفتگی کی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ناگہاں ایک حسین و نازنین عورت شہزادی کے سامنے آئی اور اُس کے پاؤں چومنے کو جھکی۔

بلغان خاتون: تم کون ہو؟ (مگر اس کے ساتھ ہی حسین کی نظر اس پر جا پڑی۔ ایک بے اختیاری و خود فراموشی کے جوش میں اس کی زبان سے نکلا "زمّرد!" اور دوڑ کے اُس سے لپٹ گیا۔)

زمُرّد: (حسین کو علیحدہ کر کے) ذرا صبر سے کام لو پہلے مجھے شہزادی کے سامنے اپنی احسان مندی ظاہر کرنے دو۔

بلغان خاتون: تو تم ہی زمّرد ہو۔ (یہ کہہ کہ اُس نے زمّرد کو گلے سے لگالیا اور بولی) ''بہن، میرا کیا احسان ہے۔ ہاں، تمھاری البتّہ انتہا سے زیادہ شکر گزار ہوں۔ اگر تم مدد نہ کرتیں تو مجھے غم والم سے نجات نہ ملتی۔

زمّرد: (مسکرا کے کسی قدر ندامت سے) مگر شہزادی، اِس میں میری خودغرضی بھی تو تھی۔

بلغان خاتون: اسے خودغرضی نہ کہنا چاہیے۔ یہ اس سادہ لوح نوجوان پر تمھارا احسان ہے کہ اپنی محبت سے اِسے عزت بخشی اور اتنے بڑے اور اس قدر گہرے فریب سے نجات دلائی۔ اس کے بعد زمّرد حسین کی طرف متوجّہ ہوئی اور پوچھا ''اب تو تم پر سارا راز کُھل گیا؟''

حُسین: راز کیسا؟ میں نے شہزادی کے حکم کی اطاعت کی اور صرف اس وجہ سے کہ تمھاری ہدایت تھی۔

بلغان خاتون: نہیں۔ ابھی میں نے ان سے کچھ نہیں کہا اور نہ تمھارا کوئی خط دکھایا ہے۔ مگر جب سے یہ باغ میں داخل ہوئے ہیں انتہا سے زیادہ پریشان ہیں اور بدحواس ہیں۔ اب اپنے ساتھ لے جاؤ اور جو کچھ کہنا ہو کہہ دو تا کہ ان کی وحشت ذرا دور ہو اور آدمی بنیں۔

زمّرد: افسوس! غلطی میں یہ ایسے ایسے کام کر چکے ہیں کہ اطمینان تو انھیں بڑی مشکلوں سے نصیب ہوگا۔

بلغان خاتون: لیکن اب یہی مصلحت ہے کہ انھیں اپنے قصر میں لے جاؤ اور کوشش کرو کہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے فریب کا پردہ اُٹھ جائے۔ مگر ہاں، پہلے مجھے یہ بتا دو کہ یہاں کسی کا خوف تو نہیں؟ تمھارے لکھنے کے مطابق میں آنے کو تو چلی آئی مگر اندیشہ ہے کہ کوئی خرابی نہ اُٹھ کھڑی ہو۔

زمّرد: شہزادی! آپ مطمئن رہیے۔ کسی بات کا اندیشہ نہیں۔ آج شام تک آپ یہاں بے کھٹکے رہ سکتی ہیں۔ مگر وہ جو میں نے لکھا تھا، اس کا بھی بندوبست آپ نے کرلیا ہے؟

بلغان خاتون: سب سامان کر چکی ہوں۔ اگر چہ اس کے متعلق مجھے ذرا سا تردّد ہے۔

زمّرد: وہ کیا؟

شہزادی: خیر، کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کو پھر بیان کروں گی۔

یہ کہہ کہ اُس نے باقی ماندہ جوان کو بھی جو ساتھ آیا تھا کچھ کان میں کہہ کہ واپس بھیجا اور زمّرد سے پوچھنے لگی ''یہ بتاؤ، قلعے پر کدھر سے حملہ ہوسکتا ہے؟''

زمّرد: آپ قلعے میں ہیں۔ مگر اتنا حصّہ قلعے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر چہ غیر لوگ نہر ویرنجان کے ذریعے سے اور بیرونی دیوار کے نیچے سے نکال کے لائے جاتے ہیں مگر اسی نہر کے اس طرف خورشاہ کا محل ہے۔

حسین: (چونک کر) خورشاہ کا محل! وہ یہاں کہاں؟ وہ تو اَلموت میں ہے۔

بلغان خاتون: (ہنس کے) اب انھیں ان کے قصروں میں وہیں پہنچا دو جس کے دیکھنے کا انھیں شوق ہوگا۔ باقی باتیں پھر آ کے کرنا۔ یہ اگر یہاں موجود رہے تو بات نہ کرنے دیں گے۔

زمّرد: بے شک شہزادی۔ آپ بجا فرماتی ہیں۔ انھیں وہاں بٹھا کے ابھی آتی ہوں۔

یہ کہہ کے اُس نے حسین کا ہاتھ ہاتھ میں لیا، جو ایک خود فراموشی کے عالم میں کھڑا تھا اور شہزادی کو تنہا چھوڑ کے اُسے کھینچتے ہوئے اپنے قصر دری میں لے گئی۔ حسین راستے بھر اس سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا مگر زمّرد نے ہر سوال کے جواب میں یہی کہا کہ پھر بتاؤں گی اور اُسے قصر میں بٹھا کے شہزادی کے سامنے واپس آئی۔

بلغان خاتون: ہاں تو، خورشاہ کے محل کو یہاں سے راستہ گیا ہے؟

زمّرد: جی ہاں۔ وہ روز یہاں آ کے عیش و عشرت میں مشغول ہوا کرتا ہے۔ آپ اس راستے سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بہ آسانی پہنچ جائیں گی۔ پہلے نہر کا پُل ہے۔ اُس سے اُترتے ہی آپ کو ایک راستہ ملے گا جو سیدھا خورشاہ کے حرم سرا کو گیا ہے جس میں داخل ہوتے ہی آپ سمجھ لیجیے کہ الموت کے قلعے میں پہنچ گئیں۔ اور آج عید کا دن ہے اور معمول ہے کہ اس زمانے میں کوئی شخص نہ جنت میں لایا جاتا اور نہ خورشاہ آ سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس علاقے کے تمام معزز اور مُقرب لوگ نیز دُور دُور کے برسرآوردہ نقیب امام کی زیارت کو آتے ہیں، اور قلعے میں عام مُعتقدین کا بڑا بھاری مجمع رہتا ہے۔ اسی خیال سے میں نے آپ کو رمضان کی ۲۷ تاریخ کو بُلایا ہے، کیونکہ اس دن لازمی طور پر یہ باغ غیروں سے خالی رہتا ہے اور خود خورشاہ کو بھی تین چار دن تک یہاں آنے کی فرصت نہیں ملتی۔ اگر اور کوئی زمانہ ہوتا تو اب تک آپ کے آنے کا حال قلعے میں معلوم ہو گیا ہوتا۔

بلغان خاتون: تو ابھی تک کسی کو ہمارے آنے کی خبر نہیں؟

زمّرد: بالکل نہیں۔ اوّل تو یہاں کوئی مرد نہیں جو لوگوں کو خبر کر کے لڑائی کا سامان کرے اور شاید کوئی عورت بھاگ کے چلی بھی جاتی مگر میں نے آج صبح سے شہر کے پُل کے پھاٹک میں قُفل لگا دیا ہے اور کُنجی میرے پاس ہے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ کوئی بھی بھاگ کے قلعے میں جا سکا ہو اور لُطف یہ کہ ان دنوں ادھر سے بھی کوئی آنے والا نہیں۔

بلغان خاتون: یہ تو بہت اچھی بات ہوئی۔ تم کہتی ہو آج عید ہے، جب کہ قلعے میں خوشی کا جوش و خروش ہو گا۔ پس کوئی فکر نہیں۔ آج شام سے پہلے ہی ہمارا حملہ ہو جائے گا۔ مگر زمّرد مجھے ایک بات

کاتردّد ہے۔ جس فوج کو میں نے اپنی مدد کے لیے بُلایا تھا، اُس کا ابھی تک پتا نہیں۔ میرے ہمراہ صرف پانچ سو سپاہی ہیں جو شاید کافی نہ ہو سکیں۔

زمّرد: میں تو سمجھتی ہوں کہ پانچ سو جوان بھی قلعے پر اِدھر سے جا کر قبضہ کر لیں گے۔

بلغان خاتون: مگر مجھے یقین ہے کہ ہماری کمک آئے گی ضرور۔ صرف شام تک کی مُہلت چاہیے۔

زمّرد: شام کیا معنی، آپ کل تک یہاں مخفی رہ سکتی ہیں۔ کوئی اندیشے کا مقام نہیں۔ پس جب تک کمک آئے، یہاں آرام فرمائیے۔ آپ تھک بھی گئی ہوں گی۔ ستانے کے لیے اچھی مُہلت مل گئی۔ اس کے بعد شہزادی نے پوچھا ''اور زمّرد، یہ لباس جو تم نے میرے دونوں ساتھیوں کے لیے تجویز کیا ہے، اِسمیں کیا مصلحت تھی؟''

زمّرد: آپ کا لباس تو وہی حُوروں کا لباس ہے جس کو لوگ یہاں حلّہ جنت سمجھتے ہیں۔ اس لباس کی وجہ سے کسی پر بدگمانی نہیں ہو سکتی۔

بلغان خاتون: شاید اسی لیے مجھے وہ کپڑے پہنے دیکھ کے حسین نے کہا تھا کہ آپ حور معلوم ہوتی ہیں۔

یہ جُملہ سُن کے زمّرد بھی ہنسی اور بولی ''مگر اپنے لباس کے متعلق انھوں نے کچھ نہ کہا؟

بلغان خاتون: اور ہاں، مردوں کے لیے ایسا بے ہودہ لباس تم نے کیوں تجویز کیا؟

زمّرد: اس لیے کہ مردوں میں یہاں عام طور پر دَہی دودھ والے آیا کرتے ہیں جو یہاں کی نہروں اور حوضوں میں دودھ اور شراب بھرتے ہیں۔ اگر کوئی مرد اس لباس کو پہنے ہوئے یہاں آئے تو کسی کو بھی خیال نہ ہوگا کہ کوئی غیر ہے۔

بلغان خاتون: مگر ایسا نہ ہو کہ کسی کو خبر ہو جائے اور قبل از وقت راز کھل جائے۔

زمّرد: کسی کو خبر نہ ہوگی۔ آپ شوق سے یہاں فروکش ہوں۔ عید کے دن کسی کو یہاں آنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔

بلغان خاتون: بہتر، میں یہیں ٹھہروں گی۔ مگر مجھے چل کے ذرا جنت کی سیر کرا دو اور پُل سڑک بھی دکھا دو تاکہ راستہ خوب پہچان لوں۔

زمّرد: چلیے۔

اِس تجویز کے بعد دونوں حسین و نازنین عورتیں قصروں اور کوشکوں کی سیر کرتی اور باغوں اور چمنوں کی بہار دیکھتی ہوئی اس بڑی نہر کے کنارے پر پہنچیں جس کے راستے سے لوگ سونے کی کشتی میں بٹھا کے جنت کے اندر لائے جاتے تھے۔ اس نہر کے پُل کے پھاٹک میں قفل لگا ہوا تھا جسے زمّرد نے کھولا اور دونوں لڑکیاں دوسری وادی کے میدان میں اُتریں۔ اُدھر بھی ایک پھولوں کا مُسطّح تختہ دُور تک بنا ہوا تھا اور درمیان میں سے ایک سڑک گزرتی تھی جو تھوڑی دُور تک کھلی فضا میں جا کے بڑے سایہ دار درختوں کے ایک جُھنڈ میں غائب ہو گئی تھی۔ اِنھی درختوں کے اُس طرف حرم سرا کا راستہ تھا۔ یہ دلچسپ سیر کر کے شہزادی واپس آئی اور زمّرد کے انتخاب کے مطابق عالی شان فیروزہ کے کوشک میں جا کے فروکش ہو گئی۔ زمّرد دیر تک اُس کے پاس بیٹھی رہی اور جب دیکھا کہ شہزادی لیٹ کے آرام کیا چاہتی ہے تو اُس سے رُخصت ہو کے دروازہ اندر سے بند کروا دیا اور اپنے قصر کی طرف روانہ ہوئی۔

آٹھواں باب

افشائے راز

حیرت زدہ حواس باختہ نوجوان حسین کو زمرّد شہزادی کی تجویز کے مطابق قصر دری میں چھوڑ کے واپس گئی تو وہ گھبرا کے ایک ایک کو دیکھتا اور اپنے دل سے پوچھتا تھا کہ کیا حقیقت میں یہ وہی مقام ہے جہاں وہ امامِ قائم قیامت کی وجہ سے آیا تھا۔مگر وہ تو ملاءِ اعلیٰ پر تھا اور یہ زمین ہی پر ہے۔ لیکن کیوں کر شک کیا جائے۔خود زمرّد بھی تو موجود ہے۔اگر یہ کوئی دنیاوی باغ ہے تو وہ کیوں کر چلی آئی؟ خود اسی نے لکھا تھا کہ جنت میں ہوں اور فردوسِ بریں کی سیر کر رہی ہوں۔آخر اسے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟

اس کے بعد وہ محل کے برآمدے میں جا کھڑا ہوا اور ہر ایک عمارت، ایک ایک چمن کو غور سے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے لگا۔ ہر چیز وہی اور ویسی ہی تھی۔جیسی کہ پہلے نظر سے گزری تھی۔ قصروں کی روکار پر اسی طرح جوہرات جڑے ہوئے تھے۔اِن کی وضع بھی ویسی ہی تھی۔چمنوں کا بھی وہی رنگ اور وہی نقشہ تھا۔سڑکیں اور روشیں بھی اسی طرح رنگ برنگ اور نظر فریب تھیں۔سونے چاندی کے تخت وتاج بھی اُسی پہلی شان سے تھے۔نہریں بھی اُسی مستانہ روی سے بہ رہی تھیں۔ہاں صرف ایک چیز کی کمی تھی، اور وہ وجد میں لانے والا گانا تھا۔مگر جب اس نے طیور کی زبان سے وہی ترانہءخیر مقدم سُن لیا تو ادھر سے بھی شک جاتا رہا۔وہ اسی پس وپیش میں تھا کہ ایک طائر نے ایک تازہ اور شاداب سیب چونچ میں لا کے سامنے ڈال دیا۔"یہ بھی خاص فردوسِ بریں کی علامت ہے۔"

حسین کے خیالات میں ایک عجیب قسم کا تردّد واضطراب تھا۔یہ مُعمّا کسی طرح حل ہونے میں نہ پایا

تھا کہ سامنے سے زمّرد نظر آئی جو شہزادی سے رخصت ہو کے اُس کے پاس آ رہی تھی۔ اس کی دل رُبا اور ناز آفریں صورت دیکھتے ہی وفورِ جوش سے حسین کا دل دھڑکنے لگا اور عشق کے جذبات نے یک بیک ایسی بے اختیار حالت طاری کی کہ برآمدے سے اُتر کے استقبال کو دوڑا اور دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

حسین: پیاری زمّرد! للہ بتاؤ کہ میں کس عالم میں ہوں اور یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟

زمّرد: (مسکرا کے) وہی دیکھ رہے ہو جو ایک دفعہ دیکھ چکے ہو۔

حسین: یعنی وہی ملاءِ اعلیٰ پر ہوں؟

زمّرد: واقعی جو ساز و سامان نظر آ رہا ہے اِس لحاظ اس جگہ کو ملاءِ اعلیٰ ہی کہنا چاہیے۔

حسین: کہنا چاہیے؟ تو کیا اصل میں نہیں؟

زمّرد: تم اپنے دل سے پوچھو۔ تم نے اس مقام کو زمین پر پایا یا آسمان پر؟

حسین: آیا تو زمین ہی کے راستے ہوں۔

زمّرد: تو زمین ہی پر سمجھیں۔

حسین: مگر کیوں کر سمجھوں؟ تمھاری قبر پر تمھارے وہ خطوط یہاں تک آنے کے ذریعے ہیں۔ ان تمام باتوں میں جس چیز کا خیال کرتا ہوں، اِس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ کوئی اور عالم ہے اور یہاں کی مسرّتیں دنیاوی مسرّتوں سے بالا ہیں۔

یہ باتیں کرتے ہوئے دونوں قصر میں داخل ہوئے اور زمّرد نے کہا ''یہاں کی مسرّتیں تو بے شک دنیا کی مسرّتوں سے بالا ہیں مگر یہ نہ سمجھو کہ تم دنیا سے نکل کے کسی اور جگہ آ گئے ہو۔

حسین: پھر وہ سب واقعات جو گزر چکے ہیں، ان کی نسبت کیا خیال کروں؟

زمّرد: یہ سب میری مجبوری، میری بے دست و پائی اور تمھاری سادہ لوحی کا نتیجہ ہے۔

حُسین: میں اس کا مطلب نہیں سمجھا؟

زمّرد: گھبراؤ نہیں۔ سب سمجھ جاؤ گے۔ مگر افسوس! جس قدر سمجھو گے، اُسی قدر زیادہ پریشان ہو گے اور اپنے کیے پر پچھتاؤ گے۔

حُسین: زمّرد! اب مجھے تیری صُورت پر بھی شُبہہ معلوم ہوتا ہے۔ تو وہی زمّرد ہے جو میرے ساتھ آملِ سے آئی تھی؟

حسین کی زبان سے سادگی کا سوال سُن کے زمّرد کو ہنسی آئی مگر ضبط کیا اور ایک عجیب دل فریب ادا کے ساتھ پُر معنی اور شوخ چِتونوں سے دیکھ کے بولی ''نہیں۔ دوسری ہوں۔'' اس جواب کو حسین نے سُنا ہی نہیں تھا۔ اس نے زمّرد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور غور سے دیکھ کے بُولا ''وہی نورانی جسم ہے یا میرے ہی جسم کا سا مادّی پُتلا؟''

زمّرد: ہوش کی باتیں کرو۔ تم بالکل از خود رفتہ ہوئے جاتے ہو۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے سے ایک بہت بڑا طلسم ٹوٹا ہے جس کے اثر سے تمھارے حواس ٹھکانے نہیں رہے۔ ذرا ہوش میں آؤ اور حواس کی باتیں کرو کہ سارا راز، تمام سرگزشت بیان کروں۔

حُسین: پیاری زمّرد، جلدی بیان کرو۔ اس لاعلمی اور ناواقفی نے مجھے دیوانہ کر رکھا ہے۔

زمّرد: اُس وادی میں ہم دونوں نے جن پریوں کو دیکھا تھا، وہ پریاں نہ تھیں بلکہ اِسی مصنوعی جنت کی حوریں تھیں۔

حُسین: (حیرت سے بات کاٹ کے) مصنوعی جنت! یہ وہ جنت نہیں جس کا وعدہ مومنین سے کیا گیا تھا؟

زمّرد: ذرا صبر کرو۔ خیر، تم وہاں بے ہوش ہو گئے اور مجھے وہ یہاں پکڑ لائیں۔ نہ میں ماری گئی نہ شہید ہوئی۔ مگر اس لیے کہ تم کو میرے مرنے کا یقین آ جائے، انھوں نے واپسی سے پہلے بھائی کی قبر میں ذرا تغیر پیدا کیا اور اُسی وقت رات کو مجھ سے پوچھ کے بھائی کے نام کے برابر میرا نام بھی کندہ کر دیا۔ اس سے غرض صرف یہ تھی کہ تم مجھ سے مایوس اور میرے خیالوں سے دست بردار ہو کر چلے جاؤ۔ اس وادی کی خطرناک حالت ہر ملنے والے سے بیان کرو اور یہاں کی پریوں کی اہمیت ہر شخص کے دل میں بٹھا دو۔

حسین: تم تو زندہ ہو (یہ کہا اور زمّرد کو سر سے پاؤں تک گھور کے دیکھنے لگا۔)

زمّرد: (جھنجھلا کے) نہیں چڑیل ہو گئی ہوں (حسین نے کچھ اس کا جواب نہیں دیا اور زمّرد نے ایک لمحہ توقف کر کے پھر سلسلۂ کلام شروع کیا) تو تم کو یہ دھوکہ دیا گیا اور میں یہاں لانے کے بعد انھی عورتوں میں شامل کر دی گئی جو یہاں حُوریں کہلاتی ہیں۔ چند روز بعد دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ تم اُسی طرح میری قبر کے مُجاور بنے بیٹھے ہو اور جانے کا نام ہی نہیں لیتے۔ آخر یہاں غور کیا گیا کہ وہ وادی تم سے کیوں کر خالی ہو۔ اکثروں کی رائے تھی کہ قتل کر ڈالنا چاہیے۔ مگر اتفاق سے میری تدبیر کارگر ہوئی اور تجویز قرار پائی کہ کسی ایسے طریقے سے تمھیں وطن جانے کی ہدایت کی جائے کہ کسی کا لگاؤ ثابت نہ ہو اور تم بغیر اُس کے کہ کسی قسم کی بدگمانی کرو، وہ وادی چھوڑ دو۔ اس تجویز کا نتیجہ میرا پہلا خط تھا جس میں تم سے میری وصیت پوری کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ وہ خط میرے ہی ہاتھ سے لکھوایا گیا اور مجھ سے حالات دریافت کر کے اُس کے مضمون کا مسوّدہ تیار کیا گیا۔ مگر حسین! وہ خط صاف کرتے وقت میں چپکے چپکے بہت روتی تھی۔ اِس لیے کہ جانتی تھی

کہ خود اپنے ہاتھ سے دائمی مُفارقت کا سامان کر رہی ہوں۔ خیر، وہ خط تمھارے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ اب بھی تم اُسی طرح بیٹھے ہو اور گویا تمھارے ارادے میں تبدیلی نہیں ہوئی۔

حُسین: بے شک نہیں ہوئی تھی۔ زمّرد، میں تو مر جاتا اور وہاں سے نہ ہٹتا۔

زمّرد: جب یہ معلوم ہوا تو اُن لوگوں کو پھر فکر پیدا ہوئی۔ کئی مرتبہ خود مجھ سے کہا گیا کہ یہ تدبیر بے سُود ہوئی۔ اب کیا کیا جائے؟ اب کوئی تدبیر میرے ذہن میں نہ آتی تھی اور دل میں ڈر رہی تھی کہ کہیں یہ غضب نہ ہو کہ یہ لوگ تمھارے مار ڈالنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اتفاقاً انھی دنوں میں خبر آئی کہ امام نجم الدین نیشاپوری باطنین کے خلاف وعظ کہہ رہے ہیں اور تدبیریں کی جا رہی تھیں کہ کس فدائی کے ہاتھ سے وہ قتل کرا دیے جائیں۔ کم بختی یا شامتِ اعمال سے میری زبان سے نکل گیا کہ وہ تمھارے چچا اور تمھارے اُستاد و مرشد ہیں۔ یہ خبر جیسے ہی یہاں کے بادشاہ خور شاہ کو پہنچی اُس نے خیال کیا کہ وہ امامِ عالی مقام تمھارے ہاتھ سے قتل ہوں تو زیادہ مناسب ہے۔ اِس طرح زمانے بھر کو معلوم ہو جائے گا کہ مذہبِ باطنیہ دلوں پر کس قدر گہرا اثر ڈالتا ہے کہ انسان اپنے عزیز و اقارب، اُستاد و مُرشد تک کی پروا نہیں کرتا۔ تمھارے خنجر سے اُن کا قتل ہونا ایک ساتھ ان باتوں کا ثبوت دے سکتا ہے کہ بھتیجے نے چچا کو، شاگرد نے اُستاد کو مرید نے مرشد کو بلا تامّل ثواب سمجھ کے قتل کر ڈالا۔

زمّرد نے یہاں تک کہا تھا کہ حسین نے بے اختیار ایک ٹھنڈی سانس لی اور آبدیدہ ہو کے کہنے لگا ” افسوس! میں نے شفیق بزرگ اور خدا شناس مُرشد کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ زمّرد! یہ تیرے ہی شوق میں اور تیری ہی ہدایت کی وجہ سے تھا ورنہ میں اتنے بڑے ظلم کی ہرگز جرأت نہ کرتا۔

زمّرد: حسین! میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتی ہوں کہ اس گناہ میں مجھے شریک نہ

کرو۔ مجھے جب اس کا خیال آ جاتا ہے تو کانپ اُٹھتی ہوں۔ مگر اس ذکر کو جانے ہی دو۔ ایک ہونے والی بات تھی جسے کوئی نہ روک سکتا تھا۔ میں نے اگر تمہیں اس کام کے لیے تیار کیا تو میں اپنے بس میں نہ تھی اور تم اگر آمادہ ہو گئے تو تم اپنے ہوش میں نہ تھے۔

حُسین: (زور سے سینہ پیٹ کے) مگر افسوس زمّرد! یہ عُذر خدا کے سامنے نہ کیے جائیں گے مَیں نہ ہوش میں تھا نہ بے ہوش۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ ایک گناہِ عظیم کر رہا ہوں مگر تیرا شوق بار بار دل کو اُٹھا کے آمادہ کرتا تھا۔

زمّرد: (بے تابی سے بات کاٹ کر) پھر میرا نام! خدا کے لیے حسین مجھے اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ (آنسو بہا کے) میں نے کچھ کیا ہے، مجبوری اور بے بسی میں۔ افسوس! خود اپنے دل سے تو لعنت کی آواز سُن رہی ہوں، تمھاری زبان سے بھی وہی سنتی ہوں۔

یہ کہہ زمّرد زار و قطار رونے لگی۔ حسین نے بے اختیاری کے ساتھ جلدی سے اُس کے آنسو پونچھے اور کہا:

''زمّرد! بے شک تُو بے خطا ہے۔ اگر میں نے تیرا دل دکھایا تو معاف کر اور آگے بتا کہ پھر کیا ہوا؟''

زمّرد: (رومال سے آنسو پونچھ کر) پھر تم کو دوسرا خط ملا جس میں تمھیں کوہِ جودی کے غار اور شہرِ خلیل کے تہ خانے میں چلّہ کشی کرنے اور پھر حلب جا کر شیخ علی وجودی سے ملنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ وہ خط بھی اسی طرح بھیجا گیا کہ اس کا مسوّدہ لکھ کے مجھے دیا گیا اور جب میں نے اپنے ہاتھ سے صاف کر دیا تو میری قبر پر رکھوا دیا گیا۔

حُسین: لیکن اگر اتنا ہی کام تھا کہ امام نجم الدین نیشا پوری قتل کر ڈالے جائیں تو مجھے اتنے چکر

کیوں دیے گئے اور میرے راستے میں بے کار کی دشواریاں کیوں پیدا کی گئیں؟

زمّرد: اس لیے کہ تمھارے شوق میں ہیجان اور بے صبری پیدا ہو۔ اگر بغیر اتنے چلّے کھنچوائے اور بغیر علی وجودی کے پاس ایک سال تک انتظار کرانے کے کہہ دیا جاتا تو تم اتنے بڑے گناہ کے ارتکاب پر ہرگز آمادہ نہ ہوتے۔

حُسین: زمّرد! تیرا شوق میرے دل میں اس قدر تھا کہ جس کام کو کہا جاتا، اُسی وقت پورا کرنے کو تیار ہو جاتا۔

زمّرد: خیر، تو اُن کو نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے بے وقوف ہو اور تمھارے اخلاق اِس قدر کمزور ہیں۔

حُسین: مگر کیوں کر کہوں زمّرد! مجھے تیری باتوں کا یقین نہیں آتا۔ اِن آنکھوں سے ایسی ایسی کرامتیں اور عقلِ انسانی سے اس قدر بالا باتیں دیکھ چکا ہوں کہ ان لوگوں کی خدا شناسی سے انکار کرنے کی کسی طرح جرأت نہیں ہوتی۔ جن گدھوں پر ہم دونوں سوار ہو کے یہاں آئے تھے وہ تو مر چکے تھے مگر مجھے ایک نیا تازہ دم گدھا اُسی درخت سے بندھا ملا اور ایسا خوبصورت توانا و تندرست اور تیز رو کہ اس وقت تک میں یہی سمجھتا تھا کہ میری سواری کے لیے خاص خدا کے پاس سے آیا تھا۔

زمّرد: وہ گدھا یہیں سے بھیجا گیا تھا۔ جس وقت تمھارے نام کا خط قبر پر رکھوایا گیا تھا، اُسی وقت وہ گدھا ایک دوسرے راستے سے بھیج کر اُس درخت سے بندھوایا گیا تھا۔

حسین نے اس جواب کو حیرت سے سُنا اور بولا ”عجب! مگر پھر بھی میرے شُبہات دور نہیں ہوتے۔ آخر شیخ وجودی کو میرے سب حالات کیوں کر معلوم ہو گئے؟ وہ یہاں سے دس ہزار کوس کے فاصلے

پر ہیں۔''

زمّرد: تمھارے روانہ ہونے کے ساتھ ہی اُن کو تمام واقعات کی خبر دی گئی۔اُن کو لکھ بھیجا گیا تھا کہ امام نجم الدین کے بھتیجے، شاگرد اور مُرید سے اُن کے قتل کا کام لینا ہے اور وہاں پہنچنے سے پہلے تم کوہِ جودی کے غار اور خلیل کے تہ خانے میں چلّہ کھینچو گے۔ یہ سب باتیں ان کو دوسرے ذریعے سے معلوم ہو چکی تھیں مگر انھوں نے غیب دانی اور کرامت کی شان سے بیان کر کے تمھیں اپنا فریفتہ بنا لیا۔

حسین نہایت ہی مُتعجب تھا۔ وہ حیرت کے دریا میں غرق تھا اور کسی طرح رہائی نہ ملتی تھی۔زمّرد اپنی بات پوری کر کے خاموش ہو گئی اور وہ سوچ میں پڑا تھا کہ آخر اس نے سخت حیرت زدگی کی شان سے آنکھیں اُٹھا کے دیکھا اور کہا کہ یہ سب باتیں تُو سچ کہہ رہی ہے یا مجھے دھوکا دے رہی ہے؟ مجھے تو اپنی گزشتہ زندگی ایک خواب سی معلوم ہوتی ہے۔مُتردّد ہوں کہ اس ملاقات اور ان سب باتوں کو خواب سمجھوں یا اُن تمام واقعات کو جو تجھ سے جُدا ہونے کے بعد پیش آئے؟ کیا حقیقت میں مَیں اتنا بڑا بے وقوف ہوں کہ ایسے عظیم الشان فریب اور جہل میں مبتلا ہو گیا۔لیکن زمّرد اگر یہ سب سکھائی باتیں تھیں تو علی وجودی کو اُسی قدر حال معلوم ہوتا جس قدر یہاں بتایا گیا تھا۔ یہ کیوں کر معلوم ہو گیا کہ میں شہرِ خلیل کے مجاوروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔

زمّرد: حسین! تم حقیقت میں بڑے سادہ لوح ہو۔ اس کا سبب میں بغیر جانے سمجھ گئی اور تم نہیں سمجھ سکے۔لیکن درحقیقت تم مجبور ہو۔تمھارے دل و دماغ پر ہر طرف سے اتنا اثر ڈالا گیا کہ بمشکل ان باتوں کو اپنے دماغ سے نکال سکتے ہو۔تم کو نہیں معلوم کہ باطنیین دنیا کے ہر کونے میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان سازشوں کا جال ہر گاؤں اور چھوٹے قصبے تک پڑا ہوا ہے۔علی وجودی کے

ساتھ تم پورے ایک سال رہے۔ ممکن نہیں کہ اُس کا حال تمھیں نہ معلوم ہو گیا ہو۔

حُسین: ہاں، میں نے البتہ یہ دیکھا کہ ان کے معتقد تمام اطرافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر سال ایک دفعہ اُن کی زیارت کو بھی آتے ہیں۔ اور مجھے یہ بھی نظر آیا کہ وہ لوگ پوشیدہ طور پر اور صرف رات کو مِل کے چلے جاتے ہیں۔

زمّرد: اِسی سے سمجھ سکتے ہو کہ اُن کے کان میں خبریں پہنچنے کے کتنے بڑے ذریعے موجود ہیں۔ تم نے جس وقت اس وادی کو چھوڑا تھا آخر وُ و دِحاب تک ہر منزل اور ہر مقام پر تمھاری نگرانی ہوتی ہو گی اور تمھاری روز روز کی خبر علی وجودی کو پہنچتی ہو گی۔ کچھ تم ہی پر منحصر نہیں، اِن باطنین کے پنجے میں جو شخص پڑتا ہے، اِسی طرح نظروں میں رکھا جاتا ہے۔ پھر کیوں تعجب کی بات تھی اگر تمھاری شہرِ خلیل کی گرفتاری کا حال اُن کو معلوم ہو گیا۔

حُسین: مجھے اس پر حیرت نہیں۔ حیرت کی تو یہ بات ہے کہ شیخ کہتے تھے انھی کے اشارے سے باطنین نے حملہ کر کے مجھے قید سے آزاد کرایا۔

زمّرد: کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بے شک اِسی وجودی نے تمھارے چھڑانے کے لیے اپنے معتقدوں کو حملہ کرنے کا حکم دیا ہو گا۔

حُسین: مگر کیونکر حکم دے گا؟ میری گرفتاری کی خبر پہنچنے اور وہاں سے حملے کا حکم آنے میں بھی آخر زمانہ لگتا۔ وہاں تو یہ واقعہ پیش آیا کہ جس رات میں نکلنے والا تھا، میرے باہر آنے سے پیشتر ہی خلیل کا حاکم باطنین کے ہاتھ سے قتل ہوا اور پھر میں گرفتار ہوا تو اس کو پورا ایک دن نہیں گزرنے پایا تھا کہ اُن کا ایک بڑا گروہ شہر میں آ پڑا۔ ان تمام باتوں کی تکمیل اتنی جلدی کیوں کر ہو سکتی ہے؟

زمّرد: (ذرا تامّل کر کے) یہ کون مشکل ہے۔ باطنیین کو معلوم ہو گا کہ تم کس روز تہ خانے سے اُترے تھے اور کس روز نکلو گے۔ اس زمانے میں انھوں نے شیخ علی وجودی کو خبر کر کے مدد کرنے کا اشارہ پالیا ہو گا۔ اُسی کے مطابق دن گنتے رہے اور ٹھیک چالیسویں دن جس دن تم نکلنے والے تھے، انھوں نے رئیسِ شہر کو قتل کر ڈالا کہ لوگ دوسری فکر میں رہیں اور تم چپکے سے نکل کے بھاگ جاؤ۔ مگر جب انھیں خبر پہنچی کہ اُس رئیس کے قتل سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور تم مجاوروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے تو انھوں نے حملہ کر کے شہر میں کھلبلی ڈال دی اور تمھیں چھوٹ کے بھاگ جانے کا موقع مل گیا۔

حسین: (زور سے سرد آہ بھر کے) تو زمّرد، افسوس! یہ سب جھوٹ تھا۔ شیخ علی وجودی کا سا شخص اور اتنا بڑا امکّار! کیوں کر کہوں، زمّرد! ان کرامتوں اور غیب دانی کے علاوہ ان کا علم و فضل اس پائے کا ہے اور ان کے ہر ہر لفظ سے ایسی خدا شناسی اور آشنائے رموزِ وحدت ہونے کی بو آتی ہے کہ چاہتا بھی ہوں تو اُن پر بدگمانی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اتنا بڑا عالم و فاضل، ایسا نکتہ سنج و دقیقہ رس اور اتنا بڑا فریبی! میں امام نجم الدین کی صحبت میں رہ چکا ہوں۔ مگر پیاری زمّرد! سچ کہتا ہوں کہ جو بات مجھے شیخ علی وجودی میں نظر آئی اور جس آسانی سے وہ دل کے شکوک رفع کرتے ہیں، امام نجم الدین میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہ تھا۔

زمّرد: بے شک ایسا ہی ہو گا۔ مگر بات یہ تھی کہ امام نجم الدین جو دل میں آتا ہو گا، سادگی اور بے تکلفی سے کہہ گزرتے ہوں گے۔ انھوں نے اُسے بنانے اور اپنا اثر ڈالنے کی کبھی کوشش نہ کی ہو گی، اور شیخ علی وجودی کا ہر لفظ بنا ہوا اور دل پر اثر ڈالنے کے لیے ہوتا ہو۔ اس کے ہر فقرے میں پوری ریاکاری ہوتی ہے۔ جھوٹ اور سچ میں بھی فرق ہے۔ کیا فریبی کی باتیں ایک راست باز

اور سادہ مزاج شخص کی باتوں سے زیادہ دلچسپ اور زیادہ دل نشین نہیں ہوا کرتی ہیں؟ یقین ہے کہ شیخ علی وجودی سے مل کے تم کو خدا شناسی کا بہت عمدہ سبق مل گیا ہوگا۔

حُسین: (زور سے سینے پر ہاتھ مار کے) ہاں! خوب سبق ملا۔ مگر حقیقت اُس وقت معلوم ہوئی جبکہ پورا جادو اثر کر چکا اور میں ساری دنیا سے زیادہ ظالم، سیہ کار، بے دین اور بے وقوف بن چکا۔ افسوس! اب تمام عمر پچھتاؤں گا۔ مگر زمّرد کیا کہوں، اب بھی یہ سب باتیں خواب معلوم ہوتی ہیں۔ طورِ معنیٰ اور اس کے نورانی قصر کی صورت اس وقت تک میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔

زمّرد: ہاں! وہ بھی اِس مذہب کا بڑا رکن ہے۔ اِس وقت صرف دو ہی شخص شاہ الموت کو ملے ہیں جن سے اچھا نقیب و داعی اس مذہبِ باطنیہ کو نہیں نصیب ہو سکا۔ طورِ معنیٰ اور علی وجودی جو یہاں وادیِ ایمن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان دونوں نے اپنی گہری سازشوں سے صدہا اُمرا وزرا اور علما فضلا قتل کر ڈالے۔ اور چوں کہ اس جنت و ملاءِ اعلیٰ کی اصلیت کو اچھی طرح جانتے ہیں، لہٰذا ان پر سارا فریب کھلا ہوا ہے اور لوگوں کو جان بوجھ کر گمراہ کرتے ہیں۔ طورِ معنیٰ بھی لوگوں سے ملتا ہے۔ مگر وادیِ ایمن نے دنیا کو بہت خراب کیا۔ دین کو جتنا ضرر اس شخص کے ہاتھ سے پہنچا ہے شاید کبھی کسی کے ہاتھ سے پہنچا ہوگا۔

حسین: تو کیا طورِ معنیٰ کے زمین دوز قصر میں بھی کوئی قدرتی کرشمہ نہیں؟ اس جنت کی طرح وہ بھی لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے بنایا گیا ہے؟

زمّرد: (مسکرا کے) کیا تمھیں ابھی شک ہے؟

حسین: شک نہیں پیاری زمّرد! تیری باتوں کا یقین ہے۔ مگر کیا بتاؤں کہ ان آنکھوں کے

سامنے سے کیسی کیسی کیفیتیں گزر چکی ہیں اوران کانوں سے کیسے کیسے روشن اور دلفریب الفاظ سُنے ہیں۔خیر یہ بھی نہ سہی، مگر طورِ معنیٰ کا قصر تو اِصفہان میں ہے۔وہاں کے غار سے یہاں کیونکر پہنچ گیا؟

زمّرد: الُموت کا نام چونکہ کسی قدر مشہور ہو گیا ہے اور بعض لوگ بھڑک گئے ہیں لہٰذا جن لوگوں کی نسبت ایسا خیال ہوتا ہے، وہ اِصفہان اور طورِ معنیٰ ہی کے ذریعے سے یہاں بھیجے جاتے ہیں۔اور سارا راز مخفی رکھنے کے لیے یہ تدابیر عمل میں لائی جاتی ہے کہ طورِ معنیٰ انھیں بے ہوش کر کے اونٹوں کی قطار پر سوار کراتا ہے اور وہ راز دار اور مُعتبر ساربانوں کے ذریعے سے الُموت تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔ ہر منزل پر رات کو کسی جگہ ان لوگوں کو ہوش میں لا کے کچھ کھلا پلا دیتے ہیں اور پھر بیہوش کر کے آگے روانہ ہوتے ہیں۔

حسین: (چونک کر) میں نے بھی اپنے آپ کو کبھی جنگل میں پایا تھا اور کبھی پہاڑوں میں۔تو اسی طرح میں بھی اِصفہان سے روانہ ہو کے الُموت کے منازِل کو قطع کر رہا تھا؟

زمّرد: اور کیا۔

حسین: (حیرت سے) اور یہ لوگ انسان کو بیہوش کیونکر کرتے ہیں؟

زمّرد: ایک پتی سے، حشیش (بھنگ) اسی کے ذریعے سے۔کبھی اس کا شربت پلا کے اور کبھی اسے غذاؤں میں اور مٹھائیوں میں ملا کے۔

حسین: (بے صبری سے) تو طُورِ معنیٰ نے جو جامِ شراب پلایا، وہ اسی حشیش کا تھا۔

زمّرد: بے شک۔

حسین: افسوس! مجھے مسکرات بھی پلائے گئے اور کوئی گناہ نہیں جو اُٹھا رکھا ہو۔تُو ناراض نہ ہو

کیوں کہ صرف وصال کی آرزو نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ ورنہ میں اتنا مجنون اور فاتر العقل نہ تھا۔ محبت کی یہ حالت ہے کہ تیرے بوسے کا نشان جو میری پیشانی پر موجود ہے، مجھے دل و جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میری یہ آرزو ہی رہی کہ اس نشان کا بوسہ لے کے اپنے دل کی تسلی کروں مگر یہ مشتاق ہونٹ کسی طرح وہاں تک نہ پہنچ سکے۔

حسین کی ان باتوں پر زمّرد کچھ ایسی شرمائی تھی کہ اس کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی دیر تک آنکھیں نیچی کیے رہی اور کئی منٹ کے بعد جذباتِ شرم کو دبا کے بولی ''حسین بوسہ لینے سے نہ کسی شخص کے جسم پر داغ بن جاتا ہے اور نہ میں اتنی بے حیا ہوں۔''

حسین: (بات کاٹ کے) اچھا، تمھارے سوا اور کس نے میرا بوسہ لیا ہو گا؟ میں نے کسی کو منہ تک تو لگایا نہیں۔

زمّرد: (نظریں جھپکا کے) اب مجھ سے بے شرمی کی باتیں نہ کہلواؤ۔ یہ تم کو فریب دیا گیا ہے۔ یہ بوسہ کا نشان ہے نہ عشق بازی کی پہچان۔ بلکہ یہ ایک علامت ہے جو ہر اس شخص کی پیشانی پر لوہے سے داغ کر بنائی جاتی ہے، جو اس جنت میں لایا جاتا ہے؟

حسین: داغ ہوتا تو مجھے یاد ہوتا۔

زمّرد: یہ داغ بے ہوش کر کے بنایا جاتا ہے۔ اور جب تم اَلمُوت سے اِصفہان کی طرف جا رہے ہو گے، اسی وقت بنایا گیا ہو گا۔

حسین: (زور سے سینہ کوٹ کے) افسوس! افسوس! اُگلی لینے گئے تھے، داغ لے آئے۔

اس کے بعد حسین دیر تک دل ہی دل میں اپنی حالت پر افسوس کرتا رہا۔ پھر ایک دفعہ چونک کر بولا'' زمّرد، افسوس! بڑا دھوکہ ہوا۔ تو نے مجھے اس وقت کیوں نہ جتایا جب میں تیرے پاس لایا گیا تھا۔

اس وقت تُو بھی مجھے یقین دِلا رہی تھی کہ یہ سب ملاءِ اعلیٰ کی چیزیں ہیں۔‘‘

یہ سُن کے زمّرد آبدیدہ ہو گئی اور ایک آواز میں بولی ’’میری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ تمھیں دھوکہ دوں گی۔‘‘ زمّرد کو آبدیدہ اور ملُول پا کے حسین کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور بے اختیاری کے ساتھ باوفا معشوقہ کے آنسو پونچھ کے کہنے لگا ’’زمّرد، مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اس سوال سے تیرے دل کو صدمہ پہنچے گا۔ اچھا، جا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی ایسی بات نہ پُوچھوں گا۔‘‘

زمّرد: تم زخم پر نمک چھڑکتے ہو۔ اس وقت تک تم نے سب کچھ پوچھا لیکن یہ نہ پوچھا کہ تم سے چُھوٹ کے مجھ کم بخت پر کیا گزری۔ تم تو آزاد تھے۔ دنیا میں پھر رہے تھے۔ مگر آہ! میں قید میں تھی۔ اور کیا کہوں کہ کس عذاب میں مبتلا تھی۔ یہ بات میرے اختیار میں نہ تھی کہ کسی کو راز کا ایک ذرا سا اشارہ بھی دے سکوں۔ (اتنا کہہ کر زمّرد زاروقطار رونے لگی۔)

حسین: (گلے لگا کر اور آنسو پونچھ کے) بے شک مجھ سے غلطی ہوئی کہ ان باتوں کا پوچھنا بُھول گیا مگر سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس وقت تک کوئی بات سوچ سمجھ کے نہیں پوچھی۔ جو کچھ پوچھا ہے، میں نے نہیں پوچھا بلکہ حیرت و بیخودی پچھوا رہی تھی۔ ایسی از خود رفتگی کی حالت میں کوئی فرو گزاشت ہو گئی تو معاف کر دو۔

زمّرد: خیر اب تم نے یہ داستان چھیڑی ہے تو سنو۔ یہ باغ فدائیوں اور باطنیوں کے اعتقاد میں تو جنت الفردوس اور ملاءِ اعلیٰ کا عشرت کدہ ہے۔ مگر سچ پوچھو تو شاہانِ الُموت کی عشرت کے لیے سراپا حرم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈیڑھ سو برس کی متواتر کوشش روز بروز اس کی رونق بڑھاتی ہے۔ اور چونکہ اس سے مذہبی کام لیا جاتا ہے لہٰذا ہر چیز کے بنانے میں یہ کوشش کی گئی کہ اس کی خوش نمائی اور دل فریبی انسان کے حوصلے سے زیادہ اور اس کو محوِ حیرت کر دینے کے لیے کافی ہو۔ یہ محل جو دیکھتے

ہو کہ سونے، چاندی، مونگے، موتی کے نظر آتے ہیں صرف نقرئی، طلائی جواہرات کے رنگ دیے گئے ہیں۔ ورنہ وہی اینٹ اور چونا ہے جس سے ہر جگہ مکان بنائے جاتے ہیں۔ نہروں کے جاری کرنے کا سامان موجود تھا۔ یہ بڑی نہر جو اس باغ کے درمیان میں بھی ہے اور جس پر ایک سنہری پُل قائم ہے، وہی نہر ویرنجان ہے جس کے کنارے تم نے مُدتوں آہ و زاری کی ہے۔

حسین: (حیرت سے) وہی نہر ہے؟

زمّرد: وہی، یہ خاص نہر شاہی قصر سے ہوتی ہوئی یہاں آئی ہے اور یہاں چند ایسی گھاٹیوں میں ہو کے جن میں گزرنا غیر ممکن ہے، اس فرحت بخش وادی میں پہنچ گئی ہے۔

حسین: اور زمّرد! وہ روشنی کیسی تھی جسے تُو نے نورِ یزدانی بتایا تھا؟

زمّرد: وہ روشنی صرف یہ تھی کہ اِرد گرد کے پہاڑوں پر رات کو بہت تیز روشنی اور مہتابیاں چھوڑی جاتی ہیں جن کا عکس یہاں کے آئینوں اور شیشوں پر ڈال کے قوی اور تیز کیا جاتا ہے۔ اس روشنی کا سامان صرف اس زمانے میں کیا جاتا ہے جب یہاں کوئی شخص معتقد بنانے کے لیے لایا گیا ہو۔ اُس وقت سب کو حکم رہتا ہے کہ جب وہ روشنی تیزی سے چمکے تو چلّا کے کہیں ہٰذَ الَّذِی مَا وَعَدَنِی رَبِّی۔ اور وہ دوا اور شراب کے حوض بھی اسی ضرورت کے موقع پر لبریز کیے جاتے ہیں۔ لوگوں کا تختوں پر بیٹھنا اور غلمان کا شراب پلانا اور اُن کی بے فکری و خالص مسّرت کے تماشے بھی اِسی موقع پر دکھائے جاتے ہیں۔

حسین: اور یہ طیور کا نغمہ اور اُن کا پھل توڑ توڑ کے لانا؟

زمّرد: یہ کون سی بڑی بات ہے۔ چند سدھائے طیور چھوڑ دیے گئے ہیں جن کو پھلوں کے توڑ لانے اور بغیر چھیڑے ہوئے لوگوں کے سامنے رکھ کے اڑ جانے کی مشق کرا دی گئی ہے۔ اسی

طرح یہاں کے طیور کو قرآنِ پاک کی یہ آیت ''سلام علیکم طبتم فادخلو ہا خالدین۔'' یاد کرائی گئی ہے جس کو ہر وقت رٹا کرتے ہیں۔

حسین: بڑا گہرا فریب ہے! بھلا کوئی کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ اور ہاں، زمّرد! تُو جنت کے راز بتانے میں اپنی سرگزشت کہنا تو بھول ہی گئی۔

زمّرد: میری مصیبت کیا پوچھتے ہو۔ میں ہی تھی جو ان سب آفتوں کو جھیل گئی۔ اور کوئی ہوتا تو اب تک خاک میں مل چکا ہوتا۔

حسین: نہیں، پیاری زمّرد! ایسی باتیں زبان سے نہ نکال۔ میرے دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے وہ مصیبتیں کٹ گئیں اور ہم پھر ایک دوسرے کے آغوش میں ہیں۔

زمّرد: اصل میں مَیں صرف ایک حُور بنانے کے لیے لائی گئی تھی۔ خورشاہ اور اس کے ہمراز اہلِ دربار کو ہمیشہ کسی خوبصورت عورت کی جُستجُو رہتی ہے تا کہ اس کے حسن و جمال سے جنت میں زیادہ دلچسپی پیدا کریں۔ جب میں خورشاہ کے سامنے پیش کی گئی تو بدنصیبی سے اس کی نظر میں معمول سے زیادہ اور جنت کی تمام حُوروں سے بڑھ کے خُوبصورت ثابت ہوئی۔ اُس نے ارادہ کیا کہ مجھے خاص اپنے لیے مخصوص کر لے۔ میں یہ خبر سُن کے انتہا سے زیادہ پریشان ہوئی اور آخر دل میں فیصلہ کیا چاہے مار ڈالی جاؤں مگر اس بے عزتی کو گوارا نہ کروں گی۔ ابتدا میں مجھے طرح طرح کے لالچ دیے گئے۔ بتایا گیا کہ اُس کی بی بی ہونے کے بعد تاج میرے سر پر رکھا جائے گا اور میں عالی مرتبہ ملکہ ہوں گی، مگر میں نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ جب اُسے میری رضامندی سے مایوسی ہوئی تو وہ ظلم پر آمادہ ہوا اور مجھے طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ اڑھائی مہینے اِسی حال میں گزرے۔ ہر گھڑی ہر پل موت کا انتظار کرتی تھی۔

معشوقۂ باوفا کی یہ مصیبتِ وفاکیشی سُن کے حسین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ٹھنڈی سانس لے کے کہنے لگا "زمّرد میرے لیے تو نے بڑی مصیبتیں اُٹھائیں۔"

زمّرد: یہ مصیبت نہ تھی بلکہ میں اس کو راحت سمجھتی تھی۔ اس لیے کہ بے عزّتی اور آبروریزی سے بچی ہوئی تھی۔ اب خورشاہ ناکامی کے غصے میں میرے قتل پر آمادہ ہوگیا تھا۔ لیکن اتفاق سے کسی دوست نے رائے دی کہ ایسے کام جن کا کسی کے دل میں محبت پیدا کرنے سے تعلق ہو، ظلم جور اور زبردستیوں سے نہیں نکلتے۔ بہتر ہوگا کہ زمّرد چند روز کے لیے جنت کے ایک محل میں چھوڑ دی جائے۔ وہاں جب ایک عرصے تک راحت وعشرت میں رہے گی تو اپنے رنج وغم بھول جائے گی اور آخر جوانی کے جذبات غالب آکے اُسے خود ہی آپ کی معشوقہ بننے پر آمادہ کر دیں گے۔ یہ رائے اُسے پسند آئی اور میں اُس کے محل سے لا کے اس جنت اور اسی قصر میں رکھ دی گئی۔ یہ ایسا محفوظ مقام ہے کہ خورشاہ کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ یہاں کبھی پرندبھی پر مار سکے گا۔ باہر کا کوئی شخص نہ آسکتا تھا۔ جو معتقد بنانے کے لیے بھی لائے جاتے تھے تو اُن کی ہر طرف سے نگرانی ہوتی تھی اور کوشش کی جاتی تھی کہ سوائے ایک دو بات کرنے کے میں ان سے زیادہ مل بھی نہ سکوں۔ اوروں پر کیا منحصر ہے، جب تم سے ملی ہوں اس وقت بھی اِن اُمور کی پوری نگرانی ہوتی تھی۔ یہ مجال نہ تھی کہ سوائے تمھارے بہکانے اور بہلانے کے میں تم سے ذرا بھی بے تکلف ہو سکوں۔ اب مجھے ہر بات کا آرام تھا۔ رات دن عیش وعشرت میں گزرتی تھی۔ خورشاہ کے اشارے کے موافق یہاں کی تمام حُوریں میری لونڈیاں بنی رہیں۔ وہ ہر وقت میرا دل بہلانے کی کوشش کرتیں۔ حسین! یہ سب سامانِ عشرت موجود تھا مگر میرے دل کو کسی طرح چین نہ آتا تھا۔ تمھاری صورت ہر گھڑی آنکھوں کے سامنے رہتی اور طرح طرح کی تدبیریں سوچا کرتی تھی کہ

کسی طرح یہاں سے بھاگوں۔ انھی دنوں تمھارے قتل کے بارے میں مشورے ہوتے اور میرا لہو خشک ہوا کرتا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے ایک لق و دق میدان میں کھڑی ہوں۔ ناگہاں سامنے سے تم آئے اور مجھ سے ملنے کو بے تحاشا دوڑے۔ یکایک کسی شخص نے ایک درخت کی آڑ سے نکل کر تمھارے سینے میں ایک چُھری ماری۔ تم زخم کھاتے ہی سینہ پکڑ کے کھڑے ہو گئے اور میں بے اختیار روتی اور چیخیں مارتی تمھارے قریب دوڑی۔ پس اسی حال میں چیختے چیختے میری آنکھ کُھل گئی۔ اب کہاں چین پڑ سکتا تھا۔ باقی رات میں نے رو رو کے بسر کی اور صبح کو حیران و پریشان بیٹھی تھی کہ مرجان نام یہاں کی حُور جو مجھ سے کسی قدر مانوس ہو گئی تھی اور جس سے میں کبھی کبھی دو ایک باتیں کر لیا کرتی تھی، میرے پاس آئی اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد بولی ''زمّرد! تم نے کچھ اور بھی سُنا ہے؟ وہ نوجوان حسین جو تمھارے ساتھ تھا، اب تک اُسی وادی میں تمھاری قبر سے لپٹا بیٹھا ہے۔'' اِس موقع پر مجھے ضبط سے کام لینا چاہیے تھا مگر رہا نہ گیا۔ بے اختیار ایک ٹھنڈی سانس لے کے بول اُٹھی ''حسین اب تک وہیں ہیں؟''

مرجان: ہاں، مگر اب یقین ہے کہ ایک دو ہی روز میں وہ مقام ان سے خالی ہو جائے گا۔

میں نے گھبرا کے پوچھا ''کیوں''؟

مرجان: وہ مقام ہم لوگوں کی سیر گاہ ہے اور اسی سبب سے خورشاہ چاہتے ہیں کہ وہاں کوئی ایسا شخص نہ رہے جو ہمارا راز نہ جانتا ہو۔ تمھارے ساتھی نوجوان کی نسبت پہلے تو یہ خیال تھا کہ جب بالکل مایوسی ہو جائے گی تو چلا جائے گا۔ اسی غرض سے تمھاری قبر بتا دی گئی ہے۔ پتّھر پر تمھارا نام کندہ کر دیا گیا ہے کہ تمھارے مرنے کا اُسے یقین ہو جائے اور واپس ہو جائے اور لوگوں کو بھی اِدھر آنے سے روکے۔ مگر یہ تدبیر بیکار گئی۔ لہٰذا مجبور ہو کے اب یہ تجویز قرار پائی کہ جس

طرح بنے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

''حسین ! میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ جُملہ سنتے ہی میرے دل کی حالت کیا ہوئی، میں گھبرا کے بالکل بے اختیاری کے ساتھ کہہ اُٹھی ''تو پھر مجھے بھی مار ڈالو۔''

میری بدحواسی دیکھ کر مرجان بولی ''اگر اس کو بچانا چاہتی ہو تو ایک کام کرو۔ خورشاہ کے سامنے چل کر خود ہی اپنی زبان سے سفارش کرو۔'' یہ ایسی بات تھی جس کو میں ہرگز نہ ماننا چاہتی تھی۔ فقط اتنے خیال سے کہ تمھاری جان بچتی ہے، طوعاً و کرہاً گئی۔ اور جب اس نے مسکرا کے مجھ سے بات کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے آہ وزاری کے ساتھ کہا ''خدا کے لیے اس نوجوان کی جان نہ لیجیے۔'' میری درخواست سُنتے ہی اس نے نہایت متین صُورت بنائی، مجھے بہت گھور کے غصے کی نگاہ سے دیکھا اور نہایت برہمی کی آواز میں پوچھنے لگا ''وہ تمھارا کون ہے؟''

میں: وہ میرا عزیز ہے۔ اُسی کے ساتھ کھیلتی رہی اور اُسی کے ساتھ پل کے بڑھی ہوئی ہُوں، اور اُسی سے میری شادی ہونے والی ہے۔ اسی سبب سے اکیلا وہی میری جان و دل کا مالک ہے۔

خورشاہ: تمھاری شادی ابھی اُس کے ساتھ نہیں ہوئی؟

میں نے نظر نیچی کر کے جواب دیا ''نہیں۔''

یہ جواب سُن کے خورشاہ نے مجھے بدگمانی کی مُتجسّس نگاہوں سے دیکھا اور کہا ''مگر شادی سے پہلے ہی تمھارے اُس کے ایسے تعلّقات ہو گئے کہ گھر بار چھوڑ کے ساتھ نکل کھڑی ہوئیں تو یہ سمجھنا چاہیے کہ تمھاری عفّت میں داغ لگ گیا۔''

''اِسکا جواب دیتے وقت مجھے بے انتہا شرم معلوم ہوئی۔ کسی طرح کوئی لفظ میری زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ مگر صرف اپنی اور تمھاری آبرو بچانے کی غرض سے میں نے دل کو کڑا کر کے اور بے حیائی

گوارا کر کے جواب دیا ''میں تو اپنے بھائی کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کو اور دوسرے حج کو نکلی تھی۔ مگر ہاں، یہ البتّہ ارادہ تھا کہ قزوین پہنچ کے عقد کرلوں گی۔''

خورشاہ: نکاح کی رسم تو قزوین میں ادا ہوتی مگر غالباً تم آپس میں میاں بی بی کے تعلقات پہلے ہی قائم کر چکے تھے۔

''اِس سوال پر میں اس قدر شرمائی کہ سارا بدن پسینے پسینے ہوگیا۔ نیچی نظر کر کے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شرم کے مارے آنکھیں بند کر کے جواب دیا ''نہیں۔ میری عِفت میں فرق نہیں آیا۔'' اتنا سُنتے ہی خورشاہ ایک بے اختیاری کے جوش میں یہ کہتا ہُوا میری طرف دوڑا ''شکر ہے کہ میری نازنین کے پاک جسم کو ابھی کسی کا ہاتھ نہیں لگا۔'' قریب تھا کہ وہ مجھے گلے لگائے مگر میں نے دونوں ہاتھوں سے روکا اور اس کے ہاتھ سے بچنے کے لیے پاؤں کے پاس زمین پر گر کے کہنے لگی ''اُس نوجوان کی جان نہ لیجیے ورنہ میں مر جاؤں گی۔'' خورشاہ دیر تک سوچتا رہا پھر مجھے اُٹھا کے بولا ''زمّرد! یہ بہت ضروری ہے کہ وادی اُس ضدّی شخص سے خالی کی جائے۔''

میں: آہ! میں نے اُسے وصیت کر دی تھی کہ میں مر جاؤں تو گھر کے عزیزوں کو میری عفّت و پاکدامنی کا یقین دلانا۔ مگر افسوس! اُس نے نہ مانا۔

''یہ سُنتے ہی خورشاہ چونک پڑا اور بولا ''کیا تم نے اُسے گھر جانے کی وصیت کی تھی؟''

میں: جی ہاں۔ وصیت کیسی، بہت تاکید واصرار کے ساتھ کہا تھا۔

خورشاہ: تو خیر، کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک نہایت عمدہ تدبیر ہے۔ وہ وادی بھی اُس سے خالی ہو جائے گی اور اُسے کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچے گا۔ مگر زمّرد! یہ سب کچھ صرف تمھاری نظرِ محبت کی اُمید پر منحصر ہے۔''

"اس کے جواب میں کچھ کہنا مجھے بالکل بے موقع معلوم ہوا۔ خاموش کھڑی رہی۔ خورشاہ نے قلم و دوات منگا کے ایک خط کا مسودّہ لکھا اور اُسے میری طرف بڑھا کے کہا "اِسے تم اپنے ہاتھ سے صاف کر دو" میں نے اُسے اس کے سامنے وہیں بیٹھ کے صاف کر دیا۔ میں واپس نہیں آئی تھی کہ ایک دودھ لانے والی دہقانی کو بُلوا کے خورشاہ نے وہ خط اس کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ تمھاری غفلت میں قبر پر رکھ دیا جائے۔ یہ میرا پہلا خط تھا۔ میں اس حال کا پہلے بھی بیان کر چکی ہوں۔ مگر پھر کہتی ہوں کہ کیسے کیسے ظلم ہوئے ہیں اور کیسی کیسی مجبوریاں پیش آئی ہیں، جب میں نے تم کو خط لکھا ہے۔

اس خط کے روانہ ہو چکنے کے بعد جب میں واپس آئی تو انتہا سے زیادہ حیران تھی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب مجھ سے مایوس ہو کے تم گھر چلے جاؤ گے۔ روز اسی اُدھیڑ بُن میں رہتی تھی کہ تمھاری زبان سے میری موت کا قصہ سُن کے امّاں اور ابّا کے دل پر کیسی گزری ہو گی۔ کئی ہفتے اسی حالت میں گزر گئے۔ وہ حُور جس کا نام مرجان تھا، روز میرے پاس آتی اور ہمیشہ ہمدردی ظاہر کرتی۔ مگر مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ خورشاہ کی سکھائی پڑھائی تھی اور اُس سے روز جا جا کے کہہ دیا کرتی تھی کہ میں تمھارے لیے کس قدر حیران رہتی ہوں۔ ایک دن اُس نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ زمّرد، تمھارا مکان آمل میں ہے؟ میں چونک کے بولی ہاں کیوں؟"

مرجان: وہیں کے ایک زبردست عالم جو فی الحال نیشا پور میں رہتے ہیں، لوگوں کو ہمارے خلاف بہکا رہے ہیں اور اس کو جنتِ فریب بتاتے ہیں۔

میں: کون؟ اِمام نجم الدین نیشا پوری تو نہیں؟

مرجان: ہاں، وہی۔ اُن کے قتل کی تجویز ہو رہی ہے۔

میں: (چونک کر) ہائے! یہ تو بڑا ظلم ہے۔ وہ بڑے باخدا عالم ہیں۔ حسین کے اُستاد ہیں اور اُنھیں کے وہ مُرید ہیں۔

مرجان: (تعجب سے) حسین ان کے شاگرد اور مُرید ہیں؟

میں: اتنا ہی نہیں بلکہ اُن کے بھتیجے بھی ہیں۔

اِس کے بعد میں دل میں افسوس کرتی رہی کہ یہ ظالم ناحق ایک باخدا شخص کی جان لیتے ہیں اور انھی خیالات کی وجہ سے میں نے رات کوئی پریشان اور مہیب خواب دیکھے۔ دوسرے دن اُٹھی ہی تھی اور آفتاب اچھی طرح بلند نہیں ہونے پایا تھا کہ مرجان آئی اور کہنے لگی ''چلو'' زمّرد! تمھیں خورشاہ نے بُلایا ہے۔''

میں: (پریشانی کی صُورت بنا کے) کیوں؟

مرجان: میں کیا جانوں۔ مگر اسی وقت چلو۔

مجبوراً میں اُس کے ساتھ گئی اور وہاں جا کے دیکھا کہ وہ تو ایک خوبصورت لڑکی کے ہاتھ سے جامِ شراب پی رہا ہے۔ میری صورت دیکھتے ہی بولا۔

خورشاہ: تم کسی طرح حسین کے خیال کو نہیں چھوڑتیں۔ اگر میری آرزو پوری کرنے کا اقرار کرو تو تمھیں اُس سے ملا دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

یہ الفاظ سُنتے ہی میرے دل میں ایک خفیف سی مسرت پیدا ہوئی۔ مگر اُس کی شرط بالکل ایسی تھی جیسے شربت کے جام میں زہر ملا ہوتا ہے۔ میں نے کسی اور خیال کو دل میں دبا کے کہا ''اگر آپ کے رحم نے مجھے اُن سے ملا دیا تو زندگی بھر لونڈی رہوں گی۔''

میرے اس جواب سے وہ خوش ہوا اور فوراً ایک دوسرے خط کا مسوّدہ دے کے کہا ''اِسکو اپنے قلم

سے صاف کر دو۔'' میں نے مسوّدہ ہاتھ میں لے کے پڑھا اور خورشاہ کی طرف دیکھ کے پوچھا'' اب تو حسین اس وادی سے چلے گئے ہوں گے۔''

خورشاہ: نہیں۔ اُس نے تمھارے خط کی ذرا بھی پروا نہیں کی۔ اُسی طرح قبر کا مجاور بنا بیٹھا ہے۔ تم اُسے باوفا اور سچّا عاشق سمجھتی تھیں، مگر وہ تمھاری پروا بھی نہیں کرتا۔ اس دل کش وادی میں اس کا ایسا دل لگ گیا ہے کہ اب تمھارے حکم کو بھی نہیں مانتا۔

میں: نہیں۔ وہ ایسے ہی باوفا ہیں جیسا کہ میں سمجھتی ہوں۔ جس طرح میری جُدائی گوارہ نہ تھی اسی طرح اب اُنہیں میری قبر کی مفارقت گوارا نہ ہوگی۔

حسین: (جوش میں آ کے) بیشک زمّرد! صرف اسی خیال سے میں نے تیرا حکم نہیں مانا۔

زمّرد: خیر، میری زبان سے یہ باتیں سُن کے اس نے ایک حیرت کے ساتھ گھور کے دیکھا اور کسی قدر پست آواز میں بولا'' یہ مسوّدہ جلدی صاف کر دو کہ وہ تم سے ملنے کا سامان کرے، مجھے اُس مسوّدے کے پڑھتے ہی حیرت ہوگئی۔ پڑھتی جاتی اور دل میں کہتی جاتی تھی کہ یہ لوگ کس قدر مکّار اور فریبی ہیں۔ بہرحال، میں نے خط صاف کر کے دے دیا اور چلی آئی۔ دوسرے دن مجھے مرجان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ خط تمھارے پاس بھیج دیا گیا اور اس سے یہ غرض تھی کہ تمھیں شیخ علی وجودی کا معتقد بنا کے انھی کے ذریعے سے امام نجم الدین نیشا پوری تمھارے ہاتھ سے قتل کرائے جائیں۔ اِس صلے میں تم جنت کی سیر کرو اور مجھے تم سے ملنے کا موقع ملے۔ حسین! کیا کہوں۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے اپنے اوپر کتنی لعنت ملامت کی۔ دل میں ڈرتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تم اُن کے خون میں اپنے ہاتھ رنگ لو۔ دعا کرتی تھی کہ خدا کرے پہلے خط کی طرح تم اِس خط پر بھی عمل نہ کرو۔ مگر جب معلوم ہوا کہ یہاں کے بھیجے ہوئے گدھے پر سوار ہو کے تم روانہ

ہو گئے تو دل میں اور ڈری اور دعا کرنے لگی کہ خداوند! حسین کو اس گناہ سے بچا۔ مگر بعد مدّت کے جب معلوم ہوا کہ اب دو تین دن میں جنت میں آیا چاہتے ہو، مجھے یقین ہو گیا کہ تم ان ظالموں کے پھندوں میں پھنس گئے ہو۔ جب تم اُس وادی کو چھوڑ کے چلے گئے تو یہاں کی حُوریں اکثر اوقات سیر و تفریح کی غرض سے وہاں جانے لگیں، جن کے ساتھ خورشاہ کی اجازت سے میں بھی کبھی چلی جاتی تھی اور اپنی قبر کو دیکھ کے تمھارے خیال سے اکثر ہی دل ہی دل میں روتی تھی۔

جب تم جنت میں آئے، اس سے پہلے مجھے بتا دیا گیا کہ تم سے کیوں کر ملوں، کس قسم کی باتیں کروں اور تمھارے اعتقاد کو کس طرح بڑھاؤں۔ اُمید تھی کی اس کے ذرا بھی خلاف ہوا اور ذرا سا بھی راز تم پر ظاہر ہو گیا تو تم سے پہلے میں مار ڈالی جاؤں گی۔ پھر ہر وقت یہاں میری اور تمھاری نگرانی ہوتی رہتی تھی اور مجھے تم سے ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے تمھاری یہ حالت نظر آئی کہ جیسے تم پر کوئی جادو چلا ہوا تھا اور اپنے ہر نیک و بد سے بے خبر تھے۔ ایسی حالت میں اس کی اُمید نہ تھی کہ تم سے کچھ کہوں گی تو تم اُسے ضبط کر کے چُھپا سکو گے۔ اسی خیال سے میں نے کچھ نہ کہا۔ تاہم موقع پا کے اتنا بتا دیا تھا کہ نا اُمیدی کی حالت میں میری قبر پر آنا اور آخر اسی تدبیر سے خدا نے کامیاب کیا۔ مگر حسین! میں نے خورشاہ کے ہاتھ سے تمھارے لیے بڑے بڑے ظلم اُٹھائے۔ برائے نام اِس جنت میں تھی۔ تمھارے جانے کے بعد اور زیادہ سختیاں ہوئیں۔ اب خورشاہ کو خیال ہو چکا تھا کہ میں کبھی اِس کے موافق نہ ہوں گی۔ مگر لوگوں کے کہنے سننے اور اس کے دلی میلان کا نتیجہ تھا کہ اس وقت تک زندہ ہوں۔

حسین: (زمرّد کو گلے لگا کر) غنیمت ہے کہ اتنی مصیبتوں کے بعد ہم پھر مل گئے۔ مگر اب مجھے ضرورت ہے کہ اِن ظالموں سے ان باتوں کا انتقام بھی لوں۔ جب تک انتقام نہ لوں گا

تب تک چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا۔میرے گناہوں کا کفارہ یہی ہے کہ دنیا کو خورشاہ، علی وجودی اور طورِ معنیٰ کی نجاست سے پاک کروں۔جس طرح ابھی ان لوگوں کا فدائی تھا، اب دین کا سچا فدائی رہوں گا۔ان کے مستقر پر جاؤں گا اور اسی بہانے سے ان لوگوں کو جنت کی بجائے دوزخ میں بھیجوں گا۔

زمّرد: تمھیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔فی الحال عیدِ قائم قیامت ہے۔یہ سب لوگ یہیں آئے ہوئے ہیں۔اسی قلعے میں موجود ہیں۔اور ان کی سزا دہی کا بھی پورا انتظام ہو گیا ہے۔
آج ہی شام تک تمھیں موقع مل جائے گا کہ شہزادی بلغان خاتون کے ساتھ خورشاہ کے محل میں اور قلعے میں گھس کے ایک ہی وقت تینوں کا کام تمام کرو۔

حسین: زمّرد! تجھے یہاں کے حالات کیونکر معلوم ہو گئے؟

زمّرد: حُوروں اور جنت والوں سے کوئی راز چُھپا تھوڑا ہی ہے۔مرجان کی طرح یہاں کی بعض حُوریں خورشاہ کے محل میں جاتی ہیں۔ان میں سے ایک دو ہر وقت اس کی صحبت میں موجود رہتی ہیں۔یہ حُوریں جب واپس آتی ہیں تو جو کچھ دیکھتی سنتی ہیں، دوسروں سے کہہ دیتی ہیں۔اِس طرح تھوڑی دیر میں ہر بات سب میں مشہور ہو جاتی ہے اور کسی نہ کسی ذریعے سے میں بھی سُن لیتی ہوں۔اور ہاں حسین! یہ تو بتاؤ کہ شہزادی کے ساتھ فوج کتنی ہے؟

حسین: فوج؟ تھوڑے سے جوان ہوں گے۔

ناگہاں ایک شور اور ہنگامے کی آواز بلند ہوئی۔دونوں گھبرا کے محل سے باہر نکل آئے اور سپاہیوں کا عظیم الشّان لشکر دیکھ کے اس کے محل کی طرف دوڑے جہاں شہزادی بلغان خاتون آرام کر رہی تھی۔

نواں باب

انتقام

حسین اور زمرّد نے اپنے قصر سے نکل کے دیکھا تو عجب عالم نظر آیا۔ جنت کے آرام و اطمینان میں فرق آ گیا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا فردوسِ بریں میں قیامت آ گئی ہے۔ خوبُرو اور پری چہرہ حُور و غلمان جو اپنے حسن و جمال سے ہر ایک کو نورانی پیکر ہونے کا دھوکہ دیتے تھے، قصروں اور کوشکوں سے نکل نکل کے بدحواس بھاگے اور ایک دوسرے کی آڑ میں چھپنے لگے۔ ہر طرف تہلکہ پڑ گیا۔ جہاں رونا حرام بتایا جاتا تھا، وہیں ہر طرف رونے پیٹنے اور نوحہ وُ بکا کی آواز بلند ہوئی۔ ایک عظیم الشّان اور بڑا بھاری تاتاری لشکر جنت میں داخل ہو گیا تھا، جس کے سپاہی ہر چہار طرف پھیلتے جاتے تھے۔ قصروں اور کوشکوں میں لوٹ مار مچ گئی تھی۔ خوبصورت لڑکیاں اور پری جمال لڑکے گرفتار ہو رہے تھے، جن کی سہمی ہوئی صورتوں اور چیخ و پکار کی آوازوں سے عجیب نازک گھڑی کا سماں پیدا ہو رہا تھا۔ یہ وحشت انگیز اور بدحواس کرنے والا سماں دیکھتے ہی زمّرد اور حسین دوڑے ہوئے اس کوشک میں پہنچے جہاں شہزادی بلغان خاتون آرام کر رہی تھی۔ زمّرد شہزادی کی آرام گاہ کے قریب پہنچ کے دستک دینے کو ہی تھی کہ ایک وحشی اور غارت گر تاتاری اُس کی طرف جھپٹ پڑا۔ حسین کے پاس کوئی ہتھیار تو نہ تھا، وہ اپنی فدائیت کا خنجر لے کے دوڑا۔ قریب تھا کہ اُس میں اور تاتاری میں لڑائی ہو جائے کہ ناگہاں کمرے کا دروازہ کُھلا اور خوبصورت شہزادی بلغان خاتون اپنے بکھرے ہوئے اور لٹکے ہوئے بالوں کے ساتھ باہر نکلی اور تاتاری زبان میں چلّا کے بولی ''ٹھہرو!'' شہزادی کی صورت دیکھتے ہی تاتاری دوڑ کے اس کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ ہم حضور کی تلاش میں تھے۔

شہزادی: تم میرے ساتھ والوں میں سے ہو؟

تاتاری: نہیں۔

شہزادی: (خوش ہو کے) بھائی آ گئے؟

تاتاری: جی ہاں۔

ناگہاں تاتاریوں کا ایک بڑا غول نظر آیا جن کے درمیان میں خود ہلاکو خان بھی موجود تھا۔ شمشیر برہنہ اُس کے ہاتھ میں تھی۔ ہلاکو خان کو آتے دیکھ کے بلغان خاتون استقبال کو دوڑی۔ بہن بھائی جوش و خروش اور گرم جوشی سے ملے۔ وحشی اور غارت گر جوانوں نے ایک گھڑی کے لیے مُہذّب بن کے اور مُرتّب ہو کے اپنی حسین و نازنین شہزادی کو سلام کیا اور ہر طرف سے خوشی و مسّرت کے نعرے بلند ہونے لگے۔

بلغان خاتون: (ہلاکو خان سے) بھائی۔ آپ کب آئے؟ مجھے تو تردّد ہو چلا جاتا تھا۔

ہلاکو خان: تم کہتیں اور میں نہ آتا؟ اس میں شک نہیں کہ اس وقت سُلطان ولیم کے تعاقُب میں عُجلت کرنے کی ضرورت تھی مگر تمھارا خط دیکھتے ہی مجبور ہونا پڑا۔ میں نے تھوڑی سی فوج اُس کے تعاقُب میں چھوڑ دی اور باقی لوگوں کو ساتھ لے کے چلا آیا۔

بلغان خاتون: میں روانہ ہونے سے کئی دن پہلے آپ کو اطلاع دے چکی تھی۔ اسی خیال سے زیادہ فوج اپنے ہمراہ نہیں لائی۔ لیکن آج صبح جو آپ کے پہنچنے میں دیر ہوئی تو میرا تُردّد بڑھتا جا رہا تھا۔

ہلاکو خان: میں نے بہت کوشش کی کہ صبح تڑکے پہنچ جاؤں مگر کسی طرح نہ پہنچ سکا۔ خیر، اب بھی چنداں دیر نہیں ہوئی۔

اس کے بعد بلغان خاتون نے زمرد اور حسین کو ہلاکو خان کے قدموں پر گرایا اور کہا ''یہی وہ لوگ ہیں جن کی مدد سے میں یہاں تک آ سکی۔''ہلاکو خان نے انھیں اُٹھا کے گلے سے لگایا اور کہا ''اپنی بہن کی طرف سے میں بھی شکر گزار ہوں۔''

دونوں نے جھک کے اس کے قدم چومے اور کہا ''حضور ہی کی توجہ سے ہم کو اس قید خانے سے نجات ملی ورنہ زندگی بھر نجات کی کوئی اُمید نہ تھی۔

بلغان خاتون: اور بھائی! آپ کے ہمراہ کتنی فوج ہے؟

ہلاکو خان: میں پچاس ہزار فوج لے کے چلا تھا۔ راستے میں وہ چالیس ہزار جوان اور خُد ا مل گئے

جو تمھارے ساتھ آئے تھے۔ اب کُل نوّے ہزار تاتاری میرے ہمراہ ہیں۔ مگر ان میں سے صرف پانچ ہزار آدمی اندر لایا ہوں۔ اس لیے کہ راستے کی دشواریوں کے باعث اس سے زیادہ فوج کا یہاں لانا غیر ممکن تھا۔

بلغان خاتون: اور باقی ماندہ فوج نہر کے کنارے پڑی ہوگی۔

ہلاکو خان: نہیں۔ میں نے کئی منزل پیشتر سے اپنی فوج کے چالیس ہزار آدمی قلعہ المُوت پر بھیج دیے تھے جو آج ہی پہنچ گئے ہوں گے اور قلعے کے اندر سے ہماری طبل وقرنا کی آواز سنتے ہی یورش کریں گے۔ نہر ویرنجان کے کنارے پہنچ کے جب معلوم ہوا کہ زیادہ آدمی یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تو میں نے طوبی خان کو باقی ماندہ فوج کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ وہ بھی المُوت ہی پر جا کے حملہ کرے۔ اس کے ساتھ ۴۵ ہزار فوج ہے۔ مجھے خدشہ تھا کہ یہ لوگ وقت پر نہ پہنچ سکیں گے۔ مگر اتفاقاً خوش قسمتی سے ایک یہیں کا کوہستانی شخص مل گیا جس نے بتایا کہ المُوت بہت قریب ہے۔

زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے میں پورا لشکر وہاں پہنچ سکتا ہے۔ طوبی خان اُس شخص کو ساتھ لے کے گیا ہے اور یقین ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ بھی قلعے کے پھاٹک پر پہنچ گیا ہوگا۔ خیر یہ بتاؤ کہ قلعے کا راستہ کدھر ہے؟

بلغان خاتون: تو بھائی تھوڑی دیر ٹھہر کے ستالو، پھر چلنا۔ تم ابھی منزل مارے اور تھکے ماندے چلے آرہے ہو۔

ہلاکو خان: (ہنس کے) ہمارا آرام اسی میں ہے کہ جوہرِ شجاعت دکھانے کو کوئی اچھا میدانِ جنگ ملے۔ جب تک فتح حاصل نہ ہولے، اس وقت تک کوئی چیز ہماری تھکان کو نہیں مٹا سکتی۔ ہاں البتہ تمھارے تھکنے کا مجھے لحاظ ہوتا۔ مگر تم مجھ سے پہلے ہی یہاں پہنچ چکی ہو اور اچھی طرح ستا چکی ہو۔ لہٰذا اب کسی بات کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔

حسین: (جوش وخروش سے قدم آگے بڑھا کے) حضور! بے شک انتظار نہ کرنا چاہیے۔ مُجھے اِن لوگوں نے اِتنا فریب دیا ہے اور میرے ہاتھ سے ایسے گناہ کرائے ہیں کہ جب تک اِن میں سے خاص تین شخصوں کی جان نہ لے لوں گا، چین نہ پڑے گا۔ ہر وقت میرے دل سے انتقام کی آواز نکلتی ہے۔ پریشان ہوا جاتا ہوں۔

ہلاکو خان: (مسکرا کے) ہاں، ذرا بیان تو کرو کہ تمھیں کیوں فریب دیا گیا تھا؟

شاہی حکم کی تعمیل میں حسین نے اپنی سرگزشت مختصر الفاظ میں بیان کی اور آخر میں آبدیدہ ہو کے کہنے لگا "افسوس! زمرد کی محبت کے نام سے اتنے بڑے اور ایسے فریب دیے گئے ہیں کہ جب تک زندہ ہوں اپنے اوپر لعنت کروں گا۔

ہلاکو خان: (حیرت سے) واقعی، ان لوگوں نے دنیا کو مکاری اور ریاکاری کا عجب جال ڈال رکھا

ہے اب اس قلعے کی فتح کے بعد میرا ارادہ ہے کہ ملاحدہ کی نجاست سے ساری دنیا کو پاک کردوں

۔

حسین: اگر ایسا ہوا تو خدا تعالیٰ آپ سے بہت خوش ہوگا اور دنیا ہمیشہ کے لیے آپ کے مبارک اسلحہ کی ممنونِ احسان رہے گی۔

ہلاکو خان: تو چلو۔ اب تاخیر میں نقصان ہے۔ ہماری فوج جو قلعہ کے گرد ٹھہری ہوئی ہے متردّد و پریشان ہوگی۔

زمّرد: یہ کام میرے ذمے ہے، حضور! آپ کی اس لونڈی کے سوا کوئی اس راستے سے واقف نہیں ہے۔ مگر اپنے ہمراہیوں کو حکم دیجیے کہ جب تک محل کے اندر نہ داخل ہولیں، نہایت خاموشی سے چلیں۔ پہلے سے خبر ہوگئی تو محل سرائے کا پھاٹک بند کرلیا جائے گا اور پھر قلعے کی طرف جانے میں بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔

زمّرد کی ہدایت کے مطابق ہلاکو خان نے اپنے تمام ساتھیوں کو ساکت وصامت اور آہستہ قدم اُٹھانے کا حکم دیا۔ وہ پانچ سو تاتاری جو قراقرم سے شہزادی کے ہمراہ آگئے تھے اور اب اس پانچ ہزار فوج کے بعد وہ جنت کے اندر داخل ہوگئے تھے، وہی جنت میں چھوڑ دیے گئے تاکہ اسیر شدہ حُوروغلمان کی حفاظت کریں۔ ہلاکو خان الموت کے قصر شاہی کی طرف اس شان سے روانہ ہوا کہ آگے آگے حسین تھا۔ اب اسے کسی تاتاری جوان سے ایک تلوار مل گئی تھی، جسے وہ غضب اور انتقام کے ارادے سے علم کیے ہوئے تھے۔ اُس کے پیچھے خود ہلاکو خان تھا جس کی داہنی طرف بلغان خاتون تھی اور بائیں طرف زمّرد تھی اور اُن کے پیچھے پانچ ہزار تاتاریوں کا غول تھا، جو باوجود ازدحام و جوش وخروش کے نہایت ہی سکوت ومتانت کے ساتھ آہستہ آگے بڑھتا چلا جاتا تھا۔

نہرو یرنجان کے اس طرف تمام چمن اور دل کش قطعاتِ باغ طے کر کے یہ پُرسکوت گروہ سنہری پُل پر پہنچا۔ زمّرد نے بڑھ کر پُل کا قفل کھولا۔ آج صبح ہی کو راستہ روکنے کے لیے اس پُل میں قفل ڈال دیا گیا تھا۔ پُل کا پھاٹک کھلتے ہی سب نہر سے اُتر اُتر کے ایک پر فضا اور دل کش مرغزار میں داخل ہوئے اور زمّرد کے بتانے کے موافق ایک خوش نما اور خوش گوار راستے سے گزر کر بڑے بڑے سایہ دار درختوں کے ایک جھنڈ میں پہنچے۔ انھیں درختوں کے گھونگھٹ میں رکن الدین خورشاہ کے محل سرا کا خوبصورت دروازہ چھپا ہوا تھا۔ دروازے کی صورت دیکھتے ہی یہ لوگ دوڑ کے اندر گھس گئے اور قبل اس کے کہ کسی کو خبر ہو، ایک طولانی ڈیوڑھی کو قطع کر کے خوش نما اور فرحت بخش خانہ باغ میں جا پہنچے جو اپنی شادابی اور دلکشی میں الموت کی جنت سے کم نہ تھا۔

اِن خلل اندازوں کی صورت دیکھتے ہی چند سپاہی جو پہرے پر متعین تھے، اپنا اسلحہ لے کے دوڑے۔ مگر جب دیکھا کہ تاتاریوں کا ایک لشکر ہے تو وہ بدحواس بھاگے۔ دو چار مارے گئے اور بقیۃ السّیف نے بھاگ کے سارے محل اور قلعے میں ہل چل ڈال دی۔ قلعے میں مذہبی عید کی رسمیں بجا لائی جا رہی تھیں اور بیرونی اور نیز یہاں کے لوگوں کا بڑا بھاری مجمع تھا۔ اگر حواس سے کام لیا جاتا تو ممکن تھا ایک معرکے کی لڑائی ہوتی۔ مگر تاتاریوں کی ہیبت اُن دنوں ساری دنیا میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اُن کے قلعے میں داخل ہو جانے کا سُنتے ہی سب کے ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔ خود خورشاہ جو کھڑا خُطبہ پڑھ رہا تھا، ممبر سے اُتر کر بدحواس بھاگا کہ کسی کونے میں جا چُھپے۔ مگر جانے نہ پایا تھا کہ محل کی نازک اندام اور پری جمال عورتیں برہنہ پا بھاگ بھاگ کے آتیں اور قدم پر اُس کے دامن سے لپٹ کے پناہ مانگتی تھیں۔ اس وقت یہاں اس کی خبر نہ تھی کہ قلعے کے گرد سے بھی ایک بڑا بھاری اور عظیم تاتاری لشکر محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ بادشاہ اور مُعتقِدوں کو بدحواس دیکھ کے تمام سپاہی اور

اہلِ قلعہ، داعی اور فدائی قلعے کے پھاٹک کھول کے بزدلی اور خوف کی آوازیں بلند کرتے ہوئے باہر نکلے، جن کے نکلتے ہی قلعے کے اندر مُغلی طبل اور قرنا بجی اور تاتاریوں کے باہر والے تاتاری لشکر نے قومی باجوں کی آواز سنتے ہی خود اپنا طبل بجایا اور فوراً حملہ کر دیا۔ بھاگ کے باہر جانے والے، تاتاری لشکر کے مُتلاطم سمندر کو ایک طوفان کی طرح اپنی طرف آتے دیکھ کر نہایت ہی از خود رفتگی کے ساتھ اُلٹے پھرے، جن کا طوبیٰ خان کے لشکر نے بڑی پھرتی سے تعاقب کیا اور باہر کے جان بازوں کو قتل کرتے ہوئے قلعے کے اندر گھس پڑے۔

اب قلعے کے اندر سخت طوفان بپا تھا۔ ہر طرف قتل عام کا سا سماں نظر آ رہا تھا۔ بوڑھے بچے، زن و مرد، اہلِ حرفہ اور سپاہی سب بلا استثنا اور امتیاز قتل ہو رہے تھے۔ ایک عجیب ہنگامہ تھا جس میں تیرا ور نیزے، تلوار اور چھری اور گُرز اور تبر کی ہولناک آوازوں کے ساتھ تاتاری لُٹیروں کی وحشت ناک چیخیں، عورتوں اور بچوں کی آہ وزاری اور رونے پیٹنے کی آوازیں ایک ساتھ سنی جاتی تھیں۔

ہلاکو خان اور بلغان خاتون کے ہمراہی خورشاہ کے محل میں ایک ایک دالان میں گھس کے خوفزدہ عورتوں، مردوں بوڑھوں اور بچوں کو نکال نکال کے ہنکاتے ہوئے اُس بڑے میدان میں لائے جس جگہ چند منٹ پہلے عید کا جشن ہو رہا تھا اور عیش و مُسرت کے پُر جوش نعرے بلند ہو رہے تھے۔ دوسری طرف سے بھاگنے والوں کو طوبیٰ خان کے ہمراہیوں نے نہایت ہی بدحواسی کے ساتھ ہنکا کے اندر کیا۔ وہ بھی اسی میدان میں آ کے مظلوم و پریشان حال دوستوں سے اندھوں کی طرح ٹکرانے لگے۔ کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہ تھا۔ ہر شخص کے حواس غائب تھے۔ اور دشمن میں سے کسی کو پاتا تھا، مجنون یا ڈوبنے والوں کی طرح اُس کے دامن سے لپٹ کے پناہ مانگتا۔ یہ دل خراش منظر زمّرد کے دل پر نہایت ہی اثر کر رہا تھا۔ وہ ان لوگوں کی بے کسی دیکھ کے رو اُٹھتی تھی۔

کئی مرتبہ قلعے کی بعض ستم زدہ عورتوں کے ساتھ اُس کی زبان سے بھی چیخ کی آواز نکل گئی۔زمرد کی پریشانی دیکھ کے بلغان خاتون اُس کے قریب آئی اور کہنے لگی ''زمرد! میں جانتی کہ تمھارا دل اس قدر کمزور ہے تو تم کو یہاں ہرگز نہ لاتی۔''

زمرد: (رو کے) شہزادی، یہ سب میرا کیا ہوا ہے۔جو خون کا قطرہ اس وقت قلعے میں گر رہا ہے اور گرے گا، اُس کے گناہ میں میرا نام بھی لکھا جائے گا۔اور ممکن نہیں کہ اس کے انتقام سے بچ سکوں

۔

بلغان خاتون: یہ صرف تمھارے دل کا بودا پن ہے ورنہ ان لوگوں کا قتل کرنا گناہ نہیں۔ذرا یہ تو خیال کرو کہ اس وقت ہم کیسے کیسے مقدس بزرگوں اور نامور لوگوں کا بدلہ لے رہے ہیں۔جتنے لوگ یہاں مارے جائیں گے، ان سے زیادہ روحیں اس وقت خوش ہو رہی ہوں گی اور ہمارے لیے خدا سے مغفرت کی خواست گار ہوں گی۔

زمرد: (ہچکیاں لے کے) جو کچھ بھی ہو مگر شہزادی مجھ سے یہ ظلم و جور نہیں دیکھا جاتا۔

بلغان خاتون: جب یہ ظلم و جور دل پر اثر کرے تو اُن مظالم کو یاد کرو جو ان ظالموں کے ہاتھوں دنیا پر ہوتے رہے ہیں۔

تھوڑی ہی دیر میں قلعے کی نصف سے زیادہ آبادی قتل ہو گئی۔لاشیں ہر طرف تڑپ رہی تھیں۔ہر طرف سے پھڑکتی ہوئی آتیں، ایک مقام پر بہت سی جمع ہو جاتیں اور ایک دوسری کو ماتیں اور باہم لپٹ لپٹ کے اچھلتی تھیں۔مگر قاتلوں کا خیال بھی اس طرف نہ جاتا تھا۔وہ برابر بے سر دھڑوں کو گرا گرا کے انھیں تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں کی طرف بڑھا رہے تھے۔

اب ہلاکو خان اسی ممبر پر کھڑا تھا جس سے خورشاہ خُطبے کو ناتمام چھوڑ کے اُترا تھا۔برہنہ و خون آلود

تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اور اُس کی بہن شہزادی بلغان ممبر کے نیچے اس کے قریب ہی کھڑی تھی۔ حسین اگر چہ فوجی آدمی نہ تھا۔ مگر اسے انتقام کا پورا موقع ملا تھا اور دل کی آگ ملاحدہ کے قتل کی پیاس کو تیز کر رہی تھی۔ تاتاریوں کی بھیڑ میں گھس گھس کے وہ ان خاص لوگوں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا جنھیں اس نے پہلے سے اپنا شکار تجویز کر لیا تھا۔ ناگہاں ایک شخص دوڑ کے اُس کے دامن سے لپٹ گیا اور اس کے منہ سے آواز نکلی:

''حسین مجھے بچا۔ میں جانتا ہوں کہ تُو شجرِ معرفت کی ایک شاخ ہے۔'' حسین سمجھ گیا کہ یہ کاظم جنوبی ہے۔ دل میں آئی کہ ایک ہی وار میں اُس کا سر اُڑا دے مگر خود ہی سوچا کہ اس سے طورِ معنیٰ اور علی وجودی کا پتا لگ جائے گا۔ یہ خیال آتے ہی ذرا دوستی کی شان سے کاظم جنوبی کی طرف جُھک کے پُوچھا ''طورِ معنیٰ کہاں ہے؟''

کاظم جنوبی نے یہ الفاظ سنتے ہی سر اُٹھا کر چاروں طرف دیکھا اور ایک شکستہ حال بڈّھے کی طرف جو کئی آدمیوں کے درمیان زمین پر ننگے سر بیٹھا تھا، اشارہ کیا اور پھر زمین پر گر کے کہنے لگا '' اے شجرِ معرفت! مجھے پناہ دے۔'' حسین نے غضب آلود تیوروں سے اس کی ذلیل خوشامد کو دیکھا اور یہ کہہ کر کہ تجھ جیسے ذلیل فریبی کے لیے پناہ نہیں ہے، اُس کا سر اُڑا دیا۔

کاظم جنوبی کو تڑپتا چھوڑ کے وہ اس بڈّھے کی طرف گیا اور دیر میں پہچان سکا کہ طورِ معنیٰ وہی ہے۔ حسین نے اس مجمع کے اندر ہاتھ ڈال کے اُسے باہر کھینچا اور کہا ''آج تو میں نے ستّر ہزار حجاب خود ہی چاک کر ڈالے اور طورِ سینا کو بے حجاب دیکھ رہا ہوں۔'' یہ جملہ سنتے ہی طورِ معنیٰ نے حیرت و استعجاب سے حسین کی طرف دیکھا اور کہا ''اے نوجوان! تو کون ہے کہ رمزِ حقیقت سے آگاہ معلوم ہوتا ہے؟''

حسین: ہاں، خوب آگاہ ہوں۔مگر آپ نے شاید مجھے نہیں پہچانا؟

طورِ معنیٰ: نہیں، بالکل نہیں۔

یہ جواب سنتے ہی غصے میں آ کے حسین نے اس کے منہ پر تھوک دیا اور کہا ''یا تو وہ کشف تھا کہ بغیرا سکے کہ میری صورت دیکھے اور میری آواز سُنے تُو نے کہا تھا، اے نوجوانِ آملی، مرحبا۔ یا آج مجھے دیکھ کے بھی نہیں پہچان سکا؟ تیری سب سازشیں کُھل گئی ہیں اور معلوم ہو گیا کہ تو کتنا بڑا مکار و بد معاش ہے۔'' اس جواب پر طورِ معنیٰ جُھک کر حسین کے قدم چُومنے لگا اور رِقّت و بدحواسی کی آواز میں بولا ''رحم، جوانِ آملی۔''

حسین: ہرگز نہیں۔ تو ایک فتنہ ہے جس سے دنیا کو جہاں تک ہو سکے جلد خالی کرنا چاہیے۔

یہ کہہ کر حسین طورِ معنیٰ کے سینے پر چڑھ بیٹھا، تلوار زمین پر ڈال دی اور کمر سے خنجر نکال کے بولا ''یہی وہ فدائیت کا خنجر ہے جو میری کمر میں بندھوایا گیا تھا۔ اسی سے میں نے امام ناصر الدین احمد کے سے نیک نفس بزرگ کی جان لی تھی، اور اسی سے تیرا ناپاک سینہ چاک کرنا چاہتا ہوں۔'' طورِ معنیٰ کچھ کہنے کو تھا کہ حسین کا خنجر اس کے سینے میں اتر گیا اور ایک ہی وار میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ایک آہ کے ساتھ جان دے دی۔ حسین اپنی تلوار لے کے اُٹھ کھڑا ہوا، مگر اچھی طرح کھڑا نہیں پایا تھا کہ دیکھا کہ کس قدر فاصلے پر ہلاکو خان کے قریب ہی ایک تاتاری ایک ضعیفُ العمر بُڈھے کو اُس کے عمامے سے باندھ کر کھینچ رہا ہے۔ حسین اُسے دیکھتے ہی پہچان گیا کہ علی وجودی ہے۔ بے اختیار دوڑا اور پگڑی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے چلّایا ''یہ میرا مجرم ہے۔''

تاتاری: کیوں؟ گرفتار میں نے کیا اور مجرم تُمھارا ہو گیا؟

حسین: ہاں! اس لیے کہ یہ میرا قدیمی مُجرم ہے۔

اس جُملے کے ساتھ ہی ہلاکو خان نے اُس تاتاری کو اشارہ کیا کہ اِس قیدی کو حسین ہی کے سپُرد کر دے۔ حسین نے علی وجودی کو اسی طرح اُس کے عمامے کا ایک جھپکا دے کے دریافت کیا ''مجھے پہچانا!''

علی وجودی کچھ ایسی مایوسی اور از خود رفتگی کی حالت میں تھا کہ اس وقت اس نے دیکھا ہی نہ تھا کہ اُس کے سر پر کیا گُذری ہے اور کس کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔ حسین کی آواز سُن کے اُس نے سر اٹھایا اور پہچانتے ہی چلاّ اُٹھا ''آہا! حسین! مجھے تیری جُستجُو تھی۔ جب قلعہ اَلمُوت سے تیرے نکالے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ افسوس! اگر تُو میرے پاس آجاتا تو اس طرح ناکام نہ رہتا۔

دراصل علی وجودی یہ نہیں سمجھا تھا کہ حسین اب اس کے عقائد کے خلاف ہے۔ اسے خیال گزرا کہ اب تک یہ میرا مُعتقِد ہے اور اسی وجہ سے مجھے تاتاریوں سے چھُڑا کے بڑی دلیری اور بہادری سے یہاں لایا ہے۔

حسین: (عقیدت کی شان اور عمامے کا سرا چھوڑ کے) مگر آپ کو تو غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ آپ نے سیرِ لاہوتی میں بے شک دریافت کر لیا ہوگا کہ میں کن پہاڑوں اور کن گھاٹیوں میں سر ٹکراتا پھرتا تھا۔

یہ سُن کے علی وجودی نے حسین کو بدگمانی کی نظر سے دیکھا اور کہا ''سیرِ لاہوتی اُسی وقت ہوتی ہے جب انسان توجّہ قلبی سے کام لے۔ دراصل میں نے تیرا حال دریافت کرنے کی جانب کبھی توجّہ نہیں کی تھی۔

حسین: مگر یہ اُمید نہ تھی کہ مجھ سے عقیدت کیش کو آپ بالکل چھوڑ دیں گے۔

علی وجودی: او حسین! یہ فتنہ کیوں کر بپا ہوا؟ یقین ہے کہ تجھے معلوم ہوگا، اس لیے کہ تیرے کہنے سے تاتاریوں نے میری جان چھوڑ دی۔

حسین: آپ کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کو ہر امرِ واقعہ ادنیٰ توجّہ قلبی سے معلوم ہو جاتا ہے۔

علی وجودی: اتنا جاننے پر بھی تو عالمِ ارواح کے رموز سے نا آشنا ہے۔ جن لوگوں کو ان رمُوز میں کمال حاصل ہوتا ہے، انھیں کبھی اپنی خبر نہیں رہتی۔ سنا نہیں:

گہے بر طارمِ اعلےٰ نشینم

گہے بر پُشتِ پائے خود نہ بینم

حسین: رُکن الدین خورشاہ نے مجھے جنت میں بھیجنے سے انکار کیا اور اپنے قلعے سے نکلوا دیا جس کے بعد مایوسی تھی اور عجیب بے کسی کی حالت میں تھا۔ افسوس! اس وقت آپ نے خبر نہ لی۔ مگر معاملہ دگرگوں ہونے والا تھا۔ تقدیر نے مجھے ایک اور شخص سے ملا دیا اور اب اس کی برکت و رہبری سے جنت میں پہنچا اور زمّرد سے ہم کناری نصیب ہوئی۔ افسوس! کہ اب میں آپ کے مریدوں سے نکل گیا اور اُس کے مُریدوں اور مُعتقِدوں میں شامل ہو گیا ہوں۔

علی وجودی: وہ کون شخص ہے؟

حسین: تاتاریوں کا سردار ہلاکو خان۔ اور اس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

علی وجودی نے یہ سُنتے ہی سر سے پاؤں تک کانپ کے حسین کی صورت دیکھی اور پُوچھا ''وہ شرائط کیا ہیں؟''

حسین: وہ یہ کہ آپ جیسے جتنے مکّار اور سیہ کار ملاحدہ ملیں، ان کا سر تن سے جُدا کر دوں۔

علی وجودی: (سہم کے) اور ایسے ظالمانہ احکام بجالانے میں تمھیں تامُّل نہیں؟

حسین: بالکل نہیں۔ اسکا سبق تو آپ ہی سے مل چکا ہے کہ مُرید کو مُرشد کے ہاتھ میں ایک بے جان آلے کی طرح رہنا چاہیے۔ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے اور اس کا باطن میرے مُرشد کے نزدیک بہت ہی اچھا اور خُدا کی درگاہ میں مقبول ہے۔

علی وجودی نے شرما کے اور سر جھکالیا اور کہا "مگر جو کچھ بھی ہو، تمھیں رحم سے کام لینا چاہیے"۔ اِس جواب سے حسین کو بہت غصہ آیا مگر اُس نے ضبط کر کے اپنے تئیں روکا اور کہا "بے شک ظلم خدا کو پسند نہیں ہے اور اسی وجہ سے امام نجم الدین نیشا پوری کی روح آج تک پکار پکار کے کہہ رہی ہے کہ میرا خون علی وجودی کی گردن پر ہے۔" یہ سُنتے ہی علی وجودی سر سے پاؤں تک کانپنے لگا اور تھوڑی دیر بعد جب اُس کے دل کو ذرا سکون ہوا تو بولا "مگر میرے تمھارے ساتھ ایسے تعلقات رہ چکے ہیں کہ مجھے تم سے بے رحمی کی اُمید نہیں۔"

حسین: اِمام نجم الدین نیشا پوری سے زیادہ مجھے آپ سے تعلّق نہیں رہا ہے۔ وہ میرے چچا تھے ،اُستاد تھے، مُرشد تھے۔

اب علی وجودی کو خوف نے اُس کے اختیار سے باہر کر دیا۔ وہ ایک دفعہ روتا ہوا حسین کے قدموں پر گرا اور چلّایا "رحم رحم!!"

حسین: ہرگز نہیں۔ ہزارہا پاک اور مُقدّس رُوحیں فریاد کر رہی ہیں جو یقیناً اب تمھاری نظر کے سامنے ہوں گی اور تمھیں چاروں طرف سے دھمکا رہی ہوں گی۔

اور بے شک علی وجودی کی اُس وقت یہی حالت تھی۔ وہ بار بار چاروں طرف گھبرا گھبرا کے دیکھتا تھا اور ہر طرف اُسے کوئی مظلوم تصویر چھُریوں اور خنجروں سے دھمکاتی ہوئی نظر آتی تھی۔ عین اسی

حالت میں جب اس کے چاروں طرف چھُریاں ہی چھُریاں نظر آ رہی تھیں، حسین نے اپنے خنجر کو کمر سے نکالا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے کر کے کہا ’’یہی وہ خنجر ہے جو تم سے ملا تھا۔ اور امام نجم الدین نیشاپوری اور امام نصر الدین احمد کے سینوں میں خاص تمھارے حکم سے اور میرے ہاتھ سے اُتر چکا ہے۔ یہ خنجر آج تک باقی ہے اور صرف اس لیے کہ تمھارے سینے میں خاص میرے ہاتھ سے اُتر جائے۔ اسے اچّھی طرح پہچان لو اور تیار ہو جاؤ کہ انتقام کا وقت آ گیا۔‘‘

علی وجودی: مجھے نہ مارو۔ اب میں کبھی مذہبِ باطنیہ کی طرف داری نہ کروں گا۔‘‘

حسین: مگر تمھارا یہ عہد میرے دامن سے خون کے دھبے نہیں چھُڑا سکتا جو تمھاری سیہ کاریوں سے لگے ہیں۔‘‘ یہ کہہ کے حسین نے علی وجودی کو زمین پر گرایا اور اُس کے سینے پر چڑھ کے پھر اس کا خنجر اُسکی آنکھوں کے سامنے پیش کیا اور کہا ’’یہ دیکھو اور خوب پہچان لو کہ یہ وہی تمھارا خنجر ہے۔‘‘

درحقیقت علی وجودی کی موت بُری موت تھی۔ اُس وقت تمام گناہ طرح طرح کی بھیانک صُورتوں کا جامہ پہن کے اُس کی آنکھوں کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ ہزارہا مظلوم روحوں کو دیکھ رہا تھا جو خنجر دکھا دکھا کے اُسے ڈرا دھمکا رہی تھیں۔ اُس نے گھبرا کے آنکھیں بند کر لیں اور حسین سے کہا ’’خدا کے لیے چھوڑ دے۔ میری بے کسی پر رحم کھا۔‘‘

حسین: نہیں۔ جس دل میں خود ہی خدا کا خوف اور ترس نہیں، اُس پر ترس کھانا گناہ ہے۔

علی وجودی: تو کم بخت! کہیں جلدی کام تمام کر، تاکہ ان بلاؤں سے پیچھا چھوٹے جو مجھے گھیرے ہوئے ہیں۔‘‘

حسین: میں فقط اتنے ہی کے لیے تامل کر رہا ہوں کہ تجھے موت کی نازک اور پُرخطر گھڑی کا

اچّھی طرح مزہ مل جائے تو تیرا کام کروں۔

اب علی وجودی بہت بے تاب تھا، حسین کے نیچے دبا ہوا تھا اور حسین اس کا دیا ہوا خنجر اس کی آنکھوں کے سامنے پیش کر رہا تھا جس کی ڈراؤنی صورت سے ڈر ڈر کے وہ اپنا سر اِدھر اُدھر ہٹا لیتا تھا ''خدا کے لیے اس چیز کو میرے سامنے سے دور کرو۔''

آخر جب حسین نے دیکھا کہ بڑی دیر ہو گئی ہے اور اب قریب قریب قلعے کی ساری آبادی قتل ہو گئی ہے تو اس نے بھی خنجر بھونک کے اور آواز دے دے کے علی وجودی کا کام تمام کر دیا۔ اپنے سب سے بڑے بہکانے والے سے وہ انتقام لے کے پھر ہلاکو خان کے قریب گیا۔ اب تا تاریوں کو قتل کرنے کے لیے کوئی شخص نہ ملتا تھا۔ اتنے بڑے قتلِ عام سے اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا اور مجنون کتّوں یا وحشی درندوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے کہ کوئی ملے تو اُس کو قتل کر کے دل کا بخار نکالیں۔ سوائے چند کم سن اور حسین عورتوں کے جو لونڈیاں بنانے کے لیے بچا لی گئی تھیں، قلعے الموت میں کوئی باقی نہ رہا۔

اب فرماں روائے الموت رُکن الدین خورشاہ کی جستجو تھی۔ لوگ دیر سے اُسے ڈھونڈھ رہے تھے۔ لیکن اُس کا پتا نہ چلتا تھا۔ آخر ایک تا تاری تہ خانے میں گھُس کے اُسے پکڑ لایا۔ جیسے ہی وہ ہلاکو خان کے سامنے لایا گیا اور تا تاری سالار کے آگے سر جھکا کے کھڑا ہوا، حسین نے جھپٹ کے ارادہ کیا کہ اپنے خنجر سے اُس کا کام تمام کر دے۔ مگر ہلاکو خان نے چلّا کے روکا اور کئی مُغلوں نے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ہلاکو خان: یہ یہاں کا بادشاہ ہے اور بے کسی کی صورت میں پناہ مانگتا ہوا آیا ہے لہٰذا اس کی جان بخشی کرنی چاہیے۔

حسین: حضور! اگر یہ بچ رہا تو دنیا میں بہت بڑا فتنہ رہ جائے گا۔ یہ ساری سازشیں اور تمام خرابیاں اسی کی ذات سے تھیں۔

ہلاکو خان: اب وہ سازش کرنے والے ہی نہیں رہے تو یہ کیا کرے گا۔ سب فریبی تو خاک و خون میں لوٹ رہے ہیں۔ یہ ایک ناتجربہ کار نوجوان دنیا کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

حسین: ایسا نہیں ہے کہ کوئی مُعتقِد نہیں رہا ہو۔ مصر و شام سے لے کر سندھ تک ہر جگہ اس کے مُعتقِد پھیلے ہوئے ہیں۔

ہلاکو خان: میں ان مقامات میں بھی جاؤں گا اور اس کے مُعتقِدین سے دنیا کو خالی کروں گا۔ مگر اس کے لیے یہی سزا کافی ہے کہ جلاوطن کر دیا جائے۔ (اس کے بعد اس نے خورشاہ کی طرف دیکھ کے کہا) ''بے شک تمھارا فتنہ بہت بڑا ہے۔ مگر اس بے کسانہ اور عاجزانہ خاموشی پر ترس کھا کے تمھاری جان بچائی جاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ حکم دیا جاتا ہے کہ ترکستان میں، جہاں تم کو کوئی مُرید و مُعتقِد نہ مل سکے، اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن بسر کرو۔ یہ جتنی عورتیں یہاں ہیں ان میں سے کوئی تمھیں نہیں دی جائے گی۔ ممکن ہے کہ ان کے ذریعے سے پھر تمھارا فساد دنیا کو فریب دینے لگے۔ ترکستان میں جا کے تمھیں اختیار ہے کہ چاہے کسی تاتاری عورت سے عقد کر لینا۔''

اس حکم کے ساتھ ہی ایک مغلی دستے نے اُسے اپنی حراست میں لے لیا۔ حسین نے الُموت کے تاجدار کو بحرِ خزر کے اُس پار تُرکستان کے کسی گمنام گاؤں میں پہنچا دیا اور یہاں جب قلعہ آدمیوں سے خالی ہو گیا تو تاتاری لُٹیرے دولت لُوٹنے، محلوں کو کھودنے اور آگ لگانے میں مشغول ہو گئے۔ محلوں اور جنت میں ہر جگہ آگ لگا دی گئی۔ وہ قصر اور کوشکیں کھود کے زمین کے برابر کر دی گئیں، جو جنت بنی ہوئی تھیں۔ اب ہر جگہ محض مٹی اور اینٹوں کے ڈھیر رہ گئے تھے۔ تاتاریوں نے

انھیں آناًفاناً ایسا کر دیا کہ نہ کوئی رہنے والا تھا نہ رونے والا۔

حسین اپنے دل کی آگ بُجھا کے اور انتقام لے کے جب زمّرد کے قریب گیا تو وہ نہایت ہی پریشان اور بدحواس تھی۔وفا کیش معشوقہ کو اس قدر پریشان دیکھ کر اُس نے پوچھا ''زمُّرد، اب پریشانی کس بات کی؟''

زمّرد: (روتی آواز میں) اتنا قتلِ عام، ایسی خون ریزی ہو چکی اور پوچھتے ہو کہ پریشانی کس بات کی ہے؟

حسین: اِن ظالموں کی تباہی پر خوش ہونا چاہیے یا غمگین؟

زمُّرد: تم خوش ہو لو، جس کا دل خدا نے ایسا پتھر کا بنایا ہے۔ایسا وحشت ناک منظر دیکھنا کبھی میرے خیال میں نہ گُزرا ہو گا۔میں ایسی حالتوں کو دیکھنے کی عادی نہیں ہوں۔

حسین: خیر، اب بتاؤ، کیا ارادہ ہے؟

شہزادی بلغان خاتون سامنے کھڑی تھی۔یہ جُملہ سُنتے ہی پاس آئی اور بولی ''ارادہ کیا! اب تم دونوں میرے ساتھ چلو۔زمّرد کو اپنی بہن سے زیادہ عزیز رکھوں گی اور تم کو بھی کسی بات کی تکلیف نہ ہو گی۔

زمّرد: نہیں شہزادی! ہم دونوں نے بڑے گناہ کیے ہیں۔حج کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے تھے، تقدیر نے ان مُصیبتوں میں مبتلا کر دیا۔اب ہمارا فرض ہے کہ پہلے حج کر لیں تو پھر اور کوئی کام کریں۔اگر زندگی باقی ہے تو یہ فرض ادا کرکے ہم دونوں وہیں قراقرم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔میں جب تک خانۂ خدا میں اپنے لیے دعائے مغفرت نہ کرلوں گی۔اس وقت تک یہ ندامت نہ ٹلے گی جو ہر وقت دل میں موجود رہتی ہے۔کوئی وقت نہیں گُذرتا کہ یہ یاد نہ ستاتی ہو۔

حسین: بے شک، زمّرد کا کہنا ٹھیک ہے۔ میرا دل ہمیشہ مجھ پر لعنت کرتا ہے۔ شاید وہاں جا کے اور اس مقدس مقام میں دعا کر کے یہ بات دور ہو جائے۔

بلغان خاتون: کیوں کر کہوں۔ دل تو نہیں چاہتا کہ تم کو جُدا کروں۔ مگر اب تم کو اصرار ہے اور وہاں جانے کو اپنا فرض سمجھتے ہو تو مجھے، تو روکنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میری ایک بات مان لو۔

زمّرد: جو حکم ہو! آپ کا ہر حکم بجالانا ہمارا فرض ہے۔

بلغان خاتون: تم دونوں باہم عقد کرنے کی غرض سے نکلے تھے۔ میں چاہتی ہوں کہ جُدا ہونے سے پہلے تم دونوں کا عقد کر دوں تا کہ وطن جانے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہو جائے کہ تم دونوں میں باہمی اتفاق کی صُورت پیدا ہوگئی ہے اور یہ بات یاد کر کے میں دل خوش کر لیا کروں کہ تمھاری آرزوئیں میرے ہی ہاتھ سے پوری ہوئیں۔

یہ ایسی درخواست نہ تھی جس سے کسی کو انکار ہوتا۔ حسین نے صاف الفاظ میں رضامندی ظاہر کر دی مگر زمّرد مسکرائی اور ایک شرم کی آواز سے سر جُھکا کے بولی "اب میں آپ کی لونڈی ہوں، اور جو حکم ہو اس سے انکار نہیں کر سکتی۔"

دوسرے دن صبح ہلاکو خان نے فتح کی خوشی میں اور مال تقسیم کرنے کے لیے بڑا بھاری جشن کیا جس کے لیے فوج کے معزّز افسروں کی ایک محفل مرتّب کی گئی۔ گزشتہ فتح پر بڑے جوش و خروش سے اظہارِ مسرت کیا گیا اور اسی کامیابی اور ظفر کی یاد میں بلغان خاتون کی درخواست اور ہلاکو خان کے حکم سے شیخ نصیر الدین طوسی جیسے مُحقّقِ زمانہ اور علّامہ روزگار نے جن کی تاتاریوں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور جو اس موقع پر موجود تھے، حسین اور زمّرد کا نکاح پڑھایا۔

اِس کارروائی کے بعد سب آپس میں رُخصت ہوئے۔ بلغان خاتون نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قراقرم کا راستہ لیا۔ ہلاکو خان نے اپنی فوجِ ظفر موج کے ساتھ آذربئیجان کی طرف کوچ کیا۔ حسین اور زمّرد پھر اُسی شان سے، جس طرح پہلے گھر سے نکلے تھے، ارضِ حجاز کی طرف روانہ ہوئے اور الموت کے کھنڈروں اور اُن کی تمام لاشوں پر گدھوں اور مُردار خوار طیور کے بڑے بڑے غول چھوڑ دیے۔

زمّرد اور حسین نے مکہ معظّمہ میں پہنچ کر، غلافِ کعبہ پکڑ کے، نہایت ہی رقّتِ قلب اور جوشِ دل سے مغفرت کی دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں تمام گناہوں سے نجات دے۔ اگرچہ ہم نے تیری نافرمانیاں کیں، تیرے مقبول و بے گناہ بندوں کی جانیں لیں مگر ہم ایک بڑے فریب میں مُبتلا تھے۔ شیطان کا ہم پر اس قدر تصرّف تھا کہ گناہوں کی بُرائیاں نظر نہ آتی تھیں۔ ہم نے گناہ کیے مگر سمجھ کر نہیں، ہمارے قدموں کو لغزشیں ہوئیں مگر ایک بہت بڑے فریب میں مُبتلا ہو کے۔ تُو عالم الغیب ہے۔ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ ہماری بے کسی اور بے بسی کو دیکھ اور ان سخت گناہوں سے درگُذر کر۔ اِس طرح گناہوں کا زنگ دل سے مٹا کے واپس روانہ ہوئے۔ چند روز اپنے شہر آمل میں رہے اور باقی ماندہ زندگی قراقرم میں جا کے شہزادی بلغان خاتون کی صُحبت میں صرف کر دی۔

------☆☆☆------

فتنۂ قادیانیت کو پہچانیئے



ترتیب و تدوین محمد طاہر رزاق

بسم الله الرحمن الرحيم

فتنۂ قادیانیت

کو

پہچانیے!

محمد طاہر رزاق

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

*

نام کتاب	--------	فتنہ قادیانیت کو پہچانئے
مصنف	--------	محمد طاہر رزاق
تعداد	--------	گیارہ سو
کمپوزنگ	--------	المدد کمپوزرز' راج گڑھ لاہور
ڈیزائننگ	--------	عنایت اللہ رشیدی
قیمت	--------	150/- روپے
اشاعت اول	--------	جنوری 1999ء
ناشر	--------	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ۔ ملتان
مطبع	--------	شرکت پرنٹنگ پریس' نسبت روڈ لاہور

ملنے کا پتہ:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ حضوری باغ روڈ۔ ملتان

المحمود اکیڈمی۔ عزیز مارکیٹ' اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ سید احمد شہید۔ اردو بازار۔ لاہور

آئینہ مضامین

انتساب

گلوں نے آ کے مستی میں گریباں چاک کر ڈالے
چمن میں ہم نے کچھ بلبل غزل خواں یوں بھی دیکھے ہیں

خطیبِ اسلام، خطیبِ ختم نبوّت، اور عہدِ حاضر میں
امیرِ شریعت سید عطاءُ اللّٰہ شاہ بخاریؒ
کی خطابت کے امین

حضرت مولانا محمّد اجمل خاں مدظلہ العالی

کے نام

جنہوں نے اس مشتِ خاک کو تحفّظِ ختمِ نبوّت کا شعور
اور احساس عطا کیا

حرف سپاس

ابتدائے کتاب سے لے کر تکمیل کتاب تک تمام مرحلوں میں میرے محترم دوست جناب محمد فیاض اختر ملک' جناب محمد متین خالد' جناب محمد صدیق شاہ بخاری' جناب سید علمدار حسین شاہ بخاری' جناب طارق اسماعیل ساگر' جناب حافظ شفیق الرحمٰن' جناب عبدالرؤف روفی' جناب ممتاز اعوان' جناب محمد سلیم ساقی کا تعاون ہر دم مجھے میسر رہا اور ان دوستوں کی جدوجہد اور دعاؤں سے یہ کتاب منصہ شہود پر طلوع ہوئی۔ میں ان تمام دوستوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور بدست دعا ہوں کہ اللہ پاک انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین)

میں ممنون ہوں خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہ' خطیب ختم نبوت حضرت مولانا محمد اجمل خان مدظلہ' نمونہ اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ' فدائے ختم نبوت حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی مدظلہ' جانثار ختم نبوت الحاج محمد نذیر مغل مدظلہ' پروانہ ختم نبوت جناب ارشاد احمد عارف مدظلہ' مجاہد ختم نبوت صاحبزادہ طارق محمود مدظلہ کا جن کی سرپرستی کا سحاب کرم میرے سر پر چھایا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے۔ (آمین ثم آمین)

محمد طاہر رزاق

افتتاحیہ

- قادیانی فتنہ------!!!
- لومڑی سے زیادہ مکار--------
- گرگٹ سے زیادہ رنگ بدلنے والا-------
- اونٹ سے زیادہ کینہ پرور--------
- کتے سے زیادہ بھونکنے والا-------
- سانپ سے زیادہ موذی--------
- بچھو سے زیادہ نیش زن--------
- مکھی سے زیادہ نجس--------
- گدھے سے زیادہ حریص--------
- پاگل ریچھ سے زیادہ خطرناک--------
- سور سے زیادہ بے غیرت--------
- مگرمچھ سے زیادہ آنسو بہانے والا--------
- یہ فتنہ وہ چور ہے جو سر پہ پگڑی باندھتا ہے--------
- یہ فتنہ وہ رہزن ہے جو ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے-------
- یہ فتنہ وہ طوائف ہے جو عصمت کا درس دیتی ہے--------
- یہ فتنہ وہ ڈاکٹر ہے جو درحقیقت گورکن ہے--------
- یہ فتنہ وہ قاتل ہے جو مقتول کہلاتا ہے--------
- یہ فتنہ وہ غدار ہے جو اپنے سینے پر حب الوطنی کے تمغے سجاتا ہے--------
- یہ فتنہ وہ ابوجہل ہے جو کلمہ طیبہ پڑھتا ہے--------

- یہ فتنہ شیطان کا مناد ہے 'لیکن موذن کہلاتا ہے --------
- یہ فتنہ وہ باڑھ ہے جو باغ کو کھاتی ہے --------
- یہ فتنہ وہ مقتل ہے جس پر شفا خانے کا بورڈ لگا ہے --------
- یہ فتنہ وہ بلی ہے جو کبوتر کے روپ میں رہتی ہے --------

میں نے اس فتنہ کو پابند سلاسل کر کے 'ماہر سرجنوں سے اس کا پوسٹ مارٹم کرایا ہے۔ ماہرین نے پوسٹ مارٹم رپورٹ میں جن ہولناک اور تشویشناک بیماریوں کا تذکرہ کیا ہے 'اگر ہم نے ان مہلک بیماریوں کا سدباب نہ کیا تو یہ بیماریاں ہمارے اور ہماری نئی نسل کے ایمانوں کو چاٹ جائیں گی۔

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت
محمد طاہر رزاق
بی۔ ایس۔ سی' ایم۔ اے (تاریخ)
یکم اکتوبر ۱۹۹۸ء' لاہور

رد قادیانیت اور احیائے اسلام

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا فرمان ہے "جس نے علم کا کوئی (خاص) فن حاصل کیا تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہو گا"۔

مزید ارشاد فرمایا "جو کوئی علم کا خصوصی فن حاصل کرنے کی غرض سے نکلا تاکہ اس کے ذریعہ باطل کا رد کر سکے تو اس کا درجہ چالیس سالہ عبادت گزار کے برابر ہو گا"۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ باطل کے مقابلہ کے لیے علم حاصل کرنے والا اور پھر اس علم کو آگے پھیلانے کی جدوجہد کرنے والا آقائے دو عالم ﷺ کو بے حد عزیز ہے۔

ہر دور میں حق کے مقابلہ میں باطل موجود رہا ہے مگر ہر بار اک نئے نام اور اک نئے انداز سے۔ اور پھر اللہ رب العزت بھی ہر دور میں مجاہدین حق کو پیدا کرتے رہے جو اس دور کے تقاضوں کو سمجھ کر باطل سے خوب نبرد آزما ہوتے رہے جیسا کہ امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے اپنے اپنے دور میں یہ فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ بلاشبہ قادیانیت ہے جس کی ہر آن یہ کوشش ہے

کہ جناب محمد عربی ﷺ کے اسلام کو (معاذ اللہ) مردہ اور اپنے مکروہ و خبیث نظریات کو زندہ اسلام ثابت کرے۔ چنانچہ اس فتنے کا مقابلہ کرنا یقیناً احیائے حق اور احیائے اسلام کے مترادف ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دے مجاہد ختم نبوت محمد طاہر رزاق کو کہ انہوں نے عقابی نگاہوں سے اس فتنے کا جائزہ لیا اور وقت کے تقاضوں کو سمجھتے اور جانتے ہوئے اور ہر گھڑی بدلتے حالات کی نبض پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس فتنے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور اس عزم مصمم پہ پھر اللہ کی مدد و نصرت بھی آن پہنچی اور اللہ پاک نے ان کے سینے کو خوب کھول دیا اور انہوں نے ہر بار اس فتنہ کے تار و پود کچھ اس انداز سے بکھیرے کہ باطل تڑپ تڑپ گیا۔

اس بار محمد طاہر رزاق سوال و جواب کے انداز میں باطل کی رگ جاں پہ نشتر چبھونے آئے ہیں اور اپنی اس کوشش میں وہ پہلے سے بھی بڑھ کر کامیاب و کامران نظر آتے ہیں اور اس سے میرا یہ گمان اور بھی مضبوط ہوگیا ہے کہ وہ آقا ﷺ کی مذکورہ بالا احادیث میں بیان کردہ بشارتوں کے یقیناً حقیقی مصداق ہیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنا اور اپنے حبیب کا فیض و کرم ان پہ ہر گھڑی ہر آن بڑھاتا جائے تاکہ یہ مجاہد امت مسلمہ کو ہر دم گرماتا جائے۔ نبیؐ کے بھولے بھالے امتیوں کو سمجھاتا جائے' قادیانیوں کے ہاتھوں میں اک آئینہ پکڑاتا جائے' قادیانیت نوازوں کو شرماتا جائے' باطل کو رلاتا اور جہنم میں گراتا جائے' ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کا تعاقب کر کے شجر امت کے گرد جذبوں اور جانوں کی فصیل بناتا جائے اور جو بھی اس کے ساتھ چلے' ان کو لے کر بالآخر جنت میں مسکراتا جائے۔ اللہ کرے میں اور آپ بھی اس قافلہ عشق و وفا میں شامل ہو جائیں۔ (آمین۔ ثم آمین)

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت

الحاج محمد نذیر مغل

قادیانی کِسے کہتے ہیں؟

مُحمّد طاہر رزاق

○

یہ سردیوں کی ایک سہانی شام تھی۔ میں گھر میں بیٹھا تھا کہ باہر کسی نے گھنٹی دی۔ میں باہر نکلا۔۔۔۔ دیکھا۔۔۔۔ تو میرا ایک دوست باہر کھڑا تھا۔۔۔۔ اکرم خان تقریباً ایک سال بعد آج مجھ سے ملنے آیا تھا۔۔۔۔ وہ جذبہ محبت سے بغلگیر ہوگیا۔ میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔۔۔۔ خیر خیریت پوچھی۔۔۔۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔۔۔۔ پھر چائے کا دور چلا۔۔۔۔ چائے کے دور میں گفتگو کا دور بھی چلتا رہا۔۔۔۔

"آج کیسے آنا ہوا" میں نے پوچھا۔

"آج ایک خاص کام کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں" اس نے جواب دیا۔

"خیریت تو ہے؟"

"جی ہاں! خیریت ہی ہے"۔

"جی فرمائیے!" میں نے کہا۔

"طاہر بھائی! قادیانی کسے کہتے ہیں؟" اس نے دریافت کیا۔

"تجھے کیا ضرورت پڑ گئی؟" میں نے پوچھا۔

آج ایک قادیانی سے بات ہوگئی لیکن میں نے خود کو اس موضوع پر کورا پایا"۔

میں نے کہا بھائی اکرم خان! اپنی نجی زندگی میں تم اتنے ہوشیار۔۔۔۔ اپنی کاروباری زندگی میں تم اتنے کائیاں۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ ختم نبوت کے باغیوں کے بارے میں تم اس حد تک ناآشنا!

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاج و تخت ختم نبوت کے ڈاکوؤں کے بارے میں تمہاری معلومات کی یہ حالت!

ملت اسلامیہ اور پاکستان کے دشمنوں کے بارے میں تمہاری اس درجہ لاعلمی!

اس پر افسوس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے---- حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے ملت اسلامیہ کی اس حالت پر آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

"نہیں--- نہیں---- میں قادیانیت کے نام سے تو واقف ہوں لیکن قادیانیت کے "کام" سے واقف نہیں"۔ میری کڑوی گفتگو سن کر اس نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

میں نے کہا "جگر تھام---- کلیجہ سنبھال اور ہوش کے گوش سے سن میرے بھائی"۔

"قادیانی کسے کہتے ہیں؟" میں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اس کا سوال دہرایا اور پھر اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

قادیانی اسے کہتے ہیں---- جس کا عقیدہ ہو---- جس کا یقین ہو---- جس کا اعتقاد ہو کہ:

○ مرزا قادیانی اللہ کا نبی اور رسول ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ اس دنیا میں آئے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پہلی رات کے چاند کی طرح اور مرزا قادیانی کی نبوت چودھویں کے چاند کی طرح ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ کلمہ طیبہ میں جہاں لفظ محمدؐ آتا ہے' اس سے مراد محمدؐ عربی نہیں بلکہ ان کی دوسری بعثت "محمدؐ عجمی" یعنی مرزا قادیانی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ اللہ تعالیٰ نے جب سارے نبیوں کو ایک صورت میں دکھانا چاہا تو انہیں مرزا قادیانی کی شکل میں دکھایا۔ (نعوذ باللہ)

○ شریعت اسلامیہ میں مرزا قادیانی کا قول "قول فیصل" ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ جہاد کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اب جو جہاد کرے گا' وہ اللہ اور رسولؐ کا باغی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے مرزا قادیانی پر درود بھیجتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ قرآن پاک مرزا قادیانی پر دوبارہ نازل کیا گیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ قرآن پاک میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے' اب اس سے مراد مرزا قادیانی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی پر نازل ہونے والی "وحی" قرآن پاک کی طرح ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک قادیان کے قریب نازل کیا۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کی باتیں احادیث رسولؐ ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کو احادیث پر حکم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وہ جس حدیث کو صحیح کہے' وہ صحیح اور جسے غلط کہے' وہ غلط ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کے گھر والے "اہل بیت" ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کی بیوی "ام المومنین" ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ کائنات میں دو عورتیں سب سے افضل ہیں۔ سیدہ آمنہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ' اور چراغ بی بی عرف گھسیٹی' مرزا قادیانی کی ماں۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کی بیٹی "سیدۃ النساء" ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کے ساتھی "صحابہ کرام" ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کے ۳۱۳ ساتھی "اصحاب بدر" ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ قادیان اور ربوہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرح ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے فیض ختم ہوچکا ہے اور اب یہ فیض صرف قادیان سے ملتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ قادیان کی زمین حرم پاک کی زمین کی طرح متبرک ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ مکہ مکرمہ کے حج سے اب حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔ اس لیے

قادیان کا حج اب ظلی حج ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ جنت البقیع کے مقابلہ میں اب مرزا قادیانی کا بنایا ہوا قبرستان بہشتی مقبرہ ہے اور جو اس میں دفن ہو' وہ بہشتی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کے جانشین خلفائے راشدین کی طرح خلفاء ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ اب مرزا قادیانی کو نبی مانے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ (نعوذ باللہ)

○ مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے' جتنا دوسرے انبیائے کرام پر۔ (نعوذ باللہ)

○ جو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا' وہ دائرہ اسلام سے خارج' پکا کافر اور جہنمی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ جو مرد مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے وہ سور اور جو عورتیں مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتیں' وہ کتیاں ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ جو لوگ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے' وہ حرامی اور کنجریوں کی اولاد ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ اب سید صرف وہ ہوگا جو مرزا قادیانی کی اولاد سے ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

○ احادیث نبویؐ میں جس مسیح موعود کے آنے کا ذکر ہے' وہ مرزا قادیانی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ احادیث رسولؐ میں جس امام مہدی کے آنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے' وہ مرزا قادیانی ہے۔ (نعوذ باللہ)

○ جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے دی گئی ہے اور وہ آسمانوں پر زندہ نہیں ہیں۔ (نعوذ باللہ)

○ پاکستان ختم ہو جائے گا اور اکھنڈ بھارت بنے گا۔ (نعوذ باللہ)

○ عنقریب پاکستانیوں میں قادیانیوں کی حکمرانی ہوگی۔ (نعوذ باللہ)

○ وہ وقت دور نہیں جب مسلمان قیدیوں کی طرح قادیانی حکمرانوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ (نعوذ باللہ)

میں سن رہا تھا کہ اکرم خان میرے ہر جملے پر نعوذ باللہ کہہ رہا تھا اور میں دیکھ

رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں بار بار آنسو چھلک رہے تھے۔ اکرم خان مجھے کہنے لگا "طاہر بھائی! آپ نے مجھے جھنجوڑ جھنجوڑ کے بے حال کر دیا ہے---- میرے دل و دماغ میں اک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں نے اس دنیا میں آج ایک نیا جنم لیا ہے---- میں نے آج ایک نئے جہان میں آنکھیں کھولی ہیں---- اور میرے ذمہ ایک بہت بڑا فرض ہے' جسے مجھے ادا کرنا ہے۔ اس فرض کی پکار مجھے بلا رہی ہے"۔

وہ کہنے لگا "طاہر بھائی! قادیانی اتنے خطرناک---- اتنے مہلک اور اتنے زہریلے ہیں---- تو مسلمان انہیں برداشت کیسے کرتے ہیں؟"

"جیسے تم کرتے تھے" میں نے جواب دیا۔

"میں تو ان کی ہولناکیوں اور زہرناکیوں سے واقف ہی نہیں تھا" وہ بولا۔

"حق و باطل کے فرق کو نہ ماننا بھی جرم ہے اور نہ جاننا بھی جرم ہے۔ قیامت کے روز اللہ کے دربار میں کوئی شخص یہ عذر نہیں کر سکے گا کہ وہ قادیانیوں کو جانتا نہیں تھا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کفر کی اتنی بھیانک سازش ہو---- اور مسلمان کو پتہ نہ ہو---- یہ کیسی مسلمانی ہے؟" میں نے جواب دیا۔

میں نے کہا کہ آج قادیانیت فقط مسلمان کی بے غیرتی و بے ہمتی کی وجہ سے زندہ ہے۔ تاج و تخت ختم نبوت پہ ڈاکہ زنی ہوتے دیکھ کر مسلمان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ناموس رسالت پہ قادیانی کتے بھونکتے دیکھ کر مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتا---- ارتدادی تبلیغ ہوتے دیکھ کر اس کی رگ حمیت نہیں پھڑکتی---- مسلمانوں کا ایمان لٹتے دیکھ کر بھی اس کے ماتھے پر تشویش کی سلوٹیں نہیں ابھرتیں---- وہ آغوش دنیا میں بدمست ہے اور اس بدمستی کی دلدل میں مزید دھنستا جا رہا ہے---- ہماری ایمانی پستی' بے غیرتی' بے حسی اور عشق رسولؐ کے تنزل پہ نوحہ خوانی کرتے ہوئے مجاہد ختم نبوت جناب سید منظور الحسن شاہ نے کیا خوب کہا ہے:

سنو محمدؐ کا نام نامی زبان اپنی پہ لانے والو

اسی کے صدقے سے ملنے والی کتاب ہستی سجانے والو
اسے حرا میں رلانے والو
اس سے محبت جتانے والو
مگر محمدؐ کے دشمنوں سے محبتوں کو بڑھانے والو
تمہارے اندر نبیؐ کی الفت کی اک رمق بھی نہیں رہی ہے!
تمہارے چہرے پہ اس کی یادوں کی ایک جھلک بھی نہیں رہی ہے؟
نبیؐ سے عشق و وفا نبھانے کے دعویدارو!
ذرا محمدؐ کے پیار کا اپنے واسطے تم مقام دیکھو
گریباں اپنے بھی جھانک دیکھو
اس نبیؐ کی محبتوں کا مقام دیکھو
کہ جس نے امت سے پیار کرنے پہ چمن طائف میں زخم کھائے
وہی محمدؐ کہ جس نے اپنے
تمام آنسو خدا کے آگے تمہاری خاطر ہی ہیں بہائے
شہید دندان بھی کرائے! شدید صدمات بھی اٹھائے
وہی محمدؐ کہ جس نے تم کو ہیں درس انسانیت سکھائے
وہی محمدؐ کہ جس نے تمہارے پیار خاطر ہی اپنا آبائی شہر چھوڑا
وہی محمدؐ کہ جس نے فاقے تو کر لیے پر نہ تم سے عہد وفا کو توڑا
وہی محمدؐ کہ جس کے ہونٹوں سے پتھروں کے عوض دعاؤں کے پھول برسے
وہی محمدؐ کہ جس کی چند مسکراہٹوں پر خدا نے تمہارے گناہ بخشے
اسی کی روح عظیم تمہاری الفتوں کو تلاش کرنے میں سرگرم ہے
مگر تمہاری محبتوں کے خزانے خالی پڑے ہیں لوگو!
تمہارے آقاؐ تمہاری غیرت کو دیکھ کر چپ کھڑے ہیں لوگو!
نبی کے دشمن بڑے ہیں لوگو! کفر کے پہرے کڑے ہیں لوگو!
مگر ہم اپنی محبتوں پر
رسولؐ سے بیوفائیوں کے لبادے اوڑھے کھڑے ہیں لوگو!

ہمارے آقا ہماری چاہت کو دیکھ کر چپ کھڑے ہیں لوگو!
سنو! محمدؐ کا نام سنتے ہی آنسوؤں کو بہانے والو!
سنو! محمدؐ کے منہ سے نکلے حروف کو بیچ کھانے والو!
سنو نبیؐ کے نقوش پا کی تلاش میں نکلے راستوں کو مٹانے والو!
سنو محمدؐ کے دشمنوں سے محبتوں کو بڑھانے والو!
تمہیں ذرا بھی خبر نہیں ہے
کہ قادیانی تمہارے آقا کی عصمتوں کو
طویل مدت سے ماند کرنے میں سرگرم ہیں
وہ کب سے تمہاری بے بسی اور بے حسی پر
خوشی کے نعرے لگا رہے ہیں
نبیؐ کے دین کو مٹا رہے ہیں
بنائے اسلام ڈھا رہے ہیں
تمہیں تمہارے عظیم آباء سے ملنے والی
میراث عشق محمدیؐ کو مٹا رہے ہیں
سنو محمدؐ کا دین بچانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
تفرقہ بازی کے بت گرانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
نجاست قادیاں مٹانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
نبیؐ سے عہد وفا نبھانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
سنو محمدؐ کے بے وفاؤ!
تمہیں کو اپنے نبیؐ سے وعدے نبھانے ہوں گے
تمہیں کو امت کو ایک رستے پہ لانا ہوگا
تمہیں کو ہی دشمنان امت دبانے ہوں گے
تمہیں کو فتنہ قادیاں کو مٹانا ہوگا
نبیؐ سے عشق و وفا نبھانے کے دعویدارو!
تمہیں محمدؐ کا عشق اب بھی پکارتا ہے

خدا بھی بھٹکے ہوؤں کے رستے سنوارتا ہے
چلو خدارا!
منافقت کے قبیح لبادے اتار ڈالیں
نبیؐ کے دشمن اجاڑ ڈالیں
خدا کی رحمت پکار ڈالیں
چلو کہ فتنہ قادیاں کو
جڑوں سے اس کی اکھاڑ ڈالیں
چلو کہ اپنے لہو کو عشق محمدؐ پر نثار ڈالیں

عقیدۂ ختم نبوّت
اور
چہرۂ قادیانیت

مولانا سید
انور شاہ کشمیریؒ

ایمان اور کفر کی حقیقت

کسی کے قول کو اس کے اعتماد پر باور کرنے اور غیب کی خبروں کو انبیاء کے اعتماد پر باور کرنے کو ایمان کہتے ہیں اور کفر کہتے ہیں۔ حق ناشناسی اور منکر ہو جانے کو یا مکر جانے کو۔ ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے' تواتر سے یا خبر احاد سے۔ تواتر اسے کہتے ہیں کہ کوئی چیز ثابت ہوئی ہو' نبی کریم ﷺ سے جو ہم تک پہنچی ہو علی الاتصال کہ اس میں احتمال خطا کا نہ ہو۔

اقسام تواتر

تواتر ہمارے دین میں چار قسم کا ہے:

۱- **حدیث:** من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار- یہ حدیث متواتر ہے اور تیں صحابہؓ سے بسند صحیح مذکور ہے۔ اس کو تواتر اسنادی کہا جائے گا۔ نزول مسیح میں چالیس حدیثیں ہمارے پاس موجود ہیں' جو متواتر ہیں۔ اس کا کوئی انکار کرے وہ کافر ہے۔

۲- دوسری قسم تواتر کی تواتر طبقہ ہے۔ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہی معلوم ہوا کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے لیا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف کا تواتر اس تواتر کا منکر اور منحرف بھی کافر ہے۔ مسواک کا ثبوت بھی دونوں طرح سے متواتر ہے۔ اگر کوئی ترک کر دے تو چنداں وبال نہیں اور اگر اس کا کوئی انکار کر دے۔ علم کے بعد تو وہ کافر صریح ہے۔ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ (جو) حرام ہیں تو وہ کافر ہے' جو بحسب شریعت محمدیہ کوئی بڑی چیز نہ تھی' لیکن چونکہ پیغمبر ﷺ نے جو کھائے اور امت

اب تک جو کھاتی آئی ہے' اس تواتر قطعی کا انکار کفر ہے۔

۳۔ تیسری قسم تواتر کی تواتر قدر مشترک ہے۔ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں۔ اس میں قدر مشترک متفق علیہ وہ حصہ حاصل ہوا' جو تواتر کو پہنچ گیا۔ مثال اس کی کہ معجزات نبی کریم ﷺ کچھ متواتر ہیں اور کچھ اخبار احاد ہیں' لیکن ان اخبار احاد میں ایک مضمون مشترک ملت ہے کہ وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کا انکار بھی ویسا ہی کفر ہے جیسے پہلے دو قسموں کا۔

۴۔ چوتھی قسم تواتر کی تواتر توارث ہے' یعنی جسے نسل نے نسل سے لیا ہو۔ جیسا کہ ساری امت اس علم میں شریک ہے کہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تواتر اس طرح سے ہے کہ بیٹے نے باپ سے لیا اور باپ نے اپنے باپ سے لیا۔ اس کا انکار بھی صریح کفر ہے' اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جائے تو اسلام کی کوئی حقیقت نہیں رہ سکتی اور نہ کسی اور یقینی چیز کی۔ ان متواترات میں تاویل کرنا مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے' رد ہے' مسموع نہیں ہے۔

متواترات کو تاویلات سے پلٹنا کفر صریح ہے

میں نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام کے صفحہ اول پر متواترات کے پلٹنے کی مثال دی ہے۔ اس کا نام باطنیت ہے' اس کا نام زندقیت ہے اور الحاد ہے۔

کفر کے اقسام

کفر کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی فعلی ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے اور تیس چالیس سال کے بعد ایک دفعہ بت کو سجدہ کرے تو وہ کافر ہے اور تارک نماز سے بدتر ہے' یہ کفر فعلی ہے۔

کفر قولی یہ ہے کہ مثلاً یہ کہہ دے کہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے۔ صفتوں میں یا فعل میں یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی اور نیا پیغمبر آئے گا تو یہ کفر قولی ہے۔

اختلاف مراتب

کوئی شخص اپنے مساوی رتبہ سے کہہ دے کہ کلمہ بکا تو کوئی چیز نہیں۔ استاد اور باپ سے کہہ دے تو اسے عاق کہتے ہیں' پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو یہ کفر صریح ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ پیغمبر سے آکر مغفرت کی دعا کراؤ تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اس کو بھی پیغمبر کے مقابلے میں قرآن نے کفر قرار دیا ہے۔ کوئی شخص اگر بغیر نیت کے بطور ہنسی کے کلمہ کفر کہتا ہے تو وہ بھی کافر ہے اور اگر خطا سے نکل گیا ہے تو یہ معاف ہے۔

اس کی تائید میں قرآن شریف کی آیت ولقد قالوا کلمہ الکفر وکفروا بعد اسلامھم۔ (سورۃ توبہ' پارہ گیارہواں) اور لاتعتذرو لقد کفرتم بعد ایمانکم۔(سورۃ توبہ' پارہ گیارہواں)۔

ان دفعات اسلامیہ سے جو اوپر بیان کیے گئے ہیں جو انکار کرے تو وہ خدا کا باغی ہے اور اس کی سزا موت ہے۔

مرزائیوں کا اختلاف' قانون اور اصول کا اختلاف ہے

اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے۔ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے' قانون کا نہیں۔

مرزا نے اسلام کے بہت سے اصول بدل دیئے ہیں

مرزائی مذہب والے نے مہمات دین کے بہت سے اصولوں کی تبدیلی کر دی ہے اور بہت سے اسمائے کا مسمی بدل دیا ہے۔

نبوۃ کے ختم میں ہمارے پاس کوئی دو سو احادیث ہیں اور قرآن مجید ہے اور اجماع بالفصل ہے اور ہر پچھلے آدمی نے اس کو پہلے سے لیا ہے اور کوئی مسلمان جس کو تعلق ہے' اسلام کے ساتھ وہ اس عقیدہ سے غافل نہیں رہا۔ اس عقیدہ کو تحریف کرنا اور

اس سے انحراف کرنا کفر صریح ہے۔ اگر کوئی آیت قرآن میں ہے اور اس کی مراد پر اجماع صحابہ اور امت کا ہو اور اس سے انحراف کرنا اور تحریف کرنا کفر صریح ہے اور جو یہ کہا گیا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے: من ادعی الاجماع فھو کاذب۔ تو اس کی مراد یہ ہے کہ لوگ کہیں کہیں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ اجماع نہیں نہ یہ کہ کوئی چیز دین محمدی میں اجماعی ہی نہیں۔ ہم خود امام احمد کے زبانی اجماع کو ثابت کر دیں گے۔

امت محمدیہ میں پہلا اجماع مدعی نبوت کے قتل پر ہوا

پہلا اجماع جو اس امت محمدیہ میں ہوا ہے وہ اس پر ہوا ہے کہ مدعی نبوت کو قتل کیا جاوے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا۔ صدیق اکبرؓ نے خلافت کے زمانہ میں مسیلمہ کے قتل کے واسطے صحابہ کو بھیجا' کسی نے اس میں تردد نہ کیا یعنی جو خاتم النبیین کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو وہ مرتد اور زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مسیلمہ کے قاصد آئے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ وہ نبی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا' کہ ہاں فرمایا' طریقہ یہ ہے: دنیا کا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا اگر یہ نہ ہوتا تو آج تمہاری گردن مار دیتا۔

("باب الرسل" ص ۳۸۰' مطبوعہ لکھنؤ)

اس کے بعد معجم طبرانی میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کو ان قاصدوں میں سے ایک کوفہ میں ملا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ مسیلمہ کا نام لیتا تھا' فرمانے لگے کہ اب تو یہ قاصد نہیں ہے۔ حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جاوے۔ یہ روایت بخاری کی کتاب کفالت میں بھی موجود ہے۔

("معجم طبرانی کتب خانہ مولوی شمس الدین صاحب مرحوم بہاولپوری" ورق نمبر۲۹)

جو روایت "معجم طبرانی" سے نقل کی گئی ہے وہ بھی سنن ابی داؤد میں موجود ہے۔

اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ متواتر ہے

ختم نبوت کا عقیدہ دین محمدی ﷺ میں متواتر ہے۔ قرآن سے‘ حدیث سے‘ اجماع بالفصل سے اور یہ پہلا اجماع ہے۔ ہر زمانہ میں حکومت اسلامی نے اس شخص کو جس نے دعویٰ نبوت کیا‘ سزائے موت دی ہے۔ (صبح الاعشاء" ص ۳۰۵‘ ج ۱۳) پر ہے کہ ایک شاعر کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے بفتوائے علماء دین اس ایک شعر کے کہنے پر قتل کرا دیا تھا۔

وکان مبدا هذالدین من رجل
سعی فاصبح یدعی سید الامم

جس کا ترجمہ یہ ہے: "کہ اس دین کا آغاز ایک ایسے سے ہے جس نے کوشش کی اور امتوں کا سردار بن گیا۔ اس شعر سے قرار دیا گیا کہ یہ نبوت کو کسبی کہتا ہے جو ریاضتوں سے حاصل ہو سکتی ہے‘ اس لیے اسے قتل کر دیا گیا"۔

ختم نبوت کی آیت:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

"جس کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ تم بالغوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں‘ لیکن رسول ہیں‘ اللہ کے اور پیغمبروں کے ختم کرنے والے ہیں"۔

اس آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ابوت کا علاقہ دائما دنیا سے منقطع ہے اور اس کے عوض رسالت اور نبوت کا علاقہ دائما ثابت ہے۔ گویا ساری جگہ نبوت اور رسالت محمد رسول اللہ ﷺ نے گھیر لی ہے۔ کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ احادیث تواتر کو پہنچ گئی ہے کہ یہ عہدہ منقطع ہو گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اشخاص نبوت کے بھی خاتم ہیں اور آپ ﷺ کے تشریف لانے سے نبوت کا عہدہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا آنا علامت ہے‘ اس بات کی کہ انبیاء کے عدد میں کوئی باقی نہیں رہا اس لیے پہلے نبی کو لانا پڑا۔

مرزا کا قول کتاب ضمیمہ حقیقتہ الوحی ص۲۶۶ پر ہے اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں ﷺ 'پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد ﷺ تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمد ﷺ ہی نبی رہا نہ اور کوئی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں آئینہ بن گیا ہوں۔ محمد الرسول اللہ کی تصویر مجھ میں اتر آئی ہے' اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تمسخر واستہزا ہے' اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ مہر لگی رہی اور مال میں سے مال چرا لیا گیا۔ کبھی کہتا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں' ان کی مہر لگانے سے اور ان کی منظوری سے اور شخص بھی نبی بن سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دین سے تمسخر ہے اور استہزا ہے۔ ("حقیقتہ الوحی" ص۹۷) پر ہے۔ آپ کی پیروی سے نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

چند شبہات کے جوابات

علماء اسلام کا یہ قول ہے کہ اگر کسی کے کلمہ کفر میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو ۹۹ کو نظرانداز کیا جاوے۔ اس کی مراد یہ ہے' صرف ایک ہی کلمہ کسی کا پایا گیا ہو اور اس کے حالات معلوم نہ ہوں۔ اس وقت یہ صورت ہوگی اور اگر حالات معلوم ہوں اور وہ بیس سال عبادت کرے اور کلمہ کفر بولے وہ کافر ہے۔

تکفیر اہل قبلہ

۲- یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ اس کے معنی حسب تصریح علماء یہ ہیں کہ کل متواترات اور ضروریات دینی پر ایمان رکھتا ہو۔ گویا اہل قبلہ کا لفظ ایک عنوان ہے۔

("عالمگیریہ" ص۴۲۰' ج ۲' "کتاب السیر" اور ردالمختار" پر ص۴۴۷' "شرح فقہ اکبر" ص۱۸۹)

میں نے شروع میں کہا تھا کہ اجماع کا منکر کافر ہے اور اجماع صحابہ کا قطعی ہے۔

وابن تیمیہ کی کتاب "اقامتہ الدلیل" ص ۱۳۰، جلد ۳ میں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اجماع صحابہ کا اتباع واجب ہے بلکہ وہ قوی ترجحتہ ہے اور دوسری حجتوں پر مقدم ہے۔ اسلام شناخت ہے مسلمانوں کی اور مسلمان شناخت ہیں اسلام کی۔ اگر اجماع کو درمیان سے اٹھا دیا جاوے تو دین گر گیا۔ ("بخاری" ص ۱۰۲۴، ج ۲، میں ہے۔ اس کتاب کے اسی صفحہ پر یہ حدیث ہے۔) فان لہ اصحاب الخ۔ کہ اس کی ذریت میں سے قوم نکلے گی جو ان کی نماز روزہ کے سامنے تمہارے یعنی صحابہ کے نماز روزہ ہیچ ہوں گے اور جھٹ سے نکل جاویں گے۔ دین سے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ شکار سے اور ایک اور حدیث ہے اگر میں نے ان کو پایا تو عاد و ثمود کی طرح انہیں قتل کر دوں گا۔ حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول کہ گناہ کار کی تکفیر نہیں ہونی چاہیے۔ تو گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جو حد کفر تک نہیں پہنچا جو کلمات یا افعال کفر کے ہیں۔ ان سے ہر طرح سے تکفیر کی جائے۔ ایسے گناہ مثلاً زنا، شراب خوری سے تکفیر نہیں ہوگی کہ اگر کوئی شخص نماز کو دانستہ طور پر ترک کر دے وہ کافر نہیں، فاسق اور سخت عاصی ہے اور اگر تاویل کر جائے کہ اس سے کوئی اور چیز مراد ہے تو وہ قطعاً کافر ہے۔ نماز کی فرضیت کا منکر نہ ہو اور صرف تارک ہو تو وہ فاسق ہے اور اگر دانستہ ایک دفعہ قبلہ سے پھر کر نماز پڑھے تو وہ کافر ہے۔ تمام کافروں سے بدتر کافر ہے جن کا الاؤ ہو اسلام کے ساتھ جہنم کے کافروں سے کیونکہ اصل کافروں سے نفع ہوتا ہے اور دوسروں سے پونجی جاتی ہے۔

شیطان کا کفر

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ نہ خدا کی تکذیب کی نہ پیغمبر ﷺ کی، جیسے ابلیس نہ خدا کی تکذیب کی نہ آدم کی۔

کافر، منافق اور زندیق میں فرق

جو اس دین محمدی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ جو اندر سے منکر ہو اور بظاہر مقر ہو وہ منافق ہے۔ اس کا حکم کافروں سے اشد ہے اور جو زبان کے اقرار کے بعد دین کے

اصول بدلائے' وہ زندیق ہے اور یہ دونوں قسموں سے شدید ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں: ("احکام الفرقان" ص ۵۴) من انکر شیاء من شرایع الاسلام۔ جس نے اسلامی امور میں سے کسی امر کا انکار کیا تو اس کے کلمہ لا الہ الا اللہ الخ کا کوئی اعتبار نہیں رہا۔

ایمان' کفر اور ارتداد کے معنی

اس وقت تک جو اجمالی طور کفر و اسلام کی حقیقت بیان کی گئی ہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ معنی ارتداد کے یہ ہیں کہ اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات و متواترات سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جاوے اور ایمان یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ سے جس چیز کو لائے ہیں اور اس کا ثبوت بدیہات اسلام سے ہے۔ ہر مسلمان عام و خاص اس کو جانتے ہیں۔ اس کی تصدیق کرنا عبارت ذیل سے یہ دونوں مضمون ثابت ہیں۔ ("در مختار برحاشیہ شامی" ج ۳' ص ۲۸۴) باب المرتد هوالراجع عن دین الاسلام الی قوله مما علم عن مجیئه ضروره۔ یعنی مرتد وہ ہے جو پھر جائے دین اسلام سے۔ اور رکن اس کا ایمان کے بعد زبان پر اجراء کلمتہ الکفر ہے اور ایمان تصدیق ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ان تمام چیزوں میں جو وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں اور ثبوت ان کا بدیہی ہے۔

("اشباہ النظائر" ص ۲۶۷) الایمان الی قوله ما ادخله فیه۔ یعنی ایمان تصدیق ہے۔ آنحضرت ﷺ کی جملہ ان چیزوں میں جو وہ لائے اور ثابت ہو گیا ہے پورے تواتر سے' کفر تکذیب ہے۔ آنحضرت ﷺ کی کسی ایک چیز کی دین میں جو ہدایت سے ثابت ہو' کافر نہیں ہو گا۔ کوئی اہل قبلہ مگر ساتھ انکار کرنے اس چیز کے جسے اس نے ایمان میں داخل کیا تھا۔

ضروریات دین کی تعریف

ضروریات دین وہ ہیں جسے خواص و عوام پہچانیں کہ یہ دین سے ہیں۔ جیسے اعتقاد

توحید و رسالت و خمس صلوات ویسے ہی اور چیزیں۔ ("شامی" ص ۲۴۷ ج ۱ باب الامامت)

مرزائی توجیہات کے جوابات

جو لوگ ضروریات دین کے منکر ہو جاتے ہیں' وہ عموماً اپنے کفر کے چھپانے کے لیے مختلف تاویلیں اختیار کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم ارکان اسلام نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتے ہیں اور تبلیغ اسلام میں سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں کیسے خارج از اسلام کہا جاتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بتصریح فقہا اگر ایک شخص کے کلام میں ۹۹ وجوہ کفر ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی موجود ہو تو مفتی کا فرض ہے کہ اسی ایک وجہ کو اختیار کر کے اسے مسلمان کہے اور کفر کا حکم نہ لگائے' پھر ہمیں کیسے خارج از اسلام کہا جاتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بتصریح فقہا جو شخص کلمہ کفر کسی تاویل کی بناء پر کہے اسے کافر نہیں کہا جاتا۔ ان چاروں شبہات کے جواب بالترتیب یہ ہیں:

۱۔ پہلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یہ لاعلمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے' چاہے سارے عقائد اسلامیہ کا منکر ہو۔ قرآن نے منافقین کو تمام کفار سے زیادہ بدتر کافر ٹھہرایا' حالانکہ وہ نہ صرف قبلہ کی طرف منہ کرتے' بلکہ تمام ظاہر احکام کو ادا کرتے تھے۔ قرآن کا ارشاد ہے: لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ اس مضمون کی تصریح کتب ذیل میں موجود ہے۔ ("شرح فقہ اکبر" ص ۱۷۹)

یعنی جان لے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اتفاق کیا' ضروریات دین پر۔ جیسے حدوث عالم۔ حشر اجساد علم اللہ کا کلی و جزئی کے ساتھ اور ایسے دوسرے مسائل مہمہ۔ پس جس نے مداومت کی تمام عمر طاعات و عبادات پر باوجود اعتقاد قدم عالم کے اور نفی حشر کے اور جزئیات مادیات کے ساتھ علم الٰہی کی نفی کی۔ وہ اہل قبلہ میں

سے نہیں ہے اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں' اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا جب تک علامات کفراور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔ تقریر شرح تحریر الاصول ص ۳۱۸' ج ۳' میں ہے۔ والمراد' قطعاً یعنی مراد متبدع سے وہ ہے جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہیں اور ویسے ہی گنہگار اہل قبلہ سے وہ شخص مراد ہے جو ضروریات دین کے موافق ہے۔ جیسے حدوث عالم و حشر اجساد سوائے اس کے کہ اس سے کوئی چیز موجبات کفر سے صادر ہو' اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ کافر نہ کہنا اہل قبلہ کا کسی گناہ سے تصریح کی ہے۔ اس کو ابو حنیفہؒ نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے' ہم کافر نہیں کہتے کسی کو' کسی گناہ کی وجہ سے' اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہو بشرطیکہ اسے حلال نہ سمجھے۔ جیسے کہ منتقی حاکم شہید کی کتاب میں ہے۔

دوسرا شبہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور تمام ارکان کے پابند ہیں اور تبلیغ اسلام میں مساعی ہیں۔ پھر ان کو کیسے کافر کہا جاتا ہے' اس کا "صحیح بخاری" کی حدیث میں ہے: "کتاب استتابہ المعاندین والمرتدین" ص ۱۰۲۴' "باب قتال الخوارج" ص ۱۲۴' ج ۲ میں جواب ہے' جس کو میں اپنے بیان میں کہہ چکا ہوں۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائیں گے اور ان کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز' روزہ کے پابند ہوں گے بلکہ ظاہری خشوع و خضوع کی حالت یہ ہوگی کہ مسلمان اپنی نماز روزہ کو ان کے مقابلہ پر ہیچ سمجھیں گے' لیکن اس کے باوجود جب بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا تو ان کی نماز روزہ ان کو کفر سے نہ بچا سکے۔

تیسرا شبہ یہ کہا جاتا ہے کہ فقہا نے ایسے شخص کو مسلمان کہا ہے جس کے کلام میں ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو جواب یہ ہے کہ اس کا منشاء بھی یہ ہے۔ بعض فقہا کے کلمات دیکھ لیے گئے اور ان کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی اور نہ وہ ان کے اقوال دیکھے جن میں تصریح ہے کہ یہ حکم عموم پر نہیں' بلکہ اس وقت ہے کہ جب قائل کا صرف ایک کلمہ مفتی کے سامنے آئے اور قائل کا دوسرا کوئی حال معلوم نہ ہو اور نہ اس کے کلام میں تصریح ہو۔ جس سے معنی کفریہ متعین ہو جائے تو

اس حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط کرے اور اگر کوئی ضعیف سے ضعیف احتمال ایسا نکل سکے۔ جس کی بناء پر یہ کلام اور کلمہ کفر ہونے سے بچ جائے تو اس احتمال کو اختیار کر کے اسے کافر نہ کہے۔ لیکن اگر ایک شخص کا کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات والفاظ مختلف موجود ہو' جس کو دیکھ کر یقین ہو جائے کہ یہ شخص بھی معنی کفریہ مراد لیتا ہے یا وہ خود اپنے کلام میں معنی کفر کی تصریح کر دیتا ہے تو باجماع فقہا اسے مسلمان نہیں کہہ سکتے اور قطعی طور پر ایسے شخص کے لیے فتویٰ کفر لگایا جاوے گا۔ "فتاویٰ ہند'' یہ کتاب "السیر اخر الباب التاسع "ص۴۲۰ میں ہے۔ اذا کان۔ الی قولہ کذافی بحرالرائق۔ یعنی جب مسئلہ میں کئی وجوہ موجب کفر ہوں اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اسی ایک وجہ کی طرف مائل ہو اور ایسا ہی ہے۔ خلاصہ بزار یہ ہیں مگر جب تصریح کر دے' ایسی مراد کی جو موجب کفر ہے تو اس وقت کوئی تاویل نفع نہ دے گی۔ ایسا ہی ہے بحرالرائق میں۔

شبہ چہارم یہ کہا جاتا ہے کہ جب کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ موجب کفر کہا جائے تو کفر نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تصریح فقہا سے ناواقفیت کا اظہار ہے۔ فقہا اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں کہ تاویل اسی کلام اور اسی چیز میں مانع تکفیر ہو سکتی ہے جو ضروریات دین سے نہ ہو لیکن اگر کوئی ضروریات میں تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نئے معنی تراشے تو بلاشبہ اسے کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید الحاد کہتا ہے اور حدیث نے اس کا نام زندیق رکھا ہے۔ زندیق اسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے' الفاظ کی حقیقت بدل دے۔

محمد بن ابو بکر حاکم مصر نے حضرت علیؓ کو لکھا کہ دو مسلمان زندیق ہو گئے ہیں۔ ادھر سے جواب دیا گیا کہ وہ توبہ کر لیں تو فبہ' ورنہ انہیں قتل کرو۔ رواہ الشافعی والبیہقی واخذ من کنزالعمال۔ زندیق فارسی لفظ ہے جس کو عربی میں لیا گیا۔ علماء کے نزدیک کتابوں میں اس کا نام باطنیت آتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ایک ہی معنی رکھتی ہیں اور کفر صریح ہیں۔ "معانی الاثار" ص۷۹' ج۲' "کتاب الحدود باب حد الخمر" میں امام طحاویؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اہل شام کی ایک جماعت نے شراب پی اور آیت کریمہ لیس علی الذین

امنوا وعملوا الصالحات --- کی تحریف کر کے شراب کو حلال قرار دیا۔ اس وقت یزید بن ابی سفیان حاکم شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ان کو گرفتار کر کے یہاں بھیج دو۔ جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو صحابہ اور تابعین سے اس معاملہ میں مشورہ ہوا اور یہ رائے قرار پائی یا امیرالمؤمنین' تری انهم قد کذبوا علی الله تعالی واشرعوا فی دینهم مالم یاذن به الله فاضرب اعناقهم - یعنی اللہ تعالیٰ پر انہوں نے افتراء کیا اور دین میں ایک ایسی بات جاری کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کی کوئی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا ان کی گردنیں ماری جائیں۔ لوگوں نے یہ رائے پیش کی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ساکت تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں' فرمایا' میں سمجھتا ہوں کہ آپ انہیں کہیں کہ اس سے توبہ کرو۔ اگر توبہ کریں تو ہر ایک کو ۸۰' ۸۰ کوڑے لگوایئے اور اگر توبہ نہ کریں تو ان کی گردنیں ماری جاویں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں اور دین میں ایسی بات جاری کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ یہ واقعہ حافظ بن حجر نے "فتح الباری" ص ۳۲۴' میں بحوالہ مسند عبدالرزاق و مصنف بن ابی شیبہ نقل کیا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شرعی لفظ کو بحال رکھنا اور اس کی حقیقت کو بدل دینا اور معاملہ ہو متواترات کا' تو یہ کفر صریح ہو گا۔ ان لوگوں نے قرآن کی تکذیب نہ کی تھی بلکہ ایک بیجا تاویل کی تھی' جس پر قتل کر دیئے گئے۔

وزیر محمد بن ابراہیم "یمانی ایثارالحق عن الخلق" کے ص ۴۴۵' پر لکھتے ہیں: مثل الی قوله عن سلفها - یعنی جیسے کفر زنادقہ اور ملحدوں کا انہوں نے کھیل اور تمسخر کیا' قرآن کی سب آیتوں کے ساتھ اور تاویل کی آیتوں کی۔ ان باطنی چیزوں کے ساتھ جس پر نہ لفظوں کی دلالت ہے' نہ نشان ہے اور نہ سلف صالحین کا اشارہ ہے۔ ان ملحدوں کی طرح وہ لوگ ہیں جو ان کے ہم صفت ہوں۔ شرع کے نشان مٹانے اور بدیہی علوم کے رد کرنے میں جس کو اگلی نسلوں سے پچھلی نسلوں نے لیا۔

یہاں تک میرے بیان سے اصولی طور پر کفر اور ایمان کی شرعی حقیقت اور یہ بات واضح ہو گئی کہ ایک مسلمان کسی قسم کے اقوال یا افعال کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام ہو

جاتا ہے۔

قادیانی کے کفر پر دنیائے اسلام کے علماء کے فتوے

اس کے بعد میں بیان کرتا ہوں کہ قادیانی مدعی نبوت نے کتنی ضروریات دین کا انکار کیا ہے جس کی وجہ سے وہ باجماع امت کافر مرتد قرار دیا گیا اور ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے اپنے شدید اختلاف مشرب کے باوجود ان کے اور ان کے متبعین کے کفر و ارتداد پر متفق ہیں۔ "القول الصحیح فی مکاید المسیح" میں مولوی محمد سہول صاحب سابق مدرس دار العلوم دیوبند حال پرنسپل کالج شمس الہدے پٹنہ عظیم آباد نے ایک فتویٰ مرتب کیا ہے، جس پر تمام علماء کے دستخط ہیں، جس میں حضرت شیخ الہندؒ کی یہ عبارت ہے۔ مرزا علیہ ما یستحقہ کے عقائد و اقوال کا اور کفریہ ہونا ایسا بدیہی ہے کہ جس کا انکار کوئی منصف صاحب فہم نہیں کر سکتا۔ جن کی تفصیل جواب میں موجود ہے، مصر کا فتویٰ بھی اس کے ساتھ چھپا ہوا موجود ہے، شام کا بھی موجود ہے۔ شام کا فتویٰ جس کا نام خلاصۃ الرونی انتقاد مسیح الہند ہے جو مرقومہ محمد ہاشم الرشید الخطیب الحسینی القادری کا ہے۔ اس کی چند سطور کا مطلب یہ ہے، تیسری کلام وہ جو کہ میں نے رسالہ کے ص ۲، ۳ پر نقل کی ہے۔ وہ شہادت دیتی اور حکم کرتی ہے کہ تو کاذب ہے، نہیں داخل ہوا تو دائرہ اسلام میں اور ایسا ہی تیرا مسیح ہندی اور اس کے اتباع۔

آگے لکھتے ہیں کہ اسکندر رانی اور سب جرائد نے تمہارے رد کا اعلان کیا ہے۔ سارے مسلمان اس یقین پر ہیں کہ تم ملحد اور کافر ہو۔ دوسرا فتویٰ ہندوستان کا ہے، اس میں بھی تمام مشاہیر علماء ہند کے دستخط ہیں۔ یہ فتویٰ ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوا ہے۔

مصری فتویٰ کا ترجمہ

جو انجمن تائید الاسلام گوجرانوالہ نے اپنے رسالہ "کفر مرزا" میں شائع کیا ہے، یہ ہے: کہ غلام احمد ہندی کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر غلام احمد نے کہا کہ میرا مقصود ختم نبوت سے ختم کمالات نبوت ہے جو سب سے

افضل رسل و انبیاء ہیں اور میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بجز اس کے جو آپ کی امت میں ہو اور پوری طرح سے آپ کا پیرو ہو' جس نے سارا فیض آپ کی روحانیت سے پایا ہو اور آپ کی روشنی سے روشنی پائی ہے تو وہاں پر مغائرت کا مقام نہیں رہتا' اور نہ کوئی دوسری نبوت ہے۔ یہ مقام حیرت نہیں بلکہ وہ خود احمد ہی ہے' جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوا ہے۔ کوئی شخص اپنی صورت پر جس کو اللہ تعالیٰ آئینہ میں دکھاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے' غیرت نہیں کرتا۔ پس جو شخص نبی سے ہو اور نبی کے اندر ہو تو وہ ہو بہو وہی ہے۔

یہ کلام اس بارے میں بالکل صاف ہے کہ غلام احمد آنحضرت ﷺ کے بعد اجراء نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ یعنی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ بھی نبی آپ کے اتباع سے ہوا ہے اور وہ صورت آنحضرت ﷺ سے ہے اور ہو بہو محمد ﷺ ہے' یہ صریح کفر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان وما کان محمد الخ کے صریح مخالف ہے۔ یہ ان بہت سے دعوؤں سے ایک ہے' جو کذب غلام احمد ہندی پر دلالت کرتے ہیں اور جن کو اس نے اپنی کتاب "مواہب الرحمٰن" میں تحریر کیا ہے۔ مغفور مصطفیٰ کامل پاشا رئیس حزب الوطن اور مالک اخبار اللواء نے اس کا رد لکھا ہے اور غلام احمد کو ضال اور مضل لکھا تھا۔ (کاتب فتویٰ مفتی مصر محمد نجیب ہیں)

دوسرے دستخط علامہ طنطاوی جوہری کے ہیں۔ میں نے اصل فتویٰ دیکھا ہوا ہے' ترجمہ درست ہے۔ یہ فتویٰ مصری علیحدہ طبع ہوا تھا اور میں محمد نجیب اور علامہ طنطاوی کو جانتا ہوں۔ رسالہ استنکاف الاسلام میں مفتی بھوپال کے دستخط اور مہر بھی ہے۔ انہوں نے اس سوال نکاح کے متعلق بھی اپنا فتویٰ دیا ہے۔

قادیانی کی کتابوں میں بہت سے متواترات دین کا انکار ہے

اگر قادیانی کے کتب کا استیعاب کیا جاوے تو بہت سے متواترات شرعیہ کا انکار اور خلاف صریح سے صریح طور پر اس کی کلام میں موجود ہے۔ جن میں سے اس وقت

چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں' جو ہمارے اور ساری امت کے نزدیک موجبات کفر سے ہیں:

(الف) ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنے کی تحریف۔

(ب) دعویٰ نبوت اور اس کی تصریح کہ ایسی نبوت مراد ہے۔ جیسی کہ پہلے انبیاء کی ہے۔

(ج) وحی کا دعویٰ اور اپنی وحی کا قرآن کی طرح واجب الایمان قرار دینا۔

(د) عیسیٰؑ کی توہین۔

(ر) آنحضرت ﷺ کی توہین۔

(ھ) تمام امت محمدیہ کی تکفیر بجز چند اپنے مریدوں کے سارے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا پچاس کروڑ مسلمانوں کو اولاد زنا قرار دینا۔ ان سب چیزوں کو اپنے آخر بیان میں خود قادیانی کی کتب سے بیان کروں گا۔ اس سے پہلے ہر ایک نمبر کے متعلق یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ سب چیزیں متواترات اور ضروریات دین کے خلاف ہیں' اجماعاً کفر ہیں۔

امر اول---- ختم نبوت کا انکار

آیت: ما کان محمد ابا احد -الخ

۱- امر اول' ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ خداوند کی مشیت میں یہ مقرر تھا کہ انبیاء کی عمارت نبی کریم ﷺ پر ختم کر دی جائے اور جتنے کمال ہیں' آنحضرت ﷺ پر ختم ہو جائیں۔ اس کے بعد سلسلہ پیغمبری باقی رکھنا مشیت ایزدی سے نہیں ہے۔ اسی مشیت کے ماتحت آنحضرت ﷺ کی اولاد نرینہ باقی نہ رہی---- اسی مقصود سے فرمان ہے' قرآن مجید کا کہ نبی کریم ﷺ کی ابوت مستقبل کے لیے ہے اور خاتم النبیین کا علاقہ ماضی کے لیے ہے۔ پہلی کتب میں بھی آپ پر سلسلہ نبوت ختم کیا گیا اور توریت میں بلفظ عبرانی یہ آیت ہے:

فابی مقرنج کاموخ۔ یاقیم یخ۔ الا وتسمایمون

نبی من قربک نعما افیمک کمشلک مقیم لک
الھک الیہ تسمعون۔

جس کا ترجمہ یہ ہے ''پیغمبر ایک رسول' ایک نبی' ایک تیرے قرابت داروں میں سے' تیرے بھائیوں میں سے تجھ جیسا قائم کرے گا۔ تیرے لیے خدا تیرا اس کی اطاعت کرنی ہوگی''۔

انجیل میں بلفظ عبرانی یوں ہے:

یحوہ مینائی وزادم مساعیر ھومنع تودبارات۔

اردو ترجمہ یوں ہے: ''خدا مینا سے آیا' طلوع اس کا سامیر پر ہوا' اور التوا اس کا فاران پر ہوا''۔

نبوت موسوی اور عیسوی اور محمدی کی طرف اشارہ ہے اور ان کو کمال تک پہنچا کر سلسلہ کو ختم کر دیا ہے۔ یہ عبارتیں کتاب ''الملل والنحل'' پر ہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ' قرآن' حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے

اس کے متعلق اتنا کہتا ہوں کہ ختم نبوت کا عقیدہ باین معنی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ دیا جاوے گا۔ بغیر کسی تاویل و تخصیص کے' ان اجماعی عقائد میں سے ہے جو اسلام کے اصول و عقائد میں شمار کیے گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک نسلاً بعد نسل ہر مسلمان جس کو اسلام سے کچھ بھی تعلق ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید کے بہت سے آیات سے اور احادیث متواتر المعنی سے جس کا عدد دو سو سے بھی زائد ہے اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔

منجملہ ان آیات کے صرف ایک آیت پر اکتفا کرتا ہوں۔ ما کان محمد۔ الخ اس آیت میں ختم نبوت کا ثبوت بایں معنی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوت ہرگز نہیں دیا جاوے گا۔

باجماع صحابہ و تابعین اور اتفاق مفسرین ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اس میں کسی تاویل و تخصیص کا احتمال نہیں اور جو شخص اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نکالے وہ ضروریات دین میں تاویل کرنے کی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔

ختم نبوت پر چند ائمتہ المفسرین والحدیث کے اقوال

اس کے ثبوت کے لیے چند آئمتہ المفسرین و حدیث کے اقوال پیش کرتا ہوں۔
حافظ ابن کثیر جلد ہشتم ص۸۹ پر لکھتے ہیں:

فهذه الايه نص تا---- رضی الله تعالی عنهم

یعنی یہ آیت اس میں نص ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جب کوئی نبی نہیں تو پھر رسول بطریق اولیٰ نہیں' کیونکہ مقام نبوت سے مقام رسالت خاص ہے' ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں۔

اس کے موافق متواتر حدیثیں صحابہؓ کی جماعت کی روایت سے وارد ہوئی ہیں۔ امام موصوف کے اس کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ختم نبوت کو ثابت کرنے کی حدیثیں متواتر ہیں جس کا بہت بڑا حصہ امام موصوف نے نقل فرما کر لکھا ہے۔

فمن رحمه الله الی قوله عند اولی الالباب- (ج ۸' ص ۹۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں پر ہے کہ اس نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا اور ختم نبوت اور رسالت سے مشرف کیا اور آپ نے دین حنیف کامل کر دیا۔ خبر دی ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور نبی نے اپنی احادیث متواترہ میں کہ کوئی نبی نہیں ہے۔ بعد آنحضرت ﷺ کے تاکہ جان لو کہ جس نے دعویٰ کیا اس عہدہ کا بعد خاتم الانبیاء کے وہ جھوٹا ہے' مفتری ہے' دجال ہے' گمراہ ہے' گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ کتنے حیلے اور شعبدے ایجاد کرے اور کتنے سحر اور طلسمات نیرنگیاں دکھائے یہ سب محال اور گمراہی ہے۔ اسی آیتہ کی تفسیر میں شیخ محمود الوسی' مفتی بغداد تحریر فرماتے

ہیں۔ "تفسیر روح المعانی" ج ۷، ص ۶۰ پر ہے۔ والمراد اے قولہ بالنبوہ۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے خاتم الانبیاء کی مراد یہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی اور شخص اس عہدہ سے سرفراز نہ ہوگا۔ آگے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا عقیدہ اس کے مخالف نہیں جو کہ امت کا مجمع علیہ اور اتنی احادیث سے ثابت ہے جو غالباً تواتر معنوی کی حد تک پہنچتی ہیں اور جس پر قرآن ناطق ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ حتیٰ کہ اس کے منکر کو کافر شمار کیا گیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے نبوۃ سے آراستہ ہونے سے قبل عیسیٰؑ اس دنیا میں صفت نبوت سے متصف تھے۔

قاضی عیاض شفا لکھتے ہیں: ص ۳۶۲

باب ما ھو من مقالات الکفر اجمعت الامہ۔ اے قولہ سمعا یعنی امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے اور اس کا ظاہری مفہوم مراد ہے۔ سوی کسی تاویل کے اور تخصیص کے کوئی شک نہیں۔ ان طوائف کے کفر والحاد میں جو اوپر بیان ہوئے از روی اجماع امت اور نصوص کے احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتا ہوں۔ بخاری کتاب "حدیث الانبیاء" ص ۴۹۱ میں ہے۔ عن النبی علیہ السلام کان بنو اسرائیل۔ اے آخرہ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل کی نگہبانی انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جائے تو دوسرا نبی آجاتا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ہاں خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ عرض کی گئی، اس پر کیا حکم کرتے ہیں۔ فرمایا، اطاعت کرو اول کی، انہیں ان کا حق ادا کرو، خدا ان سے پوچھ لے گا۔ اس رعیت کے متعلق جو ان کے حوالہ کی گئی۔ اس کو مسلم نے "کتاب الامارۃ" میں لکھا ہے۔ اس کے بعد اجماع امت اور چند اقوال بزرگان ملت کے پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلا اجماع جو اسلام میں منعقد ہوا تھا اس پر نبوت کو بغیر اس تحقیق کے کہ اس کی تاویل کیا ہے اور کیسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، مرتد اور کافر قرار دیا گیا اور سزا اس کی قتل ہے۔ صحابہؓ کے اجماع سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت پر جہاد کیا گیا، اسے قتل کر دیا گیا۔ عبارت اس حدیث کی بالفاظ ذیل ہے جو کہ ایک صفحہ تک چلی جاتی ہے اور ملا علی قاری شرح میں لکھتے ہیں۔ ج ۴، ص ۵۰۶ تا ج ۴، ص ۵۰۹۔ باب ما

ھو من مقالات الکفر و کذالک۔ اے قولہ بلا مرتبہ یعنی جو شخص آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی کی نبوت کا دعویٰ کرے جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے متبعین یا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا جیسے عیسیٰ ابن اسحاق اصفہانی کے متبعین یا نبوت کا اکتساب ریاضت سے جائز رکھا' بلاشبہ کافر ہیں۔ خفاجی نے شرح شفاء میں اس کے قریب قریب لکھا ہے' ابن حزم "کتاب الفصل" میں لکھتے ہیں' ج ۴' ص۱۸۰' باب ذکرالعزائم الموجبہ----- الی قولہ--- فی آخرالزمان۔ یعنی کیسے کوئی شخص جائز رکھ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی زمین میں ثابت کرے سوا اس کے جس کو خود آنحضرت ﷺ نے استثناء کیا ہے۔ متواتر احادیث میں یعنی نزول عیسیٰ بن مریمؑ کا اسی کتاب کے ج ۳' ص۲۴۹ پر ہے۔ اذان اے قولہ علیہ۔ یعنی یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو' سوائے عیسیٰ بن مریمؑ کے' کیونکہ دو آدمیوں کا بھی اس شخص کے کفر میں خلاف نہیں' یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ ختم نبوت اپنے مشہور معنی کے ساتھ قرآن و حدیث و نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے' کہ اس کا منکر یا مووّل یا محرف کافر ہے۔

امر دوم-----ادعائے وحی نبوت

امر دوم' ادعائے وحی نبوت: اب امر دوم ب کے متعلق ادعائے نبوت کفر ہے۔ میں دلائل بیان کرتا ہوں۔ اس امر کے اثبات کے لیے وہ تمام آیات اور احادیث اور اجماع اور اقوال سلف کافی دلائل ہیں جو بحث الف میں پیش کر چکا ہوں۔ مزید برآں چند عبارات اور بھی پیش کی جاتی ہیں۔ ملا علی قاری کلمات الکفر کے بحث میں فرماتے ہیں' "شرح فقہ اکبر" ص۱۹۰' ودعوی نبوت اے قولہ کفر بالاجماع۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے۔ "اجماعا عالمگیر" ص۲۱۱' ج ۴ میں ہے۔ اذالم یعرف اے قولہ کذافی التیمیہ۔ یعنی جب کوئی شخص آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ جانے وہ مسلمان نہیں۔ اسی طرح "تمیمۃ الدھر" میں ہے۔

میں اس کے تحت حسب ذیل دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وحی لازم نبوت ہے' یعنی جو اس کا مدعی ہو' اگرچہ بظاہر نبوت کا مدعی نہ ہو مگر وہ فی الحقیقت مدعی نبوت ہے اور کافر ہے۔ جیساکہ بحوالہ "شرح شفاء" گزر چکا ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:

وکذالک من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع النبوه۔ یعنی جس نے صرف وحی کا دعویٰ کیا' وہ کافر ہے' اگرچہ دعویٰ نبوت نہ کرے۔

امر سوم----کشف والہام و وحی کے معانی

"نسیم الریاض" ص ۵۰۸' ج ۴---- کشف یہ ہے کہ کوئی پیرایہ آنکھوں کو دکھایا گیا جس کی مراد کشف والہام وحی کشف والا خود سمجھے اور اگر کوئی مضمون دل میں ڈال کر سمجھایا گیا تو وہ الہام ہے۔ خدا نے اگر کوئی کلام بذریعہ فرشتہ بھیجا وہ وحی ہے۔ کشف والہام ظنی ہیں اور وحی قطعی ہے۔ بنی نوع انسان میں وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کے لیے کشف والہام یا لغوی وحی ہو سکتی ہے' نہ شرعی۔

امر چہارم و پنجم----حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کی توہین

موجبات کفر قادیانی میں سے امر چہارم حضرت عیسیٰؑ کی توہین ہے اور امر پنجم آنحضرت ﷺ کی توہین ہے۔ توہین دو طرح پر ہے' ایک صریح' دوسری تعریفی۔ تعریفی اسے کہتے ہیں کہ دوسرے کا حوالہ دے کر نقل کیا اور غرض پنہانی یہ ہو کہ اس شخص کے نقائص لوگوں میں پھیل جائیں۔ گویا کام اپنا کرتا ہے اور دوسرے کے کندھے پر ڈالتا ہے' یہ بھی کفر صریح ہے' مگر میں توہین کی صریح مثالیں پیش کروں گا۔ بعض توہینوں کو مستند کرتا ہے۔ قرآن سے یعنی قرآن ان کی سند میں پیش کرکے اس سے تفسیر قرآن کرتا ہے اور کسی کے متعلق کہتا ہے کہ حق بات یہ ہے' یعنی اس پر اپنا فیصلہ دیتا ہے۔ اب میں سندات پیش کرتا ہوں کہ توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔ ابتدائے بیان میں آ چکا ہے کہ بنص قرآن نبی کا کلام سن کر سر پھیر لینا بھی کفر قرار دیا گیا ہے۔ واذا

قیل لھم تعالوا یستغفرلکم۔ رسول اللہ یعنی جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہاری بخشش کی دعا کریں تو وہ سر پھیر لیتے ہیں اور تو ان کو اعراض و کبر کرتا ہوا دیکھے گا اور بحکم آیتہ کریمہ لانفرق بین احد من رسلہ الخ۔ یہ حکم تمام انبیاء کو عام شامل ہے۔ اس لیے فتاویٰ کی مشہور کتاب "درمختار" اور "شامی" "باب المرتد" ص۴۹۰' ج۳ میں ہے' ومن شک فی عذابہ و کفرہ کفر۔ یعنی جو شخص کسی نبی کے سزا کہنے کی وجہ سے کافر ہوا ہو' یعنی وہ قتل کیا جائے گا حد کے طور پر اور اس کی توبہ دنیا میں قبول نہیں کی جائے گی اور جو ان کے عذاب میں شک کرے' وہ بھی کافر ہے۔ "حافظ ابن تیمیہ الصارم المسلول" ص۲۴۳ میں لکھتے ہیں:

فعلم ان سب الرسل والطعن فیھم مینوع جمیع انواع الکفر وجماع جمیع الضلالات وکل کفر مفرع منہ۔

یعنی جانا گیا کہ نبیوں کا سب اور طعن کرنا ان پر سرچشمہ ہے۔ جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے۔ جملہ گراہیوں کا اور ہر کفر اسی کی شاخ ہے۔ قاضی عیاض نے "شفا" میں اس بحث پر چند فصلیں لکھیں ہیں جن میں ثابت کیا ہے کہ کسی نبی کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے۔ "شفا" ص۳۲۰' الباب الاول فی سب النبی ﷺ الی اضرالباب۔ اسی کتاب کے ص۲۸۲ پر توہین انبیاء کرنے والے کے قتل کے متعلق لکھا ہے' الدلیل الساوس ---- تا ---- فقتلوا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ چھٹی دلیل اقوال ہیں۔ صحابہ کے وہ نص ہیں۔ ایسے شخص کے قتل میں جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول جس نے ناسزا کہا' خدا یا کسی پیغمبر کو اس کو قتل کر دو' اسی کتاب کے ص۵۲۷ پر ہے کہ قال امام احمد ---- تا ---- کاالصریح۔ ترجمہ یہ ہے کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جس نے ناسزا کہا' نبی کریم کو یا تنقیص کی (مسلمان ہو یہ شخص یا کافر ہو) سزا اس کی قتل ہے۔ ہمارے علماء نے کہا ہے' اشارہ کرنا یعنی تعریض کرنا خدا کی اور رسول ﷺ کے سب کا ارتداد ہے اور موجب قتل ہے۔ جیسے صراحتاً ساری امت حاضرہ کی تکفیر کرنے والا بھی کافر ہے۔

مرزا نے پچاس کروڑ مسلمانوں کو کافر کہا ہے

قادیانی مدعی نبوت نے اپنے چند مریدوں کے سوا پچاس کروڑ مسلمانوں کو کافر کہا ہے اور سب کو اولاد الزنی کہا' یہ امر بھی موجب کفر ہے۔

مرتد کا شرعی حکم

قرآن شریف میں ہر قسم کے کفار کے نکاح کے متعلق یہ صاف فیصلہ موجود ہے۔ لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن۔ "درمختار" اور "شامی" ص۳۰۱' ج۳ میں ہے۔ و یبطل منه اتفاقا مایعمقد الملہ وہی خمس النکاح والذبیحہ والصید والشہادہ والارث۔ یعنی باطل ہے۔ .سب ارتداد ہر دو چیز جس کی بناء ملت پر ہو۔ وہ پانچ چیزیں ہیں۔ نکاح' ذبح شکار شہادت ارث یعنی ارتداد سے یہ----- چیزیں منقطع ہو جائیں گی۔ اسی کتاب کے جلد ثانی باب نکاح الکافر میں ہے۔ وارتداد احدھما تافسخ عاجل بلا قضا۔ یعنی ارتداد احد الزوجین سے فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور قضاء قاضی کی ضرورت نہیں۔

حوالہ جات از کتب قادیانی دربارۂ توہین انبیاء۔

اب توہین انبیاء کے قول قادیانی کی کتابوں سے نقل کیے جاتے ہیں۔ "نزول المسیح" ص۹۹ میں ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اندیسے من .عرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی راجام داد آن جام رامرا بتمام
کم نیم زان ہمہ بروئے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

انبیاء میں باہمی فضیلت کا باب فرق مراتب کا ہے اور جو پیغمبر افضل ہے' وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ دوسرے سے افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنی امت تک یہ پہنچایا ہے' مگر اس احتیاط سے کہ اس میں فوقیت مقصود نہیں۔ ایک نبی

کو ایسی فضیلت دینا اگرچہ وہ اس پیغمبر میں واقعی ہو، جس میں کسی دوسرے نبی کی توہین لازم آتی ہو تو کفر صریح ہے۔ "ازالہ اوہام" ص۶۹ پر مرزا لکھتا ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم عیسیٰ کجا است تابنہد پابمبرم

قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی کی گئی ہے مگر ایک حرف بھی حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی ہتک کا اشارۃً یا کنایۃً ذکر نہیں کیا۔ "دافع البلا" ص۲۰ میں ہے 'ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ کر اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید سے مسیح بن مریم سے بڑھ کر نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵ پر ہے 'مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں' کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ ص۶ میں ہے 'عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا' اس میں صریح عیسیٰؑ کی توہین ٹپکتی ہے۔ حق بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں۔

لفظ یسوع عبرانی میں ایشوع بمعنی نجات دہندہ کے ہے۔ اسی سے تعریب کر کے عیسیٰ بنایا گیا۔ یہ تعریب قرآن نے نہیں کی بلکہ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰؑ کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔ مرزا کے نزدیک یسوع و عیسیٰ ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ "توضیح المرام" ص۳ پر ہے 'دوسرے مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ و یسوع بھی کہتے ہیں۔ الخ معلوم ہوا کہ مرزا نے حضرت عیسیٰؑ کی توہین کی اور توہین کی ایک تیسری قسم لزومی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ عبارت اس لیے نہیں لائی گئی کہ توہین ہو مگر وہ عبارت اس وقت تک صادق نہ ہو جب تک اس سے توہین ثابت نہ ہو۔ مرزا نے اسی قسم کے ماتحت آنحضرت ﷺ کی توہین کرتے ہوئے کہا ہے۔ "تحفہ گولڑویہ" ص۴۰ پر جناب رسول کریم ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار لکھی ہے اور اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶ پر دس لاکھ لکھی ہے اور اس ضمن میں کتاب "اعجاز احمدی" ص۷۱ پر ہے کہ خسف القمر المنیر وان لی خسف القمران المیزان اتنکر۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے لیے صرف چاند کو گرہن لگا مگر میرے

لیے تو چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگا۔ کیا تجھے انکار ہے' یہ خاص توہین لزومی ہے۔

ادعائے نبوت تشریعی

مرزا کہتا ہے:

۱۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ ("دافع البلا" ص ۱۱)

۲۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیتہ کا مصداق ہے کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ "اعجاز احمدی" ص ۷

۳۔ اور اگر کہو صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے' نہ ہر ایک مفتری تو اول یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں' کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اربعین ج ۴' ص ۶-۷

۴۔ ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنھوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں۔ ("تتمہ حقیقتہ الوحی" ص ۱۳۶)

۵۔ اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے' اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ "انجام آتھم" ص ۶۲' (دشمن سے مراد وہ شخص ہے جو اسے نہ مانے)

۶۔ میں صرف پنجاب کے لیے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لیے مامور ہوں۔ ("حاشیہ حقیقت الوحی" ص ۱۹۲)

۷۔ تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ ("دافع البلا" ص ۵)

۸۔ خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ ("دافع البلا" ص ۱۳)

حضرت عیسیٰؑ کی توہین کے متعلق ایک اور صریح عبارت

۹۔ پھر جب کہ خدا نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ وسوسہ شیطانی ہے کہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔ ("حقیقتہ الوحی" ص ۱۵۵)

تکفیر امت حاضرہ کے بارے میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال ہیں:

ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے' اس لیے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔ اول یہ کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں جانتا' دوسرے یہ کفر کہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول ﷺ نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کفر کے ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ ("حقیقتہ الوحی" ص ۱۷۹)

"آئینہ کمالات اسلام" ص ۵۴۷ و ۵۴۸ تلک كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المودة والمحبة و ينتفع من معارفها و يقبلني ويصدق دعوتي الا ذريته البغايا الذين ختم الله

علی قلوبھم فھم لا یقبلون۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: "یہ میری کتابیں ہیں' ہر ایک مسلمان ان کو محبت اور مودت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے نفع پاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی نسل ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے' وہ قبول نہیں کرتے۔

مرزا کا ادعائے وحی اور قرآن کی برابری کا دعویٰ

مرزا کہتا ہے:

۱۔ میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسے ہی ایمان لاتا ہوں' جیسے کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں' جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ ("حقیقتہ الوحی" ص ۱۵۰)

۲۔ مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں' جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں' اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے' خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔ ("حقیقتہ الوحی" ص ۲۱۱)

۳۔ پھر اس کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ موجود ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ ("ضمیمہ حقیقتہ النبوۃ "ایک غلطی کا ازالہ' ص ۲۶۲)

۴۔ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں' ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں' جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کی متواتر نشانیوں سے مجھ کو کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک ہے' وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام و حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا

تھا۔ میرے لیے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لیے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفتہ اللہ ہوں' مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار ہی کیا جاتا۔ (ایک غلطی کا ازالہ منقول از "ضمیمہ حقیقتہ النبوۃ" ص ۲۶۴)

سب نبی کے متعلق شیخین کا حکم

میں آج حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ سب نبی کے متعلق پیش کرتا ہوں:

حافظ ابن تیمیہ الصارم المسلول ص ۱۹۵ میں حرب کی ایک روایت امام حدیث سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا جس نے سب کی تھی۔ نبی کریم ﷺ کی فاروق اعظمؓ نے اسے سزائے موت دی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ثم قال عمر من سب الله تعالى وسب احدا من الانبياء فاقتلوه۔ "جس نے ناسزا کہا' خدا کو یا کسی پیغمبر کو' اسے سزائے موت دی جائے"۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم

کسی عورت نے بحرین میں نبی کریم ﷺ کو سب کہا ہے' وہاں کے حکم مہاجرین امیر نے اسے کوئی سزا دی تھی۔ صدیق اکبرؓ کا حکم پہنچا کہ پہلے مجھے اطلاع ہوتی تو میں سب نبی کی یہ سزا نہ دیتا بلکہ اس کی سزا قتل ہے۔ لفظ صدیق اکبرؓ کے یہ ہیں۔ فلولا سبقنى لامرتك بقتلها لان حد الانبياء ليس مثبه الحدود فمن ذلك من مسلم فهو مرتد ادمعامد فهو محارب غادر۔ خلاصہ' ترجمہ یہ ہے: "اگر تو پہلے کچھ نہ کر چکا ہوتا' میں امر کرتا اس عورت کے قتل کا کیونکہ انبیاء کے سب کی حد اور حدوں کے مشابہ نہیں' جو کوئی مسلمان ایسا کرے' وہ مرتد ہے اور جو کوئی ذمی ایسا کرے وہ جنگ کرنے والا ہے' ہم سے اور غدر کرنے والا ہے"۔

یہ جو خلفاء کے احکام ہیں' اس مسئلہ پر کل امت محمدیہ کا اجماع بلا فصل ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ (سب نبی) پر ایک کتاب لکھی ہے' جو "صارم مسلول" کے نام سے موسوم ہے۔ دوسری کتاب "سیف مسلول" ہے جو شیخ تقی الدین سبکی کی تصنیف ہے۔ یہ دونوں آٹھویں صدی کے حافظ حدیث ہیں۔

مرزا کتاب "دافع البلا" کے آخری صفحہ پر لکھتا ہے کہ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے' کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی' اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰ کا نام حصور رکھا۔ (حصور اسے کہتے ہیں' جو تعلقات زنانہ شوئی نہ کر سکے' مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کا رکھنے سے مانع تھے۔)

کتاب "نزول المسیح" ص ۱۰۰ پر ایک شعر مرزا صاحب کا بالفاظ ذیل ہے:

زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم ہر رسول نہاں پیراہنم

مرزا اور علماء کے نقل میں فرق

علماء نے جب تورات اور انجیل محرف سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے' نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں اور مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عیسیٰؑ نالائق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کفرو اسلام کا فرق ہے۔

کل جو عبارۃ "حقیقتہ الوحی" ص ۱۷۹ سے پڑھی گئی ہے اس سے ثابت ہوا تھا کہ قادیانی صاحب اپنے منکرین کو کافر کہتا ہے۔ یہی مضمون "حاشیہ اربعین" ص ۴' ص ۷ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ اب دیکھو' خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا ہے اور تمام انسانوں کے لیے مدار نجات ٹھہرایا ہے جس کی آنکھیں ہوں' دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے اور "تریاق القلوب" ص ۳۲۵ میں ہے۔

یہ نقطہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں، لیکن صاحب الشریعت کے سوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت و مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ "تریاق القلوب" کی عبارت مذکور کو پہلی عبارتوں کے ساتھ جمع کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی صاحب فقط نبوت ہی کے مدعی نہیں بلکہ شریعت جدیدہ کے بھی مدعی ہیں۔ جیسا کہ اربعین ج ۴، ص ۷ کی عبارۃ سے بھی یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے۔ اصول یہ باندھا کہ جو صاحب شریعت ہو اس کا انکار کفر ہے اور پھر ساری امت حاضر کو (جو اس کی منکر ہو) اس کو کافر کہا کہ گویا دعویٰ شریعت جدیدہ کیا اور پھر اس پر بس نہیں کی بلکہ تصریح کر دی کہ شریعت امر و نہی کا نام ہے اور وہ میری وحی میں موجود ہے، لیکن محض مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے چند الفاظ ظلی و بروزی وغیرہ گھڑے ہوئے ہیں، جن کی آڑ میں دین کی تحریف کرتا ہے۔ اس لیے میں ان الفاظ کی حقیقت خود مرزا صاحب کے کلام سے واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

بروزی، ظلی و مجازی نبوت کی اصلیت

"تریاق القلوب حاشیہ" ص ۳۷۷ میں خود قادیانی صاحب کا کلام ہے۔ غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد ﷺ کے نام سے پکارا گیا۔

یہ ہے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک بروزی ظلی اور مجازی کی جنم کا عقیدہ اسلام میں کفر ہے اور یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔

اور کتاب "قول فیصل" ص ۶ میں بحوالہ اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء پر مرزا کا قول اس طرح ہے۔ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں، وہ سب

حضرت رسول کریم ﷺ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم ﷺ سے ظلی طور پر ہم کو عطا کیے گئے۔ پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم ﷺ کی خاص خاص صفات میں اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم ﷺ کے ظل ہیں۔

ان عبارات سے نتائج ذیل برآمد ہوتے ہیں:

(الف) مرزا نے جو اپنے آپ کو ظلی و بروزی نبی کہہ کر دنیا کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ اس کی نبوت نبوت محمدیہ ﷺ سے علیحدہ کوئی چیز نہیں اور اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی۔ یہ بالکل لغو اور بے ہودہ خیال ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مرزا کے اس قول مذکوریہ سے یہ لازم آتا ہے کہ سرور عالم ﷺ (معاذاللہ) کوئی چیز نہیں تھے' بلکہ ان کا تشریف لانا بعینہ حضرت ابراہیمؑ کا تشریف لانا ہے۔ گویا ابراہیمؑ اصل رہے اور آئینہ رسول اللہ ﷺ ہوئے اور چونکہ ظل اور صاحب ظل میں مرزا کے نزدیک عینیت ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو عین محمد ﷺ کہتے ہیں تو جب محمد ﷺ بروز ابراہیمؑ ہوئے تو عین ابراہیمؑ ہوئے۔ اس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذاللہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں اور نہ آپ کی نبوت کوئی مستقل نبوت ہے' جو صریح کفر ہے۔

(ب) جب رسول اللہ ﷺ ابراہیمؑ کے بروز ہوئے اور خاتم النبیین آپ ہوئے تو اس سے معلوم ہوا کہ خاتم بروز اور ظل ہوتا ہے اور اس طرح سے مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے بروز ہوئے تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ آنحضرت ﷺ۔

(ج) الحکم کی عبارت مذکورہ سے یہ ثابت ہوا کہ جملہ انبیاء سابقین رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک صفت میں ظل ہیں اور تمام کمالات رسالت رسول کریم ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؑ کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیمؑ میں ہوں گے' نہ کہ آنحضرت ﷺ میں۔ یہ صریح توہین ہے۔ سرور عالم ﷺ کی کفر صریح ہے۔ اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ ہی باطل اور بے معنی ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیمؑ کے بروز

ہوں اور حضرت ابراہیمؑ آنحضرت ﷺ کے بروز ہوں۔ جو کھلا ہوا دور ہے اس کے بعد میں ظل اور بروز کی تحقیق کتب فلسفہ سے پیش کرتا ہوں۔ جس سے قادیانی صاحب کا کید اور فریب پورا واضح ہو جائے گا۔ فلسفہ یونان نے بروز اسے کہا ہے کہ ایک روح دوسری ذی روح میں حلول کرے' یعنی ایک بدن میں دو روحیں ہو جائیں۔ تناسخ اسے کہتے ہیں کہ روح ڈھانچے بدلتی رہے۔ مسخ اسے کہتے ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع میں تبدیل ہو' نسخ اسے کہتے ہیں کہ ایک حیوان نباتات میں تبدیل ہو' رسخ اسے کہتے ہیں کہ حیوان جماد بن جائے۔ یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

قادیانی صاحب کا اقرار ختم نبوت بالمعنی المعروف

"حمامۃ البشریٰ" ص۷۹ میں ہے۔ وما کان لی ان ادعی النبوہ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین۔ (منقول از "ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام" ج ۱۳، ص ۵۹)

"ازالۃ الاوہام" حصہ دوم ص ۲۱۶ پر لکھا ہے:

مسیح کیونکر آسکتا، وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں۔ اس کو آنے سے روکتی ہے۔

"ازالۃ الاوہام" حصہ دوم ص ۲۴۱ پر لکھا ہے:

یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدورفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو، وہ محال ہوتا ہے۔ فتدبر۔

"ازالۃ الاوہام" حصہ دوم، ص ۳۱۰ پر لکھا ہے:

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرا نہ وحی رسالت مسدود ہے۔ یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے اور سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ مضمون اختلاف بیان مرزا صاحب میں پیش کیا گیا ہے جو انہوں نے ابتداء ہی سے زندقہ اور الحاد کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت کے متعلق

آیت کریمہ، ما کان محمد ابا احد من رجال لکم ولکن

رسول اللہ و خاتم النبیین۔ یہ آیت اس واسطے آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نسل نرینہ ہماری مشیت میں مقدر نہیں کیونکہ آپ کے بعد آج سے تا آخر دنیا نبوت کی اسامی آپ کے وجود ذی جود سے پر ہے۔ آپ مستقبل کے لیے تا آخر دنیا رسول ہیں اور جملہ انبیاء سابقین کے خاتم ہیں۔ اس عقیدہ کے موافق کوئی دو سو احادیث نبی کریم ﷺ سے وارد ہوئی ہیں۔ نسبی سلسلہ کے بدلہ میں اس نبوۃ سلسلہ کو عوض میں رکھ لو۔ ایک رسالہ دیوبند کے مفتی مولانا محمد شفیعؒ کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ جس میں یہ تمام احادیث مذکور ہیں اور اس عقیدہ پر امت محمدیہ کی ابتداء سے لے کر آج تک اجماع بلافصل رہا ہے اور جس طرح قرآن امت تک پہنچا ہے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی پہنچا ہے اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ بھی اجماع چلا آیا ہے کہ اس آیت میں کوئی تاویل نہیں ہے اور اس عقیدہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلفاء اور سلاطین اسلام نے اس وقت سے لے کر اب تک مدعیان نبوۃ کو سزائے موت دی اور اسے کافر و مرتد سمجھا۔ اصلی کافر کے وجود کو برداشت کیا اور ایسے مرتد کے وجود کو برداشت نہیں کیا اور خود مرزا کا (جب تک مسلمان تھا) یہی عقیدہ رہا۔

نبوت اور ولایت کا فرق

نبوت ایک اصلی صفت نبی کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ نہ وہ کسب سے حاصل ہوتی ہے اور نہ وہ کبھی سلب ہوتی ہے۔

سلب نبوت کا عقیدہ یہود کا عقیدہ ہے

یہ عقیدہ یہود کا ہے کہ نبوت سلب بھی ہو سکتی ہے۔ (''ضمیمۃ النبوت فی الاسلام'' ص ۲۸۴' پر ہے۔ اگر نبوت کسبی ہو تو سلب بھی ہو سکتی ہوگی' یہ عقیدہ اسلام کا نہیں۔ ولایت ایسی چیز ہے کہ کسب سے حاصل ہو اور زائل بھی ہو جائے۔ یہ صفت جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم و دائم باقی ہے' احکام شرح کی تبلیغ اس وقت کے وقتی ثمرات اور مواقع میں سے ہے۔ کسی محدود وقت میں اگر اس نے ضروری احکام نہ پہنچائے تو وہ نبی

بحال خود نبی برحق ہے۔ صفت نبوت جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے' وہ کسی طرح زائل نہیں ہوتی۔ تبلیغ ایک کارگزاری تھی' پیغمبر کی کہ حاجت پر دائر ہوگی۔ عیسیٰؑ کا آنا بعینہ ایسا ہے جیسے گذشتہ زمانہ میں یعقوبؑ مصر میں چلے گئے تھے اور وہاں بطور رعایت کچھ دن گزارے۔

صوفیائے کرام کا مطلب

صوفیائے کرام نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر منقسم بنایا اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا دوسرے کو اطلاع دینا کی۔ اس کے نیچے انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام کو داخل کیا اور نبوت کو دو قسم کر دیا۔

۱- نبوت شرعی

۲- نبوت غیر شرعی

شرعی کے نیچے انبیاء اور رسل دونوں درج کر دیئے اور اب ان کے لیے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف اور الہام کے لیے نکھر گئی اور مخصوص ہو گئی۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار معارف' مکاشف اس کا دائرہ ہیں۔ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ پر مستحب کا حکم آیا' پس اگر یہ پہلے سے شریعت محمدی میں موجود ہے تو فبہا اور اگر موجود نہیں اور پھر دعویٰ کرتا ہے۔ اضافہ کا تو وہ گردن زدنی ہے اور یہ تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لیے ہے۔ کتاب "الیواقیت والجواہر" کے ص۱۷۹ پر حسب ذیل الفاظ ہیں۔ فقد بان لک---- الخ یعنی پس روشن ہو گیا تیرے لیے کہ دروازے اوامر اور نواہی دین کے بند کر دیئے گئے ہیں۔ جس نے دعویٰ کیا امر و نہی کا بعد محمد ﷺ کے۔ پس وہ مدعی اس شریعت کا ہوا جو اس کی طرف بھیجی گئی ہے' برابر ہے کہ وہ موافق ہو' ہماری شریعت کے یا مخالف ہو۔ پس اگر یہ مدعی عاقل بالغ ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر عاقل بالغ نہیں' اس سے اعراض کریں گے۔

صوفیاء کے شطحیات

صوفیائے کرام کے ہاں ایک بات ہے جس کو شطحیات کہتے ہیں اور خود فتوحات میں
اس کا باب ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گزرتے ہیں اور ان حالات میں
کوئی کلمات ان سے نکل جاتے ہیں جو ہمارے ظاہر قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے اور
بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء کی تصریح ہے کہ ان سے کوئی
عمل پیرا نہ ہو اور تصریح کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گزرے ہوں۔ وہ ہماری
کتابوں کا مطالعہ نہ کرے۔ مجملاً ہم یہ سمجھتے ہیں جو شخص کسی حال کا مالک ہوتا ہے۔
دوسرا خالی شخص اس سے ضرور الجھ جائے گا' لیکن دین میں کسی زیادتی کمی کا صوفیا میں
سے کوئی بھی قائل نہیں اور ایسے مدعی کو بالاتفاق کافر کہتے ہیں۔

ہم نے اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی طہارت اور تقویٰ اور تقدس کی
خبریں سن کر اور ان کے شواہد افعال و اعمال اور اخلاق سے تائید پاکر ان کو ولی مقبول
تسلیم کر لیا ہے۔ ان قرائن اور نشانیوں سے جو خارج مبحوث عنہ ہیں' یعنی انہی شطحیات
سے ان کی ولایت کو ثابت نہیں کرتے' بلکہ ولایت ان کی خارج سے پایہ ثبوت کو پہنچتی
ہے جو طریقہ ثبوت کا ہے' اس کے بعد کہ ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی اور ہم اس
تسلیم میں صواب پر تھے تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مغائیر یا موہم ہمارے سامنے پڑتا ہے
تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں اور محمل نکالیں کہ ٹھکانا اس کا کیا
ہے۔ شطحیات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جھگڑا جمانا نافہم اور جاہل کا کام
ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جداگانہ تجارب سے۔ اور جو طریقہ راست بازی
ثابت کرنے کا ہے' ثابت ہوئی ہو تو پھر اگر کہیں کوئی کلمہ موہم اور مغالطہ میں ڈالنے والا
اس کا سامنے آگیا تو منصف طبیعتوں کے ذہن اس کی توجیہہ کریں گے اور محمل نکالیں
گے۔

یہ عاقل کا کام نہیں ہے کہ راست بازی کسی کی ثابت ہونے سے پیشتر وہی کلمات
مغالطہ پیش کر کے [illegible] الثبوت مقولوں پر قیاس کرے اور کہے کہ فلاں نے ایسا کہا' فلاں
نے ایسا لکھا' اس کا جواب مختصراً یہ ہو گا کہ فلاں کی راست بازی جداگانہ [illegible]۔ اگر ہمیں کسی

طریقہ اور دلیل سے معلوم ہے تو ہم محتاج توجیہہ ہوں گے اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے بہتر کچھ سامان خیر کا ہے ہی نہیں تو ہم یہ کھوئی پونجی اس کے منہ پر ماریں گے۔

خلاصہ بیان

میرے کل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی مدعی نبوت حسب تصریحات قرآن و حدیث اور باجماع امت کافر مرتد ہے اور جو شخص ان کے عقائد باطلہ اور دعویٰ نبوت و وحی پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھے۔ ان کی نبوت کو تسلیم کرے یا مسیح موعود مانے' وہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔

اور حکم یہ ہے کہ ان کا نکاح کسی مسلمان مرد و عورت کے ساتھ جائز نہیں اور اگر بعد نکاح کے کوئی شخص ایسا عقیدہ اختیار کرے تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ قضاءِ قاضی اور عدت کی بھی (اور اگر غیر مدخولہ ہو) ضرورت شرعاً نہیں رہتی اور اس کے بعد اگر زن و شوہر کے تعلقات باقی رکھے گئے تو جو اولاد ہوگی وہ اولاد زنا ہوگی' نسب ثابت نہ ہوگا۔ جیسا کہ بحوالہ شامی گزر چکا ہے اور موجبات کفر مرزا صاحب اور اس کے متبعین کے لیے میرے بیان میں چھ وجوہ آئی ہیں۔

(اول) ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلۂ نبوت منقطع ہو اس کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

(دوم) دعویٰ نبوت مطلقہ و تشریعیہ۔

(سوم) دعویٰ وحی اور اپنے وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

(چہارم) حضرت عیسیٰؑ کی توہین۔

(پنجم) آنحضرت ﷺ کی توہین۔

(ششم) ساری امت محمدیہ کو بغیر اپنے متبعین کے کافر کہنا۔

یہ اصول ہیں جن کے تحت میں اور بھی بہت سے ایسے فروع موجود ہیں جو مستقل موجبات کفر ہو سکتے ہیں۔

ضروری گزارشات

قادیانی کتابوں کے دیکھنے والوں پر یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں بہت تفاوت اور تعارض پایا جاتا ہے۔ اور خود مرزا صاحب نے ایسی پریشان خیالی کی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے جس سے نتیجہ گڑ بڑ رہے اور ان کے لیے بوقت ضرورت کے مخلص اور مفر باقی رہے۔ یہی میں ذکر کر آیا ہوں کہ زنادقہ نے ہمیشہ یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ کہیں ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں' اور کہیں ایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کر کے اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

اس کا سبب پورے غور کرنے سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مرزائے قادیانی چونکہ مادر زاد کافر نہ تھے۔ ابتدا تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوا' انہیں کے پابند تھے' وہی لکھے۔ پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کے آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین سے قطعاً مخالف ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے باطل اور جھوٹے دعووں کو رواج دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی' کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں' اور عام و خاص مسلمان کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدلا جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہو گیا۔ جس کے متعلق پہلے بیان میں آ چکا ہے کہ ایسا کرنا کفر صریح ہے' اور اس قسم کے کفر کا نام قرآن نے الحاد رکھا ہے اور حدیث نے زندقہ اور عام مصنفین نے باطنیہ کے نام سے اس کو پکارا ہے۔ اس لیے اب قادیانی صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا' جن سی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں امام اہلسنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال وافعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس کی تصریح نہ ہو ان عقائد

کی مراد بھی وہی ہے جو جمہور امت نے سمجھی اور پھر اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کیے تھے' ان سے توبہ کر چکے ہیں اور جب تک توبہ تصریح نہ ہو' چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتا۔ کیوں کہ زندیق تو اسی کو کہا جاتا ہے' جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے۔ لیکن ان کی ایسی تاویل و تحریف کر دے جس سے ان کے حقائق بدل جائیں۔ اس لیے جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جائے کہ' قادیانی صاحب ختم نبوت اور انقطاع وحی کا اسی معنی کے اعتبار سے قائل ہے جس معنی سے صحابہ و تابعین اور تمام امت محمدیہ قائل ہے۔

اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا ہو۔ اسی طرح حشر اجساد کا نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا کسی جگہ اقرار کر لینا' یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہو گا۔ خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا موخر۔ اسی طرح مسئلہ توہین ہے کہ جب ایک جگہ توہین کے کلمات ثابت ہو گئے' تو ہزار جگہ اگر کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور ثنا خوانی بھی کی ہو تو وہ اس کو اس کفر سے نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کی اتباع اور طاعت گزاری اور مدح و ثنا کرتا ہے' لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کیا کرتا ہے تو کوئی انسان اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔

مرزا آخر عمر تک دعویٰ وحی و نبوت پر قائم رہا ہے

الغرض اول تو یہ بات ہو چکی ہے کہ مرزا اپنی آخری عمر تک دعویٰ نبوت و وحی پر قائم رہا اور اپنے کفریات سے کوئی توبہ نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے آخری خط اور عقائد کفریہ سے واضح ہوتا ہے' جو موت سے تین دن پہلے اخبار عام لاہور کے ایڈیٹر کے نام لکھا ہے' اور اگر یہ بھی ثابت نہ ہوتا تو کلمات کفریہ لکھنے اور کہنے کے بعد اس وقت تک اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک وہ ان عقائد سے توبہ کا اعلان نہ کرے اور توبہ کا

اعلان جہاں تک ہم نے کوشش کی ان کی کسی کتاب یا تحریر میں نہیں پایا گیا۔ اس لیے تکفیر کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔

علاوہ ازیں اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت وغیرہ سے توبہ کر لی تھی۔ جب بھی ہمارا مدعا علیہ چونکہ ان کو عام انبیاء کی طرح نبی اور رسول ماننے کی تصریح اپنے کلام میں کرتا ہے' اس لیے اس کے کفر اور ارتداد میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا از روئے عقائد اسلام و مسائل فقیہہ اجماعیہ اس کا نکاح جو مسلمان عورت کے ساتھ ہوا تھا' قطعاً فسخ ہو چکا۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ وسید انبیائہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

مرزا قادیانی
اور
اُس کے پیروکار کافر کیوں؟

مولانا
احمد رضا خان
بریلویؒ

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ المکرمین عندہٗ ربّ انّی اعوذ بک من ھمزات الشیٰطین واعوذ بک ربّ ان یحضرون۔ اللہ عزّوجل دینِ حق پر استقامت عطا فرمائے اور مرضلال و وبال و نکال سے بچائے۔ قادیانی مرزا کو اپنے آپ کو مسیح و مثیلِ مسیح کہنا تو شہرۂ آفاق ہے۔ اور بحکم آنکہ ع

عیب وے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

فقیر کو بھی اس دعوے سے اتفاق ہے۔ مرزا کے مسیح و مثیل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولدا عز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی مسمی کیا یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالۂ مبارکہ تحفۂ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرما دیا بحمد اللہ تعالیٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور عزّوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب مفتم نے جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کیے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر و ارتداد مبین ہے۔ فقیر ان میں سے بعض

کی اجمالی تفصیل کرے۔

کفر اوّل مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ازالۂ اوہام ہے اس کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے میں احمد ہوں جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔ آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسٰی بن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اُس رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نامِ پاک احمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسولِ پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم توضیح مرام طبع ثانی ص ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث ہوں اور محدث[1] بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

---

[1] لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون۔ سیدا لمحدثین امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں کے صدقے میں ہم نے اُس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی اُمتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب

کفر سوم دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند ص ۹ پر لکھتا ہے: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

کفر چہارم مجیب پنجم نے نقل کیا و نیز میگوید کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔ ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیہ کریمہ میں شخص مراد ہے نہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کیا کہ وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔ ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لیے بھیجا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یُفلحون ٥

(بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے)

اور فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یُؤمنون ٥

(ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں)

رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا رواہ احمد والترمذی والحکم عن عقبہ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدّث ہے۔ یہ ضرور ایک معنی پر مبنی ہو گیا! الا لعنۃ اللہ علی الکذبین والعیاذ باللہ رب العلمین ٥

فویل الذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہٖ ثمنًا قلیلًا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ۝

(خرابی ہے ان کے لیے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں سو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے اُن کے لیے اس کمائی سے)

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لیے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ باجماع قطعی کفر صریح ہے فقیر نے رسالہ جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوت خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں آیت قرآن عظیم اور ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوں کو جلوہ دیا اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کو بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزء ایقان ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے اس عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔ قول دوم و سوم میں شاید وہ یا اس کے اذناب آجکل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ ہوس ہے اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ فتاویٰ خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین وفتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر یعنی اگر کوئی اپنے

آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔ امام قاضی عیاض کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمهما الله تعالیٰ فی رجل قیل له لا وحق رسول الله قال فعل الله برسول الله کذا وکذا وذکر کلاما قبیحا فقیل له ما تقول یا عدو الله فی حق رسول الله قال فعل الله برسول الله کذا وکذا وذکر کلاما قبیحا فقیل له ما تقول یا عدو الله فی حق رسول الله فقال اشد من کلامه الاول ثم قال انما اردت برسول الله العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی سأله اشهد علیه وانا شریکك یرید فی قتله وثواب ذلك قال حبیب بن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل

یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ و رفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالیٰ سے ایک مرد کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اُس سے کہا گیا تھا رسول اللہ کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بد کلام ذکر کیا کہا گیا اے دشمن خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔ امام ابن ابی سلیمٰن نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اُسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا ثواب عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لیے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔ مولانا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں :۔

ثم قال انما اردت برسول الله العقرب فانه ارسل من عند

الحق وسلط على الخلق تاویلا للرسالۃ العرفیۃ بالارادۃ اللغویۃ وھو مردود عند القواعد الشرعیہ

(یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اس میں اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے)

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

ھذا حقیقۃ معنی الارسال وھذا مما لاشک فی معناہ وانکارہ مکابرۃ لکنہ لایقبل من قائلہ ادعاؤہ انہ مرادہ لبعدہ غایۃ البعد وصرف اللفظ عن ظاھرہ لایقبل کما لوقال لوانت طالق وقال اردت محلولۃ غیر مربوطۃ لا یلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا اھ ملتقطا

یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اُس نے ڈھالا ضرور بلا شک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے باایں ہمہ قائل کا یہ ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لیے تھے اس لیے کہ یہ تاویل نہایت دُور از کار ہے۔ اور لفظ کا اُس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے۔ اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اُسے ہذیان سمجھا جائے گا

ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لیے مدح وفضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کہ ؎

دندان تو جملہ در دہانند
چشمان تو زیر ابروانند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر

جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لیے فضل و شرف جانے لگا بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے۔ مرزا کے کان میں ڈوگھونگے بنائے یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اُوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک، کان، بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ نے انھیں عدم سے وجود نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دُنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنی لغوی بنالیا۔

مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

کل یوم ھو فی شان بخوان
مرد را بے کار و بے شغلے مداں
کمترین کارش کہ آں رب احد
روز سہ لشکر روانہ میکند
لشکرے ز اصلاب سوئے امہات
تا بروید در رحمہا ستان نبات
لشکرے از ارحام سوئے خاکداں
تا ز نر و مادہ پر گردد جہاں
لشکرے از خاکداں سوئے اجل
تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل

حق عزوجل فرماتا ہے:

فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم

(ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون)

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹڈی اور مینڈک اور جوں اور کُتّے اور سؤر سب کو شامل ماننے لگا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبردار رہے۔ اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی اُن کی طرف سے فرماتے ہیں:

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم

با شما نا محرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم

(کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس

(کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جنّ اور آدمیوں کے)

رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ خاتم الحفاظ۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبأ بنبأ یقین ۰ (کچھ دیر ٹھہر کر ہُدہُد بارگاہِ سلیمانی میں حاضر ہُوا اور عرض کی مجھے ایک بات وہ معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمتِ عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہُوا ہوں)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ما من صباح والارواح الا وبقاع الارض ينادی بعضها بعضا یا جارتاہ ھل مربك الیوم عبد صالح صلی علیك او ذکر اللہ فان قالت نعم رأت ان لھا بذلك فضلا

(کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آج تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے)

رواہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ تو خبر رکھنا خبر دینا سب کچھ ثابت ہے کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بت پرست کافر ہر ریچھ، بندر، ہر کتے، سور کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا ہرگز نہیں تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی وعرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر و ارتداد یقینی قطعی موجود۔ وبعبارۃ اخری معنی چار ہی قسم ہیں لغوی۔ شرعی، عرفی عام یا خاص۔ یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں۔ مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلا شرعا عقلاً عرفاً کسی طرح بادِ دشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ایسی جگہ لغت و شرع و عرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے بات پر گرفت نہ ہوسکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید توہین کرکے مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنی کسی اصطلاحِ خاص کا دعوٰی کردے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں۔ جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح

میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سوئر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں۔ اگر کہیے کوئی مناسبت بھی تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں۔ لامشاحۃ فی الاصطلاح آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلا منظور نہیں مع ہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا قاموس میں ہے قدت قادیۃ جاء قوم قد اقحموا من البادیۃ والفرس قدیا نا اسرع قادیان اس کی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں میں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے حاشا وکلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم و برہم ہوں عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب و قبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا ہماری اصطلاح (ہاں) بمعنی (نہوں) یعنی کلمہ زجر و انکار ہے۔ لوگ بیع نامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الی غیر ذلک من فسادات لا تحصی تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں ہم سے نہ مانے گا کیا مسلمانوں کو زن و مال اللہ و رسول[1] سے زیادہ پیارے ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل و سنیں اور اللہ و رسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں۔ لا الٰہ

---

[1] جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے انھیں
اللہ و رسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں و للہ الحمد جل
جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلا
قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا دربار جلا چکا ہے فرماتا ہے۔

قل لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

اُن سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بے شک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد والعیاذ
باللہ رب العٰلمین

ثالثاً کفر چہارم میں اُمتی و نبی کا مقابلہ صاف اُسی معنی شرعی و عرفی کی تعیین
کر رہا ہے

رابعاً کفر اوّل میں تو کسی چھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں آیت میں
قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ لغوی نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی
کہ اس نے اپنے نفس کے لیے مانا تو قطعاً یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و
رسول اللہ ہونے کا مدعی اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا
منکر اور باجماع قطعی جمیع اُمت مرحومہ مرتد و کافر ہوا سچ فرمایا سچے خدا کے
سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عنقریب
میرے بعد آئیں گے ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ
نبی تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا وانا خاتم النبیین
لا نبی بعدی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں! امنت
امنت صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اسی لیے فقیر نے عرض کیا تھا۔
کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے صدق بلکہ مسیح دجال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود
بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین

دافع البلا صفحہ ۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفر ششم اسی رسالہ کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑ دو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

کفر ہفتم اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ یہ ادعا بھی باجماع قطعی کفر وارتداد یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتوے مسمی بہ رد الرفضۃ[٢٠ ١٣] میں شفا شریف امام قاضی عیاض وروضہ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقائد نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی واعلام ابن حجر مکی ومنح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولی نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے از انجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے :

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ

(یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے)

کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بتقدیم با ہے۔ یعنی بھنگی در گنار کہ خود اُن کے تو لال گرو کا بھائی ہوں اُن سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی کہ بیسیوں کا دین ہی اُڑ گیا۔ مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی جگہ نہ رکھی۔

کفر ہشتم ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے

مسمریزم لکھ کر کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا حق عزوجل فرماتا ہے:

اذ قال اللہ یعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتٰب والحکمۃ والتورٰىۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ○

جب فرمایا اللہ سبحانہٗ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اُوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک رُوح سے تجھے قوّت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توریت و انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

مسمریزم بتایا یا جادو کہا بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہ و علیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرد یا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الآیۃ

میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اُسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں اور اس کے بعد فرمایا:

ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین

بے شک ان میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ

پھر مکرر فرمایا:

جئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ و اطیعون ۝

(میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو) مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ ملنے وہ عیسیٰ کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں۔ ع

کس نگوید کہ دوغ من ترش است

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دُوسرا کفر یہ کہ کراہت اگر اس بناء پر ہے کہ وہ فی نفسہ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اُسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا۔

واٰتینا عیسی بن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیئے اور جبریل سے اس کی تائید فرمائی۔

اور اگر اس بناء پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ دوسری نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کفر و ارتداد قطعی سے مفر نہیں، پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا

کفر ہے اور ایسی ہی تکفیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ ص ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے انا للہ وانا الیہ راجعون الا لعنۃ اللہ علی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی انبیائہ وبارک وسلم ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفا شریف وشروح شفا وسیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضۂ امام نووی ووجیز امام کردری واعلام امام ابن حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں نہ کہ [2] نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل [3] بھی کیسا مرسل اولو العزم نہ کہ تحقیر [4] بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن [5] بلکہ دینی استقامت نہ دینی [6] استقامت بلکہ نفس توحید میں نہ [7] کم درجہ بلکہ قریب ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ نے اولو العزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبد اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ صلوات اللہ وسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے [1] اس کے کہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۵ بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا وآخرت میں اور ان کے لیے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

کفر دہم

ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط [1] ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے۔ عام اقوام کفار لعنھم اللہ کا کفر حضرت عز جلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا: کذبت قوم

---

[1] یہ اس کی پیش بندی ہے کہ یہ کذاب اپنی بڑھیں ہمیشہ پیشین گوئیاں ہانکتا رہتا ہے اور بہ غیبت الٰہی وہ آئے دن جھوٹی پڑا کرتی ہیں۔ تو یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ پیشگوئی غلط پڑنی کچھ شان نبوت کے خلاف نہیں معاذ اللہ اگلے انبیاء میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ اینہم برعلم ۱۲۔

نوح ن المرسلین ہ کذبت عاد المرسلین ہ کذبت ثمود المرسلین ہ
کذبت قوم لوط المرسلین ہ کذب اصحٰب الئیکۃ المرسلین

ائمہ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی نہ مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کافر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا شفا شریف میں ہے:

من دان بالوحدانیہ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذلک المصلحۃ بزعمۃ اولم یدعھا فھو کافر باجماع۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر اُن کی باتوں میں کذب جائز ملنے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اُس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچالیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اُس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح و ہود وصالح و لوط وشعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی ایک نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا۔ قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی۔ عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا۔ قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا۔ ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کو کذاب مانا۔ فلعن اللہ من کذب احدا من انبیائہ و صلی اللہ تعالیٰ علی انبیائہ ورسلہ والمومنین بھم اجمعین وجعلنا منھم وحشرنا فیھم وادخلنا معھم دارالنعیم

بجاههم عنده وبرحمته بهم ورحمتهم بنا انه ارحم الراحمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ طبرانی معجم کبیر میں دیر حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی اشهد عدد تراب الدنیا ان مسیلمة کذاب۔

بیشک میں ذرۂ خاک تمام دنیا کی برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔ وانا اشهد صدق یا رسول اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد دوانہائے ریگ وستارہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سمٰوات والارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک ہے وکفیٰ باللہ شهیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر مرتد کذاب ناپاک ہے۔ اگر یہ[1] اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ندوۂ مخذولہ اور اس کے ارکین کہ صرف توتے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بد دینوں گمراہوں کو حق پر جانتے خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے سب مسلمانوں پر مذہب سے لا دعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی رو داد اوّل و دوم و رسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا دُہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون و چرا کریں تو وہ بھی کافر وہ ارکین بھی کفار مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال اخبث الابوال کے معتقد بھی نہ ہوں مگر جب کہ صریح کفر وہ کھلے ارتداد دیکھتے سُنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں۔ سب مستحق نار۔

---

[1] یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتوے کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں خود نظر سے گزریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً کافر مرتد ہے ۱۲

شفا شریف میں ہے

نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شک۔

یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔

شفا شریف نیز بزازیہ و درر و غرر و فتاوٰی خیریہ و درمختار و مجمع الانہر وغیرہ میں ہے:

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔

اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی و ادعائے اسلام کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ و درمختار و عالمگیری و غرر و ملتقی الابحر و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے:

صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد

فتاوٰی ظہیریہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و برجندی شرح نقایہ و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

ھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین

یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اُس قول و مذہب سے بغیر توبہ کیے یا بعد اسلام و توبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کیے اُس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر و سائر ہیں فی الدر المختار عن غنیۃ ذوی الاحکام

ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا اور

عورت کا کل مہر اس کے ذمے عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ

ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دین کو ساقط نہیں کرتا۔ فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ اھ معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے رہا موجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے یا دارالحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرمادے کہ وہ دارالحرب سے ملتحق ہوگیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔ فی الدر ان حکم القاضی بلحاقہ حل دینہ فی ردالمحتار لانہ باللحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الا انہ لایستقر لحاقہ الا بالقضاء لاحتمال العود واذا تقرر موتہ تثبت الاحکام المتعلقۃ بہ کما ذکرنھر اولاد صغار ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی۔ حذرا علی دینہم الا تری انہم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقۃ المسلمۃ ان کانت فاسقۃ والولد یعقل یخشی علیہ التخلق بسیرھا الذمیمۃ فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللہ تعالٰی قال فی ردالمحتار الفاجرۃ بمنزلۃ الکتابیۃ فان الولد یبقی عندھا الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیہ من تعلمہ منہا ماتفعلہ وکذا الفاجرۃ الخ وانت العلم ان الولد لایحضنہ الاب الا بعد ما بلغ سبعا اوتسعا وذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیہ ویجب النزع منہ وانما اخرجنا الی ھذا ان الملک لیس بید الاسلام والا لسلطان[1] این یبقی لمرتد حتی یبحث عن حضانتہ

---

[1] فان سلطان الاسلام مامور بقتلہ لا یجوز لہ النفاذہ بعد ثلثۃ ایام ۱۲ منہ

الاترى الى قولهم لاحضانة لمرتدة لانها تضرب وتحبس کا اليوم فانی تتفرغ للحضانة فاذا کان ھذا فی المحبوس فماظنك بالمقتول ولکن انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم مگر ان بے نفس پامال ہیں بدعوے ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مرگیا یا دارالحرب چلا گیا اور حکم لحوق ہوگیا تو باطل ہو جائیں گے۔ فی الدر المختار یبطل منہ اتفاقا مایعتمد المساواۃ وھو المفاوضۃ او ولایۃ متعدیۃ وھو التصرف علی ولدہ الصغیر ان اسلم نفذ وان ھلك او لحق بدارالحرب وحکم بلحاقہ بطل اھ مختصرا نسأل اللہ الثبات علی الایمان وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ التکلان ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰینا واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان	عبدہ المذنب احمد رضا خان البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	وصی احمد محمد ناصر دین

قادیانیت

عقیدۂ ختمِ نبوت، ناموسِ رسولؐ
اور وحدتِ امت کے خلاف
ایک ہولناک سازش

علامہ محمد اقبالؒ

○

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے.... کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل، مسیلمہ کذاب کو اسی بناء پر قتل کیا گیا حالانکہ جیسا کہ طبری لکھتا ہے وہ حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی نبوت کا مصداق تھا اور اس کی اذان میں حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی نبوت کی تصدیق تھی۔

○

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لیے زیبا ہو سکتا ہے، یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی نہ پیدا ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ --- محمد--- (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آخری نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔

○

یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے ایسی تحریک

کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں رکھ سکتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لیے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لیے مزید افتراق کا باعث بنے۔

○

حکومت، قادیانیوں کو (مسلمانوں سے) ایک الگ جماعت تسلیم کر لے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسی وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔

○

اس قسم کے معاملات میں جو لوگ رواداری کا نام لیتے ہیں وہ لفظ رواداری کے استعمال میں غیر محتاط ہیں ...... رواداری کی روح ذہن انسانی کے مختلف نقاط نظر سے پیدا ہوتی ہے۔ گبن کہتا ہے کہ ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں، ایک رواداری مورخ کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر غلط ہیں، ایک رواداری مدبر کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر مفید ہیں، ایک رواداری ایسے شخص کی ہے جو ہر قسم کے فکر و عمل کے طریقوں کو روا رکھتا ہے کیونکہ وہ ہر قسم کے فکر و عمل سے بے تعلق ہوتا ہے، ایک رواداری کمزور آدمی کی ہے جو محض کمزوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلت کو جو اس کی محبوب اشیاء یا اشخاص پر کی جاتی ہے، برداشت کر لیتا ہے، یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس قسم کی رواداری اخلاقی قدر سے معرا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اس سے اس شخص کے روحانی افلاس کا اظہار ہوتا ہے جو ایسی رواداری کا مرتکب ہوتا ہے۔ حقیقی رواداری عقلی اور روحانی وسعت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ رواداری ایسے شخص کی ہوتی ہے جو روحانی حیثیت سے قوی ہوتا ہے اور اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے دوسرے مذہب کو روا رکھتا ہے اور ان کی قدر کر سکتا ہے۔ ایک سچا مسلمان ہی اس قسم کی رواداری کی صلاحیت رکھتا ہے۔

○

نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا

نے انہیں حفظ نفس کے جذبہ سے بھی عاری کر دیا ہے۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔ اگر سر ہربرٹ ایمرسن مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ موجودہ زمانے کے فرنگی کے لیے جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو اس کے لیے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے کہ وہ ایک مختلف تمدن' رکھنے والی جماعت کے اہم مسائل کو سمجھ سکے۔

○

اسلامی ایران میں موبدانہ اثر کے ماتحت ملحدانہ تحریکیں اٹھیں اور انہوں نے بروز' حلول اور ظل وغیرہ اصطلاحات وضع کیں تاکہ تناسخ کے اس تصور کو چھپا سکیں۔ ان اصطلاحات کا وضع کرنا اس لیے لازم تھا کہ وہ مسلم قلوب کو ناگوار نہ گزریں۔ حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے اور اس کا آغاز بھی اسی موبدانہ تصور میں ملتا ہے۔ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اول کی تاریخ اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔

○

اس سے قبل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے' میرے نزدیک ان میں بہائیت' قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔

○

اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت برا اثر ڈالا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے' یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے جتنا حضرت مسیحؑ کے زمانے میں یہودی جماعت کا رومن کے ماتحت تھا۔ ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی

اغراض کی خاطر ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرا بھر پروا نہیں کرتی بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلائے اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔

○

ایک اور چیز بھی حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے۔ ہندوستان میں مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے بالعموم بیزار ہونے لگتے ہیں اور بالاخر مذہب کے اہم عنصر کو اپنی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا' جس کی شکل روس کی دہری مادیت سے ملتی جلتی ہو گی۔

○

ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کی خاطر ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتی بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلادے اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔

○

تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطے رکھتے تھے' معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت ---- بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت ---- کا دعویٰ کیا گیا۔ اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقص ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔

O

میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی' اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ حضرت علامہ کا اصل خط چونکہ انگریزی میں ہیں اس لیے ہم اس مقام پر ان کی انگریزی عبارت بھی نقل کیے دیتے ہیں تاکہ قارئین حضرت علامہ کے مافی الضمیر کا صحیح صحیح اندازہ کر سکیں۔

"I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and to India." (Thoughts and Reflections of Iqbal. Page 306. By Syed Adbul Wahid)

"اسٹیٹسمین" کے جواب میں

میرے بیان مطبوعہ ۱۴ مئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا' اس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں۔ جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظرانداز کر دیا تھا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے اور بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کیے جاتے تھے لیکن اس کے بعد علیحدہ جماعت تسلیم کر لیے گئے حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ آپ نے یہ سوال کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق جو

برطانوی اور مسلم دونوں زاویہ نگاہ سے نہایت اہم ہے چند معروضات پیش کروں۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے کہ:

اولاً اسلام لازماً دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان' انبیاء پر ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں' بہائیوں کی تقلید کریں اور ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلادیں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کریں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔

ثانیاً ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)' مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق' نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں

سے بائیکاٹ اور سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے' یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں' جتنے سکھ' ہندوؤں سے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں اگرچہ وہ ہندوؤں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً اس امر کو سمجھنے کے لیے کسی خاص ذہانت یا غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لیے کیوں مضطرب ہیں؟ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (چھپن ہزار) ہے انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی اور اس لیے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔

حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبہ کے لیے کیوں انتظار کر رہی ہے؟

○

یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانان ہند کے سیاسی نفوذ کی ترقی سے ان کا یہ مقصد یقیناً فوت ہو جائے گا کہ پیغمبر عرب کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک نئی امت تیار کریں۔ حیرت کی بات ہے کہ میری یہ کوشش کہ مسلمانان ہند کو اس امر سے متنبہ کروں کہ

ہندوستان کی تاریخ میں جس دور سے وہ گزر رہے ہیں' اس میں ان کا اندرونی استحکام کس قدر ضروری ہے اور ان انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا کس قدر ناگزیر ہے جو اسلامی تحریکات کے بھیس میں پیش ہوتی ہیں' پنڈت جی کو یہ موقع دیتی ہے کہ ایسی تحریکوں سے ہمدردی کریں۔

○

جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعوئ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوئ کے ثبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔

○

پس میرے خیال میں وہ تمام ایکٹر جنہوں نے احمدیت کے ڈرامہ میں حصہ لیا ہے' زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ایران میں بھی اس قسم کا ایک ڈرامہ کھیلا گیا تھا لیکن اس میں نہ وہ سیاسی اور نہ مذہبی امور پیدا ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے جو احمدیت نے اسلام کے لیے ہندوستان میں پیدا کیے ہیں۔

قادیانی اعتراضات اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے جوابات

مولانا
عبدالشکور لکھنویؒ

○

پہلا اعتراض: قرآن مجید ظاہر کرتا ہے کہ ہر رسول پر اسی قوم کی زبان میں وحی آئی ہے جس کی طرف وہ بھیجا گیا ہے' اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اس لیے نازل ہوا ہے تاکہ مخاطب لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب ہی کے لیے آئے تھے' اس لیے یہ دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے کہ قرآن ساری دنیا کے لیے آیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں مذکورہ مضمون صرف ان نبیوں کی بابت آیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے تھے کیونکہ آپؐ سے پہلے کسی نبی کی نبوت ساری دنیا کے لیے نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ہر نبی صرف ایک خاص قوم کے لیے ہوتا تھا اور اسی قوم کی زبان میں ان پر وحی اترتی تھی۔ اس قضیہ کو الٹ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ جس نبی کی جو زبان ہو اس کی نبوت اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے' غلط ہے۔ قرآن عربی زبان میں اس لیے آیا ہے کہ سب سے پہلے اس کی روشنی عرب میں پھیلے اور پھر اس کے ذریعہ ساری دنیا منور ہو' چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا ہے:

لتكونوا شهداء على الناس و يكون الرسول عليكم شهيدا۔ (سورۃ البقرۃ' ۱۴۳)

"اے اہل عرب تم سب لوگوں کے سامنے گواہی دینے والے بنو اور رسول تمہارے سامنے گواہی دینے والے بنیں"۔

یہاں قرآن یہ صاف تصریح کر رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کی ہدایت ساری دنیا کے لیے ہے' چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل آیتیں مزید اس کی شاہد ہیں:

قل يايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا......
فامنوا بالله ورسوله النبى الامى۔ (سورۃ الاعراف)

"اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں۔ پس ایمان لاؤ، اللہ پر اور اس کے رسولؐ نبی امی پر"

وما ارسلناك الا كافه للناس بشيرا ونذيرا (سورة سباء، ۲۸)

"اے نبی ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

واوحى الى هذا القران لانذركم به ومن بلغ (سورة الانعام، ۱۹)

"یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا تاکہ میں تم کو اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور نیز ان تمام لوگوں کو (ڈراؤں) جن تک یہ قرآن پہنچ جائے"۔

تبارك الذى نزل الفرقان على عبده يكون للعلمين نذيرا (سورة الفرقان، ۱)

"برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندوں پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام دنیا کے لیے ڈرانے والا ہے"

لہٰذا جب قرآن مجید کی یہ واضح تصریح ہے تو اس کے خلاف آیت کا مطلب لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ کسی کلام سے کوئی ایسا مفہوم استنباط کرنا جو اس کلام کے دوسرے حصہ کی تصریح کے خلاف ہو، یہ عقلاً بھی جائز نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض: قرآن دوسرے مذاہب کے خدائی آغاز کو تسلیم کرتا ہے اور توریت کو نور و ہدایت کہتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں اگر یہ وحیاں کامل تھیں تو کیوں منسوخ ہوئیں اور اگر کامل نہیں تھیں تو وہ لوگ کیوں کامل چیز سے محروم کیے گئے؟

ج: قرآن شریف نے بے شک یہ بیان کیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک میں نبی آئے اور ہدایت اتری ہے مگر یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ دنیا کے موجودہ مذاہب بعینہ وہی ہیں جن کی تعلیم ان کے نبیوں نے دی تھی جبکہ اس کے برعکس یہ تصریح ضرور اکثر آیتوں میں ہے کہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی خدائی کتابوں میں ان نبیوں کے بعد بہت کچھ تحریف و ترمیم کر

دی گئی ہے۔ اس تحریف و ترمیم کا ثبوت تاریخی واقعات اور دوسرے دلائل سے بھی ہم کو ملتا ہے' لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگلی شریعتوں کے منسوخ ہونے کے دو اسباب ہیں' ایک یہ کہ وہ شریعتیں اصلی حالت پر باقی نہیں رہی تھی اور ان میں بہت کچھ تحریفات کر دی گئی تھیں۔ دوسرے یہ کہ قران مجید دین کامل لے کر آیا ہے جبکہ اگلی شریعتیں بہ نسبت شریعت محمدیہ کے دین کامل لے کر نہیں آئی تھیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم -(سورہ المائدہ ۴)

"آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کر دیا"۔

لہٰذا اگلی شریعتوں کی بہ نسبت شریعت محمدیہ کا مکمل ہونا اور مذکورہ بالا دوسری شریعتوں کے مسائل دیکھنے سے بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

اب یہ کہنا کہ اگلی قومیں کیوں ایسے دین کامل سے محروم کی گئیں' یہ ایک بے جا اعتراض ہے۔ نظام عالم ہم کو بتلا رہا ہے کہ قانون قدرت یہی ہے کہ ترقی بتدریج ہوتی ہے' چنانچہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ اس وقت کمزور ہوتا ہے کیونکہ بولنا' چلنا' پھرنا اور تمام وہ قوتیں جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ بتدریج اس میں پیدا ہوتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض کرنا کہ پہلے ہی سب قوتیں انسان کو کیوں نہ مل گئیں اور بچے اس کمال سے کیوں محروم کیے گئے قانون فطرت پر اعتراض کرنا ہے۔

تیسرا اعتراض: بہائی لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبری ختم نہیں ہوئی ہے' خدا نے حضرت آدمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتے رہیں گے' اس لیے بنی آدم میں ہمیشہ نبوت کا سلسلہ قائم رہنا چاہیے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ غلط ہے۔

ج: بہائی لوگوں کا' یا ان سے سیکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروؤں کا یہ کہنا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے' قرآن اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین -(سورۃ الاحزاب ۴)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں"۔

قرآن مجید کی وہ آیات جن کا حوالہ اعتراض میں ہے' ان کا مطلب وہ نہیں ہے جو بہائی اور مرزائی بیان کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ خدا کی طرف سے نبی آئیں گی اور ہدایت آئے گی' کسی لفظ سے اشارتاً بھی یہ نہیں نکلتا کہ نبوت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ بات دوسرے اعتراض کے جواب میں بیان ہو چکی ہے کہ اگلی شریعتیں کیوں منسوخ ہوئی ہیں۔ چونکہ منسوخیت کی وہ وجہ شریعت محمدیہ میں نہیں ہے' اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہو جانا عقل کے بھی موافق ہے۔ اگلی شریعتیں دین کامل نہیں تھیں اور شریعت محمدیہ دین کامل ہے۔ اگلی شریعتوں میں تحریف ہوگئی تھی لیکن شریعت محمدیہ کے محفوظ رہنے کا خود خدا تعالیٰ ذمہ دار ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون۔ (سورۃ الحجر' ۹)

"یہ نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم خود (ہی) اس کے محافظ ہیں"۔

شریعت محمدیہ کا محفوظ رہنا ان سلسلہ اسانید کے علاوہ جو اہل اسلام کے پاس ہیں' تاریخی واقعات اور غیر مسلم اصحاب کی شہادت سے بھی بخوبی ظاہر ہے۔

چوتھا اعتراض: قرآن کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کو منحصر نہیں کرتا' جیساکہ دوسرے پارے کی آیت سے ظاہر ہے۔ لہٰذا صرف دین اسلام ہی قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ج: کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کا منحصر نہ ہونا صرف خواجہ کمال الدین ہی کا قول ہے ورنہ قرآن کی بہت سی آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ نجات دین اسلام میں منحصر ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔ (سورۃ آل عمران' ۸۵)

"جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا' تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا"۔

دوسرے پارے کی وہ آیت جس کا حوالہ لائق معترض نے دیا ہے' اس کا مطلب انہوں نے صحیح بیان نہیں کیا ہے۔ اس آیت کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ قرآن نجات کو کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بتاتا۔ جیساکہ یہودیوں کا قول تھا: الذین امنوا اور نصاریٰ صابئین وغیرہ الفاظ مذہبی حیثیت سے متجاوز ہو کر قومیت کے معنی میں مستعمل

ہونے لگے تھے' لفظ "عرب" قومیت کے معنی میں مخصوص ہے مگر "تمدن عرب" کا مصنف مذہبی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو خواہ کسی بھی قوم کے ہیں' وہ "عرب" کہتا ہے' اس لیے قرآن نے بتایا کہ جو شخص اسلام قبول کرے' خواہ وہ کسی قوم کا ہو' نجات کا حقدار ہے۔ اگر آیت کے وہ معنی لیے جائیں جو خواجہ کمال الدین کہتے ہیں تو معاذ اللہ یہ ایک مہمل کلام ہو جاتا۔ اس لیے کہ الذین امنوا کے ساتھ من امن کا لفظ کسی طرح نہیں لگ سکتا۔ یعنی ایمان والوں کے لیے یہ شرط لگانا کہ وہ ایمان لائیں' بے معنی ہے۔

دو اہم نکات

اس فرقہ کو احمدی کہنا گناہ ہے

مولانا لکھنوی فرماتے ہیں کہ مرزا کے ماننے والے اپنے کو "احمدی" لکھتے اور کہتے ہیں اور اکثر مسلمان بھی اپنی نادانی اور کم علمی کی بناء پر انہیں "احمدی" کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو احمدی کہنے میں تین گناہ ہیں:

اول: احمدی کہنا گویا اس افترا کی تصدیق کرنا ہے جو وہ اپنی کتابوں میں لکھ گیا ہے کہ آیہ کریمہ:

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔ (سورة الصف '٦)

"اور میں بشارت سناتا ہوں کہ ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے' ان کا نام احمدؐ ہو گا"۔

دوم: "احمدی" کہنے میں اس امر کا شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نسبت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک "احمد" کی طرف ہے' جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

سوم: آج سے بہت پہلے لفظ "احمدی" امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے متوسلین کا مخصوص لقب رہ چکا ہے' چنانچہ اس سلسلہ کے اکابر بطور شعار یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ استعمال کیا کرتے تھے' جیسے (شاہ) غلام علی احمدی اور (شاہ) احمد سعید

احمدی وغیرہ' ان حضرات کی مہروں میں یہ نسبت اسی طرح کندہ تھی' اس لیے قادیانیوں کو احمدی کہنا گویا اکابر امت کے لیے ایک امتیازی لقب کا غصب کرنا ہے۔ ("صولت محمدیہ" ص ۲۰)

فرقہ غلمدیہ

اس فرقہ کا ایک مشہور نام مرزائی ہے۔ لیکن یہ لوگ اس نام سے چڑتے ہیں' حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری" اس فرقہ کو "جدید عیسائی" کہا کرتے تھے' کیونکہ ان کا مقتدیٰ اپنے عیسیٰ ہونے کا مدعی تھا' لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی" اس فرقہ کو "غلمدی" کہا کرتے تھے۔ غلام احمد نام میں دو جز ہیں اور دونوں کی طرف نسبت اس نام میں آگئی ہے۔ عربی قاعدہ کے مطابق بھی یہ طریق نسبت کثیرالاستعمال ہے جیسے عبد شمس سے عبشمی' عبدالدار سے عبدری اور عبدالقیس سے عبقسی وغیرہ۔ علمی حلقوں میں یہ نام بہت مقبول ہوا تھا۔ حضرت مونگیری" نے بھی اس نام کو بہت پسند کیا تھا' چنانچہ ان کے متوسلین اس نام کو برابر اپنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں میں استعمال کیا کرتے تھے۔

اعتراض یہ ہے:

۱- حضرت عیسیٰ" کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور حضور" کی بعثت سارے عالم کی طرف' اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ" ہی مسیح موعود بن کر آئیں گے؟ اور کیا یہ عقیدہ حضور" کی اس خصوصیت (سارے عالم کے لیے نبی ہونا) کو نہیں توڑتا؟

۲- اگر ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضور" کے بعد کوئی نبی نہ آئے' تو حضرت عیسیٰ" کا آنا کیا ختم نبوت کے منافی نہ ہوگا؟

۳- اس اعتبار سے خاتم النبیین' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوں گے' کیونکہ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ (دیکھئے "نزول المسیح" ص ۵۳' از قاضی محمد نذیر)

اس اعتراض کا بہت ہی آسان اور سیدھا و سادہ جواب ہے' جو اعتراض کی تینوں شقوں کو شامل ہے' جواب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول' حضرت عیسیٰؑ کی بعثت نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سو سال پہلے مبعوث ہو چکے تھے اور جب بعثت نہ ہوئی تو یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے نبی ہوں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سارے عالم کے لیے۔ بعثت پر ہی دارومدار تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کا بھی' جب بعثت نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ کا نزول ختم نبوت کے منافی نہ ہوا۔ اس طرح خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب ہی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو اور ظاہر ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ کیا ثبوت ہے کہ حضرتؑ کا نزول' بحیثیت بعثت نہ ہوگا' اس کا جواب "مسلم شریف" کی اسی زیر بحث روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا:

وامکم منکم - "اور وہ امامت کریں گے تمہاری' تمہیں میں سے"۔ یعنی تمہاری شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے (نہ کہ اپنی شریعت کے مطابق)

اس روایت کے ایک راوی ابن ابی ذئبؒ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ولید بن مسلمؒ ہیں' ولید بن مسلمؒ کہتے ہیں ابن ابی ذئبؒ نے مجھ سے کہا' اتدری ما امکم منکم - "کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰؑ تمہاری کیا امامت کریں گے' تمہیں میں سے"؟ ولید بن مسلمؒ نے کہا "تخبرنی" "آپ ہی بتایئے" "انہوں نے کہا:

فامکم بکتاب ربکم عزوجل وسنته نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم۔

"پس وہ تمہاری امامت کریں گے تمہارے رب عزوجل کی کتاب (قرآن) اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق"۔

(''مسلم'' ج ۱' ص ۸۷' ''فتح الباری'' ج ٦' ص ۴۹۳' ''فتح الملہم'' ج ۲' ص ۳۰۲)

طبرانی میں عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت میں ہے:

ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته - (''فتح الباری'' ج ٦' ص ۴۹۱)

''عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مذہب پر''۔

نووی میں ہے:

ای ینزل حاکما بهذه الشریعته لاینزل نبیا برسالته مستقلته وشریعته ناسخته بل هو حاکم من حکام هذه الامه - (''نووی علی المسلم'' ج ۱' ص ۸۷)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے' اسی شریعت کے مطابق' مستقل رسالت و شریعت لے کر نہیں آئیں گے کہ وہ ادیان باقیہ کے لیے ناسخ بن جائے بلکہ وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے''۔

فتح الملہم میں ہے۔

قال الطیبی المعنی یومکم عیسی حال کونه فی دینکم - (ج ۲' ص ۳۰۳)

''طیبیؒ فرماتے ہیں یومکم کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تمہاری امامت کریں گے۔ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر''۔

مرقات المفاتیح میں ہے۔

ای یومکم عیسی حال کونه من دینکم - ((ج ۵' ص ۲۲۲)

''امامت کریں گے عیسیٰ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر''۔

ایک نکتہ!

ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ زیر بحث حدیث میں رسول اللہ ؐ نے امت محمدیہ کی خوش قسمتی اور نصیبہ وری کو بیان فرمایا ہے۔ کیف انتم اذ انزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (تم کتنے اچھے اور خوش قسمت ہو گے۔ جب تم میں حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے' حال یہ کہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہو گا)۔

اس خوش قسمتی کی دو ہی شکل ہو سکتی ہو' تیسری نہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کے ہوتے ہوئے' امت محمدیہ کا یہ اعزاز ہو کہ امامت' امت کا ہی کوئی فرد کرے۔

کیف حالکم وانتم مکرمون عند اللہ تعالٰی والحال ان عیسی ینزل فیکم واما مکم منکم و عیسی یقتدی باما کم تکرمہ لدینکم ویشھد لہ الحدیث الاتی الخ۔ (مرقات المفاتیح' ج ۵' ص ۲۲۲)

"کیا حال ہو گا تمہارا (یعنی کتنے خوش قسمت ہو گے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابل اعزاز و اکرام ٹھہرو گے۔ حال یہ کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے۔ اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہو گا۔ اور عیسیٰؑ تمہارے امام کی اقتداء کریں گے تمہارے دین کے اعزاز کو ظاہر کرتے ہوئے اور اس کی تائید آنے والی حدیث (روایت جابرؓ بھی کرتی ہے)"۔

۲۔ امامت حضرت عیسیٰ نبینا وعلیہ السلام ہی کریں لیکن اپنی شریعت کے مطابق نہیں' بلکہ امت محمدیہ کو عطا کردہ شریعت کے مطابق' جیسا کہ ابن ابی ذئب کی روایت سے پتہ چلا۔

دونوں میں جو مفہوم بھی لیا جائے' قادیانی حضرات کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امامت کرنے والے عیسیٰ' امت محمدیہ میں سے ہوں گے' وہ عیسیٰ ابن مریم نہ ہوں گے۔ جن کے متعلق رفع الی السماء کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ' وہی حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام ہوں گے' جو زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور مہدی امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے' جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے' لہٰذا دونوں ایک شخصیت نہیں' دو شخصیتیں ہیں۔

قادیانیت کا علمی احتساب

مولانا

لال حسین اختر

○

مرزائیوں نے ایک پمفلٹ "ختم نبوت اور بزرگان امت" پاکستان اور ہندوستان میں بہ تعداد کثیر تقسیم کیا ہے۔ پمفلٹ کیا ہے' دجل و فریب اور عبارات سلف کی قطع و برید کا ایک شاطرانہ مجموعہ ہے۔ انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ نہ ملک کی اکثریت علوم دین اور عربی زبان سے واقف ہے' نہ عوام کو تمام کتابیں میسر ہیں' نہ کتابیں تلاش کر کے مطالعہ کی فرصت ہے' نہ ہی وہ تمام مسلمان جن کے ہاتھوں میں کذب و افتراء کا یہ پلندہ پہنچے گا' علمائے اسلام سے ان عبارات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ممکن ہے کہ بعض اشخاص اس سے متاثر ہو کر قادیانی نبوت کے گرویدہ ہو جائیں اور اس طرح چند مسلمانوں کو قادیانی نبوت کا حلقہ بگوش بنایا جا سکے۔ دراصل یہ پمفلٹ مودودی صاحب کے کتابچہ ختم نبوت کا ردعمل ہے۔ اس میں قادیانیوں کا روئے سخن مودودی صاحب کی طرف ہے۔ مرزائیوں نے مودودی صاحب کو متعدد بار چیلنج دیا ہے کہ ہمارے اس پمفلٹ کا جواب لکھئے۔ قادیانی پمفلٹ کو شائع ہوئے ایک سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے' مودودی صاحب نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ شاید وہ بزرگان امت پر قادیانیوں کے عائد کردہ افتراؤں کا جواب لکھنا اپنے لیے تضیع اوقات سمجھتے ہوں گے۔ متعدد دینی حلقوں نے عموماً اور جناب سردار محمد خاں صاحب لغاری رئیس اعظم چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خاں نے خصوصاً ارشاد فرمایا کہ آپ اکابرین امت پر لگائے گئے بہتانات کا جواب شائع کریں تاکہ عامتہ المسلمین پر قادیانی تحریفات کی حقیقت واضح ہو جائے۔ ان مختصر اوراق میں اجمالی تبصرہ کیا جاتا ہے۔

ناقابل اعتبار روایت

مرزائی: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ

سال بعد اپنے فرزند ارجمند حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر فرماتے ہیں۔ **لو عاش لکان صدیقا نبیا** ("ابن ماجہ" جلد۱' ص۲۳۷' کتاب "الجنائز") اگر میرا بیٹا (ابراہیمؓ) زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی بنتا۔ گویا آیت خاتم النبیین صاحب زادہ ابراہیمؓ کے نبی بننے میں روک نہ تھی۔ محض ان کا وفات پا جانا ان کے نبی بننے میں روک تھا۔ (پمفلٹ مذکور ص۳)

جواب : مرزائیوں نے ابن ماجہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اسی کتاب میں اسی روایت کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

(۱) بعض محدثین نے اس کی صحت میں کلام کیا ہے۔

(۲) **لو عاش ابراھیم لکان نبیا قال النووی فی تہذیبہ ھذا الحدیث باطل** ("موضوعات کبیر" ص۵۸) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا" یہ باطل حدیث ہے۔

(۳) **قال ابن عبدالبر فی تمھیدہ لا ادری ماھذا** ("موضوعات کبیر" ص۵۸) محدث اعظم حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ علیہ تمہید میں فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ روایت کیا ہے؟

(۴) شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ "مدارج النبوت" جلد دوم' ص۲۶۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے' جو ضعیف ہے۔ اس راوی کے متعلق بلند پایہ محدثین کرام کے ارشادات ہیں۔

(۵) ثقہ نہیں ہے۔ (حضرت امام احمد بن حنبلؒ' حضرت امام یحییؒ' حضرت امام داؤدؒ)

(۶) منکر حدیث ہے۔ (حضرت امام ترمذیؒ)

(۷) متروک الحدیث ہے۔ (حضرت امام نسائیؒ)

(۸) اس کا اعتبار نہیں۔ (حضرت امام جوزجانیؒ)

(۹) ضعیف الحدیث ہے۔ حضرت امام ابوحاتمؒ

(۱۰) ضعیف ہے۔ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ اس نے حکم سے منکر حدیثیں

روایت کی ہیں۔ ("تہذیب التہذیب" جلد اول' ص ۱۴۴-۱۴۵)

(مرزائیوں کی مندرجہ بالا نقل کردہ حدیث بھی حکم ہی سے روایت ہے)

یہ حال ہے اس روایت کی صحت کا' جس کو مرزائیوں نے اپنے باطل عقیدہ "اجرائے نبوت" کی توثیق کے لیے پیش کیا ہے۔

اس روایت میں حرف **لو** ہے' جو امتناع اور ناممکنات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے **لو کان فیهما الهه الا الله لفسدتا** (انبیا نمبر ۲۲) اگر (زمین و آسمان) دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوتا تو دونوں بگڑ جاتے۔ جیسے دو خدا نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ نہ رہ سکتے تھے اور نہ نبی ہو سکتے تھے۔

بہتان عظیم

مرزائیوں نے اس پمفلٹ میں بارہ اکابرین امت پر عظیم بہتان لگایا ہے کہ یہ حضرات معاذ اللہ مرزائیوں کی طرح امت محمدیہؐ میں غیر تشریعی نبوت کے اجراء کے قائل تھے۔ اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کے لیے انہوں نے بزرگان دین کے چند اقوال نقل کیے ہیں کہ "کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا"' "اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا' جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے شریعت دے کر مامور کرے۔ یعنی نئی شریعت لانے والا نبی نہ ہوگا"' "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں' بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے"۔

جن حضرات نے ایسی عبارات لکھی ہیں' ان کے پیش نظر تین امور تھے۔

اول : حضرت مسیح علیہ السلام کا تشریف لانا' بظاہر آیت خاتم النبیین اور حدیث **لانبی بعدی** کے منافی معلوم ہوتا ہے۔

دوئم : حدیث **لم یبق من النبوت الاالمبشرات** (نبوت سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں) میں نبوت کے ایک جز کو باقی کہا گیا ہے۔ یہ حدیث سطحی طور پر حدیث **لانبی بعدی** کے مخالف نظر آتی ہے۔

سوم : بعض علماء صوفیاء کو وحی و الہام سے نوازا جاتا ہے' جس سے بادی

النظر میں ختم نبوت سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔

ان تینوں امور کے متعلق حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ امر اول کے متعلق فرماتے ہیں۔

وان عیسی علیہ السلام اذا نزل مایحکم الا بشریعہ محمد اللہ علیہ وسلم ("فتوحات مکیہ" ج۱' باب ۱۴' ص ۱۵۰)

"اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے"۔

امر دوم کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

قالت عائشۃؓ اول مابدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا فکان لایری رویا الا خرجت مثل فلق الصبح وھی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیہ ولھذا قلنا انما ارتفعت نبوہ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدہ ("فتوحات مکیہ" ج۲' باب ۷۳'(سوال ۲۵)

"ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے پہلے سچے خواب نظر آتے تھے۔ جو چیز حضور رات کو دیکھتے تھے' وہ خارج میں صبح روشن کی طرح آپ کو نظر آتی تھی اور یہ وہ چیز ہے' جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر باقی رکھی ہے۔ اور یہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہے۔ پس اس اعتبار سے کلی طور پر نبوت ختم نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے ہم نے کہا ہے۔ لانبی بعدی کا معنی یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد نبوت تشریعی باقی نہیں کیونکہ رویاء صالحہ اور مبشرات باقی ہیں"۔

اس ارشاد سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ سچا خواب نبوت کا ایک جز ہے اور رویا صالحہ ہی غیر تشریعی نبوت ہے' جو امت محمدیہ میں جاری ہے اور حدیث **لانبی بعدی** کا یہ معنی ہے کہ حضورؐ کے بعد نبوت تشریعی باقی نہیں

اور غیر تشریعی نبوت یعنی رویا صالحہ اور مبشرات باقی ہیں اور یہ نبوت کا ایک جز ہے' نبوت نہیں۔

امر سوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

فللا ولیاء والا نبیاء الخبر خاصہ ولانبیاء الشرائع والرسل الخبر والحکم ("فتوحات مکیہ" ج۲' باب۱۵۸' ص۲۵۷)

"انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام (خبر خاصہ) کے ذریعہ خصوصی خبر دی جاتی ہے اور انبیاء کے لیے تشریعی احکام نازل ہوتے ہیں اور رسول کے لیے خبر بھی ہوتی ہے اور دوسروں کو حکم کرنا بھی ہوتا ہے"۔

حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے اس عبارت میں اولیاء اور انبیاء کو خبر اور وحی میں ظاہرا مشترک قرار دے کر شریعت کا اختصاص صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے کیا ہے اور رسالت کا مقام اس سے بھی بلند بتایا ہے۔ ان پر تشریعی احکام بھی نازل ہوتے ہیں اور ان کا فرض منصبی دوسروں کو حکم کرنا بھی ہوتا ہے۔

حضرت شیخ اکبرؒ نے تو حیوانات کی فطرتی ہدایت کو بھی نبوت کا نام دیا ہے۔

وھذہ النبوۃ ساریہ فی الحیوان مثل قولہ تعالیٰ واوحی ربک الی النحل ("فتوحات مکیہ" ج۲' باب۱۵۵' ص۲۵۴)

"اور یہ نبوت حیوانات میں بھی جاری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی"۔

حضرت ابن عربیؒ گھوڑے' گدھے' بلی' چھپکلی' چوہے' چمگادڑ' الو اور شہد کی مکھی وغیرہ حیوانات میں بھی نبوت جاری تسلیم کرتے ہیں۔ کیا مرزائی "قادیانی نبوت" کو اسی قبیل سے سمجھتے ہیں؟

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کا جو فرق بیان فرماتے ہیں' ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت و رسالت مل سکتی ہے لیکن تشریعی نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جو وحی نبی و رسول پر

نازل ہوتی ہے وہ تشریعی ہی ہوتی ہے اس میں اوامر و نواہی ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر وحی تشریعی نازل نہ ہوگی' اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ نازل ہوں گے اور وہ بھی شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے۔ نیز نبوت کا ایک جز مبشرات قیامت تک باقی ہے اور بعض خواص کو الہام اور وحی ولایت ہو سکتی ہے لیکن کسی پر نبی اور رسول کا لفظ ہرگز نہیں بولا جا سکتا۔ فرماتے ہیں:

کذالک اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ زال التشریع المنزل من عند اللہ بالوحی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم

(''فتوحات مکیہ'' ج۲' ص۵۸' باب۷۳' سوال۲۵)

''اسی طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا لفظ کسی پر نہیں بولا جا سکتا کیونکہ آپؐ کے بعد وحی جو تشریعی صورت میں صرف نبی پر ہی آتی ہے۔ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے''۔

مطلب واضح ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو تشریعی احکام لاتا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد احکام شریعہ (اوامر و نواہی) کا نازل ہونا ممتنع اور محال ہے۔ اس لیے کسی پر لفظ نبی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان عظیم

قادیانی اعتراض: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صحابہ کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں۔ **قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدہ** (''در منثور'' ج۵' ص۲۰۴' ''وتکملہ مجمع البحار'' ص۸۵) کہ اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تو ضرور کہو۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئے گا۔ کس لطیف انداز میں فرماتی ہیں کہ اے مسلمانو! کبھی **لانبی بعدی** کے الفاظ سے ٹھوکر نہ کھانا۔ خاتم النبیین کی طرف نگاہ رکھنا مگر یہ نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (پمفلٹ مذکور' ص۲ و ۳)

جواب: کتنا صریح جھوٹ اور بہتان عظیم ہے ام المومنین حضرت صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کہ وہ "فرماتی ہیں اے مسلمانو! کبھی **لانبی بعدی** کے الفاظ سے ٹھوکر نہ کھانا۔ اگر امت مرزائیہ حضرت ام المومنین کے یہ الفاظ دنیا کی کسی کتاب سے دکھا دے تو ہم اسے ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔ اگر نہ دکھا سکے اور یقیناً کبھی نہ دکھا سکے گی تو یہ سمجھ لے کہ جھوٹے بہتان باندھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **لعنت اللہ علی الکاذبین۔**

جملہ **قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولو الا نبی بعدہ** کی حضرت ام المومنین کی طرف نسبت یہ ایسا قول ہے کہ دنیا کی کسی مستند کتاب میں اس کی سند نہیں۔ میں نے بیسیوں مناظروں میں قادیانی مبلغین کو انعامی چیلنج دیا کہ اگر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک اس قول کی سند دکھا دو تو دس ہزار روپیہ انعام لو۔ کسی مرزائی مناظر کو ہمت نہیں ہوئی کہ میرے اس چیلنج کو منظور کر سکے۔

اگر بالفرض اس بے سند قول کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ نصوص قطعیہ کے پیش نظر حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ اس لیے یہ نہ کہو کہ کوئی نبی آئے گا نہیں۔ ہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا کہو، جس کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا یا کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔

ختم نبوت کے متعلق حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہی عقیدہ ہے جو قرآن مجید، احادیث نبوی، اجماع صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے۔ آپ نے فرمایا۔

عن عائشہؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبقی بعدی من النبوۃ شئی الا المبشرات قالو ایا رسول اللہ ما المبشرات قال الرویا الصالحہ یرھا الرجل اوتری لہ ("مسند احمد" ج٦، ص١٢٩، "کنز العمال")

"حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت سے کچھ بھی باقی نہیں۔ ہاں صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہے؟ حضورؐ

نے فرمایا کہ اچھے خواب ہیں۔ آدمی خود ان کو دیکھتا ہے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا آدمی دیکھتا ہے"۔

حضرت امام محمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق فریب

مرزائی اعتراض : حضرت امام صاحب مصنف "مجمع البحار" لکھتے ہیں یعنی حضرت عائشہ نے جو یہ فرمایا کہ اے مسلمانو! تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خاتم النبیین کے الفاظ تو بے شک استعمال کیا کرو لیکن **لا نبی بعدہ** کے الفاظ استعمال نہ کیا کرو۔ یہ بات **لا نبی بعدی** کے مخالف نہیں کیونکہ **لانبی بعدی** فرمانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا' جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ ("تکملہ مجمع البحار" ص۸۵)

جواب : دنیا میں سب سے بڑا دھوکا باز وہ شخص ہے' جو دین و مذہب کے متعلق فریب دے کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ شاید موجودہ دور میں مذہبی دھوکا دہی مرزائیوں کے لیے الاٹ ہو چکی ہے۔ اس لیے انہوں نے مکمل عبارت درج نہیں کی' بلکہ ماقبل اور مابعد کو چھوڑ کر ایک جملہ' جسے انہوں نے اپنے لیے مفید سمجھا' نقل کر دیا۔ ہم پوری عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ عامتہ المسلمین پر قادیانیوں کی خیانت واضح ہو جائے۔

وفی حدیث عیسی انہ یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب و یزید فی الحلال ای یزید فی حلال نفسہ بان یتزوج و یولدلہ وکان لم یتزوج قبل رفعہ الی السماء فزاد بعد الھبوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من اھل الکتب یتیقن بانہ بشر و عن عائشۃؓ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا ناظرا الی نزول عیسی و ھذا ایضا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ ارادلا نبی ینسخ شرعہ۔ ("تکملہ مجمع البحار" ص۸۵)

"اور حدیث میں ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور حلال چیزوں میں زیادتی کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ آسمان پر جانے سے پہلے انہوں

نے نکاح نہ کیا تھا۔ ان کے آسمان سے اترنے کے بعد حلال میں اضافہ ہوگا۔ (اولاد ہوگی) اس زمانہ میں ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا کہ یقیناً یہ بشر رسول ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہو اور یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ یہ صدیقہؓ کا فرمان **لا تقولوا لا نبی بعدہ** اس بات کے مدنظر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول حدیث لانبی بعدی کے مخالف نہیں اس لیے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو حضور کے دین کا ناسخ ہو"۔

واضح بیان ہے کہ اگر **لاتقولوا لا نبی بعدہ** حضرت المومنینؓ کا مقولہ ثابت ہو جائے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا۔ ان کا تشریف لانا حدیث **لا نبی بعدی** کے خلاف نہیں۔ اس لیے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کر دے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے لیے تشریف لائیں گے نہ کہ اسلامی تعلیمات کو منسوخ کرنے کے لیے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ پر افتراء

مرزائی اعتراض: تصوف کے امام حضرت ابن عربی لکھتے ہیں (ترجمہ) وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ختم ہوئی ہے' وہ صرف شریعت والی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت پس اب ایسی شریعت نہیں آ سکتی' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے یا آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ **ان الرسالتہ والنبوة قد انقطعت** کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ میرے بعد نہ رسول ہے' نہ نبی۔ یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا' جو ایسی شریعت پر ہو' جو میری شریعت کے خلاف ہو' بلکہ جب کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔" ("فتوحات مکیہ" ج۲' ص۳) مرزائی ٹریکٹ' ص۳)

جواب : ہم اوپر اسی کتاب "فتوحات مکیہ" سے چند عبارات نقل کر چکے ہیں کہ جن سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق اور عقیدہ یہ تھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت نہیں لائے گا اور نہ کسی کے متعلق لفظ نبی استعمال کیا جائے گا۔ وہ ولایت' الہام اور مبشرات کو امت میں جاری مانتے ہیں اور اسی کو غیر تشریعی نبوت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے قائل ہیں۔ آمد ثانی کے بعد حضرت مسیحؑ پر کسی نئے اوامرو نواہی کا نزول نہیں مانتے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ وہ شریعت محمدیہؐ کو منسوخ نہ کریں گے بلکہ اسی شریعت کی متابعت کریں گے۔

حیرت اور ہزار حیرت ہے امت مرزائیہ پر کہ ان کے قادیانی نبی نے حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والوں پر کافر ملحد اور زندیق کا فتویٰ لگایا ہے۔ (وحدت وجود پر مرزا قادیانی کا ایک خط بنام میر عباس علی) لیکن مرزائی ہیں کہ اپنے نبی کی نبوت ثابت کرنے کے لیے معاذ اللہ اسی ملحد اور زندیق کی پناہ لے رہے ہیں۔ ان کے اس طرز استدلال پر ارسطو کی روح بھی پھڑک اٹھی ہوگی۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت دھوکا

مرزائی اعتراض : مثنوی میں مولانا روم فرماتے ہیں۔

"فکر کن در راہ نیکو خدمتے   تانبوت یابی اندر امتے"

کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے (مثنوی مولانا روم' دفتر اول' ص ۵۳)

جواب : مثنوی شریف کے اس شعر کے کسی لفظ کا معنی نہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو نبی مبعوث کرے گا۔ اس شعر کا

مفہوم یہ ہے کہ نیک اعمال کے لیے کوشش کرنے سے مومن کو فیضان نبوت سے نوازا جاتا ہے۔ کیونکہ نبوت کسبی نہیں، بلکہ وہبی ہے۔ حضرت مولانا تو ہر متبع سنت پیرو مرشد کو مجازاً نبی کہتے ہیں۔

دست را مسپار جز در دست پیر　　پیر حکمت او علیم ست و خبیر
آں نبی وقت باشند اے مرید　　تا ازاد نور نبی آید پدید

درحقیقت علیم و خبیر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ پیر کو مجازاً علیم و خبیر فرمایا ہے کیونکہ پیر مرید کے احوال و مقامات سے باخبر ہوتا ہے۔ دوسرے شعر کا مفہوم ہے کہ پیر اپنے مرید کے لیے بمنزلہ نبی ہوتا ہے کیونکہ مرید کو پیر کی وساطت سے فیض نبوت حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے بیسیوں مقامات پر ختم نبوت کا اعلان کیا ہے۔ مرزائیوں کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہے۔ اس لیے انہیں مثنوی شریف میں ختم نبوت کے اشعار نظر نہیں آتے۔ مشتے نمونہ از خروارے مختلف مقامات کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

زین حکایت کرد آں ختم رسل　　از ملیک لایزال و لم یزل
سکہ شاہاں ہمی گرد و دگر　　سکہ احمد بنیں تا مستقر
یا رسول اللہ رسالت را تمام　　تو نمودی ہم چو شمس بے غمام
ایں ہمہ انکار کفراں زاد شان　　چوں در آمد سید آخر الزمان

مرزائی پمفلٹ میں مثنوی شریف کے اور تین شعر نقل کئے ہیں، جن کا اجرائے نبوت کے باطل عقیدہ سے اتنا تعلق بھی نہیں، جتنا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا محمدی بیگم کے آسمانی نکاح سے تھا۔ مثلاً:

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل اونے بودنے خواہند بود

مرزائی ترجمہ : یعنی آپؐ خاتم اس لیے ہوئے کہ آپ بے مثل ہیں۔ فیض روحانی کی بخشش ہیں۔ آپ جیسا نہ کوئی پہلے ہوا اور نہ آئندہ آپ جیسے ہوں

گے۔ (ٹریکٹ ص ۳)

جواب : اس شعر کو "اجرائے نبوت" سے کیا تعلق؟ اس میں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل و کمالات اور روحانی فیوض کا تذکرہ ہے۔ یہ قادیانیوں کا محض افترا ہے کہ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "اجرائے نبوت" کے قائل تھے' جس کا کوئی ثبوت وہ پیش نہیں کر سکے۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ پر افتراء

مرزائی اعتراض : امام شعرانی فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) کہ یاد رکھو کہ مطلق نبوت نہیں اٹھی اور صرف شریعت والی نبوت بند ہوئی ہے۔ ("الیواقیت و الجواہر" ج ۲' ص ۲)

جواب : حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ پر افتراء ہے کہ وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزائیوں کی طرح غیر تشریعی نبوت کے اجراء کے قائل تھے۔ امام شعرانیؒ نے تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کی تقسیم انہیں تین امور کے پیش نظر کی ہے۔ جن کا ذکر ہم نے حضرت شیخ اکبرؒ کے حوالہ جات سے کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وکذالک عیسی علیہ السلام اذا نزل الی الارض لا یحکم فینا الا بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ("الیواقیت و الجواہر" ج ۲' ص ۳۸)

"اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے تو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے"۔

صاف الفاظ ہیں کہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام جدید شریعت نہیں لائیں گے بلکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام پر عمل پیرا ہوں گے۔ حضرت امام شعرانی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول نقل فرماتے ہیں:

وھذا باب اغلق بعد موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا یفتح الا حد الی یوم القیامہ ولکن بقی للاولیاء وحی الا لھام الذی لا تشریع فیہ ("الیواقیت و الجواہر" ج۲' ص۳۷)

"اور یہ (نزول وحی نبوت کا) دروازہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بند ہوچکا ہے اور قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھل سکتا۔ لیکن اولیاء کے لیے وحی الہام ہوتی رہے گی' جس میں شرعی احکام نہ ہوں گے"۔

اس عبارت نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ حضرت محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی دونوں حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوت بند ہو چکی ہے ہاں اولیاء اللہ کو الہام ہوتے ہیں' جن میں شرعی احکام یعنی اوامر و نواہی نہیں ہوتے' ان الہامات کو مبشرات کہا گیا ہے ان پر نبوت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

امام شعرانی نے عقیدہ ختم نبوت کا اظہار فرمایا ہے **اعلم ان الا جماع قد انعقد علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کما انہ خاتم النبیین** ("الیواقیت و الجواہر" ج۲' ص۳۷) "جان لے کہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع منعقد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں اسی طرح نبیوں کے بھی خاتم ہیں"۔

حضرت مولانا عبدالکریم جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پر اتہام

قادیانی اعتراض : حضرت امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں (ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی بند ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قرار پا گئے کیونکہ آپ ایسی کامل شریعت لائے جو اور کوئی نبی نہ لایا۔ ("الانسان کامل" ج۱' ص۹۸' مطبوعہ مصر)

جواب : حضرت محی الدین ابن عربی اور حضرت امام شعرانی کی طرح حضرت عبدالکریم جیلانی کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جس پر وحی تشریعی نازل ہو

اور وحی تشریعی حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نازل نہ ہوگی۔ انہوں نے کہیں نہیں لکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد امت میں نئے نبی مبعوث ہوں گے۔ مرزائیوں میں ہمت ہے تو ان کی کوئی عبارت پیش کریں لیکن تمام امت مرزائیہ دم واپسیں تک ایسی کوئی عبارت پیش نہ کر سکے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ پر بہتان

مرزائیوں نے حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر بھی یہ بہتان تراشا ہے کہ آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس افتراء کا حقیقی جواب تو **لعنت اللہ علی الکاذبین** ہی ہے۔ تفہیمات کے الفاظ میں کس لفظ کا معنی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نبی مبعوث ہوں گے؟ حضرت کے الفاظ "اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے شریعت دے کر مامور کرے" تشریعی اور غیر تشریعی کا فرق انہیں تین وجوہ کی بنا پر ہے' جو ہم تحریر کر چکے ہیں۔ ختم نبوت کے متعلق حضرت شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

(۱) نیست محمد پدر ہیچ کس از مردمان شماد لیکن پیغمبر خدا است و مہر پیغمبران یعنی بعد از دے ہیچ پیغامبر نباشد۔" (فتح الرحمان زیر آیت خاتم النبیین)

ترجمہ: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور پیغمبروں پر مہر یعنی حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۲) **اقول فاالنبوۃ انقضت بوفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم**

("حجتہ اللہ البالغہ" ج۲' ص۵۰۶)

"میں کہتا ہوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔

(۳) **واعلم ان الدجا جلہ دون الدجال الا کبر کثیرۃ ویجمعھم امرو احدو ھو انھم یذکرون اسم اللہ و یدعون الناس الیہ الی ان**

قال فهم من يدعی النبوۃ (" تفہیمات الہیہ" ج۲، ص۱۹)

"جان لو کہ دجال اکبر سے پہلے بہت سے دجال آئیں گے اور سب میں یہ امر مشترک ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں گے۔ ان دجالوں میں سے وہ دجال بھی ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے"۔

مرزائیوں کے قلوب میں اگر ذرہ بھر بھی خوف خدا اور انصاف ہو تو انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (جنہیں مرزائی بارہویں صدی کا مجدد مانتے ہیں) حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل تھے یا تمام مدعیان نبوت کو دجالوں کا گروہ قرار دیتے تھے؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ پر بہتان

مرزائی اعتراض :حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کے مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور وراثت کمالات نبوت کا حاصل ہونا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے اس میں شک مت کرو۔ (مکتوب نمبر۳۰۱، ص۴۳۲، جلد اول، "مکتوبات امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ)

جواب : کہاں مرزائیوں کا "اجرائے نبوت" جیسا باطل عقیدہ اور کہاں حضرت مجدد کے حقائق و معارف۔ حضرت کی مندرجہ بالا عبارت کے کن الفاظ کا مفہوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے؟ عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ حضورؐ کی کامل اطاعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمالات نبوت عطا کیے جاتے ہیں نہ کہ انہیں نبی بنا دیا جاتا ہے۔ امت کے ذی شان افراد کو کون سے کمالات سے نوازا جاتا ہے؟ حضرت مجددؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"مثل قلت حساب و کفارت زلات بشریت و ارتفاع درجات و مراعات صحبت فرشتہ مرسل کہ از اکل و شرب پاک است و کثرت ظہور خوارق کہ مناسب مقام

نبوت اند و امثال آں باید دانست کہ حصول دین موہبت در حق انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات بے توسط است۔ در حق اصحاب انبیاء علیہم الصلوۃ التحیات کہ بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوۃ والبرکات۔"
(مکتوب نمبر ۲۰۲' حصہ پنجم' ص ۱۴۲' ۱۴۳)

مرزائیوں کو کون سمجھائے کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے پیش نظر حساب میں آسانی' معمولی لغزشوں کی معافی' درجات کی بلندی' ملائکہ سے ملاقات اور کثرت ظہور خوارق ایسے کمالات نبوت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے امت محمدیہ کے برگزیدہ افراد کو عطا کئے جاتے ہیں۔ یہ چند فضائل و کمالات اجزائے نبوت ہیں اور چند کمالات نبوت کے حصول سے نبوت نہیں مل جاتی۔ شجاعت' سخاوت وغیرہ صفات حسنہ بھی کمالات نبوت ہیں۔ کیا ہر شجاع اور ہر سخی مسلمان نبی بن جاتا ہے؟

حضرت والا اپنے عقیدہ کا اظہار ان الفاظ مبارکہ میں فرماتے ہیں:
حضرت عیسیٰ وعلیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود علیہ و علیہم الصلوۃ والتسلیمات" (مکتوب نمبر ۱۷' دفتر سوم' ج ثالث' ص ۳۵)

ترجمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی متابعت کا شرف حاصل کریں گے۔

"اول انبیاء حضرت آدم است علی نبینا وعلیہ و علیہم الصلوۃ والتسلیمات و التحیات و آخر شان و خاتم نبوت شان حضرت محمد رسول اللہ است علیہ و علیہم الصلوۃ والتسلیمات۔ (مکتوبات دفتر سوم' مکتوب نمبر ۱۷' ص ۳۵)

ترجمہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور نبیوں میں سب سے آخر اور ان کی نبوت کو ختم کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

صاف الفاظ ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نبی مبعوث ہوئے اور سب نبیوں کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اس لیے

حضورؐ آخری نبی ہیں۔

حضرت نواب صدیق حسن خاں رحمتہ اللہ علیہ پر افتراء

مرزائی اعتراض : حضرت نواب صاحب فرماتے ہیں **لا نبی بعدی** آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ (یعنی پہلی شریعت منسوخ کر کے نئی شریعت) لے کر نہیں آئے گا۔" ("اقتراب الساعۃ" ص ۱۶۲)

جواب : حضرت نواب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق اتہام ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "اجرائے نبوت" کا عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کی کسی کتاب میں اس خلاف اسلام نظریہ کا شائبہ تک نہیں۔ **لا نبی بعدی** کے مفہوم میں "کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔" اس لیے کہا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعد از نزول نئی شریعت لا کر شریعت اسلامیہ کو منسوخ نہ کریں گے بلکہ خود اسی شریعت کی متابعت کریں گے۔

ان کا اپنا عقیدہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔

ہمارے حضرت خاتم النبیینؐ ہیں اور ناسخ جملہ شرائع ماقبل۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور صفی ہیں۔

اول انبیاء آدم علیہ السلام ہیں اور آخر انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ ("عقیدۃ السنی" مصنفہ حضرت نواب صدیق حسن خاں، ص ۱۵، ۱۶)

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ پر بہتان

مرزائی اعتراض : "مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں۔ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے۔" (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس نیا ایڈیشن، ص ۱۶)

جواب : حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث

مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کی ہیں اور ہر زمین میں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ ایک گروہ اس حدیث کو قابل اعتبار نہیں سمجھتا دوسرا گروہ اسے صحیح و معتبر مانتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اس دوسرے گروہ میں شامل ہیں اس حدیث کی تحقیق و تشریح کے سلسلہ میں حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے تحذیر الناس" اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ نے آیات بینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات" اور دافع الوسواس فی اثر ابن عباسؓ" اردو زبان میں اور زجر الناس علی از کار اثر ابن عباسؓ" عربی میں تحریر فرمائی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم حضرت مولانا عبدالحی صاحب کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔

"پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہئے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے یا ہم عصر اور بر تقدیر اتحاد عصر وہ تبع شریعت محمدیہ ہوں گے اور ختم ان کا بہ نسبت اپنے حلقہ کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا۔" (فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی ملحقہ "تحذیر الناس" ص ۴۴)

حضرت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں ایک آخری نبی ہوگا۔ لیکن باقی چھ زمینوں میں سے ہر زمین کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہو سکتے۔" اگر حضورؐ کے زمانہ کے قبل ہوں تو جائے اعتراض نہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر ہوں تو ان تمام کی خاتمیت اپنی زمین اور اپنے طبقہ کے لحاظ سے اضافی ہوگی اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت ان سب کے بعد اور حقیقی ہوگی اور وہ حضورؐ ہی کی شریعت کے تبع ہوں گے۔ رہا یہ ارشاد کہ "بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے" یہ نزول حضرت مسیح علیہ السلام کے پیش نظر فرمایا ہے۔ حضرت مسیح حضور

علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد نازل ہوں گے کوئی نئی شریعت نہ لائیں گے بلکہ حضورؐ ہی کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب عقیدہ ختم نبوت کے متعلق اپنے ایک فتویٰ میں حضرت علامہ ابو شکور سالمی کی مندرجہ ذیل عبارت نقل فرماتے ہیں۔

اعلم ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمدا کان رسول اللہ والان ھو رسول اللہ وکان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدہ ان یکون احد انبیاء ومن ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافرا۔ ("فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنویؒ" جلد اول، ص۹۹)

جاننا چاہئے کہ ہر عاقل پر واجب ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں اور آپ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں آپؐ کے بعد کسی کا نبی بننا جائز نہیں اور جو آج ہمارے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ پر افتراء

مرزائی اعتراض۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیو بند فرماتے ہیں۔

(الف) "سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔" ("تحذیر الناس" ص۳)

(ب) "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ("تحذیر الناس" ص۲۸)

جواب۔ قادیانیوں کا حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ پر بہت بڑا اتہام ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت" کے مقر تھے۔ حضرت والا

نے کتاب تحذیر الناس ختم نبوت کے اثبات کے لیے لکھی اور اس میں ختم نبوت کے ناقابل تردید دلائل پیش کئے۔ اس کا موضوع ہی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کی حمایت و حفاظت ہے۔ تحذیر الناس کی صفحہ ۳ کی عبارت کو ہم عام فہم الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

خاتمیت کی تین اقسام ہیں (۱) خاتمیت مرتبی (۲) خاتمیت مکانی (۳) خاتمیت زمانی' حضرت نانوتوی نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت کے تینوں مرتبوں کے ساتھ متصف ہیں۔ لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ خاتمیت کے ان تینوں مراتب میں دلائل و براہین کے لحاظ سے اعلیٰ اور افضل یا بالفاظ دیگر بالذات و بالاصالت کون سا مرتبہ ہے؟ عوام تو یہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ حضورؐ کا زمانہ سب انبیاء سے آخر تھا۔ صرف اس وجہ سے آپؐ خاتم الانبیا ہیں۔ اگر یہی ایک وجہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف و مجد زمانہ اور مکان کی وجہ سے ہوا حضورؐ کی وجہ سے زمان و مکان کا شرف نہ ہوا حالانکہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ اس لحاظ سے ثابت ہوگا کہ حضور کی جلالت شان اور رفیع منزلت ذات کے مناسب حال بالذات خاتمیت مرتبیت ہے اور اس اعلیٰ و افضل مرتبہ کے ساتھ خاتمیت زمانی بھی آپؐ کے لیے ثابت ہے اور خاتمیت مکانی بھی آپؐ پر ختم ہے۔

مرزائی محرفین نے اپنی روایتی چالبازی سے دھوکہ اور فریب دینے کے لیے "تحذیر الناس" کے صفحہ ۲۸ سے محولہ بالا ادھورا حوالہ نقل کر دیا۔ اگر وہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو ان کی فریب دہی کا پردہ چاک ہو جاتا اور ان کے ٹریکٹ کے قارئین کو علم ہو جاتا کہ حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد کیا ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل

نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیا کے افراد خارجی پر آپؐ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ ثبوت اثر مذکور دو نامثبت خاتمیت ہے۔ معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں۔" ("تحذیر الناس" ص۲۸)

اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے خاتمیت زمانی کا نہیں۔ حضرت فرماتے ہیں اگر بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپؐ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت ذاتی میں کچھ فرق نہیں آے گا۔ رہی خاتمیت زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اگر کوئی بدفہم اسکا مطلب یہ سمجھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اور نبی ہو سکتے ہیں تو حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وہ کافر ہوگا اسی تحذیر الناس میں حضرت تحریر فرماتے ہیں "سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم الزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل **انت منی بمنزلہ ھارون من موسی الا انہ لانبی بعدی او کما قال** جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے۔ ایسا ہی اس کا منکر بھی (ختم نبوت زمانی) کافر ہوگا۔" (تحذیر الناس ص۱۰)

کس قدر واضح الفاظ ہیں کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسری ضروریات دین اور قطعیات دین کامنکر کافر ہے۔

اس عبارت میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرضی اور تقدیری طور پر اگر کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس مفروضہ کے لیے لفظ اگر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ لفظ

بالفرض ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ تاکہ کسی مفسد کو دھوکا دینے کا موقع نہ مل سکے۔ اگر کوئی جاہل کہے کہ ایسے مفروضہ کی کیا ضرورت تھی تو اسے باری تعالیٰ کا ارشاد سنا دینا چاہئے۔ **قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین (زخرف نمبر ۷)**

اے نبی آپ کہہ دیجئے اگر بالفرض خدا تعالیٰ کا بیٹا ہو تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والوں میں ہوں گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کا فارسی ترجمہ کرتے ہیں۔

"بگو اگر بالفرض باشد خدارا فرزندے پس من نخستین عبادت کنندگان باشم"

مرزائی منطق کی رو سے اس آیت سے ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونا ممکن ہے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ کے اس مفروض بیٹے کی عبادت کرنا بھی ممکن ہوگا (معاذ اللہ) کیا اس آیت کا یہی مفہوم ہے؟ ایک معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ فرضی اور تقدیری بات ہے نہ یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا تسلیم کیا جائے یا اسکے امکان پر اس آیت کو دلیل بنا کر لوگوں کو مغالطہ دیا جائے۔

حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے متعلق اپنے عقیدہ کا اظہار فرمایا ہے۔

۱۔ خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں" ("مناظرہ عجیبہ" مصنفہ حضرت نانوتوی" ص۳۹)

۲۔ "اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔" ("مناظرہ عجیبہ" ص۱۰۳)

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ پر اتہام

مرزائی اعتراض۔ جلیل القدر امام حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ یعنی اگر صاحب زادہ ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن

جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع یا امتی نبی ہوتے جیسے عیسیٰ، خضرؑ الیاس علیہم السلام ہیں اور یہ صورت خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنی ہیں کہ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کا امتی نہ ہو۔" ("موضوعات کبیر" ص۵۹)

جواب۔اس حدیث کے ضعف کے متعلق ہم بلند پایہ محدثین کے اقوال نقل کر چکے ہیں۔ اس مجروح روایت میں حرف لو آیا ہے جو زبان عرب میں ناممکنات اور محالات کے لیے آتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ پیغمبروں کا نام لے کر اور باقی انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً ذکر کر کے فرمایا۔

ولو اشرکو الحبط عنهم ما کانو یعملون ("سورہ انعام" آیت۸۸)

اگر یہ پیغمبر بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے تمام اعمال برباد ہو جاتے۔

اس آیت میں تعلیق بالمحال ہے یعنی حرف لو سے یہ مسئلہ فرضی طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بالفرض اگر نبی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتے تو ان کے تمام اعمال اکارت اور ضائع ہو جاتے۔ کیا مرزائیوں کے مذہب میں اس سے یہ استدلال صحیح ہوگا کہ نبیوں سے بھی شرک ہو سکتا ہے؟ نعوذ باللہ منہ۔

حضرت ملا علی قاریؒ مندرجہ بالا عبارت کی تشریح کرتے ہیں۔

لا یحدث بعده نبی لانه خاتم النبیین السابقین وفیه ایما الی انه لو کان بعده نبی لکان علیا وهو لا ینا فی ماورد فی حق عمرؓ صریحا لان الحکم فرضی فکانه قال لو تصور بعدی لکان جماعته من اصحابی انبیاء ولکن لا نبی بعدی و هذا معنی قوله صلی الله علیه وسلم لو عاش ابراهیم لکان نبیا ("مرقات" مصنفہ ملا علی قاری، ج پنجم، ص۵۶۴)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ آپؐ پہلے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ہوتے اور یہ حدیث اور اسی طرح

وہ حدیث جو صراحت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آئی ہے۔ خاتم النبیین کی آیت کے منافی نہیں کیونکہ یہ حکم فرضی اور تقدیری طور پر ہے۔ گویا یہ کہا گیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی تصور کیا جا سکتا تو میرے فلاں اور فلاں صحابی نبی ہوتے' لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا اور یہی معنی اس حدیث کا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔

توضیح فرما دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ تمام فرضی طور پر اور تقدیری طور پر بیان ہوئی ہیں۔ اگر بالفرض حضورؐ کے بعد اور کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابراہیمؓ ہوتے لیکن آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ اس لیے یہ حضرات بھی نبی نہ ہو سکے۔ حضرت ملا علی قاری نے اپنے عقیدہ کے متعلق لکھا ہے۔

دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع ("شرح فقہ اکبر" ص ۲۰۲)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ باجماع امت کفر ہے۔

مرزائی اعتراض۔ "مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال کے قائلین میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کا آنا بند ہے۔ اگر ایسا ایک قول بھی مودودی صاحب پیش کر سکتے ہوں تو ہماری طرف سے انہیں چیلنج ہے مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ (پمفلٹ' ص۵)

جواب۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت کاذبہ "امتی نبی" ہی کہلائیں گے۔ جیسا کہ مخبر صادق حضرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

سیکون لی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ھذا حدیث صحیح۔ (مشکوۃ کتاب الفتن)

یقیناً میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

مودودی صاحب آپ کے اس چیلنج کا جواب نہیں دیتے تو یہ ان کا اور آپ معاملہ ہے ہمیں اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ محتسب را درون خانہ چہ کار۔

اگر آپ کو ہمت ہے تو ہمیں چیلنج دیجئے دنیا دیکھے گی کہ ہم آپ کے مطالبہ کے پرخچے اڑا کر روز روشن میں آپ کو کیسے تارے دکھاتے ہیں۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

بزرگان امت کی نسبت مرزائی عقیدہ

مرزائی عامتہ المسلمین کو فریب دینے کی غرض سے بزرگان دین کا نام لیتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ اکابرین امت کی نسبت ان کا عقیدہ یہ ہے۔

(۱) "بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ ابھی اس عقیدہ سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں ("ضمیمہ براہین احمدیہ" حصہ پنجم' ص ۱۲۰' مرزا غلام احمد' "روحانی خزائن" ص ۲۸۴' ج ۲۱)

(۲) اس لیے یاد رکھو کہ پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔" ("ملفوظات احمدیہ" ص ۱۳۱' ج ۱' مطبوعہ لاہور' ملفوظ مرزا غلام احمد)--- "ملفوظات احمدیہ" ربوہ و لندن' ص ۱۴۲' ج ۲)

(۳) "اقوال سلف وخلف کوئی مستقل حجت نہیں" ("ازالہ اوہام" مصنفہ مرزا غلام احمد' ص ۵۲۸' "روحانی خزائن" ص ۳۸۹' ج ۳)

(۴) "امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟" ("ازالہ اوہام" ص ۶۲' "روحانی خزائن" ص ۱۷۲' ج ۳)

(۵) ''ہمارے مخالف سخت شرمندہ اور لاجواب ہو کر آخر کو یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسا ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ نہیں سوچتے کہ وہ بزرگ معصوم نہ تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ان بزرگوں نے بھی ٹھوکر کھالی۔'' (''ضمیمہ براہین احمدیہ'' حصہ پنجم' مصنفہ مرزا غلام احمد' ص۱۲۴' ''روحانی خزائن'' ص۲۹۰' ج۲۱)

یہ ہے صحابہؓ آئمہ اور اولیائے امت کی نسبت مرزائیوں کا عقیدہ کہ (نعوذ باللہ من ذلک) انہیں یہود سے مشابہت دی گئی اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ قادیانی نبوت کی حفاظت کے لیے (معاذ اللہ) انہیں مثیل یہود کے اقوال کو پناہ گاہ بنایا گیا ہے۔ تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ۔

قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ

اسلامی عدل وانصاف کے عین مطابق ہے

مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین وفقہم اللہ للصواب حسب ذیل مسئلہ میں کوئی شخص یا جماعت کسی مدعی نبوت کاذبہ پر ایمان لانے کی وجہ سے جو باتفاق امت دائرہ اسلام سے خارج ہو اور ان کا کفر یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر ہو اس کے علاوہ ان میں حسب ذیل وجوہ بھی موجود ہوں۔

۱- وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہوں اور تمام عالم اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوں۔

۲- مسلمانوں کو جانی و مالی ہر طرح کی ایذا پہنچانے میں تامقدور کوتاہی نہ کرتے ہوں۔

۳- ان کی مادی قوت اور مالی وسائل میں روزافزوں ترقی کا تمام تر انحصار مسلمانوں کے استحصال پر ہو اور وہ سیاسی و اقتصادی وسائل پر قابض ہونے کی کوششیں کر رہے ہوں۔

۴- ان کی سیاسی و عسکری تنظیمیں موجود ہوں اور ان کی زیرزمین سرگرمیاں تمام ملت اسلامیہ کے لیے بین الاقوامی سطح پر عظیم خطرہ ہوں۔

۵- دشمن اسلام بیرونی طاقتوں' یہودی اور مسیحی حکومتوں اور ہندوستان کی اسلام دشمن حکومت سے ان کے قوی روابط ہوں۔ الغرض مسلمانوں کے لیے دینی' سیاسی' معاشی' اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے ان کا طرز عمل سنگین خطرات کا باعث ہو بلکہ ان کی وجہ سے ایک اسلامی مملکت کو بغاوت و انقلاب کے خطرات تک لاحق ہوں۔

۶- حکومت یا حکومت کی سطح پر یہ توقع نہ ہو کہ اس فتنہ سے ملک و ملت کو بچانے کی کوئی تدبیر کی جائے گی اور یہ امید نہ ہو کہ جس شرعی سزا کے وہ مستحق ہیں وہ ان پر

جاری ہو سکے گی۔ اندریں حالات بے بس مسلمانوں کو اس فتنہ کی روک تھام کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اور اس سلسلہ میں شرعی طور پر ان پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے؟

کیا ان حالات میں اس جماعت یا افراد کی بڑھتی ہوئی جارحیت پر قدغن لگانے کے لیے حسب ذیل امور کے جواز یا وجوب کی شرعاً کوئی صورت ہے کہ:

(الف) امت اسلامیہ اس فرد یا جماعت کے ساتھ برادرانہ تعلقات منقطع کرے۔

(ب) ان سے سلام و کلام' میل و جول' نشست و برخاست شادی و غمی میں شرکت نہ کی جائے بلکہ معاشرتی سطح پر ان سے مکمل طور پر قطع تعلق کرلیا جائے۔

(ج) ان سے تجارت' لین دین اور خرید و فروخت کی جائے یا نہیں؟

(د) ان کے کارخانوں اور فیکٹریوں سے مال خریدا جائے یا ان کا مکمل اقتصادی مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا جائے۔

(ہ) ان کی تعلیم گاہوں' ہوٹلوں' ریستورانوں میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(ر) ان سے رواداری برتی جائے یا نہیں؟

(ز) ان کے کارخانوں اور فیکٹریوں کی مصنوعات استعمال کی جائیں یا نہیں؟

غرض ان سے مکمل بائیکاٹ یا مقاطعہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ کیا تمام مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ انہیں راہ راست پر لانے کے لیے ان کا بائیکاٹ کریں جب کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ اصلاح موجود نہ ہو؟

افتونا ماجورین' والله سبحانه یجزل لکم الاجر والثواب' وهو المسئول الملهم للحق والثواب۔

("المستفی"، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت' کراچی)

الجواب واللہ الھادی للصواب

بلاشبہ قرآن کریم کی وحی قطعی جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ قطعیہ اور امت محمدیہ کے قطعی اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں' آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لیے حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی کافر اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے اور جو شخص اس مدعی نبوت کی تصدیق کرے اور اسے مقتداء و پیشوا مانے وہ بھی کافر اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کفر اور ارتداد کے ساتھ اگر اس میں وجوہ مذکورہ فی السوال میں سے ایک وجہ بھی موجود ہو تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ اور فقہ اسلامی کے مطابق وہ اسلامی اخوت اور اسلامی ہمدردی کا ہرگز مستحق نہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ سلام و کلام' نشست و برخاست اور لین دین وغیرہ تمام تعلقات ختم کر دیں' کوئی ایسا تعلق یا رابطہ اس سے قائم کرنا جس سے اس کی عزت و احترام کا پہلو نکلتا ہو یا اس کو قوت و آسائش حاصل ہوتی ہو جائز نہیں' کفار محاربین اور اعداء اسلام سے ترک موالات کے بارے میں قرآن حکیم کی بے شمار آیات موجود ہیں۔ اسی طرح احادیث نبویہ ﷺ اور فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

یہ واضح رہے کہ کفار محاربین' جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہوں' انہیں ایذا پہنچاتے ہوں' اسلامی اصلاحات کو مسخ کر کے اسلام کا مذاق اڑاتے ہوں اور مار آستین بن کر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے کے درپے ہوں۔ اسلام ان کے ساتھ سخت سے سخت معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ رواداری کی ان کافروں سے اجازت دی گئی ہے جو محارب اور موذی نہ ہوں اور نہ کفار محاربین سے سخت معاملہ کرنے کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بسااوقات اگر مسلمانوں سے کوئی قابل نفرت گناہ سرزد ہو جائے تو بطور تعزیر و تادیب ان کے ساتھ ترک تعلق اور سلام و کلام و نشست و برخاست ترک کرنے کا حکم شریعت مطہرہ اور سنت نبوی ﷺ میں موجود ہے۔ چہ جائیکہ کفار محاربین کے ساتھ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو اسلامی حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان فتنہ پرداز مرتدین پر من بدل دینہ فاقتلوہ۔ کی شرعی تعزیر نافذ کر کے اس

فتنہ کا قلع قمع کرے اور اسلام اور ملت اسلامیہ کو اس فتنہ کی یورش سے بچائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ نے فتنہ پرداز موذیوں اور مرتدوں سے جو سلوک کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اور بعد کے خلفاء اور سلاطین اسلام نے بھی کبھی اس فریضہ سے غفلت اور تساہل پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا' لیکن اگر مسلمان حکومت اس قسم کے لوگوں کو سزا دینے میں کوتاہی کرے یا اس سے توقع نہ ہو تو خود مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بحیثیت جماعت اس قسم کی سزا کا فیصلہ کریں جو اس کے دائرہ اختیار میں ہو۔ الغرض ارتداد' محاربت' بغاوت' شرارت' نفاق' ایذاء' مسلمانوں کے ساتھ سازش' یہود و نصاریٰ و ہنود کے ساتھ سازباز' ان سب وجوہ کے جمع ہو جانے سے بلاشبہ مذکورہ فی السوال فرد یا جماعت کے ساتھ مقاطعہ یا بائیکاٹ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے' اگر مسلمانوں کی جماعت بہیئت اجتماعی اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے مقاطعہ یا بائیکاٹ جیسے ہلکے سے اقدام سے بھی کوتاہی کرے گی تو وہ عنداللہ مسئول ہوگی۔

یہ مقاطعہ یا بائیکاٹ ظلم نہیں بلکہ اسلامی عدل و انصاف کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی محاربت اور ایذارسانی سے محفوظ کیا جائے اور ان کی اجتماعیت کو ارتداد و نفاق کے دستبرد سے بچایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ خود ان محاربین کے لیے بھی اس میں یہ حکمت مضمر ہے کہ وہ اس سزا یا تادیب سے متاثر ہو کر اصلاح پذیر ہوں اور کفر و نفاق کو چھوڑ کر ایمان و اسلام قبول کریں۔ اس طرح آخرت کے عذاب اور ابدی جہنم سے ان کو نجات مل جائے' ورنہ اگر مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ ان کے خلاف کوئی تادیبی اقدام نہ کرے تو وہ اپنی موجودہ حالت کو مستحسن سمجھ کر اس پر مصر رہیں گے اور اس طرح ابدی عذاب کے مستحق ہوں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ پہنچ کر ابتدا یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ کفار مکہ کے قافلوں پر حملہ کر کے ان کے اموال پر قبضہ کیا جائے تاکہ مال اور ثروت سے ان کو جو طاقت اور شوکت حاصل ہے وہ ختم ہو جائے' جس کے بل بوتے پر وہ مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں اور مختلف سازشیں کرتے ہیں۔ قتل انفس اور جہاد بالسیف کے حکم سے پہلے مقاطعہ اور دشمنوں کو اقتصادی طور پر مفلوج کرنے کی تدبیر اس

لیے اختیار کی گئی تھی تاکہ اس سے ان کی جنگی صلاحیت ختم ہو جائے اور وہ اسلام کے مقابلہ میں آکر کفر کی موت نہ مریں۔ گویا اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ ان کے اموال پر قبضہ کر کے ان کی جانوں کو بچایا جائے کیونکہ اموال پر قبضہ ان کی جان لینے سے زیادہ بہتر تھا۔

علاوہ ازیں اس تدبیر میں یہ حکمت و مصلحت بھی تھی کہ کفار مکہ کے لیے غور و فکر کا ایک اور موقع فراہم کیا جائے تاکہ وہ ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو کر ابدی نعمتوں کے مستحق بن سکیں اور عذاب اخروی سے نجات پا سکیں، لیکن جب اس تدبیر سے کفار و مشرکین کے عناد کی اصلاح نہ ہوئی تو ان کے شر و فساد سے زمین کو پاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاد بالسیف کا حکم بھیج دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے قریش کے تجارتی قافلہ کے بجائے ان کی عسکری تنظیم سے مسلمانوں کا مقابلہ کرا دیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ابتدائی تدبیر سے امت مسلمہ کو یہ ہدایت ضرور ملتی ہے کہ خاص قسم کے حالات میں جہاد بالسیف پر عمل نہ ہو سکے تو اس سے اقل درجہ کا اقدام یہ ہے کہ کفار محاربین سے نہ صرف اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے بلکہ ان کے اموال پر قبضہ تک کیا جا سکتا ہے مگر ظاہر ہے کہ عام مسلمان نہ تو جہاد بالسیف پر قادر ہیں نہ انہیں اموال پر قبضہ کی اجازت ہے۔ اندریں صورت ان کے اختیار میں جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ ان موذی کافروں سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر کے ان کو معاشرہ سے جدا کر دیا جائے۔

بدن انسانی کا جو حصہ اس درجہ سڑ گل جائے کہ اس کی وجہ سے تمام بدن کو نقصان کا خطرہ لاحق ہو اور جان خطرہ میں ہو تو اس ناسور کو جسم سے پیوستہ رکھنا دانش مندی نہیں بلکہ اسے کاٹ دینا ہی عین مصلحت و حکمت ہے۔ تمام عقلاء اور حکماء و اطباء کا اسی پر عمل و اتفاق ہے اور پھر جب یہ موذی کفار مسلمانوں کا خون چوس چوس کر پل رہے ہوں اور طاقتور بن کر مسلمانوں ہی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہوں تو ان سے خرید و فروخت اور لین دین میں مکمل مقاطعہ کرنا اسلام اور ملت اسلامیہ کے وجود و بقاء کے لیے ایک ناگزیر ملی فریضہ بن جاتا ہے۔ آج بھی اس متمدن دنیا میں معاشی یا اقتصادی ناکہ بندی کو ایک اہم دفاعی مورچہ سمجھا جاتا ہے اور اس کو سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے لیے یہ کوئی سیاسی حربہ نہیں بلکہ

اسوہ نبی ﷺ ' سنت رسول ﷺ اور ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے۔ اسلام کی غیرت ایک لحہ کے لیے یہ برداشت نہیں کرتی کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے دشمنوں سے کسی نوعیت کا کوئی تعلق اور رابطہ باقی رکھا جائے۔

اب ہم آیات قرآنیہ' احادیث نبویہ ﷺ اور فقہاء امت اسلامیہ کے وہ نقول پیش کرتے ہیں جن سے اس مقاطعہ کا حکم واضح ہوتا ہے:

۱- واذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم۔("سورہ نساء" آیت ۱۳۹)

"اور جب سنو تم کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نشست و برخاست ترک کر دو"۔

۲- واذا راء یت الذین یخوضون فی آیاتنا فاء عرض عنھم۔("سورہ انعام" آیت ۱۸)

۔"اور جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو مذاق اڑاتے ہیں ہماری آیتوں کا تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو"۔

اس آیت کے ذیل میں حافظ الحدیث امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ لکھتے ہیں:

وھذا یدل علی ان علینا ترک مجالسه الملحدین وسائر الکفار لاظھارھم الکفر والشرک وما لایجوز علی اللہ تعالی اذا لم یکن انکارہ الخ۔

"یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہم (مسلمانوں) پر ضروری ہے کہ ملاحدہ اور سارے کافروں سے ان کے کفر و شرک اور اللہ تعالی پر ناجائز باتیں کہنے کی روک نہ کر سکیں' تو ان کے ساتھ نشست و برخاست ترک کر دیں"۔

۳- یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیاء۔("سورہ مائدہ" آیت ۵۱)

"اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ"۔

امام ابوبکر الجصاصؒ لکھتے ہیں:

و فی هذه الایه دلاله علی ان الکافر لایکون ولیا للمسلمین لافی التصرف ولافی النصره' وتدل علی وجوب البراه عن الکفار والعداوه بهم' لان الولایه ضد العداوه فاذاامرنا بمعادات الیهود والنصاری لکفرهم فغیرهم من الکفار بمنزلتهم والکفر مله واحده۔("احکام القرآن" ۲-۴۴۴)

"اس آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ کافر مسلمانوں کا ولی (دوست) نہیں ہو سکتا' نہ تو معاملات میں اور نہ امداد و تعاون میں اور اس سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ کافروں سے برات اختیار کرنا اور ان سے عداوت رکھنا واجب ہے' کیونکہ ولایت عداوت کی ضد ہے اور جب ہم کو یہود و نصاریٰ سے ان کے کفر کی وجہ سے عداوت رکھنے کا حکم ہے۔ دوسرے کافر بھی انہی کے حکم میں ہیں' سارے کافر ایک ہی ملت ہیں"۔

۴۔ "سورۂ ممتحنہ" کا موضوع ہی کفار سے قطع تعلق کی تاکید ہے۔ اس سورۃ میں بہت سختی کے ساتھ کفار کی دوستی اور تعلق سے ممانعت کی گئی ہے۔ اگرچہ رشتہ دار قرابت دار ہوں اور فرمایا کہ قیامت کے دن تمہارے یہ رشتے کام نہیں آئیں گے اور یہ کہ جو لوگ آئندہ کفار سے دوستی اور تعلق رکھیں گے وہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے اور ظالم شمار ہوں گے۔

۵۔ لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاءخر یوادون من حاداللہ و رسولہ ولو کانوا آبائہم اوابنائہم اواخوانہم او عشیرتہم۔ ("سورہ مجادلہ" آیت ۲۲)

"تم نہ پاؤ گے کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں' اللہ پر اور آخرت پر کہ دوستی کریں' ایسوں سے جو مخالف ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خواہ ان کے باپ ہوں' بیٹے ہوں' بھائی ہوں یا خاندان والے ہوں"۔

آگے چل کر اس آیت کریمہ میں ان مسلمانوں کو جو باوجود قرابت داری کے

محارب کافروں سے دوستانہ تعلقات ختم کر دیتے ہیں' سچا مومن کہا گیا ہے' انہیں جنت اور رضوان الٰہی کی بشارت سنا دی گئی ہے اور ان کو "حزب اللہ" کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی رکھنا کسی مومن کا کام نہیں ہو سکتا۔

بطور مثال ان چند آیات کا تذکرہ کیا گیا ہے' ورنہ بے شمار آیات کریمہ اس مضمون کی موجود ہیں۔ اب چند احادیث نبویہ ﷺ ملاحظہ ہوں:

۱۔ "جامع ترمذی" کی ایک حدیث میں سمرۃؓ بن جندب سے مروی ہے کہ حکم دیا گیا ہے کہ:

"مشرکوں اور کافروں کے ساتھ ایک جگہ سکونت بھی اختیار نہ کریں' ورنہ مسلمان بھی کافروں جیسے ہوں گے"۔

("باب فی کراہیۃ المقام بین اظہر المشرکین" ۱-۱۹۴)

۲۔ نیز "ترمذی" کی ایک حدیث میں جو جریر بن عبداللہ البجلیؓ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا بری من کل مسلم یقیم بین اظہر المشرکین۔

"یعنی آپ ﷺ نے اظہار برات فرمایا' ہر اس مسلمان سے جو محارب کافروں میں سکونت پذیر ہو"۔

۳۔ "صحیح بخاری" کی ایک حدیث میں قبیلہ عکل اور عرنیہ کے آٹھ نو اشخاص کا ذکر ہے جو مرتد ہو گئے تھے۔ ان کے گرفتار ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور ان کی آنکھوں میں گرم کر کے لوہے کی کیلیں پھیر دی جائیں اور ان کو مدینہ طیبہ کے کالے کالے پتھروں پر ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا' یہ لوگ پانی مانگتے تھے لیکن پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ "صحیح بخاری" کی روایت کے الفاظ یستسقون فلا یسقون۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' حتی ان احدھم یکادم بفیہ الارض۔ کہ وہ پیاس کے مارے زمین چاٹتے تھے مگر انہیں پانی دینے کی اجازت نہ تھی۔

امام نوویؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ان المحارب المرتد لاحرمه له فی سقی الماء ولاغیره' ویدل علیه ان من لیس معه ماء الا للطهاره لیس له ان یسقیه المرتد ویتمم بل یستعمله ولو مات المرتد عطشا۔("فتح الباری" ۱۔۳۹۳)

"اس سے یہ معلوم ہوا کہ محارب مرتد کا پانی وغیرہ پلانے میں کوئی احترام نہیں۔ چنانچہ جس شخص کے پاس صرف وضو کے لیے پانی ہو تو اس کو اجازت نہیں ہے کہ پانی مرتد کو پلا کر تیمم کرے بلکہ اس کے لیے حکم ہے کہ پانی مرتد کو نہ پلائے۔ اگرچہ وہ پیاس سے مر جائے بلکہ وضو کر کے نماز پڑھے"۔

۴۔ غزوۂ تبوک میں تین کبار صحابہ' کعب بن مالکؓ' ہلال بن امیہؓ' واقفی بدریؓ اور مرارہ بن ربیعؓ' بدری عمریؓ کو غزوہ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے سخت سزا دی گئی۔ آسمانی فیصلہ ہوا کہ ان تینوں سے تعلقات ختم کر لیے جائیں' ان سے مکمل مقاطعہ کیا جائے۔ کوئی شخص ان سے سلام و کلام نہ کرے حتیٰ کہ ان کی بیویوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ بھی ان سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کے لیے کھانا بھی نہ پکائیں۔ یہ حضرات روتے روتے نڈھال ہو گئے اور حق تعالیٰ کی وسیع زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ وحی قرآنی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وعلی الثلاثہ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لاملجا من اللہ الا الیہ۔("سورئہ توبہ" آیت ۱۱۸)

"اور ان تینوں پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا' یہاں تک زمین ان پر باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی' بجز اسی کی طرف"۔

پورے پچاس دن تک یہ سلسلہ جاری رہا' آخرکار اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ توبہ قبول فرمائی اور معافی ہو گئی۔ قاضی ابوبکر بن العربیؒ لکھتے ہیں:

وفیہ دلیل علی ان للامام ان یعاقب المذنب بتحریم کلامہ علی الناس ادبا لہ وعلی تحریم اہلہ علیہ۔("احکام القرآن لابن العربی" ۳-۱۱۴)

"اس قصہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ امام کو حق حاصل ہے کہ کسی گناہگار کی تادیب کے لیے لوگوں کو اس سے بول چال کی ممانعت کر دے' اور اس کی بیوی کو بھی اس کے لیے ممنوع ٹھہرا دے"۔

حافظ ابن حجرؒ "فتح الباری" ۸-۹۴' میں لکھتے ہیں:

وفیہ ترک السلام علی من اذنب وجواز ھجرہ اکثر من ثلاث۔

"اس سے ثابت ہوا کہ گناہگار کو سلام نہ کیا جائے اور یہ کہ اس سے قطع تعلق تین روز سے زیادہ بھی جائز ہے"۔

بہرحال کعب بن مالکؓ اور ان کے رفقاء کا یہ واقعہ قرآن کریم کی "سورۃ توبہ" میں مذکور ہے اور اس کی تفصیل "صحیح بخاری"' "صحیح مسلم" اور تمام صحاح ستہ میں موجود ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب "سنن ابی داؤد" میں کتاب السنتہ کے عنوان کے تحت متعدد ابواب قائم کیے ہیں۔

(الف) باب مجانبہ اہل الاھواء وبغضھم۔ "اہل اھواء باطل پرستوں سے کنارہ کشی کرنے اور بغض رکھنے کا بیان"۔

(ب) باب ترک السلام علی اہل الاھواء۔ "اھل اھواء سے ترک سلام و کلام کا بیان"۔

"سنن ابی داؤد" میں حدیث ہے کہ "عمار بن یاسرؓ نے "خلوق" (زعفران) لگایا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ غور فرمائیے کہ معمولی خلاف سنت بات پر جب یہ سزا دی گئی تو ایک مرتد موذی اور کافر محارب سے بات چیت' سلام و کلام اور لین دین کی اجازت کب ہو سکتی ہے؟

امام خطابی "معالم السنن" (۴-۲۹۶) میں حدیث کعب کے سلسلے میں تصریح فرماتے

ہیں:

"مسلمانوں کے ساتھ بھی ترک تعلق اگر دین کی وجہ سے ہو تو بلا قید ایام کیا جا سکتا ہے، جب تک توبہ نہ کریں"۔

۵۔ "مسند احمد" و "سنن ابی داؤد" میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

القدریہ مجوس ھذہ الامہ' ان موضوافلا تعودوھم' وان ماتواسلا تشھدوھم۔

"تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوسی ہیں' اگر بیمار ہوں تو عیادت نہ کرو اور اگر مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ"۔

٦۔ ایک اور حدیث میں ہے:

لاتجالسوااھل القدرولاتفاتحوھم۔

"منکرین تقدیر کے ساتھ نہ نشست و برخاست رکھو اور نہ ان سے گفتگو کرو"۔

بہرحال یہ تو حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشادات ہیں۔ عہد نبوت کے بعد عہد خلافت راشدہ میں بھی اسی طرز عمل کا ثبوت ملتا ہے۔ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ صدیق اکبرؓ کا اعلان جہاد کرنا "بخاری و مسلم" میں موجود ہے۔ مسیلمہ کذاب' اسود عنسی' طلیحہ اسدی اور ان کے پیروؤں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔ اس سے حدیث و سیر کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے۔ عہد فاروقی میں ایک شخص صبیغ عراقی قرآن کریم کی آیات کے ایسے معانی بیان کرنے لگا جن میں ھواء نفس کو دخل تھا اور ان سے مسلمانوں کے عقائد میں تشکیک کا راستہ کھلتا تھا۔ یہ شخص فوج میں تھا جب عراق سے مصر گیا اور حضرت عمرو بن عاص گورنر مصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو حضرت عمر فاروقؓ کے پاس مدینہ بھیجا اور صورت حال لکھی۔ حضرت عمرؓ نے نہ اس کا موقف سنا نہ دلائل' اس سے بحث و مباحثہ میں وقت ضائع کیے بغیر اس کا "علاج بالجرید" ضروری سمجھا' فوراً کھجور کی تازہ ترین شاخیں منگوائیں اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر بے تحاشا مارنے لگے' اتنا مارا کہ خون بہنے لگا۔ وہ چیخ اٹھا امیرالمومنین آپ مجھے قتل ہی کرنا

چاہتے ہیں تو مہربانی کیجئے تلوار لے کر میرا قصہ پاک کر دیجئے اور اگر صرف میرے دماغ کا خناس نکالنا مقصود ہے تو آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اب وہ بھوت نکل چکا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور چند دن مدینہ رکھ کر واپس عراق بھیج دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

ان لا یجالسہ احد من المسلمین۔

"کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے"۔

اس مقاطعہ سے اس شخص پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا تو حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اس کی حالت ٹھیک ہو گئی ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی۔

۷۔ "سنن کبریٰ للبیہقی" (۹-۸۵) میں حضرت علیؓ سے روایت ہے:

امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اغور ماء آبار بدر۔

"جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ بدر کے کنوؤں کا پانی خشک کر دوں"۔

اور ایک روایت میں ہے:

ان یغور المیاہ کلھا غیر ماء واحد نلقی القوم علیہ۔

"کہ سوائے ایک کنوئیں کے جو بوقت جنگ ہمارے کام آئے گا باقی سب کنوئیں خشک کر دیئے جائیں"۔

۸۔ "صحیح بخاری" (۲-۱۰۲۳) میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چند بددین زندیق لائے گئے تو آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا:

"اگر میں ہوتا تو انہیں جلاتا نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سزا مت دو، بلکہ میں انہیں قتل کرتا"۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من بدل دینہ فاقتلوہ۔ "جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر

دو"۔

۹۔ "صحیح بخاری" (۱-۴۲۳) میں صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رات کی تاریکی میں مشرکین پر حملہ ہوتا ہے تو عورتیں اور بچے بھی زد میں آجاتے ہیں۔ فرمایا' وہ بھی انہی میں شامل ہیں۔

اب فقہ کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ علامہ دردیر مالکی "شرح کبیر" میں باغیوں کے احکام میں لکھتے ہیں:

وقطع المیرہ والماء عنھم الا-ان یکون فیھم نسوہ و زراری"" ۴-۲۹۹)

"ان کا کھانا پانی بند کر دیا جائے الا یہ کہ ان میں عورتیں اور بچے ہوں"۔

۲۔ کوئی قاتل اگر حرم مکہ میں پناہ گزین ہو جائے' اس سلسلہ میں ابوبکر الجصاص" لکھتے ہیں:

قال ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد وزفروالحسن بن زیاد' اذا اقتل فی غیرالحرم ثم دخل الحرم لم یقتص منہ مادام فیہ ولکنہ لا یبایع ولا یواکل الی ان یخرج من الحرم۔(احکام القرآن "۲-۲۱)

"امام ابوحنیفہ" "ابویوسف" 'محمد زفر ار حسن بن زیاد" کا قول ہے کہ جب کوئی حرم سے باہر قتل کر کے حرم میں داخل ہو تو جب تک حرم میں ہے اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا مگر نہ اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی جائے' نہ اس کو کھانا دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ حرم سے نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

۳۔ "درمختار" میں ہے:

وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موزوفی شرح الوھبانیہ ویکون بالنفی عن البلد وبالھجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج عن الداروبھدمھا۔

"ناصحی نے فتویٰ دیا ہے کہ ہر موذی کا قتل واجب ہے اور "شرح

وہابانیہ" میں ہے کہ تعزیریوں بھی ہو سکتی ہے کہ شہر بدر کر دیا جائے اور ان کے مکان کا گھیراؤ کیا جائے' انہیں مکان سے نکال باہر کیا جائے اور مکان ڈھا دیا جائے"۔

۴۔ ابن عابدین الشامی "در مختار" (۳-۲۷۰) میں لکھتے ہیں:

قال فی احکام السیاسہ: وفی "المنتقی" واذا سمع فی دارہ صوت المزامیر فادخل علیہ لانہ' لما اسمع الصوت فقد اسقط حرمتہ الدار' وفی حدود "البزازیہ" وغصب "النہایہ" وجنایہ الدرایہ" ذکر صدر الشہید عن اصحابنا انہ یہدم البیت علی من اعتاد الفسوق وانواع الفساد فی دارہ حتی لاباس بالہجوم علی بیت المفسدین۔ وہجم عمر علی نائحتہ فی منزلہا وضربہا بالدرہ حتی سقط خمارہا۔ فقیل لہ فیہ' فقال لا حرمہ لہا بعد اشتغالہا بالمحرم والتحقت بالاماء..... وعن عمر رضی اللہ عنہ انہ احرق بیت الخمار وعن الصفار الزاہد الامر بتخریب دار الفاسق

"احکام السیاستہ میں "المنتقی" سے نقل کیا ہے کہ جب کسی کے گھر سے گانے بجانے کی آواز سنائی دے تو اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ جب اس نے یہ آواز سنائی تو اپنے گھر کی حرمت کو خود ساقط کر دیا ہے' اور بزازیہ کے کتاب الحدود نہایہ کے باب الغصب اور درایہ کے کتاب الجنایات میں لکھا ہے کہ صدر الشہید نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ جو شخص فسق و بدکاری اور مختلف قسم کے فساد کا عادی ہو ایسے شخص پر اس کا مکان گرا دیا جائے' حتیٰ کہ مفسدوں کے گھر میں گھس جانے میں بھی مضائقہ نہیں۔ حضرت عمرؓ ایک نوحہ گر عورت کے گھر میں گھس آئے اور اس کے ایسا درا مارا کہ اس کے سر سے چادر اتر گئی' اور اپنے طرز عمل کی وضاحت کرتے

ہوئے فرمایا کہ:

حرام میں مشغول ہونے کے بعد اس کی کوئی حرمت نہیں رہی اور یہ لونڈیوں کی صف میں شامل ہو گئی۔ حضرت عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شرابی کے مکان کو آگ لگادی تھی۔ صفار زاہد کہتے ہیں کہ فاسق کا مکان گرادینے کا حکم ہے"۔

۵- ملا علی قاری "مرقاۃ شرح مشکوۃ" (۴-۱۰۷) باب التعزیر میں لکھتے ہیں:

وھذا تنصیص علی ان الضرب تعزیر یھلکه الانسان وان لم یکن محتسبا وصرح فی "المنتقی" بذالک۔

"اور یہ کہ اس امر کی تصریح ہے کہ مارنا ایسی تعزیر ہے جس کا انسان اختیار رکھتا ہے' خواہ محتسب نہ ہو" "المنتقی" میں اس کی تصریح کی گئی"۔

یاد رہے کہ اس قسم کے مقاطعہ کا تعلق در حقیقت بغض فی اللہ سے ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے احب الاعمال الی اللہ فرمایا ہے۔ (کمافی روایہ ابی ذرفی کتاب السنته عندابی داود)۔

بغض فی اللہ کے ذیل میں امام غزالیؒ "احیاء العلوم" (۲-۱۶۷) میں بطور کلیہ لکھتے ہیں:

الاول الکافر' فالکافران کان محاربا فھو یستحق القتل والارقاق' ولیس بعد ھذین اھاتته۔ الثانی المبتدع الذی یدعوالی بدعه فان کانت البدعه بحیث یکفر بھا فامره اشد من الذمی لانه لایقر بجزیه ولایسامح بعقدذمه' و ان کان ممن لایکفربه فامره بینه وبین اللہ اخف من امرالکافر لامحاله' ولکن الانکارعلیه اشد منه علی الکافر' لان شرالکافر غیر متعد فان المسلمین اعتقدوا کفره فلا یلتفتون الی قوله۔ الخ

"اول کافر' پس کافر اگر حربی ہو تو اس بات کا مستحق ہے کہ قتل کیا جائے یا غلام بنا لیا جائے۔ اور یہ ذلت و اہانت کی آخری حد ہے۔ دوم صاحب بدعت جو اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہے پس اگر بدعت حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو تو اس کی حالت کافر ذمی سے بھی سخت تر ہے کیونکہ نہ اس سے جزیہ لیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو ذمی کی حیثیت دی جا سکتی ہے' اور اگر بدعت ایسی نہیں جس کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا جائے تو عنداللہ تو اس کا معاملہ کافر سے لامحالہ اخف (ہلکا) ہے۔ مگر کافر کی بہ نسبت اس پر نکیر زیادہ کی جائے گی' کیونکہ کافر کا شر متعدی نہیں' اس لیے کہ مسلمان کافر کو ٹھیٹ کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس کے قول کو لائق التفات ہی نہیں سمجھیں گے"۔ الخ

"ردالمختار" (۲-۲۹۸) میں قرامطہ کے بارے میں لکھا ہے:

نقل عن المذاهب الاربعه انه لایحل اقرارهم فی دیار الاسلام بجزیه ولاغیرها' ولاتحل مناکحتهم ولاذبائحهم.....والحاصل انهم یصدق علیهم اسم الزندیق والمنافق والملحد' ولایخفی ان اقرارهم بالشهادتین مع هذا الاعتقاد الخبیث لایجلعهم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولایصح اسلام احدهم ظاهرا الابشرط التبری عن جمیع مایخالف دین الاسلام' لانهم یدعون الاسلام ویقرون بالشهادتین وبعد الظفربهم لاتقبل توبتهم اصلا۔ الخ

"مذاہب اربعہ سے منقول ہے کہ انہیں اسلامی ممالک میں ٹھہرانا جائز نہیں نہ جزیہ لے کر نہ بغیر جزیہ کے' نہ ان سے شادی بیاہ جائز ہے' نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال ہے..... حاصل یہ ہے کہ ان پر زندیق' منافق اور ملحد کا مفہوم پوری طرح صادق آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس خبیث عقیدہ کے باوجود ان کا کلمہ پڑھنا انہیں مرتد کا حکم نہیں دیتا' کیونکہ وہ تصدیق نہیں رکھتے اور ان کا

ظاہری اسلام غیر معتبر ہے۔ جب تک کہ ان تمام امور سے جو دین اسلام کے خلاف ہیں۔ برات کا اظہار نہ کریں' کیونکہ وہ اسلام کا دعویٰ اور شہادتین کا اقرار تو پہلے سے کرتے ہیں (مگر اس کے باوجود پکے بے ایمان اور کافر ہیں) اور ایسے لوگ گرفت میں آجائیں تو ان کی توبہ اصلاً قابل قبول نہیں"۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب "معین الحکام" بسلسلہ تعزیر ایک مستقل فصل میں لکھا ہے۔

والتعزیز لا یختص بفعل معین ولا قول معین' فقد عزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الھجر' وذالک فی حق الثلاثہ الذین ذکرھم اللہ تعالی فی القرآن العظیم فھجروا خمسین یوما' لا یکلمھم احد' وقصتھم مشھورہ فی الصحاح' وعزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنفی فامر باخراج المخنثین بالمدینہ ونفاھم۔ وکذالک الصحابہ من بعدہ۔ ونذکر من ذالک بعض ماوردت بہ السنہ مما قال ببعضہ اصحابنا۔ وبعضہ خارج المذھب: فمنھا: امر عمر بھجر صبیغ الذی کان یسال عن الذاریا وغیرھا' ویامر الناس بالتفقہ فی المشکلات من القرآن فضربہ ضربا وجیعا ونفاہ الی البصرتہ اوالکوفہ' وامر بھجرہ' فکان لا یکلمہ احد حتی تاب وکتب عامل البلدان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یخبرہ بتوبہ فاذن للناس فی کلامہ۔ ومنھا: ان عمر رضی اللہ عنہ حلق راس نصیر بن الحجاج ونفاہ من المدینہ لما شبت النساء بہ فی الاشعار وخشی الفتنہ۔

ومنھا: ما فعلہ علیہ الصلواہ والسلام بالعرنیین۔

ومنها: ان ابابکر استشار الصحابه فی رجل ینکح
کما تنکح المراه' فا شاروا بحرقه بالنار فکتب
ابوبکر بذالک الی خالد بن الولید' ثم حرقهم
عبدالله بن الزبیر فی خلافته' ثم حرقهم هشام بن
عبدالملک- ومنها: ان ابابکر رضی الله عنه حرق
جماعه من اهل الرده- ومنها: امره صلی الله ------
علیه وسلم بکسر دنان الخمر وشق ظروفها-
ومنها: امره صلی الله علیه وسلم یوم خیبر بکسر
القدور التی طبخ فیهالحم الحمرا الاهیله' ثم
استاذنوه فی غسلها' فاذن لهم فدل علی
جوازالامرین لان العقوبه بالکسر لم تکن واجبه-
ومنها: تحریق عمرالمکان الذی یباع فیه الخمر-
ومنها: تحریق عمر قصر سعد بن ابی وقاص لما
احتجب فیه عن الرعیه وصار یحکم فی داره-
ومنها: مصادره عمر عماله باخذ شطراموالهم
وقسمتها بینهم وبین المسلمین- ومنها: انه
ضرب الذی زور علی نقش خاتمه واخذ شیئا من
بیت المال مائه' ثم ضربه فی الیوم الثانی مائه ثم
ضربه فی الیوم الثالث مائه' وبه اخذ مالک لان
مذهبه التعزیزیزاد علی الحد- ومنها: ان عمررضی
الله عنه لما وجد مع السائل من الطعام فوق
کفایته وهو یسال' اخذ مامعه واطعمه ابل
الصدقه- وغیر ذالک مما یکثر تعداده وهذه
قضایا صحیحته معروفه الخ (ص-۲۳۱ و فی شرح
السیر الکبیر' ۳- ۷۵) ولا باس بان یبیع المسلمون

من المشركين من الطعام والثياب وغير ذالك الا السلاح والكراع والسبى' سواء دخلوا اليهم بامان او بغير امان' لا نهم يتقون بذالك على قتال المسلمين ولا يحل للمسلمين الكتساب سبب تقويتهم على قتال المسلمين' وهذا المعنى لا يوجد فى سائر الامتعته ثم هذا الحكم اذالم يحاصروا حصنا من حصونهم فلا ينبغى لهم ان يبيعوا من اهل الحصن طعاما ولا شرابا ولا سببا يقويهم على المقام۔ لانهم انما خاصروهم لينفد طعامهم وشرابهم' حتى يعطوا بايديهم ويخرجوا على حكم الله' ففى بيع الطعام وغيره منهم الكتساب سبب تقويتهم على المقام فى حصنهم' بخلاف ماسبق فان اهل الحرب فى دارهم يتمكنون من اكتساب ما يتقون به على المقام لا بطريق الشراء من المسلمين' واما اهل الحصن لا يتمكنون ذالك بعد ما احاط المسلمون بهم فلا يحل لاحد من المسلمين ان يبيعهم شيا من ذالك' فمن فعله فعلم به الامام ادبه على ذالك لارتكابه مالا يحل۔

ترجمہ: اور تعزیر کسی معین فعل یا معین قول کے ساتھ مختص نہیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان تین حضرات کو (جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور) جن کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ذکر فرمایا ہے' مقاطعہ کی سزا دی تھی چنانچہ پچاس دن تک ان سے مقاطعہ رہا' کوئی شخص ان سے بات تک نہیں کر سکتا تھا۔ ان کا مشہور قصہ صحاح ستہ میں موجود ہے۔ رسول ﷺ نے جلا وطنی کی سزا بھی دی۔ چنانچہ مخنثوں کو مدینہ سے نکالنے کا حکم

دیا اور انہیں شہر بدر کر دیا۔ اسی طرح آپ ؑ کے بعد صحابہ کرام نے بھی مختلف تعزیرات جاری کیں۔ ہم ان میں سے بعض کو جو احادیث کی کتابوں میں وارد ہیں یہاں ذکر کرتے ہیں' ان میں سے بعض کے ہمارے اصحاب قائل نہیں اور بعض پر دیگر آئمہ نے عمل کیا۔

حضرت عمرؓ نے صبیغ نامی ایک شخص کو مقاطعہ کی سزا دی۔ یہ شخص "الزاریات" وغیرہ کی تفسیر پوچھا کرتا تھا' اور لوگوں کی فہمائش کیا کرتا تھا کہ وہ مشکلات قرآن میں تفقہ پیدا کریں۔ حضرت عمرؓ نے اس کی سخت پٹائی کی اور اسے بصرہ یا کوفہ جلا وطن کر دیا اور اس سے مقاطعہ کا حکم فرمایا' چنانچہ کوئی شخص اس سے بات تک نہیں کرتا تھا' یہاں تک کہ وہ تائب ہوا اور وہاں کے گورنر نے حضرت عمرؓ کو اس کے تائب ہونے کی خبر لکھ بھیجی۔ تب آپ نے لوگوں کو اجازت دی کہ اس سے بات چیت کر سکتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے نصیر بن حجاج کا سر منڈوا کر اسے مدینے سے نکلوا دیا تھا۔ جب کہ عورتوں نے اشعار میں اس کی تشبیب شروع کر دی تھی اور فتنہ کا اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے قبیلہ عرینہ کے افراد کو جو سزا دی (اس کا واقعہ صحاح میں موجود ہے)۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو بد فعلی کراتا تھا' صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے مشورہ دیا کہ اسے آگ میں جلا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کو یہ حکم لکھ بھیجا' بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر اور ہشام بن عبدالملک نے بھی اپنے اپنے دور خلافت میں اس قماش کے لوگوں کو آگ میں ڈالا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین کی ایک جماعت کو آگ میں جلایا۔ آنحضرت ﷺ نے شراب کے مٹکے توڑنے اور اس کے مشکیزے پھاڑ دینے کا حکم دیا۔ انحضرت ﷺ نے خیبر کے دن ان ہانڈیوں کو توڑنے کا حکم فرمایا' جن میں گدھوں کا گوشت پکایا گیا تھا' پھر صحابہ کرام نے آپ سے اجازت چاہی کہ انہیں دھو کر استعمال کر لیا جائے تو آپ نے اجازت دے

دی۔ یہ واقعہ دونوں باتوں کے جواز پر دلالت کرتا ہے' کیونکہ ہانڈیوں کو توڑ ڈالنے کی سزا واجب نہیں تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس مکان کو جلا دینے کا حکم فرمایا' جس میں شراب کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب رعیت سے الگ تھلگ ہو کر اپنے گھر ہی میں فیصلہ کرنا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کا مکان جلا دیا۔ آپ نے اپنے عمال کے مال کا ایک حصہ ضبط کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی مہر پر جعلی مہر بنوائی تھی اور بیت المال سے کوئی چیز لے لی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے سو درے لگائے' دوسرے دن پھر سو درے لگائے' اور تیسرے دن بھی سو درے لگائے۔ امام مالکؒ نے اسی کو لیا ہے۔ چنانچہ ان کا مسلک ہے کہ تعزیر مقدار "حد" سے زائد بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب ایک سائل ایسا دیکھا جس کے پاس قدر کفالت سے زائد غلہ موجود تھا چھین کر صدقہ کے اونٹوں کو کھلا دیا۔ ان کے علاوہ اس نوعیت کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور یہ صحیح اور معروف فیصلے ہیں۔

اھ اور شرح سیر کبیر (۳-۷۵) میں ہے------

اور کوئی مضائقہ نہیں کہ مسلمان کافروں کے ہاتھ غلہ اور کپڑا وغیرہ فروخت کریں مگر جنگی سامان اور گھوڑے اور قیدی فروخت کرنے کی اجازت نہیں' خواہ وہ امن لے کر ان کے پاس آئے ہوں یا بغیر امان کے' کیونکہ ان چیزوں کے ذریعہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کو جنگی قوت حاصل ہو گی' اور مسلمانوں کے لیے ایسی کوئی چیز حلال نہیں۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو تقویت پہنچانے کا سبب بنے اور یہ علت دیگر سامان میں نہیں پائی جاتی۔ پھر یہ حکم جب ہے جب کہ مسلمانوں نے ان کے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہو' لیکن جب انہوں نے ان کے کسی قلعہ کا محاصرہ نہ کیا ہوا ہو' تو ان کے لیے مناسب نہیں کہ اہل قلعہ کے ہاتھ غلہ یا پانی یا کوئی ایسی چیز فروخت کریں جو ان کے قلعہ بند رہنے میں مدد و معاون ثابت ہو۔ کیونکہ مسلمانوں

ہیں:

"مسلمانوں کے ساتھ بھی ترک تعلق اگر دین کی وجہ سے ہو تو بلا قید ایام کیا جا سکتا ہے، جب تک توبہ نہ کریں"۔

۵۔ "مسند احمد" و "سنن ابی داؤد" میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

القدریہ مجوس ھذہ الامہ، ان موضوافلا تعودوھم، وان ماتوا سلا تشھدوھم۔

"تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوسی ہیں، اگر بیمار ہوں تو عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ"۔

۶۔ ایک اور حدیث میں ہے:

لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم۔

"منکرین تقدیر کے ساتھ نہ نشست و برخاست رکھو اور نہ ان سے گفتگو کرو"۔

بہرحال یہ تو حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشادات ہیں۔ عہد نبوت کے بعد عہد خلافت راشدہ میں بھی اسی طرز عمل کا ثبوت ملتا ہے۔ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ صدیق اکبرؓ کا اعلان جہاد کرنا "بخاری و مسلم" میں موجود ہے۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ اسدی اور ان کے پیروؤں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔ اس سے حدیث و سیر کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے۔ عہد فاروقی میں ایک شخص صبیغ عراقی قرآن کریم کی آیات کے ایسے معانی بیان کرنے لگا جن میں ھواء نفس کو دخل تھا اور ان سے مسلمانوں کے عقائد میں تشکیک کا راستہ کھلتا تھا۔ یہ شخص فوج میں تھا جب عراق سے مصر گیا اور حضرت عمرو بن عاص گورنر مصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو حضرت عمر فاروقؓ کے پاس مدینہ بھیجا اور صورت حال لکھی۔ حضرت عمرؓ نے نہ اس کا موقف سنا نہ دلائل، اس سے بحث و مباحثہ میں وقت ضائع کیے بغیر اس کا "علاج بالجبیرہ" ضروری سمجھا، فوراً کھجور کی تازہ ترین شاخیں منگوائیں اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر بے تحاشا مارنے لگے، اتنا مارا کہ خون بہنے لگا۔ وہ چیخ اٹھا! امیرالمومنین آپ مجھے قتل ہی کرنا

چاہتے ہیں تو مہربانی کیجئے تلوار لے کر میرا قصہ پاک کر دیجئے اور اگر صرف میرے دماغ کا خناس نکالنا مقصود ہے تو آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اب وہ بھوت نکل چکا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور چند دن مدینہ رکھ کر واپس عراق بھیج دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

ان لا یجالسہ احد من المسلمین۔

"کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے"۔

اس مقاطعہ سے اس شخص پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا تو حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اس کی حالت ٹھیک ہوگئی ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی۔

۷۔ "سنن کبریٰ للبیہقی" (۹-۸۵) میں حضرت علیؓ سے روایت ہے:

امرنی رسول اللہ ﷺ ان اغور ماء آبار بدر۔

"جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ بدر کے کنوؤں کا پانی خشک کر دوں"۔

اور ایک روایت میں ہے:

ان یغور المیاہ کلھا غیر ماء واحد نلقی القوم علیہ۔

"کہ سوائے ایک کنوئیں کے جو بوقت جنگ ہمارے کام آئے گا باقی سب کنوئیں خشک کر دیئے جائیں"۔

۸۔ "صحیح بخاری" (۲-۱۰۲۳) میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چند بددین زندیق لائے گئے تو آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا:

"اگر میں ہوتا تو انہیں جلاتا نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سزا مت دو، بلکہ میں انہیں قتل کرتا"۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من بدل دینہ فاقتلوہ۔ "جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر

نے ان کا محاصرہ اسی لیے کیا ہے کہ ان کا رسد اور پانی ختم ہو جائے' اور وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں' اور اللہ تعالٰی کے حکم پر باہر نکل آئیں۔

پس ان کے ہاتھ غلہ وغیرہ بیچنا ان کے قلعہ بند رہنے میں تقویت کا موجب ہو گا۔ بخلاف گزشتہ بالا صورت کے کیونکہ اہل حرب اپنے ملک میں ایسی چیزیں حاصل کر سکتے ہیں جن کے ذریعہ وہاں قیام پذیر رہ سکیں' انہیں مسلمانوں سے خریدنے کی ضرورت نہیں' لیکن جو کافر قلعہ بند ہوں اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہو وہ مسلمانوں کے کسی فرد سے ضروریات زندگی نہیں خرید سکتے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان کو حلال نہیں کہ ان کے ہاتھ کسی قسم کی کوئی چیز فروخت کرے' جو شخص ایسی حرکت کرے اور امام کو اس کا علم ہو جائے تو امام اسے تادیب اور سرزنش کرے کیوں کہ اس نے غیر حلال فعل کا ارتکاب کیا ہے۔

مذکورہ بالا نصوص اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے حسب ذیل اصول و نتائج منتج ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔

۱۔ کفار محاربین سے دوستانہ تعلقات ناجائز اور حرام ہیں جو شخص ان سے ایسے روابط رکھے وہ گمراہ ظالم اور مستحق عذاب الیم ہے۔

۲۔ جو کافر مسلمانوں کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات نشست و برخاست وغیرہ بھی حرام ہیں۔

۳۔ جو کافر مسلمانوں سے برسرپیکار ہوں ان کے محلے میں ان کے ساتھ رہنا بھی ناجائز ہے۔

۴۔ مرتد کو سخت سے سخت سزا دینا ضروری ہے اس کی کوئی انسانی حرمت نہیں یہاں تک کہ اگر پیاس سے جاں بلب ہو کر تڑپ رہا ہو تب بھی اسے پانی نہ پلایا جائے۔

۵۔ جو کافر مرتد اور باغی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوں ان سے خرید و فروخت اور لین دین ناجائز ہے۔ جب کہ اس سے ان کو تقویت حاصل ہوتی ہو بلکہ ان کی اقتصادی ناکہ بندی کر کے ان کی جارحانہ قوت کو مفلوج کر دینا واجب

ہے۔

۶۔ مفسدوں سے اقتصادی مقاطعہ کرنا ظلم نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کا اہم حکم اور اسوہ رسول ہے۔

۷۔ اقتصادی اور معاشرتی مقاطعہ کے علاوہ مرتدوں' موذیوں اور مفسدوں کو یہ سزائیں بھی دی جا سکتی ہیں' قتل کرنا' شہربدر کرنا' ان کے گھروں کو ویران کرنا' ان پر ہجوم کرنا وغیرہ۔

۸۔ اگر محارب کافروں اور مفسدوں کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے ان کی عورتیں اور بچے بھی تبعاً" اس کی زد میں آ جائیں تو ان کی پرواہ نہیں کی جائے۔ ہاں اصلاً عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔

۹۔ ان لوگوں کے خلاف مذکورہ بالا اقدامات کرنا دراصل اسلامی حکومت کا فرض ہے' لیکن اگر حکومت اس میں کوتاہی کرے تو خود بھی ایسے اقدامات کر سکتے ہیں جو ان کے دائرہ اختیار کے اندر ہوں مگر انہیں کسی ایسے اقدام کی اجازت نہیں جس میں ملکی امن میں خلل و فساد کا اندیشہ ہو۔

۱۰۔ مکمل مقاطعہ صرف کافروں اور مفسدوں سے ہی جائز نہیں بلکہ کسی سنگین نوعیت کے معاملہ میں ایک مسلمان کو بھی یہ سزا دی جا سکتی ہے۔

۱۱۔ زندیق اور ملحد جو بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو مگر اندرونی طور پر خبیث عقائد رکھتا ہو اور غلط تاویلات کے ذریعے اسلامیہ نصوص کو اپنے عقائد خبیثہ پر چسپاں کرتا ہو۔ اس کی حالت کافر اور مرتد سے بھی بدتر ہے' کہ کافروں اور مرتد کی توبہ بالاتفاق قابل قبول ہے' مگر بقول شامی زندیق کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کلمہ نہ اس کی توبہ قابل التفات ہے۔ الا یہ اپنے عقائد خبیثہ سے برات کا اعلان کرے۔

ان اصول کی روشنی میں زیر بحث جماعت کی حیثیت اور ان سے اقتصادی و معاشی' اور معاشرتی و سیاسی مقاطعہ یا مکمل سوشل بائیکاٹ کا شرعی حکم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: ولی محمد ٹونکی غفراللہ لہ

(دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی)

فتنۂ قادیانیت کو پہچانیے!

مولانا
محمد یوسف لدھیانوی

○

ہماری بدنصیبی کہ قادیانی مرتد' زندیق' گستاخ رسول' باغی ختم نبوت' مجرمان تحریف قرآن و حدیث' غداران ملت و دین' آلہ کاران یہود و نصاریٰ ہونے کے باوجود خدا کی دھرتی پر بڑی عیش و عشرت اور کروفر کے ساتھ زندہ ہیں اور اپنی دجالی صورتیں اور منحوس وجود لیے اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں پوری توانائیوں کے ساتھ جتے ہوئے ہیں۔

افسوس صد افسوس! وہ طائفہ مرتدین جسے تہ تیغ ہونا تھا' وہ گروہ زندیقین جسے تختہ دار پہ جھولنا تھا' سارقان ختم نبوت کی وہ جماعت جسے خاک و خون میں تڑپنا تھا اور جس کا بند بند کاٹا جانا تھا' آج ہمارے معاشرے کا رواں دواں حصہ ہے اور اپنے آقاؤں کی بخشی ہوئی دولت اور عطا کردہ کلیدی عہدوں کی طاقت سے سوسائٹی میں ایک طاقتور حیثیت حاصل کر چکے ہیں اور وہ مسلم معاشرے میں اس طرح مکمل مل گئے ہیں جیسے دونوں کے مابین کوئی فرق ہی نہیں۔ جب فکر کے بلند مینارے پر بیٹھ کر ایک عمیق نگاہ اپنے معاشرے پر ڈالتے ہیں تو چشم حیرت دیکھتی ہے کہ کسی کا بھائی قادیانی' کسی کا چچا قادیانی' کسی کا شوہر قادیانی' کسی کی بیوی قادیانی' کسی کا استاد قادیانی' کسی کا شاگرد قادیانی' کوئی قادیانی کا افسر' کوئی قادیانی کا ماتحت' کوئی قادیانی کا جگری دوست' کوئی قادیانی کا شریک کاروبار' کوئی قادیانی کا ہمسایہ' کہیں قادیانی کی فیکٹری میں مسلمان ملازم' کہیں مسلمان کی فیکٹری میں قادیانی اعلیٰ عہدوں پر تعینات...... پھر یہ تعلقات مزید بڑھتے ہیں' پروان چڑھتے ہیں اور ایک خطرناک موڑ مڑ کر وادی ایمان شکن کے نشیب میں اتر جاتے ہیں..... پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے جنازے پڑھے جا رہے ہیں...... آپس میں رشتے ناتے طے کیے جا رہے ہیں...... خوشی کے موقعوں پر تحائف کا تبادلہ ہو رہا ہے...... عید کے موقع پر

بغل گیریاں ہو رہی ہیں اور ماتھے چومے جا رہے ہیں..... شادیوں میں کھانا اکٹھا کھایا جا رہا ہے' قہقہے لگ رہے ہیں اور خود کو مسلمان کہلوانے والا "قادیانی دولہا" کے وکیل کی حیثیت سے نکاح فارم پر دستخط کر رہا ہے..... چند ٹکوں کے لیے مسلمان اساتذہ قادیانیوں کے گھروں میں ٹیوشن پڑھا رہے ہیں اور مرتدوں کے ہاں سے چائے شربت بھی اڑا رہے ہیں..... تحریف قرآن کے مجرموں کے گھروں میں مسلمان بچے قرآن پڑھنے جا رہے ہیں' شعائر اسلامی کی توہین کرنے کے جرم میں اگر کوئی قادیانی پکڑا گیا ہے تو عدالت کے ایوان میں مسلمان وکیل دنیائے فانی کی دولت فانی کے چند روپوں کے عوض اس مجرم اسلام کو مظلوم ثابت کرنے کے لیے بڑے پرجوش انداز میں دلائل کے انبار لگا رہا ہے۔ غرضیکہ کفر و ایمان کی حد فاصل کو منہدم کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان میں سے بہتوں کو معلوم نہیں کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ایمان کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ وہ جہالت کی شمشیر سے اپنی دینی غیرت کے ٹکڑے کر رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تڑپا رہے ہیں اور اللہ کی آتش انتقام کو دعوت انتقام دے رہے ہیں۔ اللہ اجر عظیم عطا فرمائے مجاہد اسلام' پاسبان ختم نبوت' حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ کو جو ایک طویل مدت سے ملت اسلامیہ کو فتنہ قادیانیت اور اس کی خطرناک چالوں سے آگاہ کر رہے ہیں اور افراد امت کی تربیت کر کے انہیں اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے صف آرا کر رہے ہیں۔ یہ کتابچہ ان سوالات کے مجموعہ سے انتخاب ہے جو اندرون و بیرون ملک کے قارئین روزنامہ "جنگ" کراچی اور ہفت روزہ "انٹرنیشنل" ختم نبوت میں مولانا سے پوچھتے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے حسن نیت اور حسن طباعت سے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اب کتابچہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ کے در دل پہ دستک دے رہا ہے کہ خدارا مجھے پڑھو اور پڑھاؤ..... سمجھو اور سمجھاؤ..... جاگو اور جگاؤ..... بچو اور بچاؤ!!!

خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عشق و وفا کا رشتہ عظیم رکھنے والے تمام مسلمانوں سے التماس ہے کہ اس کتابچہ کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق چھپوا کر گلی گلی' کوچہ کوچہ' قریہ قریہ' گاؤں گاؤں' قصبہ قصبہ اور ملک ملک میں پھیلا کر یہ ثابت کر دیں کہ

اللہ کی وحدت کے نگہدار ہیں ہم لوگ
ناموس محمدؐ کے پاسدار ہیں ہم لوگ

محمد طاہر رزاق

لاہور

مسلمان کی تعریف

س : قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

ج : ایمان نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو بغیر کسی تحریف و تبدیلی کے قبول کرنے کا اور اس کے مقابلہ میں کفر نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کی کسی قطعی و یقینی بات کو نہ ماننے کا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں "ما انزل الی الرسول" کے ماننے کو "ایمان" اور " "ما انزل الی الرسول" میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو کفر فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون کثرت سے آیا ہے، مثلاً صحیح مسلم (جلد اول، ص۳۷) کی حدیث میں ہے "اور وہ ایمان لائیں مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر"...... اس سے مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہو جاتی ہے یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی و یقینی باتوں کو من و عن مانتا ہو، وہ مسلمان ہے اور جو شخص قطعیات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی و مفہوم کو بگاڑتا، ہو وہ مسلمان نہیں، بلکہ کافر ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خاتم النبیینؐ فرمایا ہے اور بہت سی احادیث شریفہ میں اس کی یہ تفسیر فرمائی گئی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور امت اسلامیہ کے تمام فرقے (اپنے اختلافات کے باوجود) یہی عقیدہ رکھتے آئے ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے سے انکار کر کے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس وجہ سے قادیانی غیر مسلم اور کافر قرار پائے۔

اسی طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری

زمانے میں نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اس عقیدے سے منحرف ہیں۔ اور وہ مرزا کے عیسیٰ ہونے کے مدعی ہیں' اس وجہ سے بھی وہ مسلمان نہیں۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدار نجات ٹھہرایا گیا ہے لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے۔ اس لیے اب میری وحی اور میری تعلیم مدار نجات ہے (اربعین نمبر۴' ص ۷ حاشیہ) غرض کہ مرزا قادیانی نے بے شمار تعلیمات اسلام کا انکار کیا ہے۔ اس لیے تمام اسلامی فرقے ان کے کفر پر متفق ہیں۔

مسلمان اور قادیانیوں کے کلمہ اور ایمان میں بنیادی فرق

س: انگریزی دان طبقہ اور وہ حضرات جو دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے آپس کے افتراق سے بیزار ہیں' قادیانیوں کے سلسلہ میں بڑے گومگو میں ہیں۔ ایک طرف وہ جانتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہیے جبکہ قادیانیوں کو کلمہ کا بیج لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے' دوسری طرف وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا۔ برائے مہربانی آپ بتائیے کہ قادیانی جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں' کیونکر کافر ہیں؟

ج: قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو پھر آپ لوگ مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ مرزا صاحب کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنے رسالہ "کلمتہ الفصل" میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں جوابوں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی صاحبان "محمد رسول اللہ" کا مفہوم کیا لیتے ہیں؟

مرزا بشیر احمد صاحب کا پہلا جواب یہ ہے کہ

"محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں' اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں۔ ہر ایک

کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں! حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت کے بعد "محمد رسول اللہ" کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔

غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہی کلمہ ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس"۔

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیر مسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمہ کے مفہوم میں مرزا قادیانی بھی شامل ہے اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی "زیادتی" سے پاک ہے۔ اب دوسرا فرق سنئے! مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں:

"علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتا ہے "**صار وجودی وجوده**"۔ (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے۔ از ناقل) نیز "**من فرق بینی و بین المصطفے فما عرفنی و ما رانی**" (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا' اس نے مجھے نہ پہچانا نہ دیکھا۔ ناقل) اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیینؐ کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ (نعوذ باللہ۔ ناقل) جیسا کہ آیت **اخرین منهم** سے ظاہر ہے۔

"پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔

ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی"...... فتد

ہوا...... ("کلمتہ الفصل" ص۱۵۸' مندرجہ رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" جلد ۱۴' نمبر۳-۴' بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہوا کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب "محمد رسول اللہ" کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے جو لکھا ہے کہ "مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دنیا میں دوبارہ تشریف لائے ہیں" یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے جس کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں دوبارہ آنا تھا۔ چنانچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد کی بروزی شکل میں معاذ اللہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا صاحب نے "تحفہ گولڑویہ"۔ "خطبہ الہامیہ" اور دیگر بہت سی کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔ (دیکھئے "خطبہ الہامیہ" ص۱۷۱' ص۱۸۰)

اس نظریہ کے مطابق قادیانی امت مرزا صاحب کو "عین محمد" سمجھتی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ نام' کام' مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مرزا صاحب اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی دوئی اور مغائرت نہیں ہے' نہ وہ دونوں علیحدہ وجود ہیں بلکہ دونوں ایک ہی شان' ایک ہی مرتبہ' ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں' چنانچہ قادیانی غیر مسلم اقلیت مرزا غلام احمد کو وہ تمام اوصاف و القاب اور مرتبہ و مقام دیتی ہے جو اہل اسلام کے نزدیک صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا صاحب بعینہ محمد رسول اللہ ہیں' محمد مصطفیٰ ہیں' احمد مجتبیٰ ہیں' خاتم الانبیاء ہیں' امام الرسل ہیں' رحمتہ للعالمین ہیں' صاحب کوثر ہیں' صاحب معراج ہیں' صاحب مقام محمود ہیں' صاحب فتح مبین ہیں' زمین و زمان اور کون و مکان صرف مرزا صاحب کی خاطر پیدا کیے گئے وغیرہ وغیرہ۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا صاحب کی "بروزی بعثت" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بعثت سے روحانیت میں اعلیٰ و اکمل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ روحانی ترقیات کی ابتدا کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا۔ وہ صرف تائیدات اور دفع بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے۔ اس وقت اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا جس کی کوئی روشنی نہیں ہوتی اور مرزا صاحب کا زمانہ چودھویں رات کے بدر کامل کے مشابہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہزار معجزے دیئے گئے تھے اور مرزا صاحب کو دس لاکھ' بلکہ دس کروڑ بلکہ بے شمار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی ارتقاء وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک مرزا صاحب نے ذہنی ترقی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے وہ رموز و اسرار نہیں کھلے جو مرزا صاحب پر کھلے۔

مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت و برتری کو دیکھ کر قادیانیوں کے بقول..... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان لائیں اور ان کی بیعت و نصرت کریں۔ خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا صاحب کی شکل میں محمد رسول اللہ خود دوبارہ تشریف لائے ہیں بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہونے والا قادیانی "محمد رسول اللہ" اصلی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے۔ نعوذ باللہ! استغفراللہ! لعنت اللہ علیہ۔

چنانچہ مرزا صاحب کے ایک مرید (یا قادیانی اصطلاح میں مرزا صاحب کے "صحابی") قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا صاحب کی شان میں ایک "نعت" لکھی جسے خوش خط لکھوا کر اور خوبصورت فریم بنوا کر قادیان کی "بارگاہ رسالت" میں پیش کیا۔ مرزا صاحب اپنے نعت خواں سے بہت خوش ہوئے اور اسے بڑی دعائیں دیں۔ بعد میں وہ قصیدہ نعتیہ مرزا صاحب کے ترجمان اخبار "بدر" جلد ۲' نمبر ۴۳ میں شائع ہوا۔ وہ پرچہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے چار شعر ملاحظہ ہوں:

امام اپنا عزیزو! اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں!
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار "بدر" قادیان' ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب کا ایک اور نعت خواں' قادیان کے "بروزی محمد رسول اللہ" کو ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدرالدجی بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازی امت
ہے اب "احمد مجتبیٰ" بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثت ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ مرزا بن کے آیا

("الفضل" قادیان' ۲۸ر مئی ۱۹۲۸ء)

یہ ہے قادیانیوں کا "محمد رسول اللہ" جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔

چونکہ مسلمان' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیینؐ اور آخری نبی مانتے ہیں' اس لیے کسی مسلمان کی غیرت ایک لمحہ کے لیے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی منصب نبوت پر قدم رکھنے کی اجازت دی جائے کجا کہ ایک "غلام اسود" کو "نعوذ باللہ" "محمد رسول اللہ" بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ و افضل بنا ڈالا جائے۔ بنابریں قادیان کی شریعت مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیتی ہے۔ مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

"اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ وہی ہے"۔

"اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریمؐ کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت (مرزا قادیانی کی بروزی بعثت۔ ناقل) میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے..... آپ کا انکار کفر نہ ہو"۔ ("کلمتہ الفصل" ص ۱۴۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے"۔ (ص ۱۱۰)

ان کے بڑے بھائی مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں"۔ ("آئینہ صداقت" ص ۳۵)

ظاہر ہے کہ اگر قادیانی بھی اسی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان پڑھتے ہیں تو قادیانی شریعت میں یہ "کفر کا فتویٰ" نازل نہ ہوتا، اس لیے مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ کے الفاظ گو ایک ہی ہیں مگر ان کے مفہوم میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہے۔

لاہوری گروپ کیا چیز ہے؟

س: لاہوری گروپ کیا چیز ہے؟ اس کے پیروکار کون لوگ ہیں؟ ان کا طریقہ عبادت کیا ہے؟ یہ اپنے آپ کو کون سی امت کہلاتے ہیں؟

ج: حکیم نورالدین کے مرنے کے بعد مرزائی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جماعت کے بڑے حصہ نے مرزا محمود کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ قادیانی مرزائی کہلاتے ہیں اور ایک مختصر حصہ نے مرزا محمود کی بیعت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ان کا مرکز لاہور تھا اور اس جماعت کا قائد مسٹر محمد علی لاہوری تھا۔ یہ جماعت لاہوری مرزائی کہلاتی ہے۔ ان دونوں جماعتوں میں اس پر اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود تھا۔

مہدی تھا‘ ظلی نبی تھا۔ اس کی وحی واجب الایمان اور اس کی پیروی موجب نجات ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مرزا کو حقیقی نبی کہا جائے یا نہیں؟ لاہوری جماعت مرزا کو نبی کہنے سے گھبراتی ہے۔ اسے مسیح موعود‘ مہدی مسعود اور چودھویں صدی کے مجدد کے ناموں سے یاد کرتی ہے۔ اہل اسلام کے نزدیک ان دونوں جماعتوں کا...... بلکہ مرزا کو ماننے والی تمام جماعتوں کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ مرزا مرتد تھا۔ مرتد کو مسیح ماننے والے بھی مرتد ہوں گے۔

"احمدی" یا قادیانی

س : "ختم نبوت" مسلمانوں کا بہترین رسالہ ہے۔ آپ صرف یہ بتائیں کہ احمدی کا قادیانی سے کیا تعلق ہے۔ کیا احمدی ہی قادیانی کا دوسرا نام ہے اور اگر احمدی کا قادیانی سے کوئی تعلق نہیں تو احمدی کے متعلق مفصل بتائیں کہ وہ کیا ہے اور اس کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟

ج : قادیانی مرزائی ہی اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں اور ان کے "احمدی" کہلانے میں بھی بہت بڑا دجل ہے کیونکہ "احمدی" نسبت ہے "احمد" کی طرف اور قادیانی مرزائی‘ مرزا غلام احمد کو "احمد" کہتے ہیں اور اسے قرآن کی آیت **"ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"** کا مصداق سمجھتے ہیں اس لیے وہ "احمد" کی طرف نسبت کرکے "احمدی" کہلاتے ہیں۔ گویا قادیانیوں / مرزائیوں کا اپنے آپ کو "احمدی" کہلانا دو باتوں پر موقوف ہے۔

الف...... مرزا غلام احمد‘ احمد ہے۔

ب...... وہ قرآنی آیت کا مصداق ہے۔

اور یہ دونوں باتیں جھوٹ ہیں کیونکہ مرزا کا نام "احمد" نہیں بلکہ غلام احمد تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نالائق غلام نے آقا کی گدی پر قبضہ کرکے خود "احمد" ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور یہ دوسری بات اس لیے جھوٹ ہے کہ اسم احمد کا مصداق ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی‘ اس لیے مرزائیوں کو "احمدی" کہنا مسلمانوں کے نزدیک جائز نہیں۔ ہمارا انگریزی پڑھا لکھا طبقہ جو ان کو

"احمدی" کہتا ہے' وہ حقیقت حال سے بے خبر ہے۔

احمد کا مصداق کون ہے؟

س: قرآن پاک میں ۲۸ویں پارے میں سوۂ صف میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ اس سے مراد کون ہیں جبکہ قادیانی مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں؟

ج: اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں"۔ (مشکوۃ' ص۵۱۵) قادیانی چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے وہ اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

کافر' زندیق' مرتد کا فرق

س: (۱) کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟

(۲) جو لوگ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہوں وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟

(۳) اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے اور کافر کی کیا سزا ہے؟

ج: (۱) جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافر اصلی کہلاتے ہیں' جو لوگ دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہو جائیں وہ "مرتد" کہلاتے ہیں اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن و حدیث کے نصوص میں تحریف کر کے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں انہیں "زندیق" کہا جاتا ہے اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ان کا حکم بھی "مرتدین" کا ہے بلکہ ان سے بھی سخت۔

(۲) ختم نبوت اسلام کا قطعی اور اٹل عقیدہ ہے اس لیے جو لوگ دعویٰ اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہیں اور قرآن و سنت کے نصوص کو اس جھوٹے مدعی پر چسپاں کرتے ہیں' وہ مرتد اور زندیق ہیں۔

(۳) مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے

شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کر کے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کر دیا جائے لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے۔ جمہور آئمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے' البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں' وہ بہرحال واجب القتل ہے۔ امام احمد سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہرصورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے ازخود توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق مرتد سے بدتر ہے کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

قادیانیوں کے ساتھ اشتراک تجارت اور میل ملاپ حرام ہے

س: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں؟

قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور ارتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے۔ چونکہ قادیانی مرتد' کافر اور دائرۂ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں تو کیا ایسے میں ان کے اشتراک سے مسلمانوں کا تجارت کرنا یا ان کی دکانوں سے خرید و فروخت کرنا یا ان سے کسی قسم کے تعلقات یا راہ و رسم رکھنا ازروئے اسلام جائز ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر' محارب اور زندیق ہیں اور

اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں' اس لیے ان کے ساتھ تجارت کرنا' خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں۔ گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں' لہٰذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح شادی' غمی' کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا' عام مسلمانوں کا اختلاط' ان کی باتیں سننا' جلسوں میں ان کو شریک کرنا' ملازم رکھنا' ان کے ہاں ملازمت کرنا' یہ سب کچھ حرام بلکہ دینی حمیت کے خلاف ہے' فقط واللہ اعلم۔

قادیانیوں سے میل جول رکھنا

س : میرا ایک سگا بھائی جو میرے ایک اور سگے بھائی کے ساتھ مجھ سے الگ اپنے آبائی مکان میں رہتا ہے' محلہ کے ایک قادیانی کے گھر والوں سے شادی' غمی میں شریک ہوتا ہے۔

میرے منع کرنے کے باوجود وہ اس قادیانی خاندان سے تعلق چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور الگ کرائے کے مکان میں رہتا ہوں۔ والد صاحب انتقال کر چکے ہیں۔ والدہ اور بہنیں میرے اس بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔

اب میرے سب سے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے۔ میرا اصرار ہے کہ وہ شادی میں اس قادیانی کو گھر مدعو نہ کریں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

اب سوال ہے کہ میرے لیے شریعت اور اسلامی احکامات کی رو سے بھائیوں اور والدہ کو چھوڑنا ہوگا یا میں شادی میں شرکت کروں تو بہتر ہوگا۔ اس صورت حال میں جو بات صائب ہو اس سے براہ کرم شریعت کا منشا واضح کریں۔

ج : قادیانی مرتد اور زندیق ہیں اور ان کو اپنی تقریبات میں شریک کرنا دینی غیرت کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے بھائی صاحبان اس قادیانی کو مدعو کریں تو آپ اس

تقریب میں ہرگز شریک نہ ہوں ورنہ آپ بھی قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

مرزائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنے والا مسلمان

س: ایک شخص مرزائیوں (جو بالاجماع کافر ہیں) کے پاس آتا جاتا ہے اور ان کے لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتا ہے اور بعض مرزائیوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے یعنی مرزائی ہے مگر جب خود اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور ختم نبوت اور حیات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرحمتہ و فرضیت جہاد وغیرہ تمام عقائد اسلام کا قائل ہوں اور مرزائیوں کے دونوں گروپوں کو کافر' کذاب' دجال' خارج از اسلام سمجھتا ہوں' تو کیا وجوہ بالا کی بنا پر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ اگر ازروئے شریعت وہ کافر نہیں ہے تو اس پر فتویٰ کفر لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے جبکہ ان کے عقائد مذکورہ معلوم ہونے پر بھی تکفیر کرتا ہو اور کفار والا ان کے ساتھ سلوک کرتا ہو اور اس کی نشرو اشاعت کرتا ہو؟

ج: ایسے شخص سے اس کے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں' سلام و کلام ختم کریں' اس کو علیحدہ کردیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہو جائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آئے۔ اگر باز آگیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔

قادیانی کی دعوت اور اسلامی غیرت

س: ایک ادارہ جس میں تقریباً ۲۵ افراد ملازم ہیں اور ان میں ایک قادیانی بھی شامل ہے اور اس قادیانی نے اپنے احمدی (قادیانی) ہونے کا برملا اظہار بھی کیا ہوا ہے۔ اب وہی قادیانی ملازم اپنے ہاں بچے کی پیدائش کی خوشی میں تمام سٹاف کو دعوت دینا چاہتا ہے اور سٹاف کے کئی ممبران اس کی دعوت میں شریک ہونے کو تیار ہیں جبکہ چند ایک ملازمین اس کی دعوت قبول کرنے پر

تیار نہیں کیونکہ ان کے خیال میں چونکہ جملہ قسم کے مرزائی مرتد' دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہیں اور اسلام کے غدار ہیں تو ایسے مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے۔ آپ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں کہ کسی بھی قادیانی کی دعوت قبول کرنا ایک مسلمان کے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے تاکہ آئندہ کے لیے اسی کے مطابق لائحہ عمل تیار ہو سکے؟

ج: مرزائی کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور حرامزادے کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ "میرے دشمن جنگلوں کے سور ہیں' اور ان کی عورتیں ان سے بدتر کتیاں ہیں"۔ جو شخص آپ کو کتا' خنزیر' حرام زادہ اور کافر یہودی کہتا ہو اس کی تقریب میں شامل ہونا چاہیے یا نہیں؟ یہ فتویٰ آپ مجھ سے نہیں بلکہ خود اپنی اسلامی غیرت سے پوچھیے۔

قادیانیوں کی تقریب میں شریک ہونا

س: اگر پڑوس میں زیادہ اہلسنت والجماعت رہتے ہوں' چند گھر قادیانی فرقہ کے ہوں' ان لوگوں سے بوجہ پڑوسی ہونے کے شادی بیاہ میں کھانا پینا یا ویسے راہ و رسم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج: قادیانیوں کا حکم مرتدین کا ہے' ان کو اپنی کسی تقریب میں شریک کرنا یا ان کی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں قیامت کے دن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جوابدہی کرنا ہوگی۔

قادیانیوں کے گھر کا کھانا

س: قادیانی کے گھر کا کھانا صحیح ہے یا غلط؟

ج: قادیانی کا حکم تو مرتد کا ہے۔ ان کے گھر جانا ہی درست نہیں' نہ کسی قسم کا تعلق۔

قادیانی سے تعلقات

س : ۱۔ اگر کسی مسلمان کا رشتہ دار قادیانی ہو اور اس کے ساتھ تعلقات بھی ہوں تو اس کے ساتھ کھانے پینے' لین دین اور قرضے کی صورت میں کیا احکام ہیں؟ اور قادیانی عورت یا قادیانی مرد سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

۲۔ اور اگر زوجین میں سے ایک قادیانی ہو جائے تو دوسرے یعنی مسلمان کو کیا کرنا چاہیے اور ان کی بالغ اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے کہ انہیں مسلمان کہا جائے گا یا قادیانی؟

ج : ۱۔ قادیانی زندیق و مرتد ہیں' ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا ناجائز ہے۔

۲۔ قادیانی اور مسلمان کا باہمی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر زوجین میں کوئی خدانخواستہ مرتد قادیانی ہو جائے تو نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے۔ اولاد مسلمان کے پاس رہے گی۔

(نوٹ : میرے رسائل ''قادیانی جنازہ''۔ ''قادیانی مردہ'' اور ''قادیانی ذبیحہ'' کا مطالعہ ضرور کریں)

قادیانی سہیلی سے تعلق رکھنا

س : میری ایک بہت قریبی دوست ہے جو قادیانی ہے۔ جس وقت میری اس سے دوستی ہوئی تھی' مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ جب دوستی انتہائی مضبوط اور پختہ ہوگئی اس کے بعد کسی اور ذریعے سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی۔ میری اس دوست نے مجھے خود کبھی یہ بات نہیں بتائی اور کبھی دین کے مسئلہ پر کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ اب میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی کہ کیا کروں؟

۱۔ کیا اپنی اس قادیانی دوست سے تعلق ختم کرلوں؟

ج : جی ہاں! اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنا ہے تو قادیانی سے تعلق توڑنا ہوگا۔

۲۔ کیا قادیانیوں یا کسی غیر مسلم سے دوستی رکھنا جائز ہے؟

ج : حرام ہے۔

۳۔ قادیانی کافر ہیں یا مرتد؟

ج: قادیانی مرتد اور زندیق ہیں۔ اس کے لیے میرا رسالہ "قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان کیا فرق ہے؟" ملاحظہ فرمائیں۔

قادیانی شادی میں شرکت کا حکم

س: کئی سال قبل ایک شادی میں شرکت کی تھی، کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ ماں باپ اور چند اعزہ کی ملی بھگت سے وہ شادی غیر مسلم یعنی قادیانی سے کی گئی ہے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس شادی میں جو لوگ نادانستہ شریک ہوئے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس لڑکی سے جو اولاد پیدا ہو رہی ہے، اس کو کیا کہا جائے گا؟

ج: جن لوگوں کو لڑکی کے قادیانی ہونے کا علم نہیں تھا، وہ تو گنہگار نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

۲۔ جن لوگوں کو علم تھا کہ لڑکی قادیانی ہے اور ان کو قادیانیوں کے عقائد کا علم نہیں تھا، اس لیے ان کو مسلمان سمجھ کر شریک ہوئے، وہ گنہگار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔

۳۔ اور جن لوگوں کو لڑکی کے قادیانی ہونے کا علم تھا اور ان کے عقائد کا بھی علم تھا اور وہ قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھتے تھے مگر یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا، وہ بھی گنہگار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔

۴۔ اور جن لوگوں کو لڑکی کے قادیانی ہونے کا بھی علم تھا اور ان کے عقائد بھی معلوم تھے، اس کے باوجود انہوں نے قادیانیوں کو مسلمان سمجھا اور مسلمان سمجھ کر ہی اس شادی میں شرکت کی، وہ ایمان سے خارج ہو گئے۔ ان پر تجدید ایمان اور توبہ کے بعد تجدید نکاح لازم ہے۔

قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے۔ مرتد مرد یا عورت کا اس سے نکاح نہیں ہوتا، اس لیے قادیانی لڑکی سے جو اولاد ہو گی، وہ ولد الحرام شمار ہو گی۔

نوٹ: ان مسائل کی تحقیق میرے رسائل "قادیانی جنازہ"۔ "قادیانی مردہ اور قادیانی ذبیحہ" میں دیکھ لی جائے۔

مسلمان عورت سے قادیانی کا نکاح

س: ہمارے علاقے میں ایک خاتون رہتی ہیں جو بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتی ہیں۔ نیز محلہ کی مستورات تعویذ گنڈے اور دینی مسائل کے بارے میں موصوفہ سے رجوع کیا کرتی ہیں۔ لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا شوہر قادیانی ہے۔ موصوفہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے یہ موقف اختیار کیا کہ اگر میرا شوہر قادیانی ہے تو کیا ہوا' میں تو مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ میرے ساتھ اور اس کا اس کے ساتھ۔ اس کے عقائد سے میری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آپ سے یہ دریافت کرنا مطلوب ہے کہ

۱۔ کسی مسلمان مرد یا عورت کا کسی قادیانی مذہب کے حامل افراد سے زن و شوہر کے تعلقات قائم رکھنا کیسا ہے؟

۲۔ اہل محلہ کا شرعی معاملات میں اس خاتون سے رجوع کرنا نیز معاشرتی تعلقات قائم رکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج: کسی مسلمان خاتون کا کسی غیر مسلم سے نکاح نہیں ہو سکتا' نہ قادیانی سے نہ کسی دوسرے غیر مسلم سے اور نہ کوئی مسلمان خاتون کسی قادیانی کے گھر رہ سکتی ہے' نہ اس سے میاں بیوی کا تعلق رکھ سکتی ہے۔ یہ خاتون' جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے' اگر اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تو اس کو اس کا مسئلہ بتا دیا جائے۔ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد اسے چاہیے وہ قادیانی مرتد سے فوراً قطع تعلق کر لے اور اگر وہ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی بدستور قادیانی کے ساتھ رہتی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ درحقیقت خود بھی قادیانی ہے' محض بھولے بھالے مسلمانوں کو الو بنانے کے لیے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی ہے۔ محلے کے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے کہ اس سے قطع تعلق کریں اور اس سے بھی وہی سلوک کریں جو قادیانی مرتدوں سے کیا جاتا ہے۔ اس سے بچوں کو قرآن کریم پڑھوانا' تعویذ گنڈے لینا' دینی مسائل میں اس سے رجوع کرنا' اس سے معاشرتی

تعلقات رکھنا حرام ہے۔

اگر کوئی جانتے ہوئے قادیانی عورت سے نکاح کرلے تو اس کا شرعی حکم

س: اگر کوئی شخص کسی قادیانی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ عورت قادیانی ہے' عقد کرلیتا ہے تو اس کا نکاح ہوا کہ نہیں اور اس شخص کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟

ج: قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے۔ رہا یہ کہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والا مسلمان بھی رہا یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ

(الف) اگر اس کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد معلوم نہیں۔ یا

(ب) اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ قادیانی مرتدوں کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو خارج از ایمان نہیں کہا جائے گا البتہ اس شخص پر لازم ہے کہ مسئلہ معلوم ہونے پر اس قادیانی مرتد عورت کو فوراً علیحدہ کردے اور آئندہ کے لیے اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھے اور اس فعل پر توبہ کرے اور اگر یہ شخص قادیانیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو یہ شخص بھی کافر اور خارج از ایمان ہے کیونکہ عقائد کفریہ کو اسلام سمجھنا خود کفر ہے۔ اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

قادیانی نواز وکلاء کا حشر

س: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان دین متین اس مسئلے میں کہ گزشتہ دنوں مردان میں قادیانیوں نے ربوہ کی ہدایت پر کلمہ طیبہ کے بیج بنوائے' پوسٹر بنوائے اور بیج اپنے بچوں کے سینوں پر لگائے اور پوسٹر دکانوں پر لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کی۔ اس حرکت پر وہاں کے علماء کرام اور غیرت مند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کردیا اور فاضل جج نے ضمانت مسترد کرتے ہوئے ان کو جیل بھیج دیا۔ اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کر رہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان وکلاء صاحبان میں ایک سید ہے۔

براہ کرم قرآن اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟

ج: قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہوگا اور دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ یہ وکلاء' جنہوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے' قیامت کے دن غلام احمد کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے لیکن شعائر اسلامی کے مسئلہ پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور دوسری طرف قادیانی جماعت ہے۔ جو شخص دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قادیانیوں کی حمایت و وکالت کرتا ہے' وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل نہیں ہوگا' خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر یا حاکم وقت۔

قادیانی نواز کو سمجھایا جائے

س: قادیانی کافر' مرتد اور زندیق ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ لین دین رکھتا ہے' کھاتا پیتا ہے اور مسلمانوں کی بات کو رد کرتا ہے' قرآن و سنت کے مطابق اس آدمی کا بائیکاٹ کیا جائے یا نہیں؟ اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے' جس سے وہ آدمی اس حرکت سے باز آجائے؟

ج: قادیانیوں کو کافر و مرتد اور زندیق بھی سمجھتا ہے' اگر ان سے کاروبار کرتا ہے تو اپنی ایمانی کمزوری سے ایسا کرتا ہے۔ اس کو سمجھانے کی کوشش کی جائے اور اس سے قطع تعلق نہ کیا جائے۔

قادیانی نوازوں کے بارے میں مفید مشورہ

س: ہمارے علاقہ میں کچھ مرزائی رہتے ہیں۔ جب ہم نے ان کے خلاف مہم شروع کی تو کچھ لوگوں نے تو ہمارا ساتھ دیا لیکن بعض نے ہماری مخالفت کی۔ ہمیں برا بھلا کہا لیکن ہم نے ان کی پروا کیے بغیر کام کیا۔ مخالفوں

نے مرزائیوں کی حمایت کی' ان کو پناہ دی' ان کو کاروبار چلانے کے لیے جگہ دی' ان کی ہر ممکن امداد کی' ان سے ہر قسم کا برتاؤ کیا' ان کے ساتھ کھانا کھایا' چائے پی' ہم نے ان کو ٹوکا تو ہمارے خلاف ہوگئے۔ آپ براہ مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں ان سوالوں کا جواب دیں۔

۱۔ مرزائی نوازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۲۔ ہمیں مرزائی نوازوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

۳۔ مرزائی نواز مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ان کو مسجد میں نماز پڑھنے دینا چاہیے؟

۴۔ کیا مرزائی نوازوں کا ایمان خطرے میں نہیں ہے؟ ان سوالوں کا جواب جلدی دیں' شکریہ۔ ہم رسالہ "ختم نبوت" مسلسل اڑھائی ماہ سے پڑھ رہے ہیں۔ اس کا انتظار رہتا ہے۔ ان سوالوں کا جواب جلدی اور ضرور دیں۔

ج: ان بے چاروں کو مرزائیوں کے عقائد کا علم نہیں ہوگا یا مرزائیوں نے ان کو کسی تدبیر سے جکڑ رکھا ہوگا۔ آپ انہیں ختم نبوت اور قادیانیوں کے متعلقہ لٹریچر پڑھائیں۔

قادیانیوں کا ذبیحہ حرام ہے

س: کیا قادیانیوں کے ہاتھ کا لایا ہوا سودا سلف اور ان کا ذبیحہ جائز ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا جانور جائز ہے؟

ج: قادیانیوں کا ذبح کیا ہوا جانور تو مردار اور حرام ہے' ان کا لایا ہوا سودا سلف جائز ہے مگر ان سے منگوانا جائز نہیں اور ان سے قطع تعلق نہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

س: کیا اسلام مجھے اپنی بیوی پر یہ پابندی لگانے کا حق دیتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو قادیانی رشتہ داروں سے نہ ملنے دوں؟

ج: ضرور پابندی ہونی چاہیے۔

جس نے کہا قادیانی مسلمانوں سے اچھے ہیں' وہ قادیانیوں سے بدتر کافر ہوگیا

س: میرے ایک مسلمان ساتھی نے بحث کے دوران کہا کہ آپ (مسلمانوں) سے مرزائی اچھے ہیں اور مرزائی مسلمان ہیں کیونکہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، قرآن پاک پڑھتے ہیں حالانکہ یہ بات ہر ایک کے علم میں ہے کہ ستمبر ۱۹۷۴ء میں اس وقت کی قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا، جس میں علمائے دین کے کردار و خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اب آپ قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ مرزائی کو مسلمان کہنا اور مسلمان سے مرزائی کو اچھا کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: جس شخص نے یہ کہا کہ قادیانی مسلمانوں سے اچھے ہیں، وہ خود قادیانیوں سے بدتر کافر ہوگیا۔ اپنے اس قول سے توبہ کرے اور اپنے نکاح و ایمان کی تجدید کرے۔

قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے والے کا شرعی حکم

س: کوئی شخص قادیانی گھرانے میں رشتہ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ اسلام میں ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

ج: جو شخص قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہو، اس کے باوجود ان کو مسلمان سمجھے تو ایسا شخص خود مرتد ہے کہ کفر کو اسلام سمجھتا ہے۔

مرزائی کا جنازہ

س: ہمارے گاؤں میں چند مرزائیوں کے گھر ہیں جو دنیاوی حالات سے ٹھیک ٹھاک ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کا ایک جوان فوت ہوگیا تو ان کے مربی نے اس مرزائی کا جنازہ پڑھایا۔ ہمارے محلے کی مسجد کے امام صاحب بھی قبرستان میں بطور افسوس چلے گئے تو مسلمانوں نے کہا، ہم مرزائی امام کے پیچھے تمہارا جنازہ نہیں پڑھیں گے بلکہ ہم علیحدہ اپنا جنازہ اپنے امام کے پیچھے ادا کریں گے۔ پھر انھوں نے مولوی صاحب کو کہا کہ جنازہ پڑھاؤ تو مولوی صاحب نے بلاچوں و چرا اس مرزائی کا جنازہ پڑھ دیا۔ مجھے اور ایک اور باضمیر مسلمان کو بڑی حیرت ہوئی کہ الٰہی کیا ماجرا ہے۔ ہم دونوں نے جنازہ نہ پڑھا اور واپس آگئے۔ پھر مغرب کی نماز کے وقت مولوی صاحب مسجد میں کہنے لگے کہ مجھ سے گناہ

کبیرہ ہوگیا ہے' میرے لیے دعا کریں۔ نیز اس مرزائی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا ہے۔ مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟ وہ جو کہتے ہیں کہ میں اس گناہ پر توبہ کرتا ہوں' کیا ایسے آدمی کی توبہ قبول ہے؟ دوسرے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے جنھوں نے مرزائی کا جنازہ پڑھا' ان سے کیا معاملات رکھیں؟

ج: مرزائی کا جنازہ جائز نہیں اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ جن مسلمانوں نے مرزائی کو کافر سمجھ کر محض دنیاوی وجاہت کی وجہ سے جنازہ پڑھا' وہ گنہگار ہوئے۔ ان کو توبہ کرنی چاہیے اور توبہ کے اعلان کے بعد اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور جن لوگوں نے مرزائیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھ کر مرزائی کا جنازہ پڑھا' ان پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔

کیا مسلمانوں کے قبرستان کے نزدیک کافروں کا قبرستان بنانا جائز ہے؟

س: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی کافر کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا تو جائز نہیں لیکن کسی مسلمان کے قبرستان کے متصل ان کا قبرستان بنانا جائز ہے یا کہ دور ہونا چاہیے؟

ج: ظاہر ہے کہ کافروں مرتدوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور ناجائز ہے' اس طرح کافروں کو مسلمانوں کے قبرستان کے قریب بھی دفن کرنے کی ممانعت ہے تاکہ کسی وقت دونوں قبرستان ایک نہ ہو جائیں۔ کافروں کی قبر مسلمانوں کی قبروں سے دور ہونی چاہیے تاکہ کافروں کے عذاب والی قبر مسلمانوں کی قبر سے دور ہو کیونکہ اس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے گی۔

قادیانی مردہ

س: کیا قادیانی اہل کتاب ہیں؟

ج: قادیانی اہل کتاب نہیں بلکہ مرتد اور زندیق ہیں۔

س: قادیانی کے سلام کرنے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

ج: اس کو سلام نہ کیا جائے' نہ جواب دیا جائے۔

س: کیا قادیانی کے ساتھ کھانا پینا یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے؟

ج: اس کے ساتھ کھانا جائز نہیں۔

س: کسی مسلمان کا کسی قادیانی کی نماز جنازہ میں شریک ہونا یا اس کی میت کو کندھا دینا جائز ہے؟

ج: مرتد کا جنازہ جائز نہیں اور اس میں شرکت بھی جائز نہیں۔

س: کسی قادیانی کا کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شریک ہونے یا میت کو کندھا دینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس کو روکنا صحیح ہے؟

ج: اس کو روک دیا جائے کہ وہ مسلمان کے جنازہ میں شریک نہ ہو' نہ کندھا دے۔

س: کسی قادیانی میت کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: قادیانی مرتد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔ اگر دفن کر دیا جائے تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہے۔

قادیانی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا

س: اگر کوئی قادیانی ہماری مساجد میں آ کر الگ ایک کونے میں جماعت سے الگ نماز پڑھ لے تو ہم اس کو اس کی اجازت دے سکتے ہیں کہ ہماری مسجد میں اپنی مرضی سے نماز پڑھے؟

ج: کسی غیر مسلم کا ہماری اجازت سے ہماری مسجد میں اپنی عبادت کرنا صحیح ہے۔ نصاریٰ نجران کا جو وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تھا' انہوں نے مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الف الصلوۃ والسلام) میں اپنی عبادت کی تھی۔ یہ حکم تو غیر مسلموں کا ہے لیکن جو شخص اسلام سے مرتد ہو گیا ہو' اس کو کسی حال میں مسجد میں داخلے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس طرح جو مرتد اور زندیق اپنے کفر کو اسلام کہتے ہوں' جیسا کہ قادیانی مرزائی' ان کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

غیر مسلم سے مدرسہ کے لیے چندہ لینا بے غیرتی ہے۔

س: غیر مسلم مرزائی سے مدرسہ یا مسجد کے لیے چندہ لینا کیسا ہے؟
ج: بے غیرتی ہے۔

شیزان کا بائیکاٹ

میں اکثر رسالہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ آپ کے رسالہ اور بعض پوسٹروں سے معلوم ہوا تھا کہ شیزان قادیانیوں کی کمپنی ہے' اس لیے شیزان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ الحمدللہ ابھی تک اپنے ساتھیوں کے ساتھ شیزان کا بائیکاٹ جاری ہے۔

کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ کولڈ ڈرنک کی دکانوں میں ایک پیک ڈبے میں شیزان جوس مل رہا تھا۔ میں اور میرا ایک دوست کولڈ ڈرنک کی دکان میں گئے تو شیزان جوس دیا گیا۔ میں نے اپنے ایک دوست کو بتایا' یہ قادیانیوں کی کمپنی ہے' اس کا بائیکاٹ کیا جائے تو میرے دوست نے بھی اس کا بائیکاٹ کیا۔ جب دکاندار کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی شیزان والوں سے جوس لینا بند کر دیا۔ جب جوس دینے والے نے دکاندار سے پوچھا کہ آپ ہمارا شیزان جوس کیوں نہیں لیتے تو انہوں نے جواب دیا ہمارے علماء کہتے ہیں کہ یہ قادیانیوں کی کمپنی ہے' یہ ہمارے دین اور نبیؐ کے دشمن ہیں' اس لیے اس کا بائیکاٹ کیا جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ مشروبات میں بعض یہودی اور عیسائیوں کی بھی کمپنیاں ہیں' آپ ان کا بائیکاٹ کیوں نہیں کرتے ہیں اور وہ بھی پاکستان میں رہتے ہیں'ہم بھی پاکستانی ہیں۔

الحمدللہ ابھی کافی لوگوں کو پتہ چلا ہے تو شیزان جوس اور شیزان بوتل کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔

لیکن بعض لوگ پروپیگنڈوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال رہے ہیں' اس لیے میں بعض سوالات اس تحریر میں لکھ رہا ہوں۔

امید ہے آپ اپنے ہفت روزہ "ختم نبوت" رسالہ میں ان سوالات کے جوابات اور اس تحریر کو شائع کرکے بہت سے مسلمانوں کے شکوک و شبہات دور فرمائیں گے۔

س: بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیزان کمپنی کو مسلمان نے خریدا ہے'

اب وہ چلا رہے ہیں؟

ج : بظاہر قادیانیوں کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ قادیانیوں کی ملکیت ہے۔

س : کیا شیزان جوس بھی قادیانیوں کی شیزان کمپنی کا تیار کردہ ہے؟

ج : "شیزان کمپنی" کے سوا دوسرا کوئی "شیزان جوس" کیسے تیار کر سکتا ہے؟

س : کیا بعض مشروبات کمپنیاں عیسائیوں اور یہودیوں کی بھی ہیں۔ اگر ہیں تو نشاندہی فرمایئے تاکہ ان سے بھی ہم اپنے آپ کو بچائیں؟

ج : قادیانی کافر ہیں مگر وہ خود کو مسلمان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر، کتے، خنزیر اور ولد الحرام کہتے ہیں اور پھر اپنی آمدنی کا بڑا حصہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اس لیے قادیانیوں کے ساتھ لین دین قطعاً ناجائز اور غیرت ملی کے خلاف ہے۔ قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ ضروری ہے۔ دوسرے کافروں کے ساتھ لین دین کی ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ وہ ہمارے ساتھ حالت جنگ میں ہوں ورنہ ان کے ساتھ لین دین جائز ہے۔

کیا قادیانیوں کو جبراً قومی اسمبلی نے غیر مسلم بنایا ہے؟

س : "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ نہ تو آپ جبراً کسی کو مسلمان بنا سکتے ہیں اور نہ ہی جبراً مسلمان کو آپ غیر مسلم بنا سکتے ہیں۔ اگر یہ مطلب ٹھیک ہے تو پھر آپ نے ہم (جماعت احمدیہ) کو کیوں جبراً قومی اسمبلی اور حکومت کے ذریعہ غیر مسلم کہلوایا؟

ج : آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جا سکتا، یہ مطلب نہیں کہ یہ جو شخص اپنے غلط عقائد کی وجہ سے مسلمان نہ رہا، اس کو غیر مسلم بھی نہیں کہا جا سکتا۔ دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کی جماعت کو قومی اسمبلی نے غیر مسلم نہیں بنایا۔ غیر مسلم تو آپ اپنے عقائد کی وجہ سے خود ہی ہوئے ہیں البتہ مسلمانوں نے غیر مسلم کو غیر مسلم کہنے کا "جرم" ضرور کیا ہے۔

منکرین ختم نبوت کے لیے اصل شرعی فیصلہ کیا ہے؟

س: خلیفہ اول بلافصل سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے منکرین ختم نبوت کے خلاف اعلان جنگ کیا اور تمام منکرین ختم نبوت کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ منکرین ختم نبوت واجب القتل ہیں لیکن ہم نے پاکستان میں قادیانیوں کو صرف "غیر مسلم اقلیت" قرار دینے پر ہی اکتفا کیا۔ اس کے علاوہ اخبارات میں آئے دن اس قسم کے بیانات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں کہ "اسلام نے اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں، وہ حقوق انہیں پورے پورے دیئے جائیں گے"۔ ہم قادیانیوں کو نہ صرف حقوق اور تحفظ فراہم کیے ہوئے ہیں بلکہ کئی اہم سرکاری عہدوں پر بھی قادیانی فائز ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منکرین ختم نبوت اسلام کی رو سے واجب القتل ہیں یا اسلام کی طرف سے اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق اور تحفظ کے حقدار ہیں؟

ج: منکرین ختم نبوت کے لیے اسلام کا اصل قانون تو وہی ہے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عمل کیا۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا ان کے ساتھ رعایتی سلوک ہے۔ لیکن اگر قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں بلکہ مسلمان کہلانے پر مصر ہوں تو مسلمان حکومت سے یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی جماعت کا سا سلوک کیا جائے لیکن اسلامی مملکت میں مرتدین اور زندیق کو سرکاری عہدوں پر فائز کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ مسئلہ نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک کے ارباب حل و عقد کی توجہ کا متقاضی ہے۔

حضرت مہدیؑ کے بارے میں نشانیاں

س: حضرت مہدیؑ کے بارے میں نشانیاں کیا کیا ہیں؟ وہ کب تشریف لائیں گے اور کہاں آئیں گے؟ مسلمان انہیں کس طرح پہچانیں گے؟

ج: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ "ایک خلیفہ کی موت پر (ان کی جانشینی کے مسئلہ پر) اختلاف ہوگا تو اہل

مدینہ میں سے ایک شخص بھاگ کر مکہ مکرمہ آجائے گا (یہ مہدی ہوں گے اور اس اندیشہ سے بھاگ کر مکہ آجائیں گے کہ کہیں ان کو خلیفہ نہ بنا دیا جائے) مگر لوگ ان کے انکار کے باوجود ان کو خلافت کے لیے منتخب کریں گے۔ چنانچہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان (بیت اللہ شریف کے سامنے) ان کے ہاتھ پر لوگ بیعت کریں گے"۔

"پھر ملک شام سے ایک لشکر ان کے مقابلے میں بھیجا جائے گا' لیکن یہ لشکر "بیداء" نامی جگہ میں' جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے' زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پس جب لوگ یہ دیکھیں گے تو (ہر خاص و عام کو دور دور تک معلوم ہو جائے گا کہ یہ مہدی ہیں) چنانچہ ملک شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کریں گی۔ پھر قریش کا ایک آدمی' جس کی ننھیال قبیلہ بنو کلب میں ہوگی' آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہوگا۔ آپ بنو کلب کے مقابلے میں لشکر بھیجیں گے۔ وہ ان پر غالب آئے گا اور بڑی محرومی ہے اس شخص کے لیے جو بنو کلب کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو۔ پس حضرت مہدی خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق عمل کریں گے اور اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا (یعنی اسلام کو استقرار نصیب ہوگا)۔ حضرت مہدی چالیس سال رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے"۔ (یہ حدیث "مشکوٰۃ شریف" ص ۴۷۱ میں ابوداؤد کے حوالے سے درج ہے اور امام سیوطی نے "العرف الوردی فی آثار المهدی" ص ۵۹ میں اس کو ابن ابی شیبہ احمد ابوداؤد ابویعلی اور طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اور جس پر اہل حق کا اتفاق ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے اور نجیب الطرفین سید ہوں گے۔ ان کا نام نامی محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ جس طرح صورت و سیرت میں بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے' اسی طرح وہ شکل و شباہت اور اخلاق و شمائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے۔ وہ نبی نہیں ہوں گے' نہ ان پر وحی نازل ہوگی' نہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے' نہ ان کی نبوت پر کوئی ایمان لائے گا۔

ان کی کفار سے خونریز جنگیں ہوں گی۔ ان کے زمانے میں کانے دجال کا خروج ہوگا اور وہ لشکر دجال کے محاصرے میں گھر جائیں گے۔ ٹھیک نماز فجر کے وقت دجال کو قتل کرنے کے لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور فجر کی نماز حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھیں گے۔ نماز کے بعد دجال کا رخ کریں گے۔ وہ لعین بھاگ کھڑا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور اسے باب لد پر قتل کردیں گے۔ دجال کا لشکر تہہ تیغ ہوگا اور یہودیت و نصرانیت کا ایک ایک نشان مٹا دیا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نشانیاں

س: قادیانی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ارشاد فرمائیں' مزید برآں مسلمان انہیں کس طرح پہچانیں گے اور ان کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟

ج: قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور قیامت سے ذرا پہلے ان کے تشریف لانے کی خبر دی ہے لیکن جس طرح قیامت کا وقت معین نہیں بتایا گیا کہ فلاں صدی میں آئے گی' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت بھی معین نہیں کیا گیا کہ وہ فلاں صدی میں تشریف لائیں گے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے "اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی۔ پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو"۔ (سورۂ زخرف) بہت سے اکابر صحابہ و تابعین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے:

"اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے' مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت

سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوگا ان پر گواہ"۔ (النساء)

اور حدیث شریف میں ہے:

"اور میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریم کے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا' قد میانہ' رنگ سرخ و سفید' بال سیدھے' بوقت نزول ان کے سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے' خواہ ان کو تری نہ بھی پہنچی ہو' ہلکے رنگ کی دو زرد چادریں زیب تن ہوں گی۔ پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ کو بند کریں گے اور تمام مذاہب کو معطل کر دیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک کر دیں گے۔ زمین میں امن و امان کا دور دورہ ہو جائے گا' یہاں تک کہ اونٹ شیروں کے ساتھ' چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے' ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پس جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا' زمین پر رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی۔ پس مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔ ("مسند احمد" ص ۴۳۷' ج۲' "فتح الباری" ص ۴۹۳' جلد۶' مطبوعہ لاہور' "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" ۱۴۱)

آپ کے زمانہ کے جو واقعات احادیث طیبہ میں ذکر کیے گئے ہیں' ان کی فہرست خاصی ہے۔ مختصراً

- آپ سے پہلے حضرت مہدی کا آنا۔
- آپ کا عین نماز فجر کے وقت اترنا۔
- حضرت مہدی کا آپ کو نماز کے لیے آگے کرنا اور آپ کا انکار فرمانا۔
- نماز میں آپ کا قنوت نازلہ کے طور پر یہ دعا پڑھنا...... قتل اللہ الدجال۔
- نماز سے فارغ ہو کر آپ کا قتل دجال کے لیے نکلنا۔
- دجال کا آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگنا۔
- "باب لد" نامی جگہ پر (جو فلسطین شام میں ہے) آپ کا دجال کو قتل کرنا اور اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون مسلمانوں کو دکھانا۔

○ قتل دجال کے بعد تمام دنیا کا مسلمان ہو جانا، صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا عام حکم دینا۔

○ آپ کے زمانہ میں امن و امان کا یہاں تک پھیل جانا کہ بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں۔

○ کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج کا نکلنا اور چار سو فساد پھیلانا۔

○ ان دنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رفقاء سمیت کوہ طور پر تشریف لے جانا اور وہاں خوراک کی تنگی پیش آنا۔

○ بالآخر آپ کی بددعا سے یاجوج ماجوج کا یکدم ہلاک ہو جانا اور بڑے بڑے پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینکنا اور پھر زور کی بارش ہونا اور یاجوج ماجوج کے بقیہ اجسام اور تعفن کو بہا کر سمندر میں ڈال دینا۔

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرب کے ایک قبیلہ بنو کلب میں نکاح کرنا اور اس سے آپ کی اولاد ہونا۔

○ "فج الروحا" نامی جگہ پہنچ کر حج و عمرہ کا احرام باندھنا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر کے اندر سے جواب دینا۔

○ وفات کے بعد روضہ اطہر میں آپ کا دفن ہونا وغیرہ وغیرہ۔

○ آپ کے بعد مقعد نامی شخص کو آپ کے حکم سے خلیفہ بنایا جانا اور مقعد کی وفات کے بعد قرآن کریم کا سینوں اور صحیفوں سے اٹھ جانا۔

○ اس کے بعد آفتاب کا مغرب سے نکلنا، نیز دابۃ الارض کا نکلنا اور مومن و کافر کے درمیان امتیازی نشان لگانا وغیرہ وغیرہ۔

کیا حضرت مہدیؓ و عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں؟

س: مہدی اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدی اور عیسیٰ ایک ہی وجود ہیں؟

ج: حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانہ میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں

گے۔ ان کے ظہور کے تقریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تیرہویں صدی کے آخر تک امت اسلامیہ کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں اور یہ کہ نازل ہو کر پہلی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کی اقتداء میں پڑھیں گے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے شخص ہیں جنہوں نے عیسیٰ اور مہدی کے ایک ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا ہے۔ اس کی دلیل نہ قرآن کریم میں ہے' نہ کسی صحیح اور مقبول حدیث میں اور نہ سلف صالحین میں کوئی اس کا قائل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت حضرت مہدی اس امت کے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی کے تشریف لائیں گے یا بحیثیت امتی کے؟

س: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی تشریف لائیں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے؟ اگر آپ بحیثیت نبی تشریف لائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیسے ہوئے؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو بدستور نبی ہوں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ان کی شریعت منسوخ ہوگئی اور ان کی نبوت کا دور ختم ہوگیا' اس لیے جب وہ تشریف لائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔ ان کی تشریف آوری ختم نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ نبی آخر الزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی تھی۔

اسلام کے اجالے
قادیانیت کے اندھیرے

علامہ
خالد محمود

س: "دعوت" کی کسی سابقہ اشاعت میں نظر سے گزرا تھا کہ معراج شریف کے جسمانی ہونے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے۔ ایک مرزائی کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ اکثر صحابہؓ معراج کو روحانی مانتے تھے۔ یہ معراج جسمانی کا عقیدہ بہت بعد کی پیداوار ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی طور پر اوپر اٹھائے جانے کے خیال کی تائید کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ اس اجماع کا حوالہ مطلوب ہے؟ (منصور علی، از کیمبل پور)

ج: مرزا غلام احمد قادیانی خود لکھتے ہیں:

"اس بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد ہے"۔ ("ازالہ اوہام" ج ا، ص ۱۴۶)

مرزا صاحب نے اس کتاب کے ص ۱۴۸ کی آٹھویں سطر میں اس کے لیے اجماع صحابہؓ کا لفظ بھی بیان کیا ہے۔ ("ازالہ اوہام" طبع ۱۲۲۰ھ)

امید ہے کہ اب آپ کے مرزائی دوست کا کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہوگا۔ باقی رہا نہ ماننا، تو یہ دوں کی مہر کا ایک ظاہری نشان ہے۔ حق تعالیٰ اتباع حق کی توفیق عطا فرمائیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

س: ہمارے عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر موجود ہیں اور علمائے دیوبند کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر حضور سرکار مدینہؐ اپنے روضہ منورہ میں اپنے اصلی جسم عنصری کے ساتھ زندہ اور موجود ہیں۔ ہمارے ملنے والے بعض مرزائی لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کہ وہ تو زمین پر ہوں اور حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اتنی بلندی میں ہوں۔ مرزائیوں کی دیکھا دیکھی اب بعض عیسائی بھی اس سوال کو بار بار پیش کر رہے ہیں۔ ازراہ کرم "دعوت" کی کسی قریبی اشاعت میں اس کا مفصل جواب دیں؟ (احقر حافظ اسحاق احمد، از ڈیرہ اسماعیل خاں)

ج: قادیانیوں کا یہ ایک مغالطہ ہے کہ روضہ اطہر زمین پر ہے تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی نظر آتی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان کسی طرح اس اسلامی عقیدے سے دستبردار ہو جائیں کہ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام آسمان پر بجسدہ الاصلی زندہ نہیں اور قرب قیامت پر دوبارہ تشریف نہ لائیں گے۔ مرزائیوں کا یہ مغالطہ اتنا سطحی ہے کہ بادنیٰ توجہ اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بفرض محال یہ تسلیم کرلیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف فرمائیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہاں ملاء اعلیٰ میں یا آسمانوں میں فرشتے بھی موجود اور استقرار پذیر ہیں یا نہ؟ اگر ملائکہ کرام وہاں موجود ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ کرام آنحضرت ﷺ سے مرتبے میں زیادہ ہیں یا کم؟ اگر قول اول اختیار کریں تو یہ اسلام کی اس اجمالی تعلیم کے خلاف ہے کہ رب العزت کی ساری مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی شان کے برابر کوئی نہیں۔ چہ جائیکہ افضل ہو اور قول ثانی اختیار کریں کہ ان فرشتوں کا درجہ آنحضرت ﷺ سے کم ہے تو پھر مرزائیوں کا یہ مفروضہ غلط ہوا کہ جن مقدس ہستیوں کا استقرار آسمان میں ہو' ان کا درجہ اس ذات اقدس سے زیادہ ہے' جس کا روضہ اطہر اس زمین پر موجود ہو۔ نہایت حیرت کا مقام ہے کہ محض اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں۔ خاتم الانبیاءؑ پر بھی ان کی فضیلت کا دعویٰ کر دیا جائے۔

ہمارے عقیدے میں تو آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی جگہ آسمانوں کی دنیا تو درکنار خود عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی انتہائے سعادت یہی ہے کہ قرب قیامت پر نزول فرمانے اور پھر موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں دفن ہوں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

یموت فیدفن معوفی قبری (مشکوۃ' ص ۴۸۰)

ترجمہ: "پھر عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میرے روضہ میں دفن کیے جائیں گے"۔

پس مقام غور ہے کہ اگر اوپر آسمانوں میں ہونا ہی وجہ افضلیت تھا تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں اس مقام سے یہاں نیچے کیوں لائیں گے۔ ان کا آخر کار روضہ اطہر میں دفن ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اوپر اور نیچے ہونا کوئی معیار فضیلت نہیں۔ اگر ایسا ہو تو مندرجہ ذیل صورتوں کا کیا جواب ہوگا؟

۱- ترازو کا جو پلڑا اوپر ہو' اسے ترجیح ہوتی ہے یا اسے' جو نیچے ہو؟

۲- خانہ کعبہ جو نیچے ہے' اسے فضیلت ہے یا کوہ ہمالیہ کی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ کو جو اس خطہ ارضی کا بلند ترین مقام ہے؟

۳- جو افراد ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں' وہ مرتبے میں ان مسافروں سے افضل ہیں جو ریل میں یا اونٹوں پر سفر کرتے ہوں اور پھر ہوائی جہاز کی یہ سیٹیں مساجد شریفہ سے افضل ہیں یا نہ؟

۴- جو موتی دریاؤں کی انتہائی گہرائی میں ہیں' ان کا درجہ زیادہ ہے یا وہ بلبلے افضل ہیں جو دریا کی اوپر کی سطح پر پائے جاتے ہی؟

۵- جو پرندے' چڑیا' کبوتر' بلبل وغیرہ فضا کی نچلی سطح پر اڑتے ہیں' وہ زیادہ اچھے سمجھے جاتے ہیں یا وہ گدھ اور نخچیر جو فضا کی انتہائی بلندیوں میں پرواز کرتے ہیں؟

۶- جن مکانوں میں سجی ہوئی بیٹھکیں اور خوب صورت مہمان خانے نچلی منزل میں ہوتے ہیں اور بیت الخلا اوپر کی چھت پر' ان میں سے کون سی جگہ افضل اور اعلیٰ ہوتی ہے۔

ایسی اور بھی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں اور حاصل سب کا یہی ہے کہ محض اوپر اور نیچے ہونا کوئی معیار فضیلت نہیں۔ محض ایسے مغالطوں سے اسلام کی اصولی تعلیمات پر ہر گز پردے نہیں ڈالے جاسکتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (کتبہ خالد محمود' عفا اللہ عنہ' ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء)

مفتی اعظم مصر استاذ العلماء شیخ حسنین محمد مخلوف

کا علمی و تحقیقی فتویٰ

حضرت عیسیٰؑ کا رفع آسمانی اور کفریات مرزا غلام احمد قادیانی

ہفت روزہ "دعوت" کے باب الاستفسارات میں کافی عرصہ سے ایسے سوالات موصول ہو رہے تھے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی اور حیات آسمانی

کے متعلق علمائے مصر کا عقیدہ کیا ہے؟ کیا وہ واقعی اسلام کے اس اجماعی عقیدے کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ثانی علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے اور یہ کہ وہ آسمان پر بجسد عنصری زندہ اور موجود ہیں یا علمائے مصر اس باب میں باقی جمیع علماء عرب اور پاک و ہند کے خلاف ہیں۔ ان سوالات کا اصل محرک مصر کے ایک آزاد خیال پروفیسر شلتوت کا ایک مضمون تھا جو آج سے پچیس تیس سال پہلے شائع ہوا تھا اور جسے قادیانی حضرات اپنی ہمنوائی میں ہر سال شائع کرتے رہتے ہیں۔ قادیانیوں کا اس اشاعت سے مقصد عوام کو یہ تاثر دینا ہے کہ ان ابواب میں اکابر علمائے مصر ان کے ساتھ ہیں۔ اس مغالطے اور تلبیس کا پردہ چاک کرنے کے لیے حکومت مصر کے سابق مفتی اعظم استاذ العلماء حضرت شیخ حسنین محمد مخلوف کا ایک فتویٰ ان کی بلند پایہ کتاب "صفوۃ البیان لمعان القرآن" طبع ۱۳۷۰ھ سے نقل کیا جاتا ہے۔ یہ تمام استفسارات کا مشترک جواب ہے' جو اس سلسلہ میں دفتر "دعوت" میں موصول ہوتے رہے ہیں۔ رہا پروفیسر شلتوت کا معاملہ تو آزاد خیال اور خود پسند ادیب کہاں نہیں ملتے۔

اگر مصر کے ایک غیر ذمہ دار اور غیر معتمد علیہ پروفیسر نے سلف کی شاہراہ سے ہٹ کر کتاب و سنت میں الحاد کی راہ اختیار کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمہور علمائے مصر اور ارباب فتویٰ و قضاء بھی معاذ اللہ اسلام کے اجماعی فیصلوں سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ جس طرح پاکستان میں مسٹر پرویز اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق کو باوجودیکہ ہر دو حضرات اسلامی عنوانات کو ہی اپنا موضوع سخن بنا رہے ہیں اور ان کے قلم کی جولانگاہ یہ اسلامی موضوعات ہی ہیں۔ تاہم انہیں یہاں پاکستان کے اونچے درجے کے علماء اور محققین کا اعتماد حاصل نہیں اور علمی ابواب میں ان لوگوں کی رائے نہ صرف غلط ہے بلکہ کفر کی سرحدوں سے ملتی ہے۔ اس طرح مصر کے آزاد خیال پروفیسر شلتوت بھی وہاں کے علمی' دینی اور تحقیقی حلقوں میں کسی اعتماد کے لائق نہیں رہے ہیں۔ انہوں نے جب وہ تحریر لکھی تھی' جسے کہ قادیانی حضرات آئے دن اس طرح شائع کرتے رہتے ہیں' گویا کہ یہ فتویٰ آج چھپ کر آیا ہے' تو وہاں کے اکابر علماء نے اسی وقت اس کی تردید فرمادی تھی اور مختلف رسائل و جرائد نے اس پر پر زور رد عمل فرمایا تھا۔ بہرحال مصر کے معتمد عالم اور حکومت مصر کے سابق مفتی اعظم کا یہ تحقیقی فیصلہ قارئین "دعوت"

کے پیش خدمت ہے۔ ترجمہ مولانا منظور احمد صاحب (چنیوٹ) نے کیا ہے۔ (ادارہ)

واعلم ان عیسی علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب کما قال تعالی وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وقال وما قتلوہ یقینا فاعتقاد النصاری القتل و الصلب کفر لاریب فیہ وقد اخبراللہ تعالی انہ رفع الیہ عیسی کما قال ورافعک الی وقال بل رفعہ اللہ الیہ فیجب الایمان بہ والجمھور علی انہ رفع حیا من غیر موت ولاغفرہ بجسدہ وروحہ الیا لسماء و الخصوصیہ لہ علیہ السلام ھی فی رفعہ بجسدہ و بقاءہ فیھا الی الامد المقدر لہ۔

واما التوفی المذکور فی ھذہ الایہ وفی قولہ تعالی فلما توفیتنی فالمراد منہ ماذکرنا علی الروایہ الصحیحہ عن ابن عباسؓ والصحیح من الاقوال کما قالہ القرطبی وھو اختیار الانباری وغیرہ۔

وان من اھل الکتاب الا لیومنن بن قبل موتہ ای ما احد من اھل الکتاب الموجودین عند نزول عیسی علیہ السلام اخر الزمان الا لیومنن بانہ عبداللہ و رسولہ و کلمتہ قبل ان یموت عیسی علیہ السلام فتکون الادیان کلھا دینا واحد وھو دین الاسلام الحنیف دین ابراھیم علیہ السلام و نزول عیسی علیہ السلام ثابت فی الصحیحین و ھو من اشراط الساعہ۔ (''صفوۃ البیان معان القرآن'' ص ۱۰۹، ۱۱۰)

ترجمہ: ''اور جاننا چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو قتل ہوئے ہیں اور نہ ہی سولی دیے گئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد تعالیٰ ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ

لھم وما قتلوہ یقینا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل بھی نہیں کیا اور سولی بھی نہیں دیا۔ لیکن ان کے لیے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کا مشکل بنادیا گیا اور یہ امر یقینی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ لہٰذا عیسائیوں کا قتل اور صلیب کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں خبردی ہے کہ عیسیٰ کو اس نے اپنی طرف اٹھالیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا و رافعک الی میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

اور فرمایا بل رفعہ اللہ علیہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ لہٰذا اس پر (جسمانی رفع پر) ایمان لانا واجب ہے اور جمہور علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت یا نیند طاری کیے بغیر زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور جسم سمیت آسمان پر اٹھایا جانا اور وہاں ایک مدت مقررہ تک مقیم رہنا آپ ہی کی خصوصیت ہے اور لفظ توفی جو اس آیت اور آیت فلما توفیتنی میں مذکور ہے۔ اس سے مراد وہی ہے جو ہم نے ابن عباسؓ کی صحیح روایت کی بنا پر تحریر کردیا ہے اور مفسرین کے اقوال میں سے صحیح قول وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ امام قرطبیؒ کے علاوہ دیگر علماء کرام نے بھی تصریح کی ہے"۔

وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی تفسیر میں مفتی اعظم فرماتے ہیں:

"آخری زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے وقت جو اہل کتاب بھی موجود ہوں گے' وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اس بات پر ایمان لائیں گے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ ہیں اور تمام مذاہب کی جگہ ایک ہی مذہب رہ جائے گا اور وہ ابراہیمی دین اسلام ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا (آسمان سے) نازل ہونا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ثابت ہے اور یہ نزول سماوی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے"۔

والمراد علی القراء تین انہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرانبیاء اللہ رسلہ فلا نبی ولا رسول بعدہ

الی قیام الساعه فمن زعم النبوه بعده فهو کذاب افاک و کافر بکتاب الله و سنه رسوله ولذا افتینا بکفر طائفه القادیانیه اتباع المفتون غلام احمد القادیانی الزاعم هو واتباعه انه نبی یوحی الیه وانه لا یجوز منا کحتهم ولا دفنهم فی مقابر المسلمین ("صفوۃ البیان لمعان القرآن" ص۱۸۱)

فضیله الاستاذ الشیخ الحسنین مخلوف مفتی الدیار المصریه السابق و عضو جماعت کبار العلماء' طبع اولی' ص ۱۳۷۰ھ)

ترجمہ: "زیر آیت خاتم النبیین تحریر فرماتے ہیں اور لفظ خاتم کی مراد زیر و زبر والی دونوں قراتوں کی بنا پر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے آخر میں آنے والے ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں بنایا جائے گا۔ لہٰذا حضور ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے' وہ پرلے درجہ کا جھوٹا' بہت بڑا بہتان باندھنے والا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کا منکر ہے"۔

اسی لیے ہم علماء حق نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تبع تمام جماعت کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی تمام جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کی طرف وحی کی جاتی ہے' کفر ہے۔ ہم یہ بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ نہ ان کے ساتھ رشتہ کیا جائے اور نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا جائے۔

س: کسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت ایک ہی رمضان میں سورج گرہن اور چاند گرہن لگیں گے۔ چاند گرہن رمضان کی ۱۳ تاریخ کو اور سورج گرہن ۲۸ رمضان کو ہوگا۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ نیز مطلع فرمائیں کہ کیا یہ دونوں گرہن اپنی مذکورہ تاریخوں میں مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کے دور میں لگے ہیں؟ (سائل سید ناصر علی' از لاہور)

ج: حدیث کی کتب میں یہ پیشگوئی آنحضرت ختمی مرتبت ﷺ کے الفاظ سے

منقول نہیں اور نہ اسے حدیث نبوی کہا جاسکتا ہے۔ مرزائی مبلغین جب اسے حدیث نبوی ؐ کہہ کر پیش کرتے ہیں تو یہ حضور اکرم ﷺ پر ایک صریح بہتان اور افتراء ہے۔ سنن دار قطنی میں یہ پیش گوئی ایک بزرگ محمد بن علی سے منقول ہے جو صحابی بھی نہیں چہ جائیکہ اس روایت کو آنحضرت ﷺ کا ارشاد کہا جائے بلکہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ محمد بن علیؒ نے ایسا واقعی فرمایا ہو۔ کیونکہ اس قول کو محمد بن علی سے نقل کرنے والے بھی تقریباً ایسے ہی ہیں جو ضعیف اور پایہ اعتبار سے سقط ہیں۔ سنن دار قطنی میں محمد بن علی نامی کسی بزرگ کا یہ قول اس طرح منقول ہے:

عن عمر بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمهدينا ايتين لم تكونا منذ خلق السموات و الارض تنكسف القمر لاول ليله من رمضان و تنكسف الشمس فى النصف منه لم تكونا منذ خلق السموات و الارض (سنن دار قطنی' ج ا' ص ۱۸۸)

ترجمہ : "شمر کا بیٹا جابر جعفی سے نقل کرتا ہے کہ محمد بن علی (نامی کسی شخص) نے کہا کہ ہمارے مہدی کے دو نشان ہوں گے اور وہ دونوں (اپنی اپنی جگہ پر مستقل طور پر) ایسے ہیں کہ زمین و آسمان جب سے پیدا ہوئے' کبھی ان کا ظہور نہیں ہوا۔ اول یہ کہ چاند کو گرہن رمضان کی پہلی رات ہوگا اور دوسرا یہ کہ سورج گرہن اسی رمضان شریف کے نصف میں واقع ہوگا اور جب اس خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے' ایسے گہنوں کا ظہور کبھی نہیں ہوا"۔

شمر کا بیٹا عمرو جو محمد بن علی کے مذکورہ بالا قول کو نقل کر رہا ہے' اس قابل نہیں کہ اس کی نقل پر اعتماد کیا جائے۔ یہ شخص کذاب اور تقیہ باز تھا۔ اس پر رافضی اور شاتم صحابہؓ ہونے کی جرح میزان الاعتدال ذہبی میں موجود ہے۔ اس کا استاد جابر جعفی جو مذکورہ پیشگوئی کا راوی ہے' ضعیف ہے۔ اس کے متعلق سیدنا امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک اس جیسا جھوٹا راوی کسی کو نہیں دیکھا۔ پس جب محمد بن علی سے

نقل کرنے والوں کا بھی یہ حال ہے تو ہم اسے پورے اعتماد کے ساتھ حضرت محمد بن علی کا قول بھی نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ اسے کسی صحابی کا قول یا ارشاد رسول خاتم کہا جاسکے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اگر یہ قول ایسا ہی کمزور اور مقطوع تھا تو پھر اسے امام دار قطنی نے درج کیوں کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث کی کتابوں میں ارشادات نبوی کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے آثار بھی منقول ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر آئمہ وفقہاء کے اپنے اقوال بھی مندرج ہوتے ہیں۔ حدیث کی کتاب میں درج ہونا اس بات کو ہرگز لازم نہیں کہ یہ قول خود لسان شریعت سے منقول ہو۔ ایسا گمان محض جہالت اور نادانی پر مبنی ہے۔ اہل علم کے ہاں اس سوال کی کوئی قیمت نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنے اصول حدیث کے رسالہ عجالہ نافعہ کے ص ۷ پر تصریح فرماتے ہیں کہ سنن دار قطنی حدیث کی تیسرے طبقے کی کتابوں میں سے ہے۔ جن کے جمع کرنے والوں نے روایات کی صحت کا التزام نہیں کیا بلکہ ہر طرح کی روایات ان میں جمع کر رکھی ہیں۔

مرزا صاحب نے اس ضعیف اور بے بنیاد قول کو جو کذاب قسم کے راویوں کے واسطہ سے صرف محمد بن علی تک پہنچتا ہے۔ اگر حدیث رسول سمجھ لیا ہے تو ہمارے لیے بالکل قابل التفات نہیں۔ مرزا صاحب فن حدیث میں بہت کمزور تھے۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ "صحیح" ایک خاص معیار کی کتب ہوتی ہیں۔ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ اور یہ کہ حدیث کی ہر کتاب صحیح نہیں کہلاتی اور وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر تھے کہ سنن دار قطنی محدثین کے ہاں ہر قسم کی رطب و یابس روایات پر مشتمل ہے۔

مرزا صاحب کی نادانی دیکھیے کہ وہ دار قطنی کو بھی صحیح کا نام دے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"صحیح دار قطنی میں ایک حدیث ہے"..... (الخ) (حقیقتہ الوحی' ص ۱۹۴)

یہ سنن دار قطنی ہونا چاہیے تھا۔

یہ حدیث اگر قابل اعتبار نہیں تھی تو دار قطنی نے اپنی صحیح میں کیوں اس کو درج کیا ("تحفہ گولڑویہ"' ص ۲۸)

حدیث کے ابتدائی درجہ کے طلبہ کو بھی معلوم ہے کہ حضرت امام بخاری کا اسم گرامی محمد تھا۔ اسماعیل نہ تھا۔ اسماعیل ان کے باپ کا نام تھا مگر مرزا صاحب ازالہ اوہام میں امام بخاری کا نام اسماعیل بتاتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت اور ان علاقوں میں اس

طرح کے مرکب ناموں کا منہاج ہی نہ تھا۔ (دیکھئے ازالہ اوہام' جلد ا' ص ۱۱۱' جلد دوم' ص ۲۵۹' ص ۶۴۵) شہادت القرآن میں مرزا صاحب ایک حدیث صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ صحیح بخاری میں بالکل نہیں ہے۔

اور پھر یہ نہیں کہ صحیح بخاری کا لفظ اتفاقاً قلم سے نکل گیا ہو۔ بلکہ اسے صحیح الکتب بعد کتاب اللہ کہہ کر اس نقل کی اور توثیق کرتے ہیں۔ پھر ازالہ اوہام' ص ۲۳ پر آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ الفاظ بطور حدیث کے پیش کرتے ہیں

بل ھو امامکم منکم لفظ بل عجیب اضافہ ہے۔

حالانکہ یہ الفاظ اس طرح آنحضرت ﷺ کی کسی حدیث میں نہیں ملتے۔ نہ ان کے لیے کوئی سند صحیح ہے اور نہ کوئی ضعیف۔ یہ محض ایک افتراء اور بہتان ہے۔ الحاصل مرزا غلام احمد فن حدیث میں عام طلبہ کے بھی ہمسر نہیں تھے۔ پس اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم ان کے اعتماد پر مذکورہ الصدر پیشگوئی کو آنحضرت ﷺ کی حدیث تسلیم کرلیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

۳- مذکورہ گرہن مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے قطعاً ثابت نہیں ہوئے۔ یہ محض پراپیگنڈہ ہے۔ مرزائیوں کے اپنے دعویٰ کے مطابق گرہنوں کا وقوع ۱۳۱۲ھ میں پیش آیا۔ حالانکہ اس وقت تک مرزا صاحب نے رسالت کا دعویٰ ہی نہ کیا تھا۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے ان گرہنوں کو اپنے دعویٰ نبوت اور رسالت کی تصدیق کے لیے کیسے پیش کر دیا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> "اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی یہ دو گرہن جمع نہیں ہوئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے جیسا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں۔ اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گرہن رمضان میں کسی زمانہ میں جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے" ("حقیقۃ الوحی" ص ۱۹۶)

اگر یہ کہا جائے کہ گرہن مہدویت کی علامت ہیں' نبوت اور رسالت کی نہیں تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک مہدیت کا دعویٰ رسالت کے دعویٰ کو

بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حقیقتہ الوحی کی مذکورہ عبارت میں اسے اپنے دعویٰ نبوت و رسالت کے لیے آسمانی نشان بتلا رہے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ رسالت بہت بعد کا ہے' اور یہ وقوع گرہن اس سے بہت پہلے کا ہے۔ بنابریں ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کے دور میں ایسے گرہن کبھی نہیں لگے۔ یہ قادیانی حضرات کا محض پراپیگنڈہ ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ۱۲۱۲ھ کے اس مذکورہ گرہن سے پہلے اس طرح کے گرہن کبھی نہیں لگے۔ کیونکہ اس سے ایک سال قبل ۱۲۱۱ھ میں بھی چاند اور سورج کا گرہن امریکہ میں لگا تھا اور وہاں بھی اس وقت ایک جھوٹا مدعی نبوت مسٹرڈوئی موجود تھا۔ پس ایسے گرہن جو خرق عادت بھی نہیں' کسی دعویٰ کی تصدیق کے ضامن ہرگز نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (کتبہ خالد محمود عفااللہ عنہ)

س : براہ کرم ہفت روزہ "دعوت" میں مندرجہ ذیل امور کا جواب دیں۔ دلائل ایسے ہوں کہ ان کی تاویل نہ کی جاسکتی ہو۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی نبی کیوں نہیں تسلیم کیے جاتے؟

۲۔ مرزا صاحب مجدد کیوں نہیں تسلیم کیے جاتے؟

۳۔ مرزا صاحب عالم کیوں نہیں تسلیم کیے جاتے؟

۴۔ مرزا صاحب عابد و زاہد کیوں نہیں تسلیم کیے جاتے؟

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی مسلمان کیوں نہیں تسلیم کیے جاتے؟

(آپ کا مخلص' نذیر احمد بٹ' رحیم سٹریٹ سردار پورہ' اچھرہ لاہور)

ج : مرزا صاحب نبی اس لیے نہیں تسلیم کیے جاسکتے کہ وہ حضورؐ کے بعد تیرہویں صدی میں پیدا ہوئے اور حضور خاتم النبیینؐ کے بعد میں پیدا ہونے والا کوئی شخص کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی آمد پر محض اس لیے نبی تسلیم کر لیے جائیں گے کہ وہ حضور ختمی مرتبتؐ سے بہت پہلے کے پیدا ہوئے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر طرح کی نبوت حضورؐ پر ختم ہو چکی ہے اور وحی نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں پیغمبروں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ قال اللہ تعالیٰ:

الذین یبلغون رسالات الله و یخشونه و لا یخشون احدا الا الله (پ ۲۲' احزاب' آیت ۳۹)

ترجمہ: "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رسالت آگے پہنچاتے ہیں اور وہ اسی سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے"۔

اور مرزا صاحب انگریزوں سے ڈرتے تھے۔ مسلمانوں سے ڈرنے کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے حج نہیں کیا تھا اور محض اسی لیے نہیں کیا تھا کہ انہیں حجاز کے مسلمانوں سے جان کا خوف تھا اور پھر یہ نہیں کہ یہ ڈر کوئی امر وقتی تھا بلکہ زندگی بھر مرزا صاحب کے ساتھ رہا اور انگریزوں سے ڈرنے کی دلیل یہ ہے کہ ڈوئی کی عدالت میں انہوں نے محض ڈرتے ہوئے اپنے طریق کار کے خلاف آئندہ ضمانت کے طور پر دستخط کر دیے تھے اور پھر ساری عمر انگریزوں کی مدح خوانی اور سلطنت برطانیہ کی قصیدہ خوانی کرتے رہے۔ پس ایسے اشخاص کے متعلق جن کی قلبی اور ذہنی کیفیت اس قدر کمزور ہو نبوت کے تصور کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲- مرزا صاحب مجدد اس لیے تسلیم نہیں کیے جا سکتے کہ مجدد کا کام قوم کو پہلی بدعات اور پہلی آلائشوں سے نجات دلانا ہے۔ جو زمانے تاثرات اور رسم و رواج سے وہ داخل دین کر چکے ہوں اور وہ بھی زیادہ تر علمی میدان میں معروف کے قیام اور منکرات کی روک تھام کے لیے عمل میں آتا ہے۔ مرزا صاحب بجائے اس کے کہ قوم کو کسی پہلے انتشار سے نجات دلاتے' خود ایک وجہ انتشار بن گئے۔ بجائے اس کے کہ پہلی فرقہ بندی میں کچھ کمی ہوتی' ایک اور فرقے کا ان میں اضافہ ہو گیا اور وہ فرقہ بھی ایسا بنا جو پوری قوم سے کٹ کر ایک جداگانہ ملت بن گیا۔ پس جب کہ مرزا صاحب کا کوئی مجددین سابقین کے منہاج پر نہ تھا۔ انہیں مجدد کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۳- مرزا صاحب کو ایک عالم اس لیے تسلیم نہیں کیا جاتا کہ وہ معقول منقول اور ادب ہر اعتبار سے کمزور اور خام تھے۔ ادب عربی کے اعتبار سے وہ متعدد غلطیوں کے مرتکب ہوئے' جن کی تفاصیل سب اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ منقول میں بھی انہوں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ حدیث کی بحث کرتے ہیں تو قواعد محدثین اور آداب محدثین سے ناواقف دکھائی دیتے ہیں۔ تفسیر کرتے ہیں تو قرآنی علوم سے خالی نظر آتے ہیں۔

علی ہذا القیاس ان میں کوئی علمی ممتاز شان نہ تھی کہ انہیں امتیازی طور پر عالم تسلیم کیا جائے۔

۴۔ مرزا صاحب کا غیر محرم عورتوں سے اختلاط اور متعدد غلط بیانیوں کا ارتکاب انہیں ایک زاہد اور پرہیزگار انسان سمجھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

۵۔ مرزا صاحب کو مسلمان تسلیم کرنے سے یہ امور مانع ہیں:

ا۔ انہوں نے مراق سے افاقہ کی حالت میں بھی ختم نبوت کے ان معنوں کا انکار جاری رکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آخر تک امت مسلمہ نے بالاجماع سمجھ رکھے تھے اور ختم نبوت کا یہ انکار ایک مستقل وجہ کفر ہے۔

۲۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی اور انہیں بہت سے نامناسب الفاظ کے ساتھ ذکر کیا اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ نبی کی توہین اور اس کی شان میں کسی قسم کی گستاخی ہر دو موجب کفر ہیں۔

۳۔ مرزا صاحب نے بعض ان امور شرعیہ کو جو حضور ختمی مرتبت ؐ کی شریعت میں عبادات تھے حرام قرار دے کر تحریم حلال اور تحلیل حرام کا ارتکاب کیا جیسے جہاد کو حرام قرار دینا وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (کتبہ خالد محمود عفااللہ عنہ)

س: "دعوت" میں حیات مسیح پر ایک مسلسل مضمون کئی قسطوں میں آرہا ہے۔ اس موضوع پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے۔ اس کا جواب "دعوت" میں ہی دے کر مشکور فرمائیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرآن کی رو سے واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا کے مطابق ہر وقت جب تک وہ زندہ ہیں نماز اور زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر وہ اب آسمانوں میں زندہ ہیں تو وہاں نماز اور زکوٰۃ کیسے ادا کرتے ہوں گے اور وہ زکوٰۃ لیتا کون ہو گا۔ اس کا جواب مطلوب ہے؟ (سائل' مختار حسن صدر لاہور کینٹ)

ج: آپ پہلے اس آیت کے معنی سمجھ لیجئے جو آپ نے نقل کی ہے۔ اس میں انشاءاللہ العزیز تمام شبہات زائل ہو جائیں گے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے:

واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا (پ۱۶' مریم)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے نماز اور زکوٰۃ کا جب تک میں زندہ رہوں"۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی جب تک زندہ رہوں' جس وقت اور جس جگہ کے مناسب جس قسم کی صلوۃ و زکوٰۃ کا حکم ہو اس کی شروط و حقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں گا۔ جیسے دوسری جگہ مومنین کی نسبت فرمایا الذین ھم عن صلوتھم دائمون اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو' ہمیشہ پابندی سے تعمیل حکم کرتے ہیں اور اس کی برکات و انوار ہمہ وقت ان کو محیط رہتی ہیں۔ کوئی شخص کہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج وغیرہ کے مامور ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ہر ایک مسلمان مامور ہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے' ہر وقت زکوٰۃ دیتا رہے' (خواہ نصاب کا مالک ہو یا نہ ہو) ہر وقت روزے رکھتا رہے' ہر وقت حج کرتا رہے۔ حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی ما دمت حیا کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہیے۔ یاد رہے کہ لفظ "صلوۃ" کچھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں۔ قرآن نے ملائکہ اور بشر سے گزر کر تمام جہان کی طرف صلوۃ کی نسبت کی ہے۔ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموات والارض والطیر صافات کل قد علم صلوتہ و تسبیحہ (نور' رکوع ۶) اور یہ بھی بتلا دیا کہ ہر چیز کی تسبیح و صلوۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوۃ و تسبیح کس رنگ کی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت' نماز' برکت' مدح کے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی کا استعمال قرآن و حدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔ اسی رکوع میں حضرت مسیحؑ کی نسبت غلاما زکیا کا لفظ گزر چکا جو زکوٰۃ سے مشتق ہے اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا وحنانا من لدنا و زکوۃ سورۂ کہف میں ہے خیرا منہ زکوۃ واقرب رحماء اسی طرح کے عام معنی یہاں بھی زکوٰۃ کے کیے جا سکتے ہیں اور ممکن ہے اوصانی بالصلوۃ والزکوۃ سے اوصافی بان امر بالصلوۃ والزکوۃ مراد ہو جیسے اسماعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا و کان یامر اھلہ بالصلوۃ و

الـزکـوہ پھرلفظ اوصـافـی اپنے مدلول لغوی کے اعتبار سے اس کو مقتضی نہیں کہ وقت ایصاء ہی سے اس پر عمل در آمد شروع ہو جائے۔ نیز بہت ممکن ہے کہ مـادمـت حـیـا سے یہ ہی زمینی حیات مراد لی جائے۔ جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جابرؓ کے والد کو اللہ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ ہم سے کچھ مانگ۔ اس نے کہا کہ "مجھے دوبارہ زندہ کردیجئے کہ دوبارہ تیرے راستہ میں قتل کیا جاؤں"۔ اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے۔ ورنہ شہداء کے لیے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اسی حدیث میں تصریح موجود ہے۔ والـلـه اعـلـم بـالـصـواب۔ (کتبہ خالد محمود عفا اللہ عنہ)

س: قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اگر یہ محض افتراء اور جھوٹ تھا تو وہ حیات طبعی تک زندہ کیسے رہے۔ جو شخص خدا پر افتراء باندھے' وہ نہایت ذلت کی موت مرتا ہے۔ حیات طبعی تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ مگر مرزا صاحب کا سلسلہ تو ان کے بعد بھی قائم ہے۔ اس مغالطے کی وضاحت کیجئے۔ (سائل فضل رحیم از شیخوپورہ)

ج: فلاح نہ پانا اور فائز المرام نہ ہونا' یہ صرف انہیں کفار سے خاص نہیں جو اللہ رب العزت پر افتراء کر کے اللہ پر جھوٹے دعوے کریں۔ بلکہ قرآن کی رو سے کوئی کافر بھی فوز و فلاح کا مستحق نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

انہ لا یفلح الکافرون (پارہ ۱۸' المومنون)

ترجمہ: "بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے"۔

اس آیت کی رو سے کوئی کافر خواہ وہ ہندو یا عیسائی' دہریہ ہو یا یہودی' ہرگز فلاح نہیں پائیں گے۔ اب اس فلاح نہ پانے اور کامیاب نہ ہونے کو کسی خاص قسم کے کافروں سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے' وہ فلاح نہیں پائے گا۔ یہ محض سینہ زوری اور تحکم ہے۔ قرآن کریم اس خیال کی تائید نہیں کرتا۔ وہ شخص جو خدا پر افتراء باندھے' اور وہ شخص جو اللہ کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلائے' ۔ قرآن میں دونوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا گیا ہے اور پھر دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ایسے ظالم ہرگز فلاح نہیں پائیں گے۔ قرآن پاک کہتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ انہ لا یفلح الظالمون۔ (پ ۷' انعام' ع ۳)

ترجمہ: "اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے' بے شک ایسے ظالم ہرگز فلاح نہیں پائیں گے"۔

پھر ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب

بایاتہ انہ لایفلح المجرمون (پ۱۱'یونس'ع۲)

ترجمہ: "اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے' جس نے خدا پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کی تکذیب کی۔ ایسے گنہگار یقیناً فلاح نہیں پائیں گے"۔

ان آیات کریمہ میں مفتری علی اللہ اور مکذب بایات باللہ دونوں کو ایک ہی حکم میں داخل کیا گیا ہے۔ پس اس عدم فلاح اور ناکامی کو مفتری علی اللہ سے خاص کرنا فہم قرآن سے خالی ہونے کی وجہ سے ہے۔

فلاح نہ پانے سے یہ مراد لینا کہ وہ عمر طبعی پوری نہ کریں گے یا دنیا میں کسی قسم کی عزت نہ پائیں گے' یہ نظریہ بالکل غلط اور ہدایت کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے تاریخ عالم کے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور نیکوں اور بدوں کی دنیوی تاریخ ان کی نظر سے اوجھل نہیں' انہیں یقین ہے کہ ان آیات قرآنیہ میں کامیابی سے مراد دنیا کی کامیابی نہیں بلکہ آخرت کی فوز و فلاح مقصود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے تمام ساتھیوں سے خطاب فرمایا تھا:

قال لھم موسی ویلکم لا تفترون علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب و قد خاب من افتری (پ۱۶'طہ'ع۳)

ترجمہ: "موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ تمہارے حال پر افسوس ہے۔ خدا تعالیٰ پر تم افتراء نہ باندھتے' ایسا کرنے سے خدا تمہیں کسی عذاب سے برباد کردے گا بے شک جس نے خدا پر افتراء باندھا وہ نامراد اور خاسر رہا"۔

اس آیت شریفہ میں فرعون اور اس کے ماننے والوں سب کو مفتری علی اللہ کہا گیا ہے اور پھر سب کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ یقیناً نامراد رہیں گے۔ فرعون نے چار سو برس تک حکومت کی اور اس مدت دراز میں اسے کبھی سر درد تک نہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ وہ قرآن کی رو سے خائب و خاسر اور محروم الفلاح تھا۔ مرزا صاحب اس آیت کا آخری جملہ قد خاب من افتری تو پیش کرتے ہیں مگر پوری آیت نقل نہیں کرتے۔

تاکہ بات کھل نہ جائے اور حقیقت سے پردہ نہ اٹھ جائے کہ خدا پر افتراء باندھنے والے چار سو برس تک بھی کامیابی سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ محض دنیوی زندگی ہے۔ حقیقی زندگی میں یہ لوگ ایک آن واحد کے لیے بھی فائز الفلاح نہیں کیے جا سکتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (کتبہ خالد محمود عفااللہ عنہ)

س: تاریخ کی رو سے کیا کسی شخص کی نشاندہی کی جا سکتی ہے، جس نے جناب پیغمبر اسلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور پھر آخر عمر تک وہ باعزت اور محفوظ رہا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا سلسلہ اس کے بعد بھی چلتا رہا ہو۔ اس کی بھی تحقیق مطلوب ہے۔ (فضل رحیم، از شیخوپورہ)

ج: انتہائے مغرب میں برغواطہ قوم کا ایک شخص صالح بن طریف گزرا ہے، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ اس پر ایک قرآن بھی اترتا ہے۔ اس قرآن کی بعض سورتوں کے نام یہ تھے سورۃ الدیک، سورۃ النجم، سورۃ آدم، سورۃ ہاروت وماروت، سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ وغیرہ۔ صالح کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں مہدی اکبر ہوں، جس کی خبر خود آنحضرت ﷺ نے دی ہے۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ اسے اتنا فروغ ہوا کہ اپنے پورے علاقہ کا بادشاہ بن گیا۔ سینتالیس سال کے قریب اس نے حکومت کی اور اپنی تمام سیاسی اور مذہبی مہمات کا سربراہ رہا۔ اس کے بعد سرداری اس کے بیٹے الیاس کو ملی۔ اس نے پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یونس برسراقتدار آیا۔ جس نے اپنے دادا صالح بن طریف کے مذہب کو بہت ترقی دی اور چوالیس برس کے قریب حکومت کی۔ صالح بن طریف کے زمانے میں خلافت بغداد پر ہشام بن عبدالملک کا قبضہ تھا۔ مورخ شہیر علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

زعم انہ المھدی الاکبر الذی یخرج فی اخر الزمان وان عیسی یکون صاحبہ ویصلی خلفہ وان اسمہ فی العرب صالح وفی سریانی مالکٹ وفی العجمی عالم وفی العبرانی روبیا وفی البربری دربا ومعناہ الذی لیس بعدہ نبی (تاریخ ابن خلدون، ج ۶، ص ۲۰۷)

ترجمہ : "اس کا دعویٰ تھا کہ وہی مہدی اکبر ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہو گا اور حضرت عیسیٰ اسی کے ساتھی ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ عرب میں اس کا نام صالح تھا۔ سریانی میں مالک' عجمی میں عالم' عبرانی میں روبیا اور بربری میں وربا تھا اور اس کا معنی ہے الذی لیس بعدی نبی اس کے بعد اب کوئی اور نبی نہ ہو گا۔

یونس کے بعد صالح کا پڑپوتا ابو غفیر بر سر حکومت آیا (یہ معاذ بن الیسع بن طریف تھا) اس کے متعلق فاضل ابن خلدون لکھتے ہیں:

واشتدت شوکتہ وعظم امرہ

ترجمہ : "اسے عظیم شوکت حاصل تھی اور اس کی حکومت بلند پایہ تھی"۔

ابو غفیر کے بعد ابوالانصار بر سر اقتدار آیا۔ جس نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو بہت فروغ دیا۔ اس کے بعد ابو منصور عیسیٰ کا دور آیا جو برغواطہ کا ساتواں بادشاہ تھا۔ اس نے بھی دعویٰ نبوت کیا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں:

و ادعی النبوہ و الکھانہ و اشتد امرہ و علا سلطنہ و دانت لہ قبائل الغرب (تاریخ ابن خلدون' ج٦' ص٢٠٧)

ترجمہ : "اس نے بھی نبوت اور غیب دانی کا دعویٰ کیا۔ اس کی حکومت اور سطوت بہت زور کی تھی اور مغرب کے تمام قبائل اس کے آگے سرنگوں تھے"۔

اس کے بعد اس خاندان کا سلسلہ نہایت ذلت سے ختم ہوا۔ ان حقائق سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ دعویٰ کہ مفتری کے سلسلے کو بقاء نہیں ہوتی یا ضروری ہے کہ وہ بیس یا تیئس سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائے۔ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

مقام غور: علاوہ ازیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کسی مدعی نبوت کا لازمی طور پر قتل

ہوتا اگر اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہو تو پھر وہ پیغمبران کرام جو سچے ہو کر بھی مقام شہادت پا گئے اور انہیں ان کے مخالفین نے قتل کیا' ان کی صداقت کیوں کر مشتبہ نہ ہو جائے گی۔ جب لازم ممکن نہیں تو ملزوم بالبداہت خود بخود باطل ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ۳۲ سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمادیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

قتل یحیی قبل رفع عیسی علیہ السلام (تفسیر ابی السعود' ج ۲' ص ۲۶۲' تفسیر کبیر' ج ۲' ص ۲۶۴)

ترجمہ : "حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے سے بہت پہلے"۔

ایسا ہی تاریخ طبری' ج ۲' ص ۱۳' الاخبار الطوال' ص ۴۲' تاریخ کامل' ج ۱' ص ۱۰۴' فتوحات الٰہیہ' ج ۱' ص ۲۷' ص ۲۶۲' تفسیر فتح البیان' ج ۱' ص ۱۲۰' بحر محیط' ج ۱' ص ۲۳۶' تفسیر جمل' ج ۱' ص ۲۷' کشاف' ص ۷۹' در منثور' ج ۴' ص ۲۶۲ اور تفسیر مراح لبید لامام النووی میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال (کتبہ خالد محمود عفا اللہ عنہ)

س: وہ لوگ جو اس وقت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے دنیا میں بھیجے جانے کے قائل ہوں اور بالفعل کسی ایسے شخص کو نبی اور رسول قرار دیں جو پیغمبر اسلام کے سینکڑوں سال بعد پیدا ہوا تو سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لیے کھانا کیسا ہے؟ اور ان میں سے اگر کوئی شخص دوسرے مسلمان کے ساتھ گائے کی قربانی میں شریک ہو تو باقی چھ مسلمانوں کی قربانی شرعاً جائز سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلے کو تشریح کے ساتھ بیان کریں۔ (سائل عزیز احمد از نواب شاہ سندھ)

ج: مسئلہ کی تفصیل سے پہلے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ شریعت کی رو سے ان منکرین ختم نبوت کا کیا حکم ہے؟ سو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے تمام لوگ اکابر علمائے اسلام خصوصاً شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے متفقہ فیصلے کی رو سے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ان میں سے جو لوگ پہلے مسلمان تھے اور بعد میں وہ کسی نئی نبوت کے قائل ہوئے' شریعت اسلام انہیں مرتد قرار دیتی ہے اور جو عیسائیوں یا

ہندوؤں سے اس نئے مسلک میں آئے جو ان کے ہاں ہی پیدا ہوئے' وہ شریعت کی رو سے زندیق ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" فرماتے ہیں کہ مرتد اور زندیق کی سزا شرع میں ایک ہے۔ (مسوی عربی' شرح موطا' ج ۲' ص ۱۰۹)

اگر کہا جائے کہ یہ حضرات اگرچہ دین کے بعض ضروری مسائل کا انکار کرتے ہیں لیکن جب کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور اہل قبلہ میں سے ہیں تو مرتد کیسے ہوگئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ جمیع امور دینیہ پر ایمان ہو لیکن کافر ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمام امور دینیہ کا ہی انکار ہو بلکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کر دینے سے بھی انسان مرتد ہو جاتا ہے۔ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے۔ ایمان میں جمیع کی قید ہے اور کفر میں یہ قید نہیں۔ شامی میں مرتد کی تعریف یہ ہے:

الراجع عن دین الاسلام و رکنها اجراء کلمه نکفر علی اللسان بعد الایمان (شامی' جلد ۳' ص ۲۹۱' مصر)

ترجمہ: "دین سے ہٹ جانے والا مرتد ہے اور اس کی بنیاد مسلمان ہونے کے بعد کسی ایک کفریہ کلمہ کو اپنی زبان پر لانا ہے"

حضرت صدیق اکبر" کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے اسلام کے صرف ایک رکن زکوٰۃ کا انکار کیا تھا۔ نمازوں اور روزوں کو وہ بدستور مانتے تھے۔ مگر بایں ہمہ صحابہ کرام" نے انہیں مرتد قرار دیا ہے۔ امام بخاری" نے مانعین زکوٰۃ اور قتال ابی بکر کے واقعہ پر مندرجہ ذیل باب باندھا ہے:

باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردہ (صحیح بخاری' ج ۲' ص ۱۰۲۳)

یہاں صریح طور پر ردت اور ارتداد کے الفاظ موجود ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ" لکھتے ہیں:

الصنف قد سموا مانعی الزکوه مرتدین مع کونهم یصومون ویصلون (فتاویٰ ابن تیمیہ' ج ۴' ص ۲۹۱)

ترجمہ: "سلف نے زکوٰۃ روکنے والوں کا نام مرتد رکھا ہے۔ حالانکہ وہ روزے بھی رکھتے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے"۔

امام الائمہ امام محمدؒ جن پر فقہ حنفی کا مدار ہے:

من انکر شیاء من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لاالہ الا اللہ (تفسیر کبیر، ج ۴، ص ۳۶۵)

ترجمہ: "جو شخص اسلام کی شرائع میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے، اس نے اپنا کلمہ پڑھنے کو باطل کر لیا"

امام ابن حزم علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں:

وصح الاجماع ان کل من جحد شیاء صح عندنا بالاجماع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی بہ فقد کفر وصح بالنص ان کل من استھزا باللہ تعالی او بملک من الملائکہ او بنبی من الانبیاء اوبایہ من القران او بفریضہ من فرائض الدین فھی کلھا آیات اللہ بعد بلوغ الحجہ الیہ فھو کافر و من قال نبی بعد النبی علیہ الصلوہ والصلوہ او جحد شیئا صح بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ فھو کافر (کتاب الفصل، ج ۳، ص ۲۵۵)

ترجمہ: "اس بات پر اجماع درست ہو چکا ہے کہ جو شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو اجماعی طور پر حضورؐ کی تعلیم ہو، وہ کافر ہے اور یہ امر نص کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرے یا اس کے فرشتے کے ساتھ یا قرآن پاک کی کسی آیت کے ساتھ یا نبیوں میں سے کسی نبی کے ساتھ یا دین کے فرائض میں سے کسی ایک فریضہ کے ساتھ استہزاء کرے اس کے بعد کہ اس تک حجت شرع پہنچ چکی ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور جو شخص سرور دو عالم کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے کا قائل ہو یا

یتی بات کا انکار کرے' جو اس کے ہاں حضور کی تعلیم ہو تو وہ کافر ہے"۔
ایسے لوگوں کا ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا' انہیں اہل قبلہ میں داخل نہیں کر دیتا۔ جب تک کہ تمام ضروریات دین پر ایمان نہ لے آئیں۔ امام المتکلمین ملا علی قاری" فرماتے ہیں:

اعلم ان المراد من اھل القبلہ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین (شرح فقہ اکبر' ص۱۸۹)

ترجمہ: "اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ساری ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں"۔

امام ابن حزم" ذرا تفصیل فرماتے ہیں:

اھل القبلہ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا الشرع و اشتھر فمن انکر شیئا من الضروریات کحدوث العالم و حشر الاجساد و علم اللہ سبحانہ بالجزئیات و فرضیہ الصلوہ و الصوم لم یکن من اھل القبلہ و لو کان مجاھدا بالطاعات (الفصل' ج۴' ص۵۷۴)

ترجمہ: "متکلمین اسلام کی اصطلاح میں اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ساری ضروریات دین کو سچا مانیں اور ضروریات دین سے وہ امور مراد ہیں جن کا ثبوت شرع میں اس طرح ہو کہ انہیں اسلام میں شہرت کا درجہ حاصل ہو۔ پس جو کوئی ایسے ضروری مسئلوں سے انکار کرے' جیسے دنیا کا حادث ہونا' قیامت کو تمام جسموں کا اکٹھا ہونا' خدا تعالیٰ کے علم کا محیط ہونا' نمازوں اور روزوں کا فرض ہونا تو ایسے مسائل کا منکر اہل قبلہ میں سے نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ عبادات میں وہ کسی قدر مجاہد ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

و لا تکفر احدا من اھل القبلہ الا بما فیہ نفی

القادر المختار او عبادہ غیر اللہ او انکار المعاد و النبی و سائر ضروریات الدین (العقیدہ الحسنہ' ص۹)

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ منکرین ختم نبوت کسی ایسے امر کا انکار کرتے ہیں یا نہیں جس کے نہ ماننے کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ سو معلوم ہونا چاہئے کہ ان میں تقریباً وہ تمام وجوہ موجود ہیں جو امام ابن حزمؒ کی تحریر میں موجود ہیں لیکن ان سب میں نمایاں ختم نبوت کے اسلامی معنوں کا انکار ہے۔ ہمارا ان پر الزام ہے کہ تم خاتم النبیینؐ کے بعد ایک نئے نبی کے قائل ہو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں ہم ایک نئے نبی کی پیدائش کے بے شک قائل ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی ماننے والے کا حکم شرعاً کیا ہے؟ علامہ ابو شکور السالمی لکھتے ہیں:

و من ادعی النبوہ فی زماننا فانہ یصیر کافرا و من طلب منہ المعجزات فانہ یصیر کافرا لانہ لا شک فی النص و یجب الاعتقاد بانہ ما کان لاحد شرکہ فی النبوہ لمحمدؐ بخلاف ماقالت الروافض ان علیا کان شریکا لمحمدؐ وھذا منھم کفر (التمہید)

ترجمہ: "جو شخص اس زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرے یا اس سے معجزہ طلب کرے' وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کی نص میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ حضورؐ کی نبوت میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں ہے بخلاف شیعوں کے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

دعوی النبوہ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع (شرح فقہ اکبر'' ص۲۰۱)

یعنی حضورؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا اجماعی طور پر کفر ہے۔ اجماع سے وہ اجماع مراد ہے جو صحابہ کرامؓ کا مسیلمہ کذاب کے بارے میں منعقد ہوا تھا۔

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند ارشاد فرماتے

ہیں:

"اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں"۔ (جوابات محذورات، ص ۱۰۳)

اس بات کے واضح ہونے کے بعد ایسے حضرات قطعاً مسلمان نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرتد کے ذبیحہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ در مختار میں ہے:

لا تحل ذبیحہ غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد (شامی، ج ۵، ص ۲۵۹)

ترجمہ: "کتابی کے سوا کسی بت پرست، مجوسی، آتش پرست اور مرتد کا ذبیحہ مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے"۔

اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ ایسے لوگوں کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لیے کھانا حرام قطعی ہے۔ کیونکہ وہ مردار کے حکم میں ہے۔ اسے یا تو واپس کر دینا چاہیے، یا دفن کر دینا چاہیے۔ حرام چیز کو عمداً جانوروں کو بھی کھلانا درست نہیں۔

وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صید فصید الحرم لا تحله الزکوه فی الحرم مطلقا او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منه عند الذبح ذکر المسیح (ونحوہ فی البخاری، ج ۲، ص ۸۲۸)

آپ نے جن منکرین ختم نبوت کے متعلق پوچھا ہے، وہ کتابی کے ذیل میں بھی نہیں آسکتے۔ کیونکہ کتابی وہ ہے جو قرآن پاک سے پہلے کی کسی کتاب پر ایمان رکھتا ہو۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اوتوا الکتاب کے ساتھ من قبلکم موجود ہے۔ جو شخص قرآن پاک پر ایمان کا اظہار کرتا ہے تو اگر اس کا ایمان صحیح معنوں میں ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر صحیح معنوں میں نہیں تو کافر ہے، کتابی نہیں ہو سکتا۔ کتابی یہود اور نصاریٰ ہی ہیں۔ شامی میں ہے:

الکتابی من یعتقد دینا سماویا ای منزلا

بکتاب کالیھود والنصاری (شامی' ص ۳۸۰)

اسی طرح کلیات ابوالبقاء میں ہے:

الکافران کان ھتدینا ببعض الادیان والکتب المنسوخه فھوالکتابی (کلیات' ص ۵۵۳)

ترجمہ: "کتابی اس کافر کو کہتے ہیں جو کسی پرانے دین اور منسوخ کتاب پر ایمان رکھتا ہو"۔

پس جب کہ منکرین ختم نبوت کتابی کے ذیل میں بھی نہیں آ سکتے تو ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے کسی طرح بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجوسیوں کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے صاف لفظوں میں حرام فرمایا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عقائد کفریہ کا اثر ذبیحہ پر بھی ضرور پڑتا ہے۔ امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہؒ حضرت حسنؒ سے مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے "ہجر" کے مجوسیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

من لم یسلم ضربت علیه الجزیه غیرنا کحی نسائھم ولاکلی ذبائحھم

ترجمہ: "ان میں سے جو شخص مسلمان نہ ہو اس پر جزیہ لگایا جائے۔ ہاں ان کی عورتوں سے نکاح درست نہیں اور ان کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لیے کھانا حلال نہیں"۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے اسناد کو جید قرار دیتے ہیں۔ (الدرایہ' ص ۳۸)

سیدنا حضرت امام بخاری اپنی کتاب "خلق افعال عباد" میں جو مسائل کلامیہ میں اہل علم کی بہت راہنمائی کرتی ہے' فرقہ جہمیہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

لا یسلم علیھم ولا یعادون ولا ینا کحون ولا تو کل ذبائحھم۔

ترجمہ: "اس میں ایسے لوگوں کے ذبیحہ کے ناجائز ہونے پر صاف تصریح موجود ہے"۔

نوٹ: یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ جو شخص اسلام سے اہل کتاب کے دین میں چلا جائے تو باوجودیکہ وہ اہل کتاب کے دین میں ہے۔ اسے حکم شرع میں کتابی نہیں کہا جائے گا۔ وہ مرتد کہلائے گا۔ کتابی وہ اسی صورت میں تھا کہ پہلے اسلام پر نہ ہوتا۔ پس ایسے شخص کا ذبیحہ کتابی کا ذبیحہ نہیں ہوگا بلکہ اسے مرتد کا ذبیحہ کہا جائے' جو مسلمان کے لیے حرام ہے۔ پس ایسے حضرات کتابی بھی نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ وہ دین اسلام سے تاویلاً" منحرف ہو کر اس نئے دین میں گئے ہیں۔

خلاصہ مافی الباب یہ ہے کہ جس طرح ذبح ہونے والے جانور کے لیے کچھ شرطیں ہیں کہ حرام جانور نہ ہو' جیسے کتا' بلی' بندر وغیرہ اور نیز یہ کہ حدود حرم میں نہ ہو' اسی طرح ذبح کرنے والے کے لیے بھی کچھ شرطیں ہیں کہ وہ مسلمان ہو اور یہ کہ حالت احرام میں نہ ہو۔ اس کے علاوہ صرف کتابی کا ذبیحہ جائز ہے۔ بشرطیکہ بوقت ذبح مسیح کا نام نہ لیا گیا ہو۔ جب تک ذبح کرنے والے میں ذبح کرنے کی شرطیں نہ پائی جائیں گی' اس کا ذبح کیا ہوا جانور وہی حکم رکھتا ہے جو مردار کے گوشت یا حرام جانور کے ذبیحہ کا ہے۔ پہلے معاملہ میں ذابح ہونے کی اور دوسرے معاملہ میں مذبوح ہونے کی اہلیت مفقود ہے۔ بناء علیہ مرتد کے ذبیحہ میں اور ذبح کیے ہوئے حرام جانور میں حکماً کوئی فرق نہیں ہے۔ کھانا دونوں کا ایک مسلمان کے لیے حرام ہے۔

جس طرح مسلمان ان منکرین ختم نبوت کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اسے بے جا تعصب یا منافرت پر محمول نہیں کیا جاتا' اسی طرح انصاف یہ ہے کہ ان کے ذبیحہ کو بھی حرام سمجھا جائے اور اسے بے جا تعصب اور شرانگیزی پر محمول نہ کیا جائے۔ اگر وہ لوگ ہمارا ذبیحہ کھا لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیں اہل کتاب میں سے شمار کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ہمارا دین' دین سماوی ہے اور چونکہ ہمارے نزدیک وہ کتابی نہیں اور ان کا دین ہمارے دین سے پہلے کا نہیں بلکہ بعد کا ہے۔ اس لیے ہمارا اپنے عمل کو ان کے عمل پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

قربانی کرنا ایک خالص اسلامی عبادت ہے۔ گائے کی قربانی میں جو سات افراد شریک ہیں' ان کی اس مجموعی عبادت کے سارے شرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

ان میں سے اگر ایک بھی ختم نبوت کے اسلامی معنوں کا منکر ہوگا تو قربانی کسی کی ادا نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب (کتبہ خالد محمود عفااللہ عنہ '۳ اپریل '۶۴ء)

س: بخدمت جناب حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم!

سمندری میں ۲۲ اپریل کو دفتر بلدیہ سمندری کے چیئرمین کی زیر صدارت یوم اقبال منایا گیا' جس میں چند مرزائی بھی مدعو تھے۔ میں نے اقبال اور ختم نبوت کے موضوع پر تاریخی روشنی ڈالی' جس پر مرزائی مبلغ نے اعتراض کیا کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ کشمیر کمیٹی میں جب مرزا بشیرالدین محمود صدر تھے' ڈاکٹر اقبال نے استعفیٰ دیا تھا اور انجمن حمایت اسلام میں جب ڈاکٹر اقبال صدر تھے تو انہوں نے مرزائی ارکان انجمن حمایت اسلام سے خارج کر دیے تھے۔ میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ڈاکٹر اقبال نے مرزائیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دینے پر بھی ایک بیان دیا تھا۔ مرزائی مبلغین نے ان سب امور کا انکار کیا ہے۔ اس لیے آپ ان موضوعات کے متعلق عوت کے باب الاستفسارات میں تفصیلاً بیان فرمائیں۔ بہت مشکور ہوں گا۔ (محمد علی جانباز)

ج: یہ صحیح ہے کہ علامہ اقبال" جب انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر تھے تو ان کی تحریک اور عام مسلمانوں کی تائید سے انجمن حمایت اسلام نے ۱۹۳۶ء کے اوائل میں ایک قرارداد منظور کی تھی' جس کی رو سے مرزائی انجمن حمایت اسلام کے ممبر نہیں ہو سکتے تھے اور اس قرارداد کے مطابق اس وقت جتنے بھی مرزائی ممبر تھے' سب انجمن حمایت اسلام کی رکنیت سے خارج ہو گئے تھے۔ سمندری کے مرزائی مبلغ نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ آپ اسے لاہور لا کر انجمن حمایت اسلام کا ریکارڈ دکھا سکتے ہیں۔ ایسے روشن حقائق کا انکار بہت موجب تعجب ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۹۳۶ء کے وسط میں پنجاب کے مختلف مقامات کا دورہ کیا تھا اور مرزائیوں کی ایک سیاسی انجمن نے اس دوران میں پنڈت جی کو ایک دعوت استقبالیہ بھی دی تھی۔ اس پر بعض حلقوں سے مرزائیوں پر کافی اعتراضات ہوئے اور مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ جمعہ میں ان اعتراضات کے جوابات

دیے تھے۔ ان جوابات کے ضمن میں مرزا بشیر الدین نے بیان کیا تھا کہ ڈاکٹر اقبال نے احمدیوں کو عام مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دینے کی تحریک کی تھی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے اس کا رد کیا تھا۔ اس لیے ایسے شخص کا استقبال بالکل حق بجانب ہے۔ خلیفہ قادیان کا یہ خطبہ اخبار الفضل میں شائع بھی ہوا۔ الفاظ یہ ہیں:

"اگر پنڈت جواہر لال نہرو اعلان کر دیتے کہ احمدیت کو مٹانے کے لیے وہ اپنی تمام طاقت خرچ کر دیں گے جیسا کہ احرار نے کیا ہوا ہے تو اس قسم کا استقبال بے غیرتی ہوتا۔ لیکن اس کے برخلاف یہ مثال موجود ہو کہ قریب کے زمانہ میں ہی پنڈت صاحب نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیے جانے کے لیے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا احمدیت پر اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گزشتہ رویے کے خلاف ہے تو ایسے شخص کو جب کہ وہ صوبہ میں مہمان کی حیثیت سے آ رہا ہو، ایک سیاسی انجمن کی طرف سے استقبال بہت اچھی بات ہے"۔

(اخبار الفضل، ۱۱ جون ۱۹۳۶ء، ج ۲۳، شمارہ نمبر ۲۸۷، خطبہ جمعہ)

خط کشیدہ عبارت میں نہایت واضح اقرار ہے کہ مرزائیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دینے کے محرک اول علامہ اقبالؒ ہی تھے۔ پس سمندری کے مرزائی مبلغ کا انکار حقیقت پر مبنی نہیں۔

۳۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ انجمن حمایت اسلام کے ایک پرانے سرگرم رکن تھے۔ وہ مرزائیوں کی لاہوری جماعت سے وابستہ تھے۔ علامہ اقبالؒ کی اسی مذکورہ بالا تحریک کی بناء پر وہ بھی انجمن حمایت اسلام کی رکنیت سے علیحدہ کر دیے گئے۔ اس لیے علامہ اقبال کی یہ تحریک لاہوری جماعت پر بھی بہت گراں تھی۔ انہی دنوں لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے بھی اخبار پیغام صلح میں یہ بیان شائع ہوا تھا:

"علامہ اقبال جیسے بلند پایہ انسان، جسے آج سے چار برس پہلے ایک مسلمان کمیٹی کا صدر بنائیں، آج اسے کافر قرار دیں۔ مرزا محمود احمد صاحب کو کشمیر کمیٹی کا صدر بنانے میں سر محمد اقبال پیش پیش تھے اور جس جماعت کو

سولہ سترہ سال پیشتر ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ بتائیں' آج اسے کافروں کی جماعت قرار دیں۔ پس مناسب ہے کہ جو کچھ فتویٰ دیں' وہ آج کی تحریرات پر دیں"۔(اخبار پیغام صلح' ج ۲۴' شمارہ ۲۸' فروری ۱۹۳۶ء)

گو ہمیں اس سے اتفاق نہیں کہ مرزا بشیرالدین محمود کو کشمیر کمیٹی کا صدر بنانے کے محرک علامہ اقبال تھے۔ اس وقت اس سے بھی بحث نہیں کہ پھر علامہ اقبال نے اس کمیٹی سے آخر کیوں استعفیٰ دے دیا تھا۔ اس وقت ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں کے بیان کے مطابق مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دینے کے محرک اول علامہ اقبال مرحوم ہی تھے۔

ڈاکٹر یعقوب بیگ (لاہوری مرزائی) انجمن حمایت اسلام کے اس فیصلے کے پورے ایک ہفتہ بعد فوت ہو گئے تھے اور مرزائی اخبارات نے لکھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی وفات اسی صدمہ سے ہوئی ہے کہ ملت اسلامیہ انہیں کس طرح پوری ملت سے کٹا ہوا سمجھتی ہے۔

پھر اخبار پیغام صلح کی اسی جلد کے شمارہ ۶۰ کی اشاعت میں یہاں تک مذکور ہے کہ ان دنوں اسمبلی کے امیدوار یہ عہد کرتے پھرتے تھے کہ اسمبلی میں جا کر:

"احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت منظور کرانے کی کوشش کروں گا"۔(پیغام صلح' ۹ ستمبر' ۱۹۳۶ء)

علامہ اقبال کو اگر ایک وقت تک مرزائیوں کے تفصیلی نظریات کی اطلاع نہ ہو سکی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ علامہ اقبال کے اپنے نظریات میں کوئی کمزوری تھی۔ نہیں ان کا اپنا اعتقاد اس وقت بھی اتنا ہی پختہ تھا جتنا کہ بعد میں ظاہر ہوا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا ایک مضمون ۱۹۱۴ء کی ابتداء میں "لمعات" شائع ہوا تھا۔ جسے "اخبار الفضل" نے بھی جلد ۳ کے شمارہ ۱۰۵ میں نقل کیا تھا:

"وہ (ڈاکٹر اقبال) لکھتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہے' جس کا انکار مستلزم کفر ہو وہ خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج تھے"۔(الفضل' ۱۱ اپریل' ۱۹۱۴ء)

رہا یہ مسئلہ کہ قادیانی فرقہ کے نزدیک مرزا غلام احمد کا انکار "مستلزم" کفر ہے یا نہیں سو اس کے لیے اتنی بات یاد رکھئے کہ علامہ اقبال مرحوم پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے وابستگان میں سے تھے۔ پھر جب وہ مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہوئے تو انہوں نے ان کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اس پر مرزا صاحب نے انہیں لکھا کہ آپ کا نام نہ صرف جماعت سے بلکہ اسلام سے ہی کاٹ دیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا کچھ تذکرہ مرزا بشیر الدین کے بھائی مرزا بشیر احمد نے بھی سیرت المہدی کی تیسری جلد میں کیا ہے اور اس مسئلے کی بحث کہ مرزائیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد کا انکار "مستلزم" کفر ہے یا نہیں، احقر کی کتاب "عقیدہ الامہ فی معنی ختم النبوہ" میں نہایت مفصل طور پر موجود ہے۔ بہرحال اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ علامہ اقبالؒ کی اسلامی خدمات میں سے عقیدہ ختم نبوت کی خدمت ملت اسلامیہ پر ایک ایسا احسان ہے کہ اسے بیان کرنے کے بغیر یاد اقبال کا کوئی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ کی (مولانا محمد علی صاحب) یہ ہمت لائق تحسین ہے کہ آپ نے سمندری کے اس جلسہ یوم اقبال میں علامہ اقبالؒ کی اس عظیم اسلامی خدمت کو تفصیل سے بیان کیا۔ رب العزت آپ کو جزائے خیر دے۔ والسلام۔ (احقر خالد محمود عفا اللہ عنہ)

س: مرزائی کمپنی کے ایجنٹ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جو چڑھائی کی تھی، وہ اس کی بغاوت کی بناء پر کی تھی۔ اس کی تحقیق مقصود ہے کہ کس بنا پر وہ چڑھائی کی گئی تھی" (سائل ماسٹر محمد ابراہیم)

ج: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جو چڑھائی کی، وہ بغاوت کی بنا پر نہ تھی، انکار ختم نبوت کی بنا پر تھی۔ مسیلمہ کے ایلچی ایک مرتبہ خود حضور ختمی مرتبہ (ﷺ) کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے اور اپنے مسیلمہ کذاب پر ایمان لانے کا اقرار کیا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما (سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۸۰)

ترجمہ: "اگر ایلچیوں کا قتل کرنا خلاف اصول نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا"۔

پھر آپ نے امیر کوفہ قرظہ بن کعب کو حکم دیا اور انہوں نے اسے بر سر عام قتل کر دیا۔ اس طرح وہ سالہا سال پہلے کا منشاء رسالت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔

سنن دارمی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان مرتدین کی مسجد کو بھی گرانے کا حکم دیا اور وہ نام نہاد مسجد منہدم کر دی گئی۔ (دیکھئے "جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد" ج ۱، ص ۲۸۴)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے انہیں باغی سمجھا ہوا تھا یا مرتدین؟ اس کے لیے ہمیں ان کے بارے میں صراحت سے مرتدین کے الفاظ ملتے ہیں۔ صحیح بخاری کتاب الکفالہ میں ہے:

قال جریر و الاشعث لعبداللہ بن مسعود فی المرتدین استبہم و کفلہم فتابر او کفلہم عشائرہم (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۰۶)

ترجمہ: "جریر اور اشعث نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی توجہ اس طرف منعطف کرائی کہ آپ ان مرتدین کو توبہ کی طرف بلائیں اور ان کی کفالت کریں۔ پس وہ تائب ہوگئے اور آپ نے ان کے کنبوں کی کفالت فرمائی"۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ جنہیں مرزائی حضرات اپنے وقت کا مجدد تسلیم کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

انما قاتل بنی حنیفہ لکونہم امنوا بمسیلمہ الکذاب واعتقدوا بنبوتہ (منہاج السنہ، ج ۲، ص ۲۳، مطبوعہ مصر)

ترجمہ: "حضرت ابوبکرؓ نے بنی حنیفہ سے اس لیے جہاد کیا تھا کہ وہ مسیلمہ کذاب پر ایمان لائے ہوئے تھے اور اس کی نبوت کے قائل تھے"۔

پس یہ خیال غلط ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی مذکورہ بالا چڑھائی بنی حنیفہ کی بغاوت کی بنا پر تھی، دعویٰ نبوت کی بناء پر نہ تھی۔ حافظ ابن تیمیہؒ یہ بھی لکھتے ہیں:

فان الصديق لم يقاتل احدا علی طاعته و لا الزم احد ببيعته (ايضاً' ج ۲' ص ۲۳۱)

ترجمہ: "حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کسی شخص کے ساتھ اس کی بغاوت پر یا اپنی خلافت منوانے کے لیے جہاد نہیں کیا"۔

اس سے پہلے حافظ ابن تیمیہؒ اس پر اجماع ان لفظوں میں نقل کر چکے ہیں:

فلم نعلم احدا انکر قتال اهل اليمامه و ان مسيلمه الكذاب ادعی النبوه و انهم قاتلوه علی ذالک (ايضاً' ج ۲' ص ۲۳۰)

ترجمہ: "آج تک کسی نے اس امر سے انکار نہیں کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کا بنی حنیفہ سے جہاد مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کی بناء پر ہی تھا"۔

پر مرزائی مبلغ کی مذکور فی السوال تاویل نہایت رکیک اور غلط ہے اور کسی حقیقت پر مبنی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (کتبہ خالد محمود عفا اللہ عنہ)

س: مرزا غلام احمد کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ سلطنت برطانیہ کا خیر خواہ اور انگریزوں کا ایجنٹ تھا مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی تردید میں وہ بہت پیش پیش تھا۔ اگر وہ واقعی ان عیسائی قوموں کا نمک خوار تھا تو وہ پھر عیسائیوں کی تردید میں اس قدر کام کیوں کرتا رہا؟ اس کا جواب ہفت روزہ دعوت میں دیں؟

ج: سلسلہ مرزائیت کے سربراہ اور قادیانیوں اور لاہوریوں ہر دو طبقوں کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی خود اس تناقض سے پردہ اٹھا چکے ہیں۔ ان کی اپنی تحریر سے زیادہ اور کوئی بیان اس مسئلہ کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ مرزا صاحب آنجہانی ۱۸۹۹ء کی ایک تحریر میں عیسائی پادریوں کی سخت تحریروں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے' ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لیے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی

سے جواب دیا جائے تا کہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدگمانی کی گئی تھی' چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے مجھے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں' ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لیے یہ طریق کافی ہوگا۔ کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔

سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آ چکے تھے' ایک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہو گئے۔ کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔ بایں ہمہ میری تحریر پادریوں کے بالمقابل بہت نرم تھی۔ گویا کچھ بھی نسبت نہ تھی۔ ہماری محسن گورنمنٹ خود سمجھتی ہے کہ مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی ﷺ کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے۔ کیونکہ مسلمانوں کے دلوں میں دودھ کے ساتھ ہی یہ اثر پہنچایا گیا ہے کہ وہ جیسا کہ اپنے نبی ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔ ایسا ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ سو کسی مسلمان کا یہ حوصلہ ہی نہیں کہ تیز زبانی کو اس حد تک پہنچائے' جس حد تک ایک متعصب عیسائی پہنچا سکتا ہے اور مسلمانوں میں یہ ایک عمدہ سیرت ہے جو فخر کرنے کے لائق ہے کہ وہ تمام نبیوں کو جو آنحضرت ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں' ایک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام سے بعض وجوہ سے ایک خاص محبت رکھتے ہیں' جس کی تفصیل کے لیے اس جگہ موقع نہیں۔ سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا' یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں تمام

مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجہ پر بنا دیا ہے۔

اول والد مرحوم کے اثر نے۔

دوم اس گورنمنٹ کے احسانوں نے۔

سوم خدا تعالیٰ کے الہام نے۔ اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔ (دیکھئے تبلیغ رسالت' ج۸' ص۵۱' ص ۵۳' مطبوعہ قادیان)

اس تحریر سے یہ بات نہایت واضح ہے کہ قادیانیوں کا مسیحی تبلیغات کا مقابلہ کرنا اسلام کی خیر خواہی کے لیے ہرگز نہ تھا۔ عیسائیوں قوتوں کو ہر ممکن اضمحلال اور کمزوری سے بچانے کے لیے یہ ان کا ایک حکیمانہ طریق کار تھا۔ اسلام کی خیر خواہی اگر کچھ بھی ان کے دلوں میں موجود ہوتی تو یہ آنحضرت ﷺ کی نبوت جامعہ اور رسالت جاریہ کے بعد کسی قسم کی نبوت کے ملنے کے ہرگز قائل نہ ہوتے اور ان کا مرکز عقیدت مدینہ منورہ کی بجائے کسی صورت میں قادیان قرار نہ پاتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انگریز کا خود کاشتہ پودا خود عیسائیوں کے ہی خلاف کام کرنے لگے۔ یہ جو کچھ دکھائی دے رہا ہے' یہ فقط ظاہر ہے۔ حقیقت وہی ہے جسے مرزا صاحب آنجہانی خود سپرد قلم کر چکے ہیں۔ اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ انہوں نے اپنا راز خود کیسے کھول دیا--- یہ انگریزوں کو مطمئن کرنے کے لیے ضروری تھا۔ مرزا غلام احمد نے اسے صرف ایک اشتہار میں لکھا تھا' کتاب میں نہیں۔ یہ اس کے پیروؤں نے کیا کہ اس کے تمام اشتہارات کتابی شکل میں جمع کر دیے۔ واللہ اعلم بالصواب (کتبہ خالد محمود عفا اللہ عنہ' ۲۶ جون ۶۴ء)

س:

مکرمی و محترمی جناب علامہ صاحب قبلہ!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ آپ نے رحیم یار خاں مجلس کے دوران فرمایا تھا کہ مرزا غلام احمد نے اپنی عمر کے متعلق جو الہام شائع کیا تھا' وہ امر واقع کی روشنی میں بالکل غلط نکلا۔ قادیانی اس کا انکار کرتے ہیں اور حوالہ مانگتے ہیں۔ براہ کرم مجھے اس کے مفصل

حوالہ جات سے مطلع کریں۔ ممکن ہے اس سے کچھ لوگوں کے عقائد درست ہو جائیں۔ (سائل عبدالخالق' رحیم یار خاں)

ج: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ!

مرزا صاحب نے جولائی ۱۸۸۷ء میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے:

یاتی علیک زمان مختلف بارواح مختلفه و تری نسلا بعیدا ولنحیینک حیوة طیبه ثمانین حولا او قریبا من ذلک۔

خط کشیدہ عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ: "اور ہم تجھے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ اسی سال یا اس کے قریب قریب"۔

مرزا صاحب نے اپنی اس پیشگوئی کا اشتہار شائع کیا تھا اور پھر اس الہام کو اپنی کتاب ازالہ اوہام' حصہ دوم میں بھی نقل فرمایا۔ مرزا صاحب اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں بیان کی ہیں' درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لیے یہی کافی ہے"۔ (ازالہ اوہام' حصہ دوم' ص۳۱۸' طبع دوم' قادیان)

اس تصریح سے یہ امر واضح ہے کہ اسی سال عمر ہونے کی یہ پیش گوئی مرزا صاحب کے صدق یا کذب کو جانچنے کے لیے کافی ہے۔ ہاں مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو او قریبا من ذلک یعنی یا اس کے قریب قریب کے الفاظ سے جس طرح گول کیا ہے۔ اب ہم اس کی بھی تحدید کیے دیتے ہیں کہ اس سے مراد کیا تھی۔

مرزا صاحب حقیقتہ الوحی میں اپنا یہ الہام پیش کرتے ہیں:

اطال اللہ بقاءک اسی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔ (حقیقتہ الوحی' ص۹۶' مطبع قادیان)

پھر مرزا صاحب نے احتیاطاً اس کی اور توسیع کی۔ خود لکھتے ہیں:

"خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ برس ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم"۔ (براہین احمدیہ' حصہ پنجم' ص ۹۷' ضمیمہ)

ان تصریحات کی روشنی میں مرزا صاحب کی عمر کم از کم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہونی چاہیے تھی مگر افسوس کہ مرزا صاحب ان تمام پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرتے ہوئے ۱۳۲۶ھ میں تقریباً ۶۶ سال کی عمر میں فوت ہوگئے اور وہ پیشگوئی جسے انہوں نے خود اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا تھا' انہیں یکسر کاذب ٹھہرا گئی۔

مرزا صاحب کی عمر پر پہلا استدلال:

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام سے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے"۔ (تریاق القلوب' ضمیمہ ۲' ص ۶۸' طبع اول' ص ۱۳۶' طبع سوم)

غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد و شمار سے اشارہ کر رہا ہے یعنی ۱۳۰۰ کا جو عدد اس نام سے نکلتا ہے' وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کر رہا ہے۔ (تریاق القلوب' ص ۱۶' طبع اول)

مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریروں سے یہ دو باتیں ثابت ہیں:

۱۔ مرزا صاحب تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر مجدد مبعوث ہوئے۔

۲۔ اس وقت مرزا صاحب کی عمر پورے چالیس برس کی تھی۔

مرزا صاحب کی وفات بالاتفاق ۱۳۲۶ھ میں ہوئی ہے۔ چودھویں صدی کے یہ چھبیس سال چالیس میں جمع کیے جائیں تو آپ کی کل عمر ۶۶ سال کے قریب بنتی ہے۔

مرزا صاحب کی عمر پر دوسرا استدلال:

خدا تعالیٰ نے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے مبارک عصر تک جو عہد نبوۃ ہے یعنی تیئس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت گزشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت ﷺ کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ' ص ۹۴' طبع اول)

اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے وقت دنیا کی عمر ۴۷۳۹ سے گیارہ برس کم یعنی ۴۷۲۸ برس تھی۔ مرزا صاحب کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی جس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی وفات کے وقت دنیا کی عمر ۴۷۲۸ + ۱۳۲۶ = ۶۰۵۴ برس کے قریب تھی۔ اب مرزا صاحب کی پیدائش کا وقت ان کے اپنے بیان کی رو سے ملاحظہ کیجئے:

"اس حساب سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ' ص ۹۵)

خلاصہ اینکہ مرزا صاحب کی پیدائش اس وقت ہوئی جب دنیا کی پیدائش پر تقریباً ۵۹۸۸ سال گزر چکے تھے اور وفات اس وقت ہوئی جب دنیا کی عمر ۶۰۵۴ برس کے قریب تھی۔ اس مدت سے ۵۹۸۸ نکال دینے سے باقی ۶۶ سال ہی رہ جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی عمر کا یہ تعین ان کے دعوؤں اور الہامات پر مبنی ہے۔ ان کی بعثت اگر تیرھویں صدی کے ختم پر چودھویں صدی کے آغاز سے کچھ ایک دو سال پہلے تجویز کی جائے تو زیادہ سے زیادہ اس عمر کا تصور ۶۷ یا حد ۶۸ سال ہو سکے گا۔ اس سے زیادہ کسی صورت میں ممکن نہیں۔ مشہور انگریز سر لیپل گریفن نے پنجاب چیفس Punjab Chiefs کے نام سے پنجاب کے زمینداروں کی ایک اہم تاریخ مرتب کی تھی۔ اس کی دوسری جلد میں مرزا صاحب کے خاندان کا بھی تذکرہ ہے۔ مورخ موصوف اس میں لکھتے ہیں:

"غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا' مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا"۔ (پنجاب چیفس' ج ۲'

ص ٦٦)

مرزا صاحب کی وفات انگریزی حساب سے ۱۹۰۸ء کے اوائل میں واقع ہوئی۔ ۱۸۳۹ء میں پیدائش ہو اور ۱۹۰۷ء کے اختتام تک مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال بنتی ہے۔ قادیانی سلسلے کے خلیفہ اول جناب حکیم نور الدین صاحب بھی اپنی کتاب "نور الدین" میں (جو مرزا صاحب کی زندگی میں ہی لکھی گئی تھی اور ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی) مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش ان الفاظ میں لکھی ہے:

"سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء"۔

(نور الدین' ص ۱۷۰' مطبع ضیاء الاسلام قادیان)

الہامات پر مبنی عمر ۶۶ سال ہو یا تاریخی واقعات پر مبنی ۶۸ سال ہو' ہر دو اعداد عمر مرزا غلام احمد کے اس الہام کو غلط ثابت کرنے کے لیے کہ ان کی عمر کم از کم ۷۴ سال ہو گی اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال کی ہو گی' کافی و وافی ہیں۔

اب ہم مرزا صاحب کی اس عبارت کو پھر پیش کرتے ہیں' جو انہوں نے اسی سال کی عمر کی پیشگوئی تحریر فرمانے کے متصل بعد لکھی ہے:

"اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں بیان کی ہیں' درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لیے یہی کافی ہے"۔ (ازالہ اوہام' ص ۳۱۸' طبع دوم)

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ قادیانیوں نے مرزا صاحب کے خلاف الہام وفات سے سبق لینے کی بجائے آپ کے واقعات عمر میں ہی ردوبدل کرنا شروع کر دیا۔ وفات کی تاریخ تو وہ نہ بدل سکتے تھے' ناچار انہوں نے تاریخ پیدائش میں اختلاف کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ کسی نہ کسی بہانے واقعات کو پیشگوئی پر منطبق کیا جاسکے۔

یاد رہے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں ان کی پیدائش کبھی زیر اختلاف نہیں آئی۔ ہم نے مرزائیوں کو بارہا چیلنج دیا ہے کہ مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کا کوئی اختلاف وہ مرزا صاحب کی زندگی کے واقعات سے پیش کریں اور بتائیں کہ کبھی ان کے حین حیات بھی اس موضوع میں کوئی اختلاف رونما ہوا ہو۔ اگر یہ اختلافات سب مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہی اٹھے ہیں تو کیا یہ خود اس امر کا ثبوت نہیں کہ اس کا واحد سبب مرزا

صاحب کی وہ الہامی پیش گوئی ہے، جس پر مرزا صاحب کی مدت حیات کسی طرح منطبق نہ اتر سکی۔ مرزا بشیرالدین محمود نے سیرت مسیح موعود کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا، جواب پانچویں بار ربوہ کے مرکز جدید سے شائع ہوا ہے۔ اس میں جماعت کے خلیفہ نے سر لیپل گریفن کی کتاب "پنجاب چیفس" سے مرزا صاحب کا سن پیدائش نقل کرنے میں کھلم کھلا تحریف اور خیانت کی ہے۔ مرزا محمود اس رسالہ کے ص۵ پر اسے یوں نقل کرتے ہیں:

"غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا، مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا"۔ (سیرت مسیح موعود، ص۵، مصنفہ مرزا بشیرالدین محمود)

مرزائی حضرات سے دوسرا سوال:

۱۔ اپنے قدیم تحریری ذخائر سے یہ ثابت کریں کہ مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کے متعلق اختلاف کبھی ان کی زندگی میں بھی اٹھا ہو۔

۲۔ مرزا محمود نے پنجاب چیفس کے حوالے سے مرزا صاحب کا سن پیدائش نقل کرنے میں تحریف اور خیانت نہیں کی؟

نقل کو اصل کے مطابق ثابت کر کے خلیفہ صاحب سے بددیانتی کے اس داغ کو دور کریں۔

الحاصل مرزا صاحب کی عمر ۶۶ اور ۶۷ سال کے قریب ہی بنتی ہے اور کسی صورت میں بھی ۷۴ سال ثابت نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب اپنی خلاف الہام وفات سے اپنے دعوؤں کی پوری طرح تکذیب کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (کتبہ خالد محمود، عفا اللہ عنہ، ۲ اکتوبر ۶۴ء)

س: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اسے منظور نہ کیا نہ مباہلہ ہوا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی امتی بھی کسی کو مباہلے کا چیلنج دے سکتا ہے؟ اور کیا یہ چیلنج کسی مسلمان کو بھی دیا جا سکتا ہے یا صرف غیر مسلموں کے

لیے ہی ہے؟

ج : ہاں امتی بھی اگر کسی موضوع پر اپنے آپ کو یقین پر تصور کرے اور دوسرے کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ حقیقت سمجھ رہا ہے مگر ضد کر رہا ہے تو پھر ایسے شخص سے بھی مباہلہ ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ (۷۷۴ھ) آیت تطہیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال عکرمہ من شاء باھلتہ انہ نزلت فی شان نساء النبی ﷺ (تفسیر ابن کثیر' جلد ۳' ص ۴۸۳)

ترجمہ : "عکرمہ نے کہا یہ آیت حضور کی ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں"۔

حافظ ابن ہمام اسکندری ۸۶۱ھ) التحریر میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ آپ کا ترک عول پر دوسرے صحابہ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے اختلاف چلا۔ آپ نے فرمایا:

من شاء باھلتہ ان اللہ تعالی لم یجعل فی مال واحد نصفا ونصفا وثلثا (التحریر' ص ۵۴۳' مصر)

ترجمہ : "جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں اللہ تعالیٰ نے کسی مال کے حصے یوں نہیں ٹھہرائے نصف اور نصف اور تہائی"۔

قرآن کریم میں حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے۔ (دیکھئے پ۲۸' الطلاق' آیت ۶) اور دوسری عورتیں جن کے خاوند فوت ہو جائیں ان کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ دیکھئے پ ۲' البقرہ' آیت ۲۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان لوگوں کے خلاف جو کہتے تھے کہ حاملہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے' اس کی عدت وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں سے جو زیادہ ہو' اس کے مطابق ہوگی۔ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں ایسا نہیں۔ سورۂ طلاق (سورۂ نساء صغریٰ) نے پہلا حکم (چار ماہ اور دس دن والا) اس کے حق میں (حاملہ کے حق میں) منسوخ کر دیا ہے۔ علامہ سرخسی (۴۹۰ھ) لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا میں اس پر مباہلہ کے لیے تیار ہوں:

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی عدہ

المتوفی عنها زوجها اذا کانت حاملا محتجا به علی من یقول انها تعتد بابعد الاجلین فنه قال من شاء باهلته ان سورئه النساء القصری (واولات الاحمال اجلهن) نزلت بعد سوره النساء الطولی (یتربصن بانفسهن) فجعل التاخر دلیل النسخ (اصول السرخسی' ص ۲۰)

سورۃ النساء الطولیٰ سورۃ البقر کا ایک دوسرا نام ہے جیسے سورۃ الطلاق کو سورۃ النساء القصریٰ سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضروری نہیں کہ پیغمبر ہی مباہلہ کی دعوت دے امتی بھی بنا بر یقین کامل اس کی دعوت دے سکتا ہے اور یہ دعوت مسلمانوں کو بھی دی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ بھی اپنے یقین اور قطعیت کے مدعی ہوں۔

مباہلے کا موقعہ:

آنحضرت ﷺ نے نصاریٰ نجران سے پہلے مباحثہ کیا تھا پھر انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مباہلہ میں وہی آئے جو پہلے مباحثہ میں آچکا ہو۔ جس شخص کو موضوع زیر بحث سے کبھی کوئی پالا نہ پڑا ہو' نہ کوئی مناسبت رہی ہو' نہ کبھی اس نے اس موضوع پر مباحثہ کیا ہو' اس کا مباہلہ کے میدان میں اترنا ایک خودنمائی کے سوا کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ صاحب واقعہ کسی کو اس قسم کا چیلنج دے' یہ اور بات ہے۔ قرآن کریم میں پہلے مباحثہ کا ذکر ہے۔ پھر اس پر مباہلہ کی دعوت دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فمن حاجک فیه من بعد ماجاء ک من العلم فقل تعالوا...... ثم بنتهل (پ ۳' المائدہ' آیت ۶۱)

ترجمہ: "سو پھر جو کوئی تجھ سے جھگڑا کرے اس میں بعد اس کے کہ آ چکا تمہارے پاس علم تو آپ کہہ دیں آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے..... پھر ہم سب التجا کریں (اللہ سے) اور لعنت کریں ان پر جو جھوٹے ہیں"۔

س : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل دوازدہ کے بارے میں۔ پیش نظر رہے کہ سائل اہل سنت والجماعت عقیدے سے تعلق رکھتا ہے اور اسی کے مطابق جوابات کا طالب ہے۔ (ابراہیم محمد زمکا متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۱- امتی کی صحیح تعریف کیا ہے؟

۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ امتی ماننا جزو ایمان ہے یا نہ؟

۳- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی رہیں گے یا نہ؟ اگر ان کو کوئی نبی نہ مانے تو کیا وہ اسلام سے خارج ہوگا؟

۴- حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بعد نزول وحی آئے گی یا نہیں؟ اگر آئے گی تو وہ وحی نبوت ہوگی یا وحی الہامی؟

۵- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول مثل دیگر انبیاء کے معصوم تسلیم کیے جائیں گے یا نہیں؟

۶- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حسب سابق نبی کی حیثیت سے ماننے میں اور ان پر وحی آنے کے قائل ہونے سے ختم نبوت کے مسئلہ پر اثر پڑنے کا اشکال صحیح ہے یا غلط؟

۷- جو یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ ہی کا اتباع کریں گے مگر امتی نہ ہوں گے تو وہ اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟

۸- حضرت ابوبکر صدیقؓ افضل الامہ ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہوں نے دنیوی زندگی میں حضورؐ کو بحالت ایمان معراج کی رات دیکھا تھا؟

۹- حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں یا یہ دو علیحدہ علیحدہ اشخاص ہیں؟

۱۰- حضرت عیسیٰ کا قبلہ تو بیت المقدس تھا۔ آپ نازل ہونے کے بعد کس طرح حج کریں گے اور مکہ آئیں گے؟

۱۱- کیا یہ حدیث صحیح ہے **لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی** اگر

یہ حدیث ہو تو کیا اس میں صاف مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ اب زندہ نہیں ہیں؟

۱۲۔ حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے پر یہود و نصاریٰ ہر دو ملتیں ختم ہو جائیں گی تو کیا حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے فقہی امتیازات باقی رہیں گے یا نہیں یا سب کا مسلک فقہی بھی ایک ہو جائے گا۔

آپ کے سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

حامداً و مصلیاً و مبسملاً امابعد!

۱۔ امت سے مراد مقتدی ہیں۔ جو لوگ کسی مقتدا کی اقتدا پر جمع ہوں وہ اس کے امتی ہوں گے۔ جس طرح نخبہ کے معنی منتخب کے اور رحلہ کے معنی مرحول الیہ کے ہیں۔ اسی طرح لفظ امت فعلہ کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہیں، جس کی امامت کی گئی، وہ امت ہے۔

اقتداء کرنے والے جب کسی مقتداء پر اتفاق کرلیں تو جماعت بنتی ہے۔ اس پہلو سے امت اور جماعت "الجیل من الناس" کو کہا جاتا ہے۔ حق پر جمع ہونے والے افراد بھی ایک امت شمار ہوتے ہیں۔ کما نص علیہ صاحب القاموس لیکن یہ معنی مجازی ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا تو جن لوگوں کے لیے آپ کی بعثت ہوئی وہ سب آپ کی امت ہیں۔ آپ جن لوگوں کے لیے پیشوا قرار پائے، وہ سب آپ کی امت دعوت ہیں اور مکلف ہیں کہ آپ کی بات مانیں۔ جنھوں نے مان لیا، وہ امت اجابت بن گئے۔ امت اجابت سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کی دعوت اور آپ کی تعلیمات پر جمع ہو گئے۔ امتی وہ ہے جس کو علم دین پیغمبر سے ملے اور پیغمبر وہ ہے جسے علم دین خدا سے ملے۔ اگر کوئی امتی دعویٰ کرے کہ مجھے علم خدا سے ملتا ہے اور علم دینی نوعیت کا ہے تو وہ امتی ہونے سے نکل جاتا ہے۔ اب اس کے لیے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا وہ پیغمبر ہو یا کذاب---- امتی وہ کسی صورت میں نہیں رہا۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقل صاحب شریعت اور صاحب امت نبی تھے۔

قیامت سے پہلے دنیا میں ایک دفعہ پھر تشریف لائیں گے۔ آپ کے بعد حضور خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے تو آپ کی امت ختم ہو گئی۔ نئے نبی پر نئی امت بنتی ہے۔ جب نیا نبی آئے تو ایک اور امت بن جاتی ہے۔ اب اس دور کے لیے صاحب امت نبی حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ مگر چونکہ پہلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی وفات نہیں آئی اور قیامت سے پہلے آپ کی دوبارہ تشریف آوری بھی مقدر تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو ایک درجے میں باقی رکھا۔ وہ درجہ اہل کتاب کا ہے۔ آپ چونکہ شریعت تورات کے بھی کسی حد تک پیرو تھے' اس لیے اہل تورات کو بھی اہل کتاب میں رکھا گیا۔ یہود و نصاریٰ دونوں امتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری پر آپ پر تشریف لے آئیں گی اور مسلمان ہو جائیں گی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کلیتہ ختم ہو جائے گی۔ سب اہل کتاب آپ پر صحیح تفصیل سے ایمان لا کر امت محمدی میں شامل ہو جائیں گے اور یہ دور' دور محمدی ہو گا۔ قرآن کریم میں ہے:

وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته و يوم القيامه يكون عليهم شهيدا۔ (پ٦' النساء' ع ٢٢)

ترجمہ: "اور اہل کتاب سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ان کی وفات سے پہلے وہ ضرور ایمان لے آئے گا اور آپ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے"۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک صاحب امتی نبی جب صاحب امت نہ رہے اور زندہ بھی ہو تو وہ کس درجے میں شمار ہو گا۔ کیا وہ نبی ہو گا یا اپنے وقت کے نبی کا تابع ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ وہ اپنی پوری امت کے ساتھ امت محمدی میں شامل ہو جائے گا اور اپنے اسی نئے دور زندگی میں حضور ﷺ کی اقتداء کرے گا اور آپ کی امت ہو کر رہے گا۔ نبی ہونے کے باوجود اس کی نبوت نافذ نہ ہو گی۔ یہ نہیں کہ ان حالات میں ان سے نبوت واپس لے لی جائے گی۔ شرح مواقف میں ہے:

لا يتصور عزله عن كونه رسولا (شرح مواقف' ص ٧٦٢)

ترجمہ: "آپ کے رسالت سے معزول کیے جانے کا تصور بھی نہیں کیا

جا سکتا"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی تشریف آوری کے فوراً ساتھ مسلمانوں کی امامت فرماتے تو اس میں دور محمدی کے ختم ہونے کا ابہام تھا۔ آپ دوسری تشریف آوری پر پہلی نماز حضور ﷺ کے امتی کی اقتداء میں پڑھیں گے اور اس سے آپ خود بھی امتی ہو جائیں گے۔ آپ کا حضور ﷺ کے امتی کی اقتداء کرنا گویا اعلان ہو گا کہ یہ دور' دور محمدیؐ ہے اور پچھلے ایک نبی کے آنے پر بھی وہ دور محمدؐ ہی رہے گا۔ تاہم آپ رسالت سے معزول نہ ہوں گے۔ جب موت پر بھی رسالت منقطع نہیں ہوتی تو اگر موت بھی نہ آئی ہو تو رسالت کے ختم ہونے کا سوال بالکل بے موقع ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ کوئی مرتبہ عطا کر کے چھین لینا اس کی شان کریمی کے خلاف ہے۔ سو حق یہ ہے کہ ان کی آمد ثانی پر نبوت آپ سے مسلوب نہ ہو گی' صرف اس کا حکم نافذ نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ دور دور محمدی ہے اور اس میں حضور ﷺ کی ہی روحانی بادشاہی ہے۔ ایک بادشاہ کسی دوسرے ملک میں جائے تو وہ بادشاہ تو رہتا ہے لیکن اس کی بادشاہی وہاں نافذ نہیں ہوتی۔ اس کا حکم نہیں چلتا۔ وہاں اسی کی بادشاہی چلے گی' جس کا وہ ملک ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبی کے الفاظ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس دور ثانی میں نبی اور وحی کے الفاظ حدیث شریف میں ملتے ہیں۔ حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ثم یاءتی عیسی قوم قد عصمھم اللہ منہ فصیح عن وجوھھم و یحدثھم بدرجاتھم فی الجنہ فبینما ھو کذلک اذا اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام..... ثم یھبط نبی اللہ عیسی علیہ السلام واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض

(مسلم شریف' ج ۲' ص ۴۰۱)

اس حدیث میں صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے وحی خداوندی آنے اور آپ کے لیے نبی اللہ کے الفاظ ملتے ہیں۔

۴۔ معلوم رہے کہ یہ قانونی وحی نہیں کہ آپ اس کی تصدیق کی کسی کو دعوت دیں اور اس پر ایمان لانا ضروری قرار پائے۔ بلکہ یہ وحی عملی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حجت ہوگی اور آپ اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اس قسم کی وحی کے لیے جبرائیل کی آمد کا کتب حدیث میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ سو یہ وحی الہامی ہے۔ وحی رسالت نہیں۔ نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی قیامت تک کے لیے مسدود ہے۔ آپ شریعت کے طور پر حضور ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات وانجیل کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیم بھی دے دی تھی۔ قرآن کریم میں ہے:

ویعلمہ الکتاب والحکمہ والتوراہ والانجیل

(پ ۳' آل عمران)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو سکھائے گا قرآن و حدیث اور تورات وانجیل"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دور محمدی پانا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن و حدیث کی تعلیم نہ دیتے۔ کتاب و حکمت قرآن کے محاورے میں کتاب و سنت کا نام ہے۔

قدوۃ المتکلمین الشیخ ابو منصور البغدادیؒ (۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:

کل من اقر بنبوہ نبینا محمد اقر بانہ خاتم الانبیاء و الرسل و اقربتا بید شریعتہ و منع من نسخھا و قال ان عیسی علیہ السلام اذا انزل من السماء ینزل بنصرتہ شریعہ الاسلام (اصول الدین' ۱۶۳)

ترجمہ: "ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کرلیا' اس نے مان لیا کہ حضور خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ اس نے مان لیا کہ آپ کی شریعت ہمیشہ تک رہے گی' کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ سو اس نے یہ بھی مان لیا

کہ حضرت عیسیٰ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو حضور ﷺ کی شریعت کی نصرت کے لیے آئیں گے اپنی نبوت کی دعوت نہ دیں گے"۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد کہ شان او ازاں بلند تر است کہ تقلید علمائے امت فرماید (مکتوبات دفتر دوم، مکتوب ۵۵، ص ۱۰۷، لکھنؤ)

ترجمہ: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق نہ ہوگا نہ یہ کہ وہ حنفی مذہب کے مقلد ہوں گے۔ آپ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ آپ اس امت کے علماء کی تقلید کریں۔

اس عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آپ عام علماء امت کی طرح اس امت میں شامل نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ آپ روایتہ اور اجتہاداً شریعت محمدی کے تابع ہی ہوں گے۔ ایک دوسرے مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

عیسی علی نبینا و علیہ الصلوہ والسلام کہ نزول خواہد مود عمل بشریعت او خواہد کرد وبعنوان امت او خواہد بود (دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ص ۸)

اس میں تصریح ہے کہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) حضور ﷺ کے امتی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آمد ثانی پر ایک جلالی شان سے تشریف لائیں گے۔ سب یہود و نصاریٰ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ کی تشریف آوری علامات قیامت میں سے ہوگی۔ سو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص اس آمد ثانی پر آپ پر ایمان نہ لائے۔ قرآنی آیت لیومنن بہ قبل موتہ میں آپ پر صحیح ایمان لے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اس وقت کوئی کافر نہ رہے گا۔ ہر کچے پکے مکان میں کلمہ اسلام داخل ہو جائے گا۔

۵۔ معصومیت لوازم رسالت میں سے ہے اور یہ لوازم ذات میں سے ہے۔ جب نبوت آپ سے مسلوب نہیں تو ظاہر ہے کہ عصمت بھی آپ سے منفتی نہ ہوگی۔

آپ سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہوگا جو نبی کی شان عصمت کے خلاف ہو۔

٦- آپ کی دوبارہ تشریف آوری عقیدہ ختم نبوت کے ہرگز خلاف نہیں۔ سیدنا ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

اقول لا منافاہ بین ان یکون نبیا و یکون متابعا لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی بیان احکام شریعتہ و اتقان طریقتہ و لو بالوحی الیہ کمایشیر الیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان موسی حیا لماوسعہ الااتباعی ای مع وصف النبوہ و الرسالہ و الامع سلبہا لایفید زیادہ المزیہ فالمعنی انہ لایحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین۔ (مرقات' ج۵' ص۵۶۴)

ترجمہ: "حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زمین پر زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ یعنی وہ نبوت اور رسالت سے موصوف ہونے کے باوجود میری اطاعت کرتے۔ کیونکہ نبوت اور رسالت کے بغیر حضرت موسیٰ کے آپ کا مطیع ہونے سے حضور تاجدار ختم نبوت کے مطاع ہونے میں کسی فضیلت کا اظہار نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ مقام مدح ہے۔ پس واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کا نبی ہونا آیت "خاتم النبیین" اور حدیث "لا نبی بعدی" کے خلاف نہیں۔ ان دونوں کا صحیح مطلب جو امت نے سمجھا ہے' یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

٧- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اس آمد ثانی پر نبی بھی ہوں گے اور حضور ﷺ کے امتی بھی۔ امتی نہ بھی کہیں تو حرج نہیں۔ معین تسلیم کرنا اور آپ کو تابع شریعت محمدی ماننا ضروری ہوگا۔ جو یہ کہے کہ آپ شریعت محمدی کا اتباع تو کریں گے لیکن امتی نہ ہوں گے' وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

آپ کی ذات گرامی میں چونکہ یہ دونوں وصف شامل ہوں گے۔ یعنی نبی بھی اور امتی بھی تو مناسب تھا کہ اس امت میں افضل الامتہ علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی سمجھے جائیں۔ اس واسطے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف امتی نہیں' ساتھ نبی بھی ہوں گے۔ گو ان کی نبوت نافذ نہ ہو اور جو افراد صرف امت ہیں' ان سب کے سردار حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ہیں۔

۸۔ آپ کے لیے امتی ہونا یا معین الامتہ ہونا علماء اسلام کے ہاں مختلف فیہ تعبیریں ہیں۔ کسی نے آپ کے امت ہونے کا انکار کیا اور معین الامتہ وغیرہ کی تعبیر اختیار فرمائی۔ سو اس اختلاف کے پیش نظر مناسب تھا کہ آپ کو علی الاطلاق افضل الامتہ کہا جائے۔ سو اس خطاب کے لائق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی رہے۔

حضور ﷺ کی ساری امت کا حشر آپ کے ساتھ ہوگا۔ دیگر سب امتیں اپنے اپنے نبی کے ساتھ ہوں گی۔ قرآن کریم میں ہے:

فکیف اذا جئنا من کل امہ بشھید و جئنا بک علی ھولاء شھیدا (پ۵' النساء' ع۶)

ترجمہ: "پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا کر کے لائیں گے"۔

اس آیت کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حشر اپنی امت سابقہ کے ساتھ ہی ہوگا۔ حضور ﷺ کی امت میں نہ ہوگا۔ الا یہ کہ بعض علماء کی بات مان لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے دو حشر ہوں گے۔ یہ قول بے شک موجود ہے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی آمد ثانی پر ایمان لائیں گے' گو اس کے مابعد وہ لوگ امت محمدیؐ میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی امت ختم ہوگی۔ لیکن ان کے ایمان لانے کی گواہی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دیں گے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ و

یوم القیامہ یکون علیھم شھیدا۔ (پ ٦' النساء' ٢٢)

ترجمہ: "اور کوئی نہ رہے گا اہل کتاب سے مگر یہ کہ ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علیحدہ حشر پر جو آپ کا اپنی امت کے ساتھ ہوگا' ایک اور شہادت ملتی ہے۔ آنحضرت ﷺ ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

فاقول کما قال العبد الصالح و کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم (صحیح بخاری' ج ٢' ص ٦٦٥)

ترجمہ: "سو میں کہوں گا وہی بات جو عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پہلے کہہ چکے ہوں گے کہ میں ان پر (عیسائیوں پر) اسی مدت تک گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت پر گواہی دیں گے گو وہ اس دور تک کی ہی ہو جب تک وہ ان میں رہے تھے اور حضور ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ حضرت عیسیٰ کے لیے قال کا صیغہ ماضی اقول کی نسبت سے ہے کہ حضور جب یہ کہیں گے اس وقت حضرت عیسیٰ اپنی بات کہہ چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ اپنی آمد ثانی کے بعد کے کسی حال پر اس لیے گواہی نہ دیں گے کہ یہ دور محمدیؐ ہے۔ اس پر کوئی اور نبی گواہی کیسے دے سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ خود حضور ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے۔

ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تشبیہ صرف اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی اس وقت تک کے گواہ ہوں گے جب تک وہ ان میں رہے اور حضور ﷺ نے بھی اسی وقت تک کے حالات براہ راست دیکھے ہوں گے' جب تک آپ ان میں رہے۔ باقی رہی اگلی بات کہ بعد کے حالات دونوں پیغمبروں کے اپنے اپنے تھے اور دونوں کی توفی اپنے اپنے طور پر ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی پہلے زندہ اٹھا کر ہوئی اور حضورؐ کی اس کے بغیر۔ سو اس میں یہاں تشبیہ نہیں ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں کسی پہلو سے تشبیہ ہو جائے تو ارادہ تشبیہ پورا ہو جاتا ہے۔ ہر پہلو سے مشابہت ضروری نہیں۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی معرفہ فی

العلم

۹۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور حضرت مہدی اس امت میں پیدا ہوں گے مگر شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی کی ولادت نہیں ہوگی' ظہور ہوگا۔ ولادت ان کی ہزار سال پہلے سے ہو چکی ہے اور اس وقت وہ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ آپ قیامت سے پہلے ظہور کریں گے۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں امام مہدی عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے' کسی غار سے نہ نکلیں گے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا انزل فیکم ابن مریم فامکم منکم (صحیح مسلم' ج ا' ص ۸۷)

ترجمہ: "تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہاری امامت وہ کرائے گا جو تم میں سے ہوگا"۔

پھر دونوں کا امامت کے لیے ہم کلام ہونا بھی حدیث میں مذکور ہے۔ جب حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ یہ اس امت کا اعزاز و اکرام ہے کہ امامت اسی کی رہے تو اس سے صریح طور پر دونوں کا علیحدہ علیحدہ شخصیت ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے اسرائیلی نبی تھے۔ اسرائیلی شریعت میں بیت اللہ شریف کا حج نہیں۔ کعبہ مشرفہ اسماعیلی تعمیر ہے اور اسی کی تولیت اور تعمیر اس سلسلہ میں رہی ہے۔ حضور ﷺ اسماعیلی ہیں اور آپ کی شریعت میں حج اسی گھر کا قصد کرنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اس آمد ثانی پر اس گھر کا حج اور عمرہ کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ فج روحا کے مقام سے احرام باندھیں گے اور تلبیہ پکاریں گے۔ آپ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجا او معتمرا او لیشینھما (صحیح مسلم' ج ا' ص ۴۰۸)

اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیؐ کی اتباع کریں گے۔ نماز میں بیت اللہ شریف کا رخ کریں گے اور اسی کے گرد طواف فرمائیں گے اور آپ حضورؐ کی تابعداری کرنے والے ایک فرد ہوں گے۔ اس حیثیت میں آپ انہیں حضورؐ کا امتی بھی کہہ سکتے ہیں اور آپ کی شریعت کا تبع اور معین بھی---- یہ مختلف تعبیرات ہیں۔ حقیقت اپنی جگہ ایک ہے کہ یہ دور دور محمدی ﷺ ہے اور آپ کے دور میں اس زمین پر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو آپ کو ان کی اتباع سے چارہ نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ بھی فرماتے ہیں:

والذی نفس محمد بیدہ لو اصبح فیکم موسی ثم اتبعتموہ' و ترکتمونی لضللتم انتم خطی من الامم و انا حظکم من النبیین (المصنف لعبد الرزاق' ج٦' ص ١١٣)

ترجمہ: "قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں موسیٰ آ جائیں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تم گمراہ ہو گے۔ امتوں میں تم میرا حصہ ہو اور نبیوں میں میں تمہارا حصہ ہوں"۔

آنحضرت ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیدہ لو اتاکم یوسف و انا فیکم فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم۔ (ایضاً' ص ١١٤)

ترجمہ: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارے پاس حضرت یوسفؑ بھی آ جائیں اور میں تم میں موجود ہوں اور تم اس کی اتباع کرنے لگے اور مجھے چھوڑ دو پھر بھی تم گمراہ شمار ہو گے۔ (گو ایک پیغمبر کی اتباع کر رہے ہو گے)

١١- یہ روایت کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا' حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں اور نہ اس کی کوئی سند صحیح یا ضعیف کہیں ملتی ہے۔ اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی تو معنی یہی تھا کہ یہ دونوں پیغمبر اگر اس زمین پر زندہ ہوتے تو انہیں میری شریعت کی اتباع ہی کرنی پڑتی۔ ظاہر ہے کہ زمین

پر دونوں حضرات میں سے کوئی زندہ نہیں۔ حضرت موسیٰ تو ویسے ہی وفات پا چکے ہیں۔ رہے حضرت عیسیٰ تو وہ آسمان پر زندہ ہیں' نہ کہ زمین پر اور جب زمین پر اتریں گے تو وہ حضور ؐ کی اتباع ہی کریں گے اور واقعی انہیں حضور ﷺ کی پیروی سے چارہ نہ ہوگا۔ حدیث کے جو اصل الفاظ ملتے ہیں' صرف اتنے ہیں:

لو کان موسی حیاما وسعه الا اتباعی رواه احمد والبیهقی (مشکوٰۃ' ص ۳۰)

اور حضرت ملا علی قاری نے شرح شفا میں بھی اس پر بحث کی ہے اور پھر شرح فقہ اکبر میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ شرح فقہ اکبر کے مصری نسخے اور ہندی نسخے میں اختلاف ہے۔ ایک نسخے میں لو کان موسی و عیسی کے الفاظ ہیں اور ایک نسخہ میں صرف لو کان موسی حیا کے الفاظ ہیں۔ ایسے مواقع پر حدیث کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) امام احمد (۲۴۱ھ) امام بیہقی (۴۵۸ھ) صرف موسیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی یہی ہے۔ اب ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) کی نقل میں اگر کہیں موسیٰ اور عیسیٰ کے الفاظ ملیں تو ظاہر ہے کہ اصل کتابوں کی روشنی میں اس کی اصلاح کی جائے گی۔ پھر جب شرح فقہ اکبر کا دوسرا نسخہ بھی اس سے اختلاف کرے تو وہی نسخہ صحیح سمجھا جائے گا جو پہلوں کے مطابق ہو۔ پھر ملا علی قاریؒ خود اس میں اپنی کتاب شرح شفاء کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ اس کی طرف مراجعت کریں تو اس میں بھی صرف لو کان موسی کے الفاظ ملتے ہیں موسی و عیسی کے الفاظ نہیں۔

سو شرح شفا کی طرف مراجعت کرنے سے شرح فقہ اکبر طبع ہند کا نسخہ صحیح قرار پاتا ہے۔ پس حدیث میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے' حضرت عیسیٰ کا نہیں اور اگر ہو بھی تو ہم اس کی مراد پہلے واضح کر آئے ہیں۔

۱۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری پر مسلمانوں کا فقہی مسلک ایک ہوگا۔ یا وہ اسی طرح مختلف مسالک پر عمل کرتے رہیں گے جس طرح کہ آج مختلف چار طریق عمل رائج ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی اتباع کا کامل نمونہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ جب صحابہؓ کے دور میں

بھی جو اس امت کے بہترین افراد تھے' مختلف فقہی مسلک قائم رہے تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر بھی یہ مختلف پیرایہ عمل قائم رہیں گے۔ اس لیے کہ ان میں صرف افضل و مفضول کا فرق ہے---- حق و باطل کا فاصلہ نہیں---- حضور ﷺ کی اپنی سنن میں بہت وسعت تھی۔ اگر آپ کی ہر ادا امت کے مختلف طبقوں میں معمول بہ رہے اور آپ کی ہر سنت زندہ قائم ہو تو اس سے آپ کی شریعت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ صحابہ کرامؓ بے شک معیار حق ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی پر اگر مختلف فقہی مسلک ایک ہو جائیں تو امت کا یہ نقشہ عمل پھر صحابہؓ کی ترتیب پر نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ کے طریق پر معمول بہ ٹھہرے گا اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ تابع شریعت محمدیؐ ہوں گے اور ظاہر ہے کہ شریعت محمدی کے اصل علمبردار صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس لیے انہی کا نقشہ عمل تاقیام عالم باقی رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلی نماز میں حضرت مہدی کی اقتداء کرنا اس طرف مشیر ہے کہ شریعت محمدی کی تفصیلات میں آپ صحابہ کرامؓ کے نقشہ عمل کی ہی تائید کریں گے اور فقہی مسالک میں وہی انداز عمل قائم رہے گا جو صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت مسیح کا اپنا فقہی مسلک کسی امام کے اجتہاد سے توارد رکھتا ہو اور اس کے مطابق ہو اور یہ صحیح ہے کہ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے موافق ہوگا۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم (خالد محمود عفا اللہ عنہ)

تفہیمِ ختمِ نبوت اور پہچانِ قادیانیت

علامہ خالد محمودؒ
مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

بسم اللہ

یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے--- سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور وکیل ختم نبوت علامہ خالد محمود نے افریقہ کا تبلیغی دورہ کیا--- ان کے اس طوفانی اور ایمانی دورے سے قادیانیوں کو دورے پڑنے لگے--- افریقہ کی سرزمین' جسے قادیانیوں نے اپنی شکار گاہ بنا رکھا تھا' وہاں قادیانی لوگوں کی غصیلی اور تیکھی آنکھوں سے شکار ہونے لگے--- قادیانیوں کا دجل و فریب طشت از بام ہونے لگا--- قادیانی سازشوں کی گرہیں کھلنے لگیں--- جھوٹی نبوت کا چہرہ آئینہ حقیقت میں دیکھا جانے لگا--- نور اسلام اور ظلمت نبوت کاذبہ الگ الگ نظر آنے لگے--- دونوں مجاہدین ختم نبوت نے مختلف مقامات پر عقیدہ ختم نبوت اور تردید قادیانیت کے موضوعات پر جلسوں اور کانفرنسوں سے خطاب کیا اور لیکچرز دیے۔ جلسوں' کانفرنسوں اور لیکچرز کے بعد سوال و جواب کی نشستیں ہوتی رہیں۔ طالبان علم سوالات کر کے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے اور اپنے دماغوں کی لائبریریوں میں معلومات کا ذخیرہ کرتے رہے۔ سوال و جواب کی یہ نشستیں فتنہ قادیانیت کے لیے مقتل بنتی رہیں اور وہاں قادیانیت کا رقص موت ہوتا رہا۔ سوال و جواب کی شمشیروں سے قادیانیت کے نجس وجود کے اعضاء کی قطع و برید ہوتی رہی۔ جوابات سن کر کچھ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے--- کچھ کی آنکھوں میں غیرت کی بجلیاں چمکیں' کچھ اپنے جہل پر خود کو کوسنے لگے اور کچھ صاحبان درد اپنے دل میں قادیانیت کو تہس نہس کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے--- یہ چشم کشا اور معلومات افزا سوال و جواب ان دونوں مجاہدین ختم نبوت کی مرتب کردہ کتاب "دورہ افریقہ" میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان سوال و جواب کو مسلمانوں کے لیے انتہائی مفید سمجھتے ہوئے میں نے ان میں سے کچھ سوال و جواب کا انتخاب کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ آپ انہیں پڑھیے' چشمان دل و دماغ سے پڑھیے۔ اور پھر فکر کی اتھاہ گہرائیوں میں جا کر سوچیے--- کہ آپ نے اس زہرناک فتنہ کے خلاف کیا کام کیا؟ اور کیا کام کرنا ہے؟ کیونکہ کسی شخص کا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جتنا تعلق ہو گا' وہ تحفظ ختم نبوت کا اتنا ہی کام کرے گا!!!!

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت

محمد طاہر رزاق

سوال نمبرا: مرزا قادیانی نے سیاسی مصلحت اور ظاہرداری کے طور پر انگریزوں کو خوش کرنے کی کوشش کی ہوگی' اس لحاظ سے یہ بات صحیح بھی ہو سکتی ہے' ہم اسے کلیتہ "تو غلط نہیں کہہ سکتے؟

جواب: مرزا غلام احمد مسیح موعود اور پیغمبر ہونے کا مدعی ہے' وہ کوئی سیاسی لیڈر نہیں کہ آپ اس کے بیانات کو ظاہرداری اور مصلحت وقت کہہ کر فارغ ہو جائیں۔ مرزا قادیانی نے انگریزوں کی جو تعریف کی وہ خدا کے نام پر کی ہے۔

یہ اس کی اصل کتابیں ہیں' دیکھ لیجئے اور ان حوالوں کا ترجمہ لکھ لیجئے۔ یہ مرزا قادیانی کی مختصر تحریر ہے۔

حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست

اس میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اول درجہ کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں' کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیرخواہی میں اول درجہ پر بنا دیا ہے:

اول والد مرحوم کے اثر نے

دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے

سوم خدا تعالیٰ کے الہام نے ۔ ("تریاق القلوب" ضمیمہ ص ۳)

پھر اس جگہ دیکھئے:

مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گناہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ اور دلی جان نثار ہوجائیں.... ان کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکرگزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں۔

(عاجزانہ درخواست' ص ب)

اس قسم کی تحریریں کسی مجبوری یا مصلحت کے تحت نہیں ہو سکتیں۔ مرزا قادیانی کی خانہ ساز نبوت انگریزوں کے حکم سے چلتی تھی۔

سوال نمبر۲: انگریزوں کی یہ اطاعت صرف دنیوی امور کے لیے ہو سکتی تھی' دینی کاموں میں انگریزی حکومت کا کیا دخل ہو سکتا تھا؟

جواب: مذکورہ بالا عاجزانہ درخواست کی یہ عبارت بھی دیکھ لیجئے۔

یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلا دے جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کرسکے۔ (ایضاً ص د)

پیغمبروں کے معجزے بھی گورنمنٹ کے حکم سے ظاہر ہوں تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انگریزوں کی اطاعت صرف دنیوی امور کے لیے تھی۔

سوال نمبر ۳: کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ مرزا قادیانی کا عقیدہ یہی ہو کہ حکومت وقت کی اطاعت فرض ہے' خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو اور اسی لیے وہ انگریزوں کی حمایت کرتا ہو' یہ نہیں کہ وہ انگریزوں کا پولٹیکل ایجنٹ ہو؟

جواب: اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو مرزا قادیانی کا انگریزوں کی حمایت کا دائرہ صرف ہندوستان یا افریقہ میں ہوتا مگر امر واقع یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اسلامی ممالک میں بھی انگریزوں کے حق میں زبردست پراپیگنڈہ کیا اور عالمی سطح پر انگریزوں کی حمایت کی تبلیغ کرتا رہا۔ اس نے اس تبلیغ کے مشن دوسرے ممالک میں بھی قائم کر رکھے تھے۔

لیجئے! مرزا غلام احمد نے خود لکھا ہے:

بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی' عربی' اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں۔ یہ کتابیں ہیں جو میں نے اس ملک اور عرب و شام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں۔ (عاجزانہ درخواست)

ان تصریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مرزا غلام احمد کی سرکار انگریزی کی خدمات صرف اس لیے نہ تھیں کہ وہ انگریزوں کو اپنا اولی الامر سمجھتا تھا اور حکومت وقت کی اطاعت فرض جانتا تھا' بلکہ اسے انگریزوں کے ایک پولٹیکل ایجنٹ کے طور پر تمام دنیا میں برطانوی مفادات کی حفاظت کرنا ہوتی تھی۔

سوال نمبر ۴: قرآن شریف میں مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ اے اولاد آدم' تم میں پیغمبر آتے رہیں گے' تم ان کی سننا اور انہیں ماننا۔

جواب: نہیں! ہم مسلمانوں کو کہیں نہیں بتلایا گیا کہ تم میں انبیاء آتے رہیں گے۔ قرآن کریم میں ایک پچھلی بات نقل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم اور حوا کو

زمین پر بھیجا تو ان کی اولاد کو بشارت دی گئی کہ تم میں انبیاء آتے رہیں گے' یہ اس وقت کی حکایت ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ البقرہ میں اسے نبوت کی بجائے ہدایت کہا ہے۔

اما یاتینکم منی ھدی

اور سورۃ اعراف میں **یا تینکم** رسل منکم کے الفاظ ہیں۔ سیاق و سباق بتلاتا ہے کہ یہ سب اس وقت کی حکایت ہے۔

سوال نمبر۵: تو پھر اسے قرآن شریف میں کیوں لایا گیا ہے' یہ تو پچھلی بات تھی؟

جواب: تو کیا قرآن شریف میں پچھلی باتیں نہیں ہیں؟ وہ کیوں لائی گئیں' فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار کیا' کیا یہ پچھلی بات نہ تھی۔ کیا یہ قرآن مجید میں موجود نہیں؟ اس طرح سینکڑوں پچھلے واقعات قرآن کریم میں منقول ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اس امت کو کوئی حکم دیتے ہیں تو قرآن پاک کا اسلوب بیان **یا ایھا الذین امنوا** ہوتا ہے۔ سب لوگ مخاطب ہوں تو **یا ایھا الناس** سے خطاب ہوتا ہے اور ابتدائی دور میں کوئی بات کہی گئی ہے تو **یبنی ادم** سے شروع ہوتی ہے اور یہ اس دور کی حکایت ہوتی ہے۔

سوال نمبر۶: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی تو اب اس کی جگہ کون سا روحانی مقام ہے جو کسی انسان کو مل سکتا ہے؟

جواب: ختم نبوت کے بعد بھی خدا سے ہمکلامی کی کھڑکی کھلی ہے' یہ ولایت تامہ ہے جسے محدثیت کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ محدثیت کا مقام پا کر ولایت تامہ پر فائض تھے' خدا ان سے کلام کرتا تھا۔ مگر وہ نبی نہ تھے' محدث تھے۔ نبوت اور محدثیت کے درمیان غیر تشریعی نبوت کوئی درجہ ہوتا تو حضورؐ اسے ضرور بیان فرماتے۔ آپؐ نے ختم نبوت کا اعلان فرمایا' تو خلافت کو اس کے قائم مقام بتلایا اور اس خلافت پر واقعی وہ لوگ آئے جو خدا سے ہم کلامی کا شرف پاتے تھے' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔

یہ دیکھو مرزا غلام احمد قادیانی بھی لکھتا ہے:

"بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آ سکتا' اس لیے شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں"۔ (شہادۃ القرآن' ص ۲۸)

سوال نمبر۷: نبی اور محدث میں فرق کن کن باتوں میں ہے' محدث کو بھی نبی کہہ دیا جائے تو کیا حرج ہے' نام بدلنے سے کیا ہوتا ہے اگر کام وہی رہے؟

جواب: ۱۔ نبی اپنے منصب کا مدعی ہوتا ہے' لوگوں کو اپنے اس منصب کے تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ محدث اپنے اس درجے کا دعوئی نہیں کرتا' نہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا محدث ہونا تسلیم کریں۔

۲۔ نبی کا ماننا فرض ہے' منکر اس کا کافر ہے۔ محدث کو ماننا فرض نہیں اور اس کے محدث ہونے کا منکر کافر نہیں' ہاں پیغمبر کسی کو محدث کہہ دے تو اسے ماننا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ بھی اس لیے کہ نبی نے بتلایا ہے اور نبی کی بات ماننا فرض ہے۔

۳۔ قبر میں یا آخرت میں کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ تیرے وقت میں محدث کون کون تھا' ہاں یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ تیرا نبی کون ہے؟

۴۔ انبیاء سے امتوں اور جماعتوں کا سلسلہ قائم ہوتا ہے لیکن محدث باقی امت سے علیحدہ کوئی سلسلہ قائم نہیں کرتے' ان کو قانونی طور پر کوئی حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔ مرزا غلام احمد کی یہ بات درست نہیں کہ شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ حکمت ایزدی یوں ہوئی کہ انبیاء کے بعد محدث خدا سے شرف ہم کلامی پائیں۔

۵۔ نبی کی بات قانونی درجہ رکھتی ہے۔ اس پر اسلام کا عمل اور فقہ مرتب ہوتی ہے۔ محدث سے خدا کی بات کسی تشریع اور قانون سے متعلق نہیں ہوتی' اسرار و حکم پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسے قانونی درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ پر نماز کی حالت میں جنگ کے نقشے کھولے جاتے تھے' تو یہ بات اسرار خداوندی میں سے تھی' اسے اسلام میں قانون کا درجہ حاصل نہیں ہوگا۔

سوال نمبر۸: حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ کیا ایمان کا جزو ہے یا اسے محض ایک قیامت کی علامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: یہ عقیدہ ایمانیات میں سے ہے۔ صحیح مسلم میں نزول عیسیٰؑ بن مریم کی روایت کتاب الایمان میں لکھی گئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محدثین اسے ایمان کا جزو

سمجھتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی علامت قیامت میں سے ہے' لیکن اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

سوال نمبر۹: نزول عیسیٰ بن مریمؑ کی روایت خبرواحد ہے یا خبرمتواتر ہے' جس پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: نزول عیسیٰ بن مریمؑ کی روایت خبرمتواتر ہے۔ ہر دور میں اسے اتنے راویوں نے روایت کیا ہے کہ اس میں جھوٹ کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔ دیوبند کے جلیل القدر محدث مولانا انور شاہ صاحب کاشمیریؒ نے نزول مسیحؑ کی تقریباً تمام روایات التصریح بما تواتر فی نزول المسیحؑ میں جمع کردی ہیں' جن کا حاصل تواتر اور یقین ہے۔

سوال نمبر۱۰: ان آیات میں کہیں یہ ثابت ہے کہ وہی مسیح ناصری دوبارہ تشریف لائیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو گزرے ہیں' اور جنہیں انجیل دی گئی تھی؟

جواب: ہاں وہی عیسیٰ بن مریم قرب قیامت میں تشریف لائیں گے جو حضورؐ سے پہلے بھی ہو گزرے ہیں۔ انہی کے نزول پر امت کا اجماع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا لم یکن بینی و بینہ نبی یعنی میرے اور اس کے مابین اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور پھر فرمایا و انہ نازل۔ اسی نے نازل ہونا ہے۔ مثیل مسیحؑ کا عقیدہ غلط ہے اور ایک علیحدہ بات ہے' اپنے لیے راہ بنانے کی ایک غلط کوشش ہے۔

سوال نمبر۱۱: حضرت عیسیٰؑ جب دوبارہ آئیں گے تو نبی ہوں گے یا امتی ہوں گے؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت دے کر اس سے چھینتے نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی دوسری آمد میں بھی نبی ہوں گے لیکن ان کی نبوت یہاں نافذ نہ ہوگی' نہ ان کی شریعت کا کوئی حکم یہاں چلے گا۔ یہ دور' دور محمدیؐ ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ امتی ہو کر آئیں گے۔ دن کے وقت چراغ روشن ہو' وہ چراغ تو ہوگا لیکن اس کی روشنی نافذ نہ ہوگی۔ ضیائے آفتاب کے سامنے اس کی روشنی کا نفوذ کیسے ہو سکے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمد ثانی میں نبی تو ہوں گے لیکن نہ نبی کی حیثیت سے پیش ہوں گے' نہ امتی نبی کی حیثیت سے بلکہ محض امتی ہو کر آئیں گے۔ کہیں نبی ہونے

کا دعویٰ نہ کریں گے۔

سوال نمبر ۱۲: اگر وہ امتی ہو کر آئیں گے اور قرآن و حدیث کے مطابق عمل کریں گے تو قرآن و حدیث کی تعلیم کہاں سے پائیں گے؟

جواب: جہاں سے انہوں نے تورات و انجیل کی تعلیم پائی' وہیں سے انہیں کتاب و سنت کی تعلیم ملے گی۔ ان کی والدہ حضرت مریم کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ ان کے ہاں جو بچہ پیدا ہو گا' اللہ تعالیٰ اسے کتاب و سنت اور تورات و انجیل چاروں کی تعلیم دیں گے۔

سوال نمبر ۱۳: قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے؟

جواب: تیسرے پارے میں سورۂ آل عمران میں لکھا ہے **و یعلمہ الکتاب و الحکمۃ و التوراۃ و الانجیل** (اور سکھائے گا اللہ اسے کتاب و سنت اور تورات اور انجیل' اور وہ رسول ہو گا' صرف بنی اسرائیل کی طرف) قرآن کریم کے محاورے میں کتاب و حکمت سے مراد قرآن و حدیث ہوتے ہیں' قرآن کریم میں یہ الفاظ کئی جگہ انہی معنوں میں آئے ہیں۔

سوال نمبر ۱۴: آخر دور میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے' اس کی بڑی نشانی کیا ہو گی؟ تاکہ اس کے بارے میں کسی قسم کا کوئی تردد نہ رہے۔

جواب: اس کی بڑی علامت یہ ہو گی کہ اس کے آنے پر جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا' ظلم باقی نہ رہے گا۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے۔ کفر دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ جب کفر ہی دنیا سے جاتا رہے تو جہاد کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ صحیح بخاری میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لکھا ہے **و یضع الحرب** اور وہ جنگوں کا خاتمہ کرے گا۔

یہ دیکھئے مرزا قادیانی کی کتاب "تحفہ گولڑویہ" ہمارے پاس موجود ہے۔ شاعر قادیان لکھتا ہے:

کیوں بھولتے ہو تم **یضع الحرب** کی خبر
کیا یہ نہیں' بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید الکونین مصطفیٰؐ

عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

مرزا غلام احمد اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا رہا۔ اس کی جماعت کے دونوں گروپ قادیانی اور لاہوری اسے مسیح موعود مانتے ہیں۔ کیا مرزا قادیانی کے آنے پر لڑائیاں ختم ہوگئیں؟ کیا دنیا کے ایسے حالات ہوگئے کہ سب قومیں شیر و شکر ہو جائیں اور شیر و بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پئیں۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ دنیا کی بڑی بڑی جنگیں اسی فرضی مسیح موعود کے آنے کے بعد ہی لڑی گئیں۔ مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی اور ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم۔ پاکستان اور ہندوستان میں بھی دو دفعہ جنگ ہو چکی ہے۔ قادیان سے ربوہ کی طرف اور ربوہ سے قادیان کی طرف بم جاتے رہے۔ مصر اور اسرائیل کے مابین بھی دو دفعہ جنگ ہوئی۔ مسیح موعود پر جنگوں کے خاتمے کا کیا عجب نشان ہے؟ کچھ تو سوچو۔

سوال نمبر ۱۵ : مسیح موعود کی اور کوئی نمایاں علامت کیا ہوگی' جس کے عالمی اثرات ہوں اور ہر کوئی انہیں دیکھ سکے؟

جواب : حضرت عیسیٰؑ کے نازل ہونے پر یہود و نصاریٰ کی شوکت جاتی رہے گی۔ مرزا غلام احمد کے آنے پر یہودیوں کی شوکت مزید قائم ہوئی۔ پہلے ان کی کہیں حکومتیں نہ تھیں۔ اب ان کی باقاعدہ سلطنت قائم ہوئی۔ امریکہ جس کا سرکاری مذہب عیسائی ہے' وہ ایک عالمی طاقت بن گیا اور سوائے برطانیہ کے جسے مرزا صاحب خدا کا سایہ رحمت کہتے رہے' ہر عیسائی قوت پہلے سے مضبوط ہوگئی۔ یہود و نصاریٰ میں اتحاد ہوگیا۔

یہ حالات بتا رہے ہیں کہ ابھی مسیح بن مریم نہیں آئے۔ ان کے آنے پر دونوں قوموں کا خاتمہ ہو جائے گا اور دونوں قومیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیں گی۔

سوال نمبر ۱۶ : یہ کہاں لکھا ہے کہ دونوں قومیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے

آئیں گی؟

جواب: قرآن کریم میں لکھا ہے: **و ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته○** (سورۃ النساء) (یعنی اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لے آئے گا)۔

سوال نمبر۱۷: اس کے علاوہ مسیح موعود کے آنے کا نشان کیا ہوگا؟

جواب: مسیح موعود کے آنے پر دنیا میں مکمل امن و امان ہو جائے گا۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے گا۔ عدالتوں میں کیس نہیں جائیں گے اور دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ انہیں نہ ڈسیں گے۔ مرزا غلام احمد خود بھی لکھتا ہے' یہ ہے "تحفہ گولڑویہ" دیکھئے:

پیویں گے ایک گھاٹ پر شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف و بے گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا' نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

سوال نمبر۱۸: مسیح کی اور کھلی پہچان کیا ہوگی؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو حج ضرور کریں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ وہ حرم شریف حاضر نہ ہو سکیں اور مکہ آنے پر اپنے آپ کو خطرے میں سمجھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ وہ فج روحاء کے مقام سے حج یا عمرہ کا احرام باندھیں گے' یا دونوں احرام باندھیں گے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

سوال نمبر۱۹: مرزا غلام احمد نے کتنے حج کیے تھے؟

جواب: مرزا غلام احمد نے ایک حج یا ایک عمرہ بھی نہ کیا۔ جب بھی کہا جاتا کہ تم حج کیوں نہیں کرتے' تم کیسے مسیح موعود ہو؟ تو مرزا قادیانی کہتا کہ وہاں اسلامی حکومت ہے' وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس لیے میں حج کے لیے نہیں جا سکتا۔

سوال نمبر۲۰ : نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر اپنی یہ نعمت ختم کیوں کر دی۔ اولاد آدم نے کیا غلطی کی کہ یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ قادیانی اس سلسلے کو جاری سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتیں بند نہیں ہوا کرتیں؟

جواب : آپ ان قادیانیوں سے پوچھیں کہ تشریعی نبوت (جس میں پیغمبر نئی شریعت لے کر آتے ہیں) وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی یا نہ؟

اگر واقعی نعمت تھی تو اولاد آدم نے کیا غلطی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کو ان پر ختم کر دیا؟

قادیانی بھی تو تشریعی نبوت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے تھے۔ جو جواب ان کا ہوگا' وہی جواب آپ ہماری طرف سے سمجھ لیں کہ نبوت اللہ کی نعمت ہے تو یہ سلسلہ بند کیوں ہوگیا؟

بات دراصل یہ ہے کہ نبوت کا ملنا اور بات ہے اور نبوت اور چیز ہے۔ جو نعمت ہے' وہ نبوت ہے۔ نبوت کا ملنا ختم ہوا ہے' نبوت ختم نہیں ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک باقی ہے اور اللہ نے اولاد آدم پر اپنی یہ نعمت ختم نہیں کی۔ جو چیز ختم ہوئی' وہ نبوت کا ملنا ہے' نبوت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملے گی نہیں۔ لا نبی بعدی کے معنی محدثین یہی بیان کرتے ہیں۔
لا یحدث نبی بعد یعنی میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

سوال نمبر۲۱ : پہلے پیغمبروں کے بعد جب نبی آتے رہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں ان کی ضرورت نہیں؟

جواب : پہلے پیغمبروں کی شریعت ابدی نہ تھی۔ یعنی ہمیشہ رہنے والی نہ تھی۔ اس کی حفاظت کوئی آسمانی وعدہ نہ تھا۔ تورات کی حفاظت کے ذمہ دار ان کے علماء تھے اور وہی تورات کے نگران تھے۔ خدا تعالیٰ نے پچھلی کتابوں کی حفاظت اپنے ذمہ نہ لی تھی۔ علماء بنی اسرائیل نے جب اپنی ذمہ داریوں کو ڈھیلا کر لیا تو آسمانی کتابیں تحریف کا شکار ہوگئیں۔ لوگ اپنے ہاتھوں باتیں لکھ کر کہہ دیتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔

پس ضرورت تھی کہ تورات کے بعد ان انبیاء کی آمد باقی رہتی جو تحریفات دین کو رد کر کے صحیح تعلیمات سماویہ کی نصرت کرتے۔ لیکن قرآن کریم کی ابدی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ قرآن کریم اپنی عبارت اور اپنے مفہوم و معنی کے لحاظ سے ہمیشہ تک کے لیے محفوظ ہے۔ پس آپ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی۔ آپ ہی قیامت تک کے لیے پیغمبرؐ قرار پائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں۔

سوال نمبر۲۲ : جو پیغمبر نئی شریعت نہ لاتے تھے' پہلی شریعتوں کے تابع ہوتے تھے۔ ان کا بڑا کام کیا ہوتا تھا؟

جواب : وہ اپنی قوم میں شریعت کے احکام بیان کرتے' جو ان میں ملاوٹ ہوتی' اسے دور کرتے اور شریعت کے فیصلے نافذ کرتے' قوم کی سیاسی اور عملی رہنمائی ان کے ذمہ تھی۔

سوال نمبر۲۳ : یہ تو درست ہے کہ وہ احکام شریعت بیان کرتے ہوں گے۔ لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ ان احکام کو نافذ کرتے تھے۔ سیاست تو انبیاء کا کام نہیں؟

جواب: قرآن مجید میں ہے:

انا انزلنا التوراة فیها هدی و نور یحکم بها النبیون

ترجمہ : ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور نور تھا۔ بعد کے نبیؑ اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فیصلے دینے کے اختیارات رکھتے تھے اور اصحاب اقتدار تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے اس کام کو سیاست کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء

یعنی بنی اسرائیل کا نظام انبیاء ہی چلاتے تھے۔

یہاں نظام چلانے کو لفظ سیاست سے ذکر کیا ہے' یہ حدیث پختہ اور صحیح ہے۔

سوال نمبر۲۴ : کیا یہ درست ہے کہ سچے خواب آنا بھی نبوت کی ایک قسم ہے اور یہ

قسم جاری ہے تو نبوت ہر طرح سے ختم نہ ہوئی۔ ایک قسم پھر بھی تو جاری رہی؟

جواب: سچے خواب آنا نبوت کی کوئی قسم نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی قسم جاری نہیں۔ ہاں سچے بشارتی خواب نبوت کا ایک جزو ہیں لیکن وہ نبوت کی کوئی قسم نہیں ہوتے۔ حدیث میں صاف لفظوں میں مبشرات کو جزو کہا ہے۔ پس یہ نبوت کی کوئی جزو نہیں۔ سالن میں نمک اچار کی جزو ہے لیکن اچار کی کوئی قسم نہیں' سالن میں نمک کم ہو تو کوئی نہیں کہتا کہ اچار کم ہے۔ نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ اچار پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ حالانکہ نمک پہاڑوں سے نکلتا ہے۔

سوال نمبر ۲۵ : اسلام میں وہ کون سا معیار ہے جس کے مطابق ہم کسی کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ کر سکیں؟ کیا درست نہ ہوگا کہ جس کے ظاہری اعمال مسلمانوں جیسے ہوں' اسے ہم مسلمان سمجھیں؟

جواب: کسی کے مسلمان ہونے کا فیصلہ اس کے اعمال سے نہیں بلکہ اس کے عقیدہ کی رو سے کرنا چاہیے۔ اعمال عقائد کے تابع ہیں۔

اسلام کیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول برحق مان کر آپؐ کی تمام تعلیمات کو برحق تسلیم کرنا اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرنا اسلام ہے اور ان میں سے کسی ایک بات کا انکار بھی کفر ہے۔ اسلام کے لیے تو سب کا اقرار ضروری ہے۔ لیکن کفر کے لیے سب کا انکار ضروری نہیں ہے۔ اسلام کی کسی ایک یقینی بات کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔

اسلام کا یہی معیار ہے جس پر کسی کے عقائد پرکھ کر اس کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قادیانی اس اصول پر اسلام سے خارج ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مان کر آپ کی قطعی الثبوت تعلیم کا انکار کرتے ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی سچا نبی پیدا نہ ہوگا۔ اس بات کا انکار اسلام کا انکار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر بات میں سچا ہونے کا انکار ہے اور غور کیا جائے تو یہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہی انکار ہے۔ اسلام کے قطعی عقیدہ ختم نبوت کے

یہ لوگ (قادیانی) منکر ہیں۔

سوال نمبر۲۶ : مسلمان ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کا تسلیم کرنا شرط ہے۔ صرف آپؐ کی رسالت کا اقرار کافی نہیں' یہ کہاں لکھا ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: لیجئے یہ قرآن کریم سورۃ النساء میں ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم○

تیرے رب کی قسم وہ کبھی مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک تجھے اپنے ہر اختلاف میں حکم نہ مان لیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں:

حتی یومنوا بی و بما جئت بہ یعنی لوگ اس وقت تک واجب قتال ہیں جب تک وہ مجھ پر اور میری سب تعلیمات پر ایمان نہ لے آئیں۔

قرآن و حدیث کا یہ فیصلہ بہت واضح ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔
جہاں تک فقہ کا تعلق ہے' امام محمد (۱۸۹ھ) کی عبارت بہت واضح ہے' فرماتے ہیں:

من انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الہ الا اللہ

یعنی جس نے اسلام کی ایک بنیادی بات کا انکار کر دیا' اس نے اپنے کلمہ پڑھنے کو ضائع کر دیا۔ وہ اب حکماً" کلمہ گو نہیں رہا اور مسلمان نہیں ہے گو زبان سے کلمہ اسلام کا دعوئی کرے۔

سوال نمبر۲۷ : تو پھر الزامات کی بناء پر اختلاف کرنے والے ایک دوسرے کو کافر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: وہ صرف الزاماً کافر کہتے ہیں' تحقیقاً نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو حقیقتاً کافر ہیں' ان کے مقابلہ میں یہ سب ایک ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ امر واقع نہیں؟

پاکستان کی پہلی تحریک ختم نبوت میں سب فرقوں نے مولانا ابوالحسنات بریلوی کو اور دوسری تحریک ختم نبوت میں سب نے محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری دامت

برکا تم کو اپنا قائد بنایا ہوا تھا۔ حالانکہ بریلوی اور دیوبندی دونوں ایک دوسرے پر الزام لگاتے تھے کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں مگر دونوں کو یہ بھی پتہ تھا کہ یہ ایک الزام ہے' اختلاف نہیں۔ کیونکہ علماء دیوبند ختم نبوت زمانی کے منکر کو برملا کافر کہتے تھے۔

سوال نمبر۲۸ : کیا ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ محض الزاماً دوسروں کو کافر کہتے ہیں' حقیقتاً انہیں کافر نہیں سمجھتے؟

جواب : پاکستان اور ہندوستان میں علماء دیوبند اور بریلوی کے درمیان خوب معرکہ الارائی رہی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ دیوبندی' بریلوی کے مابین آج تک کوئی نکاح اختلاف عقیدہ کی وجہ سے کسی عدالت میں فسخ نہیں ہوا۔ نماز جنازہ' تعزیت اور ایصال ثواب میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں لیکن مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان نکاح نہ صرف پاکستان کی عدالتوں میں فسخ ہوئے' بلکہ متحدہ ہندوستان میں بھی جب کہ وہاں انگریزوں کی حکومت تھی اور وہ قادیانیوں کے مربی اور سرپرست تھے۔ ایسے نکاح فسخ ہوتے رہے کیونکہ یہاں حقیقی طور پر کفرو اسلام کا فاصلہ تھا۔ اس مختلف طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ ایک تکفیر محض الزاماً ہے جو کبھی بروئے کار نہ آسکی۔ نہ کسی عدالت میں اپنا آپ منوا سکی اور دوسری تکفیر تحقیقاً تھی' جس کا ہر اپنے پرائے کو اقرار کرنا پڑا۔

سوال نمبر۲۹ : قادیانیوں سے ہمارا اختلاف حقیقی ہے۔ یہ سمجھ میں آگیا لیکن ان کی لاہوری جماعت سے ہمارا کیا اختلاف ہے؟ کیا یہ محض الزامی اختلاف نہیں کہ ہم توان پر انکار ختم نبوت کا دعویٰ کریں اور وہ خود اس کا انکار کریں؟

جواب : مرزائیوں کی لاہوری جماعت سے ہمارا اختلاف گو ختم نبوت کے موضوع پر نہ ہو لیکن ہمارا ان سے مسیح موعود کے موضوع پر اختلاف یقیناً حقیقی ہے۔ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود نہیں اور لاہوری یقینی طور پر مرزا غلام احمد کو مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ یہ اختلاف حقیقی ہوگیا۔ محض الزامی نہ رہا۔ ہمارے اس یقین کی بنیاد قرآن کریم' احادیث متواترہ اور چودہ سو سال کا فہم امت ہے۔ لاہوری مرزائی ہم سے اس مسئلے میں اختلاف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کا یقینی انکار کر

رہے ہیں جو آپ نے نزول عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں امت کو دی ہیں۔ اب ان کے انکار کو محض خطا یا فروعی اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ تکذیب پیغمبر کو لازم ہے۔ پس جس طرح قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اسی طرح ان کا لاہوری گروپ بھی یقیناً اسلام سے باہر ہے۔

سوال نمبر ۳۰ : کیا یہ درست ہے کہ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوتا ہے؟

جواب : ہاں حدیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ بھیجتے ہیں جو دین کی تجدید کرتے ہیں اور غیر دین کی جو باتیں دین میں شامل کر لی گئی ہوں' ان سے دین کو پاک کرتے ہیں۔ لیکن یہ تصریح کہیں نہیں کہ ایک صدی میں صرف ایک ہی مجدد ہوتا ہے۔ ایک صدی میں کئی مجدد بھی آ سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۱ : حضرت عیسیٰ اور مہدی ایک ہی شخص کا نام ہو گا یا ان ناموں اور اوصاف کے دو علیحدہ علیحدہ شخص ہوں گے؟

جواب : وہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہوں گی۔ امام مہدی اس امت میں پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہ وہی ابن مریم ہوں گے جو حضورؐ سے پہلے کے نبی تھے اور اب حضورؐ کے امتی ہو کر آئیں گے اور حضورؐ کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔ پہلی نماز میں حضرت مہدی امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ ان کی اقتداء کریں گے۔ یہ ان کا حضورؐ کے ماتحت ہونے کا نشان ہو گا۔

سوال نمبر ۳۲ : امام مہدی کے ظہور کی بڑی نشانی کیا ہو گی؟

جواب : بڑی نشانی یہ ہو گی کہ وہ صاحب الامر ہوں گے' حاکم وقت ہوں گے' سیاست پر ان کا قبضہ ہو گا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح پہلے یہ ظلم سے بھری ہو گی۔ جو شخص خود انگریزوں کے ماتحت ہو' اور جس کو زندگی بھر ایک لمحہ کے لیے آزادی کی ہوا نہ لگی ہو' وہ مہدی کیسے ہو سکتا ہے اور دنیا میں امن کیسے قائم کر سکتا ہے۔ کچھ تو سوچو۔

اس کے بعد امام مہدی کے لیے چاند گرہن اور سورج گرہن کی گفتگو چلی۔

علامہ صاحب نے فرمایا کہ ایسا پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ یہ غلط ہے کہ یہ دونوں گرہن اس طرح صرف مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی لگے تھے۔ پہلے بھی کئی دفعہ لگ چکے ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ مہدی کے لیے اس طرح گرہن لگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں وارد نہیں۔ نہ یہ کسی صحابیؓ کا قول ہے کہ مہدی کی علامت یہ دو گرہن ہوں گے۔ قادیانی اسے غلط طور پر حضورؐ کی حدیث بتلاتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۳: خدا نے اگر نبوت کو ختم فرما دیا ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب انبیاء کا بدل کیا ہے۔ انبیاء کی بجائے کون ہوں گے؟

جواب: حضورؐ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے۔ آپ کے بعد نبوت کی جگہ خلافت ہے۔ نبوت اور خلافت کے درمیان اگر غیر تشریعی نبوت کوئی درجہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے اعلان کے ساتھ غیر تشریعی نبوت کو اس کے قائم مقام بتلاتے۔ مگر آپؐ نے ختم نبوت کے اعلان کے ساتھ خلافت کو اس کے قائم مقام بتلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن خلفاء ہوں گے۔ تم پہلے اور دوسرے خلیفہ کے وفادار رہنا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد غیر تشریعی نبوت کا کوئی سلسلہ جاری نہیں۔ حضورؐ نے ان انبیاء کا ذکر کر کے جو تورات کے تابع تھے' خود نئی شریعت نہ لائے تھے' اعلان فرمایا **لا نبی بعدی** یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ اب خلفاء ہوا کریں گے۔ اس سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کے بعد غیر تشریعی انبیاء جو قرآن کے تابع ہو کر نبوت کریں۔ ہر گز نہ ہوں گے بلکہ ان کی بجائے خلفاء ہوں گے اور وہ راشدین ہوں گے۔ آخری دور میں بھی خلافت ہی ہوگی اور مہدی کی خلافت پر دنیا کا خاتمہ ہوگا۔

سوال نمبر ۳۴: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر ہر طرح سے نبوت کا دروازہ بند ہے تو حضرت بی بی عائشہؓ کیوں کہتی ہیں "یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں؟"

جواب: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اگر ایسا کہا تو اس لیے کہا کہ حضورؐ کے بعد ایک پچھلے نبی (عیسیٰؑ بن مریم) کی آمد ثانی کا انکار نہ ہو کیونکہ یہ بات اسلام میں

متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے۔ وہ چونکہ حضورؐ سے پہلے کے نبی ہیں اس لیے ان کے آنے سے ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ پچھلا نبی ایک کیا' سارے بھی آ جائیں تو ختم نبوت کا اصول اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ معراج کی رات پچھلے سب انبیاءؑ مسجد اقصیٰ میں آئے اور حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس کے باوجود سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔

سوال نمبر ۳۵ : آپ احمدیوں کے لیے ہمیشہ قادیانی یا مرزائی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ احمدی کے لفظ سے جان بوجھ کر گریز کرتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟

جواب : ہاں! ہم انہیں احمدی کہنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ انہیں احمدی کہنا اس الحاد اور تحریف قرآن کی تائید کرنا ہے' جو مرزا غلام احمد نے اس لفظ کے بارے میں اختیار کی تھی۔ قرآن کریم کی رو سے احمد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے پہلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور آئندہ آنے والے نبی "احمد" کی بشارت دی۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ احمد ہمارے نبی کریمؐ ہیں۔ قرآن کریم پ ۲۸ سورۂ صف میں ہے: **اذ قال عیسی بن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاءھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین**

ترجمہ : جب عیسیٰ' مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا ہوں اللہ کا تمہاری طرف' تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے آگے ہے اور خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا' پھر جب آیا ان کے پاس نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا محمد و انا احمد و انا العاقب (الحدیث)

میں محمد ہوں' میں احمد ہوں اور میں عاقب ہوں۔

اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی آنے والا نہ ہو۔ یہ روایت تواتر کے درجے

تک پہنچتی ہے۔ پس قرآن و حدیث کی رو سے احمد ہمارے نبی کا نام ہے اور احمدی ہم ہیں جو حضورؐ کی امت ہیں۔

قادیانی متبنی کا نام تھا "غلام احمد"۔ "احمد" اس کا نام نہ تھا۔ اس نے تحریف کر کے اپنا نام "احمد" رکھ لیا اور اپنے آپ کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کا مصداق قرار دے دیا اور اس کے مطابق اپنے ماننے والوں کا نام اس نے "احمدی" رکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے احمدی کہلانے میں کتنی تحریفات ہیں اور قرآن و حدیث کے مفہوم میں کتنا کھلا الحاد ہے۔ اب جو شخص انہیں احمدی کہتا ہے' وہ گویا ان سب تحریفات کی تائید کرتا ہے اور اس کفر و الحاد میں شریک ہو رہا ہے۔ کسی کو یہ بات معلوم نہ ہو اور وہ انہیں احمدی کہہ دے تو اور بات ہے لیکن حقیقت معلوم ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لیے انہیں احمدی کہنا حرام ہے۔ غلام احمد کی نسبت سے یہ غلمدی (Ghulmadi) ہو سکتے ہیں' مرکز قادیانی کی وجہ سے انہیں قادیانی کہہ سکتے ہیں۔ مرزا کے پیرو ہونے کے لحاظ سے انہیں مرزائی کہا جا سکتا ہے لیکن انہیں احمدی کہنا کسی طرح جائز اور درست نہیں۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کہا کرتے تھے میں "عطا اللہ" اگر لفظ "عطا" ہٹا کر "اللہ" نہیں ہو سکتا تو "غلام احمد" لفظ "غلام" ہٹا کر "احمد" کیسے ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر۳۶: تو ان کی مسجد کو "احمدیوں کی مسجد" کہنا بھی پھر جائز نہ ہوگا؟

جواب: ہاں یہ بھی بالکل جائز نہیں۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسجد کہنا جائز نہیں۔ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ جب یہ غیر مسلم اقلیت ہیں تو ان کی عبادت گاہیں مسجدیں کیسے بن گئیں؟ عیسائیوں کی عبادت گاہ گرجا' یہودیوں کی صومعہ' ہندوؤں کی مندر اور سکھوں کا گردوارہ کہلاتی ہے۔ مرزائیوں کی عبادت گاہ کو "مرزواڑہ" کہتے ہیں تو بجا کہتے ہیں۔ اسے مسجد کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر۳۷: مرزا غلام احمد نے کتنے حج یا عمرے کیے تھے؟

جواب: ایک بھی نہیں۔ مرزا غلام احمد نے اتنے الحادی اور کفری دعویٰ کر رکھے تھے کہ سلطنت برطانیہ کے باہر کسی اسلامی ملک میں قدم رکھنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ حج بھی نہ کر سکا تھا۔

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ وہ مسیح موعود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرما چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نزول کے بعد حج یا عمرہ ضرور کریں گے اور فج روحا (FAJJ OF ROWHA) کے مقام سے احرام باندھیں گے۔ مرزا غلام احمد مسیح موعود ہونے کی اس شرط کو پورا کیے بغیر ہی دنیا سے چل بسا۔

قادیانیوں کے
طریقہ ہائے واردات

محمد طاہر رزاق

قادیانیت دجل و فریب کا پلندہ اور کذب و افتراء کا مرقع ہے۔ اس مذہب باطل کی نیو فرنگی نے اٹھائی۔ دین اسلام' پیغمبر اسلام اور شعائر اسلام کے بارے میں زبان و قلم چلانے کا فن قادیانیوں نے یہودیوں سے سیکھا۔ یہود نے انہیں ملت اسلامیہ سے جنگ لڑنے کی تربیت دی اور ہنود نے ہندوستان میں انہیں بھرپور تقویت دی۔ دنیا کی ان تین بد ترین قوموں نے قادیانیت کو بنایا اور اٹھایا۔ قوم انگریز' قوم یہود اور قوم ہنود میں انفرادی طور پر جو صفات رذیلہ پائی جاتی ہیں' وہ مجموعی طور پر قادیانیت میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے ان صفات شیطانی میں ہر قادیانی لاثانی ہے۔ اس نے شیطان کی مکروفریب کی کتاب کا ورق ورق پڑھا ہے۔ جھوٹ بولنے پر آئیں تو دلائل کے انبار لگا دیں۔ ظلم بھی کریں اور بھرپوری دنیا میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا اس طرح پیٹیں کہ سب ان پر ترس کھائیں' قتل بھی کرتے ہیں' اور ہاتھ بھی صاف رکھتے ہیں' مسلمان بھی کہلاتے ہیں اور قرآن و حدیث پر تحریف کی قینچی بھی چلاتے ہیں۔ اخلاق دکھانے پر آئیں تو سادہ لوح ان کے راستے میں اپنی آنکھیں بچھائیں۔ انسانیت کی خدمت کے بہانے محسن انسانیتؐ کے امتیوں کا ایمان لوٹتے ہیں۔ یہاں پر قادیانیوں کے چند طریقہ ہائے واردات درج کیے جاتے ہیں۔ انہیں پڑھیے' پڑھائیے' سمجھئے' سمجھائیے' اور پھر ان خطرناک حملوں کا تدارک کیجیے۔

قادیانی حوریں (چڑیلیں)

نام نہاد جنت ربوہ سے نکلی ہوئی قادیانی حوریں ایک پروگرام کے تحت مسلمان نوجوانوں کے دلوں پر ڈاکہ ڈالتی ہیں۔ اور انہیں اپنے دام عشق و محبت میں اسیر کر لیتی ہیں۔ طائر محبت ستاروں سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ دونوں شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ اولاد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب بے چارے کی چشم ہوش کھلتی ہے تو قادیانیت کے دڑبے میں بند ہوتا ہے۔ لیکن اب کیا ہو؟

راقم نے اپنے علاقہ لاہور کے کونسلر جو مصالحتی عدالت کا چیئرمین بھی ہے' کے پاس ایک ایسا ہی کیس دیکھا۔ مسلمان نوجوان اور قادیانی حور دونوں کمرہ عدالت میں

موجود تھے۔ واقعہ کچھ یوں تھا کہ قادیانی حور اور مسلمان نوجوان دونوں ایک ہی دفتر میں ملازم تھے۔ قادیانی حور نے اس پر محبت کے ڈورے ڈالے اور وہ اس پر دل ہار بیٹھا۔ دونوں رشتہ ازواج میں منسلک ہو گئے۔ قادیانی حور اسے اس کی والدہ اور تمام رشتہ داروں سے چھڑوا کر الگ ایک مکان میں رہنے لگی۔ کچھ مدت کے بعد جب نوجوان کو معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا عورت مرزائی ہے' تو وہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور اسے فوراً حکم دیا کہ ابھی میرے گھر سے نکل جائے۔ میری طرف سے تمہیں طلاق ہے۔ راقم نے کمرہ عدالت میں اس نوجوان کی بوڑھی اور خمیدہ کمر والدہ کو دیکھا' جو رو رو کر اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہہ رہی تھی میں بیوہ ہوں۔ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ خدا کے لیے میرے بیٹے کو اس دلدل سے نکال لو۔ میرا گھر لٹ چکا ہے۔ میرا سکھ چین چھن چکا ہے۔ اس کی آہ و فغاں سن کر سینے میں دل رو رہا تھا۔ اور حاضرین مبہوت تھے۔ قادیانی حور اپنے والدین کے ہمراہ اپنی جعلی شرافت دکھانے کے لیے برقع پہنے بیٹھی تھی۔ وہ طلاق نہ لینے پر مصر تھی' اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی اور اس کی گفتگو میں وہی بازاری پن تھا جو اس کے دیسی نبی مرزا قادیانی نے اپنی تصنیفات میں استعمال کی ہے۔ بحث جاری تھی۔ راقم نے بحث کو روک کر عدالت کے چیئرمین کو مخاطب کر کے کہا کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ لہٰذا کسی بھی صورت میں ایک مسلمان کا مرزائی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ جسے چیئرمین عدالت نے فوراً قبول کر لیا اور طلاق ہو گئی۔ اس طرح نوجوان اور اس کی بوڑھی والدہ کو "قادیانی تحفے" سے نجات مل گئی۔

قادیانی ارتدادی فیکٹریاں

ملک کے اندر سینکڑوں کی تعداد میں قادیانیوں کی چھوٹی بڑی فیکٹریاں چل رہی ہیں' جن میں ہزاروں مسلمان ملازمین محنت مزدوری کر رہے ہیں۔ یہ فیکٹریاں دراصل کفر و ارتداد کے اڈے ہیں۔ جہاں دیگر مصنوعات سازی کے ساتھ ساتھ مرتد سازی بھی ہوتی ہے۔ ان فیکٹریوں میں ترقی حاصل کرنے کے لیے قادیانی افسروں کی قربت حاصل کرنا لازمی امر ہے۔ ختم نبوت کے ڈاکوؤں کے خطرناک عزائم سے نا آشنا مزدور بھی قادیانی

افسروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی خوب خدمت کرتے ہیں۔ ان فیکٹریوں میں اکثر مسلمان اور قادیانی اکٹھے کھاتے پیتے ہیں جس سے ان میں ایک دوستانہ فضا قائم ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ماسوائے چند کے وہ قادیانی نہیں ہوتے لیکن قادیانیوں کے خلاف ان کے دل میں نفرت بھی نہیں پیدا ہوتی۔ ان قادیانیوں کے خلاف جہاد میں وہ ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب ربوہ میں قادیانیوں کا سالانہ میلہ بڑے زور و شور سے لگا کرتا تھا' اور انہی فیکٹریوں سے مسلمانوں کی بسیں بھر بھر کر ربوہ جاتی تھیں۔ محنت کش ربوہ سے نبوت چوروں کی چرب زبانی سن کر آتے تو کئی دولت ایمان سے محروم ہو چکے ہوتے اور کئی اسلام کے بارے میں اپنے دل میں شکوک و شبہات لے کر آتے۔ غرض اثر سب پر ہوتا کسی پر زیادہ کسی پر کم۔

الحمد اللہ اب سالانہ میلہ پر تو پابندی لگ چکی ہے۔ لیکن دیہاتوں اور شہروں میں سینکڑوں مقامات پر قادیانی اجتماعات ہوتے رہتے ہیں' جہاں ان فیکٹریوں کے محنت کشوں کی ایک کثیر تعداد شرکت کر رہی ہے جو کہ خطرے کا الارم ہے۔ ایک طرف مایوسی کا یہ گھپ اندھیرا ہے لیکن دوسرے طرف ایمان اور جرات کے چند چراغ ان اندھیروں میں روشنیاں بکھیر رہے ہیں۔ یعنی قادیانی فیکٹریوں میں دینی غیرت سے سرشار محنت کشوں نے قادیانیوں کے خلاف انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی فیکٹریوں میں قادیانی مالکان سے نبرد آزما ہیں اور وہ جھوٹے نبی کی امت کو للکار کر کہہ رہے ہیں۔

شب تاریک سے کہہ دو کہ ٹھکانہ کرے
ہم اٹھائے ہوئے سورج کا علم آتے ہیں

سندھ میں قادیانی مالکان کے خلاف مزدوروں نے جو جہاد کیا ہے اور قادیانی مالکان و افسروں کی جو درگت بنائی ہے' وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ لاہور میں سکاٹ میٹر فیکٹری واقع ملتان روڈ کی لیبر یونین فیکٹری کے مالک کا اس مجاہدانہ انداز سے محاسبہ کیا ہے کہ وہ نیم پاگل ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف کئی مقدمات درج ہو چکے ہیں۔ درجنوں مرتبہ ضمانت قبل از گرفتاری کروا چکا ہے۔ اور کئی دفعہ معافیاں مانگ چکا ہے۔ پوری مزدور برادری اس سے انتہائی نفرت کرتی ہے' اور وہ مزدوروں کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔

کفر و ارتداد کی ظلمت مٹانے کی ضرورت ہے
ہر سو دین کی شمعیں جلانے کی ضرورت ہے

بیروزگار نوجوانوں کا شکار

بیروزگاری ہمارے ملک میں ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ان پڑھ تو اپنی جگہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل نوجوان ہاتھوں میں ڈگریاں لیے ملازمتوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور بعض کمزور دل اور حساس نوجوان بیروزگاری اور غربت و افلاس سے تنگ آ کر خودکشی ایسے گناہ عظیم کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ جوان بیٹے کی موت سے والدین اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ گھر کا چراغ بجھ جاتے ہے اور جواں مرگ اپنی دنیا و آخرت برباد کر بیٹھتا ہے۔

بیروزگار نوجوان قادیانیوں کے لیے لقمہ تر ہے۔ وہ حالات کے ستائے ہوئے ان پریشان نوجوانوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کو قادیانی بنا کر بیرونی ملک بھجوانے کے لیے ان کا ایک خصوصی شعبہ کام کر رہا ہے۔ اب تک قادیانی سینکڑوں مسلمانوں کو قادیانی بنا کر بیرونی ممالک میں بھیج چکے ہیں۔ پھر قادیانی گھرانوں میں ان کی شادیاں کر دی جاتی ہیں۔ اور وہ بری طرح قادیانی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

قادیانی جن نوجوانوں کو بیرون ممالک لے جا رہے ہیں' ان میں اکثریت کو وہاں سیاسی پناہ لے کر دیتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ہونے کے ناطے ان کے ہاتھ تو بہت لمبے ہوتے ہیں' اور بین الاقوامی صحافت پر بھی ان کا قبضہ ہے۔ اس لیے یہ غوغا آرائیاں کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان میں قادیانیوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ان کی املاک کو لوٹا جا رہا ہے۔ ان کو ملازمتوں سے نکالا جا رہاہے۔ اس لیے پاکستان میں رہنا ان کے لیے مشکل ہے۔ لہٰذا مگرمچھ کے آنسو بہا کر یہ سیاسی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ سنگین صورت حال کا سختی سے نوٹس لے۔ بیرونی ممالک میں تعینات اپنے سفیروں کے ذریعے ان ممالک کی حکومتوں کو صحیح صورت حال سے مطلع کرے اور انھیں اس حقیقت سے آشنا کرے کہ مظلومیت کا رونا رونے والے نوسرباز ہزاروں مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگ چکے ہیں۔ ۱۔ تمام کلیدی عہدوں پر سانپ بن

کر بیٹھے ہیں وغیرہم' مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ وہ ان ممالک میں رہنے والے مسلمانوں سے فوری رابطہ قائم کریں اور انہیں اس المناک داستان سے واقف کریں۔ اور انہیں کہیں کہ وہ اپنے ممالک میں اس عظیم فراڈ کے خلاف آواز بلند کریں اور تنظیمیں قائم کر کے ان کی سازشوں کو بے نقاب کریں۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان لٹے ہوئے نوجوانوں سے رابطہ قائم کریں۔ ان کے قلوب میں ایمان کی چنگاری روشن کریں۔ ان کے ذہن اور ضمیر پر لگے ہوئے قادیانیت کی نحوست کے دھبے صاف کریں۔ انہیں ان کی خطرناک چالوں سے آگاہ کریں اور دولت ایمان کی قدر و قیمت بتاتے ہوئے انہیں سمجھائیں کہ

مصطفیٰ سے عشق رکھ مرزا کا سودائی نہ ہو
دین حق پہ رکھ یقین باطل کا شیدائی نہ ہو
کی محمدؐ پر نبوت ختم حق نے اے بشر
قدر ایمان ہے اگر تجھ کو تو مرزائی نہ ہو

زمین کے عوض یقین

انگریز نے اپنے انگریزی نبی مرزا قادیانی عرف مسٹر گاما کے کفر بھرے سر پر جب اپنی انگریزی نبوت کا ہیٹ رکھا تو ہیڈ مرتد مسٹر گاما اور دیگر چھوٹے مرتدین کو بے شمار مراعات سے نوازا۔ انگریز گورنر سر فرانسس موڈی نے جھوٹی نبوت کے ذلیل خاندان کو ربوہ ضلع جھنگ میں ۱۰۳۳ ایکڑ سات کنال آٹھ مرلے اراضی پر انا آنہ فی مرلہ کے حساب سے مرتدستان کی تعمیر کے لیے مہیا کی۔ قادیانیوں نے پورے ہندوستان سے مفلوک الحال لوگوں اور ایمان فروشوں کو لا کر ربوہ میں پلاٹ دے کر قادیانی سازی کی مہم شروع کی۔ ربوہ میں کالونیاں بنیں۔ بازار بنے۔ ہسپتال بنے' سکول بنے' کالج بنا' تار گھر بنا' ڈاک خانہ بنا' ریلوے اسٹیشن بنا غرض کہ ایک پورا شہر آباد ہو گیا مگر ہزاروں لوگوں کا ایمان برباد ہو گیا۔ جس نے بھی پلاٹ لیا اس نے تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ کاٹ لیا۔ جس نے بھی ٹکڑا زمین لیا' اس نے اس کے عوض قادیانیوں کو ختم نبوت سے انحراف کا یقین دیا۔ لیکن قادیانیوں کی کمال ہوشیاری دیکھیے کہ لوگوں کے ایمانوں کی

رجسٹریاں تو کرالیں لیکن آج تک مکانوں کی مکینوں کے نام رجسٹریاں نہیں کیں۔ ربوہ کی ساری زمین قادیانیوں کی "رائل فیملی" کے نام ہے۔ رائل فیملی نے ربوہ میں بسنے والے تمام قادیانیوں کو زمین اور مکان کے شکنجے میں کس رکھا ہے۔ اگر کوئی قادیانی مسلمان ہونا چاہے تو اسے مکان سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ جو اس کی کمزور معیشت پر ناقابل برداشت بوجھ ہوتا ہے۔ اگر آج ربوہ کی زمین "رائل فیملی" کی بجائے اس کے مکینوں کے نام کر دی جائے تو آج ہی ربوہ کے آدھے قادیانی مسلمان ہو جائیں گے۔

راقم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں حاضر تھا۔ راقم مسلم کالونی سے اپنے دوستوں کے ہمراہ اندرون ربوہ کا عجائب خانہ دیکھنے کے لئے ایک تانگہ میں سوار ہو کر روانہ ہوا۔ کوچوان جو ایک ساٹھ سالہ بوڑھا تھا۔ جب راقم نے اس سے پوچھا کہ کیا تم قادیانی ہو؟ تو اس نے جواب دیا ہاں میں قادیانی ہوں۔ راقم نے پوچھا تم قادیانی کیسے ہوئے؟ اس نے بتایا کہ تقسیم ملک کے بعد وہ اپنے والدین کے ہمراہ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں آباد ہو گیا۔ کچھ دیر جڑانوالہ میں رہے۔ پھر اس کا والد ربوہ میں منتقل ہو گیا۔ اسے وہاں زمین مل گئی۔ اس کے ساتھ ہی والد قادیانی ہو گیا اور ہم سب اہل خانہ نے بھی یہی مذہب اختیار کر لیا۔ راقم نے جب اس سے مذہب قادیانیت کے بارے میں پوچھا تو وہ بالکل کورا تھا۔ کہنے لگا بابو جی! ہمیں کیا پتہ' ہم تو مزدور لوگ ہیں' صبح سے شام تک تانگہ چلاتے ہیں اور بیوی بچوں کے لئے روٹی کماتے ہیں۔ اس کی دلسوز داستان سن کر راقم تھرتھرا اٹھا اور سوچ رہا تھا کہ زمین کا ایک ٹکڑا دے کر قادیانیوں نے ارتداد کی تلوار سے ایک خاندان کے بیسیوں مسلمانوں کے ایمانوں کے ٹکڑے کر دیئے۔

قادیانی اداروں کی یلغار

قادیانیوں نے مسلمانوں کو قادیانیت کے جال میں پھنسانے کے لئے اور اپنے جعلی مذہب کی دھاک بٹھانے کے لئے اندرون و بیرون ملک مختلف اصلاحی و رفاہی ادارے بنا رکھے ہیں' جو در حقیقت ملت اسلامیہ کے لئے اصلاحی و رفاہی نہیں بلکہ باعث تباہی ہیں۔

قادیانیوں نے مختلف علاقوں میں سکول قائم کر رکھے ہیں' جہاں وہ نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی مذہبی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو خالی الذہن ہوتے ہیں ان کے ذہن میں آہستہ آہستہ قادیانیت کا زہر انڈیلا جاتا ہے۔ استاد ہونے کے ناطے بچے اور ان کے والدین قادیانی اساتذہ کا احترام کرتے ہیں' جس کے نتیجہ میں قادیانی اپنے علاقوں میں بااثر اور مقبول ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک حلقہ ارادت قائم ہو جاتا ہے۔

کچھ قادیانی ملت اسلامیہ کی نوخیز نسل کو اپنے قریب کرنے کے لئے سکولوں اور کالجوں کے طلباء کو فری ٹیوشن پڑھاتے ہیں اور معاشرے میں اپنا مقام بنا رہے ہیں۔ کئی علاقوں میں قادیانیوں نے فری ڈسپنسریاں بنا رکھی ہیں' جہاں غریبوں کا مفت علاج کر کے ان سادہ لوح لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کی جا رہی ہیں اور انہیں دوائی کی صورت میں قادیانی زہر پلایا جا رہا ہے۔ جسمانی علاج کے بہانے انہیں روحانی طور پر بیمار کیا جا رہا ہے۔ مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے۔ کہ وہ فوری طور پر قادیانیوں کے ان خطرناک حربوں کا سختی سے نوٹس لیں' نیز اپنے اپنے علاقوں میں ایسے قادیانی اڈوں (سکولوں) کا پتہ لگائیں اور بچوں کے والدین سے فوری طور پر رابطہ قائم کر کے انہیں اس خطرناک صورت حال سے آگاہ کریں۔ اور ان پر زور دے کر ان کے بچوں کو ایمان کے لیٹروں کے سکولوں سے نکلوائیں۔ انشاء اللہ چند دنوں میں قادیانیوں کا سکول کسی ویران آسیب زدہ مکان کا منظر پیش کرنے لگے گا۔ اور قادیانی وہاں منہ لٹکائے ہوئے جواریوں کی طرح بیٹھے دکھائی دیں گے۔

اسی طرح ان نوجوانوں سے ملیں جو قادیانیوں سے فری ٹیوشن پڑھ رہے ہوں انہیں سمجھائیں کہ اے ملت اسلامیہ کے شاہینو! ٹیوشن کی آڑ میں یہود ونصاریٰ کے یہ ایجنٹ تمہارے بال و پر کاٹ رہے ہیں۔ ان کا مقصد تمہیں زیور تعلیم سے آراستہ کرنا نہیں بلکہ زیور اسلام سے محروم کرنا ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کی شکار گاہیں یعنی فری ڈسپنسریوں کا بھی صفایا کریں۔ علاقہ میں اگر کوئی اور قادیانی ڈاکٹر یا حکیم اپنا کلینک یا مطب چلا رہا ہو تو اس کا بائیکاٹ کروائیں۔ جب دینی غیرت و حمیت سے سرشار ہو کر مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں گے' تو پھر ڈاکٹر کے کلینک میں الو بولے گا اور حکیم کے مطب میں مکڑی جالا بنے گی۔ اور یہ دونوں معالج سے مریض ہو جائیں گے۔ لیکن ضرورت اس بات کی

ہے کہ کوئی تڑپ کر اور مسلمان کو جھنجوڑ کر گلی گلی یہ صدا گائے کہ

قادیانی فتنہ اٹھا ہے مسلمانو! اٹھو
خواب سے بیدار ہو للہ دیوانو اٹھو
حرمت دین محمدؐ کے نگہبانو اٹھو
شعلہ سامانی دکھاؤ شعلہ سامانو اٹھو

قادیانی اور تعلیم قرآن

شیطان نے اپنے یار مرزائے قادیان کی امت کو ملت اسلامیہ سے لڑنے کے لئے اتنے داؤ پیچ سکھائے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ اور قادیانی بھی خوب شاگردی ادا کرتے ہیں۔ ایک داؤ ملاحظہ ہو۔

مختلف علاقوں میں قادیانی عورتیں اور مرد مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھا رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کی نبوت کو سچا اور قادیانیت کو دین حق ثابت کرنے کے لئے غلط تراجم اور تشریحات کر رہے ہیں۔ بچے قرآن پڑھنے کے بعد ساری زندگی اپنے اساتذہ کی عزت کرتے رہتے ہیں' جو کہ قادیانیت کے لئے ایک بہت بڑا سہارا ہے۔ راقم کے ایک دوست نے جب ایک ایسے ہی قادیانی استاد کی سربازار درگت بنائی تو وہ سر کچلے سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا وہاں سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد دس بارہ مسلمان نوجوان راقم کے دوست سے بدلہ لینے کے لئے آ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تم نے ہمارے استاد کی بے عزتی کی ہے۔ جب راقم کے دوست نے انہیں مرزا قادیانی اور عقائد قادیانیت سے آگاہ کیا تو وہ ششدر رہ گئے۔ وہ حیرت کی تصویریں بنے ساری گفتگو سن رہے تھے اور کف افسوس مل رہے تھے۔

اس کی قامت سے اسے جان گئے لوگ فراز
جو لباس بھی وہ چالاک پہن کر نکلا

آپ اپنے علاقوں کا فوراً دورہ کیجئے اور دیکھئے کہ کہیں کوئی قادیانی رہزن لباس رہبر میں مسلمانوں بچوں کو قرآن تو نہیں پڑھا رہا؟ اگر کہیں خدانخواستہ ایسی صورت حال ہو تو فوراً ظلم عظیم کو رد کیجئے۔

خون کے ذریعے ایمان پر شب خون

آپ نے اکثر اخبارات اور ٹیلی ویژن پر یہ اپیل سنی اور پڑھی ہوگی کہ فلاں ہسپتال میں فلاں مریض شدید بیمار ہے اور اسے فلاں گروپ کے خون کی اشد ضرورت ہے۔ راقم کے علم میں یہ بات آئی کہ قادیانیوں نے دکھی خاندانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور انہیں دام فریب میں پھنسانے کے لئے خون دینے والے مختلف گروپ بنا رکھے ہیں' جو اپیل سنتے ہی ہسپتال پہنچ جاتے ہیں۔ اور مریض کے وارثوں سے میٹھی میٹھی گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم احمدی ہیں' دکھی انسانیت کی خدمت ہمارا مقصد حیات ہے۔ یہ خون دے کر پورے خاندان کو ممنون احسان کر لیتے ہیں۔ اور پورے خاندان سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے قادیانیت کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں۔ مجاہدین ختم نبوت ایسے خون دینے والے گروپوں پر کڑی نظر رکھیں اور اس بات کا پہرہ دیں کہ کسی مرتد زندیق اور گستاخ رسول کا خون مسلمان کی رگوں میں داخل نہ ہو سکے اور کوئی مرزائی خون دینے کے بہانے کسی مسلمان کے ایمان کا خون نہ کر دے۔

جاگ ختم نبوت کے سپاہی جاگ
محمد مصطفیٰ کے فدائی جاگ

قادیانی رہائش گاہیں یا شکار گاہیں

گاؤں قصبات اور چھوٹے شہروں سے جو لوگ ملازمت کے سلسلہ میں' محنت و مزدوری کے سلسلہ میں اور طلباء اپنی تعلیم کے سلسلہ میں بڑے شہروں میں آتے ہیں' تو رہائش کا مسئلہ ان کی لئے سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ ایک طرف تو معمولی تنخواہیں یا اجرتیں اور دوسری طرف بھاری کرایہ جات' ان کی معیشت کی کمر پر بھاری بوجھ ہوتا ہے۔ لہٰذا قادیانی شکاری ان پریشان حال لوگوں کے شکار میں نکلتے ہیں' اور ان کے غمگسار بن کر اپنے بڑے بڑے معبد خانوں میں بنے ہوئے کمرہ جات یا امیر قادیانی افراد کی کوٹھیوں میں "سرونٹ کوارٹر" سے ایک کمرہ دے دیتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ان پر اپنے عقائد و نظریات کی چھاپ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور کئی سادہ لوح ان کے جعلی اخلاق سے متاثر ہو کر مکان کے عوض ایمان دے دیتے ہیں۔

راقم کا واسطہ ایک ایسے ہی نو قادیانی نوجوان سے پڑا' جس کے ایمان کا گلا قادیانیوں نے اس رہائش کی تلوار سے کاٹا تھا۔

راقم نے اسے قادیانیت کے جوہڑ سے نکال کر اسلام کی مہکتی فضاؤں میں دوبارہ لانے کی انتہائی کوشش کی۔ وہ دوبارہ مسلمان تو نہ ہوا لیکن اس مہم میں راقم کو قادیانیوں کے ایک خطرناک وار سے واقفیت حال ہو گئی۔ یہ نوجوان ایم اے انگلش ہے۔ سرکاری ملازم ہے۔ بہاولپور سے لاہور نوکری کے سلسلہ میں آیا۔ ایک قادیانی وکیل کے ہتھے چڑھ گیا جس نے یہی طریقہ واردات استعمال کر کے اس کی متاع ایمان چھین لی۔ راقم جب لاہور میں واقع اس قادیانی وکیل کی بہت بڑی رہائش پر گیا تو نیچے کی منزل کی ایک بوسیدہ سے کمرے میں تین چارپائیاں بچھی تھیں۔ اور تین کونوں میں کچھ لوگوں کا سامان وہاں پڑا تھا۔ راقم کے استفسار پر اس قادیانی نے بتایا کہ یہ تینوں چارپائیاں ہم تین ساتھیوں کی ہیں' جن میں سے دو احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ تیسری چارپائی ایک طالب علم کی ہے' جو احمدیت قبول کرنے والا تھا۔ لیکن اس کے گاؤں کے مولوی صاحب کو پتہ چل گیا۔ مولوی صاحب اس کے والدین کو لے کر فوراً یہاں پہنچے اور اسے ساتھ لے گئے۔ اس کی چارپائی خالی پڑی ہے۔ اب یہاں کوئی اور آجائے گا۔ یہ تمام روح فرسا مناظرہ دیکھتے ہوئے راقم مجسمہ حیرت بنا کھڑا تھا۔ اور وارثان منبر و محراب سے گلہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

لٹ رہا ہے دین' ایمانوں کے سودے ہو رہے ہیں
مگر افسوس ابھی دین محمدؐ کے رکھوالے سو رہے ہیں۔

راقم کی ملاقات ایسے ہی ایک کیس میں ایک میڈیکل کالج کے طالب علم سے ہوئی۔ اس نے بتایا کہ مجھے لاہور میں رہائش کا مسئلہ درپیش تھا۔ مکان کی تلاش کے دوران میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو بظاہر بڑا شفیق اور مہربان نظر آتا تھا۔ اس نے مجھے کہا آپ پریشان کیوں ہیں؟ میں آپ کو فری رہائش مہیا کرتا ہوں۔ چکنی چپڑی باتیں کرتا وہ مجھے لاہور کے قادیانی مرکز واقع گڑھی شاہو لے آیا۔ وہاں اس نے پیار بھرے لہجے میں ایک چھوٹا سا کمرہ دکھاتے ہوئے کہا یہ رہا آپ کا کمرہ۔ راقم کو اس طالب علم نے بتایا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ قادیانی معبد خانہ ہے' تو میں فورا" وہاں سے استغفار

پڑھتا ہوا بھاگا۔

جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مرزائیت کے اس خطرناک جال کو تار تار کر دیں۔ اور اس میں پھنسے ہوئے مسلمان بھائیوں کو نکال لائیں۔ جو لٹ چکے ہیں ان سے رابطہ قائم کر کے ان پر محنت کریں۔ اگر ان کے والدین اور عزیز واقارب کو معلوم نہیں کہ ان کا فرزند جو تعلیم حاصل کرنے آیا تھا' وہ اب تعلیم مرزائیت حاصل کر کے مرزائی ہو چکا ہے۔ جو دولت کمانے آیا تھا وہ دولت ایمان سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ خبر اس کے والدین' اس کے دوستوں اور اس کے خاندان پر بجلی بن کر گرے گی۔ اور وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ آئیں گے اور خود ہی اس کا علاج کر لیں گے۔

قادیانی اجتماعات میں مسلمانوں کو لے جانا

مذہب لعین "قادیانیت" کے مبلغین اپنے اپنے علاقوں میں اپنے اس مذہب کے پرچار کے لئے اجتماعات کرتے رہتے ہیں۔ جس میں قادیانی مبلغین اپنے نوجوانوں سے کہتے ہیں کہ ہر نوجوان اس اجتماع میں پانچ پانچ دس دس مسلمان نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ بعض قادیانی اپنی رہائش گاہوں پر اپنے نام نہاد خلیفہ مرزا طاہر کی تقریروں کی فلمیں وی سی آر پر اپنے محلے کے نوجوانوں کو اپنے گھروں میں مدعو کر کے دکھاتے ہیں۔ دیہاتوں میں بھی یہ فعل قبیح جاری ہے۔ تاج و تخت ختم نبوت کے محافظوں سے گزارش ہے کہ وہ ایسے قادیانیوں کا سختی سے محاسبہ کریں' کیونکہ قانوناً" کوئی قادیانی اپنے باطل مذہب کا پرچار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا فوراً تھانہ میں زیر دفعہ C - 298 پرچہ درج کرائیں۔ مرزا طاہر کی کفریہ تقریریں سننے والے نوجوانوں سے فرداً فرداً ملیں۔ انہیں قادیانیت کی غلاظت سے آگاہ کریں۔ اس علاقہ میں قادیانیت کے زہریلے اثرات کے تدارک کے لئے رد قادیانیت کے موضوع پر لیکچر یا جلسہ کا اہتمام کریں۔ عوام کا مسئلہ سمجھانے اور انہیں اپنا ہم نوا بنانے کے لئے صبح و شام محنت کریں اور پھر ضرب کاری لگا کر قادیانیت کا کام تمام کریں۔

جن کو نہ ہو کچھ پاس پیغمبرؐ کے ادب کا

چن چن کے میں اس قوم کو مٹی میں ملا دوں
اسلام سے جس قوم کو ہے کچھ بھی محبت
میں اس کے لئے راہ میں آنکھوں کو بچھا دوں

غریب مسلمانوں کو گھروں میں ملازم رکھنا

قادیانی غریب مسلمان بچوں یا بوڑھی عورتوں اور بوڑھے مردوں کو اپنے گھر کا کام کاج کرنے کے لئے ملازم رکھ لیتے ہیں۔ بچہ جس کے مذہبی خیالات و نظریات ابھی پختہ نہیں ہوتے' قادیانی اسے اپنے اجتماعات میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اسے اپنے مذہب بد کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ وقت آ جاتا ہے جب وہ مکمل طور پر قادیانی ہو جاتا ہے۔ یہی طریقہ واردات بوڑھے ملازمین پر آزمایا جاتا ہے۔ انہیں خوش و خرم رکھا جاتا ہے۔ اماں جی اور میاں جی کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے لئے اچھی غذا اور پہننے کے لئے اچھا کپڑا دیا جاتا ہے۔ غرض کہ انہیں اپنے مصنوعی اخلاق کے شیشے میں اتار کر مرزائی بنا لیا جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ رائے ونڈ ضلع لاہور میں پیش آیا۔ جہاں ایک ساٹھ سالہ بوڑھی عورت ایک قادیانی گھرانے میں ملازمہ ہوئی اور کچھ ہی مدت کے بعد وہ ایمان کے شکاریوں کے ہاتھوں شکار ہو کر قادیانی ہو گئی۔ ہائے افسوس! کہ اس کا دامن رحمتہ للعالمینؐ سے کٹ کر زحمت للعالمین مرزا قادیانی سے وابستہ ہو گیا۔

الٰہی محفوظ رکھنا ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

مجاہدین ختم نبوت کو چاہئے کہ وہ فوری طور پر اپنے علاقہ کا سروے کریں۔ اگر آپ کے علاقہ میں کوئی مسلمان کسی قادیانی کے گھر میں ملازمت کر رہا ہے' تو اسے فوراً اس خطرناک جال سے نکالیں۔

الگ قطعہ زمین خرید کر وہاں کفر نگر آباد کرنا

کسی شہر یا گاؤں میں کچھ قادیانی خاندان مل کر ایک الگ قطعہ زمین خرید لیتے ہیں اور وہاں مکانات بنا کر رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ باہر کے علاقوں سے بھی قادیانی آ کر وہاں آباد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اپنی پوجا پاٹ کے لئے ایک عبادت خانہ تعمیر کرتے ہیں۔

غرض کہ ایک کفر گڑھ معرض وجود میں آجاتا ہے۔ امور تبلیغ کے لئے ایک قادیانی مربی وہاں پہنچ جاتا ہے اور ارتدادی مہم شروع ہو جاتی ہے۔ اردگرد کے علاقوں میں قادیانیت پر مبنی لٹریچر مہیا کیا جاتا ہے۔ دیہاتوں میں بناسپتی نبوت کی تبلیغ کے لئے قادیانی مبلغین پھیل جاتے ہیں اور سادہ لوح دیہاتیوں کے ایمانوں کو لوٹتے ہیں۔ قادیانی ایسی سینکڑوں کالونیاں وطن عزیز میں قائم کر چکے ہیں' جن کو یہ قادیانیت کے قلعے قرار دیتے ہیں۔ لیکن دینی غیرت ہمیں جھنجوڑ جھنجوڑ کے کہتی ہیں۔

کفر نے تعمیر کی ہے یادگار سومنات
غیرت محمود کی ہم داستان تازہ کریں۔

تاج و تخت ختم نبوت کے محافظوں سے درخواست ہے کہ وہ ایسی صورت حال میں قادیانیوں سے نبٹنے کے لئے اس آبادی سے ملحقہ گاؤں کا کام کے لئے انتخاب کریں۔ وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر قائم کریں۔ جلسوں کا اہتمام کریں۔ وافر مقدار میں لٹریچر مہیا کریں۔ گھر گھر جا کر جھوٹی نبوت کے بارے میں لوگوں کو بتائیں۔ عوام کے دلوں میں مرزائیت کے خلاف نفرت کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔ جب ایک گاؤں یا بستی کی ذہن سازی ہو جائے اور وہاں سے مجاہدین ختم نبوت کی ایک فوج تیار ہو جائے' تو اسکے ساتھ والے گاؤں میں بھی یہی طریقہ تبلیغ استعمال کریں۔ پھر اردگرد کے چند دوسرے گاؤں میں بھی جذبہ جہاد کی لہر دوڑا دیں۔ قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کرائیں۔ الیکشن میں ان کے ووٹ مسلمانوں کے ووٹوں میں داخل نہ ہونے دیں۔ اگر کوئی قادیانی مردود مر جائے تو اسے گاؤں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں' دوکان دار حضرات انہیں سودا سلف دینا بند کر دیں۔ انشاء اللہ تھوڑا سا شکنجہ کسنے سے قادیانیت علاقہ سے یوں غائب ہو جائے گی جیسے گدھے کے سر سے سینگ!

قادیانی اور سماجی بہبود

قادیانی مسلم معاشرے میں باعزت مقام حاصل کرنے اور عوام الناس کے دلوں پر اپنی جعلی چھاپ لگانے کے لئے سماجی بہبود کے کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں جب اوجڑی کیمپ کا روح فرسا حادثہ پیش آیا جس میں سینکڑوں انسان جاں بحق

ہوگئے۔ اسی المناک حادثہ پر پورا پاکستان جذبہ ایمانی کے ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے امڈ آیا۔ متاثرین کے لئے ادویات، کپڑے، اور دیگر کھانے پینے کی اشیاء کا بندوبست کیا۔ جہاں دیگر تنظیموں اور اداروں نے اپنے امدادی کیمپ لگائے، وہیں ایمان کے شکاریوں "قادیانیوں" نے بھی اپنی "دکان فریب" سجائی۔ حالانکہ یہ بات منظر عام پر آچکی ہے کہ سانحہ اوجڑی کیمپ میں قادیانیوں کا کتنا ہاتھ تھا۔ ۱۹۸۸ء میں پنجاب میں جب بدترین سیلاب آیا تو لاکھوں لوگ بے گھر ہوگئے۔ کروڑوں روپے کی کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ پانی کی موجیں لوگوں کا سب کچھ بہا کر لے گئیں۔ ان آفت زدہ علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ قادیانی شکاری بھی امداد کے بہانے اپنے شکار پر نکل آئے۔ لوگوں میں اشیاء تقسیم کیں اور قادیانیت کا پرچار کیا۔ متاثرین سے کہا کہ صرف احمدیت ہی خدمت انسانیت کا نام ہے۔

ان فریبیوں اور جھوٹوں سے کوئی پوچھے تم ملت اسلامیہ کے ہمدرد اور غمگسار کہاں سے آگئے۔ تم نے تو ہمیشہ ملت اسلامیہ کو زخم لگا کر قہقہے لگائے ہیں۔ تم نے تو ہمیشہ مسلمانوں کو تڑپتے دیکھ کر خوشی سے رقص کیا ہے۔ تم نے خلافت عثمانیہ کی تباہی پر قادیان میں چراغاں کیا تھا۔ تم نے سقوط ڈھاکہ کے موقع پر حلوے کی دیگیں تقسیم کی تھیں۔ تم نے شاہ فیصل کی شہادت پر ربوہ میں بھنگڑا ڈالا تھا اور مٹھائی تقسیم کی تھی۔

تم کہاں سے آگئے ملت اسلامیہ کے غم خوار؟ تمہارے اس دجل و فریب پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔

اللہ رے دیکھئے اسیری بلبل کا اہتمام
صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

مجاہدین ختم نبوت کا فرض ہے کہ وہ ایسے موقع پر قادیانی لٹیروں کی کڑی نگرانی کریں اور خدمت انسانی کی آڑ میں صورت خضر میں نکلے ہوئے ان لٹیروں کو پکڑ کر باہر نکالیں، کیونکہ ان کا کام تعمیر نہیں بلکہ تخریب ہے اور وہ بھی تخریب ایمان!

بیواؤں اور یتیموں کی امداد

قادیانی اس "نیکی" کی آڑ میں بھی قادیانیت کا خوب خوب پرچار کر رہے ہیں۔

راقم الحروف کے نوٹس میں یہ بات بھی آئی ہے کہ ایک گھرانے کا کفیل مسلمان شخص فوت ہوگیا۔ اس کی بیوہ اپنے تین بچوں کے تعلیمی اخراجات برداشت نہ کر سکی اور اس نے بچوں کو سکول سے اٹھا لیا۔ ان بچوں میں سے ایک کا کلاس فیلو ایک قادیانی کا بیٹا تھا' جس نے اپنے باپ سے کہا کہ فلاں لڑکا سکول نہیں آتا۔ وہ قادیانی اپنے بیٹے کے ساتھ اس بیوہ کے پاس پہنچا اور اسے کہا کہ وہ اپنے تمام بچوں کو تعلیم دلوائے جس کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔ اس قادیانی بیوہ کی مالی امداد شروع کر دی۔ قادیانی چونکہ ہر سال ربوہ جاتا تھا۔ ایک دن بیوہ کے بچے بھی ضد کر کے اپنے نام نہاد "چچا" کے ساتھ ربوہ چلے گئے۔ آج وہ پورا خاندان قادیانی ہو چکا ہے۔

مسلمانوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے محلّہ میں غریب لوگوں خصوصاً بیواؤں اور یتیم بچوں کا خاص خیال رکھیں اور اسلام کی روشن تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کریں تاکہ کوئی قادیانی ان کو لقمہ تر نہ بنا سکے۔

قادیانیوں
کے
سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت

مولانا مفتی
محمد امین

سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت

الحمد الله وحده والصلوه والسلام علے من لا
نبی بعده امابعد

حدود و قصاص کا قائم کرنا حکومت کا کام ہے' رعایا کا کام نہیں لیکن اگر معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور کچھ افراد جرائم و معاصی کا ارتکاب کرنے لگ جائیں تو ان کو درست اور سیدھا کرنے کے لیے اور معاشرہ کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لیے جرائم پیشہ افراد سے قطع تعلق (بائیکاٹ) کرنا' ان کے ساتھ میل جول' لین دین ترک کر دینا' ان سے رشتہ ناطہ نہ کرنا ان کی تقریبات شادی غمی میں شریک نہ ہونا' ان کو اپنی تقریبات میں شامل نہ کرنا نہایت ہی پر امن بے ضرر اور موثر ذریعہ ہے۔ آج سے تقریباً نصف صدی پہلے تک ہر زمانہ کے مسلمان اسی بائیکاٹ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں ہے وهكذا كان داب الصحابه و من بعدهم من المومنين في جميع الازمان فانهم كانو يقاطعون من حاد الله ورسوله مع حاجتهم اليه واثروا رضاء الله تعالى على ذالك (مرقات (شرح مشکوۃ' جا صفحہ ۲۹۰) یعنی صحابہ کرام اور ان کے بعد والے ہر زمانہ کے ایمان والوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفوں' دشمنوں کے ساتھ بائیکاٹ کرتے رہے حالانکہ ان ایمانداروں کو دنیاوی طور پر ان مخالفین کی احتیاج بھی ہوتی تھی لیکن وہ مسلمان خدا تعالیٰ کی رضا کو اس پر ترجیح دیتے ہوئے بائیکاٹ کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی رضاجوئی کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش

قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یہ بائیکاٹ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے بلکہ سید عالم ﷺ نے عملی طور پر بھی اس کو نافذ فرمایا۔ جب غزوہ خیبر میں یہودیوں کا محاصرہ کیا اور یہودی قلعہ میں محصور ہو گئے اور کئی دن گزر گئے تو ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے ابوالقاسم اگر آپ مہینہ بھر ان کا محاصرہ رکھیں تو ان کو پرواہ نہیں کیونکہ ان کے قلعہ کے نیچے پانی ہے وہ رات کے وقت قلعہ سے اترتے ہیں اور پانی پی کی واپس چلے جاتے ہیں تو اگر آپ ان کا پانی بند کر دیں تو جلدی کامیابی ہو گی۔ اس پر سید دو عالم ﷺ نے ان کا پانی بند کر دیا تو وہ مجبور ہو کر قلعہ سے اتر آئے فسار رسول اللہ ﷺ الی مائھم فقطعا علیھم فلما قطع خرجوا (زاد المعاد علی الزرقانی' جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۰۵) اور ایک مرتبہ جبکہ حضرت سیدنا کعب بن مالک صحابی اور ان کے ساتھی دو اور صحابی رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ واپسی پر سید دو عالم ﷺ نے جواب طلبی فرمائی اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان تینوں کے ساتھ بات چیت ترک کر دی جائے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ونھی النبی ﷺ عن کلامی و کلام صاحبی یعنی رسول اکرم ﷺ نے میرے ساتھ اور میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع فرما دیا۔ فاجتنب الناس کلامنا (صحیح بخاری' صفحہ ۶۷۵ جلد دوم) ہمارے ساتھ کوئی بھی بات نہ کرتا تھا۔ انتھی اور اس بائیکاٹ کا یہ اثر ہوا کہ زمین باوجود وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہو گئی بلکہ وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے وضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا الا ملجا من اللہ الا الیہ (قرآن مجید' پارہ ۱۱)

اور یہ بائیکاٹ جب چالیس دن تک پہنچا تو رسول اکرم علیہ السلام نے حکم دیا کہ اب ان کی بیویاں بھی ان سے الگ ہو جائیں۔ پھر جب پورے پچاس دن ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا حکم بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ (روح البیان)

تنبیہ: یہ حضرات صحابہ کرام تھے ان سے لغزش ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک

صاحب لولاک ﷺ کی برکت سے ان کی لغزش کو معاف فرمایا۔ ان کی معافی کی سند قرآن مجید میں نازل فرمائی ان کے درجات بلند کئے لہٰذا اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان حضرات کے متعلق کوئی ادب سے گری ہوئی بات کہے یا دل میں بدگمانی رکھے کیونکہ صحابہ کرام کے ساتھ ایسا کرنا سراسر ہلاکت ہے اور دین کی بربادی ہے۔ خدا تعالیٰ ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قطع تعلق (بائیکاٹ) کے متعلق قرآن پاک میں ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمہیں نار جہنم پہنچے گی۔

نیز قرآن پاک میں ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور حدیث پاک میں ہے:

"رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کو ان کے علماء نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر ان کے علماء نے ان کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے (بائیکاٹ نہ کیا) تو خدا تعالیٰ نے ان کے ایک دوسرے کے دلوں پر مار دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ان پر لعنت بھیجی کیونکہ وہ نافرمانی کرتے حد سے بڑھ گئے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جرائم پیشہ لوگوں کو روک لو"۔ (ترمذی شریف صفحہ ۱۳۰، ج ۲)

مذکورہ بالا بائیکاٹ کا حکم ایسے لوگوں کے متعلق ہے جو عملی طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن جو دین کے ساتھ دشمنی کریں اور خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی شان و عظمت پر حملے کریں ایسے بدمذہبوں کے لیے سخت حکم ہے ان کے ساتھ بائیکاٹ نہ کرنا، میل ملاپ، محبت، دوستی کرنا سخت

حرام ہے اگرچہ وہ ماں باپ ہوں یا بیٹے بیٹیاں ہوں' بہن بھائی کنبہ برادری ہو' قرآن پاک میں ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون

"یعنی اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی' بہن ایمان پر کفر کو پسند کریں تو ان سے محبت و دوستی نہ کرو اور جو تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ ظالموں میں سے ہوگا"۔

نیز قرآن پاک میں ہے:

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ○

"یعنی تم نہ پاؤ گے کسی اس قوم کو جو خدا تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں' وہ دوستی کریں ایسے لوگوں سے جو دشمنی اور مخالفت کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ سے اگرچہ وہ دشمنی کرنے والے ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں' بھائی ہوں یا کنبہ برادری ہو۔ ایسے ایمان والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور ان کی روح سے مدد فرماتا ہے اور انہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان بہشتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ان سے راضی وہ خدا سے راضی۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی جماعت ہیں اور خدا تعالیٰ کی جماعت ہی دونوں جہان میں کامیاب ہے"۔

آیت مذکورہ کا مفہوم یہ کہ خدا تعالیٰ پر ایمان اور خدا کے رسول کے دشمنوں کے

ساتھ دوستی یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو ہی نہیں سکتیں چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

والکلام علی ما فی الکشاف من باب التخییل خیل ان من الممتنع المحال ان تجد قوما مومنین یوادون المشرکین

"یعنی آیت مبارکہ میں یہ تصور دلایا گیا ہے کہ کوئی قوم مومن بھی ہو اور کفار و مشرکین کے ساتھ اس کی محبت و دوستی بھی ہو یہ محال و ممتنع ہے"۔

نیز اسی میں ہے:

مبالغه فی النهی عنه والزجر عن ملابسته والتصلب فی مجانبه اعداء الله تعالی

"یعنی آیت مذکورہ میں خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ محبت و دوستی کرنے سے مبالغہ کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے زجر و توبیخ ہے اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے الگ رہنے کی پختگی بیان کی گئی ہے"۔

خدا تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیبؐ پاک کے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں ایسا ایمان نقش کر دیا تھا کہ ان کی نظروں میں حبیب خدا ﷺ کے مقابلہ میں کسی کی کوئی وقعت ہی نہ تھی خواہ وہ باپ ہو کہ بیٹا' بھائی ہو کہ بہن۔ چنانچہ سیدنا امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ ابو قحافہ کی زبان سے سید دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں گستاخی سنی تو اس کو ایسا مکا رسید کیا کہ وہ گر گیا۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا اور حضور نے پوچھا افعلت یا ابا بکر اے ابوبکر تو نے ایسا کیا ہے۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ۔ قال لاتعد قال والله لو کان السیف قریبا منی لضربته یارسول اللہ خدا تعالیٰ کی قسم اگر میرے قریب تلوار ہوتی تو میں اس کو مار دیتا اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی)

اور سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے منہ سے اپنے محبوب آقا کی شان میں کوئی ناپسندیدہ بات سنی تو اسے منع کیا وہ باز نہ آیا تو اس باپ کو قتل کر دیا جیسے روح

المعانی میں ہے۔ عن انس قال کان ای ابو عبیدہ قتل اباہ وھو من حملہ اساری بدر بیدہ لما سمع منہ فی رسول اللہ ﷺ ما یکرہ ونھاہ فلم ینتہ

یوں ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو بدر کے دن اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور حضرت مولیٰ علی شیر خدا اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث نے عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور حضرت معصب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔

خدا تعالیٰ ان پاک روحوں پر لاکھوں' کروڑوں' اربوں' کھربوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے امت کو عشق مصطفیٰ کا درس دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ناموس مصطفیٰ کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ حضور رحمت دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و عظمت کے سامنے نہ کسی استاد کی عزت ہے نہ کسی پیر کا تقدس رہ جاتا ہے' نہ ماں باپ کا وقار' نہ بیوی بچوں کی محبت آڑے آتی ہے' نہ مال و دولت ہی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ سبحان من کتب الایمان فی قلوب المومنین وایدھم بروح منہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عشق و محبت ہی کی بنا پر خدا تعالیٰ نے ان کے جذبات کی تعریف فرمائی ہے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم یعنی وہ کافروں دشمنوں پر بڑے ہی سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں' بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی اور شدت کی مقدار پر ہی عشق و محبت کا نکھار ہوتا ہے۔ جو شخص محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن محبوب کے دشمنوں کے ساتھ بغض و عداوت نہ رکھے وہ محبت میں سچا نہیں ہے' وہ محبت محبت ہی نہیں ہے بلکہ وہ بربریت ہے' دھوکہ ہے' فریب ہے۔ الحاصل خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی افضل الاعمال ہیں۔ حدیث پاک میں ہے افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی عملوں میں سے افضل ترین عمل خدا تعالےٰ کے دوستوں سے محبت کرنا اور خدا

تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ دربار الٰہی میں یوں دعا کرتے ہیں:

"اللھم اجعلناھا دین مھتدین غیر ضالین ولا مضلین سلما لا ولیئک وعدو الا عدائک نحب بحبک من احبک ونعادی بعداوتک من خالفک اللھم ھذا الدعا وعلیک الاجابہ۔" (ترمذی شریف صفحہ ۱۷۸'۲)

"یا اللہ! ہم کو ہدایت دہندہ' ہدایت یافتہ کر۔ یا اللہ ہم کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا نہ کر' یا اللہ ہم کو اپنے دوستوں کے ساتھ محبت و دوستی کرنے والا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ دشمنی و عداوت رکھنے والا بنا۔ یا اللہ ہم تیری محبت کی وجہ سے تیرے دوستوں سے محبت کرتے ہیں اور تیرے ساتھ ان کی عداوت کی وجہ سے ہم ان سے عداوت رکھتے ہیں۔ یا اللہ یہ ہماری دعا ہے اسے قبول فرما"۔

ان ارشادات عالیہ کو وہ صلح کلی حضرات آنکھیں کھول کر دیکھیں جو لوگ بے سوچ سمجھے جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ حضور تو کافروں کو بھی گلے لگاتے تھے۔ ان حضرات سے سوال ہے کہ رسول اکرم ﷺ خدا تعالیٰ کے ارشاد مبارک یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم کے مطابق حکم الٰہی کی تعمیل کرتے تھے یا نہیں۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ احکام خداوندی کی تعمیل سید دو عالم ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا اور نہ کسی نے کی ہے۔ بنابریں رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے منافقوں کا نام لے کر مسجد سے نکال دیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یعنی رسول اکرم ﷺ جمعہ کے دن جب خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے فلاں تو منافق ہے' لہٰذا مسجد سے نکل جا۔ اے فلاں تو بھی منافق ہے مسجد سے نکل جا' حضور ﷺ نے کئی منافقوں کے نام لے کر نکالا اور ان کو سب کے سامنے رسوا کیا۔ اس جمعہ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ابھی مسجد

شریف میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ کسی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی جب وہ منافق مسجد سے نکل کر رسوا ہو کر جا رہے تھے تو سیدنا فاروق اعظمؓ آ رہے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شرم کی وجہ سے چھپ رہے تھے کہ مجھے تو دیر ہو گئی ہے شاید جمعہ ہو گیا ہے لیکن منافق فاروق اعظم سے اپنی رسوائی کی وجہ سے چھپ رہے تھے۔ پھر جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابھی جمعہ نہیں ہوا تھا' بعد میں ایک صحابی نے کہا اے عمر تجھے خوش خبری ہو کہ آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو رسوا کر دیا ہے"۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۱۱' صفحہ ۱۱' تفسیر مظہری صفحہ ۲۸۹ / ۴' تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۸۴ / ۲' تفسیر خازن صفحہ ۵۱۱ / ۳' تفسیر بغوی علی الخازن صفحہ ۵۱۱ / ۳' تفسیر روح البیان صفحہ ۴۹۳ / ۳)

اور سیرت ابن ہشام میں عنوان قائم کیا ہے طرد المنافقین من مسجد رسول اللہ ﷺ اور اس کے تحت فرمایا کہ منافق لوگ مسجد نبوی میں آتے اور مسلمانوں کی باتیں سن کر ٹھٹھے کرتے دین کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک دن کچھ منافق مسجد نبوی شریف میں اکٹھے بیٹھے تھے آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک دوسرے کے ساتھ قریب قریب بیٹھے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے دیکھ کر کہا فامربهم رسول الله ﷺ فاخرجوا من المسجد اخراجا عنيفا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان منافقوں کو سختی سے نکال دیا جائے۔ اس ارشاد پر حضرت ابو ایوب' خالد بن زید اٹھ کھڑے ہوئے اور عمر بن قیس کو ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر پھینک دیا پھر حضرت ابو ایوب نے رافع بن ودیعہ کو پکڑا اس کے گلے میں چادر ڈال کر خوب کھینچا اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور اس کو مسجد سے نکال دیا اور ساتھ ساتھ حضرت ابو ایوب فرماتے جاتے اف لك منافقا خبيثا ارے خبیث منافق تجھ پر افسوس ہے۔ اے منافق رسول اکرم ﷺ کی مسجد سے نکل جا اور ادھر حضرت عمارہؓ بن حزم نے زید بن عمرو کی داڑھی کو پکڑا زور سے کھینچا اور کھینچتے کھینچتے مسجد سے نکال دیا اور پھر اس کے سینے پر دونوں ہاتھوں سے تھپڑ مارا کہ وہ گر گیا۔ اس منافق نے کہا اے عمارہ تو نے مجھے بہت عذاب دیا ہے۔ تو صحابی عمارہ نے فرمایا خدا تجھے دفع کرے جو

خدا تعالیٰ نے تیرے لیے عذاب تیار کیا ہے وہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ فلا تقرب مسجد رسول اللہ ﷺ ۔ آئندہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد مبارک کے قریب نہ آنا۔

اور بنو نجار قبیلہ کے دو صحابی ابو محمد جو کہ بدری صحابی تھے اور ابو محمد مسعود نے قیس بن عمرو کو جو کہ منافقین میں سے نوجوان تھے گدی پر مارنا شروع کیا حتیٰ کہ مسجد سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حارث نے جب سنا کہ حضور نے منافقوں کے نکال دینے کا حکم فرمایا ہے' حارث بن عمرو کو سر کے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹتے گھسیٹتے مسجد سے باہر نکال دیا۔ وہ منافق کہتا تھا' اے ابن حارث تو نے مجھ پر بہت سختی کی ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا اے خدا کے دشمن تو اسی لائق ہے تو نجس ہے پلید ہے۔ آئندہ مسجد کے قریب نہ آنا۔ ادھر ایک صحابی نے اپنے بھائی زری بن حارث کو سختی سے نکال کر فرمایا افسوس کہ تجھ پر شیطان کا تسلط ہے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۲۸/۱)

نیز خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ تم ابراہیم (ؑ) کی پیروی میں خدا تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے دشمنوں سے ہمیشہ نفرت اور بیزاری رکھو۔ ارشاد ہے:

قد کانت لکم اسوہ حسنہ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا براء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا و بینکم العداوہ والبغضاء ابدا حتی تومنوا باللہ وحدہ (سورہ ممتحنہ)

"یعنی اے ایمان والو تمہارے لیے ابراہیمؑ اور ان کے ماننے والوں میں اچھی پیروی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ ہم تم سے اور تمہارے بتوں سے بیزار ہیں۔ ہم انکاری ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان جب تک تم خدا وحدہ پر ایمان نہ لاؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دشمنی ٹھن گئی ہے"۔

اور تفسیر روح المعانی میں حدیث قدسی منقول ہے:

یقول اللہ تبارک وتعالی وعزتی لا ینال رحمتی من لم یوال اولیائی ویواد اعدائی (صفحہ ۳۵ج ۲۸)

"یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم جو شخص میرے دوستوں کے ساتھ دوستی نہیں کرتا اور میرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہیں کرتا وہ میری رحمت حاصل نہیں کرسکتا"۔

اور درۃ الناصحین میں علامہ خوبوی نے ایک حدیث پاک ذکر کی ہے:

"یعنی رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی فرمایا اے موسیٰ تو نے میرے لیے بھی کوئی عمل کیا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کی یا اللہ میں نے تیرے لیے نماز پڑھی خداتعالے نے فرمایا نماز تو تیرے ہی لیے برہان بنے گی۔ عرض کی یا اللہ میں نے تیرے لیے روزے رکھے ہیں۔ خدا تعالے نے فرمایا اے موسیٰ روزہ تو تیرے لیے ہی ڈھال بنے گا۔ پھر عرض کی میں نے تیرے لیے صدقہ دیا ہے خداتعالے نے فرمایا صدقہ تو تیرے ہی لیے سایہ بنے گا۔ عرض کی میرے خدا میں نے تیرے لیے ذکر کیا ہے۔ فرمایا اے موسیٰؑ تو تیرے لیے ہی نور ہوگا۔ بتا تو نے میرے لیے کون سا عمل کیا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کی میرے پروردگار تو ہی بتادے کہ وہ کون سا عمل ہے جو تیرے لیے ہو۔ خداتعالے نے فرمایا اے پیارے موسیٰ کیا تو نے میرے دوستوں کے ساتھ محبت و دوستی کی ہے اور کیا تو نے میرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی ہے"۔ (درۃ الناصحین، صفحہ ۲۱۰)

اسی طرح کا ایک واقعہ ایک ولی اللہ کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ تفسیر روح البیان صفحہ ۳۷۸ / ۴ پر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خداتعالے کے دربار میں خداتعالے کے دوستوں کے ساتھ محبت کرنا جتنا مقبول و محبوب عمل ہے، اتنا ہی خداتعالے کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی و عداوت رکھنا بھی مقبول و محبوب عمل ہے۔ نیز خداتعالے اور اس کے پیارے حبیبؐ کی محبت اور ان کے دشمنوں گستاخوں کی محبت آپس میں ضدیں ہیں یہ دونوں بیک وقت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

مخدوم الاولیاء سیدنا امام ربانی خواجہ مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ نے فرمایا۔

"دو محبت متبائنہ جمع نشوند جمع کہ ضدین رامحال گفتہ اند۔ محبت یکے مستلزم عداوت دیگرست۔" (مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۱۶۵ جلد اول) یعنی دو محبتیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے۔ اگر خدا تعالے اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی دل میں محبت ہوگی تو خدا اور رسول کے دشمنوں کی محبت دل میں نہیں آسکتی اور خدا تعالے اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمنوں کی جتنی محبت و دوستی دل میں آئے گی تو خدا اور رسول (جل جلالہ و ﷺ) کی محبت اتنی ہی کم ہو جائے گی۔

نیز فرمایا وعلامت کمال محبت کمال بغض است با اعداءاو ﷺ (مکتوب ۱/۱۶۵)

یعنی تاجدار مدینہ ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی یہ علامت ہے کہ سید دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض وعداوت ہو۔ نیز فرمایا:

"کافروں کے ساتھ جو کہ خدا تعالے اور اس کے پیارے حبیب کے دشمن ہیں دشمنی رکھنی چاہیے اور ان کو ذلیل وخوار کرنے میں کوشش کرنی چاہیے اور کسی طرح ان کی عزت نہیں کرنی چاہیے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں نہیں آنے دینا چاہیے"۔ (مکتوب نمبر ۱۶۵)

نیز فرمایا در رنگ سگاں ایشاں را دور باید داشت یعنی خدا اور رسول کے دشمنوں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے۔ نیز فرمایا "پس عزت اسلام درخواری کفرواہل کفرست۔ کسیکہ اہل کفر را عزیز داشت اہل اسلام را خوار ساخت"۔ (مکتوب نمبر ۱/۱۶۳) یعنی اسلام کی عزت اسی میں ہے کہ کفر وکفار کو خوار و ذلیل کیا جائے جو شخص کفر والوں کی عزت کرتا ہے وہ حقیقت میں مسلمانوں کو ذلیل کرتا ہے۔

نیز سیدنا امام ربانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"رسول اکرم شفیع معظم ﷺ کی بارگاہ تک لے جانے والا یہی ایک راستہ ہے (کہ انکے دشمنوں کے ساتھ دشمنی عداوت رکھی جائے۔) اگر اس راستہ کو چھوڑ دیا جائے تو اس

دربار تک رسائی مشکل ہے"۔(مکتوب نمبر۱۶۵/۱)

اور یہ بھی مسلم کہ سید اکرم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم ﷺ تک رسائی ہی دین ہے۔ڈاکٹر سر اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

یعنی تو اپنے آپ کو مصطفیٰ ﷺ کے مبارک قدموں تک پہنچادے اور اگر تو ان تک نہ پہنچ سکا تو تیرا سب کچھ ہی ابولہب ہے۔

بدمذہبوں کے ساتھ بائیکاٹ کے متعلق چند احادیث مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر۱ عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا ابائکم فایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتونکم۔(مسلم شریف)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ لوگ کذاب دجال بہت جھوٹے دھوکہ باز آئیں گے وہ تم سے ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی لہٰذا اے میری امت! تم ان کو اپنے سے بچاؤ اور اپنے آپ کو ان سے بچاؤ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں"۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے تاجدار مدینہ ﷺ کی۔ آپ نے نور نبوت سے پہلے ہی دیکھ لیا کہ دین کے ڈاکو آئیں گے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کو ان سنی اور بناوٹی باتیں سنا کر اپنے دجل و فریب سے ان کے ایمان لوٹیں گے لہٰذا اس شفیق امت ﷺ نے پہلے سے ہی امت کو بچنے کی تدبیر بتائی کہ اے میری امت! بے دینوں کے قریب مت پھٹکنا اور نہ ان کو اپنے قریب آنے دینا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ لیکن امت کے کچھ بے لگام افراد ہیں جو

کہتے پھرتے ہیں جی صاحب! ہر کسی کی بات سنی چاہیے' دیکھیں بھلا کہتے کیا ہیں۔ اسی بنا پر بدمذہبوں کے جلسوں میں جانے والے' ان کا لٹریچر پڑھنے والے' ان کی تقریریں سننے والے ہزاروں لوگ گمراہ' بد دین ہو گئے' جہنم کا ایندھن بن گئے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

اے میرے مسلمان بھائیو! ہوشیار' خبردار' ہوشیار' خبردار! غیروں کے جلسوں میں مت جاؤ ان کی تقریریں مت سنو' ان کے رسائل و اخبارات مت پڑھو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اگر تقریر سنو تو اس کی جس کا دل محبت مصطفی ﷺ سے لبریز ہے' کتابیں اور رسالے پڑھو تو ان کے جن کے سینے عشق مصطفی ﷺ سے معمور ہیں۔ سیدنا محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے۔

"یعنی حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ دو بدمذہب آئے اور انہوں نے عرض کی کہ حضرت اجازت ہو تو ہم آپ کو ایک حدیث پاک سنائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں' پھر انہوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم قرآن پاک کی ایک آیت پاک بیان کریں' آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یا تو تم یہاں سے چلے جاؤ یا میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ اس پر وہ دونوں خائب و خاسر ہو کر چلے گئے تو کسی نے عرض کیا حضور اس میں کیا حرج تھا کہ وہ دو آدمی قرآن پاک کی کوئی آیت پاک سناتے۔ اس پر حضرت سیدنا محمد بن سیرین قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ دونوں بدمذہب تھے۔ اگر یہ آیت پاک بیان کرتے وقت اپنی طرف سے اس میں پچر لگا دیتے تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ تحریف میرے دل میں بیٹھ جاتی (اور میں بھی بدمذہب ہو جاتا"۔ (از فتاوی الحرمین)

سبحان اللہ! وہ امام بن سیرین جلیل القدر محدث' قوم کے پیشوا' وقت کا علامہ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ وہ تو بدمذہبوں سے اتنا پرہیز کریں کہ قرآن پاک کی ایک آیت ان سے سننے کے روادار نہیں اور آج کے ان پڑھ' دین سے بے خبر اتنی بے باکی اور جرات سے کہہ دیتے ہیں کہ جی صاحب ہر کسی کی بات سنی چاہیے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یوں ہی حضرت سعید بن جبیر سے کسی نے کوئی بات

پوچھی تو آپ نے اس کو جواب نہ دیا فقیل لہ فقال ازایشاں (فتاویٰ الحرمین) کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس کو جواب کیوں نہیں دیا تو آپ نے فرمایا یہ بدمذہبوں میں سے ہے۔

حدیث پاک نمبر۲

قال رسول الله ﷺ ان مجوس هذه الامه المکذبون باقدار الله ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم (ابن ماجہ شریف)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قضاوقدر کو جھٹلانے والے اس امت کے مجوسی ہیں۔ (حالانکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے ہی' روزے بھی رکھتے ہیں) فرمایا کہ اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے مت جاؤ اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے مرنے پر ان کے جنازہ وغیرہ میں مت شریک ہو' اگر تم سے ملیں تو ان کو سلام نہ کرو"۔

بزرگانِ دین کے ارشادات

حضرت سیدنا سہل تستری ؒ نے فرمایا

"جس شخص نے اپنا ایمان درست کیا اور اپنی توحید کو خالص کیا وہ کسی بدمذہب سے انس و محبت نہ کرے گا نہ اس کے پاس بیٹھے گا' نہ اس کے ساتھ کھائے پیئے گا نہ اس کے ساتھ آئے جائے گا بلکہ اپنی طرف سے اس کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر کرے گا"۔
(روح المعانی صفحہ نمبر ۳۵/۲۸)

نیز فرمایا: "جو شخص کسی بدمذہب کے ساتھ خوش طبعی کرے خدا تعالے اس کے دل سے نور ایمان نکال لے گا۔ جس بندے کو اس بات کا اعتبار نہ آئے وہ تجربہ کر کے دیکھ لے"۔ (روح المعانی)

تفسیر روح البیان میں ہے: "وفات کے بعد کوئی شخص خواب میں سیدنا ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور عرض کیا حضرت آپ کے ساتھ خدا تعالے نے کیا کیا تو فرمایا مجھے عتاب فرمایا اور مجھے تیس سال 'ایک روایت میں تین سال کھڑا رکھا اور اس عتاب کا سبب یہ کہ میں نے ایک دن ایک بدمذہب کی طرف شفقت سے دیکھا تھا تو خدا تعالے نے فرمایا اے ابن مبارک تو نے میرے ایک دین کے دشمن کے ساتھ دشمنی کیوں نہیں کی"۔ (روح البیان ص ۴۱۹' جلد ۴)

یہ واقعہ لکھنے کے بعد صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں: "پس کیا حال ہو گا اس شخص کا جو دیدہ و دانستہ دین کے ظالموں کے پاس بیٹھتا ہے"۔ (روح البیان ص ۴۲۰)

عارف باللہ حضرت علامہ حقی ؒ کا ارشاد مبارک

"برا ہمنشین انسان کو دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اسے ہلاکت کے

گڑھے میں ڈال دیتا ہے لہٰذا مخلص اور سنی مومن کو چاہیے کہ وہ کافروں' منافقوں اور بدمذہبوں کی صحبت سے بچے تاکہ اس کی طبیعت میں ان کا بد عقیدہ اور برا عمل سرایت نہ کر جائے۔(روح البیان صفحہ ۴۱۹/ ۴)

نیز عارف باللہ علامہ حقی نے فرمایا "حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص کسی قوم سے محبت کرے گا' ان کے کسی عمل کو پسند کرے گا وہ انہیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اس قوم کے ساتھ حساب میں شریک ہو گا اگرچہ ان کے ساتھ اعمال میں شریک نہیں تھا"۔ (روح البیان صفحہ نمبر ۴۹۴/ ۹)

نیز تفسیر روح البیان میں ہے "خدا تعالیٰ کے دشمنوں پر سختی کرنا یہ بھی حسن خلق میں داخل ہے۔ اس لیے کہ جب سب مہربانوں سے مہربان آقا کو اعدائے دین پر سختی کرنے کا حکم ہے تو دوسرے کا کیا شمار۔ لہٰذا دشمنان دین پر سختی کرنا یہ دوستوں پر مہربانی کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے صحابہ کرام کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے وہ دشمنوں پر بڑے سخت ہیں اور اپنوں پر بڑے مہربان"۔(روح البیان صفحہ نمبر ۷/ ۱۰)

حضرت سیدنا فضیل بن عیاضؒ کا ارشاد گرامی

"یعنی جس کسی نے کسی بدمذہب سے محبت کی خدا تعالیٰ اس کا عمل برباد کر دے گا اور اس کے دل سے نور ایمان نکال دے گا"۔(غنیہ الطالبین صفحہ نمبر ۸۰)

نیز فرمایا: "خدا تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ فلاں بندہ بدمذہبوں سے بغض رکھتا ہے' مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ اس کی نیکیاں تھوڑی ہوں"۔ (غنیہ الطالبین صفحہ نمبر ۸۰/ ۱)

حضرت سفیان بن عینیہؒ کا ارشاد مبارک

"یعنی جو شخص کسی بدمذہب کے جنازہ پر گیا وہ لوٹنے تک خدا تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا"۔

سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانیؒ کا ارشاد مبارک:

وان لا یکاثر اھل البدع ولا بدانیھم ولا یسلم علیھم۔

"بدمذہبوں کے (جلسوں وغیرہ میں شرکت کر کے) ان کی رونق نہ بڑھائے اور ان کے قریب نہ آئے اور ان پر سلام نہ کرے"۔ (غنیہ الطالبین صفحہ نمبر ۸۰)

نیز فرمایا "یعنی بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھے اور ان کے قریب نہ جائے اور نہ ہی انہیں عید وغیرہ شادی کے موقع پر مبارک دے اور جب وہ مرجائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھے اور جب ان کا ذکر ہو تو رحمتہ اللہ علیہ نہ کہے بلکہ ان سے الگ رہے اور ان سے خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے عداوت رکھے یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ایسا کرنے میں ثواب کثیر اور اجر عظیم کی امید رکھے"۔ (غنیہ الطالبین' صفحہ ۸۰)

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی کون ہے جو مسافر کو کھانا کھلائے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خادم سے فرمایا اس کو ساتھ لے آؤ وہ لے آیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے کھانا منگا کر دیا۔ اس نے کھانا شروع کیا اس کی زبان سے ایک بات نکلی جس سے بدمذہبی کی بو آتی تھی' آپ نے فوراً اس کے سامنے سے کھانا اٹھالیا اور اس کو نکال دیا۔ (ملفوظات امام اہلسنت الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۹۸)

پھر یہ کہ خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور مخالفوں کے ساتھ بائیکاٹ کرنا یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ پہلی امتوں سے چلا آتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے واسئلھم عن القریہ التی کانت حاضرہ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیھم۔ (سورہ اعراف) یعنی اصحاب سبت جن کی بستی دریا کے کنارے واقع تھی انہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑ کر خدا اور اس کے نبی کی نافرمانی کی تو اس قوم کے تین گروہ ہوگئے ایک گروہ

نافرمانی کرنے والا ایک برائی سے روکنے والا تیسرا خاموش۔ آخرکار فرمانبردار گروہ نے نافرمانوں سے ایسا بائیکاٹ کیا کہ درمیان میں دیوار کھڑی کردی نہ یہ ادھر جاتے نہ ادھر آتے جب نافرمانوں کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو وہ بندر بنا کر ہلاک کردیے گئے۔ (تفسیر مظہری جلد سوم سورہ اعراف صفحہ ۴۷۶۔ تفسیر روح المعانی سورہ اعراف جلد نمبر ۹ صفحہ ۹۳)

پھر طرفہ یہ کہ ہر نمازی نماز وتر کی دعا میں پڑھتا ہے ونخلع ونترک من یفجرک یا اللہ ہم ہر اس شخص سے قطع تعلقی کریں گے اور علیحدہ ہو جائیں گے جو تیرا نافرمان ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ مسلمان مسجد میں دربار الٰہی میں مودبانہ کھڑا ہو کر ہاتھ باندھ کر عہد کرتا ہے کہ یا اللہ ہم تیرے نافرمانوں' مخالفوں کے ساتھ بائیکاٹ کریں گے لیکن مسجد سے باہر آکر ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلمان بھائیوں سے اپیل:

میرے مسلمان بھائیو تاجدار مدینہ ﷺ کے بھولے بھالے امتیو ہوشیار خبردار' ہوشیار خبردار' اپنے ایمان کو بچاؤ' اپنے بیگانے کو پہچانو اور اگر شیطان دھوکہ دینے کی کوشش کرے تو مندرجہ بالا ارشادات کو بار بار پڑھو۔ خدا تعالیٰ دوست دشمن کی پہچان نصیب کرے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ تعالیٰ۔

طالب دعا: سگ دربار سلطانی فقیر ابو سعید محمد امین غفرلہ' ۳ جمادی الاخرہ ۱۳۹۴ھ

تتمہ

۱۔ یہ تھا دنیا میں مسلمانوں کا خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کے ساتھ بائیکاٹ لیکن قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی طرف سے بائیکاٹ ہوگا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا ورائکم فالتمسوا نورا فضرب بینهم بسورله باب باطنه فیه الرحمه وظاهره من قبله العذاب (سورہ حدید' پ ۲۷' آیہ ۱۳)

"یعنی قیامت کے دن (جب پل صراط پر سے گزر ہوگا اور خدا تعالیٰ ایمان والوں کو نور عطا فرمائے گا) اس نور کو دیکھ کر منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔ اس پر فرمایا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو۔ پھر جب لوٹیں گے تو ان کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا یعنی دیوار کے ذریعہ ایسا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے گا کہ منافق لوگ ایمان والوں کے نور کی روشنی بھی نہ لے سکیں گے"۔

۲- جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا:

وامتازوا الیوم ایها المجرمون (سورہ یٰسین' پ ۲۳' آیہ ۵۹)

"یعنی اے نافرمانو کافرو آج میرے بندوں سے الگ ہو جاؤ"۔

خدا تعالیٰ سب کو دین اسلام کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

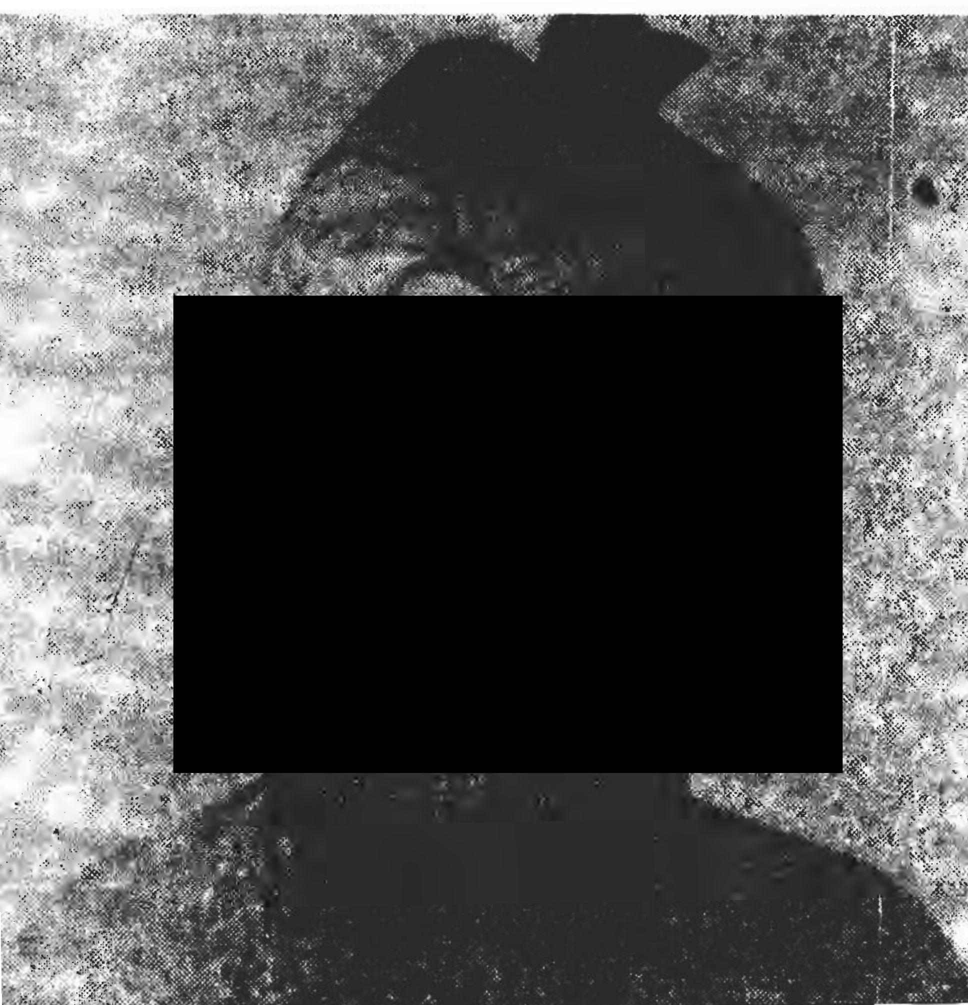
مسلمان بندوں کی دعاؤں کا محتاج

فقیر ابو سعید محمد امین غفرلہ

تصویر فیصلہ کرتی ہے!

محمد طاہر رزاق

تصویر فیصلہ کرتی ہے



انگریز نے اشارہ کیا---- مرزا قادیانی نے اپنا پھٹا ہوا منہ کھولا---- اور ہذیان بکا---- میں محمدؐ ہوں (نعوذ باللہ)---- خدا تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے محمدؐ کو دوبارہ اس دنیا میں میری شکل میں بھیجا ہے (نعوذ باللہ)---- میں صورت اور سیرت کے اعتبار سے عین محمدؐ ہوں (نعوذ باللہ)---- جو میرا انکار کرتا ہے---- وہ محمدؐ کا انکار کرتا ہے---- کیونکہ مجھ میں اور محمدؐ میں کوئی فرق نہیں---- جب مرزا قادیانی نے اپنی جہنمی زبان سے یہ کفر نکالا---- تو اس کے ایک شاعر مرید لعین قاضی اکمل نے مرزا قادیانی کی شان میں ایک قصیدہ لکھا---- جس کے دو شعر بصد معذرت پیش کرتا ہوں---- نقل کفر، کفر نباشد----

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
(نعوذ باللہ)

جب مرزا قادیانی ملعون کے پاس یہ ارتدادی اشعار پہنچے---- تو اس نے ان اشعار کو خوبصورت لکھوا کر---- فریم کروا کر---- اپنے کمرے کی دیوار پر لگوا دیا---- تاکہ آنے جانے والے اسے دیکھتے رہیں----اور اس عقیدہ کی تشہیر ہوتی رہے----

کرہ ارض پر بسنے والے انسانو! مرزا قادیانی لعین کو سرور کونین ﷺ سے کیا نسبت؟

کہاں ختم نبوت کا آفتاب عالمتاب ﷺ اور کہاں قادیان کا چمگادڑ
کہاں سرور کائنات ﷺ اور کہاں رذیل کائنات۔
کہاں اللہ کا حبیب ﷺ اور کہاں گماشتہ ابلیس
کہاں فخر انسانیت ﷺ اور کہاں ننگ انسانیت۔

کہاں ساقی کوثر ﷺ اور کہاں قادیان کے "چھپڑ" کا کیڑا
کہاں شافع محشر ﷺ اور کہاں تماشائے محشر۔

اے اہل دنیا! اب سے نگاہیں جھکا دو-----اور گوش ہوش سے سنو-----

میرے نبیؐ! جناب محمد رسول اللہ ﷺ

جمال کائنات....... حسن کائنات....... زینت کائنات....... جن کے چہرے سے سورج کو ضیا ملتی ہے....... جن کے رخساروں کی دمک سے چاند' چاندنی حاصل کرتا ہے....... جن کی آنکھوں کی چمک سے ستارے جگمگانا سیکھتے ہیں....... جن کے دانتوں کی تنویر سے جواہرات چمکنے کا ہنر جانتے ہیں....... جن کے لبوں کی نزاکت سے غنچے چٹکنا سیکھتے ہیں....... جن کے ماتھے کے نور سے انسانیت کو راستے ملتے ہیں....... جن کے قد زیبا سے سرو اپنے قد کی رعنائی حاصل کرتا ہے....... جن کے سانسوں کی مہک سے مشک و عنبر خوشبو پاتے ہیں....... جن کی زلفوں کی لہک سے کائنات بننا سنورنا سیکھتی ہے....... جن کی آنکھوں کی حیا سے کلیاں شرمانا سیکھتی ہیں....... جن کی مسکراہٹ سے قوس و قزح رنگ بکھیرنا جانتی ہے....... جن کی چال سے مست خرام ندیاں چلنے سے آشنا ہوتی ہیں....... جن کی گفتگو سے بلبل نغمے سیکھتی ہے....... جن کی آنکھوں کی سیاہی سے کالی گھٹاؤں کو حسن ملتا ہے....... جن کی آنکھوں کی سفیدی سے دن کو اجالا ملتا ہے....... جن کی پلکوں کی دلاویز حرکت سے نجوم جھلملانا سیکھتے ہیں....... جن کے ابرو خمدار کو دیکھ کر ہلال اپنی صورت تراشتا ہے....... جن کے جلال سے بجلیاں کڑکنا اور جن کے جمال سے باد نسیم چلنا جانتی ہے....... جن کی گفتگو کے لفظوں سے ہدایت کے چراغ جلتے ہیں....... اور جن کے قدموں کے نشان سے انسانیت کو منزل کا سراغ ملتا ہے۔

اب ذرا مرزا قادیانی کی تصویر دیکھو-----انتہائی غور سے دیکھو-----!!!

آنکھیں-----چھوٹی بڑی

بڑی آنکھ بھی اتنی چھوٹی-----کہ آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کا امتیاز مشکل ہے-----

ہاتھی کی طرح لٹکتے ہوئے لمبے لمبے کان-----

لمبوترا سا سر----- جس کا عیب چھپانے کے لیے سر پر سکھوں والا "پگڑ" باندھ دیا گیا

ہے-----

بے ڈھب ماتھا----- کسی پوٹھوہاری علاقے کا منظر پیش کرتا ہے-----

ابرو کے بال----- یوں ٹوٹے ہوئے جیسے "بال جھڑ" کا مریض ہو-----

کچھوے کی طرح اندر دبکی ہوئی گردن-----

خمیری روٹی کی طرح پھولے ہوئے بڑے بڑے ہونٹ-----

پھولے ہوئے نتھنے----- جیسے کم آکسیجن والی ہوا میں سانس لے رہا ہو-----

پچکے ہوئے گال----- جیسے چہرے پر کوئی باکسر مشق کرتا رہا ہو-----

آوارہ داڑھی----- جیسے لکڑی کے جالے کا ویرانہ

چہرے پر------ رعب نہ دبدبہ-----

روشنی نہ ضیاء-----

وجاہت نہ ملاحت-----

امانت نہ دیانت-----

شرافت نہ صداقت-----

رعنائی نہ زیبائی-----

جاذبیت نہ آدمیت-----

وقار نہ افتخار-----

شوکت نہ تمکنت-----

قابلیت نہ انسانیت-----

بتایئے! کیا یہ شکل کسی نبی کی ہو سکتی ہے؟ (نعوذ باللہ)

ہرگز نہیں----- اللہ کی قسم----- ہرگز نہیں-----

مرزا قادیانی دنیا کا سب سے کریہہ الصورت اور ڈھٹے منہ شخص تھا-----

اس کی تصویر ہی اس کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اس کی تصویر ہی اس کے کاذب ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

اس کی تصویر ہی اس کے دجال ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔

شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی نے کیا خوب کہا ہے

واہ رے اے چنڈال، ترے کیا کہنے ہیں
تو ہے بڑا دجال، ترے کیا کہنے ہیں
حلیہ دیکھو، آنکھیں ٹیڑھی، سر فٹ بال
پچکے پچکے گال، ترے کیا کہنے ہیں
جب کوئی تصویر دکھاتا ہے تیری
ڈر جاتے ہیں بال، ترے کیا کہنے ہیں
پیدا ہو نہیں سکتا رہتی دنیا تک
اب کوئی تجھ سا "لال" سے کیا کہنے ہیں

جراح قادیانیت

محمد طاہر رزاق

آؤ! قادیانی اخلاق دکھاؤں

محمد طاہر رزاق

"قادیانیوں کا اخلاق بڑا اچھا ہوتا ہے" یہ وہ جملہ ہے جو اکثر ہمارے بھولے بادشاہوں کے نوک زبان رہتا ہے۔ یہ جملہ ملت اسلامیہ کے سادہ لوح لوگوں تک یونہی نہیں پہنچا۔ اس کے پیچھے قادیانیوں کی کفریہ مشینری کا پون صدی پر محیط پیگنڈہ شامل ہے۔ قادیانیوں کو شاید مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کی تشہیر پر اتنی قوت نہیں صرف کرنا پڑی جتنی کہ انہیں اس زہر آلود جملہ کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں اتارنے کے لیے صرف کرنا پڑی۔ ہمارے بھولے بادشاہوں کو ایک بنیادی بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو لوگ ہمارے آقا ﷺ کے دشمن ہیں وہ ہمارے محسن کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو معلم اخلاق صلی اللہ علیہ سلم کی شان اقدس میں بکواس کرتے ہیں ان کا اخلاق سے کیا ناطہ؟ جو ملت اسلامیہ کو مدینہ منورہ کی شاہراہ سے ہٹا کر قادیان کے تاریک ارتدادی غاروں میں لے جانا چاہتے ہیں' وہ ہمارے خیر خواہ کیسے؟

میں اپنے سادہ لوح بھائیوں کے سامنے بانی فتنہ قادیانیت مرزا قادیانی کے اخلاق کی صرف ایک جھلک دکھاتا ہوں۔ وہ دیگ کا صرف یہی ایک دانہ چکھیں اور اندازہ کریں کہ باقی دیگ کتنی دم پختہ ہو گی۔ مرزا قادیانی مسلمانوں پر ایک ہزار دفعہ لکھ کر لعنت بھیج رہا ہے اور ہر لعنت پر نمبر بھی ڈالے جا رہا ہے تاکہ اس کے موذی دل کو تسکین مل جائے۔ حوالہ پیش خدمت ہے۔

۱ لعنت ۲ لعنت ۳ لعنت ۴ لعنت ۵ لعلنت ۶ لعنت
۷ لعنت ۸ لعنت ۹ لعنت ۱۰ لعنت ۱۱ لعنت ۱۲ لعنت
۱۳ لعنت ۱۴ لعنت ۱۵ لعنت ۱۶ لعنت ۱۷ لعنت ۱۸ لعنت
۱۹ لعنت ۲۰ لعنت ۲۱ لعنت ۲۲ لعنت ۲۳ لعنت ۲۴ لعنت

۱۵۸

حوالہ نمبر 97 تا 101

۲۵ لعنت ۲۶ لعنت ۲۷ لعنت ۲۸ لعنت ۲۹ لعنت ۳۰ لعنت ۳۱ لعنت
۳۲ لعنت ۳۳ لعنت ۳۴ لعنت ۳۵ لعنت ۳۶ لعنت ۳۷ لعنت ۳۸ لعنت
۳۹ لعنت ۴۰ لعنت ۴۱ لعنت ۴۲ لعنت ۴۳ لعنت ۴۴ لعنت ۴۵ لعنت
۴۶ لعنت ۴۷ لعنت ۴۸ لعنت ۴۹ لعنت ۵۰ لعنت ۵۱ لعنت ۵۲ لعنت
۵۳ لعنت ۵۴ لعنت ۵۵ لعنت ۵۶ لعنت ۵۷ لعنت ۵۸ لعنت ۵۹ لعنت
۶۰ لعنت ۶۱ لعنت ۶۲ لعنت ۶۳ لعنت ۶۴ لعنت ۶۵ لعنت ۶۶ لعنت
۶۷ لعنت ۶۸ لعنت ۶۹ لعنت ۷۰ لعنت ۷۱ لعنت ۷۲ لعنت ۷۳ لعنت
۷۴ لعنت ۷۵ لعنت ۷۶ لعنت ۷۷ لعنت ۷۸ لعنت ۷۹ لعنت ۸۰ لعنت
۸۱ لعنت ۸۲ لعنت ۸۳ لعنت ۸۴ لعنت ۸۵ لعنت ۸۶ لعنت ۸۷ لعنت
۸۸ لعنت ۸۹ لعنت ۹۰ لعنت ۹۱ لعنت ۹۲ لعنت ۹۳ لعنت ۹۴ لعنت
۹۵ لعنت ۹۶ لعنت ۹۷ لعنت ۹۸ لعنت ۹۹ لعنت ۱۰۰ لعنت ۱۰۱ لعنت
۱۰۲ لعنت ۱۰۳ لعنت ۱۰۴ لعنت ۱۰۵ لعنت ۱۰۶ لعنت ۱۰۷ لعنت ۱۰۸ لعنت
۱۰۹ لعنت ۱۱۰ لعنت ۱۱۱ لعنت ۱۱۲ لعنت ۱۱۳ لعنت ۱۱۴ لعنت ۱۱۵ لعنت
۱۱۶ لعنت ۱۱۷ لعنت ۱۱۸ لعنت ۱۱۹ لعنت ۱۲۰ لعنت ۱۲۱ لعنت ۱۲۲ لعنت
۱۲۳ لعنت ۱۲۴ لعنت ۱۲۵ لعنت ۱۲۶ لعنت ۱۲۷ لعنت ۱۲۸ لعنت ۱۲۹ لعنت
۱۳۰ لعنت ۱۳۱ لعنت ۱۳۲ لعنت ۱۳۳ لعنت ۱۳۴ لعنت ۱۳۵ لعنت ۱۳۶ لعنت
۱۳۷ لعنت ۱۳۸ لعنت ۱۳۹ لعنت ۱۴۰ لعنت ۱۴۱ لعنت ۱۴۲ لعنت ۱۴۳ لعنت
۱۴۴ لعنت ۱۴۵ لعنت ۱۴۶ لعنت ۱۴۷ لعنت ۱۴۸ لعنت ۱۴۹ لعنت ۱۵۰ لعنت
۱۵۱ لعنت ۱۵۲ لعنت ۱۵۳ لعنت ۱۵۴ لعنت ۱۵۵ لعنت ۱۵۶ لعنت ۱۵۷ لعنت
۱۵۸ لعنت ۱۵۹ لعنت ۱۶۰ لعنت ۱۶۱ لعنت ۱۶۲ لعنت ۱۶۳ لعنت ۱۶۴ لعنت
۱۶۵ لعنت ۱۶۶ لعنت ۱۶۷ لعنت ۱۶۸ لعنت ۱۶۹ لعنت ۱۷۰ لعنت ۱۷۱ لعنت
۱۷۲ لعنت ۱۷۳ لعنت ۱۷۴ لعنت ۱۷۵ لعنت ۱۷۶ لعنت ۱۷۷ لعنت ۱۷۸ لعنت
۱۷۹ لعنت ۱۸۰ لعنت ۱۸۱ لعنت ۱۸۲ لعنت ۱۸۳ لعنت ۱۸۴ لعنت ۱۸۵ لعنت
۱۸۶ لعنت ۱۸۷ لعنت ۱۸۸ لعنت ۱۸۹ لعنت ۱۹۰ لعنت ۱۹۱ لعنت ۱۹۲ لعنت
۱۹۳ لعنت ۱۹۴ لعنت ۱۹۵ لعنت ۱۹۶ لعنت ۱۹۷ لعنت ۱۹۸ لعنت ۱۹۹ لعنت
۲۰۰ لعنت ۲۰۱ لعنت ۲۰۲ لعنت ۲۰۳ لعنت ۲۰۴ لعنت ۲۰۵ لعنت ۲۰۶ لعنت
۲۰۷ لعنت ۲۰۸ لعنت ۲۰۹ لعنت ۲۱۰ لعنت ۲۱۱ لعنت ۲۱۲ لعنت ۲۱۳ لعنت
۲۱۴ لعنت ۲۱۵ لعنت ۲۱۶ لعنت ۲۱۷ لعنت ۲۱۸ لعنت ۲۱۹ لعنت ۲۲۰ لعنت
۲۲۱ لعنت ۲۲۲ لعنت ۲۲۳ لعنت ۲۲۴ لعنت ۲۲۵ لعنت ۲۲۶ لعنت ۲۲۷ لعنت
۲۲۸ لعنت ۲۲۹ لعنت ۲۳۰ لعنت ۲۳۱ لعنت ۲۳۲ لعنت ۲۳۳ لعنت ۲۳۴ لعنت
۲۳۵ لعنت ۲۳۶ لعنت ۲۳۷ لعنت ۲۳۸ لعنت ۲۳۹ لعنت ۲۴۰ لعنت ۲۴۱ لعنت
۲۴۲ لعنت ۲۴۳ لعنت ۲۴۴ لعنت ۲۴۵ لعنت ۲۴۶ لعنت ۲۴۷ لعنت ۲۴۸ لعنت
۲۴۹ لعنت ۲۵۰ لعنت ۲۵۱ لعنت ۲۵۲ لعنت ۲۵۳ لعنت ۲۵۴ لعنت ۲۵۵ لعنت
۲۵۶ لعنت ۲۵۷ لعنت ۲۵۸ لعنت ۲۵۹ لعنت ۲۶۰ لعنت ۲۶۱ لعنت ۲۶۲ لعنت

۲۶۳ لعنت ۲۶۴ لعنت ۲۶۵ لعنت ۲۶۶ لعنت ۲۶۷ لعنت ۲۶۸ لعنت ۲۶۹ لعنت
۲۷۰ لعنت ۲۷۱ لعنت ۲۷۲ لعنت ۲۷۳ لعنت ۲۷۴ لعنت ۲۷۵ لعنت ۲۷۶ لعنت
۲۷۷ لعنت ۲۷۸ لعنت ۲۷۹ لعنت ۲۸۰ لعنت ۲۸۱ لعنت ۲۸۲ لعنت ۲۸۳ لعنت
۲۸۴ لعنت ۲۸۵ لعنت ۲۸۶ لعنت ۲۸۷ لعنت ۲۸۸ لعنت ۲۸۹ لعنت ۲۹۰ لعنت
۲۹۱ لعنت ۲۹۲ لعنت ۲۹۳ لعنت ۲۹۴ لعنت ۲۹۵ لعنت ۲۹۶ لعنت ۲۹۷ لعنت
۲۹۸ لعنت ۲۹۹ لعنت ۳۰۰ لعنت ۳۰۱ لعنت ۳۰۲ لعنت ۳۰۳ لعنت ۳۰۴ لعنت
۳۰۵ اللعنة ۳۰۶ اللعنة ۳۰۷ اللعنة ۳۰۸ اللعنة ۳۰۹ اللعنة ۳۱۰ اللعنة ۳۱۱ اللعنة
۳۱۲ اللعنة ۳۱۳ اللعنة ۳۱۴ اللعنة ۳۱۵ اللعنة ۳۱۶ اللعنة ۳۱۷ اللعنة ۳۱۸ اللعنة
۳۱۹ اللعنة ۳۲۰ اللعنة ۳۲۱ اللعنة ۳۲۲ اللعنة ۳۲۳ اللعنة ۳۲۴ اللعنة ۳۲۵ اللعنة
۳۲۶ اللعنة ۳۲۷ اللعنة ۳۲۸ اللعنة ۳۲۹ اللعنة ۳۳۰ اللعنة ۳۳۱ اللعنة ۳۳۲ اللعنة
۳۳۳ اللعنة ۳۳۴ اللعنة ۳۳۵ اللعنة ۳۳۶ اللعنة ۳۳۷ اللعنة ۳۳۸ اللعنة ۳۳۹ اللعنة
۳۴۰ اللعنة ۳۴۱ اللعنة ۳۴۲ اللعنة ۳۴۳ اللعنة ۳۴۴ اللعنة ۳۴۵ اللعنة ۳۴۶ اللعنة
۳۴۷ اللعنة ۳۴۸ اللعنة ۳۴۹ اللعنة ۳۵۰ اللعنة ۳۵۱ اللعنة ۳۵۲ اللعنة ۳۵۳ اللعنة
۳۵۴ اللعنة ۳۵۵ اللعنة ۳۵۶ اللعنة ۳۵۷ اللعنة ۳۵۸ اللعنة ۳۵۹ اللعنة ۳۶۰ اللعنة
۳۶۱ اللعنة ۳۶۲ اللعنة ۳۶۳ اللعنة ۳۶۴ اللعنة ۳۶۵ اللعنة ۳۶۶ اللعنة ۳۶۷ اللعنة
۳۶۸ اللعنة ۳۶۹ اللعنة ۳۷۰ اللعنة ۳۷۱ اللعنة ۳۷۲ اللعنة ۳۷۳ اللعنة ۳۷۴ اللعنة
۳۷۵ اللعنة ۳۷۶ اللعنة ۳۷۷ اللعنة ۳۷۸ اللعنة ۳۷۹ اللعنة ۳۸۰ اللعنة ۳۸۱ اللعنة
۳۸۲ اللعنة ۳۸۳ اللعنة ۳۸۴ اللعنة ۳۸۵ اللعنة ۳۸۶ اللعنة ۳۸۷ اللعنة ۳۸۸ اللعنة
۳۸۹ اللعنة ۳۹۰ اللعنة ۳۹۱ اللعنة ۳۹۲ اللعنة ۳۹۳ اللعنة ۳۹۴ اللعنة ۳۹۵ اللعنة
۳۹۶ اللعنة ۳۹۷ اللعنة ۳۹۸ اللعنة ۳۹۹ اللعنة ۴۰۰ اللعنة ۴۰۱ اللعنة ۴۰۲ اللعنة
۴۰۳ اللعنة ۴۰۴ اللعنة ۴۰۵ اللعنة ۴۰۶ اللعنة ۴۰۷ اللعنة ۴۰۸ اللعنة ۴۰۹ اللعنة
۴۱۰ اللعنة ۴۱۱ اللعنة ۴۱۲ اللعنة ۴۱۳ اللعنة ۴۱۴ اللعنة ۴۱۵ اللعنة ۴۱۶ اللعنة
۴۱۷ اللعنة ۴۱۸ اللعنة ۴۱۹ اللعنة ۴۲۰ اللعنة ۴۲۱ اللعنة ۴۲۲ اللعنة ۴۲۳ اللعنة
۴۲۴ اللعنة ۴۲۵ اللعنة ۴۲۶ اللعنة ۴۲۷ اللعنة ۴۲۸ اللعنة ۴۲۹ اللعنة ۴۳۰ اللعنة
۴۳۱ اللعنة ۴۳۲ اللعنة ۴۳۳ اللعنة ۴۳۴ اللعنة ۴۳۵ اللعنة ۴۳۶ اللعنة ۴۳۷ اللعنة
۴۳۸ اللعنة ۴۳۹ اللعنة ۴۴۰ اللعنة ۴۴۱ اللعنة ۴۴۲ اللعنة ۴۴۳ اللعنة ۴۴۴ اللعنة
۴۴۵ اللعنة ۴۴۶ اللعنة ۴۴۷ اللعنة ۴۴۸ اللعنة ۴۴۹ اللعنة ۴۵۰ اللعنة ۴۵۱ اللعنة
۴۵۲ اللعنة ۴۵۳ اللعنة ۴۵۴ اللعنة ۴۵۵ اللعنة ۴۵۶ اللعنة ۴۵۷ اللعنة ۴۵۸ اللعنة
۴۵۹ اللعنة ۴۶۰ اللعنة ۴۶۱ اللعنة ۴۶۲ اللعنة ۴۶۳ اللعنة ۴۶۴ اللعنة ۴۶۵ اللعنة
۴۶۶ اللعنة ۴۶۷ اللعنة ۴۶۸ اللعنة ۴۶۹ اللعنة ۴۷۰ اللعنة ۴۷۱ اللعنة ۴۷۲ اللعنة
۴۷۳ اللعنة ۴۷۴ اللعنة ۴۷۵ اللعنة ۴۷۶ اللعنة ۴۷۷ اللعنة ۴۷۸ اللعنة ۴۷۹ اللعنة
۴۸۰ اللعنة ۴۸۱ اللعنة ۴۸۲ اللعنة ۴۸۳ اللعنة ۴۸۴ اللعنة ۴۸۵ اللعنة ۴۸۶ اللعنة
۴۸۷ اللعنة ۴۸۸ اللعنة ۴۸۹ اللعنة ۴۹۰ اللعنة ۴۹۱ اللعنة ۴۹۲ اللعنة ۴۹۳ اللعنة
۴۹۴ اللعنة ۴۹۵ اللعنة ۴۹۶ اللعنة ۴۹۷ اللعنة ۴۹۸ اللعنة ۴۹۹ اللعنة ۵۰۰ اللعنة

لـ[illegible] ٥٠١ سنة، ٥٠٢، ٥٠٣، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ٥٠٧، ٥٠٨، ٥٠٩، ٥١٠
٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٦، ٥١٧، ٥١٨، ٥١٩، ٥٢٠
٥٢١، ٥٢٢، ٥٢٣، ٥٢٤، ٥٢٥، ٥٢٦، ٥٢٧، ٥٢٨، ٥٢٩، ٥٣٠
٥٣١، ٥٣٢، ٥٣٣، ٥٣٤، ٥٣٥، ٥٣٦، ٥٣٧، ٥٣٨، ٥٣٩، ٥٤٠
٥٤١، ٥٤٢، ٥٤٣، ٥٤٤، ٥٤٥، ٥٤٦، ٥٤٧، ٥٤٨، ٥٤٩، ٥٥٠
٥٥١، ٥٥٢، ٥٥٣، ٥٥٤، ٥٥٥، ٥٥٦، ٥٥٧، ٥٥٨، ٥٥٩، ٥٦٠
٥٦١، ٥٦٢، ٥٦٣، ٥٦٤، ٥٦٥، ٥٦٦، ٥٦٧، ٥٦٨، ٥٦٩، ٥٧٠
٥٧١، ٥٧٢، ٥٧٣، ٥٧٤، ٥٧٥، ٥٧٦، ٥٧٧، ٥٧٨، ٥٧٩، ٥٨٠
٥٨١، ٥٨٢، ٥٨٣، ٥٨٤، ٥٨٥، ٥٨٦، ٥٨٧، ٥٨٨، ٥٨٩، ٥٩٠
٥٩١، ٥٩٢، ٥٩٣، ٥٩٤، ٥٩٥، ٥٩٦، ٥٩٧، ٥٩٨، ٥٩٩، ٦٠٠
٦٠١، ٦٠٢، ٦٠٣، ٦٠٤، ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧، ٦٠٨، ٦٠٩، ٦١٠
٦١١، ٦١٢، ٦١٣، ٦١٤، ٦١٥، ٦١٦، ٦١٧، ٦١٨، ٦١٩، ٦٢٠
٦٢١، ٦٢٢، ٦٢٣، ٦٢٤، ٦٢٥، ٦٢٦، ٦٢٧، ٦٢٨، ٦٢٩، ٦٣٠
٦٣١، ٦٣٢، ٦٣٣، ٦٣٤، ٦٣٥، ٦٣٦، ٦٣٧، ٦٣٨، ٦٣٩، ٦٤٠
٦٤١، ٦٤٢، ٦٤٣، ٦٤٤، ٦٤٥، ٦٤٦، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٤٩، ٦٥٠
٦٥١، ٦٥٢، ٦٥٣، ٦٥٤، ٦٥٥، ٦٥٦، ٦٥٧، ٦٥٨، ٦٥٩، ٦٦٠
٦٦١، ٦٦٢، ٦٦٣، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٦٦، ٦٦٧، ٦٦٨، ٦٦٩، ٦٧٠
٦٧١، ٦٧٢، ٦٧٣، ٦٧٤، ٦٧٥، ٦٧٦، ٦٧٧، ٦٧٨، ٦٧٩، ٦٨٠
٦٨١، ٦٨٢، ٦٨٣، ٦٨٤، ٦٨٥، ٦٨٦، ٦٨٧، ٦٨٨، ٦٨٩، ٦٩٠
٦٩١، ٦٩٢، ٦٩٣، ٦٩٤، ٦٩٥، ٦٩٦، ٦٩٧، ٦٩٨، ٦٩٩، ٧٠٠
٧٠١، ٧٠٢، ٧٠٣، ٧٠٤، ٧٠٥، ٧٠٦، ٧٠٧، ٧٠٨، ٧٠٩، ٧١٠
٧١١، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٤، ٧١٥، ٧١٦، ٧١٧، ٧١٨، ٧١٩، ٧٢٠
٧٢١، ٧٢٢، ٧٢٣، ٧٢٤، ٧٢٥، ٧٢٦، ٧٢٧، ٧٢٨، ٧٢٩، ٧٣٠
٧٣١، ٧٣٢، ٧٣٣، ٧٣٤، ٧٣٥، ٧٣٦، ٧٣٧، ٧٣٨ سنة

٧٣٩، ٧٤٠، ٧٤١، ٧٤٢، ٧٤٣، ٧٤٤، ٧٤٥، ٧٤٦، ٧٤٧، ٧٤٨، ٧٤٩، ٧٥٠
٧٥١، ٧٥٢، ٧٥٣، ٧٥٤، ٧٥٥، ٧٥٦، ٧٥٧، ٧٥٨، ٧٥٩، ٧٦٠
٧٦١، ٧٦٢، ٧٦٣، ٧٦٤، ٧٦٥، ٧٦٦، ٧٦٧، ٧٦٨، ٧٦٩، ٧٧٠
٧٧١، ٧٧٢، ٧٧٣، ٧٧٤، ٧٧٥، ٧٧٦، ٧٧٧، ٧٧٨، ٧٧٩، ٧٨٠
٧٨١، ٧٨٢، ٧٨٣، ٧٨٤، ٧٨٥، ٧٨٦، ٧٨٧، ٧٨٨، ٧٨٩، ٧٩٠
٧٩١، ٧٩٢، ٧٩٣، ٧٩٤، ٧٩٥، ٧٩٦، ٧٩٧، ٧٩٨، ٧٩٩، ٨٠٠
٨٠١، ٨٠٢، ٨٠٣، ٨٠٤، ٨٠٥، ٨٠٦، ٨٠٧، ٨٠٨، ٨٠٩، ٨١٠
٨١١، ٨١٢، ٨١٣، ٨١٤، ٨١٥، ٨١٦، ٨١٧، ٨١٨، ٨١٩، ٨٢٠
٨٢١، ٨٢٢، ٨٢٣، ٨٢٤، ٨٢٥، ٨٢٦، ٨٢٧، ٨٢٨، ٨٢٩، ٨٣٠
٨٣١، ٨٣٢، ٨٣٣، ٨٣٤، ٨٣٥، ٨٣٦، ٨٣٧، ٨٣٨، ٨٣٩، ٨٤٠
٨٤١، ٨٤٢، ٨٤٣، ٨٤٤، ٨٤٥، ٨٤٦، ٨٤٧، ٨٤٨، ٨٤٩، ٨٥٠
٨٥١، ٨٥٢، ٨٥٣، ٨٥٤، ٨٥٥، ٨٥٦، ٨٥٧، ٨٥٨، ٨٥٩، ٨٦٠
٨٦١، ٨٦٢، ٨٦٣، ٨٦٤، ٨٦٥، ٨٦٦، ٨٦٧، ٨٦٨، ٨٦٩، ٨٧٠
٨٧١، ٨٧٢، ٨٧٣، ٨٧٤، ٨٧٥، ٨٧٦، ٨٧٧، ٨٧٨، ٨٧٩، ٨٨٠
٨٨١، ٨٨٢، ٨٨٣، ٨٨٤، ٨٨٥، ٨٨٦، ٨٨٧، ٨٨٨، ٨٨٩، ٨٩٠
٨٩١، ٨٩٢، ٨٩٣، ٨٩٤، ٨٩٥، ٨٩٦، ٨٩٧، ٨٩٨، ٨٩٩، ٩٠٠
٩٠١، ٩٠٢، ٩٠٣، ٩٠٤، ٩٠٥، ٩٠٦، ٩٠٧، ٩٠٨، ٩٠٩، ٩١٠
٩١١، ٩١٢، ٩١٣، ٩١٤، ٩١٥، ٩١٦، ٩١٧، ٩١٨، ٩١٩، ٩٢٠
٩٢١، ٩٢٢، ٩٢٣، ٩٢٤، ٩٢٥، ٩٢٦، ٩٢٧، ٩٢٨، ٩٢٩، ٩٣٠
٩٣١، ٩٣٢، ٩٣٣، ٩٣٤، ٩٣٥، ٩٣٦، ٩٣٧، ٩٣٨، ٩٣٩، ٩٤٠
٩٤١، ٩٤٢، ٩٤٣، ٩٤٤، ٩٤٥، ٩٤٦، ٩٤٧، ٩٤٨، ٩٤٩، ٩٥٠
٩٥١، ٩٥٢، ٩٥٣، ٩٥٤، ٩٥٥، ٩٥٦، ٩٥٧، ٩٥٨، ٩٥٩، ٩٦٠
٩٦١، ٩٦٢، ٩٦٣، ٩٦٤، ٩٦٥، ٩٦٦، ٩٦٧، ٩٦٨، ٩٦٩، ٩٧٠
٩٧١، ٩٧٢، ٩٧٣، ٩٧٤، ٩٧٥، ٩٧٦، ٩٧٧، ٩٧٨، ٩٧٩، ٩٨٠
٩٨١، ٩٨٢، ٩٨٣، ٩٨٤، ٩٨٥، ٩٨٦، ٩٨٧، ٩٨٨، ٩٨٩، ٩٩٠
٩٩١، ٩٩٢، ٩٩٣، ٩٩٤، ٩٩٥، ٩٩٦، ٩٩٧، ٩٩٨، ٩٩٩، ١٠٠٠ سنة

میرے بھولے بادشاہو! آپ نے دیکھا کہ مرزا قادیانی کا منہ اسلام کے خلاف دہکتے ہوئے "آتش فشاں" کا دہانہ ہے۔ اس کا قلم ابلیس کی کرپان ہے اور اس کے الفاظ شیطان کے ترکش کے تیر ہیں۔ اے فریب خوردہ مسلمانو! مرزا قادیانی نے صفحہ قرطاس پر جو متلی کی ہے، ذرا اس کی بدبو اور تعفن کو سونگھئے---- ہاں ہاں سونگھئے---- لمبے لمبے سانس لیجئے----

سونگھئے---- جھوٹی نبوت کے ان پھولوں کو----

سونگھئے---- اس قادیانی مشک کو-----!!!

سونگھئے---- اس قادیانی عنبر کو----!!!

دیکھئے---- حریر و پرنیاں سے بنے ہوئے ان الفاظ کو----

غور سے دیکھئے---- ان چمکتے دمکتے مرزائی یاقوتوں کو----

ڈوب کے دیکھئے---- قادیانی اخلاق سے تراشے ہوئے ان ہیروں کو----

شاباش----- شاباش----- ویری گڈ----- ہمت کیجئے----- ہمت کیجئے-----!!!

ایک دفعہ پھر گہری نظر سے دیکھئے------

ایک دفعہ پھر گہرا سانس لے کے سونگھئے------

تاکہ تمہارے دلوں سے قادیانی اخلاق کا خناس نکل سکے-----

تاکہ تمہارے دماغوں سے قادیانی آسیب دفع ہو جائے-----

از قلم: جراح قادیانیت

محمد طاہر رزاق

قادیانی اسلامی شعائر اور
اسلامی اصطلاحات
استعمال نہیں کرسکتے

مولانا
عبیداللہ
عفیف

س: پاکستان میں عرصہ ۱۵ سال سے قومی اسمبلی کے فیصلے کے مطابق' قادیانی غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں اور ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لیے آرڈیننس بھی نافذ ہو چکا ہے' لیکن اس کے باوجود مرزائی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور کلمہ شریف کا استعمال کر رہے ہیں اور تمام شعائر اسلامی اور دوسری اسلامی اصطلاحیں مثلاً السلام علیکم' بسم اللہ' اذان' نماز' روزہ' حج' قربانی' علیہ السلام' رضی اللہ' امیرالمومنین اور اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھنا وغیرہ کا کثرت سے استعمال کر رہے ہیں۔ کیا قرآن و سنت اور اسلامی لٹریچر کی روشنی میں کسی غیر مسلم کو ان اسلامی اصطلاحوں کے استعمال کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔
(سائل: اللہ دتہ مجاہد' نیا بازار' قصور)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد خاتم النبيين والعاقبة للمتقين ولا عدوان الا على الظالمين و بعد الجواب بعون الوهاب و منه الصدق والصواب۔

صورت مسئولۃ الجواب میں واضح باشد کہ غیر مسلم قادیانی وغیرہ کو اسلامی اصطلاحوں کے استعمال کا شرعاً ہرگز ہرگز حق حاصل نہیں۔ اور وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ کتاب و سنت' اجماع امت اور آئین پاکستان کی خلاف ورزی کے مرتکب اور مستوجب سزا ہیں۔ چنانچہ جب ابو عامر منافق کے کہنے پر مدینہ کے منافقین نے مسجد ضرار تعمیر کر ڈالی۔ جس کی بنیاد محض ضد' کفر و نفاق' عداوت اسلام اور مخالفت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی تھی' جو بظاہر مسجد تھی مگر درحقیقت مسجد کی شکل میں اسلام دشمن کارستانیوں اور سازشوں کا مرکز تھی' تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان منافقین کے ناپاک عزائم اور اسلام دشمن اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا۔ فرمایا' "اور جنہوں نے دکھ دینے کو' اور اللہ سے کفر

کرنے، کو اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کو اور اس شخص (ابو عامر نصرانی منافق) کو پناہ دینے کی نیت سے جو خدا یعنی اس کے رسولؐ سے پہلے کئی مرتبہ لڑ چکا ہے (ان ظالموں نے ایک) مسجد بنائی ہے، حلف اٹھائے جائیں گے کہ ہمیں محض بھلائی کا خیال ہے اور اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو اس مسجد میں کبھی بھی کھڑا نہ ہو جیو۔"
(سورہ التوبہ ۱۰۷۔ ۱۰۸) (ترجمہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ)

اس آیت شریفہ میں اس مسجد کو مسجد ضرار قرار دینے کے اللہ تعالیٰ نے چار ناپاک مقاصد بیان فرمائے ہیں۔

۱) ضرار۔ یعنی قبا کے مخلص مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں کیونکہ مسجد قباء کی وجہ سے انہیں ایک خاص عزت حاصل ہو گئی تھی (جیسے فرمایا فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔ (التوبہ ۱۰۸)

۲۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ کفر و نفاق کی اشاعت اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے اڈا قائم کرنا۔ اس عمارت کو مسجد ضرار قرار دینے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نیک کاموں کا نیک ہونا مقصد و نیت پر موقوف ہے، ورنہ مسجد بنانے جیسا کام بھی کفر کی اشاعت اور اسلام کو نیچا دکھانے کے لیے ہو سکتا ہے۔ جیسے قادیانیوں کا اپنے مراکز کا نام بیت الذکر وغیرہ رکھنا۔

۳۔ تیسرا ناپاک مقصد یہ کہ وتفریقا بین المومنین۔ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا جائے، کیونکہ قبا کی تمام آبادی ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتی تھی۔

۴۔ چوتھے یہ کہ اللہ و رسولؐ کے باغی اور منافق ابو عامر نصرانی راہب کے لیے پناہ گاہ مہیا کرنا تاکہ وہ یہاں بیٹھ کر مدینہ کے منافقوں کو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف پالیسی اور تراکیب سمجھائے وغیرہ وغیرہ۔

اور ان چاروں مقاصد پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے خلاف بغاوت اور عداوت ہی ہے۔ لہٰذا قادیانیوں کو یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ وہ اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھیں اور نہ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہ کا نقشہ اور طرز تعمیر ہماری مسجد کے مطابق تیار کریں کہ اس سے ہماری مسجد کی توہین اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے، کیونکہ مسجد من جملہ شعائر اسلامی میں

سے ایک شعار ہے۔ لہٰذا قادیانیوں کو اس کی اجازت دینا' اس شعار کی واضح توہین اور استخفاف ہے' جسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

"جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن یعنی دوسری زندگی پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اللہ اور رسول ؐ کی محرمات کو حرام جانتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں یعنی اہل کتاب۔ ان سب سے لڑو' جب تک کہ وہ ماتحت ہو کر جزیہ دینا منظور نہ کریں۔" (یعنی جب محکوم رعیت بن جائیں تو ان سے جہاد کرنا ترک کر دو) (التوبہ۔ ۲۹)

اس آیت کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ عیسائیوں' یہودیوں' مرزائیوں' قادیانیوں' لاہوریوں اور دوسرے کافروں کو اسلامی ریاست میں اپنے باطل مذہب کی کھلے بندوں پرچار کرنے کی اجازت نہیں تاوقتیکہ وہ اسلام کی برتری تسلیم کر کے اس کی ماتحتی قبول کرتے ہوئے اپنی ماتحتی کا پورا پورا اعتراف کرتے ہوئے اور جزیہ دیتے ہوئے ذمی بن کر رہنا قبول نہ کر لیں' ان سے جہاد کیا جائے۔ ایسے میں قادیانیوں کو اسلامی طرز تعمیر کے مطابق مسجد بنانے کی اجازت کیوں کر دی جا سکتی ہے اور وہ اپنے عبادت خانہ کو مسجد کا نام کیوں کر دے سکتے ہیں۔

حضرت امام ابن کثیرؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب تفسیر قرآن العظیم میں "حتی یعطوا الجزیہ عن یدوھم صاغرون" کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں۔

"وھم صاغرون کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں (غیر مسلم مسیحوں' یہودیوں' قادیانیوں) کو خوب ذلیل و رسوا اور حقیر جانو۔ ان کو معزز جاننا شرعاً جائز نہیں اور نہ ان کو مسلمانوں پر ترجیح دینا جائز ہے کیونکہ یہ کمینے' حقیر اور بدنصیب لوگ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح حدیث کے مطابق ان کو سلام کرنے میں پہل کرنی بھی جائز نہیں' بلکہ ان کو تنگ راستے سے گزرنے پر مجبور کرنا چاہئے"۔ (تفسیر ابن کثیرؒ ج ۲ ص ۳۴۷)

"وھم صاغرون ایسا فصیح و بلیغ اور جامع جملہ ہے گویا کوزے میں دریا بند کرنے کے مصداق ہے' یہ جملہ کیا ہے گویا ذمی یعنی غیر مسلم رعیت اور اقلیتوں کے لیے ایک ایسی جامع قانونی دستاویز ہے' جس میں ان کی عبادت اور پوجاپاٹ کی حدود اور اس کا طریقہ کار' مذہبی آزادی اور ان کی تبلیغ' قربانی' لباس' خوشی اور غمی کے اظہار

کی تمام حدود متعین کر دی گئی ہیں۔ اس دستاویز کی پوری پوری تفصیل آج بھی ان معاہدات میں موجود ہے جو خلفائے راشدین کے مثالی دور میں ان کے عمال اور سپہ سالار کے تحت اس دور کی غیر مسلم اقلیتوں' یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں اور کفار سے طے پائے تھے۔ ان معاہدوں کی روشنی میں ہمارے قابل فخر فقہاء و محدثین' مفسرین' آئمہ مجتہدین اور اسلامی قوانین کے غواص علمائے اسلام نے درج ذیل قوانین مستنبط فرمائے ہیں۔

ذمی رعیت نیا عبادت خانہ تعمیر نہیں کر سکتی

(۱) قاضی ابو یوسف" فرماتے ہیں: "عیسائیوں کو نیا صومعہ اور گرجا تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ البتہ جو معاہدہ کے وقت گرجا موجود ہوگا' اس کو گرایا نہ جائے گا۔ نیا بیعہ اور کنیسہ گرا دیا جائے گا۔" (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۵۹)

(۲) امام ابو الحسن علی بن الماوردی" (المتوفی ۴۵۰ھ) رقم فرماتے ہیں: "اہل ذمہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ دارالسلام میں نیا بیعہ یا کنیسہ تعمیر کریں۔ اس کی ان کو شرعاً اجازت نہیں۔ اگر وہ کوئی نیا بیعہ یا کنیسہ تعمیر کریں گے تو اس کو گرا دیا جائے گا۔" (الاحکام السلطانیہ ص ۱۴۶)

(۳) امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی شافعی" (المتوفی ۶۷۶ھ) تصریح فرماتے ہیں: "مسلمانوں کے شہروں میں ذمیوں کو کنائس' بیعے اور صومعے بنانے کی اجازت نہیں' کیونکہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس" نے فرمایا کہ جس شہر کو نئے سرے سے مسلمان آباد کریں' اس میں غیر مسلم اقلیتوں کو گرجا وغیرہ بنانے کا حق نہیں۔" (شرح المہذب جلد ۱۹ ص ۴۱۲ طبع دار الفکر)

(۴) قاضی ابو یعلی حنبلی" (المتوفی ۴۵۸ھ) رقم فرماتے ہیں: ولا یجوز ان یحدثوا فی دار الاسلام بیعۃ و کنیسۃ فان احدثوھا ھدمت علیھم (الاحکام السلطانیہ ص ۱۴۲) اس کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۵) امام محمد قدامہ" حنبلی" لکھتے ہیں: "جزیرہ کے ذمیوں نے حضرت عبدالرحمٰن

بن غنم رضی اللہ عنہ سے جو معاہدہ کیا تھا' اس میں یہ شرط بھی تھی کہ آج کے بعد ہم اپنے شہر میں نہ تو کوئی کنیسہ تعمیر کریں گے اور نہ دیر اور نہ قلایہ اور نہ کسی راہب کے لیے نیا صومعہ بنائیں گے اور ان میں سے جو گر جائے گا' اس کو دوبارہ تعمیر نہیں کریں گے اور اس طرح جو گرجا وغیرہ مسلم آبادی میں ہوگا' اس کو بھی دوبارہ نہیں بنائیں گے۔ ہم اپنے گرجاؤں کو مسلمانوں کے لیے رات دن کھلے رکھیں گے اور اسی طرح گزرنے والوں اور مسافروں کے لیے ان کے دروازے وسیع رکھیں گے تاکہ وہ ان میں آرام کر سکیں' نہ ہم ان گرجاؤں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو ٹھہرائیں گے۔" (المغنی لابن قدامتہ ج ۹' ص ۲۸۲)

(۶) امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروقؓ کے عامل حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ سے جزیرہ کے عیسائیوں نے از خود جو معاہدہ کیا تھا' اس میں یہ بھی تھا۔ ان شرطنا لک علی انفسنا ان لانحدث فی مدینتنا کنیسته ولا فیما حولها دیرا ولا قلایته ولا صومعته راهب ولا نجدد ماخرب من کنسا ئسنا۔ (حقوق اہل الذمہ ج ۲' ص ۶۸۹' ۶۶۰ تحقیق الدکتور صبحی صالح طبع دمشق) ترجمہ اس کا اوپر ابن قدامہؒ کی عبارت میں آچکا ہے۔

ان آئمہ کرام اور ماہرین قوانین اسلام کی ان تصریحات سے ثابت ہوا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو جب کہ وہ اہل کتاب بھی ہیں' کسی مسلم ممالک میں نئے گرجے اور عبادت خانے تعمیر کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور جو گر جائے اس کی تجدید بھی جائز نہیں جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کہ دارالاسلام میں گرجا وغیرہ بنانا جائز نہیں اور اسی طرح اگر پہلے کا بنا ہوا گرجا وغیرہ گر جائے تو اس کی تجدید بھی جائز نہیں۔ (شرح المہذب ج ۱۹' ص ۴۱۳)

جب اہل کتاب عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالاسلام میں گرجے اور صومعے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی' حالانکہ وہ اہل کتاب ہیں تو پھر قادیانی' مرتدوں اور کافروں کو دارالاسلام اور مسلمان ملک میں مسجد کے نام سے عبادت خانہ بنانے کی اجازت کیوں کر دی جا سکتی ہے۔ اور وہ اپنے مذہبی مرکز کو مسجد کے نام سے کیوں کر پکار سکتے ہیں؟

مسلمانوں کی طرح عید اور قربانی کی اجازت نہیں

"ذمیوں یعنی عیسائیوں' یہودیوں (اور آج کے قادیانیوں) کو منکر (خلاف اسلام کوئی کام) اور عید منانے اور صلیب پہن کر بازار میں نکلنے سے روک دینا ہو گا۔ (شرح المہذب ج۱۹' ص ۴۱۱)

(۲) شوافع کا مذہب بھی یہی ہے کہ "غیر مسلم اقلیتوں کو کھلم کھلا شراب پینے' بازار میں خنزیر لے کر نکلنے' صلیب پہن کر بازار میں آنے اور عیدوں کے برملا منانے سے اور اپنے مردوں پر ماتم کرنے سے روک دیا جائے۔" کیوں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ کے معاہدہ میں ان چیزوں پر پابندی لگائی گئی ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہ پابندی ہے جو حضرت فاروق اعظمؓ کی ہدایت کے مطابق لگائی گئی تھی۔ جیسا کہ ابن کثیر کی تفسیر ج ۲ ص ۳۴۷ پر اس کی صراحت موجود ہے۔ (شرح المذہب ج۱۹ ص ۴۱۱)

(۳) امام بن قیمؒ لکھتے ہیں: کہ "اس معاہدہ میں یہ بھی تھا کہ ہم ذمی لوگ بعوث (ان کی عید کا نام) کے لیے کھلے میدان میں نہیں نکلیں گے جیسے مسلمان عید قربان اور عید الفطر پڑھنے کے لیئے کھلے میدان میں آتے ہیں۔" جس سے شوکت اسلام کا اظہار مقصود ہے۔ (کتاب حقوق اہل الذمتہ ج ۲' ص ۶۶۱)

(۴) امام نوویؒ لکھتے ہیں: "جزیرہ کے عیسائی ذمیوں نے یہ شرط بھی تسلیم کر لی تھی کہ ہم اپنی دونوں عیدوں شعانین اور بعوث کو نہیں نکلیں گے۔" (شرح المذہب ج۱۹' ص۔۴۱۰)

اللہ تعالیٰ قرآن' دین اسلام اور رسول ﷺ کی گستاخی نہیں کریں گے

جزیرہ کے نصاریٰ نے اپنے عہد ذمہ میں پابندی بھی قبول کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ' قرآن مجید' دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں کوئی گستاخی یا توہین آمیز کلمہ اور استخفاف پر مبنی کوئی بات نہیں کریں گے ورنہ ہمارے حقوق از خود ختم متصور ہوں

گے اور ہم سزا کے مستوجب ہوں گے۔

(۱) امام ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں: کہ "وہ چھ شرطیں جن کی پابندی ہر ایک ذمی شخص خواہ وہ کوئی بھی غیر مسلم ہو، پر واجب ہے۔ ان میں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ قرآن مجید پر طعن نہیں کرے گا نہ اس میں تحریف کا دعویٰ، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں کرے گا اور نہ آپ ؐ کے حق میں توہین آمیز بات کرے گا اور تیسری شرط یہ کہ وہ دین اسلام کی مذمت نہیں کرے گا اور نہ اس میں مین میکھ نکالے گا۔" (الاحکام السلطانیہ ص ۱۴۵)

مرزائی قرآن میں تحریف کا دعویٰ تو نہیں کرتے، لیکن اس میں تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں کہ وہ خاتم النبیین کی ایسی توجیہ و تاویل کرتے ہیں جو قرآن مجید کی بیسیوں نصوص و آیات اور اسی طرح احادیث رسول ؐ، اقوال صحابہؓ اور اجماع امت کے سراسر خلاف ہے، اس سے بڑی تحریف اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کے مرتکب ہیں کہ آپ کا ایک وصف اور شرف خاتم النبیین ہونا ہے اور قادیانی آپ کے اس وصف کا اپنے عقیدہ اور عمل کے ساتھ انکار کر رہے ہیں، اور اس انکار کی نشر و اشاعت میں ان کا مالدار پریس شبانہ روز سرگرم عمل ہے اور اجرائے نبوت کے مزعومہ عقیدہ کے اثبات کے لیے لٹریچر چھاپ کر پاکستان کے بے علم اور سادہ لوح مسلمانوں کو خصوصاً اور دنیا بھر کے نئے مسلمانوں ہونے والوں کو عموماً گمراہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ مگر تعجب ہے، پاکستان کی حکومت رواداری اور مداہنت سے کام لے رہی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی ملک میں غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے باطل مذاہب کی تبلیغ کی اجازت ہے؟۔

کیا غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذاہب باطلہ کی تبلیغ کی اجازت ہے؟

تو سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلامی ملک میں کسی بھی غیر مسلم ذمی رعیت اور اقلیت کو اپنے مذہب اور عقیدہ کی پابندی کرنے کی تو اسلام اجازت دیتا ہے مگر اس کی تبلیغ اور اشاعت کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔

(۱) امام ابو الحسن الماوردیؒ رقم فرماتے ہیں: "ذمیوں پر تیسری شرط جس کی پابندی ان پر لازم ہے' یہ ہے کہ وہ اپنے ناقوس کی آوازیں مسلمانوں کو نہیں سنائیں گے' اور نہ باآواز بلند اپنی کسی کتاب کی تلاوت کریں گے' اور نہ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقیدہ کا برملا اظہار کریں گے۔ اور چوتھی شرط لازم یہ ہے کہ وہ اعلانیہ طور پر نہ شراب پئیں گے' اور نہ بازاروں میں صلیب لٹکا کر نکلیں گے' اور نہ بازاروں میں خنزیروں کو لے کر آئیں گے' اور پانچویں لازمی شرط یہ بھی ہے کہ اپنے مردوں کو چپکے سے دفن کریں گے اور ان پر نہ تو آواز کے ساتھ داویلا کریں گے اور نہ نوحہ۔" (الاحکام السلطانیہ ص ۱۴۵)

(۲) امام محی الدین یحییٰ بن شرف النوویؒ وضاحت فرماتے ہیں: "ذمیوں کو بازاروں میں شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کا حق نہ ہو گا' ناقوس بجانے' تورات اور انجیل کی اعلانیہ تلاوت کرنے اور صلیب پہن کر بازاروں میں چلنے کا حق نہ ہو گا' نہ وہ اپنی عیدیں پڑھنے کے لیے کھلے میدان یا کسی گراؤنڈ میں جا سکیں گے اور نہ اپنے مردوں پر بلند آواز سے نوحہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے اس معاہدہ کے مندرجات کا حوالہ دیا ہے جو آپ نے شام کے نصاریٰ کے ساتھ کیا تھا۔ ان میں ان تمام پابندیوں کی تفصیل موجود ہے۔ (شرح المہذب ج ۱۹' ص ۴۱۲)

(۳) حضرت امام ابن کثیرؒ تصریح فرماتے ہیں: (۱) "ہم اپنے گرجوں کے فلک بوس میناروں پر صلیب بلند نہیں کریں گے۔ (۲) ہم اپنی صلیبوں اور کتابوں کو مسلمانوں کے راستوں اور منڈیوں میں نہیں لائیں گے یعنی ان کے سرعام سٹال نہیں لگائیں گے۔ (۳) ہم اپنے گرجوں کے اندر بھی اونچی آواز سے ناقوس نہ بجائیں گے۔ (۴) ہم اپنے گرجوں کے اندر بھی اونچی آواز سے اپنی کتاب کی قرات نہ کریں گے۔ (۵) اپنی عیدیں (شعانین اور بعوث) پڑھنے کے لیے کسی کھلے گراؤنڈ میں نہ نکلیں گے۔ (۶) ہم اپنے مردوں پر بلند آواز سے نہ روئیں گے اور نہ اپنے مردوں کے ساتھ آگ لے کر چلیں گے۔ (۷) اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان کے قریب دفن نہیں کریں گے۔ اگر ہم ان تمام شرائط کو جن کو ہم نے از خود اپنے لیے تجویز کیا ہے ان میں سے کسی ایک

شرط کی خلاف ورزی کریں گے' تو عہد ذمہ ختم ہوگا اور مسلمانوں کو ہمارے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ جس طرح ان باغی کافروں کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔" (تفسیر ابن کثیر ج ۲' ص ۳۴۸)

(۴) امام ابن القیمؒ رقم فرماتے ہیں: "ذمیوں نے حسب ذیل شرطیں قبول کرتے ہوئے ان پر دستخط کئے کہ (۱) ہم اپنے گرجاؤں میں باآواز بلند ناقوس نہ بجائیں گے۔ (۲) ان کے اوپر اونچی کر کے صلیب کھڑی نہیں کریں گے۔ (۳) ہم اپنے گرجاؤں کے اندر بھی بلند آواز کے ساتھ دعا نہ مانگیں گے۔ (۴) نہ ان کے اندر اونچی آواز کے ساتھ اپنی کتاب پڑھیں گے۔ (۵) مسلمانوں کے بازاروں میں صلیب نہیں نکالیں گے۔ (۶) عید کے لیے کھلے میدان میں نہیں جائیں گے' جیسے مسلمان اپنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی ادائیگی کے لیے کھلے گراؤنڈ میں جاتے ہیں۔ (۷) کھلے عام شرک نہیں کریں گے۔ (۸) ہم اپنے دین کی کسی کو ترغیب نہ دیں گے۔ (۹) اور نہ کسی کو اپنے دین کی دعوت دیں گے۔" (کتاب حقوق اہل الذمتہ ج ۲' ص ۶۵۹۔ ۶۶۰)

ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ از روئے اسلام مسلم ممالک کے ذمیوں اور اقلیتوں کو اپنے باطل مذاہب کی تبلیغ و اشاعت کی ہرگز اجازت نہیں' نہ تقریر میں اور نہ تحریر میں اور نہ مناظروں کے ذریعہ سے اور نہ مناقشوں کے ساتھ' غرض یہ کہ وہ اپنے مذہب کی کسی طرح اور کسی بھی انداز میں تبلیغ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی مسلمان حکمران کسی وجہ سے اس کی اجازت دیتا ہے تو یہ اجازت کالعدم اور شرعاً مجرم ہوگا' کیونکہ اس میں اسلام کی حقانیت کو بٹہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ' قرآن مجید کی تکذیب لازم آتی ہے اور اسلام کی توہین اور سبکی ہوتی ہے۔

جب یہود و نصاریٰ کو مسلم ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت' اپنے لٹریچر کو سرعام بازار میں لانے' صلیب اٹکا کر چلنے' گرجا کے منارے پر صلیب گاڑنے اور گرجا کے اندر بلند آواز سے دعا کرنے اور انجیل پڑھنے کی اجازت اور از سرنو گرجا تعمیر کرنے یا گرے ہوئے گرجا کی مرمت کرنے کی اجازت نہیں اور ان کو اپنے تہوار کھلے گراؤنڈ میں منانے کی اجازت نہیں' حالانکہ وہ اہل کتاب ہیں یعنی کسی وقت وہ سچے دین و مذہب پر رہ چکے ہیں تو پھر سلطنت خداداد پاکستان میں قادیانیوں کو جو مرتدین کی اولاد اور شرعاً اور قانوناً خارج از اسلام اور

کافر ہیں' کو اپنے عبادت خانے تعمیر کرنے اور ان کو مساجد کے نام سے موسوم کرنے اور بلانے کی اجازت کیوں کر ہو سکتی ہے؟ ان کو پاکستان میں ایک کذاب اور مفتری علی اللہ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے باطل نظریات اور ہذیانات کی کھلے عام نشر و اشاعت اور تبلیغ و دعوت کی اجازت اسلام سے بغاوت اور رسول اللہ ﷺ کی سراسر توہین ہے۔ نہ جانے پاکستان کے مسلمانوں کی غیرت کہاں سو چکی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذمی لوگوں کو مسلمانوں کے ناموں جیسے نام رکھنے کی اجازت نہیں

ذمی لوگوں کو مسلم ملک میں نہ صرف اپنے دین اور مذہب کی تبلیغ و ترویج کی اجازت نہیں' بلکہ ان کو مسلمانوں کے ناموں پر اپنے نام رکھنے حتیٰ کہ مسلمانوں کا سا لباس پہننے کی اجازت نہیں تاکہ اسلامی تشخص کجلا نہ جائے۔ جیسا کہ اسلامی دفاتر میں اس کی وضاحت و صراحت موجود ہے۔

امام ابن کثیرؒ تصریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"شام کے نصاریٰ نے یہ شرطیں بھی قبول کی تھیں۔ (۱) ہم اپنے بچوں کو قرآن نہیں پڑھائیں گے۔ (۲) ہم اپنے شرکیہ کام کھلم کھلا نہیں کریں گے۔ (۳) اور نہ اپنے شرک کی دعوت دیں گے۔ (۴) ہم اپنے کسی قرابت دار کو اسلام قبول کرنے سے منع نہیں کریں گے۔ (۵) ہم مسلمانوں جیسا لباس بھی نہیں پہنیں گے' نہ مسلمانوں کی ٹوپی جیسی ٹوپی' یا عمامہ جیسا عمامہ اور نہ جوتے جیسے جوتے۔ (۶) نہ ہم سر کے بالوں کی سیدھی مانگ نکالیں گے۔ (۷) نہ ان کی زبان بولیں گے۔ (۸) نہ ان کی کنیتوں جیسی کنیت رکھیں گے۔ (۹) اور نہ اپنی سواریوں پر زین سجائیں گے۔ (۱۰) اور نہ تلوار لٹکائیں گے (یاد رہے تلوار اس زمانے میں مسلمانوں کا علامتی ہتھیار اور شعار (شناختی نشان) سمجھا جاتا تھا۔ (۱۱) اور نہ ہم اپنے گھروں میں اسلحہ رکھیں گے۔ (۱۲) اور نہ کسی قسم کا اسلحہ اٹھا کر چلیں گے۔ (۱۳) اور نہ اپنی انگلیوں میں عربی زبان میں کچھ نقش کریں گے اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ہم ان جملہ شرائط میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کریں گے تو مستوجب سزا ہوں گے۔" (تفسیر ابن کثیر ج ۲' ص ۳۴۷ - ۳۴۸)

امام ماوردیؒ یہ بھی لکھتے ہیں۔

"پانچویں شرط لازمی یہ بھی ہے کہ ذمی لوگ اور کوئی اقلیت کسی مسلمان کو اس کے دین کے معاملہ میں کسی آزمائش اور فتنہ میں مبتلا کرنے کی ہرگز مجاز نہ ہوگی' نہ دھونس کی صورت میں' نہ مال کی تحریص کے ساتھ' نہ رشتہ کی ترغیب کے ساتھ اور نہ کسی قسم کے لالچ کے ساتھ' اگر وہ ایسا کرے گی تو قانون حرکت میں آکر اس کو کیفر کردار تک پہنچا کر رہے گا۔" (الاحکام السلطانیہ ص ۱۴۵)

خلاصتہ المرام یہ کہ کسی غیر مسلم عیسائی' یہودی' مجوسی' صابی' ہندو' سکھ' پارسی' بہائی' بابی' قادیانی' لاہوری' اور ربوی مرزائیوں کو شعائر اسلامی یعنی کلمہ' توحید' رسول' قبلہ' صلوٰۃ' درود' مسجد' قربانی' عید وغیرہ مقدس اصطلاحوں کو استعمال کرنے کی از روئے شرع اسلام قطعاً اجازت نہیں اور نہ ان مذکورہ باطل گروہوں اور خارج از اسلام فرقوں کو اپنے باطل عقائد وافکار اور اعمال اور رسومات کا برملا پرچار کرنے کی اجازت ہے اور نہ ان کو اپنے ان باطل اور خلاف اسلام عقائد وافکار اور اعمال ورسومات کی نشرو ترویج اور دعوت اور تبلیغ کی اجازت ہے اور مسلمان حکمران اور مسلم اکثریت پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اپنے ملک میں بسنے والی غیر مسلم اقلیتوں کو ان شرائط کا پابند بنائے کہ یہ مسلمانوں کا شرعی فریضہ ہے۔ تفصیل آپ کے سامنے ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

قادیانیت سوز

محمد طاہر رزاق

○ ختم نبوت کے باغی کہتے ہیں کہ نبوت رحمت خداوندی ہے۔ اگر نبوت بند ہو گئی تو رحمت بند ہو گئی لہٰذا نبوت کا ختم ہونا رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ اس لئے اس رحمت کو جاری رکھنے کے لئے نبوت جاری ہے۔ ہم باغیان ختم نبوت سے کہتے ہیں کہ نبوت بہت بڑی رحمت خداوندی ہے۔ ہاں نبوت کی پہلی رحمت آدم علیہ السلام کی صورت میں آئی پھر یہ رحمت کبھی نوحؑ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ کبھی ابراہیمؑ کی شکل میں' کبھی داؤدؑ کی شکل میں' کبھی موسیٰؑ کی شکل میں اور کبھی رحمت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں تشریف لائی۔ لیکن یہ رحمتیں مخصوص مقامات اور مخصوص زمانوں کے لئے تھیں۔ ان میں کوئی بھی رحمت دائمی' ہمہ گیر اور عالمگیر نہ تھی۔ لیکن جب محبوب رب العالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس گلشن ہستی میں رونق افروز ہوئے تو مالک کائنات نے پوری کائنات کو مخاطب کر کے یہ مژدہ جان فزا سنا دیا۔

وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین

(ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو رب العزت نے سارے جہانوں اور سارے زمانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی رحمت کا سلسلہ جو ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا۔ تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت پر ختم ہو لیا اور رحمت اپنی تکمیل و معراج کو پہنچ گئی۔ اس کی مزید تفہیم کے لئے اس مثال کو دیکھئے۔ آسمان نبوت خالی پڑا تھا۔ نبوت کا کوئی بھی ستارہ ابھی آسمان نبوت پر چمکا نہیں تھا۔ نبوت کا پہلا ستارہ آدم علیہ السلام کی صورت میں چمکا' پھر نوح علیہ السلام کا ستارہ منور ہوا' پھر ابراہیم علیہ السلام کا ستارہ ضوفشاں ہوا' کہیں ہود علیہ السلام کا ستارہ ضیا بار ہوا' کہیں یعقوب علیہ السلام کا ستارہ جگمگانے لگا' کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ستارہ تابندہ ہوا۔ ستارے آتے رہے اور اپنی اپنی روشنیاں بکھیرتے رہے۔ حتیٰ کہ آسمان نبوت ان ستاروں سے بھر گیا۔ مگر دنیا میں اجالا نہ ہوا' دن نہ نکلا۔ ابھی رات ہی رات تھی۔ پھر فاران کی چوٹیوں سے وہ آفتاب نبوت طلوع ہوا۔

جس کی ضیا بار کرنوں نے اندھیروں کے سینے چیر دیئے' کفرو شرک کے سائے چھٹ گئے' سحر کا سپیدہ نمودار ہوا اور یہ ظلمت کدہ کائنات بقعہ نور بن گئی۔ پھر آفتاب نبوت نے اعلان کر دیا کہ اب کسی ستارے سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں۔ پوری دنیا کو روشن کرنے کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں اور میں قیامت کی آخری شام تک روشن ہوں۔ مندرجہ بالا مثال سے ہر صاحب فہم یہ سمجھ گیا کہ جس طرح آفتاب کی موجودگی میں کسی ستارے سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں اسی طرح خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کی موجودگی میں کسی نبی کی نبوت کی ضرورت نہیں۔

○ فتنہ انکار ختم نبوت کے مبلغین و مقلدین کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پرانی اور فرسودہ ہو چکی۔ لہٰذا جدید پیدا شدہ مسائل کے حل کے لئے نئے نبی کا آنا ضروری تھا۔ سنت خیر الانامؐ عصر حاضر کے بے چین انسانوں کے سلگتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ (نعوذ باللہ) اس عقیدہ باطل کو بیان کرتے ہوئے مرزائی کہتے ہیں "نبی اکرمؐ کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور' بوجہ تمدن کے نقص کے' نہ ہوا ورنہ قابلیت تھی۔ اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعے ان کا پورا ظہور ہوا" (ریویو مئی ۱۹۲۲ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۶۶ اشاعت نہم مطبوعہ لاہور)

مزید زہر افشانی سنئے

"ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں (یعنی مکی بعثت میں) اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ اس روحانیت کی ترقیات کی انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اسی روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی" (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷)

ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ نبوت کے تمام مراتب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکے' نبوت اپنی تکمیل پر پہنچ گئی' دین مکمل ہو گیا۔ تم کون سی نبوت کی بات کرتے ہو؟ احمقوں کی کس جنت کے باسی ہو؟ تمہیں تو شیطان نے ریشمی دھاگوں سے بنے ہوئے دلفریب جال میں پھنسایا ہوا ہے۔ جاؤ عقل کے ناخن لو۔ اپنے قلب میں ایمان کی شمع فروزاں کرو اور تعصب و جہالت کی عینک اتار کر کلام اللہ اور

کلام خاتم النبیینؐ کا مطالعہ کرو تو پھر تم لسان و قلب سے پکار اٹھو گے۔

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

اور جہاں تک تمہارے مسائل کا تعلق ہے تو جاؤ تمہیں چیلنج ہے۔ اپنے معاشی مسائل لے کر آؤ' اپنے معاشرتی مسائل لے کر آؤ' دنیا بھر کے مسائل کا پلندہ لے کر دوڑتے ہوئے آؤ اور آفتاب ختم نبوت کی روشنی میں پلک جھپکنے میں اپنے مسائل حل کر لو۔

طب و صحت کے میدانوں میں ساری زندگی سرگرداں رہنے والو! اگر دنیا کو صحت کی دولت سے مالا مال کرنا چاہتے ہو تو طب نبویؐ کا مطالعہ کرو۔

چاند پر پہنچنے اور مریخ کا عزم رکھنے والو! اگر خلائی سائنس پر عبور چاہتے ہو تو معراج النبیؐ کا مطالعہ کرو۔

معاشیات کے ماہرو! اگر خطہ ارضی پر بسنے والے انسانوں کو معاشی سکون دینا چاہتے ہو تو خاتم الانبیاءؐ کے نظام زکوۃ کو اپنا لو

عالمی عدالت کے ججو! اگر دنیا میں انصاف کا بول بالا کرنا چاہتے ہو تو مدینہ کے قاضی کی سیرت کو اپنا لو۔

لاشوں کے انبار اور سروں کے مینار تعمیر کرنے والے مغرور فاتحو! کیا تم نے فاتح مکہ کی جھکی ہوئی گردن کو نہ دیکھا؟

اولاد سے سختی کرنے والو اور رزق کے خوف سے اسے قتل کرنے والو! کیا تم نے مصطفیٰؐ کے لبوں کو حسینؓ کے رخساروں کو چومتے نہیں دیکھا؟

ماں سے گستاخانہ رویہ برتنے والو! کیا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو ماں کے قدموں تلے نہیں بتایا؟

مزدوروں کے حقوق کے لئے صدائیں بلند کرنے والے لیڈرو! کیا تم نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کرو؟

معاشرے میں یتیموں کے حقوق کی باتیں کرنے والو! کیا معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم سے شفقت کرنے والے کو جنت میں اپنی رفاقت کا مژدہ جان فزا نہیں

سنایا؟

غرضیکہ تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے آنے والے انسانوں کو زندگی کے ہر ہر سلیقے سے آشنا کر دیا۔ زندگی کو مہد سے لحد تک علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ اس دنیا کے باسیوں کو ہر زہر کے لئے تریاق فراہم کر دیا۔ آج بھی ختم نبوت کا آفتاب اپنی تابانیوں کے ساتھ روشن ہے اور ہم ہر گھڑی ہر لمحہ اس آفتاب عالم تاب سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔

اب کبھی الجھن نہ ہو گی دین اکمل کی قسم
زندگی کی الجھنیں سلجھا گیا بطحا کا چاندؐ

○ قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی وجہ سے نبوت ملی' اس نے سرورؐ کائنات کی اتباع کا حق ادا کر دیا۔ وہ فنا فی الرسول تھا اور وہ نبوت کے راستے پر چلتے چلتے خود نبی بن گیا (نعوذ باللہ)

ان عیاروں' مکاروں' دغا بازوں اور جعلسازوں سے کوئی پوچھے کہ کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمان غنیؓ' حضرت علی المرتضیٰؓ' حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ' حضرت بلال حبشیؓ' حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف' حضرت سلیمان فارسیؓ' حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت خالد بن ولیدؓ' حضرت انسؓ' حضرت عباسؓ' حضرت ابو ذرؓ' حضرت جابرؓ' حضرت معاذؓ بن جبلؓ' حضرت عبداللہؓ بن مسعود' حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ' حضرت سعدؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابتؓ ایسے جلیل القدر صحابہ کرام' امام بخاریؒ' امام مالکؒ' امام احمد بن حنبلؒ' امام ترمذیؒ' ابن ماجہؒ' طبرانیؒ' ابو نعیمؒ' ابن حبانؒ' ابن عساکرؒ' ابن جوزیؒ' حافظ ابن حجرؒ' طحاویؒ' اور نسائیؒ ایسے محدثینؒ' ابن کثیرؒ' علامہ زمخشریؒ' سید محمود آلوسیؒ' علامہ بغویؒ' امام رازیؒ' قاضی بیضاویؒ' علامہ جلال الدین سیوطیؒ' قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور علامہ اسماعیل حقیؒ ایسے مفسرین کتاب چشتی اجمیریؒ' حضرت علی ہجویریؒ' بابا فرید گنج شکرؒ' حضرت میاں میرؒ' نظام الدین اولیاءؒ' قطب الدین بختیار کاکیؒ اور مجدد الف ثانیؒ ایسے اولیائے کرامؒ اور صوفیائے عظام نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع نہیں کی؟

اطاعت کی تو تمہارے بناسپتی نبی مرزائے قادیانی نے جس نے فرنگی کی گود میں بیٹھ کر نبوت کا ڈرامہ رچایا' دین اسلام کی اندازی قبا پہنانے کی ناپاک جسارت کی۔ قرآنی آیات میں تحریف کے جھکڑ چلائے' احادیث رسولؐ کو اپنے غار تنگر قلم سے مسخ کیا' شعائر اللہ کو ابلیسی بلڈوزروں سے کچل ڈالا' اپنی زہریلی زبان سے جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ دشمن اسلام فرنگی کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا اور پوری امت مسلمہ کی اجلی پیشانی پر کفر کا ٹھپہ لگا دیا۔

قفس ارتداد کے اسیر قادیانیو! تمہارے انگریزی برانڈ نبی کی اطاعت کا یہ عالم کہ وہ عورتوں سے منہ کالا کرتا تھا' افیون کھاتا تھا' شراب کے جام لنڈھاتا تھا' بے تحاشا گالیاں بکتا تھا۔ مریدوں کا چندہ ہڑپ کر کے بیوی کے زیورات بناتا تھا۔ حیا سوز شاعری کرتا تھا' محمدی بیگم سے شادی رچانے کے لئے غلیظ خط و کتابت کرتا تھا اور مسلمانوں کو رسولؐ رحمت کے دین سے ہٹا کر انہیں مرتد بنا کر جہنم کے گڑھے میں پھینکتا تھا۔ کیا یہی اطاعت ہے؟ کیا یہی اتباع ہے؟ کیا یہی پیروی ہے؟ ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جھوٹی نبوت کے فریب خوردہ انسانو! نبوت ایک عطائی اور وہبی گوہر ہے۔ کوئی محض اطاعت' اتباع' عبادت' ریاضت' محنت اور لیاقت کے ذریعے منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا' اگر نبوت ان اوصاف کے حصول سے ملتی ہوتی تو ابوبکرؓ کا کون ثانی تھا۔ عمرؓ کا کون ہمسر تھا' عثمانؓ کا کون مثیل تھا' علیؓ کا کون مقابل تھا اور دیگر صحابہؓ ان اوصاف میں کتنے ممتاز تھے؟ لیکن ان میں سے کسی نے دعویٰ نبوت نہ کیا بلکہ ہمیشہ خاتم النبیینؐ کی ختم نبوت کا اعلان اور تحفظ کیا اور اس عقیدہ کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کی سرکوبی کی اور اس راہ میں کبھی بھی کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

رخ مصطفیؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

قادیانی اپنی دجل و فریب کی زبان استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی ظلی اور بروزی نبی ہے اور وہ نبیؐ اکرم کا بروز ہے تاریخ انبیاء شاہد ہے کہ مالک کائنات

نے اہل کائنات کی رشد و ہدایت کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کو اس خاکدان ارضی پر مبعوث فرمایا۔ ان سارے نبیوں میں سے کوئی بھی کسی کا ظل یا بروز نہیں تھا اور نہ ہی دین اسلام میں ظل اور بروز کا کوئی تصور ہے۔ عیار مرزا قادیانی نے یہ تصور ہندوؤں سے مستعار لیا۔ ہم قادیانیوں سے سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ دنیا کے کس گوشے اور معاشرے میں ظل و بروز کے عقیدے کو عملی حیثیت حاصل ہے؟ کتنے لوگ بروزی زندگی گزار رہے ہیں اور انہیں کس کا بروز تسلیم کیا جا رہا ہے؟

قادیانیو! ذرا توجہ دینا' اگر کوئی عورت اپنے گھر میں کام کاج میں مصروف ہے دروازے پر کوئی شخص دستک دیتا ہے۔ عورت دروازے کے قریب جا کر پوچھتی ہے کون؟ وہ شخص جواب دیتا ہے میں تیرا بروزی خاوند ہوں۔ بتاؤ اس شخص کی کیسی "چھترول" ہو گی؟ اگر کوئی نوجوان کسی گاڑی میں سفر کر رہا ہو۔ سامنے کی نشست پر کوئی بوڑھا آدمی آکر بیٹھ جائے اور نوجوان سے کہے بیٹا! مجھے پانچ سو روپیہ دے۔ نوجوان سوال کرے کہ جناب میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں۔ بوڑھا پلٹ کر بولے بیٹا! کمال کرتے ہو تم بھی' تم مجھے جانتے ہی نہیں' میں تمہارا بروزی ابا ہوں۔ بتائیے نوجوان کے جذبات کا کیا عالم ہو گا اور اس کی غیرت اس بوڑھے سے کیا سلوک کرے گی؟

اگر ہمارے معاشرے میں ظل و بروز کا چکر چل جائے تو پورا معاشرہ جہنم بن جائے اور معاشرتی زندگی تباہ و برباد ہو جائے۔ ملک کا نظام تلپٹ ہو جائے۔ کوئی بروزی صدر بن جائے کوئی بروزی وزیراعظم بن جائے' کوئی بروزی کمشنر بن جائے' کوئی بروزی سفیر بن جائے' کوئی بروزی مشیر بن جائے' کوئی بروزی ایم۔ این۔ اے بن جائے اور کوئی بروزی ایس پی بن جائے وغیرہم۔ کیا ان لوگوں کی کوئی سرکاری یا عملی حیثیت ہو گی؟ یہ تو بہت بڑے عہدوں کا تذکرہ ہے۔ اگر کوئی خاکروب کارپوریشن کے دفتر میں آکر کہے کہ جناب! آج خاکروب "مہنگا مسیح" نہیں آیا اور وہ پورا ایک مہینہ نہیں آئے گا۔ میں "سستا مسیح" اس کا بروز ہوں اور میں اس کی جگہ پورا مہینہ کام کروں گا اور اس کی تنخواہ بھی وصول کروں گا۔ یقینی بات ہے کہ کارپوریشن آفیسر اسے فوراً تھانے یا پاگل خانے بھجوائے گا۔ اگر کوئی چوہڑا کسی چوہڑے کا بروز نہیں ہو سکتا تو چوہڑوں کا "چوہڑہ" مرزا

قادیانی مردود کس طرح سید الاولین و آخرین جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو سکتا ہے؟ اگر وہ چوہڑا تھانے یا پاگل خانے جانے کا مستحق ہے تو یہ "سپر چوہڑا" بھی تھانے یا پاگل خانے جانے کا سزاوار ہے۔

○ قادیانی کہتے ہیں کہ خاتم کے معنی "مہر" سے یہ مراد ہے کہ نبی اکرمؐ کی مہر نبوت لگانے سے نبی بنتے ہیں لیکن عقل کے مارے اور نصیبوں کے ہارے قادیانیوں کو سوچنا چاہئے کہ حضورؐ تو خاتم النبیین ہیں اور النبیین تو جمع ہے اور اس سے یہ معنی لینے چاہئیں کہ نبی پاکؐ کی مہر سے بہت سے نبی بنتے ہیں اور یہاں صدیوں کی مسافت کے بعد مہر نبوت سے ایک ہی نبی "مسٹر گاماں" معرض وجود میں آیا!! الامان والحفیظ۔

ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

○ قادیانی سوال اٹھاتے ہیں کہ جب قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو اس وقت عقیدہ ختم نبوت پر زد پڑے گی کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لائیں گے۔

جواباً عرض ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی پیدا نہیں ہو گا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل پیدا ہوئے اور ان کی نبوت کا زمانہ آپؐ سے پہلے کا ہے۔ اس کے بعد رب العزت نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ قرب قیامت' دجال کے قتل اور اسلام کی تبلیغ کے لئے دوبارہ تشریف لائیں گے لیکن اپنی شریعت لے کر نہیں بلکہ شریعت محمدیؐ کے تابع ہو کر' اپنی نبوت کے تحت نہیں بلکہ نبوت محمدیؐ کے تحت!! علماء نے لکھا ہے کہ ساری کائنات کے انسانوں کا آخرت میں صرف ایک دفعہ حساب ہو گا لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا دو دفعہ حساب ہو گا ایک دفعہ نبی ہونے کی حیثیت سے' دوسری مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے! اس گفتگو سے ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی آنچ نہیں آتی۔

○ قادیانیوں کے لاہوری گروپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایک

عجیب ڈرامہ رچا رکھا ہے۔ وہ اپنی دجالی زبان استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی و رسول نہیں بلکہ مجدد و امام مہدی مانتے ہیں (حالانکہ یہ بھی پرلے درجے کا کفر ہے۔ کیونکہ جو شخص مدعی نبوت ہو' اسے مجدد یا امام مہدی تو کجا' مسلمان ماننا بھی کفر ہے) ہم ان سے پوچھتے ہیں اے ماہرین دجل و فریب! کیا تمہیں مرزا قادیانی کی کتابوں میں بار بار اس کا اعلان نبوت نظر نہیں آتا۔ اگر تمہیں نظر نہیں آتا تو وہ ہم دکھائے دیتے ہیں مرزا قادیانی اعلان کر رہا ہے۔

○ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء ص ۱۱ مصنفہ مرزا قادیانی)

○ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔ اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچے ہیں" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸)

○ "اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں' ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں' سو وہ میں ہوں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۰۔ مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۵)

○ "حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ کہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ" (براہین احمدیہ ص ۴۹۸)

○ "میں کوئی نیا نبی نہیں مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔ (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء از مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۴)

اب بتاؤ! کیا سوچ ہے؟ کیا فکر ہے؟ آئندہ کیا لائحہ عمل ہے؟

قادیانیو! قادیانیت کے گندے جوہڑ کو چھوڑ کر اسلام کے چشمہ صافی پر آجاؤ' تم نے ارتداد کی جھاڑیوں میں پھنس کر اپنے دامن کو تار تار کیا ہے۔ آؤ! ایمان کے دھاگوں سے اسے رفو کر لو۔ ندامت کے چند آنسو بہا کر اپنے گناہوں کی سیاہی دھو لو۔

ارتداد کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹھوکریں نہ کھاؤ۔ آؤ! قرآن کے آفتاب اور نبوت کے مہتاب کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ۔ کیوں جھوٹی نبوت کی باد صرصر میں جھلس رہے ہو اسلام کی باد صبا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ لا نبی بعدی کا نعرہ مستانہ لگا کر جھوٹی نبوت کی آہنی زنجیریں توڑ دو۔ جعلی نبی اور جعلی نبوت کے منحوس چہروں پر زناٹے دار تھپڑ رسید کر دو۔

ختم نبوت کے باغیو! زندگی کے چند ایام باقی ہیں' در توبہ کھلا ہے..... تمہارا رحمان و رحیم رب تمہیں بلا رہا ہے..... اپنے رب کی بات سن لو..... قرآن تمہیں رشد و ہدایت کی روشنی دینے کے لئے پکار رہا ہے.....

خدارا! قرآن کی پکار سن لو..... جناب خاتم النبیینؐ تمہیں جنت کے لئے صدائیں دے رہے ہیں..... خدارا ان کی صدائے رحمت پر گوش ہوش رکھ دو..... وقت تمہیں لپک لپک کے اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے دہائی دے رہا ہے۔

ادھر آ زندگی کا بادہ گلفام پیتا جا
ذرا میخانہ "محمدؐ" سے اک جام پیتا جا

○ تمام نبیوں نے اپنے بعد آنے والے نبیوں کے بارے میں پیش گوئیاں کیں لیکن جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ نے کسی نئے نبی کے آنے کی پیش گوئی نہ کی بلکہ اعلان فرمایا--- **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی**

○ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا' خاتم المرسلین نہیں کہ مبادا اس کا مطلب کوئی یوں لے کہ رسالت ختم ہو گئی اور نبوت ختم نہیں ہوئی کیونکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے۔ **خاتم النبیین** میں "**النبیین**" رسول اور نبی دونوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا آپ کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت دونوں ختم ہو گئیں۔

○ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اول **النبیین** بھی ہیں اور آخر **النبیین** بھی کیونکہ عالم ارواح میں سب سے پہلے منصب نبوت، آپ کو عطا کیا گیا اور بعثت میں سب سے آخر ہیں۔

آپ کی ہستی مبارک پر نبوت ختم ہوئی تو نبوت کے سارے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے جملہ انبیائے کرام کو جزوی طور پر جو کمالات نبوت ملے تھے' وہ آپ کو کلی طور پر عطا کر دیئے گئے۔

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضہ داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

○ قانون فطرت ہے کہ ہر چیز کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہا' نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انتہا کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہا کرتی۔

○ بعثت محمدی سے پہلے خدا تک پہنچنے کے بہت سے دروازے تھے۔ یہ آدم کا دروازہ ہے' اس سے داخل ہو جایئے' خدا کا قرب مل جائے گا۔ یہ نوحؑ کا دروازہ ہے' اس سے داخل ہو جایئے' اللہ تک رسائی ہو جائے گی۔ یہ ابراہیمؑ کا دروازہ ہے' اس سے داخل ہو جایئے' خدا مل جائے گا۔ یہ موسیٰؑ کا دروازہ ہے' اس سے داخل ہو جایئے' خدا مل جائے گا یہ موسیٰؑ کا دروازہ ہے' اس سے داخل ہو جایئے' اللہ کی معرفت نصیب ہو جائے گی' یہ عیسیٰؑ کا دروازہ ہے' مالک سے رابطہ ہو جائے گا۔ لیکن جب بعثت محمدیؐ ہو گئی تو یہ سارے چھوٹے چھوٹے دروازے بند کر دیئے گئے اور نبوت محمدیؐ کا "مین گیٹ" کھول دیا گیا اور رب ذوالجلال نے یہ اعلان کر دیا اب جو بھی مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے' اسے "مین گیٹ" سے گزر کے آنا ہو گا۔

○ جس طرح ہر مسلمان کا ایک جسمانی باپ ہے اسی طرح ہر مسلمان کا ایک روحانی باپ ہے۔ جس کے جوتوں کی خاک کے ذروں پر جسمانی باپ کو قربان کیا جا سکتا ہے اس روحانی باپ کا نام نامی اسم گرامی "محمدؐ" ہے اگر کوئی شخص دوسرے جسمانی باپ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنی ماں کی عصمت کے سفینے کو اپنے ہاتھوں سے غرق کرتا ہے اور اگر کوئی دوسرے روحانی باپ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی کشتی کو اپنے ہاتھوں سے ڈبو دیتا ہے لہٰذا جس طرح کسی مسلمان کا دوسرا جسمانی باپ نہیں ہو سکتا' اسی طرح کسی مسلمان کا دوسرا روحانی باپ (نبیؐ) نہیں ہو سکتا۔

ادراکِ ختمِ نبوت
اور ابطالِ قادیانیت

ایک قادیانی کے سوالوں کے جوابات

علامہ
خالد محمود

س: مسلمان کی تعریف (Definition) مثبت طور پر کیا ہے؟

ج: آنحضرت ﷺ کی جملہ تعلیمات کو سچ جاننا اور اس کا اقرار کرنا کہ آپ کی جملہ تعلیمات برحق ہیں' اصلی ایمان ہے۔ جن باتوں کا یقینی طور پر پتہ چل جائے کہ یہ حضور ﷺ کی پیش کردہ تعلیم ہے' انہیں اقرار توحید و رسالت کے پورے یقین سے تسلیم کرنا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ کتب عقائد میں ایمان کی یہی تعریف کی گئی ہے:

الایمان ھو التصدیق بجمیع ما جاء به النبی صلی الله علیه و آله وسلم

جو باتیں اجمالاً معلوم ہیں' ان کا اجمالی اقرار' جو باتیں تفصیلاً" درجہ یقین تک پہنچیں' ان کا تفصیلاً" اقرار مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔

س: حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک سے آج تک کن الفاظ سے غیر مسلموں کو مسلمان کیا جاتا رہا ہے؟

ج: غیر مسلم جب حضور ﷺ کو آپ کی سب باتوں میں سچا مان لے' وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ پڑھنا' اس تصدیق قلبی کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ کلمہ میں حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار' بایں معنی ہے کہ آپ اپنی سب تعلیمات میں سچے ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک غیر مسلم کو مسلمان کرنے کا یہی طریقہ زیر عمل رہا ہے کہ اسے ذہن سے کلمہ پڑھایا جائے کہ اب وہ حضور ﷺ کی جملہ تعلیمات کو سچ مان رہا ہے اور وہ بھی اس ذہن سے پڑھے کہ حضور ؐ اپنی جملہ تعلیمات میں سچے ہیں۔ اس تصدیق کے بغیر صرف ظاہری اقرار رسالت کو کبھی بھی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں سمجھا گیا۔ ظاہری اقرار توحید و رسالت اسی صورت میں مسلمان ہونے کی علامت تسلیم کیا جائے گا کہ کلمہ پڑھنے والے نے کلمہ کے مفاہیم و مضمرات کے صریحاً منافی کوئی بات نہ ہو۔

س: کیا کوئی اسمبلی یا سیاسی ادارہ کسی فرد یا جماعت کے مذہب کے متعلق اس کی مرضی کے خلاف فیصلہ کرنے کا مجاز ہے؟ مثلاً کوئی عیسائی یا ہندو یا مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے برعکس وہ ادارہ یا اسمبلی اس کے متعلق فیصلہ کرتی ہے کہ وہ عیسائی یا ہندو یا مسلمان نہیں بلکہ اس کا فلاں مذہب ہے تو کیا اسمبلی کا ایسا فیصلہ شرعاً درست اور صحیح ہے؟

ج: اسلام کے اصول و عقائد ظاہر ہیں کوئی شخص ان کا اقرار کرے اور اس کے قول و فعل میں اس اقرار کے خلاف کوئی بات نہ پائی جائے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا لیکن اگر اس کے کسی قول و فعل میں کفر کی نشاندہی ہو گئی تو اسے مسلمان نہ سمجھا جائے گا۔ بے شک شریعت کے احکام ظاہر پر ہیں' لیکن جس طرح اس کا کلمہ پڑھنا ظاہر ہے' اسی طرح ایک یا چند باتوں میں اس کا کفر بھی ظاہر پر گیا ہے۔ کوئی اسمبلی یا سیاسی ادارہ یا مسلمانوں کا جرگہ جسے علماء اسلام کی سرپرستی یا شمولیت حاصل ہو' وہ اس اصول کی روشنی میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ فلاں گروہ مسلمان ہے یا نہیں۔ جو اس طرح کافر یا گروہ کافر ٹھہرے' وہ کافر تو دراصل پہلے ہی سے تھا' اب اس فیصلہ نے اسے ظاہر کر دیا۔ علماء یا ایسے ادارے کسی کو کافر بناتے نہیں' بتاتے ہیں۔

س: کیا مسلمان حکومت کا ہر فیصلہ شرعاً صحیح اور درست ہوتا ہے اور جو بھی فیصلہ کرے' اس پر ایمان لانا ضروری ہے؟

ج: مسلمان حکومت کا وہ فیصلہ جو مستند علماء اسلام کی راہنمائی میں 'کتاب و سنت کے مطابق ہوا ہو اور فی الجملہ مسلمانوں کے معتمد علیہم علماء اس سے اتفاق کریں' وہ ہر حال میں درست اور واجب التسلیم ہو گا۔ اس کے شائع ہونے کے بعد دوسرے اکابر علماء اسلام کا اس سے اختلاف نہ کرنا۔ اسے مجمع علیہ مسئلہ بنا دیتا ہے۔ اجتماعی امور میں شاملین کا فیصلہ غائبین پر ناطق ہوتا ہے' بشرطیکہ وہ اس کا انکار نہ کریں۔

س: اگر مسلمان حکومت کا ہر فیصلہ درست اور شرعی ہوتا ہے تو ابتداء اسلام میں جن مسلمان حکومتوں نے وہ فیصلے جو حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام اعظمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے خلاف کیے تھے' وہ شرعاً درست تھے؟ اگر اس زمانہ میں صحیح تھے تو کیا آج بھی آپ لوگ ان کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں؟

ج: ابتداء اسلام میں اس اصول پر مسلم حکومتوں نے جتنے فیصلے کیے' سب برحق تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا مسیلمہ کذاب اور منکرین زکوۃ کے خلاف فیصلہ بالکل برحق تھا اور اسے سب نے قبول کیا۔ تاریخ میں حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام احمدؒ کے خلاف جو کارروائی ہوئی' وہ کسی جرگے' قومی ادارے یا دوسرے علماء کے فیصلے سے نہ تھی۔ وقت کے حاکم کی شخصی کارروائی تھی۔ اسی طرح حضرت امام حسینؓ کے خلاف جو کارروائی ہوئی' وہ بھی کسی مجلس شوریٰ یا اسمبلی کے فیصلے سے نہ تھی اور نہ اس میں علماء دین کا مشورہ شامل تھا۔

س: جب کسی مسلمان حکومت کی اسمبلی اور پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے تو اگر کوئی غیر مسلم حکومت اپنے ملک کی اکثریت کے دباؤ کے تحت اپنے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ ہندو یا عیسائی ہیں تو کیا وہ غیر مسلم حکومت بھی ایسا فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

ج: مسلمان حکومت کی پارلیمنٹ مستند علماء اسلام کی راہنمائی میں اپنے مذہب کی نظریاتی سرحدوں کا تعین کرتے ہوئے کسی شخص یا گروہ کے بارے میں فیصلہ کر سکتی ہے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں۔ لیکن کسی دوسرے مذہب کی حدود کا تعین اس کا کام نہیں۔ اسی طرح کسی غیر مسلم حکومت اور اس کی اسمبلی کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنی نظریاتی سرحدوں کا تعین کرے لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ کسی شخص یا گروہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں۔ یہ فیصلہ صرف اہل اسلام ہی کر سکتے ہیں۔

س: قرآن کریم کی رو سے نبی کی تعریف (Definition) کیا ہے؟

ج: قرآن کریم کی رو سے نبی وہ انسان ہے' جسے اللہ تعالیٰ دوسروں تک اپنی باتیں پہنچانے کے لیے مقرر کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے احکام ملیں یا اسے پہلی شریعت کی تبلیغ پر ہی مامور کیا جائے' وہ مشرع ہوتا ہے۔ ایک شریعت پیش کرنے والا ہے اور یہ سب حکم الٰہی سے عمل میں آتا ہے۔ کوئی شخص' مکالمہ الہیہ سے کتنی دولت کیوں نہ پائے' وہ نبی نہیں ہوتا۔ نبی ہونا لوگوں تک خدا کی باتیں پہنچانے پر مامور ہونے کا کام ہے۔

س : قرآن مجید میں جہاں جہاں رسول اور مرسل کے الفاظ آئے ہیں' وہاں ہر جگہ اصطلاح شریعت کے معنوں میں ہیں یا کسی آیت میں لغوی اور مجازی معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ بزرگان اسلام نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے؟

ج : رسول اور مرسل کا لفظ قرآن مجید میں لغوی معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ لغوی رسول نہ کوئی علیحدہ جماعت بناتے ہیں۔ نہ خدا کے نام پر کوئی بات کہتے ہیں' کہ اس نے انہیں بھیجا ہے اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ لغوی رسول کا دائرہ کار دنیوی امور ہوتے ہیں جیسے ڈاکیہ کا ڈاک پہنچانا وغیرہ دینی امور نہیں ہوتے۔ دینی امور میں دخل دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ لغوی رسول نہیں' شرعاً رسول ہونے کا مدعی ہے۔

س : رسول' مرسل' نبی اور کانبیاء کے الفاظ قرآن مجید' احادیث اور بزرگان دین کی کتابوں میں غیر انبیاء کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں یا نہیں؟

ج : نبی کا لفظ قرآن و حدیث میں محض لغوی معنوں میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ کانبیاء بنی اسرائیل کے الفاظ بھی قرآن کریم اور صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ بعض چوتھے درجے کی کتابوں میں یہ الفاظ ہوں گے لیکن یہ الفاظ خود بتاتے ہیں کہ غیر پیغمبروں پر انبیاء کا لفظ کہیں نہیں آ رہا۔ نہ وہ انبیاء ہیں۔ صرف انبیاء کی مانند ہیں۔ سو کانبیاء بنی اسرائیل میں بھی لفظ انبیاء اپنے شرعی معنوں میں ہے' لغوی معنوں میں نہیں۔

بزرگان دین میں سے کسی نے بقائی ہوش و حواس اپنے لیے لفظ نبی اللہ استعمال نہیں کیا' نہ اپنے لیے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر کسی دوسرے پر بولا تو وہ بھی ضابطے کے طور پر نہیں اور جس پر بولا اس نے نہ خود اس کا دعویٰ کیا اور نہ اس نے اس دعوے پر کوئی جماعت بنائی اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو کسی درجہ میں مجرم ٹھہرایا۔

س : کیا حدیث میں محدث کی اصطلاح پائی جاتی ہے؟ اگر ہے تو احادیث کی رو سے محدث کی کیا تعریف ہے؟

ج : حدیث میں محدث کی اصطلاح موجود ہے۔ اس درجے کا فرد کامل اس امت

میں حضرت عمرؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں بے شک حدیث میں وارد ہے کہ میری بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہی ہوتے۔ جب وہ نبی نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ محدث کسی درجہ بھی نبی نہیں ہوتا۔ یہ درست ہے کہ وہ ولی کی نسبت نبی کے زیادہ قریب ہوتا ہے لیکن اسے نبی کسی تاویل سے بھی نہیں کہ جاسکتا۔

س: قرآن مجید' احادیث اور بزرگان اسلام کی کتابوں میں غیر نبیوں کے مکالمہ' مخاطبہ الہیہ کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

ج: اولیاء اللہ بے شک مکالمہ الہیہ کی دولت پاتے ہیں لیکن وہ اپنے لیے کسی منصب کا دعویٰ نہیں کرتے' نہ اپنی ولایت کے اقرار کی دوسروں کو دعوت دیتے ہیں۔ یہ صرف نبوت ہے' جس کے اقرار کی دوسروں کو دعوت دی جاتی ہے۔ ولایت اس طور پر کہیں پیش نہیں ہوتی' نہ اولیاء اللہ کو کبھی نبی اللہ یا رسول اللہ مانا یا کہا جاتا ہے۔

س: قرآن مجید کی آیات غیر نبیوں کو یا اولیاء اللہ کو الہام ہو سکتی ہیں؟ سلف صالحین کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟

ج: قرآن مجید کی آیات غیر نبیوں کو الہام ہوں تو وہ وحی کے درجہ میں نہیں' خواب کے درجہ میں شمار ہوں گی۔ خواب کا عنوان اور ہوتا ہے اور تعبیر کچھ اور ہوتی ہے۔ یہ آیات ظاہرا حضور ﷺ پر اتری تھیں۔ اب یہی اگر کسی ولی کو الہام ہوں تو ان کا ظاہری خطاب معتبر نہ ہوگا۔ تعبیر کی طرح ان کی مراد کچھ اور ہوگی۔ اگر انہیں خواب کے درجہ میں نہ مانا جائے تو بعض صورتوں میں کفر لازم آتا ہے۔

س: حقیقت' مجاز اور استعارہ کی تعریف کیا ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ کے بعد کسی ولی نے اپنے لیے یا اپنے بزرگوں کے لیے مجازاً نبی کے الفاظ استعمال کیے ہیں؟

ج: لفظ ان معنوں میں استعمال ہو جن کے لیے وہ بنا ہے تو یہ حقیقت ہے غیر موضوع لہ' کے لیے کسی مناسبت سے استعمال ہو تو یہ مجاز ہے۔ استعارہ مجاز کی فرع ہے جس طرح لغوی مباحث میں حقیقت اور مجاز کا سلسلہ ہے شرعی مباحث میں بھی حقیقت شرعی اور مجاز شرعی کا سلسلہ قائم ہے جب نبی کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تو مجاز لغوی میں یہ کیسے استعمال ہو سکے گا۔ رہا مجاز شرعی تو اس کے لیے شرعی دلیل چاہیے کہ لفظ نبی قرآن و حدیث میں کہیں مجاز کی تعبیر پائے ہوئے ہو حقیقت شرعی کے سوا یہ

لفظ قرآن و حدیث میں کسی اور معنوں میں نہیں ملتا۔

س: کیا مسلمان صوفیاء کرام نے اپنی کتابوں میں غیر تشریعی' ظل' بروز اور فنافی الرسول کی اصلاحات استعمال کی ہیں یا نہیں؟

ج: شرعی مباحث میں صوفیہ کی بات حجت نہیں ہوتی صرف فقہاء شریعت کے امین ہیں جس طرح محدثین علم کے امین ہیں۔ صوفیاء کرام نے جو باتیں صحو کی حالت میں کہیں جب وہ بھی دوسروں کے لیے شرعی سند کا درجہ نہیں رکھتیں' تو جو باتیں ان سے سکر کی حالت میں صادر ہوئیں تو ان شطحات کی شریعت میں کیسے سند مانا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنی مخصوص اصطلاحات کے دائرہ میں اپنی کوئی علیحدہ جماعت بندی نہیں کی نہ لوگوں کو اپنے ماننے کی دعوت دی' نہ اپنے انکار کو دوسروں کے لیے وجہ کفریا کسی درجہ میں مستوجب سزا ٹھہرایا۔

س: قرآن مجید اور حدیث میں مجاز کے طور پر بھی الفاظ آئے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق سلف صالحین کا کیا عقیدہ ہے؟

ج: قرآن و حدیث میں جو الفاظ مجاز کے طور پر وارد ہوئے ہیں ان کی تفسیر سلف نے اپنی رائے سے جائز نہیں سمجھی۔ ان کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی حقیقت میں بحث نہیں کرتے نہ انہیں کسی کی مثل کہتے ہیں قرآن مجید کے کسی متشابہ لفظ پر کسی نے کسی جماعت کی تشکیل نہیں کی نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ اپنی رائے یا اپنی واردات سے قرآن کریم کی متشابہ تحریر کو اپنے مخصوص معنی پہنائے۔

س: ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے اگر کوئی شخص ایک نبی کی نبوت کا انکار کرے تو کیا وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہے؟

ج: ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے ہم تک صرف بعض کے نام پہنچے ہیں جن انبیاء کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا جائے تو انسان مسلمان نہیں رہتا کسی نبی کا حدیث متواتر میں پتہ چلے تو بھی اسلام کی قطعی بات سے انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا کسی ایک پیغمبر کا بھی انکار کیا جائے بشرطیکہ اس کے پیغمبر ہونے کا قرآن کریم و حدیث متواتر سے پتہ چلا ہو تو انسان مسلمان نہیں رہتا۔

س: قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاکی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے گئے؟

ج: قرآن مجید میں ہے کہ یہود جس مسیح کو قتل کر چکنے کے مدعی تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا۔ (دیکھو پ ۲' سورہ نساء' آیت نمبر ۱۵۸) قتل کا عمل جس چیز پر وارد ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا قتل جسم خاکی پر وارد ہوتا ہے سو آپ کا رفع (اٹھانا) بھی اسی بدن عنصری سے ہوا۔ یہود کا یہ دعویٰ قتل اور خدا کا اس کے جواب میں رفع مسیح کو بیان کرنا اس جسم خاکی کے رفع (اٹھائے جانے) پر نص ہے۔

س: بقول آپ کے جب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں کیا وہ بغیر کھانے پینے کے وہاں اپنی زندگی گزار رہے ہیں یا وہاں کھاتے پیتے ہیں؟ قرآن مجید نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

ج: قرآن مجید نے اس پر بحث نہیں کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں جنت میں کیا کھاتے پیتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام بھی اس جسد خاکی سے اس ملاء اعلیٰ میں رہ چکے ہیں اور پھر وہاں سے زمین پر اترے تھے تو جو ان کی خوراک ہوتی ہوگی' وہی خوراک وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہو سکتی ہے۔ پھر جو خدا تعالیٰ اصحاب کہف کو سالہا سال تک زمین پر زندہ رکھ سکتا ہے کہ وہ بغیر کچھ کھائے پیئے سالہا سال تک سوئے رہیں تو کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر کسی مادی خوراک کے وہاں زندہ نہیں رکھ سکتا؟

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی تو قرآن مجید میں ہے' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ میرے بعد آئیں گے (ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) کیا قرآن مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس میں یہ ہو کہ حضرت محمد عربی ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے؟

ج: آنحضرت ﷺ نے جو اپنے بعد یا اپنے سامنے پیش آنے والے واقعات بیان فرمائے یا علامات قیامت بیان فرمائیں' ان سب کا قرآن کریم میں مذکور ہونا ضروری نہیں۔ پہلے پیغمبر جو بعد میں آنے والے پیغمبروں کی بشارت دیتے رہے۔ تو یہ اس بات کی خبر تھی کہ آئندہ دنیا کو ہدایت ان کے ذریعہ ملے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی صرف ان کاموں کے لیے ہوگی جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ رہی

تبلیغ دین اور نشر ہدایت تو اس کے لیے شریعت محمدی کافی و وافی ہوگی اور آپ بھی اسی پر عمل کریں۔

س: قرآن مجید کی آیت بل رفعه الله الیه کے معنی اگرچہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں تو بقول آپ کے جس وقت وہ زمین پر واپس آئیں گے' تو اس وقت اس آیت کے معنی کیا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں یا زمین پر؟

ج: قرآن مجید میں کئی ہونے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ ان میں سے کئی حضور ﷺ کی زندگی میں ہی پورے ہو گئے تھے۔ ان واقعات کے پورا ہونے کے بعد حضور ﷺ جب ان آیات کو پڑھتے ہوں گے تو حضور ﷺ کے ہاں اس وقت ان آیات کی تفسیر کیا ہوگی؟ یہی نا کہ ایک بات کے ظہور پذیر ہونے کی خبر دی گئی تھی' اور اب وہ بات واقع ہو گئی۔ جو واقعات عمل میں آگئے تو ان کی پہلی خبروں کے لیے کیا قرآن کریم کا دروازہ بند ہے؟

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اور دوسرے مسلمان ان آیات کو جس میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے' بے شک پڑھیں گے اور اس ذہن سے پڑھیں گے کہ گزشتہ دور میں ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دی گئی تھی اور جیسا بتایا گیا تھا' ویسا عمل میں آگیا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہاں موجود ہونا قرآن کریم کی ان خبروں کی تردید نہیں' ان کی عملی تصدیق ہے۔

س: آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو اس وقت ان کی عمر کتنی ہوگی؟ قرآن و حدیث............

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ان کی آمد ثانی پر دائرہ کہولت میں ہوگی۔ قرآن کریم اس باب میں کہل کا لفظ ذکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے آتا ہے جس کے سر کے بال سفیدی سے مخلوط ہو چکے ہوں۔ آپ کا اس عمر میں لوگوں سے کلام فرمانا قرآن کریم میں معجزہ کی صورت میں مذکور ہے۔ اس عمر میں بات کرنا عام طور پر معجزہ نہیں ہوتا۔ ہاں آپ جب سالہا سال کے بعد پھر اس زمین پر جلوہ افروز ہوں گے تو پھر آ۔

کہولت میں کلام کرنا واقعی معجزے کا نشان ہو گا۔ جس طرح آپ کا ماں کی گود میں کلام کرنا ایک نشان تھا' اسی طرح کہولت میں اس پس منظر کے ساتھ کلام کرنا بے شک ایک نشان ہو گا۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان تو عربی نہ تھی۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق جب وہ نازل ہوں گے تو قرآن مجید اور حدیث کس طرح پڑھیں گے۔ کیونکہ وہ تو عربی میں ہیں۔ بذریعہ وحی سیکھیں گے یا علماء کرام سے پڑھیں گے۔ قرآن مجید سے بتلائیں؟

ج: قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مریمؑ کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو تورات' انجیل اور کتاب و حکمت سکھائیں گے۔ قرآن کریم کی اصطلاح عمومی میں کتاب و حکمت قرآن و حدیث کو کہا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اگر دور محمد کا کچھ حصہ نہ پانا ہوتا تو آپ کو اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کی تعلیم کیوں دیں گے۔ کتاب کو تورات و انجیل کے ساتھ ذکر کرنا بتاتا ہے کہ یہ بھی کوئی آسمانی دستاویز ہے۔ کوئی عام چیز نہیں۔ شیخ اکبر کہتے ہیں یعرفه الحق تعالی بها علی طریق التعریف و ان کان نبیا (الیواقیت" ص۳۸' ج۲) اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث کی تعلیم کب دیں گے؟ یہ ضرورت کے وقت ہو گا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ وہ یہاں آکر کسی استاد سے نہ پڑھیں گے نہ گل علی شاہ سے نہ فضل احمد سے نہ فضل الٰہی سے۔ جو خدا کن کہہ کر جہاں بنا سکتا ہے' وہ ایک تکوین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عربی زبان اور کتاب و حکمت بھی پڑھا سکتا ہے۔

س: قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے آخری زمانہ میں امت محمدیہؐ میں نازل ہوئے تو وہی خاتم النبیین اور آخری نبی ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ سب کے آخر میں مبعوث ہوں گے۔ کیا ان کی بعثت اور ان کے آنے سے آنحضرت ﷺ کی مہر ختمیت نہیں ٹوٹے گی؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی۔ آمد ثانی پر آپ ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ اس لیے پوری دنیا آپ کے دائرہ کار میں ہو گی۔ آپ اپنی ذات میں تو نبی ہوں گے لیکن اپنے کام میں آپ امتی ہوں گے۔ یوں کہیے کہ آپ کی نبوت نافذ نہ ہو گی۔ حضور ﷺ کے آنے پر آپ کی شریعت

منسوخ ہو چکی۔ یہ صحیح ہے کہ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے لیکن یہ صحیح نہیں کہ آپ مبعوث ہوں گے۔ ختم نبوت کے بعد کسی نبی کی بعثت نہیں۔ جب ان کی بعثت ہی نہ ہوگی تو آپ کی آمد سے حضور ﷺ کی خاتمیت سے کوئی ٹکراؤ نہ ہوگا۔ پہلا ایک پیغمبر کیا سارے نبی بھی آجائیں' جیسا کہ معراج کی رات بیت المقدس میں آگئے تھے تو اس سے مہر ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔

س: آیت خاتم النبیین کی موجودگی میں بھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں آسکتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ عربی زبان میں یہ بیان کرنا چاہتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو کن الفاظ میں بیان کرتا؟

ج: اس مضمون کو عربی میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ رہی شان اعجاز تو یہ اللہ تعالیٰ ہی جانیں کہ اس کے لیے معجزے والے الفاظ کیا ہوتے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین لا محدث بعدہ نبی و لا ینزل بعدہ احد من السابقین جب تک لا ینزل بعدہ احد جیسے الفاظ نہ ملیں' اس وقت تک آپ کی آمد ثانی کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھا جا سکتا۔

س: حدیث لا نبی بعدی کے ہوتے ہوئے بھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے بعد آسکتے ہیں تو اگر حضرت محمد عربی ﷺ یہ کہنا چاہتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو عربی زبان میں کیا الفاظ استعمال کرتے؟

ج: حضور ﷺ بھی اسی قسم کے الفاظ فرماتے لا محدث بعدی نبی و لا یاتی احد من السابقین

س: مسلم کی حدیث میں نواس بن سمعان کی روایت میں آنے والے مسیح کے متعلق جو "نبی اللہ" کے الفاظ چار دفعہ آئے ہیں' قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے ہوتے ہوئے اس نبی اللہ کی معنی کیا ہوں گے؟

ج: گھانا کا صدر' نائجیریا میں آئے اور کوئی شخص اسے صدر کہہ دے تو اس کے معنی کیا ہوں؟ یہی نا کہ یہ شخص اپنے مرتبہ میں صدر مملکت ہے۔ گو یہاں وہ اس عہدے میں نہیں نہ اس کا حکم یہاں نافذ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبی اللہ کا لفظ آپ کے مرتبہ کا بیان ہے۔ آپ کے اس وقت کے عہدے کا بیان نہیں

کیونکہ یہاں وہ امتی کی حیثیت سے کام کریں گے۔ دور نبوت کے لحاظ سے یہ دور دور محمدؐ ہوگا۔

س: قرآن مجید میں ہے کہ ہر امت کا گواہ قیامت کے دن ان کا نبی ہوگا اور حضرت محمد عربی ﷺ اپنی امت کے گواہ ہوں گے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں آخری زمانہ میں آئیں گے تو کیا ان کا آنا اس آیت کے خلاف نہیں ہوگا؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حشر (میدان حشر میں حاضری) دو دفعہ بھی ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ آپ اپنی امت پر گواہی دیں گے' جس طرح سب انبیاء اپنی اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ دوسری دفعہ آپ امت محمدیہ کے ساتھ میدان حشر میں آئیں گے اور حضور ﷺ اپنی ساری امت پر گواہی دیں گے۔ جب یہ ممکن ہے کہ حشر کی حاضری آپ کی دو دفعہ ہو تو پھر آپ کی آمد ثانی بحیثیت امتی کے اس آیت کے خلاف نہ ہوگی کہ قیامت کے دن ہر امت کا گواہ ان کا نبی ہوگا۔ (پ ۵' النساء' آیت ۴۱)

س: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آمد ثانی کے وقت نبی نہیں ہوں گے' بلکہ امتی ہوں گے تو کیا ان کا امت محمدیہؐ میں آنا آیت قرآنی وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور فرمانبردار ہو) کے خلاف نہیں ہوگا؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بعثت یا رسالت کے ساتھ نہ ہوگا وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ میں جس ارسال رسل کا بیان ہے' اس سے مراد رسولوں کا رسالت کے ساتھ آنا ہے۔ رسول جب رسالت کے ساتھ آتے ہیں تو ان کی حیثیت مطاع کی ہوتی ہے' مطیع کی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے ساتھ تشریف لائیں گے بعثت کے ساتھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا وما ارسلنا من رسول یہ نہ فرمایا وما انزلنا من رسول سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کا بالذات مطاع ہونا لازم نہیں آتا۔

س: اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہوگئے ہیں اور تمام احادیث جن میں نزول مسیح یا مسیح کی آمد ثانی کا ذکر

ہے وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہے اور قرآن کریم کی صحیح سپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا کافر؟

ج : جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہوگئے' اسے یہ گمان ہے کہ سب انبیاء ایک ہی طرح فوت ہوئے۔ یہ خود غلط ہے۔ بعض انبیاء قتل ہوئے' جیسے یحییٰ علیہ السلام۔ بعض کچھ وقت کے لیے فوت ہوئے جیسے عزیر علیہ السلام اور وہ پھر اس دنیا میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگر وہ شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح وفات' کچھ وقت کے لیے وارد ہوئی اور وہ اٹھائے گئے اور آپ ایک دفعہ پھر اس دنیا میں قیامت کے قریب تشریف لائیں گے تو یہ عقیدہ غلط ہے۔ تاہم وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کا نشان ہونے (انہ لعلم للساعۃ) کا منکر نہ سمجھا جائے گا۔ البتہ اس کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کی احادیث صحیح نہیں' غلط ہے' یہ اس کی علمی غلطی ہے' عقیدہ کی غلطی نہیں کیونکہ وہ آپ کے قریب قیامت کا نشان ہونے کا منکر نہیں ہے۔

پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا عقیدہ وفات مسیح کا نہ ہو' اس کی وفات کے بعد اس کے کسی شاگرد نے ایسی بات بنالی ہو یا گھڑلی ہو اور اس کے نام پر اسے شہرت دے دی ہو۔ ایسی صورت میں مزید تحقیق کی جائے گی۔ اگر اس کی اپنی تحریر مل جائے تو اسے دوسروں کی نقل پر فائق سمجھا جائے گا۔ اس کی مثال حضرت مولانا عبیداللہ سندھی سے دی جاسکتی ہے۔ ان کے کسی شاگرد نے ان کے نام پر وفات مسیح کا نظریہ قائم کرلیا حالانکہ مولانا سندھی خیر کثیر کے ترجمہ میں اپنے قلم سے نزول مسیح کے عقیدے کی توثیق کرچکے ہیں اور محمودیہ میں بھی اس کی تائید موجود ہے۔

پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا عقیدہ تو ایسا نہ ہو اور وہ رد عیسائیت کے جوش میں الوہیت مسیح کا عقیدہ کا توڑ کرنے کے لیے مسیح کا مدعی بن بیٹھے سرسید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہ وغیرہ ھی نے اسی انداز میں بہت سی غلط باتیں کی ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ کس طرح پتہ چلے کہ ان کا عقیدہ یہ نہ تھا' سو اگر وہ اس عقیدے پر جماعت بندی کرتا ہے اور وہ اور اس کی پوری جماعت اس عقیدے کی اشاعت کے لیے پوری محنت کرتی ہے تو یہ یقیناً اس کا عقیدہ ہوگا نہ کہ مصلحت جیسے مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو اپنے

تمام مباحث میں وفات مسیح کے عقیدہ کو اولین جگہ دیتے ہیں۔

ہاں اگر کوئی شخص اسلامی ممالک کا دور کا رہنے والا ہو اور اسے کسی مستند عالم سے اس مسئلہ کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا اس نے یکطرفہ لٹریچر سے ایسا عقیدہ اختیار کر لیا جیسے مسٹر اسد (جرمنی والے) پہلے اس پر اس مسئلہ میں علمی حجت پوری کی جائے گی۔ پھر نہ مانے تو اسے بھی مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کی طرح قطعیات اسلام کا منکر سمجھا جائے گا اور اس پہلو سے وہ کفر کی زد میں ہو گا۔

نوٹ: سوال میں مختلف صورتیں ایک جگہ لپٹی تھیں۔ ہم نے جواب میں انہیں کھول دیا ہے تاکہ ہر صورت کا حکم علیحدہ بیان کر دیا جائے۔

س: حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ' حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ' حضرت مجدد الف ثانیؒ' حضرت سلطان باہوؒ' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ' حضرت شاہ عبدالعزیزؒ' حضرت سید محمد اسماعیل شہیدؒ' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ' مولانا عبدالحلیمؒ صاحب بحرالعلوم' حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے' حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہم نے اپنی تحریرات اور ملفوظات وغیرہ میں جو غیر تشریعی نبی' ظل' بروز اور فنا فی الرسول کی اصطلاحات لکھی ہیں' وہ صحیح ہیں یا انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں ہندوانہ تصور اپنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی اور ان اصطلاحات کے لکھنے سے کوئی اسلام کی خدمت ان کے مدنظر تھی۔ آخر انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ اصطلاحات کیوں لکھی ہیں اگر انہی اصطلاحات کو کوئی دوسرا شخص لکھے تو اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

ج: ظل اور بروز کی اصطلاحات ہندو تصورات سے ماخوذ ہیں' جو ان کے عقیدہ تناسخ کے پہلو سے نکلی ہیں۔ پھر بعض صوفیاء نے اپنے فنا اور بقا کے مقامات سے مخلوط کر لیا ہے اور ان میں یہ تاویل کر کے اپنے ہاں لے لیا ہے۔ تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ان کی اصل ہندو نظریات میں سے تھی۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ کسی قوم سے الفاظ لے کر انہیں اپنی کسی نئی اصطلاح میں بدل لینا' یہ امر ممنوع نہیں تھا۔ فنا فی الشیخ' فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ صوفیہ کی اپنی اصطلاحات ہیں اور ان کی تشریحات ہیں۔

غیر تشریعی نبی کی اصطلاح کو سائل نے یونہی ان اصطلاحات کے ساتھ جوڑا ہے۔ اگر ان سے مراد وہ شخص ہے جو شریعت کی رو سے کسی درجہ میں نبی نہیں' جیسے سعدی کو پیغمبر غزل کہا گیا تو شرعی حیثیت کے سوا کسی کو بھی کسی فن کا پیغمبر کہا جا سکتا ہے۔ جو خدا کے پیغمبر ہوئے ہیں' انہیں نبی اللہ کہا جاتا ہے۔ وہ فنی نبی نہیں ہوتے' شرعی نبی نہیں ہوتے۔ شریعت نے انہیں نبی مانا ہے۔ وہ نئے احکام لائیں' یا پرانی شریعت پر چلیں' وہ شرعی نبی ہیں۔

حضور ﷺ کے بعد اب کسی شخص پر شرعی نبی کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔ لا نبی بعدی کے معنی لا مسوع بعدی کے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص شرعاً نبی نہیں کہلا سکتا۔

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت کی رو سے حضور ﷺ کے بعد ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے' جو نئی شریعت نہ لائے' حضور ﷺ کی شریعت کے تابع رہے' لیکن شریعت کی رو سے اسے نبی اللہ کہہ سکیں گے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ ہاں نبوت کے کمالات جاری ہیں اور بہت سے غیر پیغمبروں کو بھی ان کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ لیکن کسی ایسے شخص پر نبی یا نبی اللہ کا لفظ نہیں بولا جا سکتا' نہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

بزرگوں کی بعض عبارات میں کمالات نبوت پانے کا ذکر ہے لیکن ان میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایسے شخص کو نبی ہرگز نہ کہا جا سکے گا۔ پھر بھی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اور وہ ہوش و حواس میں ایسی بات کہتا ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیتا ہے' تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہ ہو سکے گا۔ سوال میں جن بزرگوں کے نام دیئے گئے ہیں' ان میں کوئی بھی ان شرائط کے ساتھ کسی غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے کا قائل نہ تھا۔

س : صوفیاء کرام کی اصطلاحات کے علاوہ محدثین' فقہاء اور بزرگان دین نے عقائد' حدیث' اصول حدیث' فقہ اور اصول فقہ کی جو اصطلاحات وضع کی ہیں' یہ اصطلاحات آنحضرت ﷺ کے کتنا عرصہ بعد وضع ہوئی ہیں؟ کیا آنحضرت ﷺ کے بعد وضع ہونے کی وجہ سے یہ غیر اسلامی ہیں؟ اگر یہ اسلامی ہیں تو طریقت کی اصطلاحات

کیوں غیر اسلامی ہیں؟

ج: محدثین اور فقہاء کرام نے اپنے اپنے دائرہ علم میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں، وہ علمی اصطلاحات ہیں، شرعی نہیں۔ ان سے مسائل کا درجہ معلوم ہوتا ہے، مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ مسئلہ کے مراجع و مصادر قرآن و حدیث ہیں---- طریقت کی اصطلاحات محض بیان حال کے لیے ہیں۔ تعیین منصب کے لیے نہیں۔ کتاب و سنت سے احکام استنباط کرنے والے ان احکام کے صرف مظہر ہوتے ہیں کہ انہوں نے کتاب و سنت کی وہ گہرائی ظاہر کر دی، وہ مثبت احکام نہیں ہوتے۔ مسائل میں فقہاء کے فیصلے سند ہیں۔ صوفیاء کا قول حجت نہیں۔

س: آنحضرت ﷺ کی امت میں ہزاروں ایسے بزرگ ہوئے ہیں، جنہوں نے فنافی الرسول کے مقام پر پہنچ کر اپنے آپ کو آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ، احمدؐ کہا ہے اور بعض نے تو نبی اور رسول بھی کہہ دیا ہے اور کئی وہ ہوئے ہیں، جنہوں نے اپنے نام کے کلمے بھی پڑھا دیے ہیں، جو اہل علم حضرات سے مخفی نہیں۔ کیا یہ سب بزرگان دین اور ان کے متبعین غیر مسلم ہیں؟

ج: صوفیہ کی اصطلاحات میں اہل حال اور اہل قال دو علیحدہ علیحدہ طبقے ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ سند اہل قال سے لی جائے، اہل حال سے نہیں۔ اپنی حیثیت کو فنا کر کے کوئی شخص اپنے شیخ کا مظہر بنے، اس سے اس کے حال کا تو پتہ چل سکتا ہے، لیکن اس کے اس حال پر کبھی جماعت بنی نہیں سنی گئی۔ نہ اس سے شرعی احکام چلتے ہیں، نہ لوگوں کو اس مقام کی دعوت دی جاتی ہے۔ جن صوفیوں سے ان کی کسی خاص حالت میں شطحیات صادر ہوئے، وہ ان کا ارادی کلام نہ تھا۔ اس صورت میں وہ لائق معافی ہیں۔ لیکن ان کی باتوں کو سند نہیں بنایا جا سکتا اور نہ وہ باتیں اپنے ظاہر میں صحیح سمجھی جا سکتی ہیں۔

س: جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کو غیر مشروط طور پر خاتم النبیین اور آخری نبی مانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ امام الزماں، مجدد صد چہار دہم، مسیح موعود جناب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ بار بار اعلان کیا کہ "سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی

نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں" (مجموعہ اشتہارات' جلد اول' ص ۲۳۰)

ج: یہ دعویٰ کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد حضور ﷺ کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتا ہے' مندرجہ ذیل تحریرات کی رو سے صحیح نہیں۔ مرزا غلام احمد' حضور ﷺ کو آخری نبی اس طرح مانتا ہے کہ کلمہ' قبلہ اور شریعت بدلے بغیر نیا نبی نہ آ سکے' بلکہ بعض عبارات میں اس کا شریعت لانے کا دعویٰ بھی ہے۔ یہ حضور ﷺ کے آخری ہونے کا غیر مشروط عقیدہ نہیں' اپنے لیے ایک چور دروازہ کھولنا ہے۔ مرزا غلام احمد کی موت ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اس نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں جو بیان دیا' وہ ۲۶ مئی کو شائع ہوا۔ یہ مرزا صاحب کی اس مسئلہ پر آخری تحریر ہے۔ اس میں ہے:

"جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں' وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے راز میرے پر کھولتا ہے اور جب انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو' دوسرے پر وہ اسرار یقین نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں"۔

(منقول از النبوہ فی الاسلام' مصنفہ (مولوی محمد علی صاحب' امیر جماعت احمدیہ لاہور)

اس عبارت کی روشنی میں یہ کہنا کہ لاہوری جماعت کے لوگ حضور ﷺ کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتے ہیں' کسی طرح درست نہیں۔ جب انہوں نے نبوت کا ایک دروازہ کھلا رکھا ہے' گو کسی تاویل سے کیوں نہ ہو' تو پھر ختم نبوت پر غیر مشروط عقیدہ رکھنے کا یہ دعویٰ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے صرف یہی نہیں کہا کہ خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اسے وحی شیطانی کہہ کر نظرانداز کیا جا سکے مرزا

صاحب نے اپنی اسی وحی کی اساس پر نبوۃ کا دعویٰ بھی کیے رکھا اور اس کے انکار کو گناہ بھی قرار دیا۔ مولوی محمد علی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیے مگر آپ کے متبعین کامل کے لیے، جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہوا"۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"جزئی طور پر ایک قسم کی نبوت ان کو ملتی ہے اور آفتاب نبوت ان کے دل کے آئینے میں منعکس ہو کر ایک ظلی یا بروزی نبوت ان کو دیتا ہے"۔

(مسیح موعود، ص ۳۰۶، تحریر ۱۹۱۸)

قادیان کا بدکردار

محمد طاہر رزاق

سوال: جناب عالی ہم نے مختلف لوگوں سے یہ سنا ہے کہ مرزا قادیانی

۱- شراب پیتا تھا۔

۲- افیون کھاتا تھا۔

۳- غیر محرم عورتوں سے ٹانگیں دبواتا تھا۔

۴- سینما دیکھتا تھا۔

۵- غلیظ گالیاں بکتا تھا۔

۶- اسے مراق و ہسٹیریا تھا۔

۷- وہ جوتے کا دایاں پاؤں بائیں میں اور بایاں پاؤں دائیں میں ڈال لیتا تھا۔

۸- قمیض کے بٹن اپنے سامنے والے کاجوں کے بجائے اوپر نیچے لگاتا تھا۔

۹- اس نے جوتے کو سیاہی کی دوات بنا رکھا تھا۔

۱۰- وہ مختاری کے امتحان میں فیل ہو گیا تھا۔

۱۱- اس کے فرشتوں کے نام ٹیچی ٹیچی درشن اور خیراتی تھے۔

۱۲- اسے انگریزی' ہندی اور پنجابی میں الہامات و وحی ہوتے تھے۔

۱۳- اس نے جہاد کو حرام قرار دیا۔

۱۴- اس نے کہا کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

۱۵- وہ حیا سوز شاعری کرتا تھا۔

کیا یہ باتیں ہوائی یا فرضی ہیں یا کہ ان کے ثبوت بھی ہیں؟ اگر ثبوت موجود ہیں اور قادیانیوں کی ایک کثیر تعداد کو ان باتوں کا پتہ بھی ہے تو پھر وہ اسے کیوں اپنا نبی اور راہنما مانتے ہیں۔ (از طرف 'فیاض اختر ملک)

جواب: جن باتوں کا آپ نے تذکرہ کیا یہ ہوائی نہیں ہیں بلکہ ہمارے پاس ان تمام کے بین ثبوت موجود ہیں۔ لیجئے ثبوت پیش خدمت ہیں۔

شراب

"محبی اخویم حکیم محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیائے خریدنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن' ای پلومر کی دکان سے خریدیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیے۔ اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے"۔ والسلام (خطوط امام بنام غلام' ص ۵)

سودائے مرزا کے حاشیہ پر حکیم محمد علی پرنسپل طبیہ کالج امرتسر لکھتے ہیں 'ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں ای پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں حسب ارشاد ای پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا۔ جواب حسب ذیل ہے:

"ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے پانچ روپے ہے"۔

(۲۱ دسمبر ۱۹۳۲ء' "سودائے مرزا" ص ۳۹' حاشیہ)

افیون

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "تریاق الٰہی" دوا' خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین) کو حضور (مرزا قادیانی) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔"

(مضمون میاں محمود احمد' اخبار "الفضل" جلد ۱۷' نمبر ۴' مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء)

غیر محرم عورتیں

"حضرت ام المومنین (محترمہ نصرت جہاں بیگم زوجہ مرزا قادیانی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی' حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لیے اسے پتہ نہ لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا "بھانو آج بڑی سردی ہے۔" بھانو کہنے لگی "ہاں جی! تدے تے تہاڈیاں لتاں لکڑی وانگ ہویاں ہویاں نیں" (جبھی تو آپ کی ٹانگیں لکڑی کی

طرح سخت ہو رہی ہیں۔) خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے۔" ("سیرت المہدی" جلد ۳' ص ۲۱۰' مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

سینما یا تھیٹر

مرزا قادیانی کا نام نہاد صحابی مفتی محمد صادق بیان کرتا ہے:

"ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا اور تماشہ ختم ہونے پر دو بجے رات کو واپس آیا۔ صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی صاحب رات کو تھیٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا' ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔" ("ذکر حبیب" ص ۱۸' مصنفہ مفتی محمد صادق)

غلیظ گالیاں

(i) "سعد اللہ لدھیانوی بے وقوفوں کا نطفہ اور کنجری کا بیٹا ہے۔" (تتمہ حقیقتہ الوحی' ص ۱۴)

(ii) "خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔" (تتمہ حقیقتہ الوحی' ص ۱۳)

(iii) "آریوں کا پرمیشر (خدا) ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں"۔ (چشمہ معرفت' ص ۱۱۶)

(iv) "ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے پر ایمان لاتا ہے مگر زناکار کنجریوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے"۔ (آئینہ کمالات اسلام' ص ۵۴۷)

(v) "جھوٹے آدمی کی یہی نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں"۔ (حیات احمد' جلد نمبر ا۔ ۳' ص ۲۵)

(71) "عبد الحق کو پوچھنا چاہیے کہ اس کلوہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا۔ اب تک اس کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا"۔ (ضمیمہ انجام آتھم' ص ۲۷)

مراق۔ ہسٹیریا

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی مشقت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹیریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یک دم ضعف ہو جانا' چکروں کا آنا' ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا' گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی دم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذالک"۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۵۵ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

دایاں بایاں

"بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگابی (جوتا) ہدیتہ" لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں' بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں' دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے' ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں' جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا ہے"۔

("سیرت المہدی" حصہ دوم' ص ۵۸' مصنفہ بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

بٹن اور کاج

"بارہا دیکھا گیا ہے کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔"

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۲۶ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

جوتی کی دوات

"ایک دفعہ فرمانے لگے میرے لیے کسی نے بوٹ بھیجے ہیں۔ میری سمجھ میں اس کا دایاں بایاں نہیں آیا۔ آخر اس کو سیاہی ڈالنے کے لیے بنا لیا۔"

(الحکم ۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء ص ۵ کالم نمبر ۲)

مختاری کے امتحان میں فیل

"چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانون کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا' پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔" ("سیرت المہدی" حصہ اول' ص ۱۳۸' بشیر احمد قادیانی)

فرشتے

"ٹیچی ٹیچی": "۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنا نام "ٹیچی ٹیچی" بتایا"

("حقیقت الوحی" ص ۳۳۲' مصنفہ مرزا قادیانی)

"درشنی": "ایک فرشتہ میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا۔ صورت اس کی مثل انگریزوں کی تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں اس نے کہا میں درشنی ہوں۔" ("تذکرہ" ص ۳۱)

"خیراتی": "تین فرشتے آسمان سے آئے اور ایک کا نام خیراتی تھا۔"

("تریاق القلوب" ص ۱۹۴' مصنفہ مرزا قادیانی)

پنجابی' ہندی اور انگریزی وحی

پنجابی: "ایک دفعہ حضرت مسیح موعود نے یہ الہام سنایا کہ "پی پی گئی"۔

("تذکرہ" ص ۸۰۱)

ہندی: "ہے کرشن جی رودر گوپال"

("البدر" جلد دوم، نمبر۴۳، ۴۴، مورخہ ۲۹ اکتوبر ۸ نومبر ۱۹۰۳ء ص ۳۲۲)

انگریزی:

میں تم سے محبت کرتا ہوں	"I love you."
میں تمہارے ساتھ ہوں	"I am with you"
میں تمہاری مدد کروں گا	"I shall help you."

("حقیقتہ الوحی" ص ۳۰۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

جہاد

"اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد"

(ضمیمہ "تحفہ گولڑویہ" ص ۳۹، مصنفہ مرزا قادیانی)

○ "آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے۔ وہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے۔" ("خطبہ الہامیہ" مترجم، ص ۲۸۔۲۹، مصنفہ مرزا قادیانی)

کافر ہے!

"ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ

مسلمان نہیں۔" ("حقیقتہ الوحی" ص ۱۶۳' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

"جو شخص میری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہو گا وہ خدا' رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے"۔ (اشتہار معیار الاخیار ص ۸' مصنفہ مرزا قادیانی)

شاعری

چپکے چپکے حرام کروانا آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کروا چکی ہے زنا پاک دامن ابھی بے چاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں جس کو دیکھو وہی شکاری ہے

("آریہ دھرم" ص ۷۶-۷۷' مصنفہ مرزا قادیانی)

○ آپ نے پوچھا ہے کہ اگر قادیانیوں کی اکثریت مرزا قادیانی کی حقیقت کو جانتی ہے تو پھر اسے اپنا نبی اور راہبر کیوں مانتے ہیں؟

○ جواباً عرض ہے کہ ہیروئین پینے والے کو پتہ ہوتا ہے کہ ہیروئین نوشی سے میں صحت اور دولت سے محروم ہو جاؤں گا اور پھر یہ ہیروئین مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ لیکن وہ اپنے بچوں کے منہ سے نوالے چھین کر اور بیوی کے زیورات بیچ کر اور گھر کو جہنم بنا کر اپنا ہولناک شوق پورا کرتا ہے۔

○ جعلی ادویات بیچنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاشرے میں شفا نہیں بلکہ موت کا زہر بیچ رہا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی گھروں کے چراغ گل کر دے گا۔ کئی پھولوں کو یتیم کر دے گا۔ کئی سہاگنوں کے سہاگ لوٹ لے گا۔ کئی ممتا بھری آنکھوں کو آنسوؤں کے چشمے بنا دے گا۔ لیکن وہ اپنے مفاد کی خاطر یہ سب کچھ کر گزرتا ہے۔

○ اسلام کی سنہری مالا کو چھوڑ کے اگر کوئی قادیانیت کے کانٹوں کو اپنے گلے میں سجاتا ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

○ چینی لوگ مچھلیوں کی موجودگی میں سانپ چھپکلیاں اور دیگر غلیظ کیڑے کھاتے ہیں۔ کورین لوگ خوبصورت بکرے کو چھوڑ کر کتے کا گوشت مزے لے کر کھاتے ہیں۔ یورپین

لوگ بہترین مرغوں کو چھوڑ کر لحم خنزیر کو منہ میں ڈالتے ہیں۔ کئی بدبخت آب زم زم کی موجودگی میں اپنے منہ اور معدے کو شراب سے غلیظ کرتے ہیں۔ ہندو اپنے ہاتھوں سے بت بناتا اور پھر اس بت کو خدا کہتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت کو تو خدا کہتا ہے لیکن جس رب نے اسے بنایا اسے خدا نہیں کہتا۔

محترم بھائی! جس طرح مرزا قادیانی کو پتہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں لیکن اس نے دعویٰ نبوت کیا' اسی طرح قادیانیوں کی اکثریت کو بھی معلوم ہے کہ مرزا قادیانی اللہ کا نبی نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی اپنے مفادات کے لیے اسے نبی مانتے ہیں۔

برادر عزیز! جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا اور بہت سے لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیا تو انہی دنوں مسیلمہ کذاب کا ایک دوست باہر سفر پر تھا۔ جب وہ گھر پلٹا تو لوگ اس کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ تیرے دوست مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ اس نے انہیں کہا کہ تم سب میرے ساتھ آؤ' ہم مسیلمہ کے پاس چلتے ہیں۔ جب وہ مسیلمہ کے مکان پر پہنچا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم باہر ٹھہرو میں اندر بند کمرے میں مسیلمہ سے گفتگو کر کے اسے پرکھتا ہوں کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟

وہ ایک بند کمرے میں مسیلمہ کے ساتھ طویل گفتگو کرتا رہا۔ اس سے مختلف سوال و جواب کرتا رہا' اسے پرکھتا رہا اور پھر جب وہ کافی دیر بعد مسیلمہ کذاب کے مکان سے باہر آیا تو لوگ اس کے منتظر تھے۔ وہ فوراً اس کے گرد اکٹھے ہو گئے اور اس سے پوچھا کہ بتا مسیلمہ کو کیا پایا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے مسیلمہ کو ہر زاویے سے پرکھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے لیکن ہم اسے سچا نبی مانیں گے کیونکہ باہر کے سچے نبی سے گھر کا جھوٹا نبی بہتر ہے۔

طالب شفاعت محمدیؐ بروز محشر

محمد طاہر رزاق

فتنۂ قادیانیت کی
نقاب کشائی

مولانا اللہ وسایا

س: مرزائیوں کا کہنا ہے کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں' قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' مسلمانوں کی طرح ذبیحہ کرتے ہیں تو پھر ہمیں کافر کیوں کہا جاتا ہے؟

ج: مسلمان ہونے کے لیے پورے اسلام کو ماننا ضروری ہے کافر ہونے کے لیے پورے اسلام کا انکار ضروری نہیں' دین کے ایک مسئلہ کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے اگر کسی نے دین کے ایک ضروری مسئلہ کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا' چاہے کروڑ دفعہ کلمہ کیوں نہ پڑھتا ہو یا نمازی حاجی اور زکوٰۃ دینے والا کیوں نہ ہو۔ اس میں مثال ایسی ہے جیسے ایک دیگ میں چار من دودھ جمع ہو سکتا ہے۔ اب اس کے پاک ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پورے کا پورا پاک ہو۔ ناپاک ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ چار من دودھ میں چار من شراب ڈالیں گے' تب پلید ہو گا بلکہ ایک تولہ شراب کا بھی چار من دودھ کو پلید کر سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص دین کے ایک مسئلہ کا انکار کر دے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ مرزائیوں نے ایک مسئلہ کا نہیں کئی کا انکار کیا ہے اس لیے وہ کافر ہیں چاہے وہ کروڑ دفعہ کلمہ کیوں نہ پڑھتے ہوں۔

مسیلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کے لوگ نماز پڑھتے تھے' اذان دیتے تھے' کلمہ پڑھتے تھے' مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کرتے تھے' مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے تھے' غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا اور مسیلمہ کذاب کا دین کے دیگر مسائل میں اختلاف نہ تھا۔ صرف ایک مسئلہ میں اختلاف تھا وہ یہ کہ صحابہ کرام کہتے تھے کہ حضور علیہ السلام ہی نبی ہیں۔ اور آخری نبی ہیں جب کہ مسیلمہ کہتا تھا کہ حضور بھی نبی ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے کہا حضور بھی نبی اور حضور کے بعد میں بھی' تو صحابہ کرام نے ارشاد فرمایا کہ مسیلمہ تو نے حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کر کے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ اب تیری کوئی نیکی' نیکی نہیں رہی۔ دعویٰ نبوت کے بعد تو کافر ہے نہ تیرے کلمے کا اعتبار ہے نہ نماز وغیرہ کا اس لیے صحابہ کرام نے اس کے ساتھ جنگ کی۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے دعوی نبوت اور مرزائیوں کا اسے نبی مان لینا یہ وہ جرم ہے جس کے ہوتے ہوئے مرزائیوں کی کوئی نیکی' نیکی نہیں رہی۔

مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ہم مسلمانوں والا کلمہ پڑھتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزائیوں کا کلمہ اور ہے اس لیے مرزا کے لڑکے مرزا بشیر نے اپنی کتاب "کلمتہ الفصل" کے صفحہ ۱۵۸ پر تحریر کیا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت کے بعد محمدؐ کے مفہوم میں ایک اور زیادتی ہو گئی۔

تو جب مسلمان کلمہ کا دوسرا جز محمدؐ پڑھتے ہیں تو مسلمانوں کے نزدیک محمدؐ سے مراد صرف محمدؐ کی ذات اقدس ہوتی ہے۔ اس میں کسی اور کی شراکت کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن حوالہ بالا سے ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے نزدیک کلمہ طیبہ کے دوسرے جز' محمدؐ سے مراد مرزا قادیانی ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا کلمہ اور ہے اور قادیانیوں کا کلمہ اور ہے۔ نیز اسی کتاب کے اسی صفحات پر یہ عبارت بھی ہے "پس مسیح موعود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے' اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔

پس یہ عبارت پکار پکار کر بانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی ہے۔ (اس کلمہ طیبہ میں مسلمان "محمد رسول اللہ" سے مراد رحمت عالم حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کو ہی لیتے ہیں' جب کہ مرزائیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزائیوں کا کلمہ اور ہے اور مسلمانوں کا کلمہ اور ہے اس بات کو ایک مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ امام بخاریؒ کا نام بھی محمد تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے ایک شاگرد کا نام بھی محمد تھا۔ شیخ محمد یوسف بنوریؒ کے صاحبزادے کا نام بھی محمد ہے۔ اب یہ تینوں فرض کیجئے کہ ایک مجلس میں ہوں۔ امام بخاریؒ کے والد صاحب آ کر کہیں تو اس سے مراد ان کا اپنا بیٹا امام بخاریؒ مراد ہو گا۔ اور اگر اسی مجلس میں امام ابو حنیفہؒ آ کر کہیں محمد تو اس سے ان کا اپنا شاگرد امام محمد باقر مراد ہو گا۔ اور اگر اسی مجلس میں حضرت بنوریؒ آ کر کہیں محمد تو اس سے مراد ان کا اپنا بیٹا محمد بنوری مراد ہو گا۔ تینوں نے لفظ ایک ہی بولا' لیکن ہر ایک لفظ سے مراد علیحدہ علیحدہ اشخاص تھے۔ اسی طرح جب مرزائی محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس سے مراد مرزا قادیانی بھی ہوتا ہے پس ثابت ہوتا ہے کہ ان کا کلمہ اور مسلمانوں کا کلمہ

اور ہے

مرزائیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں ہمیں کافر کیوں کہا جاتا ہے۔ بعینہ یہی سوال ان سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب مسلمان کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو مرزائی ان کو کافر کیوں کہتے ہیں' جیسا کہ مرزا قادیانی کے ایک مکتوب تذکرہ کے صفحہ ۶۹۷ مطبوعہ ربوہ اشاعت سوم پر درج ہے مرزا نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اسی طرح مرزا قادیانی کے لڑکے اور قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ مرزا محمود نے اپنی کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اور ایسے ہی مرزا قادیانی کے لڑکے مرزا بشیر احمد نے کلمہ الفصل کے صفحہ ۱۱۰ پر لکھا ہے کہ ہر ایک شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مرزائیوں کی ان عبارتوں سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک مسلمان ہزار دفعہ کلمہ کیوں نہ پڑھتے ہوں لیکن مرزا کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہو سکتے ہیں اور یہ امر مرزائیوں کو بھی مسلم ہے' پس مرزائیوں کا ہزار بار کلمہ پڑھنا مرزائے قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا۔

س: ایک موقع پہ حضرت اسامہ نے ایک کافر کو قتل کرنا چاہا اس نے فوراً کلمہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ نے اس کو قتل کر دیا اور حضرت اسامہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا جس کے جواب میں نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا' اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا۔ حضرت اسامہ نے فرمایا کہ اس نے ڈر کے مارے کلمہ پڑھا نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا' ھل اشققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ ڈر کے مارے کلمہ پڑھ رہا ہے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کل قیامت میں اس کے بارے میں کوئی بات ہوئی تو میں اسامہ کے فعل سے بری ہوں۔ مرزائی اس سے استدلال کرتے ہیں کہ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو ہمارے کلمہ کا

اعتبار ہونا چاہئے کیا انہوں نے ہمارے دل چیر کر دیکھ لیے ہیں کہ ہم اوپر سے کلمہ پڑھتے ہیں ہمارے دل میں کچھ اور ہوتا ہے اور تو جس طرح حضور علیہ اسلام نے اسامہ کے اس فعل سے برات کا اظہار کیا' مسلمانوں کے طرز عمل سے بھی اسلام بری ہے۔

ج: ایک شخص جب کلمہ پڑھتا ہے تو اسے موقع ملنا چاہئے کہ وہ اپنے افعال اور طرز عمل سے یہ ثابت کرے کہ اس نے یہ کلمہ دل سے پڑھا ہے یا زبان سے اس لیے کہ دل کی ترجمانی زبان ہے اس آدمی کا طرز عمل یہ بتائے گا کہ اس کا دل اور زبان ایک ہے یا نہیں بخلاف اس واقعہ کے کہ حضرت اسامہؓ نے اس آدمی کو موقع نہیں دیا تھا کہ وہ ثابت کرتا اپنے عمل سے کہ آیا اس نے کلمہ دل سے پڑھا ہے یا زبان سے۔ اس لیے حضرت محمدؐ نے اس پر نکیر فرمائی لیکن مرزائی اس حدیث سے اس لیے استدلال نہیں کر سکتے' اس لیے کہ مدت مزید اور عرصہ بعید مسلمانوں نے ان کو موقع فراہم کیا۔ کہ وہ اپنے طرز عمل سے بتلائیں کہ ان کے دل میں کیا ہے آیا ان کی زبان اور دل ایک ہے۔ مرزائیوں کے لٹریچر ان کے روز مرہ کے معمولات نے یہ بتا دیا کہ زبانی طور پر کلمہ پڑھنے کے باوجود ان کے دل میں یہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار اور اجراء نبوت کے قائل ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کرتے ہیں اور ایک مدعی نبوت مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے بعد وتی نبوت کے جاری ہونے کے قائل ہیں تو ان کے اس طرز عمل نے بتا دیا کہ یہ کلمہ پڑھنے کے باوجود کافرانہ عقائد رکھتے ہیں' جس کے باعث ان کے کلمہ کا اعتبار نہیں اس لئے حدیث اسامہؓ سے ان کا استدلال باطل ہے۔

س: ایک دفعہ حضرت بلالؓ اذان دے رہے تھے' حضرت ابو محذورہؓ جو چھوٹے بچے تھے اور ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے' انہوں نے بھی نقل اتارتے ہوئے حضرت بلالؓ کے ساتھ اذان دینا شروع کر دی۔ جب حضرت بلالؓ کی اذان پوری ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت ابو محذورہؓ کو بلا کر اذان کے کلمات کہلوائے۔ آپ کے پیار و محبت اور توجہ عالی کہ جونہی اذان کے کلمات ختم ہوئے حضرت محذورہؓ مسلمان ہو گئے۔ اس سے مرزائی استدلال کرتے ہیں اور ابو محذورہؓ نے ابتداً کفر کی حالت میں اذان کہی چلو ہم آئین کے اعتبار سے کافر سہی' تو کافر ہونے کی حالت میں ہمیں اذان دینی

چاہئے۔

ج: قرآن و سنت سے پوری کائنات کے قادیانی ایک واقعہ بھی ایسا ثابت نہیں کر سکتے کہ نماز کے لیے مسلمانوں نے کبھی کافر کو اذان کہنے کی اجازت دی ہو یا کسی کافر نے نماز کے لیے اذان دی ہو۔ جس دن ابو محذورہؓ نے حضرت بلالؓ کی اذان کی نقل اتاری تھی اس دن بھی نماز کے لیے اذان حضرت بلالؓ نے ہی دی تھی۔ اس حدیث شریف سے اگر مرزائی استدلال کرنا چاہتے ہیں تو بھی تعلیم و تبلیغ کے نقطہ نظر سے ایک دفعہ اذان کے کلمات کہہ کر ان کو بھی مرزا پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو جانا چاہیے لیکن وہ اذان بھی تعلیم و تبلیغ کے لیے ہوگی نہ کہ نماز کے لیے۔ ہاں مسلمان ہونے کے بعد جتنی مرتبہ چاہیں اذان دینے کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں پس کافر کو قطعاً نماز کے لیے اذان دینے کی اجازت نہیں ہے۔

س: مرزائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو آیا ان کو وحی ہوگی یا نہ۔ اگر وحی ہوگی تو ثابت ہوا کہ حضورؐ کے بعد وحی ہو سکتی ہے' پس مسلمان کا **انقطاع** وحی کا عقیدہ غلط ہوا۔

ج: **انقطاع** وحی سے مراد **انقطاع** وحی نبوت ہے باقی رہا کشف و الہام صالحہ تو وہ امت میں جاری ہیں اور خود قرآن گواہ ہے کہ وحی نبوت کے علاوہ اور بھی ہدایت کا راستہ دکھانے کے یا کسی مخفی امر پر مطلع کرنے کے اور بھی راستے ہیں جیسے فرمایا واوحینا الی موسی یا واوحینا الی النحل شہد کی مکھی یا ام موسیٰ کو جو رہنمائی ہوئی قرآن نے اسے وحی سے تعبیر کیا۔ وحی ہونے کے باوجود وہ وحی نبوت نہ ہوگی۔ للذا ان کی طرف وحی کا ہونا امت کے عقیدہ **انقطاع** وحی کے منافی نہ ہوگا۔

س: تذکرہ اولیاء وغیرہ اس قسم کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض بزرگوں نے یہ کہا کہ میں نبی ہوں' میں محمد ہوں' میں خدا ہوں وغیرہ اگر مرزا نے بھی کہہ دیا تو اس پر فتوائے کفر کیوں؟

ج: بزرگوں کا کوئی قول و فعل شرعاً ہمارے لیے حجت نہیں بخلاف مرزائیوں کے کہ وہ مرزے قادیانی کو نبی مانتے ہیں نبی کی بات چونکہ شریعت میں حجت ہوتی ہے' اس لیے مرزا صاحب کے یہ اقوال مرزائیوں پر حجت ہوں گے۔ نیز یہ بزرگوں کے ان

اقوال کو ہم شرعاً صحیح نہیں سمجھتے ہم پر الزام تب ہو تا کہ ہم ان کو شرعاً حجت سمجھتے مرزا کے اقوال کو مرزائی چونکہ شرعاً حجت سمجھتے ہیں تو ان کافرانہ اقوال کو ماننے کے باعث مرزائی کافر ہوئے۔

نیز تصوف کی رو سے بعض صوفیاء پر ایسی جذب وغیرہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جس میں وہ مدہوش ہوئے۔ اس مدہوشی میں بعض وہ ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو شرعاً صحیح نہیں ہوتیں بے ہوش ہونے کے بعد ہم ان کو معذور سمجھیں گے۔ اور اگر وہ مدہوش نہ تھے اور عمداً ایسا کہا تو ایسا کہنے والے کو ہم کافر کہیں گے۔ چنانچہ ان کے خلاف شرع اقوال کے لیے دو راستے ہیں یہ کہ معذور ہو گا یا کافر ہو گا۔ اب مرزائی بتلائیں کہ مرزا قادیانی معذور تھا یا کافر' معذور تب ہو تا کہ وہ اس کو مدہوش مانیں' اور مدہوشی اور معذوری نبوت کے شایان شان نہیں۔ نیز اس میں ایک اور بھی فرق ہے کہ جب ان بزرگوں پر مدہوشی کی کیفیت ختم ہوتی تھی اگر ان کے کسی مرید نے بتادیا کہ آپ نے یہ کہا تھا کہ میں محمد ہوں' میں خدا ہوں' تو اس بزرگ نے فوراً کہا' کہ تم نے مجھے قتل کیوں نہ کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ بزرگ بھی اس قسم کے دعاوی کو جائز نہیں سمجھتے تھے' بخلاف مرزا قادیانی کے کہ اس نے نہ صرف ان خلاف شرع باتوں کو کہا بلکہ اس وحی اور نبوت کا حصہ بتایا۔ اس لیے مرزائی بھی آج تک اس کے خلاف شرع باتوں پر ایمان لاتے ہیں' لہٰذا تذکرہ اولیاء اور اس قبیلہ کے دوسرے افراد معذور سمجھے جائیں گے مرزا اور مرزائی کافر سمجھے جائیں گے۔

س: قادیانی جماعت یہ اعتراض کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کا انتخاب فرمایا' اور حضور سرور کائنات کو دشمنوں سے بچانے کے لیے غار ثور کا' چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۱۲ طبع دوم پر لکھا ہے کہ خداوند کریم نے آنحضرتؐ کے چھپانے کے لیے ایک ایسی ذلیل جگہ تلاش کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض اور نجاست کی جگہ تھی۔

(استغفر اللہ) مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا نیز مرزا محمود نے اپنی کتاب دعوت الامیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام آسمانوں پر حضور علیہ السلام زمین میں یہ حضور علیہ السلام کی توہین اور تنقیص ہے۔

ج: عیسیٰ علیہ اسلام کا آسمانوں پر جانا اور حضور سرور کائنات کا زمین میں مدفون ہونا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بلندی اور حضور علیہ السلام کے لیے زمین کا انتخاب کرنا غرض یہ کہ کسی کا اوپر ہونا اور کسی کا نیچے ہونا اس سے عظمت یا تنقیص لازم نہیں آتی کوئی اوپر ہو یا نیچے جس کی جو شان ہے وہ برقرار رہے گی۔ آسمان والوں کی زیادہ شان ہو اور زمین والوں کی کم' مرزائیوں کی یہ بات عقلاً نقلاً" غلط ہے۔

فرشتے آسمانوں پر رہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام زمین میں مدفون اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ فرشتے آسمانوں پر ہیں اور رحمت عالمؐ روضہ طیبہ میں۔ حالانکہ جبریل امین حضور علیہ السلام کے دربان تھے۔

ایک دفعہ حضور علیہ اسلام کے کندھوں پر مدینہ طیبہ کے بازار میں حضرت حسنؓ سوار تھے' آپؐ نے ان کو کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا جس پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ حسن تمہیں سواری اچھی ملی ہے۔ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ: اگر سواری اچھی ہے تو سوار بھی اچھا ہے تو کیا حضرت حسنؓ کا حضورؐ کے کندھوں پر سوار ہونا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت حسنؓ حضور علیہ السلام سے افضل تھے' نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس طرح فتح مکہ کے موقع پر کعبہ شریف سے بتوں کو ہٹانے کے لیے حضور علیہ السلام کے حکم پر حضرت علیؓ آپؐ کے کندھے پر سوار ہوئے تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ' حضرت علیؓ حضورؐ سے افضل تھے۔

امتی حضور علیہ السلام کے روضہ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں' اس وقت امتی زمین پر ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام زیر زمین تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ امتی حضورؐ سے افضل ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ غرض یہ کہ اللہ رب العزت نے حضور علیہ السلام کو جو شان بخشی ہے وہ آپ کی ہر حال میں برقرار رہے گی' چاہے حضورؐ کے کندھوں پر کوئی سوار ہو یا حضورؐ کسی کے کندھے پر سوار ہوں' جیسے حضور علیہ السلام نے ہجرت کی رات ابوبکر صدیقؓ کے کندھوں پر بیٹھ کر سواری کی۔ (بلا تشبیہ) موتی دریا کی تہہ میں ہوتے ہیں اور گھاس پھوس' تنکے اور جھاگ سمندر کی سطح پر ہوتے

ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تنکے یا جھاگ موتیوں سے افضل ہوں یا جیسے مرغی زمین پر ہوتی ہے، لیکن کوا اور گدھ فضا میں اڑتے ہیں۔ ان کے فضا میں اڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوا اور گدھ مرغی سے افضل ہوں یا جیسے رات کو آدمی سوتا ہے تو رضائی اس کے اوپر ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رضائی انسان سے افضل ہو، بادام کا سخت چھلکا اوپر ہوتا ہے اور مغز اندر تو اس سے لازم نہیں آتا تو مغز سے چھلکا افضل ہو۔

باقی رہا، مرزائیوں کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کا زمین میں مدفون ہونا، اس سے حضورؐ کی تنقیص لازم آتی ہے تو ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اہل سنت کے نزدیک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس مبارک مٹی میں آرام فرما رہے ہیں۔ اہلسنت کے نزدیک اس مٹی کی شان عرش سے بھی زیادہ ہے۔ مرزائیوں کا منہ بند کرانے کے لیے یہ واقعہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ میں (مولانا اللہ وسایا) نے اپنی نظروں سے خود دیکھا کہ مرزا محمود کی قبر پر چار دیواری سے قبل ایک کتا پیشاب کر رہا تھا تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ کتا مرزا محمود سے افضل ہے۔

س: اگر کوئی شخص مرزا قادیانی کی گستاخیوں کو دیکھ کر اس کو خنزیر کہہ دے تو کیا اس کو ایسا کہنا درست ہوگا؟

ج ۱: قرآن مجید کی نص قطعی ہے کہ نافرمان لوگوں کے لیے قرآن مجید میں اولئک کالانعام بل ھم اضل ہے، پس جانوروں میں خنزیر بھی شامل ہے تو قرآن کی نص، قطعی سے ثابت ہوا کہ مرزا اور اس جیسے اور لوگوں کو خنزیر جیسے جانوروں سے تشبیہ دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

ج ۲: خنزیر تو کیا مرزائی خنزیروں سے بھی زیادہ بدتر ہیں، اس لیے کہ اگر کہیں اسلامی حکومت قائم ہو تو اس میں خنزیر پالنا جرم ہوگا۔ لیکن دور دراز کے جنگلوں میں خنزیر کو تلاش کر کے قتل کرنا اسلامی مملکت کے ذمہ نہیں، مل جائے تو قتل کر دو، تلاش کر کے قتل کرنا ضروری نہیں جبکہ مرتد اور زندیق کو تلاش کر کے قتل کرنا اسلامی حکومت کے ذمہ ہے، للہذا مرزا قادیانی خنزیر سے بھی زیادہ بدتر ہے۔

ضروری نوٹ: حلول اور تناسخ خالصتاً ہندوؤں کے عقیدے ہیں مرزا قادیانی نے

ان سے لے کر اپنے عقائد میں شامل کر لیا۔ تفصیل پروفیسر الیاس برنی کی کتاب (قادیانی مذہب) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ رہا ظل اور بروز ممکن ہے کہ کسی صوفی نے یہ اصطلاح استعمال کی ہو مگر آئمہ اربعہ میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ نیز یہ کہ قادیانی جس وقت ظلی یا بروزی نبوت کا تصور پیش کرتے ہیں تو وہ بھی محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے' ورنہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا نے ظلی نبوت پا کر بھی نعوذ باللہ حضور علیہ السلام کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہونے کی کوشش حاصل کر لی تھی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے لڑکے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب "کلمتہ الفصل" کے ص ۱۳ پر لکھا ہے کہ:

"پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا"۔

س: مرزا قادیانی کے فرشتے کا نام کیا تھا؟

ج: مرزا قادیانی کے فرشتے کا نام ٹیچی تھا۔ مرزا قادیانی نے خود اپنی کتاب "حقیقتہ الوحی" کے ص ۳۳۲ پر لکھا ہے کہ:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا' میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا' میں نے اس کا نام پوچھا' اس نے کہا' نام کچھ نہیں میں نے کہا' آخر کچھ تو نام ہو گا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی' ٹی پی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں' یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا"۔

اس سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ مرزا قادیانی مرزائیوں کے نزدیک نبی تھا تو نبی کا خواب بھی شریعت میں حجت ہوتا ہے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اور بیدار ہونے کے بعد اس پر عمل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے' امتی کا خواب غلط ہو سکتا ہے' نبی کا خواب غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ نبی اور امتی کی نیند میں فرق ہے' امتی کی نیند ناقص وضو ہوتی ہے' نبی کی نیند ناقص وضو نہیں ہوتی۔ امتی جب سوتا ہے تو اس کی آنکھیں بھی سوتی ہیں اور دل بھی سوتا ہے' بخلاف نبی کے کہ وہ جب سوتا ہے تو اس کی آنکھیں نیند کرتی ہیں اور دل خدا کو یاد کرتا ہے۔ ("بخاری شریف" ج ا' ص ۵۴' باب قیام النبی فی رمضان وغیرہ)

مرزائیوں کے نزدیک جب مرزا قادیانی نبی تھا تو مرزا کا یہ خواب بھی مرزائیوں

کے لیے حجت ہونا چاہیے تھا۔ مرزا قادیانی نے فرشتہ سے پوچھا' تمہارا نام کیا ہے' اس نے کہا' میرا نام کچھ نہیں۔ جب دوبارہ مرزا نے کہا' آخر کچھ تو نام ہوگا' اس پر فرشتہ نے کہا کہ میرا نام ٹیچی ہے۔ پہلی بار سوال کرنے پر کہا کہ کچھ نام نہیں ہے' دوبارہ پوچھنے پر کہا کہ میرا نام کچھ نہیں ہے۔ اگر اس کا نام کچھ نہیں تھا تو یہ کیوں کہا کہ میرا نام ٹیچی ہے' اگر نام ٹی چی تھا تو یہ کیوں کہا کہ میرا نام کچھ نہیں' دونوں باتوں میں سے ایک سچ ہے دوسری جھوٹ' دونوں باتیں سچی نہیں ہو سکتیں۔ اب مرزائی بتائیں کہ وہ نبی کتنا مقدس ہوگا کہ جس کا فرشتہ بھی جھوٹ بولتا تھا۔ کیا آج تک کبھی فرشتے نے جھوٹ بولا' (اور پھر وہ بھی نبی کے سامنے)۔

س: بعض مرزائی کہہ دیتے ہیں کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے بلکہ وہ مجدد تھا؟

ج: مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "دافع البلاء" کے ص۱۱ پر لکھا ہے کہ:

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھجا"۔

اسی طرح مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "حقیقتہ الوحی" کے ص۳۹۱ پر لکھا ہے کہ:

"اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں' ۱۳ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء' ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں' ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس کے مستحق نہیں۔

مرزا قادیانی کی بے شمار عبارتوں میں سے دو عبارتیں آپ کے سامنے ہیں' جن میں مرزا صاحب نے کہا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ مرزائی کہتے ہیں کہ وہ نبی نہ تھے۔ اب مرزائی بتائیں کہ یہ سچے ہیں یا مرزا قادیانی' نیز مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بعد اس کو کافر نہ کہنے والا شخص بھی کافر ہوگا' چہ جائیکہ اسے کوئی مجدد مانتا ہو۔

س: مرزا یا مرزائی نواز طبقہ عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزائیوں کے ساتھ شدت نہیں ہونی چاہیے۔ حضور علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے دشمنوں سے درگزر کرلیا تو اب حضور علیہ السلام کی سنت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے دشمنوں سے درگزر کرلیا جائے نہ کہ ان کے ساتھ شدت برتی جائے؟

ج: ایک ہے ذات' ایک ہے دین' اپنی ذات کے لیے شدت کی بجائے درگزر کرنی چاہیے مگر دین کے لیے شدت بعض اوقات لازم ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام اگر اپنے دشمنوں کو معاف کر دیتے تھے تو یہ آپ کی ذات کا مسئلہ تھا' چونکہ حضورؐ کی ذات ہمارے لیے دین کا حصہ نہیں بلکہ سراپا دین ہے اور دین کے معاملہ میں درگزر کرنا مداہنت ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک حضورؐ کے دشمنوں کے مقابلہ میں اشداء علی الکفار کا نمونہ بننا چاہیے۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح حضورؐ کے ساتھ محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے' اسی طرح حضورؐ کے دشمن کے ساتھ بغض رکھنا یہ بھی ایمان کی نشانی ہے۔ اب آئیے اس طرف کہ آیا کبھی صحابی رسول کے سامنے کسی بدبخت نے حضورؐ کی توہین کی ہو' (نعوذ باللہ) اور صحابی رسول نے اسے برداشت کرلیا ہو' پوری اسلامی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے برخلاف یہ تو ہے کہ کسی صحابی رسول کے سامنے حضور علیہ السلام کی کسی شخص نے توہین کی تو صحابی رسول نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر حضور علیہ السلام کی عزت کا تحفظ کیا۔ اسلامی تاریخ میں یہ واقعہ بھی بڑے سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ ایک دفعہ ایک صحابی رسول کو پھانسی پر لٹکایا جا رہا تھا تو کفار نے اس سے کہا کہ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے چھوڑ دیا جائے اور تیری جگہ تیرے نبی کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ (نعوذ باللہ) تو جواب میں صحابی رسول نے فرمایا کہ پھانسی پر لٹکایا جانا تو درکنار اگر مجھے یہ کہہ دیا جائے کہ ہم تجھے چھوڑ دیتے ہیں اور تیری جگہ تیرے نبی کو کانٹا چبھو دیتے ہیں تو میں پھانسی پر لٹکنا گوارا کرلوں گا' لیکن اپنے نبی کو کانٹا چبھانا گوارا نہیں کر سکتا۔

نیز اس کے علاوہ تبلیغی نصاب کے ص ۷۰ پر ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ اشراف کی جماعت نہیں دیکھتا' یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہارے ساتھ ہیں' مصیبت پڑنے پر سب لوگ بھاگ

جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پاس کھڑے ہوئے تھے' یہ جملہ سن کر غصہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبودلات کی پیشاب گاہ کو چاٹ کیا' ہم حضورؐ سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے۔ نیز اس کے علاوہ معارف القرآن ج۸' ص۴۰۰' سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے "بخاری شریف" ج۲' ص۵٦۸' اسی طرح "بخاری شریف" "کتاب المغازی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کی ایک مغنیہ عورت سارہ نامی مدینہ منورہ میں آئی ہوئی تھی' جب وہ مدینہ سے جانے لگی تو حضرت حاتم بن ابی بلتعہ نے اسے کفار کے نام ایک خط دیا جو حضور علیہ السلام کے مکہ مکرمہ پر خفیہ حملہ کرنے کے ارادہ پر مشتمل تھا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ' ابو مرثد اور حضرت زبیر بن عوامؓ تینوں حضرات کو حکم دیا کہ سارہ کے پاس ایک خفیہ خط ہے جو وہ مکہ لے جارہی ہے وہ تمہیں روضہ خاخ پر ملے گی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے گھوڑوں پر بیٹھ کر اس کا تعاقب کیا' ٹھیک وہ ہمیں اسی مقام پر ملی جس مقام پر حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا تھا۔ ہم نے عورت کو کہا کہ خط دو' اس نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے دل میں سوچا کہ حضورؐ کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ خط ضرور اس کے پاس ہے' یہ جھوٹ بول رہی ہے' ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا کر اس کی تلاشی لی مگر خط نہ ملا۔ ہم نے اسے کہا کہ خط دے دے ورنہ تیرے کپڑے پھاڑ کر خط لے لیں گے' اس پر گھبرا کر اس نے خط دے دیا۔ باقی تفصیل معارف القرآن میں دیکھی جا سکتی ہے۔

س: کیا عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو اس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جائے گی' ان کی تشریف آوری ختم نبوت کے منافی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "مسلم شریف" کی روایت کے مطابق تین دفعہ فرمایا کہ عیسیٰؑ نبی اللہ تشریف لائیں گے تو حضورؐ کی ختم نبوت کے بعد نبی اللہ کا تشریف لانا یہ ختم نبوت کے منافی ہے؟

ج: عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری اور مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور ان دونوں باتوں کو باہمی خلط ملط کرنا انصاف کا خون کرنا

ہے کہ خاتم النبیینؐ کا تقاضا مفہوم و معنی یہ ہے کہ رحمت عالمؐ کے بعد کوئی شخص نبی یا رسول نہیں بنایا جائے گا۔ نبوت و رسالت کسی کو نہیں ملے گی' بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ حضور علیہ السلام سے پہلے کے نبی ہیں اور رسول ہیں۔ ان کو آپ سے پہلے نبوت اور رسالت مل چکی ہے' اس لیے ان کی تشریف آوری ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کشاف' تفسیر ابی سعود' روح المعانی' مدارک شرح مواہب لرزقانی میں ہے۔

یعنی آخرالانبیاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا' جبکہ عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جن کو منصب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عطا کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نئے سرے سے منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا' نہ نیا نہ پرانا' اور نہ آپ کے بعد وحی نبوت کسی کو ہو سکتی ہے' نہ پرانے احکام سے متعلق اور نہ نئے احکام کی بابت اب مرزا قادیانی کے کیس پر غور کریں کہ اس نے چودہویں صدی میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ نبوت' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بعد ہے' لہٰذا یہ نہ صرف غلط بلکہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت کرنا آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق کہ جو شخص میرے بعد دعویٰ کرے گا دجال و کذاب ہوگا۔ یہ دجل و کذب پر مبنی ہے' یہ ہر دو علیحدہ علیحدہ امر ہیں ان کو باہمی خلط ملط نہیں کیا جا سکتا۔

س: عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف آوری کے بعد نبی ہوں گے یا نہ' اگر ہوں گے تو پھر یہ ختم نبوت کے خلاف ہے' اگر نبی نہ ہوں گے تو پھر کیا وہ نبوت سے معزول ہو جائیں گے؟

ج: عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری بحیثیت حضور علیہ السلام کے امتی اور خلیفہ کے ہوگی۔ یعنی امت محمدیہ کی طرف نبی بن کر تشریف نہ لائیں گے کیونکہ وہ صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے جس پر قرآن شریف کی آیت رسولا الی بنی اسرائیل دلالت کرتی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کافہ وعامہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی یہ ڈیوٹی ختم ہوگئی' اس سے وہ صرف امتی اور خلیفہ ہوں گے۔

"بخاری شریف" ج ا' ص ۴۹۰' "مسلم شریف" ج ا' ص ۸۸' پر ہے کہ ان

ینزل فیکم عیسی ابن مریم حکما مقسطا۔ اور ابن عساکر میں ہے:

انہ خلیفتی فی امتی من بعدی۔ کہ میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے' تشریف آوری کے وقت وہ امت محمدیہؐ کی طرف نبی اور رسول بن کر تشریف نہ لائیں گے بلکہ خلیفہ و امام ہوں گے۔ اس لیے ان کی تشریف آوری سے ختم نبوت کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی۔ باقی رہا یہ کہ وہ کیا نبوت سے معزول نہ ہوں گے بلکہ دوبارہ تشریف آوری کے بعد نبی اللہ ہونے کے باوجود ان کی ڈیوٹی بدل جائے گی جیسے پاکستان کے صدر مملکت اس وقت پاکستان کے سربراہ ہیں' اگر وہ برطانیہ تشریف لے جائیں تو صدر مملکت پاکستان ہونے کے باوجود برطانیہ تشریف آوری پر ان کو برطانیہ کے قانون کی پابندی لازم ہے۔ حالانکہ وہ صدر مملکت ہیں مگر وہاں جاکر ان کی حیثیت صدر مملکت ہونے کے باوجود مہمان کی ہوگی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں جو ان کی نبوت کا پیریڈ تھا' اس میں وہ نبی تھے' کل جب وہ حضور علیہ السلام کی امت میں تشریف لائیں گے' گو نبی ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں ان کی حیثیت امتی و خلیفہ کی ہوگی۔ اب وہ نہ نبوت سے معزول ہوئے' نہ ان کے تشریف لانے سے ختم نبوت پر حرف آیا۔

س: عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے' کس شریعت پر عمل کریں گے اپنی شریعت پر یا حضور علیہ السلام کی شریعت پر؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد امتی ہونے کی حیثیت سے ہے تو ظاہر ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی شریعت پر عمل کریں گے' اس لیے ہمارے عقائد کی کتابوں میں ہے:

یحکم بشرعنا لا بشرعہ۔

"کہ وہ ہماری یعنی امت محمدیہ کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے اور خود بھی عمل پیرا ہوں گے نہ کہ اپنی شریعت پر"۔

س: کیا وہ شریعت محمدیہؐ میں آکر کسی سے پڑھیں گے یا ان کو وحی ہوگی اگر وحی ہوگی تو وحی کا دروازہ بند نہ ہوا؟

ج: نبی دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں ہوتا' نبی کی تعلیم و تبلیغ خود اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ (مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ وہ ایک نہیں کئی استادوں کے شاگرد تھے جن میں مولوی فضل الٰہی' مولوی فضل احمد اور گل علی شیعہ بطور خاص مشہور ہیں۔ نبی دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اسلامی تعلیمات اور دیگر کتب کی رو سے تو یہ ممکن ہے کہ ایک نبی دوسرے نبی سے بحکم و مصلحت خداوندی چند خاص امور کی تفسیر وضاحت کے لیے جائے مگر ایک نبی دنیا میں کسی غیر نبی کے دروازہ پر علم کی تحصیل کے لیے جائے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

مرزا قادیانی کا دوسروں کے دروازوں پر تحصیل علم کے لیے زانوئے تلمذ طے کرنا' اس کے جھوٹے ہونے کے لیے کافی ہے اور مختاری کے امتحان میں فیل ہونا اس کی عزت میں اضافہ نہیں کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اللہ کے نبی ہیں' وہ دوبارہ نازل ہو کر کسی سے قرآن و حدیث یا شریعت محمدیہ کی تعلیم حاصل کریں یہ ناممکن اور ہمارے عقائد کے خلاف ہے۔ ان کے لیے قرآن و سنت کی تعلیم کا اللہ کی طرف سے ہونا خود قرآن میں مذکور ہے۔

واذ علمتک الکتاب والحکمہ۔ ("سورۂ آل عمران" رکوع: ۲)

باقی رہا یہ سوال کہ کیا ان پر وحی نازل ہو گی تو جناب ان پر وحی نبوت نہ ہو گی' وحی نبوت کا دروازہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہے تو پھر ان کو شریعت محمدیہ کا علم کیسے ہو گا۔ اس کا اہتمام اللہ رب العزت کے ذمہ ہے' اس اہتمام اور ان کی تعلیم کے لیے وحی نبوت نہ ہو گی بلکہ الہام کشف مبشرات القاء علم لدنی ہے' بے شمار قدرت کے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ اللہ رب العزت ان کو شریعت محمدیہ کی تعلیم کا اہتمام فرمادیں گے۔ قادیانی بے فکر رہیں' نہ وحی نبوت کی ضرورت ہے' نہ کسی کے دروازہ پر زانوئے تلمذ طے کر کے نبوت کو مذاق بنانے کی۔ قدرت کی طرف سے اس کا اہتمام ہو گا' قرآن مجید میں صراحتاً" ہے کہ وحی نبوت کے علاوہ اور بھی وحی کے اقسام ہیں۔ مثلاً:

واذا اوحینا الی ام موسی۔ ("سورۂ طٰہٰ" رکوع: ۲) یا جیسے واوحینا الی النحل۔

ظاہر کہ ام موسیٰؑ کی طرف یا نحل کی طرف وحی ہونے کے باوجود وہ وحی نبوت نہ تھی۔ پس قرآن کی ان آیات سے ثابت ہوا کہ وحی نبوت کے علاوہ بھی وحی ہے۔

س: قادیانی کہتے ہیں کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ زمین پر فرشتوں کے ذریعہ آئیں گے اور پھر مینار سے آگے ان کے لیے سیڑھی لائی جائے گی۔ کیا جو خدا ان کو مینار تک لایا ہے وہ صحن تک لانے پر قادر نہیں؟

ج: قدرت و حکمت میں فرق سمجھیں' قدرت علیحدہ چیز ہے' حکمت علیحدہ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحن پر لانے پر بھی قادر ہیں' یہ قدرت کے خلاف نہیں مگر حکمت اسی میں ہے کہ ان کو مینار تک تو فرشتوں کے ذریعہ لایا جائے۔ آگے مسلمان ان کو خود سیڑھی لے کر مینار سے اتاریں' اس میں دو حکمتیں نظر آتی ہیں۔

"مشکوۃ شریف" ص ۵۳۷' باب المعجزات کی متفق علیہ روایت کے مطابق نبی علیہ السلام نے جنگ حدیبیہ میں جب مسلمانوں کے لشکر میں پانی ختم ہو گیا' صحابہ کرامؓ نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برتنوں میں سے بچا کھچا پانی اکٹھا کر کے لائیں' ایک پیالے میں پانی لایا گیا' آپ نے پیالہ کے جمع شدہ پانی میں ہاتھ مبارک ڈال دیئے جس سے پانچوں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ آپ پیالہ میں جمع شدہ پانی میں ہاتھ ڈال کرامت کو سبق دے رہے تھے کہ جو انسان کی ہمت میں ہے وہ خود کرے۔ جہاں انسان کی ہمت جواب دے جائے وہاں سے پھر انسان کو قدرت خداوندی پر نظر رکھنی چاہیے۔ بعینہ اسی طرح مینار سے اوپر آسمانوں تک انسان کی طاقت نہیں چلتی جہاں انسان کی طاقت کام نہیں کر سکتی وہاں خدا تعالیٰ کی قدرت کام کرے گی' جہاں پر انسان کی طاقت چل سکتی ہے وہ مینار سے نیچے سیڑھی لگا کر اپنی طاقت کو استعمال کریں گے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم اپنے ہاتھوں سے اتاریں گے' خود سیڑھی لائیں گے تاکہ مسلمانوں کو یقین ہو کہ سچا مسیح وہ ہے جس کے لیے ہم سیڑھی لائیں گے۔ اپنے ہاتھوں سے اتاریں گے جو قادیان میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں' جھوٹ بولتا ہے۔

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام' دمشق میں نازل ہوں گے' اسرائیل بیت المقدس جائیں گے' وہ پھر وہاں سے قتل دجال کے بعد مکہ مکرمہ سعودی عرب تشریف

لائیں گے تو ان کی نیشنلٹی کس ملک کی ہوگی' پاسپورٹ' این او سی' زرمبادلہ کا کیا بنے گا؟

ج: اس اشکال کا حل بھی تعلیمات اسلامیہ میں موجود ہے۔ "مشکوۃ شریف" باب نزول مسیح ص۴۷۹ متفق علیہ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ان ینزل فیکم ابن مریم - وہ حاکم ہوں گے اور حاکم بھی مرزا قادیانی کی طرح انگریز کے مدح سرا اور انگریز کی خوشامد اور لجاجت کی خجالت میں غرق نہ ہوں گے' نہ ہی ملکہ وکٹوریہ کو برطانیہ میں خط لکھیں گے کہ تو زمین کا نور ہے اور میں آسمان کا نور ہوں۔ تیرے وجود کی برکت وکشش نے مجھے اوپر سے نیچے کھینچ لیا ہے۔ ستارہ قیصریہ' تحفہ قیصریہ اور گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ملحقہ تریاق القلوب جس میں جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو فرض اور خود کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا قرار دیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہیں ہوں گے' وہ حاکم عادل ہوں گے' ان کے نزول کے وقت یھلک کلھا الاملہ واحدہ الاوھی الاسلام۔

تمام ملتیں اور ادیان باطلہ مٹ جائیں گے' دین اسلام کی برتری اور شاہی ہوگی۔ پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا ہوگا' پوری دنیا اسلام کی وحدت واکائی اور ون یونٹ میں پروئی ہوگی اور اس کے حکمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت خلیفہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ تو جب قیامت سے قبل نزول مسیح کے وقت تمام دنیا اسلام کے زیرنگیں ہوگی اور اس کے حکمران عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے تو ان سے اس وقت پاسپورٹ اور ویزا کی بحث کرنی عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

س: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیروں کو قتل کریں گے' کیا خنزیر کو قتل کرنا ان کی شان کے خلاف نہیں؟

ج: مسئلہ کو اس کی حقیقت کی روشنی میں صحیح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے' اس سے صورت حال واضح ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ خود خنزیروں کو قتل نہیں کریں گے بلکہ ان کی تشریف آوری کے بعد جب دنیا میں خنزیر کھانے والی اور اس کا ریوڑ پالنے والی قوم نہ رہے گی بلکہ وہ مسلمان ہو جائیں گے تو ان کے مسلمان ہو جانے پر جو لوگ خنزیر پالنے والے تھے' وہی اس کے مٹانے والے ہوں گے کیونکہ قتل

خنزیر کا سبب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ آپ کے حکم سے خنزیر قتل کیے جائیں گے اور آپ کے زمانہ بعد نزول میں یہ سب کچھ ہو گا۔ اس لیے قتل کی نسبت آپ کی طرف کر دی گئی۔ مثلاً جنرل محمد ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی حالانکہ پھانسی کا فیصلہ کرنے والا مشتاق احمد چیف جسٹس تھا اور پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال کر بھٹو کو لٹکانے والا تارا مسیح مشہور جلاد تھا۔ مگر بایں ہمہ نسبت پھانسی کی جنرل ضیاء الحق کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور کی جائے گی کہ یہ سب کچھ ان کے عہد اقتدار میں ہوا۔ حالانکہ اس نے خود پھانسی نہیں دی۔ اسی طرح جنرل ایوب خان نے ۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں فتح حاصل کی حالانکہ لڑنے والے فوجی تھے۔ ایوب کے حکم سے اس کے زمانہ میں فتح ہوئی۔ اس لیے فتح کی نسبت ایوب خان کی طرف جائے گی۔ یا بھٹو نے مرزائیت کو اقلیت قرار دیا حالانکہ اقلیت کا ریزولیشن پاس کرنے والی اسمبلی تھی مگر اس کے زمانہ میں ہوا' اس لیے اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ اسی طرح خنزیر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قتل ہوں گے مگر یہ برائی آپؑ کے زمانہ بعد از نزول میں اختتام پذیر ہو گی' اس لیے اس کا کریڈٹ احادیث میں آپ کو دیا گیا تو ایک برائی کو ختم کرنا اچھا فعل ہے نہ کہ قابل ملامت و باعث اعتراض۔ پھر کیا آپ نے کبھی یہ بھی سوچا کہ قتل تو خنزیر ہوں گے مگر پریشان قادیانی جماعت ہے' آخر کیوں اور اگر قتل خنزیر سے بقول قادیانیوں کے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے تو پھر قادیانی جماعت کے مفتی صادق کی کتاب ذکر حبیب میں موجود ہے کہ مرزا قادیانی کے ایک مرید نے شکایت کی کہ لوگ مجھے کتا مار پیر کہتے ہیں' اس پر مرزا قادیانی نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے' خدا نے مجھے سؤر مار کہا ہے۔ ("ذکر حبیب" ص ۱۶۲)

اس طرح تحفہ گولڑویہ ص ۲۱۴ پر اپنے آپ کو سؤر مارنے والا کہا ہے' ان دونوں حوالہ جات میں مرزا قادیانی نے وہی بات کہی جو عیسیٰ علیہ السلام کے لیے باعث ملامت بتاتے ہیں۔ اگر ان کے لیے باعث ملامت ہے تو اس کے لیے کیوں نہیں۔ اب ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ" ج ۵ ص ۵۸ پر لکھا ہے۔

ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی تعلیم میں خنزیر خوردن اور تین خدا بنانے کا حکم اب

تک انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح تورات میں بھی ہے کہ سور مت کھانا اور حقیقتہ الوحی کے ص۲۹ پر لکھتا ہے کہ:

"عیسیٰ علیہ السلام اگر آئیں گے تو سور کا گوشت کھائیں گے' معاذاللہ ثم معاذاللہ"۔

نیز براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ص ۲۱۴ کے حاشیہ پر مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

"عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر چلے جانے کے بعد پولوس نے ان کی تعلیمات میں تحریف کر کے خنزیر جیسے ابدی حرام جانور کو حلال کر دیا"۔

فرمایئے' خود ہی مرزا نے لکھا کہ شریعت عیسیٰ میں خنزیر خوری منع اور ابدی حرام ہے اور پھر خود لکھا کہ وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے تو سور کا گوشت کھائیں گے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔

ایک چیز جو باقرار مرزا' عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جائز نہیں' اس کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرنا توہین نبوت ہے یا نہ۔ "حقیقتہ الوحی" ص۲۹' کی عبارت یہ ہے۔

یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لیے جانے کے لیے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے لیے بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو گا۔ اور شراب پئے گا اور سور کا گوشت کھائے گا۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ اور اسلام کے حلال اور حرام کی کچھ پرواہ نہیں رکھے گا۔ کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ اسلام کے لیے یہ مصیبت کا دن بھرباقی رہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ایسا بھی آئے گا۔

س: مرزائی کہتے ہیں کہ جب مرزا نے صاف لکھ دیا ہے کہ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ اب وہ جس بات کو خود غیر معقول کہہ رہے ہیں' آپ اس کو کیوں ملزم ٹھہراتے ہیں یہ تو انصاف کا خون ہے؟

ج: مرزا قادیانی کی یہ عبارت اردو ہے' اردو جاننے والے دنیا میں کروڑوں

انسان رہتے ہیں، کسی سے اس کا مفہوم پوچھ لیں۔ مرزا لکھتا ہے کہ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے یعنی یہ کہ وہ نہیں آئے گا۔ اس کا آنا عقل کے خلاف اور غیر معقول بات ہے کیونکہ اگر وہ آئے تو (۱) مسجد کی بجائے کلیسہ کو جائے گا۔ (۲) مسلمان قرآن پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول کر بیٹھے گا۔ (۳) مسلمان بیت اللہ کی طرف اور وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرے گا۔ (۴) شراب پئے گا۔ (۵) سور کا گوشت کھائے گا۔ (۶) اسلام کے حلال و حرام کی پابندی نہیں کرے گا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔ اس کا آنا غیر معقول ہے کیونکہ اگر وہ آئے گا تو اس کو یہ کام کرنے ہوں گے۔ ان کے باعث وہ کہتا ہے کہ ان کا آنا غیر معقول ہے۔ اب فرمایئے کہ ایک ایسی چیز مثلاً خنزیر جو عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں بھی بقول مرزا منع ہے تو کیا عیسیٰؑ آکر ایک حرام چیز کو کھانا شروع کر دیں گے۔ یہ وہ قادیانی تعلیمات ہیں جس کی بنیاد پر ہم اس کو کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ باقی رہا مرزا قادیانی کا یہ اعتراض کہ مسلمان جب بیت اللہ کی طرف رخ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف منہ کرے گا۔ اس کا بھی احادیث میں جواب موجود ہے، ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دجل و فریب کذب و تلبیس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جواب مذکور ہے۔ اب یہ کہ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرے گا، اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں یہ جواب موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد پہلی نماز حضرت مہدیؓ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے بلکہ باقی نمازیں بھی عیسیٰ علیہ السلام خود پڑھائیں گے۔ حضرت مہدیؓ حضورؐ کے امتی ہیں، امتی ہونے کے ناطے سے ان کا رخ بیت اللہ کی طرف ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے مقتدی ہیں تو کیا عقلاً و شرعاً یہ ممکن ہے کہ امام رخ بیت اللہ کی طرف اور مقتدی کا بیت المقدس۔

س: علامات مسیح و مرزا قادیانی سے متعلق بحث؟

ج: احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے متعلق ایک سو اسی علامات ہیں جو موجودہ تواتری نزول المسیح کے ساتھ بطور ضمیمہ کے شائع ہوئی ہیں۔ جس کا اردو ایڈیشن علامات قیامت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے

عام ملتا ہے' بازار سے۔ یہ ترجمہ مولانا رفیع عثمانی نے کیا ہے' ان علامات میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

۱- حضور علیہ السلام نے فرمایا' آنے والے کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہو گا' مرزا کا نام غلام احمد قادیانی تھا۔ آنے والا بغیر باپ کے پیدا ہوا' مرزا قادیانی کا چھ فٹ قد کا باپ' غلام مرتضیٰ نامی ایک شخص باپ بیان کیا جاتا ہے۔

۲- آنے والے کا لقب مسیح اللہ روح اللہ کلمتہ اللہ ہے۔ اس کا لقب کوئی نہ تھا یا زیادہ سے زیادہ وہی سٔور مار جس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

۳- آنے والے کی والدہ کا نام مریم ہے' اس کی والدہ کا نام چراغ بی بی تھا' اس کا لقب گھسیٹی مشہور عام ہے۔

۴- آنے والے کی والدہ کی عصمت و عفت کی قرآن مجید نے گواہی دی۔ مرزا قادیانی کی ماں کی کہانی اس وقت کے لوگوں کو معلوم ہو گی' ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر جس کا بیٹا اتنا مقدر والا تھا کہ اس کے صاحبزادے مرزا محمود کو مرزا کے ایک مرید جو اس کو خط میں مسیح موعود لکھتے ہیں اور پھر وہ خط مرزا محمود نے اپنے خطبہ جمعہ میں لوگوں کو سنایا اور پھر مرزائی اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء کو ص ۷' کالم ا پر شائع ہوا جس میں ہے کہ:

حضرت مسیح ولی اللہ ہے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کیا کرتے ہیں اگر انہوں نے کبھی زنا کر لیا تو اس میں کیا حرج ہے۔

یہ چراغ بی بی کے صاحبزادے کے کمالات ہیں تو غرض یہ کہ مرزا قادیانی میں ایک نشانی بھی عیسی علیہ السلام والی نہ پائی جاتی تھی۔

۵- اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے' یہ ماں کے پیٹ سے نکلا۔

۶- وہ فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھ کر آئیں گے' اسے دائی نے وصول کیا۔

۷- عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو ان کے سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہو گا' گویا غسل کر کے آئے ہیں جبکہ مرزا نفاس کے خون میں پت پت تھا۔

۸- مسیح علیہ السلام نے تشریف آوری کے وقت دو چادریں پہن رکھی ہوں گی

جبکہ مرزا پیدائش کے وقت الف ننگا تھا۔

۹- مسیح علیہ السلام تشریف آوری کے وقت خوش و خرم ہوں گے جبکہ مرزا قادیانی میں یہ صفت نہ پائی جاتی تھی اور یہ کہ مرزا تو حضرت مسیح کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

س: مرزائی کہتے ہیں کہ اخبار الفضل کی عبارت مرزا قادیانی پر الزام ہے زنا کا؟

ج: الزام ہم نے مرزا پر لگایا نہیں' پڑھ کر سنایا ہے۔ اس پر زنا کا الزام تو اس کے مرید نے جو اس کو مسیح موعود اور ولی اللہ لکھتا ہے' اس نے لگایا اور اس کے مقدس بیٹے نے پڑھ کر خط سنایا۔ ہم جس وقت یہ حوالہ دیتے ہیں تو مرزائی اس سے بہت چیں بہ جبیں ہوتے ہیں' لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا قصور صرف اتنا ہے کہ ہم صرف حوالہ دیتے ہیں اگر یہ حوالہ پڑھنا قصور ہے تو سب سے بڑا قصوروار مرزا محمود تھا اور جس نے خط پڑھ کر سنایا۔ خط لکھنے والا مرزائیوں کا اپنا آدمی تھا جس نے خط میں مرزے کو ولی اللہ اور مسیح موعود لکھا ہے۔ اس کا مرزے کو مسیح موعود اور ولی اللہ لکھنا دلیل اس بات کی ہے کہ وہ آدمی ہمارا نہیں مرزائیوں کا تھا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ مرزا قادیانی کے زنا کے اس حوالہ سے مرزائی بہت چیں بہ جبیں ہوتے ہیں' لیکن اگر یہی الزام مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے تو اس سے مرزائیوں کی رگ حمیت نہیں پھڑکتی۔

س: مرزائی یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں کی؟

ج: مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "دافع البلاد" کے آخری ٹائٹل پیج پر لکھا ہے۔

لیکن مسیح علیہ السلام کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا' یا غیر ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس کا یہ نام رکھنے سے مانع تھے۔

مرزا قادیانی کی اس عبارت سے چار باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ مسیح شراب پیتا تھا۔

۲۔ فاحشہ عورت اپنی بدکاری کے مال سے خریدا ہوا عطران کے سر پر لگاتی تھی۔

۳۔ فاحشہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے مسیح کے جسم کو چھوتی تھیں۔

۴۔ غیر محرم جوان عورتیں مسیح علیہ السلام کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

ان گناہوں میں ملوث ہونے کے باعث مسیح علیہ السلام کا نام قرآن میں حصور نہیں رکھا گیا۔

اس عبارت میں دو چیزیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کی کتابوں سے مسیح علیہ السلام پر الزام نہیں لگایا بلکہ مسیح علیہ السلام کے دامن کے داغ کو دور کرنے کے لیے قرآن سے استدلال کیا ہے۔

۲۔ پھر استدلال بھی کیسا بودا اور بے ہودا ہے، اگر قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کے ان گناہوں کے باعث ان کو حصور نہیں کہا تو قرآن مجید میں باقی انبیاء علیہم السلام حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ خود حضرت محمد علیہم السلام کو بھی حصور نہیں کہا گیا۔ کیا ان کو بھی حصور نہ کہنے کی یہی وجہ تھی، نعوذباللہ کہ ان سے بھی یہی گناہ ہوا ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا۔ آپ کی والدہ کے متعلق مرزا نے لکھا ہے کہ مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تیئں نکاح سے روکے رکھا اور پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا۔ (''کشتی نوح'' ص۱۶)

اور ''ازالہ اوہام'' کے ص ۱۲۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

حضرت مسیح علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ ۲۲ برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے۔

''کشتی نوح'' کے ص۱۶ پر لکھا ہے، آپ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ

سب یسوع کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھیں۔

مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے خاندان کے متعلق لکھا کہ:

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے' آپ کی تین نانیاں اور دادیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ ("ضمیمہ انجام آتھم" ص ۷' حاشیہ)

یہاں اس حوالہ میں دادیاں کا لفظ توجہ طلب ہے' دادی اس کی ہوتی ہے جس کا دادا ہو اور دادا اس کا ہوتا ہے جس کا باپ ہو۔ مرزا قادیانی حضرت مسیح کی دادیاں کے لفظ لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آپ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے۔ مرزے قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات کے متعلق لکھا ہے:

مسیح کا چال چلن کیا تھا' ایک کھاؤ پیو' شرابی' نہ زاہد' نہ عابد' نہ حق کا پرستار' متکبر' خود بین اور خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ ("مکتوبات احمدیہ" ج ۳' ص ۲۱)

مسیح علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ ("ضمیمہ انجام آتھم" ص ۴' حاشیہ)

مرزا قادیانی نے اسی ضمیمہ انجام آتھم کے ص ۷ پر لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں سوائے فریب اور مکر کے کچھ نہ تھا۔ اعجاز احمدی کے ص ۱۴ پر لکھا ہے:

ہائے کس کے آگے ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹ نکلیں۔

مرزا قادیانی پر لعنت بے شمار' لعنت' لعنت' لعنت' مرزا قادیانی پر لعنت' لعنت' لعنت' لعنت' مرزا قادیانی پر لعنت' لعنت' لعنت' لعنت' مرزا قادیانی پر لعنت' لعنت' لعنت' لعنت' مرزا قادیانی پر لعنت۔ بے شمار لعنت...... الودے پچھے تے لعنت' لعنت' لعنت' بے شمار لعنت' لعنت' لعنت...... جتنے زمین کے ذرے' جتنے آسمان کے تارے ہیں ان سے بڑھ کر مرزے پر لعنت' لعنت' لعنت' لعنت' لعنت۔

مرزے نے اپنی کتاب نور الحق میں ایک ہزار بار لعنت لعنت لکھ کر کئی صفحات کالے کیے ہیں۔

س: مرزا قادیانی خود مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے تو وہ مسیح علیہ السلام کی کس طرح توہین کے مرتکب ہو سکتے ہیں؟

ج: پہلے تو مرزائی یہ بتلائیں کہ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام کے ص ۱۹ پر لکھا ہے کہ اس عاجز نے جس نے مثیل مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود' خیال کر بیٹھے میں نے یہ ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔

مرزا قادیانی کے اس فرمان کو قادیانی بار بار پڑھیں وہ کہتا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔ جو مجھے مسیح کہے وہ کم فہم مفتری اور کذاب ہے اسی کتاب کے ٹائٹل پر دیکھیں کہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود کہا گیا ہے اب مرزائی ارشاد فرمائیں کہ اندر کی بات صحیح ہے یا ٹائٹل کی' یا یہ کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور اس کا ذمہ مرزائیوں کے ذمہ ہے۔

مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں مگر کشتی نوح میں لکھا ہے کہ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں اب قادیانی بتائیں کہ پہلی والی بات صحیح ہے یا کشتی نوح والی اور پھر لطف یہ کہ مسیح ابن مریم بننے کے لیے مرزا نے جو کہانی تراشی ہے وہ عجیب ہی عبرت آموز اور حیا سوز ہے۔

مرزا قادیانی نے کشتی نوح کی ص ۵۰ اور ۵۱ پر لکھا ہے کہ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔

اور اس سے اگلے صفحے پر دروازہ اور کھجور کا بھی ذکر ہے اب مرزائی فیصلہ کریں کہ اس نے ازالہ میں کہا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور اس حوالہ میں کہا کہ میں مسیح ہوں کیا اس سے مرزا قادیانی کے اس طرز عمل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کے دل میں چور تھا۔ جیسے چور قدم قدم گھر والوں کو سویا ہوا پاکر چوری کے لیے قدم اٹھاتا ہے یہی کیفیت مرزے کی دماغی بناوٹ کی تھی اب ظاہر ہے کہ ان دو میں سے ایک صحیح اور

ایک غلط۔ مرزائی فیصلہ کریں کہ مرزے نے کون سی بات صحیح کہی ہے اور کون سی غلط اور یہ بھی یاد رہے کہ جھوٹا نبی نہیں ہو سکتا۔ یہاں ایک سوال یہ بھی رہ جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو حمل کیسے ٹھہرا ہے۔ اسلامی قربانی ص ۱۴ پر مرزا صاحب کے مرید باصفا نے حضرت صاحب کا ایک کشف لکھ کر اس معمہ کو حل کر دیا حضرت صاحب نے ایک دفعہ اپنے کشف کی یہ حالت بیان کی کہ گویا آپ عورت ہیں اور خدا تعالیٰ نے آپ سے قوت رجولیت کا اظہار کیا سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔

اللہ رب العزت کے متعلق یہ دریدہ دہنی یا وہ گوئی پھر خود حاملہ خود ہی خود سے پیدا ہو گئے' بقلم خود ہو گئے۔ یہ میں ولد کے معمہ کو حل کرنا نامرزائیوں کی ذمہ داری ہے۔

باقی رہا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ وہ کس طرح مسیح کی توہین کے مرتکب ہوئے یہ تو ممکن ہی نہیں بات امکان کی نہیں یہاں تو مسئلہ وقوع کا ہے کہ وہ توہین کے مرتکب ہوئے اس کا باعث مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ مرزا قادیانی کے مسیح بننے کے لیے ضروری تھا کہ وہ مسیح علیہ السلام کی صفات کا حامل ہوتا مرزا اس درجہ پر پہنچ نہیں سکتا تھا تو ان کا درجہ کم کر کے اپنے درجہ اور سطح پر ان کو لے آیا کہ جیسے میں ہوں ویسے ہی مسیح تھے۔ (نعوذ باللہ)

۲۔ آئینہ میں انسان کی اپنی شکل نظر آتی ہے مرزا قادیانی اپنے کرکٹر اور کردار کے آئینہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھتا تھا اس لیے ان کی توہین کا مرتکب ہوتا تھا۔

۳۔ مسیح بننے کے باعث رقابت کے مرض کا شکار ہو کر وہی تباہی بکنی شروع کر دی کہ چلو میں ان کے جیسا ہی نہیں تو میرے جیسے تھے مرزا قادیانی کو مرض لاحق تھا کہ جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کی کسی بھی پہلو سے توہین نہ کر لیتا اسے چین نہ آتا۔

۴۔ ازالہ اوہام کے ص ۲۵۸ کے حاشیہ پر مرزا نے لکھا ہے۔

یہ عاجز اس عمل کو اگر مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوب نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم رہتا اور پھر آگے لکھا کہ ابن مریم استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم رہنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا رہا کہ کم درجہ کا کہ قریب قریب ناکام رہے۔

(استغفراللہ)

اور اسی کتاب کے ص ۲۹۹ پر ہے کہ

مسیح کو دعوت حق میں قریباً ناکامی رہی۔

یہ ہے مرزا قادیانی کی خود نمائی اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں اس کی تنقیص کا انداز۔ کیا شاطرانہ چال کہ چلو ان کو کمتر ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ پھر ایک اور امر کی طرف توجہ کرنا انتہائی ضروری ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ظاہر ہے کہ اس میں نبوت در کنار شرافت تک قریب نہ پھٹکنے پائی تھی تو مرزا صاحب نے نبوت کا ایسا تصور دیا کہ الامان یہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب کے ص ۱۳۳ پر لکھا ہے کہ

ایک شخص جو قوم کا چوہڑا یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی ۳۰، ۴۰ سال سے خدمت کرتا کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گنہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ ایسے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ رسول اور نبی بھی بن جائے۔

اس عبات سے مرزا قادیانی کی تیکنیک (ڈھنگ) کو سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ جس منصب کا دعویٰ کرتا ہے اگر اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا تو اس منصب کو کم کر کے اپنے اوپر فٹ کرنے لگتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے منصب پر فائز ہونے کے لیے اسے مسیحی شان اور بزرگی کی ضرورت تھی اس کو پورا نہ کر سکا تو مسیح علیہ السلام کی تنقیص کر کے اسے اپنے برابر لا کھڑا کیا اور یا ان کو اتنا گرایا کہ خود ان سے افضل ہونے کا مدعی ہو گیا یہ اس کے حسد اور رقابت کی دلیل ہے۔

چنانچہ درثمین کے ص ۲۲ پر لکھتا ہے

"ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو..... اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (نعوذ باللہ)

س: مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم کو صدیقہ لکھا ہے تو جس کو وہ صدیقہ لکھے اس کی توہین کا کس طرح مرتکب ہو سکتا ہے؟

ج: سیرہ المہدی ص ۲۲۰ ج ۳ پر ہے۔

مولوی ابراہیم بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی اللہ تعالیٰ نے صدیقہ کے لفظ سے تعریف فرمائی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت توڑنے کے لیے ماں کا لفظ استعمال کیا ہے اور صدیقہ کا لفظ اسی جگہ اس طرح آیا ہے کہ جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں بھرجائی کاڑی سلام آکھناواں' جس سے مقصود کانا ثابت کرنا ہوتا ہے' نہ سلام کرنا۔

اسی طرح اسی آیت میں اصل مقصود حضرت مسیح کی والدہ ثابت کرنا ہے جو منافی الوہیت ہے نہ کہ مریم کی صدیقیت کا اظہار۔ (سیرۃ المہدی ص ۲۲۰)

مرزا قادیانی کی یہ کمینگی کسی تبصرہ کی محتاج نہیں اب آپ فرمائیں کہ کیا مسند واقعہ حضرت مریم کے صدیقہ ہونے کا قائل تھا۔

س: مرزا قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا وہ الزامی رنگ میں ہے یہودیوں کے اس نے الفاظ ذکر کیے جیسے چشمہ مسیح ص ۲۰ پر اس کی صراحت ہے۔

ج: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور یہودی بغض عیسیٰ علیہ السلام میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ یہودی استاد ہیں تو مرزائی شاگرد مگر دیکھیے کہ یہود کے رویہ اور وطیرہ کی تردید کر کے قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کی والدہ کی شان بیان کی ہے مگر مرزا قادیانی اب بھی بغض عیسیٰ علیہ السلام میں یہودیوں کی سنت پر عمل پیرا ہے۔ دو کردار ہیں ایک دشمنان مسیح' یہود کا دوسرا کردار ہے وکالت مسیح کا جو قرآن ادا کر رہا ہے مرزا قادیانی کس کردار کو ادا کر رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

س: مرزا قادیانی نے انجیلی یسوع کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں کہ نہ کہ حضرت مسیح کے متعلق۔

ج: ہم نے جو حوالہ جات عرض کیے ہیں ان میں صراحتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کو گالیاں دی ہیں اس کے باوجود اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس نے یسوع کے متعلق یہ کہا ہے تو بھی وہاں مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب توضیح المرام کے ص ۳ پر لکھا ہے کہ یسوع، مسیح ابن مریم ایک شخص کے نام ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ جہاں اس نے یسوع کی توہین کی ہے وہاں بھی مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

س: مرزا صاحب نے عیسائیوں کی رد میں اسے لکھا اس لیے کہ وہ ہمارے نبی علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں تو مرزا صاحب نے الزامی رنگ میں مسیح علیہ السلام کے بارے میں ایسا لکھ دیا ہے۔

ج: تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی عزت و توقیر اور ان پر ایمان لانا بموجب لا نفرق بین احد من رسولہ

ان میں تفریق نہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے کسی ایک نبی کی توہین کا مرتکب بھی کافر ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عزت بچانے کے لیے کسی دوسرے نبی پر الزام تراشی کرے، یہ بھی کفر ہے باقی یہ مستقل بحث ہے کہ مرزا قادیانی حضور علیہ السلام کی عزت کا محافظ تھا یا سب سے بڑا دشمن، ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا قادیانی سے بڑھ کر اور کوئی بدبخت بھی آپ کی عزت و ناموس کا اتنا دشمن نہیں ہے جتنا مرزا قادیانی دجال تھا۔

س: مرزا قادیانی نے فرضی مسیح کی توہین کی ہے نہ کہ حقیقی کی۔

ج: اگر فرضی نبی کو گالیاں دینا جائز ہے تو کیا ہم مرزا قادیانی کو الو کا پٹھہ کہہ سکتے ہیں۔ اگر اس پر قادیانی سیخ پا ہوئے تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم نے فرضی نبی غلام احمد قادیانی کو گالی دی ہے۔ اس طرح تو فساد کا ایک ایسا در کھل جائے گا کہ جو مرزائیوں سے بھی بند نہ ہو سکے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر فرضی اور خیالی مسیح کو گالیاں دی ہیں تو وہ عیسائیوں کے لیے حجت اور قابل تسلیم کیسے ہوں گی۔

س: مرزا نے انجیل کے حوالہ سے بات کی ہے۔

ج: مرزا قادیانی نے چشمہ معرفت کے ص ۲۵۵ پر لکھا ہے کہ
توراتؔاور انجیل صرف مبدل کتابیں ہیں محرف
مبدل کتابوں سے تحریف شدہ حوالہ جات لے
کر کسی نبی کو مشق بنانا کہاں کی شرافت ہے
س: مرزا قادیانی نے جہاں مسیح علیہ السلام کی بہنوں یا بھائیوں کا ذکر کیا ہے انما المومنون اخود کے تحت کہا ہے نہ کی حقیقی طور پر
ج: مرزا قادیانی نے کشتی نوح کے ص ۱۶ پر لکھا ہے کہ آپ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں---- تو اب مرزا نے انما المومنون اخوہ کے تحت نہیں کہا بلکہ حقیقی طور پر ان کی بہنیں اور بھائی مراد ہیں۔
س: کیا دشمنوں کے اعتراض نقل کرنے جرم ہیں؟
ج: مرزائیوں کے نزدیک اگر دوسروں کے اعتراض نقل کرنا جرم نہیں تو ہمیں بھی یہ حق ہے کہ مرزا قادیانی کے دشمنوں نے مرزا صاحب کے متعلق جو اعتراض کئے ہم بھی ان کو نقل کر سکیں۔ مرزا کے زمانہ میں جن لوگوں نے مرزا کے متعلق جو کہا اور مرزا نے خود اپنی کتاب میں اسے نقل کیا ہے وہ ہم عرض کر دیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حقیقتہ الوحی کے ص ۱۸۱ پر لکھا ہے۔
ازاں جملہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ عبدالحکیم خان نے اپنے ہم جنسوں کی پیروی کر کے میرے پر یہ الزام لگائے ہیں کہ میں جھوٹ بولتا رہا ہوں اور میں دجال ہوں اور حرام خور ہوں' اور خائن ہوں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں طرح' طرح کی میری عیب شماری کی ہے۔ چنانچہ میرا نام شکم پرست' نفس پرست' متکبر' دجال' شیطان' جاہل' مجنوں' کذاب' ست' حرام خور' عہد شکن' خائن رکھا ہے اور دوسرے کئی عیب لگائے ہیں۔
مرزا قادیانی نے اپنی کتاب تتمہ حقیقتہ الوحی کے ص ۲۱ پر لکھا ہے کہ۔
مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرات کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے

گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذاب مفسد' دجال' مفتری' مکار' ٹھگ فاسق فاجر خائن رکھا۔

اب مرزائی بتائیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے اعتراض سے مرزا صاحب استدلال کر سکتے ہیں تو پھر مرزا قادیانی پر جن مخالفین نے اعتراض کیے وہ آپ کے ہاں کیوں قابل قبول نہیں۔

س: مرزا قادیانی نے اس مسیح کے متعلق سخت الفاظ کہے تھے جس نے ابنیت کا دعویٰ کیا تھا۔

ج: مرزا قادیانی نے اپنی کتاب تحفہ قیصریہ کے ص۱۶ پر لکھا ہے کہ

حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ تثلیث و ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں تو گویا ایک بھاری افتراء ہے جو ان پر کیا ہے۔

س: پہلے جیسے علماء مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے بھی تو جوابات دیے ہیں عیسائیوں کو

ج: کسی کو الزامی جواب دیتے وقت اگر کسی نبی کا تحقیر کا پہلو آگیا تو یہ کفر ہے چاہے جواب دینے والا کوئی کیوں نہ ہو جواب حقیقی یا الزامی ہو۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کی توہین و تقصیر کرنا کفر ہے' چنانچہ پہلے علماء نے ایسے قطعاً نہیں کیا۔ نیز یہ کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ سرزد نہیں ہوا (حوالہ ماسبق) تو حق بات کل جملہ یہ بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی طرف سے یہ بات کہہ رہا ہے نہ کہ الزامی طور پر۔

س: مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی ہے تو جس شخص کی وہ تعریف کرے اس کی تنقیص کیسے کر سکتا ہے؟

ج: ہمارا یہی موقف ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔ جھوٹے آدمی کے کلام میں تناقض ہوتا ہے' مرزا قادیانی کا روز بروز' صبح و شام' قدم بقدم' موقف بدلنا' پینترا تبدیل کرنا اس کی دعات تھی جن لوگوں کی مرزا قادیانی کی کتابوں پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض ہے اس عنوان پر مرزے کی رد میں اس کی تحریرات کی روشنی میں امت نے کافی کتابیں لکھی ہیں۔

س: مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق قرآن مجید میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے جب وہ نازل ہوں گے تو قرآنی آیات کا کیا بنے گا۔ یہ آیات تو پھر بھی یہ کہہ رہی ہوں گی کہ کیا عیسیٰؑ نازل ہوں گے یہ منسوخ ہو جائیں گی۔

ج: قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے حضور علیہ السلام سے بہت وعدے کیے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہی آپ کی ذات سے وابستہ تھے' وہ وعدے پورے ہوئے مگر آیات آج بھی موجود ہیں۔ نمبر۱ الم غلبت الروم نمبر۲ اذا جاء نصر اللہ نمبر۳ تبت ید ابی لھب نمبر۴ لقد خلقنا المسجد الحرام یہ تمام وعدے پورے ہوتے جب بات پوری ہو جائے تو آیت بدل نہیں جاتی بلکہ اور زیادہ شان سے چمکنے لگتی ہے کہ جن کا وعدہ تھا وہ پورا ہوگیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا بشارہ عیسی بعینہ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں ان آیات کا بذات خود مصداق بن کر آیا ہوں تو ان کی نزولی سے ان آیات کی عملی تفسیر ہو جائے گی اور یہ آیات اور زیادہ شان سے چمکنے لگ جائیں گی نہ کہ منسوخ ہو جائیں گی۔

س: مرزا قادیانی نے کہا کہ میں مسیح موعود ہوں ہم نے کہا کہ اگر تو مسیح موعود ہے تو مسیح موعود تو دجال کو قتل کریں گے تو اس نے کہا کہ قتل دجال تلوار سے نہیں قلم سے ہوگا۔

ج: مشکوۃ شریف باب قصہ ابن صیاد ص ۴۷۹ میں شرح السنہ کے حوالے سے حدیث ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابن صیاد کے متعلق مشہور ہوا کہ وہ دجال ہے' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تحقیق حال کے لیے گئے۔ حضرت عمرؓ آپؐ کے ساتھ تھے' انہوں نے تلوار نکال کر آپؐ سے اجازت چاہی کہ اگر اجازت ہو تو میں اسے قتل کر دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ دجال ہے تو تم اسے قتل نہیں کر سکتے۔ اس کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی قتل کریں گے۔ اگر یہ دجال نہیں تو تم اپنے ہاتھ قتل ناحق سے کیوں رنگین کرتے ہو' اس حدیث شریف نے

ثابت کر دیا کہ دجال سے لڑائی تلوار کے ساتھ ہوگی ورنہ جس وقت حضرت عمرؓ نے تلوار نکالی تھی حضور علیہ السلام فرما دیتے کہ اے عمرؓ یہ کیا کر رہے ہو اس سے تو جہاد قلم کے ساتھ ہوگا۔ حضرت عمرؓ کا تلوار نکالنا اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اگر یہ دجال ہے تو تم قتل نہیں کر سکتے اس کو عیسیٰ بن مریم ہی قتل کرے گا۔ یہ دلیل ہے کہ اس بات کی کہ دجال کے ساتھ لڑائی تلوار کے ساتھ ہوگی نہ کہ قلم سے ساتھ۔

س: اگر دجال تلوار سے قتل ہوگا تو کہاں ہوگا؟

ج: حدیث شریف میں ہے کہ دجال مقام لد پر قتل ہوگا لد اس وقت اسرائیل میں واقع ہے۔ اسرائیلی ائرفورس کا ائیر بیس ہے دجال کے ساتھ اس وقت ستر ہزار یہودیوں کی جماعت ہوگی (ازالہ اوہام ص ۳۰۰) جو اس کے حامی اور مددگار ہوں گے جس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اس وقت اسرائیل کا وجود تھا اور نہ ہی مقام لد کی کوئی اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ کی صداقت پر قربان جائیں کہ کس طرح آج اسرائیل میں لد کو اہمیت حاصل ہے وہاں اس کی فوج کی چھاؤنی ہے گویا دجال آخر وقت تک یہود کی فوج میں پناہ لینے کی کوشش کرے گا۔ یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا اور پاکستان ۱۹۴۷ء میں بنا۔ پاکستان بننے کے دو سال بعد اسرائیل کی حکومت وجود میں آئی جس وقت مرزا قادیانی زندہ تھا اس وقت اسرائیل کا وجود بھی نہ تھا۔ مرزا کے مرنے کے اکتالیس سال بعد اسرائیل کی حکومت وجود میں آئی' مرزا قادیانی سور اپنی کتابوں میں مذاق اڑاتا ہے اس بات کا کہ ستر ہزار یہودی تو پوری دنیا میں نہیں ہیں وہ کس طرح دجال کے ساتھ ہوں گے لیکن اس بدبخت کو معلوم نہ تھا کہ ساری کائنات کا نظام بدل سکتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی بات جھوٹ نہیں ہو سکتی' آج مرزا قادیانی کی قبر سے کوئی سوال کرے کہ اے بدبخت جن ستر ہزار یہودیوں سے متعلق حدیث کا مذاق اڑاتا تھا آج وہ نصف النہار کی طرح پوری ہو چکی ہے۔

س: عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت کیا حالت ہوگی؟

ج: جس وقت وہ نازل ہوں گے اس وقت انہوں نے دو زرد رنگ کی چادریں پہن رکھی ہوں گی مرزا قادیانی نے کہا کہ زرد رنگ کی چادروں سے مراد بیماری ہے۔

مجھے بھی دو مرض لاحق ہیں ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں دوران سر‘ اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاپ۔

حقیقتہ الوحی ص ۳۰۷ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۰ کثرت پیشاپ کی تشریح مرزا قادیانی کی دوسری کتاب نسیم دعوت کے ص ۶۷ پر ہے۔

بعض دفعہ سو سو مرتبہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے اور بوجہ اس کے پیشاپ میں شکر ہے کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے۔

اب آپ انصاف فرمائیں کہ دنیا کی کسی لغت کی کتاب میں چادر کا معنی بیماری نہیں ہے۔ فقیر نے سعودی عرب‘ انڈونیشیا‘ سنگاپور‘ ملیشیا‘ تھائی لینڈ‘ برطانیہ‘ سری لنکا‘ شام‘ مصر‘ ڈنمارک‘ سویڈن‘ ناروے‘ کینیڈا کا سفر کیا ہے آج تک مجھے کوئی ایسی کتاب نہیں ملی جس میں چادر کا معنی بیماری لکھی ہو اور وہ بھی پیشاپ کی وہ بھی ایسے جیسے ٹوٹا ہوا لوٹا جو ہر وقت بہتا رہتا ہے۔ سوچئے کہ کس طرح مرزا نے احادیث کا مذاق اڑایا ہے۔ دوران سر کو مرزا نے ہسٹریا تعبیر کیا ہے جیسے اس کی بیوی کا بیان ہے جو سیرۃ المہدی ج ا‘ص ۱۴پر درج ہے۔

س: مرزا قادیانی نے مسیح علیہ السلام کی کیا کیا علامات لکھی ہیں؟

ج: مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حقیقتہ الوحی کے ص ۳۰۷ پر لکھا ہے۔

۱- وہ دو زرد چادروں کے ساتھ اترے گا۔

۲- نیز یہ کہ وہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔

۳- نیز یہ کہ کافر اس کے دم سے مریں گے۔

۴- نیز یہ کہ وہ ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا وہ غسل کرکے ابھی حمام سے نکلا ہے اور پانی کے قطرے اس کے سر پر موتی کے دانے کی طرح ٹپکتے نظر آئیں گے اور یہ کہ وہ دجال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

۵- نیز یہ کہ وہ صلیب کو توڑے گا۔

۶- نیز یہ کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا۔

۷- نیز یہ کہ وہ بیوی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔

۸- نیز یہ کہ وہی ہے جو دجال کا قاتل ہوگا۔

۹۔ نیز یہ کہ مسیح موعود قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ فوت ہو گا اور آنحضرت کی قبر میں داخل ہو گا۔

سوال و جواب کی شکل میں مرزا قادیانی نے ان علامات کی جو تاویل و تحریف کی ہے اس کی بحث گزر چکی ہے۔

س: مرزا قادیانی نے علامات مسیح بیان کرتے ہوئے علامت نمبر۲ میں دو فرشتوں سے مراد غیبی طاقتیں لیا ہے۔

ج: یہ حدیث کے ساتھ مرزا قادیانی کا ناروا استہزا ہے دو فرشتوں سے مراد حقیقتہ دو فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ساتھ بھیجیں گے۔ ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے ایک دفعہ مرزا نے کہا کہ فرشتوں سے مراد میرے یہ دو آدمی ہیں جو مجھے ملے ہیں۔ جب قادیانی جماعت اختلاف کا شکار ہوئی اور قادیانی اور لاہوری جماعت میں بٹ گئی تو مرزا بشیرالدین نے کہا کہ لاہوری منافق ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان میں تو وہ بھی ہے جن کو حضرت نے فرشتہ قرار دیا اس پر مرزا بشیرالدین نے کہا کہ

"ہے تو حضرت کا فرشتہ مگر منافق ہو گیا۔

س: عیسیٰ علیہ السلام کے دم سے کافر مریں گے مرزا نے اس کی توجیہہ یہ کی کہ اس کی وجہ سے کافر ہلاک ہوں گے۔

ج: بالکل ٹھیک ہے اس میں کیا حرج ہے حدیث کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی دجال پگھلنا شروع ہو جائے گا جیسے نمک پانی میں اور کافر جہاں تک اس کی سانس پہنچے گی کافر مرتے جائیں گے۔ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے بالکل اس طرح وقوع ہو گا۔ آج انسان نے ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جیسے اشک آور گیس جہاں تک اس کا اثر پہنچتا ہے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ایک بم تیار ہو چکا ۔ اگر وہ چلا دیا جائے تو تمام دنیا آکسیجن جلنے کے باعث دم گھٹنے سے مرجائے یہ ساری انسان کی طاقت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت ہو گی ان سے کیا کچھ نہ ہو گا انسانی طاقت سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ خدا کی قدرت سے کیوں نہ ہو گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے نبی کی بات پوری ہو گی۔

س: علامت نمبر ۴ کہ وہ ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا کہ وہ غسل کر کے آیا ہے کہ گویا موتی ٹپک رہے ہیں۔ مرزا قادیانی نے حقیقتہ الوحی ص ۳۰۸ پر توضیح کی ہے کہ وہ تضرع واری ایسے کرے گا کہ گویا اس سے بار بار غسل کرے گا اور پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔

ج: تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کی بارگاہ میں تضرع وزاری کرتے ہیں' تو ان کے متعلق کیوں نہیں کہا گیا کہ ان کے سر کے بالوں سے موتیوں کی طرح پانی ٹپکے گا اس سے ثابت ہوا کہ یہ تضرع کا عمل نہیں بلکہ حقیقی پانی کا ٹپکنا مراد ہے۔

ج ۲:- توبہ زاری سے پانی آنکھوں سے ٹپکتا ہے نہ کہ سر سے۔

ج ۳:- مرزا قادیانی کا یہ عذر سفید کذب' افتراء اور تحریف فی الحدیث ہے' حدیث شریف میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات اس طرح گرتے ہوں گے کہ ابھی غسل کر کے تشریف لائے ہیں۔ اس کی محدثین نے دو توضیحات کی ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔

۱- جس وقت تشریف لے گئے تھے اس وقت غسل کر کے فارغ ہوئے تھے کہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے تو جب آسمانوں پر گئے تو سر سے پانی ٹپک رہا تھا جب واپس تشریف لائیں گے تو بھی بالوں سے پانی ٹپک رہا ہو گا۔ آج کل کی سائنس نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ واٹر کولر میں پانی جوں کا توں باقی رہتا ہے خراب نہیں ہوتا۔ فریج میں کسی چیز کو ہفتہ بھر جوں کا توں رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کسی چیز کو کولڈ اسٹور میں رکھ دیں تو جوں کی توں سال بھر رہے گی خراب نہیں ہو گی۔ اگر انسان اپنی عقل و ہمت سے کسی چیز کو سنبھالنا چاہے جوں کا توں ایک دن ایک ہفتہ ایک سال تک سنبھال سکتا ہے۔ مگر رب کریم کی قدرت کو دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام جس حالت میں گئے تھے جوں کے توں اسی حالت میں تشریف لائیں گے۔ انسان کی ہمت کی جہاں انتہا ہوتی ہے رب العزت کی قدرت کی وہاں سے ابتداء ہوتی ہے جب تشریف لے گئے تو بھی بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا جب واپس تشریف لائیں گے تو بھی سر کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہو گا۔

۲- توضیح یہ لکھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بال مبارک ایسے نرم و نازک' گھنگریالے اور تابدار ہوں گے کہ ان پر نظر نہ ٹھہر سکے گی۔ ایسے محسوس ہوتا ہو گا کہ

سر کے بالوں سے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ یہ دونوں توضیحات صحیح ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔

س: علامت نمبر۵- دجال کے مقابلہ میں خانہ کعبہ کا طواف کریں گے (استغفر اللہ) یعنی یہ کہ دجالی طاقتیں چور کی طرح بیت اللہ کا طواف کریں گی۔ ان کے مقابلہ میں عیسیٰ علیہ السلام طواف کریں گے یعنی ان کو مٹا دیں گے۔

(حقیقتہ الوحی ص ۳۱۰)

ج: حدیث شریف پر افتراء ہے یہ مرزا قادیانی کے ذہن کی پیداوار ہے۔ آج تک کسی محدث نے یہ نہیں لکھا کہ مرزا قادیانی کی یہ تاویل باالفاظ دیگر باطل احادیث اور خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ دجال ہر جگہ جائے گا' مگر مدینہ نہیں جائے گا۔ جبکہ مرزا کہتا ہے کہ چوروں کی طرح بیت اللہ کا طواف کرے گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل دجال سے فراغت کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مکہ مکرمہ آئیں گے حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے' طواف کریں گے۔ بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد میرے روضہ طیبہ پر آئیں گے' وہ سلام کہیں گے میں سنوں گا' میں جواب دوں گا وہ سنیں گے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح۔

اب ان الفاظ کو سامنے رکھیں تو مرزائیوں کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی' ہاں البتہ مرزا قادیانی کی یہ تاویل خود قادیانیوں پر فٹ ہے کہ دعویٰ نبوت کرنے والا دجال اور وہ ہے مرزا بے ایمان اسے ماننے والی دجالی طاقت ان کے ہوگئے دو گروہ یا تو دجالی طاقت کی بجائے دو طاقتیں ہو گئے' ان کے حرم کعبہ میں جانے پر پابندی ہے تو یہ چوروں کی طرح چوری جا کر طواف کریں گے' یعنی ان کو مٹا دیں گے اس لیے کہ جب حقیقی مسیح آ جائے گا تو جھوٹے مسیح کو جاننے والا کوئی نہیں رہے گا۔ پس مرزا کی تاویل خود مرزائیوں پر فٹ آتی ہے۔

س: صلیب کو توڑے گا' مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حقیقتہ الوحی کے ص ۳۰۷ پر یہ کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صلیبی عقیدہ کو توڑے گا' مرزے قادیانی نے اپنی اس کتاب کے ص ۳۱۱ میں اس کی تاویل یہ کی ہے کہ صلیب سے مراد لکڑی سونا چاندی

نہیں۔ بلکہ صلیبی عقیدہ کو توڑیں گے۔

ج: یہود ن' عیسائی جو مقابلہ کریں گے مارے جائیں گے باقی ماندہ مسلمان ہو جائیں گے' تو جب صلیب والے نہ رہے تو صلیب کب رہے گی' جو صلیب کے پرستار تھے وہ مسلمان ہو کر صلیب شکن بن جائیں گے اس لیے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا' آپ کے حکم سے ہوگا۔ اس لیے صلیب شکنی کی آپ کی طرف نسبت کردی گئی' باقی مرزا کا یہ تاویل کرنا کہ صلیبی عقیدہ کو توڑے گا یہ باطل ہے اس لیے کہ بقول مرزا کے اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ کہہ کر عیسائیوں کے عقیدہ کو توڑا اس سے عیسائیوں کی صحت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ دنیا میں ایک بھی مسیح عیسیٰ علیہ اسلام کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا منکر نہیں ہے تو اس سے عیسائیوں کا عقیدہ کب ٹوٹا' پس ثابت ہوا کہ صلیب شکنی سے مراد حقیقی صلیب کو توڑنا ہے نہ کہ صلیبی عقیدہ کو۔

س: علامت ۸ پر بحث گزر چکی ہے نمبر۸ زیر بحث ہے' نیز یہ کہ وہ بیوی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی اس کی مرزا قادیانی نے انجام آتھم کے ص ۳۳۷ کے حاشیہ پر یہ تاویل لکھی ہے (اس پیشین گوئی کی "انجام آتھم" میں محمدی بیگم والی) تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ تیزوج ویولد یعنی مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد ایک خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا' اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔

ج: مرزا قادیانی نے محمدی بیگم سے شادی کے شوق میں حدیث شریف میں تحریف کی ہے ورنہ حدیث شریف میں تزوج ویولد محض اس لیے فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رفع سے قبل شادی نہیں کی تھی۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ نزول کے بعد شادی کی سنت پر عمل کریں گے اور یہ کہ ان کی اولاد ہوگی (دو صاحبزادے ایک کا نام محمد' دوسرا موسیٰ) دوسرا یہ کہ مرزائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اتنا لمبا قیام کریں گے تو مرور زمانہ کا ان کی صحت پر کیا

اثر ہوگا اور یہ کہ وہ پیر فرتوت ہوگئے ہوں گے۔ حضور علیہ السلام نے اس حدیث شریف میں یہ جواب دیا کہ وہ اتنے طاقت ور ہوں گے کہ وہ شادی کریں گے اور اتنے ہمت والے ہوں گے کہ ان کی اولاد بھی ہوگی مرور زمانہ کا واپسی پر ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس سے مراد محمدی بیگم تو اس کا جو حال ہوا ہے وہ سب جانتے ہیں۔

س: علامت نمبر ۹۔ دجال کو قتل کریں گے' مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حقیقتہ الوحی کے ص ۳۱۳ پر اس کی تاویل یہ کی ہے کہ دجال کو قتل کریں گے اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے ظہور سے دجالی فتنہ روبزوال ہو جائے گا۔

ج ۱: دجال سے مراد حقیقتہ قتل دجال ہے جیسا کہ مشکوۃ شریف کے ص ۴۷۹ کی حدیث درج کی جاچکی ہے۔

ج ۲: مرزا قادیانی کی یہ تاویل بھی غلط ہے اس لیے کہ یہ خود کو مسیح کہتا ہے اور اپنے ظہور سے دجالی فتنہ کے روبزوال ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ مرزا کے زمانہ میں تو درکنار اس کے مرنے کے بعد بھی عیسائیت مزید ترقی کرتی گئی حوالہ یہ ہے کہ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کے ۱۳ مشن کام کر رہے ہیں' یعنی ہیڈ مشن ان کی برانچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے' ہیڈ مشنوں میں ۱۸۰ سے زیادہ پادری کام کرتے ہیں' چار سو تین ہسپتال ہیں جن میں ۵۰۰ ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں' ۴۳ پریس ہیں اور تقریباً ۲۰۰ اخبارات مختلف زبانوں میں چھپتے ہیں ۵۱ کالج' ۶۱۷ ہائی اسکول اور ۴ ٹریننگ کالج ہیں ان میں ۶۰۰۰۰ طالب علم تعلیم پاتے ہیں مکتی فوج میں ۳۰۸ یورپین اور ۲۸۸ ہندوستان مناد کام کر رہے ہیں۔ اس کے ماتحت ۵۰۷ پرائمری سکول ہیں جن میں ۱۸۶۷۵ طالب علم ہیں۔ ۱۸ بستیاں اور ۱۱ اخبارات ان کے اپنے ہیں۔ اس فوج کے مختلف اداروں کے ضمن میں ۳۲۹۰ آدمیوں کی پرورش ہو رہی ہے' اور ان سب کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ روزانہ دو سو چوبیس مختلف مذاہب کے آدمی ہندوستان میں عیسائی ہو رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ تو وہ اس کام کو شاید قابل توجہ بھی نہیں سمجھتے۔ احمدی جماعت کو سوچنا چاہیے کہ عیسائی

مشنوں کے اس قدر وسیع جال کے مقابلہ میں اس کی مساعی کی حیثیت کیا ہے ہندوستان بھر میں ہمارے درجن مبلغ ہیں اور وہ بھی جن حالات میں کام کر رہے ہیں انہیں ہم لوگ خوب جانتے ہیں (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۱ء)

نوٹ: مرزا قادیانی 1908 میں مرا تھا یہ مرزائیوں کے اخبار ۱۹۴۱ء کی رپورٹ ہے کہ عیسائیت ترقی کر رہی ہے اس کے مرنے کے بعد ۳۳ سال کے بعد کی رپورٹ نے ثابت کر دیا کہ دجالی فتنہ روبزوال ہونے والی اس کی تاویل بھی غلط ہے۔

س: علامت نمبر ۱۰: مسیح موعود کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ فوت ہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں داخل کیا جائے گا' مرزا نے اپنی کتاب حقیقت الوحی کے ص ۳۱۴ پر اس کی تاویل یہ کی کہ اسے حضور علیہ السلام کا قرب نصیب ہو گا۔ ظاہری تدفین مراد نہیں اس لیے کہ حضور علیہ السلام کا روضہ طیبہ کھولا گیا تو اس سے آپ کی توہین لازم آئے گی۔

ج: روضہ طیبہ کی دیواروں کو نہیں توڑا جائے گا۔ ایک دیوار جالی مبارک والی ہے جہاں پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا جاتا ہے اس میں تو دروازہ موجود ہے مسلم سربراہان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے لیے کھولا جاتا ہے آگے والی دیوار مبارک جس پر پردہ مبارک ہے قبور مقدسہ تک جتنی دیواریں یا پردے ہیں ان سب میں دروازے موجود ہیں بعد میں ان کو ہی چن دیا گیا جب عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین ہو گی تو معمولی سی کوشش سے ان دروازوں کو دوبارہ کھول دیا جائے گا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہ ہو گی۔ نیز یہ کہ آپ کے فرمان اقدس کو پورا کرنے کے لیے تمام رکاوٹوں کو دور کرنا آپؐ کی عین اطاعت ہے نہ کہ توہین۔

قادیانی اخلاق

ایک سازش — ایک جال

محمد طاہر رزاق

ایک سادہ لوح دوست مجھے کہنے لگا کہ جناب آپ تو ہر وقت ہاتھ دھو کر قادیانیوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ ان کے خلاف زبان و قلم کو متحرک رکھتے ہیں حالانکہ قادیانی تو بڑے بااخلاق ہوتے ہیں۔ بڑی محبت سے ملتے ہیں۔ بڑی الفت سے مصافحہ کرتے ہیں۔ بڑے غمگسار بن کر خیر و عافیت دریافت کرتے ہیں۔ بڑی میٹھی اور رسیلی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے لہجے میں بڑی انکساری ہوتی ہے اور ان کے الفاظ بڑے ملائم اور ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

اسکی لاعلمی دیکھ کر اور اس کی فریب خوردگی ملاحظہ کر کے میری لوح دماغ پر مرشد اقبال کے قادیانیت کے بارے میں اسی صورت حال کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار بجلی بن بن کر کوندنے لگے۔

آپ بھی یہ اشعار پڑھیئے اور دیکھیئے کہ ملت اسلامیہ کا یہ غمگسار حکیم الامت قادیانیوں کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ایسے مسلمانوں کی سادہ لوحی اور جہالت پر کس طرح رویا ہے۔

مذہب میں بہت تازہ پسند ہے اس کی طبیعت
کرے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

میں نے اس دوست سے کہا" جناب ا ہماری تو قادیانیوں سے جنگ ہے۔ آپ کی تو قادیانیوں سے کوئی جنگ نہیں اور نہ آپ ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں۔ آپ ان کے لیے ایک بے ضرر انسان ہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ جیسا شخص جو صرف ساحل کا تماشائی ہے اس کے بارے میں قادیانی کتنے بااخلاق ہیں۔"

میں نے اس سے کہا کہ اے قادیانیوں سے صلح جو انسان ذرا آنکھیں بھی کھول اور کان بھی کھول۔۔۔۔

قادیانیوں کے ٹھنڈے اور ملائم الفاظ ملاحظہ کر
قادیانیوں کے مہکتے جملے سن
قادیانیوں کی میٹھی تحریریں پڑھ
قادیانیوں کی عطربیز عبارتیں دیکھ
ان کا شیریں لہجہ دیکھ
ان کے طرز تکلم سے کانوں میں رس گھول
ان کے اخلاق عالیہ سے اپنے قلب و جگر کو ٹھنڈا کر
میں نے اسے پوری طرح متوجہ کر کے قادیانیوں کی عبارتیں سنانا شروع کیں۔

○ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری جماعت میں داخل نہیں ہو گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔"

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی' مندرجہ تبلیغ رسالت' جلد نمبر۹' ص ۲۷)

میں نے کہا کہ اس عبارت کی رو سے
تو خدا کا نافرمان ہے۔
تو رسولؐ کا نافرمان ہے۔
تو جہنمی ہے۔

○ "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکردار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔"

(آئینہ کمالات اسلام' ص ۵۴۷' مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کی رو سے
تیری ماں رنڈی ہے اور تو ایک رنڈی کا بیٹا ہے۔

○ "میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔"

(نجم الہدیٰ' ص ۱۵' مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کی رو سے

تو' تیرا باپ' تیرے بھائی' تیرا دادا' تیرا نانا' تیرے چچا' تیرے ماموں وغیرہم سب جنگل کے "سور" اور اسی طرح تیری ماں' تیری نانی' تیری دادی' تیری خالہ' تیری بہنیں وغیرہم "کتیوں" سے بڑھی ہوئی ہیں۔......

○ "جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں۔"

(انوار الاسلام ص ۳۰' مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کی رو سے تو حرام زادہ ہے' تیری ماں زانیہ ہے' تیرا باپ ایک بے غیرت انسان ہے۔

○ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔"

(حقیقتہ الوحی' ص ۱۶۳' مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کی رو سے تو کافر ہے۔

○ "اور جو میرے مخالف تھے' ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"

(نزول المسیح' مصنفہ مرزا قادیانی' حاشیہ ص ۴۔ مندرجہ کلمتہ الفصل ص ۶۲)

اس عبارت کی رو سے تو عیسائی ہے' تو یہودی ہے' تو مشرک ہے۔

○ "ایک شخص نے حضرت خلیفہ المسیح الاول' حکیم نور الدین صاحب سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں۔ فرمایا "اگر خدا کا کلام سچا ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔"

(رسالہ تشحیذ الاذہان' قادیان نمبر ۱۱' ص ۲۴' بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء' اخبار بدر جلد ۱۲ نمبر ۲۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۳ء)

اس عبارت کی رو سے

آخرت میں تیری نجات نہیں ہو سکتی اور تو واصل جہنم ہو گا۔

○ "جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ مجھے نہیں مانتے۔"

(چشمہ معرفت' ص ۳۱۷' مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کی رو سے---تو شیطان ہے۔

میں نے اسے کہا کہ میں نے تجھے یہ نہیں بتایا کہ قادیانی 'اللہ' رسول ؐ اللہ 'کتاب اللہ' کعبتہ اللہ 'مکہ مکرمہ 'مدینہ منورہ 'احادیث رسول ؐ' امہات المومنین ؓ' صحابہ کرام ؓ اور اولیائے امت" کے بارے میں کیا کیا بکتے ہیں۔ میں نے تو تجھے صرف تیرے بارے میں بتایا ہے کہ قادیانی تجھ جیسے بے ضرر انسان کو جس کے ہاتھ اور زبان سے انہیں کوئی مزاحمت نہیں سہنا پڑی اس کے بارے میں قادیانیوں کے نظریات کیا ہیں۔

میں نے اسے کہا کہ دیکھ لیا تو نے قادیانیوں کے اخلاق کہ ان کے ہاتھ سے تیری عفت ماب ماں کی عزت بھی محفوظ نہیں' ان کی زبان سے تیری باعصمت بہنوں کی حرمت بھی مامون نہیں۔ ان کے قلم سے تیرے شریف باپ کی آبرو بھی سلامت نہیں۔ تیرے دادا اور نانا جیسی باریش بزرگ ہستیاں بھی ان کی زبان کی نیش زنی سے نہیں بچیں۔

میں نے دیکھا کہ بار ندامت سے اس کی نگاہیں جھک گئی ہیں' اس کا سر نیچے ڈھلک چکا ہے اور اسے اپنے سابقہ طرز فکر پر بڑا تاسف اور افسوس ہے۔

طاہر بھائی! "اگر یہ لوگ اندر سے اتنے کالے اور زہریلے ہوتے ہیں تو پھر ظاہری طور پر اتنے بااخلاق اور بامروت کیوں ہوتے ہیں؟ اس نے سوال کیا۔

"دنیا کے ہر لٹیرے اور فریبی کو ایسا ہی روپ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔

○ جب کوئی خرکار کسی بچے کو اغوا کرنا چاہتا ہے تو اسے بڑے پیار سے اپنے پاس بلاتا ہے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ ماتھا چومتا ہے اور مسکراتے ہوئے اسے ٹافی کھانے کے لیے دیتا ہے۔ بچہ اسے اپنا ہمدرد سمجھ کر ٹافی منہ میں ڈال لیتا ہے۔ ٹافی میں بے ہوش کرنے والی دوائی ہوتی ہے۔ ادھر اس نے ٹافی کھائی ادھر وہ بے ہوش ہوا اور جب اسے ہوش آیا تو کسی عقوبت خانے کا اسیر تھا۔ معصوم بچے کو کیا معلوم تھا کہ ٹافی کھانے کے بعد وہ کبھی بھی واپس اپنے گھر نہیں جاسکے گا۔ اس کے کھلونے اس کے منتظر رہ جائیں گے وہ کبھی بھی اپنے بہن بھائیوں کو دیکھ نہ سکے گا۔ اس کی ماں کی ممتا ہمیشہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتی رہے گی

اور اس کے باپ کی آنسو ٹپکتی آنکھیں ہمیشہ اسے نگر نگر ڈھونڈتی رہیں گی۔

○ افغانستان پر جب روس نے حملہ کیا تو ظالم روسی تخریب کار افغانستان کے شہروں اور دیہاتوں میں بچوں کے کھیلنے کی جگہ پر "کھلونے بم" بکھیر دیتے۔ یہ "کھلونے بم" خوبصورت کھلونوں کی شکل میں ہوتے۔ بچے جب ان دیدہ زیب کھلونوں کو دیکھتے تو انہیں اپنے کسی محسن کا تحفہ سمجھتے۔ خوشی سے چمکتے رخساروں کے ساتھ مسکراتے ہوئے ان کھلونوں سے کھیلنے لگتے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ "کھلونے بم" پھٹ جاتے۔ بچے خاک و خون میں تڑپنے لگتے۔ ان کی معصوم مسکراہٹیں دلدوز چیخوں میں بدل جاتیں۔ کسی کا ہاتھ نہیں ہے۔ کسی کا پاؤں نہیں ہے۔ کسی کی قوت بینائی نہیں ہے۔ کسی کی قوت شنوائی نہیں ہے اور کوئی زندگی کی بازی ہار گیا ہے۔ وہ جگہ جہاں تھوڑی دیر پہلے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں شوخیاں کر رہے تھے اب وہ مقتل بن چکی ہے۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے قہقہوں کی گونج تھی وہاں اب ماؤں کی چیخوں نے آسمان سر پہ اٹھالیا ہے۔

○ مچھلی کا شکاری کانٹے پر گوشت کا ٹکڑا لگا کر اسے دریا میں پھینک کر شکار کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے۔ ایک مچھلی کانٹے کے پاس سے گزرتی ہے۔ گوشت کو دیکھ کر اس کا دل للچانے لگتا ہے اور وہ گوشت کے ٹکڑے کو کسی شفیق انسان کا تحفہ سمجھتی ہے اور دل میں سوچتی ہے کہ یہ شخص مجھ پر کتنا مہربان ہے کہ اس نے اس دریا میں میری ضیافت کا اہتمام کیا یہ سوچ کر وہ منہ کھولے گوشت کے ٹکڑے کی طرف بڑھتی ہے۔ ایک بزرگ مچھلی راستہ روک کر اس کے سامنے آجاتی ہے اور اسے کہتی ہے خبردار! اس گوشت کے ٹکڑے کے پاس مت جانا۔ یہ گوشت کا ٹکڑا کسی محسن کا تحفہ نہیں بلکہ ایک شکاری کا حربہ ہے' جو تمہیں پکڑنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جونہی تم گوشت کھانے لگو گی تیز کانٹا تمہارے منہ میں چبھ جائے گا۔ تم خود کو کانٹے کی گرفت سے چھڑا نہ سکو گی۔ ایک زوردار جھٹکا لگے گا اور تم دریا سے خشکی پر موت کا رقص کر رہی ہو گی۔ تمہارے مرنے کے بعد شکاری تمہارے جسم کی کھال کو کھرچ کھرچ کر اتار پھینکے گا۔ پھر ایک خطرناک چھرے کے ساتھ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ پھر ان ٹکڑوں کو نمک مرچ لگائے گا۔ پھر ان ٹکڑوں کو ایک کڑاہی جس میں کھولتا ہوا تیل ہو گا' اس میں پھینک دے گا۔ جب تمہارے ٹکڑے پک جائیں گے تو پھر تمہارے اس محسن کے دو ہاتھ تمہاری طرف بڑھیں گے اور ان ہاتھوں کی دس انگلیاں

تمہارے ٹکڑوں کو توڑ ڈالیں گی۔ پھر تمہارے گوشت کو تمہارے محسن کے بتیس دانت پیسیں گے۔ پھر تم اپنے محسن کے تاریک پیٹ میں اتر جاؤ گی۔ کچھ گھنٹے وہاں قیام کرنے کے بعد تم گل سڑ کر فضلہ بن جاؤ گی اور تمہارا محسن اس فضلے کو اپنے پیٹ سے باہر نکال دے گا۔ لہٰذا اے مچھلی! تو اس گوشت کے ٹکڑے کے پاس مت جانا۔ لیکن وہ مچھلی اس بزرگ مچھلی کی سوچ کو دقیانوسی' رجعت پسند' غیر حقیقی' فرسودہ اور بے روشن قرار دے کر جھٹک دیتی ہے پھر جونہی وہ گوشت کے ٹکڑے کو کھانے لگتی ہے تو نہایت باریک اور تیز کانٹا اس کے منہ میں چبھ جاتا ہے اور شکاری کے ایک جھٹکے سے وہ دریا سے باہر خشکی پر تڑپ رہی ہوتی ہے اور پھر اس کے جسم پر وہ سارے وار ایک ایک کر کے آزمائے جاتے ہیں اور پھر بڑی شدت کے ساتھ اسے بزرگ مچھلی یاد آتی ہے لیکن موت کے بعد کف افسوس ملنے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

میں نے کہا" اے فریب قادیانیت میں مبتلا سادہ دل انسان!"

قادیانیوں کے ہر مقال نے پیچھے ایک جال ہوتا ہے۔

ان کی ہر مسکراہٹ کے پیچھے ایک زہر ہوتا ہے

ان کی اسلامی گفتگو کے پیچھے مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کی ہولناک سازش ہوتی ہے۔

ان کی ہر نمائشی تعمیر کے پیچھے اک منظم تخریب ہوتی ہے۔

ان کی دوستی کے پیچھے ارتداد کا دو دھاری خنجر ہوتا ہے۔

ان کی معاشی مدد کے پیچھے کفر کا پھندہ ہوتا ہے۔

ان کی تعلیم کے پیچھے ذہنی ارتداد کے بیج ہوتے ہیں---اور ان کے ہر نعرے کے پیچھے امریکہ اور اسرائیل کا مفاد ہوتا ہے۔۔

حسین سانپ کے نقش و نگار خوب سہی
نگاہ زہر پہ رکھ' خوشنما بدن پہ نہ جا

طالب شفاعت محمدیؐ بروز محشر

محمد طاہر رزاق

حرفِ ناقدانہ

بجواب

اِک حرفِ ناصحانہ

مولانا
منظور احمد
چنیوٹی

قادیانیوں نے ایک پمفلٹ "اک حرف ناصحانہ" کے نام سے چھپوا کر راتوں رات لاکھوں کی تعداد میں پورے ملک میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں اپنے آپ کو بڑا مظلوم ظاہر کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو کئی طرح سے مغالطے دینے کی کوشش کی گئی ہے اور بڑی جرات و جسارت سے آئینی ترمیم کے خلاف اپنے مسلمان ہونے پر اصرار کیا ہے اور اسلام کی وہ مقدس اصطلاحات جو ۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے ممنوع ہو چکی ہیں ان کو نہ صرف استعمال کر کے قانون شکنی کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ ان پر اصرار بھی کیا ہے کہ یہ ہمارا حق ہے اور ہمیں اس سے کوئی روک نہیں سکتا۔

اس پمفلٹ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے اور ان میں اضطراب و بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جگہ جگہ ان کے خلاف احتجاج ہوا۔ اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کی قانون شکنی اور آئین سے بغاوت کا فوری نوٹس لے۔ امید ہے کہ حکومت اسے ضبط کر کے فوری طور پر ان کے خلاف قانونی کاروائی کرے گی۔

ان کے دجل و فریب کا پرچار کرنے کے لیے یہ چند سطور "حرف ناقدانہ" کے نام سے اس "اک حرف ناصحانہ" کا مختصر جواب ہے تاکہ سادہ لوح مسلمانوں پر اصل حقیقت واضح ہو جائے۔ مرزائیوں کے اس پمفلٹ کا مقصد اور لب لباب یہ ہے کہ علماء اسلام نے اپنے جائز مطالبات منظور نہ ہونے کی صورت میں ۳۰ اپریل کو مرزائیوں کی عبادت گاہوں کو گرا دینے کا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جو فیصلہ کیا ہے اس کے خلاف واویلا مچا کر مسلمانوں کی غیرت کو سلانے کی کوشش کی جائے اور علما کا ساتھ دینے سے باز رکھا جائے۔

"اک حرف ناصحانہ" جس کے مصنف کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے سید عبدالحئی صاحب نے شائع کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ان کے مرکز سے شائع ہوا ہے اور مصنف کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تو یہ پمفلٹ ان کی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کی طرف سے ہے اور اس کے تمام مندرجات کا وہی ذمہ دار ہے--- حکومت پاکستان جو آئے دن مرزائیوں کے متعلق مختلف بیانات دے رہی ہے اس کی طرف سے اس پمفلٹ کو اب تک ضبط نہ کرنا اور اس کے ذمہ داروں کو قانون کے شکنجے میں نہ کسنا

بدترین قسم کی ڈھٹائی ہے جس کے لیے کوئی وجہ جواز پیش نہیں کی جاسکتی۔

ص ۳ پیش لفظ کی ابتدا:

"یہ ایک حیران کن توارد ہے کہ وطن عزیز پاکستان کو جب بھی سیاسی عدم استحکام اور اندرونی و بیرونی خطرات کا سامنا ہوتا ہے تو ایک مخصوص طبقہ علما جو زیادہ تر جمیعت علماء پاکستان (پاکستان نہیں "اسلام" (ناقل)) احراری گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔ ملک کی توجہ اصل اور حقیقی خطرات سے ہٹا کر جماعت احمدیہ کی طرف منعطف کرنے کی بھرپور کوشش شروع کر دیتا ہے" اور ص ۵ پر ہے:

"احمدیوں کو قوم' وطن اور اسلام کا غدار قرار دیا جارہا ہے"

ج: وطن عزیز کو جب بھی اندرونی و بیرونی خطرات کا سامنا ہو تو ہر محب وطن کا فرض ہے کہ حکومت کو ان خطرناک دشمنوں سے خبردار کرے جو ملک و ملت کے غدار ہوں۔

"قادیانی جماعت ملک اور اسلام دونوں کی غدار ہے" (علامہ اقبالؒ)

ان کی ملک دشمنی اسلام دشمنی سے بھی زیادہ واضح ہے۔ اسلام کے بدترین دشمن اسرائیل سے ان کے مراسم و روابط ڈھکے چھپے نہیں۔ پاکستان کے بدترین دشمن انڈیا کے یہ سب سے بڑے جاسوس ہیں۔ پاکستان کی نسبت ان کی تمام تر عقیدت و محبت انڈیا کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس میں ان کے "نبی" غلام احمد قادیانی کا مولد و مدفن قادیان میں موجود ہے جو ان کے نزدیک مکہ اور مدینہ سے زیادہ متبرک اور مقدس ہے۔ پھر مرزا بشیرالدین محمود کی پیشگوئی "اکھنڈ ہندوستان" اور یہ کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد اکھنڈ ہندوستان بنے۔ (الفضل ۵ اپریل ۱۹۴۷ء)

تمام قادیانی اپنے امام کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ پاکستان کو انہوں نے اپنا ملک ہی نہیں تسلیم کیا۔ اسی لیے تو ربوہ کے قبرستان میں اپنی نعشیں بطور امانت دفن کراتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بننے پر ان کو قادیان منتقل کر دیا جائے گا۔ "بہشتی مقبرہ ربوہ" میں مرزا بشیرالدین محمود کی یہ وصیت آج بھی لکھی

ہوئی موجود ہے۔ کیا کسی اور پاکستانی کی بھی ایسی وصیت ہے کہ ہمیں ہندوستان لے جاکر دفن کیا جائے؟ اس لیے ہر محب وطن کا فرض ہے کہ وطن عزیز کو جب خطرات کا سامنا ہو تو ان مار آستین لوگوں سے حکومت کو خبردار کرے۔ اس میں احراری علما کو اگرچہ اولیت کا شرف حاصل ہے لیکن علماء کی مجلس عمل میں ہر مکتب فکر کے علما شامل ہوتے ہیں۔ پوری قوم' ملک وملت کے ان غداروں کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔

ص ۵'۶ پر تحریر کرتے ہیں:

"احمدیوں کے خلاف کھلم کھلا قتل و غارت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ان کے اموال لوٹنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ان کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی کو سلب کرنے کے مشورے دیے جا رہے ہیں"

ج: یہ جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ صرف حکومت سے مطالبہ ہے کہ قادیانی اگر پاکستان کے باشندے ہیں تو ان سے آئین پاکستان کی پابندی کرائیں۔ یہ آئین کی رو سے غیر مسلم ہیں۔ یہ اپنے آپ کو مسلمان نہ کہیں۔ اسلامی اصطلاحات استعمال نہ کریں۔ اگر ۳۰ اپریل تک مجلس عمل کے جائز مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو سنت نبویؐ کے مطابق ان غیر مسلموں (مرزائیوں) کی عبادت گاہیں جو مسجدوں کے نام سے دھوکہ کا سبب بنتی ہیں وہ مسمار کر دی جائیں گی۔ قتل و غارت کی نہ ترغیب ہے اور نہ ہی کوئی پروگرام۔

ص ۷'۸ پر ہے:

"اسلام شرف انسانیت اور آزادی ضمیر کا علمبردار ہے۔ اسلام آزادی ضمیر' حریت فکر اور مذہبی رواداری کا اس شدت سے داعی ہے کہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔ پس زیر نظر مطالب اسلام کے نام پر پیش کرنا یقیناً اسلام کی تعلیم کے صریحاً خلاف ہے"۔

ج: بلاشبہ اسلام آزادی ضمیر اور حریت فکر کا داعی ہے۔ کسی غیر مسلم کو جبرو

اکراہ کے کے ذریعے زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی اجازت نہیں دیتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لا اکراہ فی الدین اسے اپنے مذہب کے مطابق اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے میں مکمل آزادی ہے۔ لیکن جو شخص اپنی پسند اور خوشی سے اسلام قبول کرے گا یا اسلام کا دعویٰ کا کرے گا اسے اسلام کے تمام نظریات و عقائد اور احکام کی پوری پوری پابندی کرنا پڑے گی۔ وہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنی من مانی نہیں کر سکتا۔ چوری کرے گا تو ہاتھ کٹیں گے' زنا کرے گا تو سنگسار ہو گا۔ آزادی ضمیر کی بنا پر کسی کو حلال یا حلال کو حرام سمجھے گا۔ مثلاً آزادی ضمیر کی بنا پر ماں' بہن یا بیٹی سے نکاح کو حلال سمجھے گا تو اسے مرتد قرار دے کر قتل کر دیں گے۔

ضروریات دین اور اسلامی عقائد میں سے کسی کا انکار کرے گا تو مرتد ہو جائے گا' اور واجب القتل ہو گا۔ آزادی ضمیر کا مطلب آپ نے کہاں سے لے لیا کہ اسلام کا دعویدار جو چاہے کرتا پھرے اس کو کچھ نہ کہا جائے اس سے اسلامی احکام کی پابندی کرائی جائے گی۔ خلاف ورزی کی صورت میں اس کے مطابق سزا ملے گی۔ اگر آزادی ضمیر کا مطلب آپ یہی لیتے ہیں تو آزادی ضمیر کے علم بردار پیغمبر اسلام رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے رحیم و کریم نرم خو خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلیمہ کذاب اور اس کے بائیس ہزار متبعین کو قتل کیوں کیا؟

پھر آزادی ضمیر کے اسی علمبردار پیغمبرؐ نے منافقوں کی مسجد ضرار کو آگ لگا کر کیوں مسمار کرایا؟ اس مسجد کا نام ضرار خود اللہ تعالیٰ نے رکھا (سورہ توبہ) اور نبی کریم علیہ السلام نے تفریق بین المسلمین اور کفر و نفاق کے اس اڈے کو نیست و نابود کر دیا۔ حالانکہ وہ بھی مرزائیوں کی طرح کلمہ شہادت پڑھتے تھے' نمازیں ادا کرتے تھے اور مسلمان ہونے کے مدعی تھے۔ علماء اسلام کا مطالبہ اسلام کی تعلیم و سنت نبوی کے عین مطابق ہیں۔

ص ۸ پر چند سوال ہیں:

س: احمدی اگر غیر مسلم ہیں تو پھر احمدی کا مذہب آخر کیا ہے؟ (ب) احمدی کا

مذہب جمہوری اکثریت تجویز کرے گی یا احمدی کو خود اپنے مذہب کی تعیین کا حق ہے؟
(ج) اگر احمدی کا مذہب کسی غیر احمدی جمہوری اکثریت نے تجویز کرنا ہے تو کیا احمدی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس مجوزہ مذہب کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے؟

ج: (قرآن و حدیث کی روشنی میں)

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کذاب کو نبی ماننے والے غیر مسلم مرتد ہوتے ہیں۔ "احمدی" کوئی مذہب نہیں یہ مرتدوں اور باغیوں کا ایک گروہ ہے جب تک سچی توبہ نہ کریں اس وقت تک کسی اسلامی ملک میں رہنے کے مستحق نہیں ہیں' ہم آپ کے مذہب کا نام ہرگز ہرگز تجویز نہیں کرتے ہمارا تو بس اتنا مطالبہ ہے کہ آپ اپنے مذہب کا نام اسلام نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہمارے مذہب کا نام ہے جس طرح یہودی یا عیسائی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتے اسی طرح آپ بھی مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اپنے مذہب کا نام اسلام کے علاوہ جو چاہیے رکھ لیجئے۔ قادیانی صرف پاکستان کی موجودہ جمہوری اکثریت کے نزدیک ہی کافر نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ اتفاق و اجماع سے ان کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر چکی ہے اور حکومت پاکستان علماء اسلام کے فیصلہ کے مطابق انہیں آئینی اور قانونی طور پر کافر قرار دے چکی ہے۔ اب اسی فیصلہ سے انکار ملکی آئین کی صریحا بغاوت ہے اور اس کی سزا بھی قتل ہے۔

ص ۱۱

آئین پاکستان کی آرٹیکل نمبر ۲۰ کو شامل کیا گیا ہے۔ اس آرٹیکل کی رو سے ہر پاکستان شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو بھی عقیدہ اور مذہب رکھے اس کا برملا اظہار کرے اور اس کی تبلیغ کرے۔

ج: بلاشبہ اس آرٹیکل کی رو سے ہر مذہب والے کو آزادی ہے لیکن آئین نے جو اس کا مذہب متعین کیا ہے اسی کے مطابق اسے آزادی ہوگی۔ آپ آئین پاکستان کی رو سے غیر مسلم کافر ہیں۔ آپ اپنے مذہب کو اسلام کے نام سے پیش نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں والی اصطلاحات اور اسلامی شعائر بھی استعمال نہیں کر سکتے ورنہ تو مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ مسلمان اپنے حقوق کا یہ استحصال اور شعائر اسلام کی یہ بے حرمتی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے اور یہ ملکی آئین سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔

ہندو' عیسائی' پارسی ان تینوں کے عقائد بلاشبہ اسلام کے خلاف ہیں لیکن وہ اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہتے اور نہ ہی اسلامی اصطلاحات استعمال کر کے کسی قسم کے دھوکے اور تلبیس کا باعث بنتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اپنے آئینی مذہب کے مطابق ہر قسم کی آزادی ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات پسند ہوں تو وہ بے شک ان پر عمل کریں لیکن جب تک وہ اسلام میں پورے پورے داخل نہ ہو جائیں اس وقت تک ان کو بعض اسلامی اعمال اختیار کرنے کی وجہ سے مسلمان کہلانے کی ہرگز اجازت نہیں ہو گی۔

ص ۲۲

"خواہ آپ کسی کو مسلم کہیں یا غیر مسلم' کافر یا غیر کافر۔ قرآن کریم پر ایمان لانے سے تو آپ کسی قیمت پر اسے روک نہیں سکتے۔ خود قرآن کریم یہ حق اسے دیتا ہے جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے"۔

ج : ہم تو ساری دنیا کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں کس کو کون روک سکتا ہے۔ ہاں اگر روکتے ہیں تو اس سے کہ قرآن پاک کی من مانی تحریف کی جائے۔ جو شخص قرآن پر ایمان رکھتا ہے اس کو اس کے معانی و مفہوم وہی لینے ہوں گے جس پر چودہ سو سال سے امت متفق چلی آتی ہے "اسے خاتم النبیین کا معنی "نبوت جاری ہے" اور مرزا غلام احمد حضورؐ کے بعد نبی ہے۔ رفع اور حیات مسیحؑ کا یہ معنی کہ وہ فوت ہو کر کشمیر میں دفن ہو چکے ہیں۔ عیسیٰ بن مریم جو بغیر باپ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ اس کا معنی کہ ان کا باپ یوسف نجار تھا اور العیاذ باللہ مائی مریم علیہا السلام کی منگنی یوسف نجار سے ہوئی تھی اور قبل از نکاح وہ منگنی کے دوران حاملہ ہو گئی تھیں۔ ان تحریفات و کفریات کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ص ۲۳

اسلامی شعائر اگر غیر بھی اپنائیں تو کسی مسلمان کی دل آزاری نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک مذہب کے شعائر دوسرے مذہب والوں کے اپنانے سے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکنے کا احتمال ہو تو سب سے پہلے اس قسم کا مطالبہ یہودی پیش کرتے جو مسلمانوں کے دل و جان سے دشمن ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ختنہ کرانا' حلال گوشت کھانا' داڑھی رکھنا' یہودی مذہب کے شعائر تھے اور ہیں جنہیں مسلمانوں نے بھی اپنا لیا ہے کیا اسی قسم کا مطالبہ یہودی نہیں کر سکتے؟

تیری "مدحیت عقل رائی وانجم بلیہ گرکیلتہ تو"..... افسوس قادیانیوں کے علم و دانش پر کہ مرزا قادیانی مراقی نبی کی محبت میں اس قدر مغلوب ہیں کہ نہ تو وہ "شعائر" کو جانتے ہیں کہ شعائر کسے کہتے ہیں اور نہ یہ کہ ختنہ کرانا' حلال گوشت کھانا' داڑھی رکھنا' یہودی مذہب کے شعائر میں نہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں میں سے ہیں جن پر ابراہیم علیہ السلام کے تمام ماننے والے عمل پیرا ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مشرکین مکہ جو اپنے آپ کو مذہب ابراہیمؑ پر کہتے تھے۔ ان سنتوں پر وہ بھی عمل کرتے تھے۔ یہ یہودی مذہب کے مختص شعائر میں سے نہیں۔

شعار و شعائر جو کسی قوم یا مذہب کے مختص علامات ہوتے ہیں جیسے عیسائیوں کی صلیب' گرجا ان کا مذہبی شعار ہے۔ ہندوؤں کے مندر' ان کے سر پر چوٹی' سکھوں کے گوردوارے' کیس' کڑا وغیرہ۔ بہرحال اسلام اپنے مختص شعائر کے استعمال کی غیر مسلموں کو اجازت نہیں دیتا تاکہ مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز قائم رہے۔ آخر میں "حرف ناصحانہ" کے مولف نے اسلام کی بعض خاص اصطلاحات کو اپنے لیے استعمال کرنے کے جواز میں بزعم خود چند دلائل پیش کیے ہیں۔ جن میں اپنی روایتی' بددیانتی اور تلبیس سے پورا پورا کام لیا ہے۔

ص ۲۴: نبی اور رسول

"نبی اور رسول کی اصطلاحات عیسائی عام استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ مسلمان ہیں اور نہ اسلام کو سچا مذہب تصور کرتے ہیں لیکن احمدی تو قرآن و سنت کے سوا کسی اور شریعت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

الجواب

عیسائی غیر مسلم اور باطل پر ہونے کے باوجود نبی اور رسول کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سچے نبیوں اور رسولوں پر کرتے ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہو چکے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ' حضرت یحییٰ' حضرت زکریا' حضرت شعیب' حضرت صالح' حضرت ہود' حضرت اسماعیل' حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام۔

لیکن تم حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق کذاب' دجال' کافر' مرتد اور واجب القتل ہے اس پر نبی و رسول کا پاکیزہ و مقدس لفظ استعمال کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہو۔ عیسائیوں میں اور تم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ سچوں کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو حقیقتاً نبی اور رسول ہیں تم ایک کذاب و دجال کے لیے استعمال کرتے ہو۔

ص ۲۴ علیہ السلام

علیہ السلام ایک دعا ہے اور یہ کہنا کہ یہ صرف انبیاء کرام کے لیے ہی مخصوص ہے اس لیے درست نہیں کہ نماز کے اندر بے عمل مسلمان التحیات میں بیٹھ کر السلام علیک ایھا النبی..... السلام علینا پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی کتب میں غیر انبیاء پر علیہ السلام کہا گیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ۔

الجواب

غیر انبیاء پر "علیہ السلام" کے استعمال میں اگرچہ سلف میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات غائب کے صیغہ کے ساتھ غیر انبیاء پر بھی جائز سمجھتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ لیکن "علیہ الصلوٰ والسلام" یہ دونوں لفظ اصالتاً صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔ آپ کے تابع ہو کر تو کسی پر بولا جا سکتا ہے جیسے صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم لیکن غیر نبی پر مستقلاً" یہ دونوں لفظ استعمال نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۵۱۶ پر اس کی تصریح کر دی ہے۔

آپ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے "علیہ الصلوٰ والسلام" دونوں لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ پیر سراج الحق نعمانی مرزا قادیانی کے مرید نے اپنی کتاب تذکرۃ المہدی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کے نام کے ساتھ "صلوٰ والسلام" دونوں لفظ کہیں کیوں وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں کہاں "علیہ السلام" کا کسی ایک مسلمان بزرگ پر بولا جانا اور کہاں ایک کذاب و دجال' مرتد جو شرعاً واجب القتل ہو اس پر "علیہ الصلوٰ والسلام" کی مقدس اصطلاح جو صرف اور صرف حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بولی جا سکتی ہے اس کا استعمال کرنا۔ ع

"ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا"

اگر علیہ السلام محض دعا ہے اور ہر ایک پر بولا جا سکتا ہے تو آپ بھی علیہ السلام مرزا قادیانی کے علاوہ بشیرالدین محمود' مرزا ناصر یا مرزا طاہر یا سر ظفراللہ وغیرہ کسی کے نام کے ساتھ کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ محض دعا ہے اور نبی کے ساتھ خاص نہیں تو آپ غلام احمد قادیانی کے علاوہ اس کا استعمال کیوں نہیں کرتے۔

ص ۲۵ صحابی

"لفظ صحابی کا جہاں تک تعلق ہے یہ لفظ صحابی یا اصحاب بلاشبہ ان خوش بخت بزرگان کے متعلق بھی بولا جاتا ہے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت صحبت پائی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لفظ صرف اس معنی تک محدود ہے۔ آں

حضرت نے "عیسیٰ نبی اللہ و اصحابہ" کہا۔ قرآن پاک نے اصحاب الکھف ' اصحاب الفیل' اصحاب الیمین' اصحاب الشمال بہت سے مقامات پر اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ صحابی یا اصحاب کے لفظ کا ہکلی مفہوم اپنے مضاف الیہ کے ساتھ ہی مل کر ادا ہوتا ہے۔ احمدی چونکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی آمد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھیوں کے لیے صحابہ کا لفظ استعمال کرنا اسلامی تعلیمات اور احمدیہ عقیدے کے مطابق ان کے لیے لازمی ہے اور انہیں ہرگز اپنے عقیدے کے خلاف عمل پر مجبور نہیں کیا جا سکتا"۔

ج: لفظ صحابی اور صحابی کی تحقیق

اصحاب اور صحابہ یہ دونوں صاحب کی جمع ہیں۔ صاحب ساتھ کو کہتے ہیں لیکن صحابہ صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے لیے خاص ہو گیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور اسی حالت میں وفات پائی وہ صحابہ کہلاتے ہیں۔

صحابی: اس کا واحد ہے جو صحابہ کی طرف منسوب ہے----- اور یہ لفظ ہر کسی کے ساتھی پر نہیں بولا جاتا۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی پر بولا جاتا ہے اور کسی کے ساتھی کو صحابی نہیں کہا جا سکتا۔ حتیٰ کہ صحابی کے ساتھی کے لیے مخصوص اصطلاح "تابعی" کی ہے۔

صحابہ کے وصفی معنی پر علمیت غالب آ چکی ہے۔ اب یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے لیے بطور علم اور نام بولا جاتا ہے جو اور کسی پر استعمال نہیں ہو سکتا۔

اصحاب کا لفظ عام ہے۔ اس کا معنی اپنے مضاف الیہ سے متعین ہوگا جیسا کہ قرآن و حدیث کے استعمال سے اس کی وضاحت ہو رہی ہے۔ اصحاب الجنتہ بھی ہیں اور اصحاب النار بھی' اصحاب الرسول بھی ہیں اور اصحاب الاخدود بھی اور اصحاب الشیاطین بھی ہیں جیسے اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان۔

"حرف ناصحانہ" کا مولف دیدہ دانستہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے صحابی یا اصحاب

لکھ کر دونوں کو ہم معنی بتا کر دجل سے کام لیتا ہے کہ صحابی یا اصحاب کے لفظ کے ہکلی مفہوم اپنے مضاف الیہ کے ساتھ ہی مل کر ادا ہوتا ہے۔ صحابی اور صحابہ کا ہکلی مفہوم ملائے کے بغیر ہی ادا ہو جاتا ہے ان کے لیے مضاف الیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یوں فرمایا۔ ایک صحابی جا رہے تھے انہوں نے یوں فرمایا۔ البتہ صاحب اور اصحاب کا مفہوم بغیر مضاف الیہ متعین نہیں ہوتا۔ کہنا پڑے گا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ صحابی اور صحابہ کا لفظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "ان خوش بخت ساتھیوں پر بھی نہیں" بلکہ ان ہی پر بولا جائے گا۔ جنہوں حالت ایمان میں آپ کی صحبت پائی۔ اہل لغت کے مطابق تصریح کی ہے دیکھئے لغت کی مشہور کتاب "المنجد" ص ۵۵۷۔

الصحابہ----- وہ بزرگ حضرات جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور ایمان لائے اور پھر ایمان ہی پر ان کا خاتمہ بھی ہوا۔

الصحابی----- صحابہ کی طرف منسوب ایک صحابی۔

الصحابہ۔ بالفتح۔ اصحاب النبی وقد غلبت علیہم حتی صارت کالعلم لھم۔

زبر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو کہتے ہیں۔ ان پر وصفی نام غالب آ چکا ہے۔ اب یہ نبیؐ کے ساتھیوں کا علم یعنی نام بن چکا ہے۔

الصحابی : منسوب الی الصحابہ مصدرا و جمعا وانما نسب الیہ وھو جمع لانہ صار کالعلم وعند المسلمین من راءی بنیھم وطالت صحبتہ معہ والم یروعنہ وقیل وانما لم تطل صحبتہ

اقرب الموارد ص نمبر ۶۳۴

یعنی لفظ صحابی لفظ صحابہ کی طرف منسوب ہے جو مصدر اجمع ہے اور یہ نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ یہ علم بن چکا ہے۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا

نام) اور مسلمانوں کے نزدیک صحابی اسے کہتے ہیں جس نے ان کے نبی کو دیکھا ہو اور آپ کے ساتھ لمبا عرصہ رہا ہو۔ اگرچہ آپ سے کوئی روایت نہ کی ہو اور بعض نے کہا ہے کہ لمبی صحبت کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

بہرحال یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ صحابی نبی کے ساتھی اور تابعی صحابی کے ساتھی کو کہا جاتا ہے۔ آپ لوگ خود مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کو صحابہ اور صحابی اور پھر ان کے ساتھیوں کو تابعی کہتے ہیں۔ مرزا بشیرالدین اور مرزا ناصر کے ساتھیوں کو صحابی نہیں کہتے بلکہ تابعی کہتے ہیں جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ صحابی نبی کا ساتھی ہوتا ہے۔ ہر کسی کے ساتھ کو صحابی اور صحابہ نہیں کہا جا سکتا۔ اصحاب ہر ایک ہو سکتے ہیں۔

ص ۲۶

ام المومنین

"اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ اصطلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ اس لفظ کا استعمال دیگر بزرگ خواتین کے لیے بھی اسلامی لٹریچر سے ثابت ہے"۔

ج: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے امہات المومنین کی اصطلاح قرآن کریم کی نص قطعی ہے اور یہ لفظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے علاوہ کسی دیگر خاتون پر نہیں بولا جا سکتا۔ اگر کہیں کسی نے استعمال کیا ہے تو وہ غلط ہے۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بالاتفاق افضل امت ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جانشین ہیں۔ ان کی بیوی کو امت میں کسی نے ام المومنین نہیں کہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیوی فاطمہ الزہرا جو حسنؓ و حسینؓ کی اماں ہے۔ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں انہیں کسی نے ام المومنین کا خطاب نہیں دیا تو حضرات پیران پیر کی والدہ یا کسی کی خادمہ کے لیے ام المومنین کہنا کہاں صحیح ہوگا؟ اگر نبی کی بیوی کے علاوہ بھی کسی اور کو ام المومنین کہنا جائز ہوتا تو قادیانی بھی حکیم نورالدین مرزا

قادیانی کے پہلے جانشین یا مرزا بشیرالدین مرزا کے بیٹے یا کسی اور قادیانی کی بیوی یا بیٹی کو ام المومنین کا خطاب دیتے۔ حالانکہ قادیانی بھی صرف مرزا قادیانی کی بیوی ہی کو ام المومنین کہتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کو وہ نبی مانتے ہیں۔ نبی امت کا روحانی باپ اور نبی کی بیوی امت کی روحانی ماں ہوتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ام المومنین نبی کی بیوی ہی کو کہا جا سکتا ہے کسی اور عورت کو نہیں۔

حرف ناصحانہ کے مولف نے "گل دستہ کرامات" ترجمہ "تذکرہ غوثیہ" کا حوالہ دیا ہے۔ گل دستہ کرامات ہمیں دستیاب نہیں ہوئی تاکہ قادیانی دیانت کا پتہ چلایا جاتا البتہ "تذکرہ غوثیہ" میں تلاش کے باوجود ہمیں حوالہ نہیں ملا۔ کتاب سیرالاولیا' مصنفہ حضرت محمد بن مبارک کرمانی میں خواجہ فرید الدین شکر گنج سے اپنے خلیفہ جمال الدین ہانسوی کی خادمہ کے لیے "ام المومنین" کا خطاب نہیں ہے۔ البتہ اس میں "مادر مومنین" کا لفظ آیا ہے۔ جس کا اک "حرف ناصحانہ" کے مولف نے بڑی چالاکی سے اپنے پاس سے "ام المومنین" ترجمہ کیا ہے۔

"ام المومنین" ایک خاص اصطلاحی لقب ہے۔ بھلا آپ اردو عبارت میں مرزا قادیانی کی بیوی کے لیے مومنین کی ماں کیوں نہیں لکھتے۔ "ام المومنین" عربی لفظ کیوں استعمال کرتے ہو۔ اسی طرح "مادر ملت" اور ام المومنین میں بھی یہی فرق ہے۔ پھر مرزا قادیانی کافر اور مرتد ہے۔ اس کے تمام متبعین قانوناً اور شرعاً کافر اور مرتد ہیں۔ اس کی بیوی ام المومنین کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو ام الکافرین یا ام المرتدین یا ام المرزائین کہلا سکتی ہے۔

جب آپ مرزا قادیانی کی بیوی کے لیے "ام المومنین" کا خطاب استعمال کریں گے تو وہ تمام مومنین کہلانے والوں کی ماں سمجھی جائے گی۔ یہ عجیب منطق ہے کہ اس سے مراد صرف مرزائی ہیں۔ اس کا تو صاف معنی یہ ہے' مرزائی اپنے علاوہ کسی کو مومن تسلیم نہیں کرتے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ان کے نزدیک تو مومن اور مسلم صرف وہ ہیں جو مرزا قادیانی پر ایمان لائے باقی تمام مسلمان خواہ انہوں نے مرزا قادیانی کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر جہنمی اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دیکھو تذکرہ ص ۳۴۲' آئینہ صداقت' ص ۳۵

ص ۲۷

مسجد و اذان

''مسجد و اذان کا لفظ صرف مسلمانوں کے لیے مختص نہیں۔ خود خدا تعالیٰ نے عیسائی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دیا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک غیر مسلم لڑکے (ابو محذورہ) سے اذان دلوائی۔ جس کا ذکر حدیث کی کتاب ابوداؤد میں ہے''۔

الجواب

مسجد و اذان یہ اسلام کے شعائر میں سے ہیں اور کسی غیر مسلم کے لیے قطعاً جائز نہیں۔ قرآن کریم نے عیسائی عبادت گاہوں کو مسجد نہیں کہا۔ قرآن مجید عبادت گاہوں کے لیے چار الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) صوامع (۲) بیع (۳) صلوات (۴) مساجد

۱۔ صوامع: عیسائی راہبوں کے خلوت خانے۔
۲۔ بیع: عیسائیوں کی عبادت گاہیں۔ (گرجے)
۳۔ صلوات: یہودیوں کی عبادت گاہیں۔
۴۔ مساجد: مسلمانوں کی عبادت گاہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر جلد ۳ ص ۲۲۶ پر اس کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے امّا المساجد فهي للمسلمين یعنی مساجد صرف مسلمانوں کے لیے خاص ہیں۔

سورہ توبہ گیارھویں پارے میں مسجد ضرار کے واقعہ سے قادیانیوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیں۔ یہ واقعہ اس جھگڑے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ قادیانیوں کی طرح کلمہ پڑھنے والے منافقین نے قبا میں ایک مسجد تعمیر کی تھی لیکن شریعت اسلامیہ

نے اسے مسجد تسلیم نہیں کیا اور نہ اسے باقی رہنے دیا بلکہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگ لگوائی اور اسے مسمار کرا کر اس کا نام و نشان مٹا دیا۔ تاکہ کسی مسلمان کو منافقین اور کفار کی بنائی ہوئی اس مسجد سے دھوکہ نہ ہو۔ رہا اذان کا مسئلہ تو اذان بھی اسلامی شعار ہے۔ کوئی کافر مسلمانوں کی اذان اپنے مذہبی شعار کے طور پر ادا نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ موذن نے اذان دی۔ ابو محذورہؓ اس وقت بچے تھے۔ وہ بچوں کے ساتھ موذن کی نقل اتارنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اونچی آواز کس کی تھی۔ بچوں نے ابو محذورہؓ کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے اسے محبت سے بلایا۔ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور اس سے خود اذان کہلائی۔ جب اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو آواز آہستہ نکالی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اونچی آواز سے شہادت کہلوایا۔ (اسی لیے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کے بعد جب مکہ مکرمہ میں موذن مقرر کیا گیا تو وہ اپنی اذان میں کلمہ شہادت اسی طرح تکرار سے کہا کرتے تھے)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو چاندی کی تھیلی بھی دی۔ ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد جو مخالفانہ جذبہ ان کے دل میں موجود تھا' وہ محبت میں بدل گیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کم سن بچہ کو اسی خصوصیت کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا موذن مقرر فرما دیا۔ اس واقعہ سے کفار کے لیے اذان دینے کا جواز تلاش کرنا یہ قادیانیوں کی عقل و دانش ہی کو زیبا ہے۔

تاریخ اسلام کا صرف یہ ایک واقعہ ہے جس سے "اک حرف ناصحانہ" کے مولف نے کافر سے اذان دینے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ قارئین کرام قادیانیوں کی بے بسی ملاحظہ فرمائیں۔

کہتے ہیں: "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" پر یہ تو تنکے کا سہارا بھی ثابت نہ ہوا۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تو اذان سیکھنے کے بعد اسی وقت مسلمان ہو گئے اور اپنے باطل عقیدہ سے توبہ کر لی۔ آپ بھی خود کو کافر تسلیم کریں' پھر سچے دل سے توبہ کریں' مرزا

غلام احمد قادیانی پر لعنت بھیجیں۔ اس کے کذاب' دجال کافر اور مرتد ہونے کا اعلان کریں تو پھر بے شک اذانیں دیں' مسجدیں بنائیں' آپ ہمارے بھی بھائی ہوں گے۔ اگر آپ مرزا قادیانی دجال' کذاب کو مسیح موعود اور سچا نبی بھی سمجھتے رہیں اور پھر کہیں کہ ہمیں اسلامی اصطلاحات اور شعائر کے استعمال کرنے کی اجازت بھی ہو۔۔۔۔ع

این خیال است و محال است و جنوں

اسلامی اصطلاحات کا استعمال تو کجا اسلام تو آپ جیسے مرتدوں اور باغیوں کے وجود کو ہی اسلامی ملک میں برداشت نہیں کرتا اور دنیا میں کوئی حکومت بھی اپنے ملک میں باغی کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتی۔ للذا اسلامی مملکت میں بھی اسلام کے باغی (مرتد) کو برداشت نہیں کیا جاتا۔

پیکر عفو و درگزر رحمت دو عالم آزادی ضمیر کے سب سے بڑے علم بردار پیغمبر محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ جو رحماء بینھم کے بنیادی مصداق اور حلم و بردباری کے مجسم تھے۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت اور اس کے متبعین سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں جو عمل کیا تھا۔ جب تک آپ لوگ توبہ نہ کریں اسی سلوک کے مستحق ہیں اور یہی علماء اسلام کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ سنت صدیقی جس پر تمام صحابہ کرام کا پہلا اجماع ہوا ہے اسی پر عمل کریں۔ مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین بھی مسلمانوں والی اذانیں دیتے تھے یہی کلمہ اور یہی قرآن پڑھتے تھے۔ تمہاری طرح مساجد میں نمازیں قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے انہیں کسی چیز کی اجازت نہیں بلکہ حکم دیا کہ ان کو قتل کرو ان کے باغات کو اجاڑ دو۔ ان کے گھروں کو مسمار کر دو۔ چنانچہ آپ جیسے بائیس ہزار ۲۲۰۰۰ کلمہ اور نمازیں پڑھنے والے مرتدین جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان بھی رکھتے تھے ان کو قتل کیا گیا اور اس معرکہ میں بارہ صد صحابہ کرام جن میں بہت اونچی شان اور بڑے مرتبہ والے بدری صحابہ کرام بھی تھے اور سات صد کے قریب قرآن کریم کے حفاظ اور قاری تھے شہید ہو گئے۔ اگر آپ لوگوں کو مسجدیں بنانے' اذانیں دینے' نمازیں پڑھنے پر اصرار ہے تو بڑے شوق سے کریں لیکن مرزا قادیانی کی تکذیب اور قادیانیت سے سچی توبہ کرنے کے بعد۔ یہ

نہیں ہو سکتا کہ آپ پاکستان میں رہتے ہوئے جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور قادیانی غیر مسلم ہیں آپ اپنے آپ کو غیر مسلم بھی تسلیم نہ کریں۔

دیکھیں ص ۲۹ (حرف ناصحانہ)

اور اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو جہنمی' کافر اور کنجریوں کی اولاد بھی ٹھہراتے رہیں اور صرف مرزا قادیانی کے متبعین ہی کو مسلمان سمجھیں---- پھر آپ کو اسلامی اصطلاحات اور شعائر کی اس ملک میں اجازت بھی مل جائے۔ آخر خود ہی سوچئے کہ مسلمان بھی مسجد بنائے اور بالکل اسی شکل و صورت میں ایک غیر مسلم بھی مسجد بنائے۔ مسلمان بھی اس مسجد میں اذان دے اور وہ غیر مسلم بھی اپنی مسجد میں بالکل ویسے ہی اذان دے۔ مسلمان امام اپنی مسجد میں نماز پڑھائے اور وہ غیر مسلم بھی بالکل اسی طرح محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو حق اور باطل' کفر اور اسلام---- اصل اور نقل میں کیا فرق رہے گا۔ ایک اجنبی اور ناواقف دھوکے سے کیسے بچ سکے گا۔ اب فریقین کے نزدیک دونوں جماعتوں میں ایک مسلمان ہے ایک کافر ہے۔ نہ دونوں مسلمان ہیں نہ دونوں کافر۔ ایک اصلی مسلمان ہوں گے ان کی ہر چیز نقلی و جعلی ہوگی وہ دراصل غیر مسلم کافر ہوں گے انہوں نے دھوکہ دینے کے لیے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ رکھا ہوگا کسی ملک میں صدر مملکت تو کجا ایک جعلی تحصیلدار یا پٹواری' ایک جعلی تھانیدار یا سپاہی' فوج کا ایک جعلی کیپٹن یا صوبیدار بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ ایک اسلامی حکومت میں ایک جھوٹا نبی اس کی امت اور ان کا تمام جھوٹ کا کاروبار قبول کرلیا جائے اور آزادی ضمیر کی بنا پر انہیں ملاوٹ اور جعل سازی کی کھلی چھٹی دے دی جائے! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے گا۔

"حرف ناصحانہ" کے نامعلوم مولف نے پیش لفظ کے صفحہ ۴ پر رقم طراز ہیں۔

جماعت احمدیہ کے مقدس امام اور دیگر بزرگان کے خلاف ایسی زبان استعمال کی جا رہی ہے کہ اسے نقل کرنا بھی کسی شریف انسان کا قلم گوارا نہیں کرتا"۔

تیری مدحت سرائی مجھ سے کیا ہو

الجواب: مثل مشہور ہے "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"

کاش "نامعلوم مولف" نے علماء کی فحش کلامی کا کچھ نمونہ پیش کیا ہوتا تاکہ مرزا

غلام احمد قادیانی کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی مہذب و شستہ زبان کا اس سے موازنہ کیا جاتا۔ مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس کی تہذیب و شرافت کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں جس سے قارئین کرام کو معلوم ہو گا کہ مرزا کے تیر و نشتر' سب و شتم اور فحش کلامی سے کوئی مسلمان حتی کہ صدر مملکت بھی محفوظ نہیں۔ دوسروں کو تہذیب و شرافت کا درس دینے والے ذرا پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ ملاحظہ ہو۔ عام مسلمانوں کے متعلق:۔۔۔۔۔

۱- "تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبہ والمودہ وینتفع من معارفھا و یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریہ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبھم لا یقبلون" (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷'۵۴۸)

ترجمہ: میری کتاب کو ہر مسلمان محبت و پیار کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہریں کر دیں ہیں وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

۲- ان العدی صاروا خنازیر الفلا ونساء ھم من دونھن الاکلب

(نجم الہدیٰ ص ۵۳)

ترجمہ: میرے مخالف جنگلوں کے خنزیر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

عالم اسلام کے کروڑوں' اربوں مسلمان ہیں جن میں علماء و مشائخ بھی ہیں اور عمائدین سلطنت بھی ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے صدر محترم چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان جو حال ہی میں وضاحت کر چکے ہیں کہ وہ قادیانی نہیں اور قادیانیوں کو کافروں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اور ان کے والد مرحوم تمام عمر قادیانیوں کے مخالف رہے اور ان کے خلاف جہاد کرتے رہے' سب اس گالی کی زد میں ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے قادیانی بھی ایسے ہوں گے جن کے والد مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لائے ہوں گے اور ان کے مخالف

رہے ہوں گے تو وہ قادیانی مرزا صاحب کے بقول خنزیروں اور کتیوں کی اولاد ہیں۔

۳- علماء اسلام کے متعلق:

اے بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالا پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا۔ (انجام آتھم ص ۲۱)

۴- مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۹۳)

۵- سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں۔

اے مردار خور مولویو اور گندی روحو، اے اندھیرے کے کیڑو۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸۹)

۶- مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم اہل حدیث کے متعلق:

ابوجہل، کفن فروش، کتا، غدار وغیرہ

۷- مولانا علی الحائری مجتہد شیعہ کے متعلق:

جاہل تر، حسین کی عبادت کرنے والا، دیو، کھوئی آنکھ والا، یک چشم، شیخ ضال۔

۸- مولانا سعد اللہ لدھیانوی نو مسلم مرحوم حنفی کے متعلق:

ہندو زادہ' کمبخت' بدبخت' دین فروش' شیطانی فطرت' کمینہ' فاسق' شیطان' ملعون' بے وقوفوں کا نطفہ' خبیث' مفسد' مزوّر' منحوس' کنجری کا بیٹا۔

۹- پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرحوم کے متعلق:

خبیث طبع' کذاب' دروغ گو' مزوّر' خبیث بچھو کی طرح نیش زن' فرومایہ' کمینہ' گمراہی کے شیخ' دیو' بدبخت' میرے مقابل بیٹھ جاتے تا دروغ گو۔ بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر خدا کی لعنت تو ایک ملعون کے سبب سے ملعون ہو گئی۔

۱۰- مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دیوبندی کے متعلق:

اندھا شیطان' گمراہ دیو' بدبخت' شقی' ملعون۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ چند گالیاں پیش قارئین ہیں۔ دیکھو مرزا قادیانی کی کتابیں: انجام آتھم' اعجاز احمدی' نزول مسیح' ضیاء الحق' حقیقت الوحی وغیرہ۔

چیلنج: ایک ہزار روپیہ نقد انعام

ہم قادیانی امت کو چیلنج دیتے ہیں کہ اس صدی میں مرزا غلام احمد قادیانی سے بڑا بدزبان اور گالی دینے والا اگر ان کے علم میں کوئی اور شخص ہو تو پیش کریں۔ ہم فریقین کے مسلمہ کسی جج کے سامنے مرزا صاحب کی بدزبانیاں اور گالیاں اس کی کتابوں سے

پیش کریں گے اگر قادیانیوں کا پیش کردہ شخص بڑھ جائے تو ہم مبلغ ایک ہزار روپیہ اسی وقت نقد انعام پیش کریں گے۔

"اک حرف ناصحانہ" کے نامعلوم الاسم مولف نے مرزا قادیانی کے عقائد تحریر کرتے ہوئے ص ۱۹ پر مرزا قادیانی کی درج ذیل رباعی نقل کی ہے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ راہ نما یہی ہے

الجواب

مرزا قادیانی کی یہ رباعی اور دیگر تحریرات اس کے پہلے دور کی ہیں لیکن جب اس نے خود خاتم الانبیاء اور محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو پھر اپنے مرتبہ اور شان کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اونچا اور افضل قرار دیا۔ اس پر بہت سے حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن خوف طوالت سے مرزا قادیانی کے ایک مرید جو ضلع گجرات گولیکی کا رہنے والا تھا۔ اس نے مرزا صاحب کی شان میں جو قصیدہ لکھ کر فریم کے ساتھ پیش کیا تھا اور مرزا صاحب نے اسے داد دی اور اس قصیدہ کو اپنی زندگی میں اپنے روزنامہ اخبار "بدر" مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء یعنی اپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل (کیونکہ مرزا صاحب کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی ہے) شائع کرایا۔

اس قصیدہ سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں:

امام اپنا عزیزو اس زماں میں غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکرم مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ برحق شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
تیری مدحت سرائی مجھ سے کیا ہو کہ سب کچھ لکھ دیا راز نہاں میں
خدا سے تو' خدا تجھ سے ہے واللہ تیرا رتبہ نہیں آتا بیاں میں
(العیاذ باللہ)

اب کس چیز کی کمی باقی رہ گئی؟

قادیانی جنازہ پڑھنا
اور
قادیانیوں سے میل جول حرام ہے

مفتی
عبدالقیوم خان

استفتاء

مفتی عبدالقیوم خان (صدر دارالافتاء)

س: ہمارے گاؤں میں دو قادیانی باپ بیٹے کی ایک دن وفات ہو گئی۔ قادیانیوں کا یہ خاندان علاقے میں اپنی جاگیر و دولت اور اثر و رسوخ کے حوالے سے اچھا خاصا مقام رکھتا ہے۔ ان کے جنازے میں شرکت کے لیے علاقے کے تقریباً ۷۰۰ افراد کے علاوہ ڈپٹی کمشنر' مقامی MNA اور دیگر مقتدرین علاقہ نے شرکت کی۔ امام صاحب نے نہ صرف خود جانتے بوجھتے ہوئے بلکہ ایک اور مقامی مولانا صاحب کے فتوٰی منع کرنے کے باوجود جنازہ پڑھایا۔ بعد ازاں ان دونوں مرزائیوں کی تدفین بھی مسلمانوں کے مقامی قبرستان میں کر دی گئی۔ یہ خبر سننے کے بعد ایک مولانا صاحب نے فتویٰ دیا کہ "قادیانیوں کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کو تجدید نکاح کرنا پڑے گا"۔ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

۱- آیا کہ مرزائیوں کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کا نکاح ٹوٹ گیا؟

۲- اگر نکاح ٹوٹ گیا تو تجدید نکاح کی شرعی صورت کیا ہوگی؟

۳- قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

(محمد بشیر نواب' منڈی بہاؤالدین' بمقام ڈیرہ چنواں)

ج: قرآن کی نصوص قطعیہ' سنت متواترہ اور صحابہ کرام کے دور سے آج تک امت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے' نہ رسول۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے' خواہ کسی معنی میں ہو' وہ کافر' مرتد' خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے' وہ بھی کافر و مرتد جہنمی ہے۔

مرزائے قادیانی نے یقیناً اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا' جو اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس دعویٰ کے بعد اس نے توبہ نہیں کی' لہٰذا وہ قرآن و سنت اور امت کے متفقہ فیصلے کی بناء پر کافر و مرتد ہے۔ جو مرزائے قادیانی مذکور کے کفر و عذاب میں شک کرے' وہ بھی کافر و مرتد جہنمی ہے۔

علم کے باوجود جن لوگوں نے قادیانی کی نماز جنازہ پڑھی' وہ احکام قرآنی' حدیث اور اجماع امت کے باغی ہیں۔ وہ فوری طور پر توبہ کریں اور از سرنو ایمان لائیں۔ چونکہ جان بوجھ کر کفر اختیار کرنے والا کافر و مرتد ہو جاتا ہے' جب کہ اس کی بیوی مسلمان تھی اور مسلمان کا نکاح کافر و مرتد سے نہیں ہوتا اور اس جرم کے ساتھ ہی وہ لوگ کافر و مرتد ہو گئے۔ پس ان کی مسلمان بیویوں سے ان کے نکاح فوراً ٹوٹ گئے۔ لہٰذا وہ عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔

اگر یہ لوگ اپنے فعل پر نادم ہوں اور صدق دل سے توبہ کرکے تجدید ایمان کر لیں' تو دوبارہ ان بیویوں کی رضامندی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان کی بیویاں شرعاً آزاد ہیں' جہاں چاہیں نکاح کر لیں' کوئی عدت نہیں۔

قادیانی جیسا کہ ذکر ہوا' کافر و مرتد ہیں' لہٰذا ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں ینفسخ النکاح بالردہ مرتد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ ("فتح التقدیر" ۳۱۰' ۵) اذا ارتد المسلم عن الاسلام و العیاذ باللہ عرض علیہ الاسلام فان کانت لہ شبتہ کشفت عنہ جب مسلمان' اسلام سے (نعوذ باللہ) پھر جائے' اس پر اسلام پیش کیا جائے۔ اگر کوئی شبہ ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے..... و یحبس ثلاثہ ایام فان اسلم و الاقتل اسے تین دن قید کیا جائے۔ اگر مسلمان ہو جائے تو بہتر' ورنہ قتل کر دیا جائے۔ (ہدایہ "فتح التقدیر" ۳۰۷' ۵)

س: قادیانیوں سے میل جول اور عام زندگی میں تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے۔ خاص طور پر جب وہ خوش اخلاق اور خدمت گار بھی ہو؟ (محمد رشید لاہور)

ج: قادیانی علی العموم کافر و مرتد ہیں۔ ان سے سلام' کلام' کھانا' پینا' بیاہ' شادی' لین دین کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ حرام' حرام قطعی حرام ہے۔ کوئی

شخص کسی لحاظ سے بہترین صفات کا حامل ہو' اس کا اللہ' رسول اور قرآن' اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہونا اور ان سے بغاوت کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی ذاتی خوبی اس کا مداوا نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون O

ترجمہ: "تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی' اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں' جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا' جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے' سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب رہے گی"۔

یہ ہے اہل ایمان کا عمل کہ وہ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے محبت نہیں کرتے۔ خواہ باپ ہو' بیٹا ہو' بھائی ہو' دوست ہو۔ لہٰذا آپ قادیانی سے ہر قسم کی قطع تعلقی کریں۔ وہ اتنا ہی خوش اخلاق ہے تو کفر و ارتداد کو چھوڑے۔ قادیانی مرتد پر لعنت بھیجے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لائے۔ مرتد ہونا اخلاق نہیں' بداخلاقی ہے۔ جو شخص خود جہنم کا ایندھن بن جائے اور دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچے' اس کی بہترین خدمات نہیں' بدترین مہلکات ہیں۔

جواب پیشِ خدمت ہے

محمد طاہر رزاق

سوال: مرزا قادیانی کا جرم کیا ہے؟ اور اس کی موت کے بعد بھی اس کا تعاقب اتنی شدت سے کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: دریتیم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو! دجال قادیان مرزا قادیانی کوئی معمولی نوعیت کا مجرم نہیں۔ یہ پورے عالم اسلام اور اسلام کا مجرم ہے۔ اس کی فرد جرم شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے۔

خدائی کا دعویٰ کرنے کے جرم میں یہ فرعون' نمرود اور شداد ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے کے جرم میں یہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب ہے۔ توہین رسالت کرنے کے جرم میں یہ ابوجہل' ابولہب اور ولید بن مغیرہ ہے۔ قرآن مجید میں تحریف کرنے کے جرم میں یہ یہودی و نصرانی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی توہین کرنے کے جرم میں یہ ابن سبا ہے۔ دین اسلام سے پھر جانے کے جرم میں یہ مرتد ہے۔ تعلیمات اسلامیہ کو مسخ کرنے کے جرم میں زندیق ہے۔ حضرت علیؓ کی توہین کرنے کے جرم میں یہ خارجی ہے۔ امام حسینؓ کی شان میں بکواس کرنے کے جرم میں یہ شمر ہے۔ اسلام کو گالیاں دینے کے جرم میں یہ راجپال اور سلمان رشدی ہے۔ ظاہراً" مسلمان اور باطناً" کافر ہونے یعنی منافق ہونے کے جرم میں یہ عبداللہ بن ابی ہے۔ خود کو انسان کا بچہ نہیں بلکہ کرم خاکی بننے کے جرم میں یہ ڈارون کی اولاد ہے۔ جھوٹے خدا شداد نے بہشت بنائی اور جھوٹے نبی مرزا قادیانی نے بہشتی مقبرہ بنایا۔ اس کفریہ نقالی کے جرم میں یہ مشن شداد کا علمبردار ہے۔

اے مسلمان! یہ خطرناک مجرم آج بھی دندناتا ہوا زندہ ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک زندہ رہتا ہے۔ جب تک اس کے نظریات زندہ رہتے ہیں۔ پرسوں یہ ملعون مرزا بشیرالدین جہنمی کی صورت میں زندہ تھا۔ کل یہ مردود مرزا ناصر دوزخی کی صورت میں زندہ تھا اور آج یہ فخر شیطان مرزا طاہر کی صورت میں زندہ ہے اور جب تک فرش خاکی پر ایک بھی قادیانی زندہ رہے گا یہ اس کی صورت میں زندہ رہے گا۔ اس کی

ارتدادی تحریریں چھپ رہی ہیں۔ اس کے ایمان سوز لیکچر کی اشاعت بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ اس کا یوم پیدائش اور یوم مرگ بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ خود تو مرگیا لیکن اپنی قائم کردہ "مرتد یونیورسٹی" سے تعلیم یافتہ ہزاروں چیلے چانٹے کفرو ارتداد کی تبلیغ کے لیے چھوڑ گیا جو آج بھی چمن اسلام میں بارودی سرنگیں بچھا رہے ہیں اور معاذ اللہ بڑی شدت سے اس روز بد کا انتظار کر رہے ہیں جب یہ چمن ایک زور دار دھماکے سے ویرانے میں تبدیل ہو جائے گا اور دور دور تک خاک اڑتی دکھائی دے گی۔

قادیانی حربوں سے نا آشنا سادہ لوح مسلمان اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص اس قدر گھناؤنے کردار کا مالک تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ سر ظفر اللہ' ایم ایم احمد' ڈاکٹر عبدالسلام' نسیم احمد' کنور ادریس' ایئر مارشل ریٹائرڈ ظفر چودھری وغیرہ ایسے بڑے بڑے لوگ اس کا کلمہ کیوں پڑھتے ہیں؟ اس کو نبی اور رسول کیوں مانتے ہیں؟ اس کو اپنا مرشد اور رہبر کیوں تسلیم کرتے ہیں؟

جواباً عرض ہے کہ یہ ایک الگ اور طویل بحث ہے کہ ان ٹھگنوں کو بلند قامتی کا سرٹیفکیٹ کون عطا کرتا ہے؟ وہ کون سے خفیہ ہاتھ ہیں جو ان کند ذہنوں کو ذہانت کے تمغوں سے نوازتے ہیں؟ وہ کون سے پردہ نشین ہیں جو ان مرتدین کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اعلیٰ و حساس عہدوں پر بٹھاتے ہیں اور پھر بین الاقوامی صحافت پر قبضہ ہونے کے ناطے پوری دنیا میں ان کے ناموں اور کاموں کی تشہیر کرواتے ہیں؟ اس موضوع پر انشاء اللہ ایک الگ کتابچہ تحریر کیا جائے گا۔

بالفرض انہیں بڑا تسلیم کر بھی لیا جائے اور ان جیسے کلیدی آسامیوں پر بیٹھے ہزاروں قادیانیوں کو قابل اور ذہین مان بھی لیا جائے تو کیا مرزا قادیانی اللہ کا نبی اور رسول بن جائے گا اور ان دجالوں کی جماعت کو اس دجال کی نبوت کی دلیل کے طور پر تسلیم کر لیا جائے گا۔؟

اے سادہ لوح مسلمان' یاد رکھ ایمان' قدرت کا سب سے جلیل القدر تحفہ ہے اور ہدایت صرف رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے' وہ چاہے تو محلات میں رہنے والوں کو نعمت ایمان سے محروم رکھے اور کسی دریا کے کنارے ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں رہنے

والے کے دل کو ایمان کا خزینہ بنا دے۔ وہ چاہے تو بادشاہوں کو حالت کفر میں مارے اور انہیں جہنم کا ایندھن بنا دے اور اس کی منشا ہو تو غربت و افلاس کی چکی میں پسنے والے کو مسند ولایت پر فائز کرے اور بعد از موت جنت الفردوس اس کا مقدر ٹھہرے۔ رئیس قریش ابو جہل دولت ایمان سے محروم رہا اور حبشہ کا غلام بلال حبشیؓ موذن رسولؐ کا اعزاز عظیم پائے۔ سیم و زر میں کھیلنے والا ابو لہب رسول خداؐ کا چچا ہونے کے باوجود قفس کفر میں انتہائی عبرتناک موت مر جائے اور ایران سے آنے والا غربت کا مارا سلمان فارسیؓ رفیق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بنے' تاجدارؐ ختم نبوت کا کلیوں کو شرماتا بچپن' شبنم سے مطہر لڑکپن اور رشک مہتاب و آفتاب جوانی اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے بہت سے بد قسمت کفر کی ظلمت میں دم توڑ گئے اور روم سے آنے والے صہیبؓ رومی آغوش نبوتؐ میں آبسے اور دامن مصطفیؐ کی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہونے لگے۔

اے سوالی مسلمان! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ برنارڈشا اور سٹیفن لی کاک ایسے ادیب' ولیم ورڈزورتھ اور جان کیٹس ایسے شاعر' ابراہام لنکن اور وینڈل فلپ ایسے مقرر' لوئی پاسچر اور ہانمن ایسے ڈاکٹر' شارک اور اوپن ہائم ایسے قانون دان' چرچل اور گاندھی ایسے سیاست دان' ایڈیسن اور جارج سٹیفن سن ایسے سائنس دان' آئن سٹائن اور نیوٹن ایسے ماہرین طبیعات' کارل مارکس اور آدم سمتھ ایسے ماہرین اقتصادیات' بورنگ اور بی مک گرا ایسے ماہرین نفسیات' مینڈل اور ڈارون ایسے ماہرین حیاتیات' ڈیمارگن اور ٹورنگ ایسے ماہرین ریاضیات' ٹائن بی اور مینگلو ایسے ماہرین عمرانیات' رابرٹ بائل اور جان ڈالٹن ایسے ماہرین کیمیا' برٹرینڈ رسل اور ہیگل ایسے فلاسفر' نپولین اور منٹگمری ایسے جرنیل' ہٹلر اور سٹالن ایسے منتظمین' برژنیف اور کینیڈی ایسے حکمران' لین پول اور گبن ایسے مورخین' لارڈ میکالے ایسا ماہر تعلیم اور گلیلیو ایسا ماہر فلکیات' اس دنیا سے ناکام و نامراد چلے گئے' کیا یہ اپنے اپنے علم و فن کے دائرہ میں بڑے لوگ نہیں تھے؟ یقیناً یہ یکتائے روزگار اور نابغہ عصر تھے۔ لیکن کیا ان کا علم ان کو گمراہی سے بچا سکا اور ان کی ذہانتیں ان کی عاقبتوں کو سنوار سکیں؟ تکمیل نبوت کے بعد اس بزم

ہستی میں ہر لمحہ فطرت کی یہ صدا گونجتی ہے کہ اب جو بھی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے' اسے دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہونا ضروری ہے جس کے ہاتھ میں دامن مصطفیٰ نہیں' اسے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں' اس کی عقل اسے کفرو ضلالت کے لق و دق ریگستانوں میں لئے گھومتی ہے اور منزل کی تلاش میں آبلہ پا سرگرداں مسافر ویرانوں میں سسک سسک کر دم توڑ دیتا ہے۔

اب آپ کے سامنے نور ایمان سے محروم اور عقل کے شکار کئے ہوئے چند قادیانی بڑوں اور چند دیگر بڑوں کا تماشہ پیش کیا جاتا ہے اور اس میں ان لوگوں کو ان کے سوال کا جواب بھی مل جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ اتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانی کیسے بھٹک سکتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے کہ اس خار زار میں صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ قادیانی ہی دھکے نہیں کھا رہے بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ کفار بھی شریک سفر ہیں۔

اگر سر ظفر اللہ جیسا خود ساختہ عقل مند مرزا قادیانی جیسے کانے بھینگے اور فاتر العقل کو نبی مانتا ہے تو اس میں اچنبھے کی کیا بات! بنی اسرائیل کے دانشوروں نے بھی بچھڑے کو خدا مانا تھا۔ اگر ڈاکٹر عبدالسلام مرزا قادیانی کی گالیوں اور خرافات کو وحی مانتا ہے تو اس میں فکر کرنے کی کیا ضرورت! بھارت کا سابقہ صدر مرار جی ڈیسائی بھی تو اپنا پیشاب پیتا ہے اور اسے Water of life (آب حیات) کہتا ہے۔ اگر ایم ایم احمد ختم نبوت کا انکار کرتا ہے تو اس میں پریشانی کی کیا وجہ! روس کا صدر گورباچوف بھی خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ اگر مرزا طاہر بھگوڑا خود کو مرزا قادیانی جیسی عجیب و غریب مخلوق کا خلیفہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے تو اس میں کیسی حیرانی! ڈارون بھی تو خود کو بندر کا بیٹا کہلوانے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ اگر الٹی کھوپڑی کی قادیانی امت مرزا قادیانی پر درود و سلام بھیجتی ہے تو اس میں کیسی پریشانی! بھارت کا وزیر اعظم راجیو گاندھی بھی تو موٹے تازے ننگے دھڑنگے بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رام رام کرتا ہے۔

تحفظِ ختمِ نبوّت

از قلم: محمّد طاہر رزّاق

موضوعات

- عقیدۂ ختمِ نبوّت ○ چہرۂ قادیانیت
- اُٹھو مسلمانو! قادیانی قرآن بدل رہے ہیں
- عاشقانِ مصطفےٰ کہاں ہیں ؟
- عشقِ خاتم النبییّنؐ ○ شیزان کا بائیکاٹ
- مُجرمِ اسلام (مرزا قادیانی)
- فتنۂ قادیانیت کو پہچانیے !
- قادیانیت! انگریز کا خود کاشتہ پودا
- آستین کے سانپ ○ مسئلہ کشمیر اور فتنۂ قادیانیت
- قادیانی کلمۂ طیبہ سے کیا مراد لیتے ہیں ؟
- ہم تحفّظِ ختمِ نبوت کا کام کیسے کریں ؟

اس کا ہر ورق

□ معلومات افزا □ چشم کشا □ راز افشاء □ جہاد کی صدا

مطالعہ فرمائیے اور سونے والوں کو جگائیے !!!

شعورِ ختمِ نبوّت اور قادیانیت شناسی

(سوالاً جواباً)

از قلم: محمد طاہر رزّاق

- فتنۂ قادیانیت سوال و جواب کی تلواروں کی دھاروں پر۔
- عقیدۂ ختمِ نبوت پر قرآن و حدیث کے فولادی دلائل۔
- عقائدِ قادیانیت کی بزمِ رونمائی ___ مجلسِ رسوائی۔
- علمائے تحفظِ ختمِ نبوّت کے زرّیں تذکرے۔
- غدارانِ ختمِ نبوّت کے سیاہ چہرے ___ منحوس ہیولے۔
- قادیانیت کی اسلام دشمنی کے بولتے نقوش۔
- مجاہدینِ ختمِ نبوّت کی ایمان پرور داستانیں۔
- قادیانی گرو گھنٹالوں کی عبرتناک تصویریں ___ ہولناک مناظر۔
- پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیّت قرار دینے کی کہانی۔
- فرنگی اور قادیانی معاشقے کی جھلکیاں۔

اور وہ سب کچھ جو آپ جاننا چاہتے ہیں

لفظ لفظ آگاہی ___ سطر سطر جستجو

مختصر وقت میں ڈھیروں معلومات

ایک ایسی کتاب جس کا ہر مسلمان گھر میں ہونا ضروری ہے۔

دجال قادیان

موضوعات

اللہ کا گستاخ

کیا ہم
رسول اللہ ﷺ
کے امتی ہیں ؟

مرزا قادیانی کو نبی
کیوں بنایا گیا ؟

ختم نبوت کے
پاسبان

مرزا قادیانی
کا حافظہ

مسٹر گالی گلوچ

مجرم
اعتراف جرم
کرتا ہے

مرزا قادیانی
کا بچپن

قادیان کا بدکردار

ایک منہ
دو زبانیں

تحفظ ختم نبوت ہر اس شخص کا فرض ہے ...... جو کہتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کا امتی ہے۔ اپنے دامن میں اسی فرض کی پکار لئے ہوئے ”قادیانیت کش“ آپ کی خدمت میں حاضر ہے...... اور آپ کے ایمانی ردعمل کی منتظر ہے

مطالعہ فرمایئے ! اور کاروان تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو جایئے !!!

قادیانیت کش

موضوعات

مرزائیت شکن مجاہد

اے گستاخ رسولؐ!
زرا دامن تو دیکھ

مرزا قادیانی کے فرشتے

قادیانی اخلاق
ایک سازش ...... ایک جال

مرزا قادیانی کی خوراک

قادیانی نواز!
اسلام کا موذی دشمن

مرزا قادیانی کا لباس

ڈاکٹر عبد السلام کون؟
ایک تعارف ...... ایک تجزیہ

مرزا قادیانی کا معافی نامہ

ظالم کون؟
مسلمان یا قادیانی

گلدستہ اشعار ختم نبوت

پڑھیئے اور تحفظ ختم نبوت کے لئے آگے بڑھیئے!!!

بھائی! تحفظ ختم نبوت آپ کا بھی فرض ہے۔ آپ نے یہ فرض کس حد تک ادا کیا؟

مرگِ مرزائیت

- قادیانی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟
- پاکستان امریکی اور قادیانی سازشوں کے نرغے میں
- تھوڑی دیر مرزا قادیانی کی قبر پر
- قادیانیوں کے عبرتناک انجام
- قومی شناختی کارڈ اور مذہب کا خانہ
- شمع ختمِ نبوّت کے پروانوں کی باتیں

- مرزا قادیانی کا لباس
- ہم قادیانیوں کو کیا سمجھتے ہیں؟
- تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء
- دوزخ سے مرزا قادیانی کا خط مرزا طاہر کے نام
- قولِ حق
- سپریم کورٹ کو ملّتِ اسلامیہ کا خراجِ عقیدت

تحریکِ ختمِ نبوّت کے چند نقوش

زیرِ طبع

ترتیب وتدوین

محمد طاہر رزاق

عالمی مجلسِ تحفّظِ ختمِ نبوّت
حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

قرآن وحدیث کی روشنی میں

فتنوں کی دنیا

تالیف

مفتی احتشام الحق آسیا آبادی

جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت مکران بلوچستان

برائے تبصرہ

فتنوں کی دنیا

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مفتی احتشام الحق آسیا آبادی

جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت مکران بلوچستان

نام کتاب	فتنوں کی دنیا
تصنیف	مفتی احتشام الحق آسیا آبادی
اشاعت اول	رجب ۱۴۲۴ھ/ستمبر 2003ء
تعداد	ایک ہزار
اشاعت دوم	یکم رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ/۱۲/اگست 2010ء
تعداد	بائیس سو (2200)
قیمت	40/= روپے
کمپوزنگ	شبیر صادق (الجامعہ کمپوزنگ سینٹر آسیا آباد تربت)
ناشر	جامعہ رشیدیہ آسیا آباد، تربت مکران بلوچستان)

ملنے کے پتے

مکتبہ رشیدیہ آسیا آباد تربت مکران بلوچستان

طلحہ اسلامک بک سینٹر مین روڈ تربت مکران بلوچستان

رحیم جان بکری والا چتکان پنجگور مکران بلوچستان

مولوی سعد اللہ دار العلوم حنفیہ غریب آباد چتکان پنجگور

البدر بک سینٹر مین بازار گوادر مکران ڈویژن بلوچستان

مولانا حافظ خیر محمد مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ بلوچستان

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن جمشید روڈ کراچی

شبیر احمد مفتی زادہ جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى ،اما بعد!

فتنہ کے معنی امتحان وآزمائش کے ہیں، اس کے علاوہ بھی فتنہ دیگر کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، قرآن کریم میں فتنہ کا لفظ مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے کہ "**والفتنة اشدّ من القتل**"، یعنی فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔

دنیائے اسلام میں فتنوں کی ابتداء تو اس وقت سے شروع ہو چکا ہے، جب رسول اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے، خانہ جنگیاں، فرقہ بندیاں، قومی تعصبات، اپنوں اور غیروں کے ساتھ مسلمانوں کا دست وگریبان ہونا، مال وجاہ وعورتوں کے فتنے، امت مسلمہ میں یکے بعد دیگرے آئے اور فتنوں کی آندھی جب چل نکلی تو چلتی ہی رہی۔ محسن اعظم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں مختلف وقتوں میں امت کو گوناگوں فتنوں سے باخبر کیا، فتنوں کی علامتیں بتائیں، فتنوں سے خبردار کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے بچنے کی ہدایات دیں اور فتنوں سے دور رہنے کی تلقین بھی کی۔ آپ نے مسلمانوں کے آپس کے دست وگریبان ہونے اور اختلافات کو فتنہ قرار دیا، عورتوں کے روپ میں ہونے والے فتنوں سے ڈرایا قتل قتال اور گمراہ سربراہوں کے فتنوں سے متعلق امت کی رہبری کی اور فتنوں کے زمانے میں صبر کرنے اور فتنوں سے الگ تھلگ رہنے کے فوائد سے روشناس کرایا۔

آج کے پرفتن دور کو اگر ہم "فتنوں کی دنیا"، سے تعبیر کریں، تو بے جا نہیں ہوگا، خلفاء

راشدین کے دور سے ہی فتنوں کا ظہور ہوا اور مسلمان گونا گوں مصائب اور خانہ جنگیوں میں گرفتار ہوئے، مگر خیر القرون میں چونکہ خیر کا غلبہ تھا، مگر بعد کے زمانوں میں جب بھی کوئی فتنہ رونما ہوا، وہ اپنے ساتھ ہزاروں برگ و بار بھی لے آیا۔

ایک زمانہ تھا جب مختلف قسم کی بدعات اسلام میں داخل ہوئیں اور انہیں کو فتنہ کہا گیا۔ بعد کے زمانے میں بدعات کے ساتھ وثنیت و اصنام پرستی اور عصبیت کی نئی قسمیں ایجاد ہوئیں، انکار خدا تک کے فتنے سر اٹھانے لگے اور اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ نئے دور میں اب نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ماضی میں جن فتنوں کا اثر برسوں جا کر قرب و جوار میں پہنچ جاتا تھا، اب وہ فتنے لمحوں میں پوری دنیا کو گھیر لیتے ہیں، فتنوں کو پھیلانے میں جو وسائل آج دستیاب ہیں، وہ ماضی میں کبھی نہیں تھے۔

ہم اپنے اسلاف کے دینی فکر اور دینی شجاعت کے یقیناً معترف ہیں، ان کی حساس ذہنیت اور حمیتِ دینی کبھی ان فتنوں کو گوارا نہیں کرتی تھی، انہوں نے اپنے زمانے میں حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ اس میں سرخرو بھی ہوئے۔ انہوں نے فتنوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کی جو رہنمائی کی، تاریخ آج بھی بانگ دہل ان کی گواہی دیتی ہے...... مگر نئے دور کے نئے فتنوں کے سیلاب کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہوگی؟ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آج کی نسل سیلاب بلا کی دفاع میں امت مسلمہ کی کیا رہبری کرتی ہے اور کیا موجودہ نسلیں آئندہ کی نسلوں کیلئے وہ کارنامے پیش کرسکیں گی کہ مستقبل کی تاریخ ان کیلئے صحیح رائے قائم کرے؟ دیکھنا یہ ہے کہ ہم تاریخ میں کیا نقوش چھوڑ جاتے ہیں ۔

غافل منشیں، نہ وقت بازیست
وقت ہنر است، و کار سازیست

زبان رسالت سے برسہا برس پہلے فتنوں کے مختلف انداز کی خبریں دی گئی تھیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ: "**إذا ظهرت الفاحشة كانت الرجفة وإذا**

جار الحكّام قل المطر وإذا غدر باهل الذمّة ظهر العدو،، (کنز العمال ح ۲۰۸۶۵) یعنی "جب فحاشی پھیل جائے تو زلزلے ہو جائیں گے اور جب حاکم ظلم کرنے لگیں تو بارشیں رک جائیں گی اور جب ذمیوں سے دھوکہ کیا جائے، تو دشمن غالب آجائیں گے،، آپ نے ایک موقع پر فرمایا: "**الفتنة نائمة لعن الله من ايقظها**،، یعنی فتنہ سویا ہوا ہے، جو اس کو بیدار کرے اس پر لعنت ہو،

فتنوں کو بیدار کرنے سے مراد ان کو ہوا دینا............اور فتنوں کا سبب بننا ہے۔

اب سے ڈیڑھ سال پہلے بندہ نے ماہنامہ "الجامعہ آسیا آباد،، کیلئے فتنوں کے حوالے سے کچھ مضامین درس حدیث کی شکل میں لکھے تھے، زیر نظر کتابچہ انہیں منتشر مضامین کا مجموعہ ہے اگر ان میں کوئی خیر کی بات دیکھیں اور کسی کی اصلاح ہو کر فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں، تو مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور فتنوں سے محفوظ رہنے کیلئے دعا گو رہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو ہر قسم کے فتنے و فساد سے محفوظ رکھے۔ آمین

والحمد لله اولاً وآخراً و صلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم.

احتشام الحق آسیا آبادی

جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت مکران

۴ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ

۴ر اگست ۲۰۰۳ء

دور حاضر
اور فرمانِ مخبر صادق ﷺ

عن أبی هريرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: "يتقارب الزمان ،وينقص العمل ويلقى الشحُّ ،وتظهر الفتن ،ويكثر الهرج ،قالوا!يارسول الله ! أيُما هو؟قال:القتل القتل ،، (بخاری ١٣/١٣ مع الفتح)

حضرت ابوھریرة ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: زمانہ مختصر اور باہم قریب ہوجائے گا، اعمال میں نقص اور کمی آجائے گی، دلوں میں بخل پیدا ہوجائے گا اور فتنے ظاہر ہوجائیں گے اور" ھرج ،، زیادہ ہوجائیگا، صحابہ کرام نے عرض کیایارسول اللہ:ھرج کیا چیز ہے ؟آپ نے فرمایا کہ:" وہ قتل ہے قتل۔

یہ حدیث بخاری، مسلم اور حدیث کی دیگر بہت ساری کتابوں میں ان الفاظ اور ان سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔سب میں مختلف قسم کے فتنوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں فتنوں کا ذکر پانچ حوالے سے کیا گیا ہے۔سب سے پہلے یہ فرمایا کہ قرب قیامت میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو اوقات اور زمانے کی برکت ختم ہوجائے گی۔جو کام گھنٹوں میں ہوتے تھے ان میں دن اور ہفتے لگیں گے، جو کام دن اور ہفتوں میں ہوتے تھے، ان میں مہینے اور سال لگیں گے اور یہ ایک دوسری حدیث کا مفہوم بھی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ "تكون السنة كالشهر والشهر كالجمعة والجمعة كاليوم واليوم كالساعة والساعة كالنفس ،،(بهجة النفوس ٢٥٧/٤) یعنی" زمانہ ایسا آئے گا کہ سال مہینوں کی طرح گزریں گے اور مہینے ہفتہ جیسا گزریں گے اور ہفتہ دن اور دن ایسا محسوس ہوگا جیسا کہ ایک سانس میں گزرگیا،،۔

زیادہ گناہوں کی وجہ سے زمانے میں برکت نہیں رہے گی اوقات وساعات بے برکتی کا شکار ہوجائیں گے اور بقول ابن ابی حمزہؒ (المتوفی ٦٩٩ ھ) کے اس کا ظہور کئی زمانے پہلے سے ہوچکا ہے۔

ملاعلی قاری نے قاضی عیاضؒ سے زمانہ نزدیک ہونے کی ایک توجیہ یہ بھی نقل کی ہے کہ دور دراز کے علاقے قریب ہوں گے کہ وہاں جلدی پہنچا جاسکے گا یا دور کی باتیں جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکیں گی، یعنی اہل زمانہ اور خود زمانے کی چیزیں اور باتیں رسل ورسائل کی فراوانی کی وجہ سے بہت زیادہ قریب ہونگی۔(مرقات ١٢٠/١٠)

اس سے قیامت کا قرب بھی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ علامہ تورپشتی نے شرح طیبی میں کہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ (يتقارب الزمان زمانہ باہم نزدیک ہوجائے گا...... میں یہ سارے مفہوم بیک وقت واضح نظر آرہے ہیں۔زمانے کے اوقات وثمرات سے برکت اٹھ جانا، روزانہ مشاہدے میں آرہا ہے، جبکہ دنیا کے تمام کونوں میں آج کے دستیاب وسائل کی توسط سے ایسا جلد پہنچا جاسکتا ہے جتنا کسی زمانے میں ایک گھر کے کونوں کے لوگوں کی اتنی سرعت سے پہنچ نہیں تھی۔

حدیث میں دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ" ينقص العمل ،،اعمال میں نقص اور کمی آجائے گی،، انسانوں میں معاصی وگناہوں کا جس قدر رواج ہوگا، اتنی ہی نیک اعمال میں کمی واقع ہوتی جائے گی۔بعض روایات میں جو خود بخاری ومسلم میں موجود ہیں، یہاں لفظ" وينقص العلم ،، آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرب قیامت میں علم کم ہوجائے گا یعنی علم دین کے جاننے اور سمجھنے والے عالم نہیں رہیں گے یا کم ہوں گے۔نیز یہ مقصد بھی ہوسکتا ہے کہ علم دین کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہوگی۔اس فتنے کا ظہور بھی ہوچکا ہے کہ دین اور علم دین کی عالمی پیمانے پر اس وقت جو دشمنی یا مخالفت کی جارہی ہے وہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی۔

تیسری چیز حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ" ويلقى الشحُّ ،، یعنی" لوگوں کے دلوں میں بخل ڈال دیا جائے گا،،۔قرآن شریف میں ہے کہ" وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِكَ هُمُ

اَلْمُفْلِحُوْنَ(التغابن ۱٦) یعنی جونفس کی بخیلی سے محفوظ ہوا، بس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

لوگوں کے دلوں میں بخل کا موجود ہونا عام ہے کہ وہ جس نوعیت کا ہو۔ قیامت کے نزدیک عالم اپنے علم سے بخل کرے گا، کسی مخصوص صنعت کا آدمی اپنی صنعت میں بخیلی کرے گا ایسے ہی مالدار اپنے مال میں بخیل ہوگا (مرقات ۱۰/۱۲۰) حتی کہ لوگ عام حالات میں تو بخیل ہونگے کہ نفلی صدقات وخیرات نہیں کرینگے خصوصی علامات قیامت میں سے ایک یہ ہوگا کہ لوگ فرض زکوۃ کی ادائیگی میں بھی بخیل ہونگے اور یہی عذاب کا سبب ہوتا ہے۔(بهجة النفوس ٤/٢٥٨)

یہ حقیقت اب روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح لوگ گناہ کے کاموں کے اندر خرچ کرنے میں فیاضی کرتے ہیں، ایسے ہی نیک اور جائز کاموں کے اندر خرچ کرنے میں بخیل ہوگئے ہیں۔ نیک کاموں کے اندر خرچ کرتے ہوئے مسلمانوں کو جو خوشی ہونی چاہیے تھی وہ اب تکلیف میں بدل گئی ہے۔

چوتھی چیز حدیث میں "وتظهر الفتن"، بیان کی گئی ہے یعنی قسم قسم کے فتنے قیامت سے پہلے ظاہر ہونے لگیں گے۔ آج کی صورت حال یہ ہے کہ عالمی سطح پر مسلمان مختلف فتنوں کے زد میں آگئے ہیں مختلف مذاہب اب باقاعدہ فتنہ بن کر مسلمانوں کے سر پر سوار ہیں۔ خود مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کا فتنہ اپنی جڑیں مضبوط بنا چکا ہے۔ حکومتوں کی سطح تک اگر معاملات کو غور سے دیکھا جائے تو ہر حکومت ،دوسری حکومت کو ہڑپ کرنے کیلئے نہ صرف پر تول رہا ہے بلکہ عملی جدوجہد میں مصروف ہے، آج کل دنیا میں سب سے زیادہ اچھی حکومت وہ شمار ہوتی ہے۔ جس کے پاس تباہی کے اسباب (اسلحہ کے انبار کی شکل میں موجود ہیں) مسلمانوں کیلئے تو فتنے اس حد تک آپہنچے ہیں کہ جیسے رات کی تاریکی ان پر آگئی ہے "صبح کو کوئی مومن ہے تو رات کو کافر نظر آئیگا اور رات کو مومن ہے تو صبح کو کافروں جیسا اعمال کرتا نظر آئے گا اور تم لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالے گا۔(بهجة النفوس ٤/ ٢٥٩)

آج معاشیات، ترقی اور آزادی کے نام پر کیا کچھ نہیں کیا جارہا ہے یہی وہ فتنے ہیں جن کا مخبر صادق ﷺ نے چودہ سو سال قبل امت کو خبردار کیا ہے۔

پانچواں فتنہ جس سے خبردار کیا گیا ہے وہ ہے "الھرج"، جس کو رسول اللہ ﷺ نے "القتل القتل"، کے لفظ سے بیان فرمایا ہے۔ قتل دو طرح سے ہوتا ہے کسی نے واقعتہ کوئی ایسا جرم کیا ہو جس کی وجہ سے اس کو شرعاً قتل کیا جاتا ہو، ایسے قتل کو فتنہ نہیں کہا جاتا ہے۔ بلکہ علامہ ابن ابی جمرۃ نے **بهجة النفوس** (۴/۲۵۹) میں ایک حدیث نقل کیا ہے جس کا مفہوم ہے "کسی مقام پر خدائی حکم سے کوئی حد مقرر کیا جائے یعنی کسی جرم کے بدلے میں قتل کیا جائے (وغیرہ) تو وہ تیس اور بعض روایت میں چالیس دن کی بارش سے زیادہ بہتر نتائج کا حامل ہوگا"، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ قتل ایک ایسا تنبیہ ہوگا کہ اس سے دوسرے لوگ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے بچیں رہیں گے۔ دوسری قسم کا قتل وہ ہے، جس کو فتنہ کہا جاتا ہے اور اس کو حدیث میں قیامت کی علامات میں شمار کیا ہے اور یہی وہ فتنہ ہے جس سے احادیث مبارکہ میں پناہ طلب کیا گیا ہے...... اس میں عموماً قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ میں نے کس جرم میں مارا ہے، نہ مقتول کو پتہ ہوتا ہے کہ میں کس جرم میں مارا جارہا ہوں، بلکہ بسا اوقات دونوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ہم کیوں لڑ رہے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے زمانے کی جنگیں...... پیچھے سے کسی نے ڈور ہلا دیا اور حکومتیں لڑ پڑیں۔ کسی نے اشارہ کردیا اور فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوگئے۔ العیاذ باللہ...... ایک زمانہ تھا کہ ایک تیر مارنے سے صرف ایک آدمی قتل ہوتا تھا یا صرف دو جانیں ضائع ہوجاتی تھیں لیکن آج صورتِ حال یہ ہے کہ ایک ایٹم بم سے کئی شہر نہ صرف ویران ہوجاتے ہیں، بلکہ سالہا سال تک ان میں زندگی کے آثار بھی ختم ہوجاتے ہیں یہ وہ فتنہ یا قتل ہے کہ جس میں ظالم اور مظلوم کا کوئی فرق باقی نہیں رہتا ہے۔

ان فتنوں سے بچاؤ کیلئے رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھا جائے کہ **"الجئو إلى الإيمان والأعمال الصالحات (بهجة النفوس ٤ / ٢٥٩)** یعنی "ایمان اور اعمال صالحہ کی پناہ اختیار کرلو"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قرب قیامت کی کچھ نشانیاں

عن الأعمش عن شقيق قال كنت مع عبدالله وأبى موسى فقالا: قال النبى ﷺ: إنّ بين يدى الساعة لَايّامًا ينزل فيها الجهل ويُرفع فيها العلم ويكثر فيها الهرج والهرج القتل "(بخاری ۱۳/۱۳۹۔ مع الفتح)

حضرت اعمش" حضرت شقیق بلخیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' ان دونوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت سے پہلے ایسا زمانہ ہوگا' جس میں جہالت نازل ہوگا اور علم اٹھالیا جائے گا اور ''ھرج'' یعنی قتل وقتال بہت زیادہ ہوگا''۔

بخاری شریف ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابوموسیٰ ؓ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے پوچھا کہ تمہیں ان ایام کے بارے میں کچھ علم ہے کہ جن کو رسول اللہ نے ''ایام الھرج'' کا نام دیا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ ان ایام میں زندہ ہوں گے، وہ سب سے بدترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔

اس حدیث میں قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ " ینزل فیھا الجھل " کہ اس زمانے میں جہالت ایسا ہوگا جیسا کہ جہالت کا نزول ہو رہا ہے یعنی جہالت باقاعدہ پرورش پائے گا۔ یہ حدیث آج کے موجودہ دور پر پورا فٹ ہو رہا ہے کہ جس چیز کو شریعت اسلام علم کا نام دیتا ہے یعنی علم قرآن وحدیث اور علم فقہ...... اس کے لوگ مخالف ہوگئے ہیں' چنانچہ آج مکمل علوم اسلام کے فارغ التحصیل کو حکومتی سطح پر تعلیم یافتہ شمار نہیں کیا جاتا' تعلیم یافتہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے سرکاری اسکول سے کچھ نہ کچھ پڑھا ہوا گرچہ وہ علم دین سے ناواقف ہو' گریجویٹ اور تعلیم یافتہ بننے کیلئے کسی یونیورسٹی کی سرٹیفکٹ رکھنا ضروری ہے' لیکن کسی اعلی سے اعلی اسلامی

دارالعلوم کی تصدیق اور اس کا سرٹیفکٹ اس کے لئے ناکافی شمار ہوتا ہے۔ قرب قیامت میں جہالت کی ایسی انتہاء ہوگی کہ علم کیلئے جہالت سے سرٹیفکٹ لینا ضروری ہوگا اسی کو فرمایا کہ قرب قیامت میں جہالت کا نزول ہوگا۔

قرب قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا۔ یعنی اہل علم اٹھالئے جائیں گے اور بعض روایات میں ہے کہ علم کم ہوگا۔ صحیفہ ہمام بن منبہ کی روایت میں ہے کہ " **یقبض العلم ویقترب الزمن** " یعنی علم کو موت آئے گی اور زمان قیامت قریب ہوگا۔ (فتح الباری ۱۳/۱۵)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۱۳/۱۵) میں امام طبرانی کی معجم الأوسط کے حوالے سے یہ روایت سعید بن جبیرؓ مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگا جب تک بیہودہ گفتگو' بخل' امانت داروں کی خیانت اور خیانت کرنے والوں کے پاس امانت رکھنا عام نہ عام ہوجائے اور فرمایا کہ قیامت کے قریب ''الوعول'' ختم ہوجائیں گے۔ صحابہ ؓ نے حضور ﷺ سے ''الوعول '' اور التحوت'' کا مطلب دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''الوعول '' شریف اور ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو سربراہی کے لائق ہیں اور '' التحوت'' وہ لوگ جو ہمیشہ زیردست رہے ہیں اور ان کو کوئی نہیں جانتا تھا...... جب شریف لوگ ختم ہوجائیں گے تو اس قسم کے لوگ سربراہ بن جائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ہر روز دوسرے سے بدتر

عن الزبير بن عدىّ قال: أتينا أنس بن مالك فشكونا اليه ما يلقون من الحجّاج، فقال: "اصبرو ،، فإنه لايأتى عليكم من الزمان إلا والذى بعده

أشرّ منه ،حتی تلقوا ربکم سمعته من نبیّکم ﷺ،، (بخاری)

ترجمہ: زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک ؓ کے پاس حجاج سے ملنے والی تکالیف کی شکایت کیلئے آئے تو انہوں نے فرمایا "صبر کرلو اب جو بھی وقت آئے گا اس کے بعد والا وقت اس سے بدتر ہوگا، یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملو۔ یہ بات میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے،،

۔

تشریح: تجربہ شاہد ہے کہ کہ ہر آنے والا زمانہ گزشتہ سے بدتر آرہا ہے۔ روز نئے فتنے پیدا ہورہے ہیں، ہر حاکم وقت کے بعد جو نیا حاکم وقت آتا ہے، تو وہ اس سے بڑھ کر ظالم اور بے دین ہے، الا ماشاءاللہ۔

حافظ ابن حجر نے طبرانی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: کل آج سے بہتر تھا اور آج آنے والا کل سے بہتر ہے اور قیامت تک یہی حال رہے گا۔

"الموفقیات للزبیر،، میں امام شعبی ؒ سے یہ حکایت بیان کیا گیا ہے کہ: حضرت عمر ؓ اور اس کے بعد والے خلفاء تعزیری جرائم میں گناہ گار کو لوگوں کے سامنے کھڑا کر کے ان کی پگڑی اتارتے تھے یہی ان کی تنبیہ ہوتی۔ جب زیاد کا زمانہ آیا تو انہوں نے ایسے معمولی جرائم میں کوڑے مارنے شروع کر دیا، پھر مصعب بن الزبیر کا زمانہ آیا، تو انہوں نے کوڑے مارنے کے علاوہ داڑھی کاٹ لئے۔ اور جب بشر بن مروان حاکم بنا تو انہوں نے گناہگار کے ہاتھ گرم لوہے سے داغ دیے ،یوں اس کا نشان مستقل باقی رہ گیا۔ لیکن جب حجاج آیا تو انہوں نے کہا یہ سارا مذاق ہے، انہوں نے ہر معمولی گناہ گار کو بھی تلوار سے مارنا شروع کیا۔ (فتح الباری ۱۳/۲۰)

ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے سامنے یہ بات آئی کہ کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعد والا زمانہ بہتر ہے تو فرمایا کہ "تم پر جو بھی نیا دن آتا ہے وہ پہلے والے سے بدتر ہی ہوگا یہاں کہ قیامت آجائے۔ (پھر فرمایا کہ) میں یہ نہیں کہتا کہ اس سے زندگی بہتر ملے گی یا نہیں یا آدمی

خوشحال ہوگا یا نہیں۔ اس کو مال ملے گا یا نہیں: لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہر آنے والے دن میں علم پچھلے دنوں کی نسبت کم ہوگا، اس لئے حقیقی علم والے لوگ چلے جائیں گے اور باقی لوگ جہالت میں برابر رہنگے تو نیکیوں کا حکم نہیں ہوگا۔ برائی کا روکنے والا نہ ہوگا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچے گی تو لوگ ہلاک ہوجائیں گے،، **(فتح الباری شرح البخاری ۱۳/۲۱)**

حضرت حسن بصری ؒ سے جب پوچھا گیا کہ حجاج بن یوسف جیسے جابر حاکم کے بعد عمر بن عبدالعزیز جیسا عادل حاکم آیا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ حکم اکثری ہے۔ کبھی کبھار ایسا ہوجاتا ہے، عموماً ایسا نہیں ہوتا۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیا جائے کہ قرون اولی میں مثلاً حجاج بن یوسف کے زمانے میں اگر حاکم حجاج جیسا ظالم تھا مگر صحابہء کرام ؓ بھی تو موجود تھے جو نبی کریم ﷺ کے خصوصی شاگرد تھے۔ یہ وہ ہستی تھے جن کا تعلق خیر القرون سے تھا۔ یہاں مسلم شریف کی اس حدیث کو اپنے ذہن میں تازہ کرلیں ،جس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ: "أصحابی أمنة لأمتی فإذاذهب أصحابی أتی امتی مایوعدون ،، میرے صحابہ میری امت پر امن کا ذریعہ ہیں، جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ حالات آئیں گے، جن کا ان سے وعدہ ہوا ہے،، یعنی اصل فتنوں کا دور میرے صحابہ کرام ؓ کے بعد آنا شروع ہوجائیگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فتنوں کی دنیا

عن أبی هریرة ؓ قال:قال رسول الله ﷺ: "ستکون فتنٌ القاعد فیها خیرٌ من الماشی ،والماشی فیهاخیر من الساعی ، من تشرف لها تشتشرفه

،فمن وجد منها ملجأ أو معاذاً فليَعِذبه .(متفق عليه)

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ ﷛ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: عنقریب بہت سے فتنے پیش آئیں گے۔ان فتنوں میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے اور چلنے والا فتنے میں کوشش کرنے والے سے بہتر ہے، جس نے ان فتنوں میں کام لیا یا دلچسپی لی، فتنے انہیں ہلاک کرڈالیں گے۔جو ان فتنوں سے بچنے کیلئے پناہ کی جگہ یا بچنے کی جگہ پاسکے تو وہ وہیں پناہ لے۔

تشریح : ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ "**النائم فيها خير من المضطجع**" یعنی سونے والا فتنے کے وقت لیٹنے والے سے بہتر ہے......

حدیث میں "**القائم**" سے مراد وہ ہے جو فتنوں کے چلانے میں کسی طور شامل نہیں ہے یعنی غیر جانبدار ہے۔"**الماشی**" سے مراد وہ ہے جو غیر جانبدار تو ہے مگر فتنوں کے زمانے میں اپنے دیگر کاروبار کی خاطر چل پھر رہا ہے۔کبھی ایسا ہوجاتا ہے کہ وہ جو دیگر مقاصد کیلئے گیا ہے اتفاقاً کسی فتنے یا ایسے معاملے میں پڑتا جاتا ہے جو اس کیلئے باعث تکلیف یا باعث نقصان ہوگا۔"**الساعی**" سے مراد وہ شخص ہے جو ان فتنوں کے پھیلانے، یا پیدا کرنے یا ہوا دینے میں اس کی کوششیں ہوتی ہیں......ایسا شخص جس درجے میں شامل ہوگا اسی حساب سے فتنوں میں شامل شمار ہوگا۔"**القاعد**" وہ ہے جو ان فتنوں میں تماشہ بین ہے، کسی طرح کا حصہ دار نہیں ہے۔"**المضطجع**" وہ ہے جو ان فتنوں میں تماشہ بین بھی نہیں ہے۔"النائم وہ ہے جو ان تمام سے کمتر درجے میں ہے، جو سونے کے درجے میں ہے (یادرہے کہ ان تمام اقسام کے لوگ اگر ان فتنوں سے راضی ہوں تو اپنے اپنے درجے میں گناہ گار ہوں گے) اگرچہ وہ تماشہ بین ہی کیوں نہ ہوں بلکہ وہ قریب نہ ہوتے ہوئے سونے والے میں سے ہوں اور ان فتنوں یا فتنے کے کاموں سے راضی ہوں تو بھی وہ کسی نہ کسی درجے میں شامل شمار ہونگے۔یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے جرم کے حوالے سے ایک دوسرے سے کم یا

زیادہ، بہتر یا بدتر ہوگا۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ (جب عام لوگ اور مسلمانوں کے اندر باہمی جنگ ہو تو) اپنے نیزے اور اس کی رسی کو توڑ ڈالو اور اپنا تلوار پتھر پر دے مارو، اس کے باوجود بھی اگر وہ تم کو خواہ مخواہ جنگ میں شامل ہی کرلیں تو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے جو بہتر ہوگا اس کا طریقہ اختیار کرلو۔(**بحوالہ مشکوۃ ۱۰/ ۱۲۹ ...... مع المرقاۃ**) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ فتنے کے اس زمانے میں ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا: **کونوا أحلاس بیوتکم**" (**مشکوۃ ۱۰/۱۲۹ ...... مع المرقاۃ**) یعنی گھر کی چٹائی بن کر رہو۔

ایسے فتنے کے زمانے میں جب کہ اصلاح کی گنجائش باقی نہ رہے، مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اختلاف ائمہ اور اختلاف انظار پر تفصیلی بحث کیلئے فتح الباری کی طرف رجوع کریں، اس میں آپ کو مفید مباحث ملیں گے۔

اندھے، گونگے اور بہرے فتنے

عن أبی هريرة ﷛ أن رسول الله ﷺ قال:ستكون فتنة صمّاء، بكماء، عمياء، من اشرف لها استشرفت له، وإشراف اللسان فيها كوقوع السيف" رواه ابوداؤد (مشكوة المصابيح ۱۰/٦٦ مع الطيبی).

ترجمہ :حضرت ابوہریرۃ ﷛ فرماتے ہیں کہ: عنقریب ایسے فتنے آنے والے ہیں جو بہرے

،گونگے اور اندھے ہونگے ،جس نے ان فتنوں میں دخل دیا، وہ ہلاک ہوگیا اور ان فتنوں میں زبان کو استعمال کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تلوار کا استعمال۔

تشریح: ان فتنوں کو جو گونگا، بہرا اور اندھا کہا گیا ہے، یہ فتنہ والوں کی نسبت سے کہا گیا ہے، یعنی یہ فتنہ پرداز ایسے لوگ یا حکومتیں ہونگی کہ وہ کسی قسم کے فریاد کو نہ سنتی دیکھتی اور توجہ نہیں دیتی ہیں، وہ کسی قاعدہ وضابطہ کی پابندی نہیں کرتی ہیں، ان فتنوں میں پڑنے کے بعد ان سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے۔ بقول ملا علی قاریؒ کے ان فتنوں کی صورتحال ایسی ہوگی کہ حق وباطل کی تمیز ختم ہوجائیگی۔ خیر خواہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بات سننے کو کوئی تیار نہ ہوگا، بلکہ جو اس طرح کی بات کرے گا اس کو ایذا دیا جائے گا اور وہ خود ہی فتنوں کا شکار بن جائیگا۔ (المرقاۃ ١٠/١٣٢)

آج پورا معاشرہ جس قسم کے اندھے، گونگے اور بہرے فتنوں کی زد میں ہے، اس کی مختلف شکلیں ہیں، جن میں آج کا میڈیا اور دور حاضر کی صحافت بھی شامل ہے، جو ایک پیشہ کی شکل اختیار کرچکا ہے، جو کسی اخلاق اور اصول وضوابط کا پابند نہیں ہے اور یہ اب وہ زہر بن چکا ہے کہ بظاہر جس کا کوئی تریاق نظر نہیں آتا، اگر یہ صحیح ہاتھوں میں ہو تو پوری قوم کے مزاج، اخلاق، مذاق کی اصلاح کرے، صحیح تصورات کی دنیا بدل ڈالے، کسی قوم کی اخلاقی تربیت، ذہنی ترقی اور مذہبی اصلاح کیلئے آج اس سے بہتر کوئی ہتھیار نظر نہیں آتا...... لیکن یہ گونگی، بہری اور اندھی صحافت آج جس قسم کے پیشہ ور ہاتھوں میں ہے، اگر یہ زہر ان ہی ہاتھوں میں رہا اور اس نشتر کے استعمال کرنے والے یہی عطائی ڈاکٹر ہی ہوئے، تو قوم کی اخلاقی اور دینی دیوالیہ پن کی وہ درگت بنے گی کہ جس سے نجات کیلئے صدیاں درکار ہونگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عربوں کو تنبیہ

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ویل للعرب، من شر قد اقترب، افلح من کف یدہ۔ (رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب کی ہلاکت ہے، اس شر وفتنہ سے جو عنقریب آنے والی ہے۔ جس نے اپنا ہاتھ (کلمہ گو مسلمانوں سے) روکے رکھا، وہ کامیاب ہوا۔

تشریح: یہ حدیث معجزات کے قبیل سے ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی کی ہے کہ عربوں پر ایسے ایسے فتنوں کے دور آئیں گے، جو زیادہ دور نہیں ہیں۔

ان فتنوں سے کیا مراد ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ، مسلمانوں میں باہمی اختلافات، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سانحہ کربلا وغیرہ یقیناً اس میں داخل ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس میں عموم ہے، بالخصوص وہ فتنے جن سے عرب بلاواسطہ یا بالواسطہ متأثر ہوں یا شریک ہوں۔

ملا علی قاری نے "مرقات شرح مشکوٰۃ (١٠/١٣٤) میں ابن عبدالملک رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: اس سے مراد وہ دشمن لشکر ہیں جو عربوں پر چڑھائی کریں یا وہ فتنے مراد لیے جاسکتے ہیں جو عربوں میں واقع ہوئے ہیں یا ہوں گے۔ جو شہادت عثمان سے شروع ہوئے اور جو آج تک جاری ہیں (اور نہ جانے کب تک جاری رہیں گے)

زبان رسالت مآب سے نکلے ہوئے یہ الفاظ عربوں پر رونما ہونے والے موجودہ فتنے کی طرف لفظ بہ لفظ اشارہ کر رہے ہیں، جبکہ آج یہود ونصاریٰ نے یکے بعد دیگرے تمام مسلمانوں بالخصوص عربوں پر چڑھائی کردی ہے۔ کفار ومشرکین کا یہ حملہ بظاہر ڈیڑھ سال قبل امارت اسلامیہ افغانستان پر اور اب عراق کے نہتے مسلمانوں پر شروع ہوچکا ہے اور مسلمانوں کے دوسرے تیسرے

علاقے کی وہ پیشگی نشاندہی کر چکے ہیں کہ وہ ان کے مستقبل کے اہداف ہیں اور نہ صرف عرب بلکہ عالم اسلام کے قلب مکہ و مدینہ اور بیت المقدس کے ارد گرد عملاً یہود و نصاریٰ کے فوجوں اور بحری بیڑوں کی موجودگی اور عرب ممالک کے حکمرانوں کو باہم اختلافات اور الفاظ کی جنگ میں مبتلا رکھنا" **ویل للعرب من شر قد اقترب** ،، کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

ملا علی قاری ؒ نے مرقات (۱۰/۱۳۵) میں فرمایا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: کامیاب وہ مسلمان ہوں گے جو **لا اله الاالله** کہنے والے مسلمانوں سے اپنا ہاتھ روک کر رکھتے ہیں،،

بخاری و مسلم میں بھی انہیں الفاظ کے ساتھ دوسری روایت حضرت زینب بنت جحش **رضی الله عنها** سے ہے وہ فرماتی ہیں کہ: آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا کہ : **لا اله الا اللـه** ،عربوں کی ہلاکت ہے،اس فتنے سے جو عنقریب آنے والی ہے۔آج یاجوج ماجوج کے دروازے اس طرح کھل گئے ہیں (یہاں سفیان راوی نے تیرہ کا اور وھیب راوی نے نوے کا نشان بتایا) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! آیا ایسی حالت میں بھی ہم ہلاک ہوسکتے ہیں، جبکہ ہم میں نیک و صالح افراد موجود ہوں گے،،تو آپ نے فرمایا کہ:" ہاں !جب خبث زیادہ ہوجائے،،

امام نوویؒ نے شرح مسلم (۳/۱۸) میں فرمایا ہے کہ" خبث،، سے جمہور کے نزدیک "فسق وفجور زنا وغیرہ مراد ہیں ایسے ہی اس سے عمومی گناہوں کی کثرت بھی مراد ہے،،

موجودہ حالات میں عربوں اور بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے نجات کی راہ یہ ہے کہ کفار سے عملی جہاد کے ساتھ ساتھ، گناہوں کی زندگی سے توبہ کرنا اور باہمی اتفاق و اتحاد انتہائی ضروری ہے نیز یہ حملہ آور فوجوں سے مکمل الگ رہیں۔ان کو اپنی سرزمین پر جگہ نہ دیں۔ان کو گزرگاہ اور تیل و معلومات فراہم نہ کریں نیز ان کے ساتھ کسی طرح کا لاجسٹک سپورٹ کرنے کا ذریعہ نہ بنیں۔ورنہ یکے بعد دیگرے سب کی باری لگنی ہے،اللہ تعالی برے دن نہ لائے آمین۔

فتنوں سے بچنے کی دعا

عن ابن عباس (رضى الله عنهما)انّ النبى ﷺ كان يعلّمهم هذا الدعاء كما يعلّمهم السورة من القرآن يقول:قولوا " اللّهم إنّى اعوذبك من عذاب جهنم واعوذبك من عذاب القبر واعوذ بك من فتنة المسيح الدجّال واعوذب من فتنة المحياوالممات ،، (رواه مسلم)

ترجمه :حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کو یہ دعا اس طرح تعلیم فرمایا کرتے تھے،جس طرح قرآن کی کوئی سورت تعلیم فرماتے تھے، آپ نے فرمایا کہ یوں کہو" **اللهم إنّى اعوذبك**..........**الخ**،، یعنی اے اللہ!میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے" پناہ مانگتا ہوں دجال کے فتنہ سے اور پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے،،

تشریح : یہ ابن عباس ؓ کی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرۃ ؓ کی روایت میں ہے کہ: آپ نے فرمایا: آخری تشہد سے فارغ ہوکر یہ دعا پڑھ لی جائے (مسلم)اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ:" **اللّهم إنى اعوذبك من المأثم والمغرم**،، یعنی اے اللہ!میں تیری پناہ مانگتا ہوں، گناہ کی ہر بات سے اور قرض کی بوجھ سے،،

اس لئے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ ان الفاظ کو شامل کر کے یہ دعاء التحیات میں تشہد اور درود شریف کے بعد پڑھ لی جائے۔

یہ دعا جیسے کہ ظاہر ہے دنیا وآخرت کے آفات ومصائب اور ہر قسم کی بدبختیوں سے حفاظت کیلئے بڑی جامع دعا ہے۔اس میں سب سے پہلے جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی ہے جو شدید ترین اور نا قابل تصور عذاب اور انسان کی سب سے بڑی بدبختی ہے،اس کے بعد دجّال کے

فتنہ عظیم سے جو اس دنیا میں برپا ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ہے، جس میں ایمان کا سلامت رہنا بے حد مشکل ہے، اس کے بعد علی الاطلاق زندگی اور موت کے سارے فتنوں اور ساری آزمائشوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جس میں ہر چھوٹی بڑی بلا اور گناہ وگمراہی داخل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دعا ایسی جامع دعا ہے کہ اس کا باقاعدہ عادت بنانے والا شخص ایسا ہے گویا کہ اس نے ہر قسم کی مصیبتوں سے پناہ مانگی، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے دنیا اور آخرت کی تمام فتنوں اور مصائب سے محفوظ فرمالے، آمین۔

خودغرضی سے بچو

قال عبدالله ؓ قال لنا رسول الله ﷺ (انکم سترون بعدی اثرة واموراً تنکرونها) قالوا فما تأمرنا یارسول الله؟ قال (ادوا إلیهم حقهم وسلوا الله حقکم. (رواه البخاری ص۲۰۸۸ ج۶)

ترجمہ: عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: تم میرے بعد بعض ترجیحات اور ایسے معاملات دیکھو گے، جن میں تم اجنبیت محسوس کروگے صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس سلسلے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا: انہیں ان کا حق ادا کردو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

مختصر تشریح: فتنوں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ فتنہ پرور شخص ہمیشہ خودغرض ہوتا ہے، ان کو ہر فائدے کی چیز اپنے گود میں اچھی معلوم ہوتی ہے، اس لئے سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے مقابلے میں تم خودغرض نہ بنو، بلکہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ اس سے فتنہ کی قوت کم ہوجائیگی، عداوت فرو ہوگا، جس کے نتیجے میں اپنا حق اللہ تعالی سے مانگا کرو، اللہ تعالی تمہارے حقوق بھی دیدینگے۔

وحدتِ امت کی کوشش

قال ابن عباس ؓ عن النبی ﷺ قال من رأى من أمیره شیئا یکرهه فلیصبر علیه فانه من فارق الجماعة شبرا فمات الا مات میتة جاهلیة. (رواه البخاری ص۲۰۸۸ ج۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے اپنے امیر کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ صبر کرے، اس لیے کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت جدائی اختیار کی اور اسی حالت میں مرا، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

مختصر تشریح: ایک امیر کے ساتھ اور اس کی اطاعت کرنے سے امت یا ملت میں وحدت کی فضا برقرار رہتی ہے اور یہ پر بہار فضاء فتنوں کے فرو کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برعکس امام کی اطاعت اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت سے الگ تھلگ رہنے سے سب سے پہلا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وحدت امت پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے کوئی معمولی سا فتنہ بھی امت کو بہت بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی

قال ابن مسعود ؓ سمعت النبی ﷺ یقول: من شرار الناس من تدرکهم الساعة وهم أحیاء (رواه البخاری ص۲۰۹۱ ج۶)

ترجمہ: ابن مسعود ؓ نے کہا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ وہ لوگ بدبخت ترین لوگوں میں ہوں گے، جن کی زندگی میں قیامت آئے گی۔

مختصر تشریح : ایک دوسری روایت اس مضمون کی بھی آئی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ایک بھی کلمہ گو باقی ہوگا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جب کفار یا فجار باقی بچیں گے، تو ان پر قیامت ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ بدترین لوگ ہونگے۔

عورتوں کا فتنہ

عن ام سلمة زوج النبی ﷺ قالت استيقظ رسول الله ﷺ ليلة فزعا يقول: سبحان الله ماذا أنزل الله من الخزائن وماذا أنزل من الفتن ، من يوقظ صواحب الحجرات؟ يريد أزواجه لكي يصلين .رب كاسية في الدنيا عارية في الآخرة (رواه البخاری ص۲۰۹۱ ج۶)

ترجمہ : حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ گھبراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ تعالیٰ نے کیا خزانے نازل کئے ہیں اور کتنے فتنے نازل کئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں (ازواج مطہراتؓ) کو کون بیدار کرے گا؟ آپ کی مراد ازواج مطہرات سے تھی، تاکہ یہ نماز پڑھیں۔ بہت سے دنیا میں کپڑے پہننے والیاں، آخرت میں ننگی ہوں گی۔

مختصر تشریح : مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب عورتیں ایسے لباس پہنا کرینگی جو تنگ اور باریک ہونے کی وجہ سے برہنہ نظر آئیں گی اور ان کے سروں پر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہونگے ان پر لعنت کرو، اس لئے کہ وہ ملعون ہیں۔ ترمذی کتاب الفتن میں ہے کہ: جب تمہارے امراء بہترین لوگوں میں سے ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپس کے مشوروں سے طے ہوں، تو زمین کی پشت تمہارے لئے اس کی پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے امراء تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمہارے مالدار بخیل

ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں، تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پشت سے بہتر ہے۔ عورتوں کا فتنہ ایسا بڑا فتنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مختلف حوالوں سے اپنی امت کو خبردار کیا ہے۔

اسلحہ کی نمائش

قال ابوهريرةؓ قال النبی ﷺ: لا يشير احدكم على اخيه بالسلاح فانه لا يدری لعل الشيطان ينزغ فی يده فيقع فی حفرة من النار) (رواه البخاری ص۲۰۹۲ ج۶)

ترجمہ : ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ وہ نہیں جانتا، ممکن ہے شیطان اسے اس کے ہاتھ سے چھڑوا دے اور وہ اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر پڑے۔

مختصر تشریح : آج کل فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ لوگ اسلحہ کے ساتھ بے احتیاطی کا معاملہ کرینگے۔ چنانچہ بازاروں اور مجمعوں میں اسلحہ کی نمائش کرنا، ڈرانے یا مذاق کے طور پر کسی پر اسلحہ تاننا ممنوع ہے، نیز عام اسلحہ یا کوئی نوکدار یا دھاردار چیز کسی کو لینی یا دینی ہو، تو اسے بند کر کے حوالہ کر دیا جائے یا زمین پر رکھ دیا جائے، پھر وہ اٹھا لے۔ اس قسم کے احتیاطی پہلوؤں کو نظر انداز کرنا، پچھتاوے کا سبب بنتا ہے۔

ایک سنگین جرم

عن ابن عمر ؓ انه سمع النبی ﷺ يقول: لا ترجعوا بعدی كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض. (رواه البخاری ص۲۰۹۳ ج۶)

ترجمہ ابن عمر ؓ نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کفر کی طرف

نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے۔

مختصر تشریح : ایک دوسرے کی گردن مارنا اور قتل وقتال کو کفر کی مانند عمل قرار دیا گیا ہے، یہ اس کے انتہائی سنگین جرم ہونے کی نشاندہی ہے۔

جب مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو

عن حذيفة بن اليمان ﷺ يقول: كان الناس يسألون رسول الله ﷺ عن الخير وكنت اسأله عن الشّرّمخافة أن يدركني فقلت: يا رسول الله ﷺ أَنَّاكنَّا فى جاهليّة وشرّ فجاء نا الله بهذا الخيرفهل بعدهذا الخير من شرّ قال (نعم) قلت : وهل بعدذالك الشرّ من خير؟قال (نعم وفيه دخن) قلت و ما دخنه؟ قال (قوم يهدون بغير هدى تعرف منهم وتُنْكر) قلت فهل بعدذالك الخيرمن شرّ؟ قال (نعم دعلة على ابواب جهنّم من أجابهم إِليهاقذفوه فيها) قلت يارسول الله ﷺ صفهم لنا قال (هم من جلدتنا يتكلمون بألسنتنا) قلت فما تأمرنى إِن ادركنى ذالك؟ قال (تلزم جماعة المسلين وإِمامهم) قلت فأِن لم تكن لهم جماعة ولاإِمام؟ قال (فاعتزل تلك الفرق كلّها ولوأن تعض بأصل شجرة حتى يدركك الموت وانت على ذالك. (رواه البخارى صـ ٢٥٩٦ ج٦)

ترجمہ: حذیفہ بن الیمان ﷺ نے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی ہی میں نہ پیدا ہو جائے، میں نے پوچھا، یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نوازا تو کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہے؟ آنحضور نے فرمایا کہ ہاں! لیکن اس

خیر میں کمزوری ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ اس کی کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے، ان کی بعض باتیں جانی پہچانی ہوں گی، لیکن بعض میں اجنبیت محسوس کرو گے۔ میں نے پوچھا، کیا پھر اس خیر کے بعد شر آئے گا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کے دروازے پر بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا، وہ اس میں انھیں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ان کے کچھ اوصاف بیان کیجئے؟ فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے پوچھا پھر اگر میں نے وہ زمانہ پالیا، تو آپ مجھے اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا، میں نے عرض کی، کہ اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہوئی اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا کہ پھر ان تمام جماعتوں سے الگ رہنا خواہ تمہیں درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک اس حالت میں تمہاری موت آجائے۔

مختصر تشریح : جس زمانے میں مسلمانوں کی جماعت اور اجتماعی قوت نہ ہو، اس وقت وہ لوگ جوامت مسلمہ کو یکجا کر سکتے ہوں، وہ اپنی اس ذمہ داری کو نبھائیں اور جن سے یہ نہیں ہوسکتا ہو، وہ کفار و فجار کی تقویت کا سبب نہ بنیں اور نہ ہی ان کی تعداد بڑھانے کا سبب بنیں، بلکہ وہ ایسے فتنوں کے دور میں منتشر قوتوں کا ساتھ دینے کے بجائے سب سے الگ تھلگ رہیں۔

پندرہ خصلتوں پر مصیبتوں کا نزول

عن على بن ابى طالب قال : قال رسول الله ﷺ : إذا فعلت امتى خمس عشرة خصلة حلَّ بها البلاء ، فقيل وماهنّ يا رسول الله؟ قال :إذا كان المغنم دولًا ،والامانة مغنماوالزّكاة مغرماً، واطاع الرّجل زوجته، وعق امّه، وبرّصديقه ، وجفا أباه ، وارتفعت الاصوات فى المسجد، وكان زعيم القوم

أرذلهم ، وأكرم الرجل مخافة شرّه ، وشربت الخمور ، ولُبست الحرير، واتخذت القينات والمعازف ،ولعن آخر هذا الامّة أوّلها، فليرتقبوا عند ذلك ريحاً حمراء أو خسفاً ومسخاً. (ترمذی ح ۲۲۱۰)

ترجمہ : حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوجائیں، تو ان پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہوجائیں گی، جب پوچھا گیا، وہ کیا کیا عادتیں ہیں تو فرمایا:

۱......:- جب مال غنیمت (سرکاری مال) ذاتی ملکیت بنایا جائے۔

۲......:- جب امانت کو غنیمت سمجھا جائے۔

۳......:- جب زکوٰۃ کو جرمانہ تصور کیا جائے۔

۴......:- جب آدمی بیوی کی فرمانبرداری کرے۔

۵......:- جب ماں کی نافرمانی کی جائے۔

۶......:- جب دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اور

۷......:- جب باپ کے ساتھ زیادتی کرے۔

۸......:- جب مساجد میں شوروغوغا برپا ہوجائے۔

۹......:- جب قوم کا رذیل ترین آدمی قوم کا لیڈر بن جائے۔

۱۰......:- جب آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہو۔

۱۱......:- جب شراب (نشہ آور اشیاء) کا کھلم کھلا استعمال ہو۔

۱۲......:- جب مرد ریشم کا کپڑا پہنیں۔

۱۳......:- جب گانے بجانے اور محفل وسرود کی محفلیں سجائی جائیں۔

۱۴......:- جب موسیقی کے آلات کا استعمال ہونے لگے۔

۱۵......:- جب لوگ اپنے گزشتہ اسلاف پر لعن وطعن کرنے لگیں۔

تو اس وقت لوگوں کو (ہر وقت) عذاب خداوندی کا منتظر رہنا چاہیے، خواہ وہ سرخ آندھی کی شکل میں ہو یا زلزلے کی صورت میں یا زمین دھنس جانے کی شکل میں یا (اصحاب سبت کی طرح) صورتوں کے مسخ ہونے کی صورت میں ہو۔

مختصر اضافہ : ترمذی ہی کی حدیث ۲۲۱۱ میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ''جب علم، دین کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے پڑھا جائے، اور جب لوگ دوست کو قریب اور باپ کو اپنے سے دور رکھیں اور قبیلہ کا سربراہ ان میں فاسق بنے،، حدیث کے آخر میں یہ بھی اضافہ ہے کہ:

پھر اللہ تعالیٰ ایسی نشانیاں پے در پے ایک لڑی کے دانوں کی مانند گرتی (یا آتی) رہینگی جن کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو، پس فتنوں اور آسمانی نشانیوں کا ایک تسلسل ہوگا۔

فتنہ کے زمانے میں عبادت کا ثواب

عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال: إنكم في زمانٍ من ترك منكم عُشر ماأمر به هلك، ثم يأتي زمانٌ مَن عمل منكم بعُشر ماأمر به نجا. (ترمذی ۲۲۶۷)

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ ؓ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ: تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے اگر کوئی ان چیزوں میں سے جن کا تم کو حکم دیا گیا ہے، دسواں حصہ بھی چھوڑ دے، تو وہ ہلاک ہوجائے، پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت تم میں سے (یعنی اس وقت کے لوگوں سے) کوئی مامورات میں سے دسویں حصے پر بھی عمل کرے، تو وہ نجات پائے گا۔ (حدیث ......۲۲۶۷)

مختصر تشریح : ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ، اس زمانے میں دین اور دینی امور پر صبر کرنا ایسا سخت ہوگا جتنا انگارہ کو ہاتھ میں لے کر تھامنا اور فتنہ کے زمانے میں عبادت کا ثواب میرے پاس ہجرت کر کے آنے کا ثواب کے برابر ہے،، (ترمذی حدیث ۲۲۰۱)

فتنوں سے نجات کا ایک راستہ

عن ثوبان قال : قال رسول الله ﷺ : إذا وُضع السيف فی امتی لم يُرفع عنها إلى يوم القيامة (ترمذی ح ۲۲۰۲)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ: جب میری امت میں تلوار ڈال دی گئی (یعنی جب فتنے کی شکل میں جنگ چھڑ گئی) تو اب وہ قیامت تک نہیں اٹھایا لیا جائے گا،،

مختصر تشریح : یہ عمومی حالت کا بیان ہے، اگر کبھی کبھار امن وامان ہو، تو اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔ ترمذی ہی کی حدیث (۲۲۰۳) میں ہے کہ حضرت اهبان بن صفی الغفاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ لیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''جب لوگوں کا آپس میں اختلاف ہو (یعنی جب فتنہ وفساد کی صورت پیدا ہو) تو میں اپنی تلوار توڑ دوں اور لکڑی کی تلوار ہاتھ میں لوں، چنانچہ میں نے وہ اب اپنالی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: فتنوں کے وقت آدم علیہ السلام کے بیٹے کی طرح بنو اور اپنے گھروں کے اندر رہو۔

پانچ فٹ کا جسم

عام تأثر یہ ہے کہ اسلامی حکومتیں اسلامی نظام نافذ نہیں کرتی ہیں، نہ صرف وہ اس میں دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کر رہی ہیں، بلکہ وہ اس میں رکاوٹ بھی بنی ہوئی ہیں، اگر چہ اس میں بڑی حد تک صداقت ہے، لیکن یہ الزام صداقت کے باوجود **من کل الوجوہ** مبنی برحقیقت نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ حکومتوں کو کوسنے میں مصروف ہیں، وہ یا تو خالص مذہبی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں یا ان کا تعلق عوام الناس میں سے ہے اور دونوں اپنی اپنی حد تک چار دیواری نہ سہی، لیکن اپنے پانچ فٹ کے جسم کے ضرور مالک ہیں۔

حکومتوں کے اربابِ اقتدار کو اپنے قلم رو میں جس قدر اختیارات حاصل ہیں، ان کا اندازہ سب کو ہے اور مختلف حکومتوں کے اس دائرہ اختیار کی نوعیت میں فرق بھی ہے، لیکن جس قدر اختیار اربابِ اقتدار کو اپنی رعایا یا اپنی حکومت پر ہے، کیا اتنی اختیار ہم میں سے ہر ایک کو اپنے پانچ فٹ کے بدن پر نہیں ہے؟ یقیناً ہے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ اختیار ہم کو اپنے آپ پر ہے۔

اس صورتحال میں جب ہم اپنے پانچ فٹ کے جسم پر اسلامی نظام نافذ نہیں کرتے، بلکہ اسلامی نظام کا کچھ حصہ جو عبادات سے متعلق ہے اگر ہم وہ اپنے اوپر نافذ کر رہے ہیں، تو حکومتیں بھی اس میں رکاوٹ نہیں بنی ہوئی ہیں، بقیہ حصہ جو معاملات اور دیگر اسلامی قوانین سے متعلق ہے، وہ ہم نے اپنی نجی زندگی میں بھی معطل کر دیا ہے، تو حکومتوں نے بھی ان کے معطل کرنے میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔

اس بنا پر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کا عمل اپنے آپ سے شروع کر دیں۔ اپنے آپ پر اسلامی نظام کے نفاذ میں جن مشکلات کا سامنا ہو، اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اس طرح سے ایک خالص اصلاح شدہ معاشرہ تشکیل پا جائیگا۔ اس کے بعد اگر ارباب حکومت کو جس قدر کوسیں، ان کو ملامت کریں، تو وہ بجا ہوگا۔ اس کے نتیجے میں ہماری جدوجہد بار آور بنے گی، کیونکہ وہ اصلاح شدہ معاشرے کی مخلصانہ جدوجہد ہوگی۔ جس پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکے گی۔ نیز کسی مخلص کی جدوجہد کے اثرات دیرپا بھی ہوتے ہیں۔ اس بناء پر میری پاکستان کے عوام وخواص سب سے گزارش یہ ہے کہ وہ اسلامی نظام کیلئے اپنے جدوجہد کے اس پیغمبرانہ رخ اور اسلوب کو منتخب کریں، انشاء اللہ تعالی اس کے بہتر سے بہتر نتائج پیدا ہونگے۔

آج کے پرفتن دور میں اگر ہم مخلصانہ طور پر اسلامی نظام کا وہ حصہ جو ہمارے اپنے دائرہ اختیار میں ہے، اس پر عمل کرنا شروع کر دیں، اس کو اپنے عملی زندگی پر مکمل لاگو کر دیں اور اس کے بعد یا ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ پر بھی بھرپور توجہ دیں، تو وہ دن دور نہیں، جب اسلامی نظام کے نفاذ کی پر بہار رونقیں واپس آجائیں گی، بلکہ موجودہ وہ فتنے جن میں ہم مکمل طور پر گر چکے ہیں، ان سے بھی گلوخلاصی ہوسکے گی۔